تصوّف

برِّ صغیر میں

تصوّف کے نادر مخطوطات
پر
جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

تصوف

برِ صغیر میں

تصوف کے نادر مخطوطات

پر

جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار منعقدہ ۱۹۸۵ء کے مقالات

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار:

صدر دفتر:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ــــــ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، نئی دہلی ــــــ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ــــــ ۴۰۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ــــــ ۲۰۲۰۰۲

۱۹۹۲ء

قیمت : ڈیڑھ سو روپے ۱۵۰/-

لبرٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) نئی دہلی میں طبع ہوا

فہرست

○

ذخیروں کا مختصر تعارف

عمومی جائزے

••

پیش گفتار

ہر بت شکن کو بالآخر ایک مجسمۂ بت کا درجہ بخش دیا جاتا ہے۔ تاریخ کے اس جامد ردِ عمل سے تنہا گوتم ہی کو گزرنا پڑا ہو، ایسا نہیں ہے!

تحریکیں رفتہ رفتہ اداروں میں ڈھلتی جاتی ہیں، یہی ان کی تقدیر ہے کہ ہر نسل اور ہر گروہ اسے اپنے قد سے ناپتا ہے۔ اور پھر جب یہ ادارے نقطۂ انجماد کو پہنچتے ہیں تو ان کے اندرون سے برف کو پگھلا دینے والی حرارت بھی نمودار ہونے لگتی ہے۔ کبھی یہ حرارت تمازتِ آفتاب کی صورت جمود کی ساری کائنات کو جھلسا کر پھینک دیتی ہے۔ — جیسے عیسوی اور بدھ جمود کے خلاف پھر یہ بغاوت اِد کسی کمیونزم کی شکل میں ابھری، اور بالترتیب روس اور چین سے شروع ہو کر نصف سے زیادہ کرۂ زمین پر چھا گئی، اور کبھی ہمدردی، دلسوزی اور دلبری کی ہلکی ہلکی آنچ آہستگی سے اُسے نقطۂ اعتدال پر لوٹا لاتی ہے۔ تصوف اسلامی تحریک کے منجمد اداروں کو نقطۂ اعتدال پر لانے کی ایسی ہی ایک اولتے دلبرانہ تھی جو شروع تو ہوئی بغاوت کی زیریں لہروں کے ساتھ ـــــ لیکن پھر اسلام نے اُسی سے اور اُس نے اسلام سے جان و تن کا رشتہ استوار کر لیا۔ ادارہ میں پھر تحریک کا تازہ لہو گردش کرنے لگا، اور اس بار تو اس گردش میں وہ شوریدہ سری تھی کہ لہو آنکھوں سے ٹپکا پڑتا تھا!

یہ تحریک گویا ملّا کا تہذیبی انقلاب (Cultural Revolution) تھی۔ لیکن تہذیبی انقلاب کے پھریرے تحریک آہستہ آہستہ خود سوتی چلی گئی۔ اور ادارہ کی کم نصیبی کہ اس نے اپنے پیشروؤں پر جو احسان کیا تھا، اس کے اس احسان کا بدلہ چکانے والی کوئی تحریک پھر اس کے اندر سے جنم نہ لے سکی۔ اور پھر! گویا انقلاب کا موسم ہی جیسے ہمیشہ کے لیے سو گیا!

واسطہ تو ہم کم ذات انسانوں سے تھا، بالآخر! پھر اُسے اپنی سطح پر لے آئے اور ایک بار پھر اس تحریک تصوف کو بھی ادارہ میں تبدیل کر دیا، اور پھر: ع کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی! تو شریعت میں کوئی لہر ہے نہ طریقت میں طوفان۔ اور دونوں دو تخت ہو کے نیم جاں پڑے ہیں: ع لکڑی پھٹی ہوئی اُدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اِدھر!! دیر کے بعد کسی غوث علی شاہ کی، کسی اقبال کی، کسی یعقوب مجددی کی دلگیر آواز اٹھتی ہے، اور پھر بوجھل فضاؤں میں گم ہو جاتی ہے۔ لگتا ہے سفینہ بے تابی سے کسی طوفان کا منتظر ہے، جس سے ٹکرا کر نئی صلابت حاصل کر لے یا پھر پاش پاش ہو جائے!!

پر یہ بھی ممکن ہے کہ انسانیت کی ایک عظیم میراث کی بازیافت کر کے ہم پاش پاش ہونے سے پہلے ہی' وہ صلاحیت حاصل کر لیں' جو آنے والے طوفانوں کو بے نیچ گران کا دم نکال دے۔ یہ میراث جو کتب خانوں میں مدفون مخطوطات کی شکل میں ہند پاک بنگلہ دیش علاقے سے لیکر مغربی ایشیا' اور شمالی افریقہ کے حلقوں تک ریزہ ریزہ بکھری پڑی ہے!

خدا بخش لائبریری عربی فارسی مخطوطات اور اردو نوادر کا ایسا ذخیرہ ہے' جس پر پورے برصغیر کو ناز ہے۔ ۱۹۶۹ء میں پارلیمنٹ کے ایکٹ نے اسے قومی اہمیت کا ادارہ تسلیم کر کے وہ درجہ دیا جو اس کا استحقاق تھا۔ لیکن غریب (ترقی پذیر) ملک جیسا کہ ہم ہیں' اور جاہل کند ذہن تنگ نظر قوم جیسا کہ ہماری پیشانی کے خط تقدیر سے پڑھا جا سکتا ہے' ہم اس موقف میں نہیں ہیں کہ تعلیم و تہذیب کی ترویج و اشاعت صرف کالج اور یونیورسٹی کے حلقے میں بخش کے متعلق ہو جائیں کہ خدا بخش جیسی لائبریری کا کام تو بس کتابیں جمع کرنا ہے' یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ کوئی قسمت کا مارا اسکالر پڑھنے کے لیے آ نکلے (اور یہ مخلوق اب کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے) تو اسے کتابیں پڑھوا دیں۔ لائبریری کا روایتی تصور یہی رہا ہے!

ہم بڑے کم نصیب قوم ہیں۔ بیماری' بھوک اور جہالت ہماری اہم ترین میراث ہے۔ بیماری/بھوک دور کرنا ہمارے بس نہیں۔ مگر جہالت دور کرنے میں ہم میں سے ہر ایک اپنے بس بھر کچھ نہ کچھ تو کر ہی سکتا ہے۔ افراد کم' ایسے ادارے زیادہ۔ یہ بڑی کم نظری کی بات ہوگی اگر ہم ایک غریب قوم' دنیا کا پانچواں حصہ' اپنی تعلیم و تربیت کے لیے صرف اسکول کالج پر اکتفا کر بیٹھیں۔ ہم یہ عیاشی جھیل نہیں سکتے۔ ہمیں تو اپنے تمام سرچشموں کو زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا ہوگا' تب کہیں جا کر اس صدی کے اواخر تک جہالت کا ایک حقیر حصہ دور ہو پائے گا۔ خدا بخش لائبریری نے کوشش کی ہے کہ نئے ہندستان میں جو آدم بن رہا ہے اس کی تشکیل میں اپنے بس بھر حصہ بٹائے۔

اوپن (کھلی) یونیورسٹی کا رسمی تصور جو بھی رہا ہو' آج کے ہندستان کو جس طرح کے ادارے کی ضرورت ہے' خدا بخش نے اپنے کو اس میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ اس طور پر کہ اس کے ہر اقدام سے علم پھیلے' گھر گھر پھیلتا جائے! عوامی سطح پر' طلبا کی سطح پر' غیر درسی معاون دانش وروں کی سطح پر' علمی تحقیق و جستجو کی سطح پر' مقامی' قومی اور بین الاقوامی سطح پر۔

جنوبی ایشیائی قوم کی موجودہ جو ابتر جیسی حالت ہے اس میں اپنے خول میں سمٹے رہنا آج ایک سنگین اجتماعی جرم ہے۔ ایسے میں جہاں جس کی جتنی وسعت ہے ویسے اپنی سکت بھر قومی تشکیل میں حصہ لینا ضروری ہے۔ خدا بخش لائبریری مختلف طریقوں سے اس میں اپنا حصہ بٹاتی ہے اور جو جو طریقے اس نے اپنائے ہیں ان میں بنیادی خیال یہی ہے کہ

کسی نہ کسی طور سے علم اور معلومات کو زیادہ سے زیادہ دور تک بکھیر دیا جائے کہ سمٹے ہوئے ایک گروہ کی جاگیر بننے کے بجائے ہر سینے کی امانت بن جائیں۔

عربی فارسی مخطوطات کی خصوصی لائبریری ہونے کے ناتے، لائبریری نے جنوبی ایشیا کی سطح پر آٹھ دس برس کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا ہے کہ برصغیر کے کتب خانوں اور ذاتی ذخیروں میں مخطوطات کی شکل میں ہماری قیمتی میراث کے جو بھی زر و جواہر مدفون ہیں انھیں جلد سے جلد سامنے لے آیا جائے۔ خدا بخش لائبریری نے اس کے لیے یہ طریق کار اختیار کیا ہے کہ ہندوستان پاکستان اور بنگلہ دیش تینوں جگہ تین ٹیمیں اپنے اپنے ملکوں کے عربی، فارسی، اردو مخطوطات کے ذخیروں کی فن وار ایک جامع فہرست تیار کرتی ہیں، اور ۵۰ کے قریب اس فن کے ماہر اہم ترین مخطوطات پر تفصیلی مقالے لکھتے ہیں۔ وہ جامع فہرستیں اور یہ مقالے خدا بخش لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن کے تعاون سے ہونے والے جنوبی ایشیائی سمینار کے سالانہ اجلاس میں بحث کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔ بحث کے نتیجے اور سبجکٹ کمیٹی کی صوابدید سے، پھر اس فن کی ایک جامع تر فہرست دوبارہ تیار ہوتی ہے، جس کی ضخامت پچھلی سے آدھی رہ جاتی ہے۔ یہ جامع تر فہرست طبع شدہ تراجم (جن کی اصلیں موجود ہیں) اور بالکل مقبول چیزیں نکال کے پہلے، دوسرے، اور تیسرے پایہ کی درجہ بندی کے ساتھ سامنے لائی جاتی ہے تاکہ اہل نظر آگے آخری پایہ تک لیں اور پھر تدوین و ترتیب، اور ممکن ہو تو ترجمے کے لیے بھی یہ پرواز کریں۔

اس امید کے ساتھ کہ اس تدبیر سے کم سے کم مدت میں زیادہ سے زیادہ فوائد کا حصول ممکن ہو سکے گا، برصغیر کے مخطوطات کے ذخیرے کو چند بڑے عنوانات میں بانٹ کے ہر بار کوئی ایک فن موضوع بحث بنا کے ہفتہ دس دن اس پر بھرپور گفتگو کی جو منصوبہ سازی ہوئی، اور اس کے تحت طب یونانی پر اس سلسلے کا پہلا سمینار مارچ ۱۹۸۴ء میں منعقد ہوا۔ تین دن کا سیشن پٹنہ میں پھر تین دن دہلی میں۔

تصوف کے موضوع پر اس سلسلے کا دوسرا سمینار مارچ ۱۹۸۵ء میں منعقد ہوا۔ تین دن کا سیشن پٹنہ میں پھر تین تین دن کے سیشن علیگڑھ اور دہلی میں منعقد ہوئے۔ اس سمینار میں تصوف پر عربی فارسی کے قلمی ذخیروں کو جس تفصیل سے کھنگالا گیا وہ بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ پاکستان کا فارسی قلمی سرمایہ احمد منزوی اور عارف نوشاہی کی مرتبہ فہرستوں میں آگیا۔ بنگلہ دیش کے سرمایہ کی فہرست کی تیاری میں ڈاکٹر محسن رضا دائروی نے [illegible]۔ ہندوستان کے معروف و غیر معروف، پبلک اور نجی ذخیروں کا احاطہ خدا بخش نے کیا اور ایک

فہرست تیار کی گئی۔ اس فہرست میں جن مخطوطات کو اہم تر یا اہم ترین قرار دیا گیا ہے، وہ تین قسم کے ہیں: یا تو مصنّف اہم ہے، یا موضوع، یا موضوع اور مصنّف دونوں۔ قدامت / شہرت بھی اہمیت کے لیے ایک وجہ ہے۔

اس طرح ہندستان اور پاکستان کے ذخیروں اور دونوں جگہوں کے نوادر کی ایک تصویر سامنے آگئی۔ ہندستان کے متعدد ذخیروں میں جو ایسے نوادر تھے جن کا تفصیلی جائزہ ضروری تھا، ان پر دسترس رکھنے والوں نے حسب استطاعت مقالے یا مقالچے لکھے۔ اس نوادر کے بارے میں علم میں مزید اضافہ ہوا۔

نتیجہ آپ کے سامنے ہے: فہرستیں، نظرِ ثانی کے بعد، اور مقالات قدرے ایڈیٹنگ کے ساتھ۔ امید ہے اس مجموعے کی اشاعت کے فوراً بعد یہ اگلے مرحلے میں داخل ہو جائیں گے: یعنی پیش نظر سرمایہ کے واقعی اہم حصّے کو جلد از جلد ایڈٹ کر کے، اور ممکن ہو تو ترجمہ کر کے، دنیا کے سامنے پیش کرنا۔ خدا بخش آپ کے لیے علمی اور مالی دونوں ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے آمادہ ہے۔ اس میں جس سے جتنا اور جس قسم کا تعاون مل سکے، سر آنکھوں پر!

——— عابد رضا بیدار

جناب سید حامد
وائس چانسلر
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

علیگڑھ اجلاس کا خطبۂ استقبالیہ

خواتین و حضرات ______ مجھ سے تصوف اور مخطوطات کے متعلق کچھ عرض کرنے کے لیے کہا گیا تو مجھے سعدی کا ایک قطعہ یاد آیا ـــ

آن شنیدی کہ صوفیی می کوفت زیر نعلین خویش میخے چند

آستینش گرفت سرہنگی کہ بیا نعل بر ستورم بند

میرے خیال میں ہمارے اس جلسے میں جو حضرات شریک ہیں ان کے لیے اس کے ترجمے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر میں اس کا ترجمہ اردو میں کروں گا تو عرب ممالک سے جو حضرات آئے ہوئے ہیں وہ نہ سمجھ سکیں گے۔ میں انگریزی میں اسکا ترجمہ کیے دیتا ہوں:

Sa'di has said (Sa'di, the great Persian poet) that "a Sufi here he means- , a poor man) was putting some nails in the sole of his shoe. A soldier was going that side; he drived him by his collar and said, come and fix horse-shoe for my horse." I do not claim to be a Sufi. But a ghair-Sufi has been caught by the Sarhangs that were surrounding me and they have asked me to say something about Tasawwuf.

میں آگے بڑھنے سے پہلے اس کو اپنا خوشگوار فرض تصور کرتا ہوں کہ آپ سب خواتین و حضرات کی پذیرائی کروں، خصوصاً ان خواتین و حضرات کی جو بیرونی ممالک سے یہاں تشریف لائے ہیں اور انہوں نے ہماری عزت افزائی فرمائی ہے اور معذرت کروں اس تکالیف کے لیے جس سے ان کو دوچار ہونا پڑا۔ منجملہ اور تکالیف کے ایک تکلیف ایسی ہے جس کا ماخذ میں ہوں۔ پہلے طے تھا کہ سیمینار غالباً مولانا آزاد لائبریری کے ہال میں ہوگا۔ پھر میں نے خواہ مخواہ اپنی ٹانگ اڑائی اور کہا کہ سیمینار یہاں ہونا چاہیے جہاں ہماری اکیڈمک کونسل بیٹھتی ہے۔ اور ہمارے وہ Academicians اور وہ علماء جو یہاں شریک ہو رہے ہیں غالباً اس فضا میں زیادہ اطمینان اور زیادہ اعتماد کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرسکیں۔

میں سوچا کرتا تھا کہ نام رکھنے کی جو رسم ہے نام سے کسی کی شخصیت کا اندازہ نہیں ہو پاتا کیونکہ والدین نام امیدوں پر مبنی کرتے ہیں، سوچتے ہیں کہ ہمارا بچہ بڑھ کے کیا کیا ہوگا۔ اس عنوان سے وہ نام رکھتے ہیں اور اپنی خواہشات کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن وہ انسان جو خودشناس ہوجاتے ہیں وہ نام کی تلافی اپنے تخلص سے کرلیتے ہیں۔

کیونکہ اس وقت تک ان کے سارے جوہر ظاہر ہو چکے ہوتے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ معرفت اور خود شناسی دونوں کا حق ادا کیا۔ عابد رضا صاحب نے جب ــــ بیدار اپنا تخلص رکھا بعض غزلیں آپ کو معلوم ہوگا دو قافیتین ہوتی ہیں یعنی اس میں دو قافیے ہوتے ہیں ــــ دو تخلصین کا اگر سلسلہ ہوتا تو میں بیدار صاحب کے ساتھ بیدار و بیتاب لگا دیتا۔ چونکہ ان کی روش، ان کا نقطۂ نگاہ بیداری کا غماز ہے اور ان کا طریق عمل بیتابی کا۔

میں سنا کرتا تھا بلکہ کہا بھی کرتا ہوں، مجھے ہندوستان کے مختلف گوشوں میں جانے کا موقع ملتا ہے اور تعلیم کے سلسلہ میں مسلمانوں سے بالخصوص خطاب کرنے کا، تو میں نے ان سے بارہا کہا ہے اور اتنی بار کہا ہے کہ یہ جملے نوکِ زبان ہو گئے ہیں کہ ــــ ہم کبھی علم کے قافلے کے کاروان سالار تھے اور اب ہم گردِ کارواں بن گئے ہیں، تو علم کے قافلے کا تصور میں ایک مبہم طریقے سے کیا کرتا تھا۔ اب اس ابہام میں صراحت پیدا ہوگی کیونکہ یہ علم کا قافلہ ہے جو پٹنے سے چلا، علیگڑھ آیا، علی گڑھ سے دلی جائے گا۔ یعنی علم کا یہ سلسلہ متحرک ہو گیا ہے۔ اس کو بھی ایک عنوان سے کاروانِ علم کہہ سکتے ہیں۔ علم سکوت کے منافی ہے، سکون کے بھی منافی ہے۔ علم تقاضا کرتا ہے حرکت کا۔ اور یہ سلسلہ جو سیمنار کا شروع ہوا ہے حرکت پر مبنی ہے۔ مجھ سے بیدار صاحب نے ذکر کیا کہ یہ مسئلہ درپیش ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا تعاون شاملِ حال ہو۔ میں نے اس وقت حامی بھر لی۔ کیونکہ مجھ کو اعتماد تھا کہ میں جس بات کا وعدہ اپنی لاعلمی، اپنی جہالت یا اپنی کم بضاعتی کی وجہ سے کروں گا اس بات کی لاج میرے رفقائے کار رکھیں گے انھیں اس کا پاس ہوگا۔ میں نے پروفیسر امجد علی صاحب سے اور جناب محمد حسن رضوی صاحب سے اور اپنے دوسرے رفقائے کار سے اس کا ذکر کیا اور انھوں نے آمنا و صدقنا کہا اور وہ تشریف لائے اور ــــ اس سیمنار کا وزن بڑھایا۔

مخطوطات کے متعلق جیسا کہ ذکر کیا گیا ہمارا رویہ اکثر "مار برسرِ گنج" کا سا رہا ہے۔ ایک روایت ہے کہ خزانے پر سانپ بیٹھ جاتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی ہماری خوش فہمی ہے۔ ہم اتنی بھی حفاظت نہ کر سکے جتنی کہ سانپ خزانے کی کرتا ہے۔ ہمارے بہت سے ذخائر بہت سے خزائن مخطوطات کے تلف ہو چکے۔ اور یہ قدم دراصل اس کی بڑی افادیت یہ ہے کہ جو مخطوطات ہمارے پاس محفوظ ہیں وہ مندرج ہو جائیں، قلم بند ہو جائیں اور اس کے بعد اہلِ تحقیق اور اہلِ علم ان سے استفادہ کر سکیں۔ سب سے بڑی اہمیت اس سلسلۂ سیمنار کی یہی ہے۔ تصوف کے سلسلہ میں ایک کام جو بہت ضروری نظر آتا ہے وہ غالباً یہ ہے کہ ہم کسی طرح ان کیفیات کی ترجمانی بھی کر سکیں تصوف جن کا حامل ہے کیونکہ اگر ہم نے چھاننا شروع کیا تو کیفیات ایسی چیزیں نہیں ہیں جو چھلنی میں رہ جائیں اور ان کیفیات کے جو رمز شناس ہیں ان سے رجوع کرنا اور ان سے استفادہ کرنا آسان کام نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ پہلے تو طلب کی آزمائش کرتے ہیں اور ایسے لوگ کم رہ گئے

ہیں مگر جو حضرات رہ گئے ہیں وہ مغتنم ہیں اور ان سے کیفیات کی پہلی سطح پر اور اصطلاحات کی دوسری سطح پر ہمیں تشریح لینی ہوگی اور اس تشریح کو زبان قلم سے جس حد تک محفوظ کیا جاسکتا ہے وہ محفوظ کرنا ہوگا لیکن یہ قدم بعد میں اٹھایا جائے گا۔ اس وقت تو جو کام درپیش ہے وہ خود اتنا اہم ہے کہ وہ وقت کا طالب ہے توجہ کا طالب ہے۔ کاوش کا جد وجہد کا اور انتھک محنت کا طالب ہے۔ ہم نے بالعموم من حیث القوم فی زمانہ ریاضت سے جی چرایا ہے لیکن تحقیق کا کام سرسری نگاہ کو کبھی گوارا نہیں کرتا۔ اس میں تو لگن درکار ہے اور عرق ریزی درکار ہے۔ اور میری اپیل آپ سب اہل علم حضرات سے یہی ہے کہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک اس انداز سے پہنچائیں جو اس مضمون کا حق ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ تصوف ظاہر سے باطن، ہیئت سے معنی، جسم سے روح کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ اجسام اور وہ قالب جو ہم تیار کریں ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ روح سے، معنی سے، باطن سے محروم نہ رہے۔

مخطوطات کے متعلق ایک بات میرے ذہن میں آئی، وہ میں پیش کیے دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ مخطوطات کی حیثیت میری دانست میں دانے میں بیج کی سی ہے۔ کلام مجید میں آپ نے اکثر ذکر سنا ہوگا جزائے اعمال کے سلسلے میں کہ ایک دانہ سے نہ معلوم کتنی بالیاں نکلتی ہیں۔ "سنابل" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے لیے۔ تو مخطوط بھی دراصل ایک دانہ ہے اور جب وہ طبع ہو جاتا ہے تو ہزاروں گنا بڑھ جاتا ہے۔ عمل صالح کی طرح مخطوط بھی اس کا طالب ہے کہ اس کی طباعت ہو، اس کی اشاعت ہو، وہ ایک بیج ہے اور فصل آپ جبھی کاٹیں گے جب آپ کتابوں کی شکل میں اسے عام کر دیں گے، منتشر کر دیں گے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے متعلق جیسا کہ ہمارے معزز مہمانوں نے فرمایا ہے، وہ اس سے واقف ہیں، اس سے وابستگی رکھتے ہیں، اور کوئی تعارف یونیورسٹی کا کرانا ان کے سامنے میرے خیال میں ان کی وابستگی اور ان کی معلومات کی توہین ہوگی۔ تاہم دو ایک باتوں کا ذکر میں ضرور کروں گا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو ۱۹۸۱ء کے ترمیمی ایکٹ کے ذریعہ وہ کردار ملا جس کو مختلف انداز سے اقلیتی کردار، تاریخی کردار، روایتی کردار کہتے ہیں۔ اقلیتی کردار کا حق ادا کرنے کے لیے یونیورسٹی کو کوشش کرنی ہوگی کہ مشرقی علوم کا یہ ایک ایسا مرکز بن جائے جس سے دنیا کے سارے اہل علم رجوع کریں اور شاید یہی نقطۂ آغاز بن جائے۔ ہمارے یہاں جیسا کہ آپ کو علم ہے ایک اسلامی دراسات کا شعبہ ہے، ویسٹ ایشین اسٹڈیز (West Asian Studies) کا ایک مرکز ہے، اس کے علاوہ ہمارے یہاں دینیات کے شعبے ہیں سنی دینیات، شیعہ دینیات، اور ہمارے یہاں تاریخ کا شعبہ ہے جو قرون وسطیٰ (Medival period) پر غالباً دنیا میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے — ہمارے یہاں ہندی اور سنسکرت کے شعبے بھی ہیں۔ ہمارے پاس اسباب و وسائل سارے ذخائر ہیں کہ ہم اسلامیات پر، مشرقیات پر ایسا کام کر سکیں جو سارے عالم میں ممتاز ہو اور ہمیں اپنے رفقاء سے

اپیل کروں گا جو میں نے پہلے بھی کی ہے کہ اس کام کو وہ اپنے ذمے لیں۔ ہمارے پاس وسائل کی کوئی کمی نہیں اور کوئی علمی مہم کوئی تحقیقی مہم جو ہمارے ذہن کے احاطے میں آسکتی ہے اس کی مالی امداد پہلے ہی سے فرض کی جاسکتی ہے۔ اس میں نہ تو یونیورسٹی کو کبھی تامل ہوگا اور نہ وزارت کو۔ اور ان امور میں کسی قسم کی مخالفت کسی حلقہ سے آج تک نہیں ہوئی ہے۔ سارے وسائل فراہم ہیں آگے بڑھنے کی دیر ہے۔ قدم سے قدم ملا کر اور سر جوڑ کر اگر آگے بڑھنے کے لیے تیار ہو جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم پیچھے مڑ کر نہیں دیکھیں گے۔

اس یونیورسٹی نے ابھی چند ماہ سے ایک کام اپنے ذمے لیا ہے کہ اہل حرفہ کی ترقی پیش رفت اور خوش حالی کے لیے کوشش کرے پہلے تو ان کا جائزہ لیا گیا ہے سات اضلاع میں یعنی علیگڑھ، مراد آباد، میرٹھ، فیروز آباد، خورجہ، سہسوان، بنارس ———— جہاں اہل حرفہ کی بڑی آبادی ہے۔ اور اہل حرفہ کا شعار یہ ہے اور وہ یہ کرتے ہیں کہ جب ہمارا بچہ ہمارا کام کر کے ہر دفتر میں کام کرنے والے سے زیادہ کما سکتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کو تعلیم دلائیں۔ ان حضرات کے ذہن سے اس خیال کو دور کرنا ہے تو جوئے شیر لانا لیکن جوئے شیر کی جھلک کبھی کبھی نظر آجاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ باتیں سن رہے ہیں۔ یونیورسٹی کے اساتذہ اس جائزے میں اس سروے میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے نتائج بھی برآمد ہونے لگے ہیں۔ نتائج برآمد ہونے سے میری مراد یہ ہے کہ بیداری کے آثار پیدا ہو چلے ہیں۔ ہم نے انتظام کیا ہے کہ ان کاریگروں کو ان اہل حرفہ کو جن کے پاس وسائل نہیں ہیں انکو بینکوں کے ذریعہ روپیہ دلایا جائے۔ اور بینکوں نے ہمارے سروے کو ہماری رپورٹ کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یونیورسٹی جس کے بارے میں یہ کہہ دے گی کہ یہ آدمی اس لائق ہے کہ اس کو مشینیں دی جائیں ہم اس کو دیں گے چنانچہ علی گڑھ میں ایسا ہوا ہے، میرٹھ اور مراد آباد وغیرہ میں بھی ہم یہ کریں گے۔ اس کے علاوہ ان کی صحت انکی تعلیم کا بندوبست بھی حکومت کے تعاون کے ساتھ یونیورسٹی کرے گی۔

میں نے ذکر کیا تھا یونیورسٹی کے کردار کا۔ یونیورسٹی کے کردار کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اس کا رشتہ اس کے عظیم بانی کے پالیسی، ان کی حکمت عملی کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ اور علی گڑھ تحریک کا احیا اسی عنوان ممکن ہے!

دوسرا کام جو کیا گیا وہ ہے مسلم اسکولوں اور کالجوں کا سروے جو اس وقت ہو رہا ہے۔ اور اس کے علاوہ وہ ترتیبی کلاس جو ریاضی اور سائنس کے استادوں کے لیے منعقد کیے جا رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ان مضامین میں جہاں کچھ زیادہ کمزوری محسوس کی گئی ہے ہم ان اسکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کو جدید ترین معلومات سے لیس کر دیں۔

یونیورسٹی کو اب کسی منارے میں بند نہیں رکھ سکتے۔ یونیورسٹی کو اپنے فیض کو نہ صرف اپنے حدود کے اندر

عام کر رہا ہے بلکہ معاشرے تک کو راست پھیلا رہا ہے۔ اور اسکی طرف قدم اٹھائے جا چکے ہیں یہ جان کر میں سمجھتا ہوں آپکو اطمینان ہوگا۔

ہمارے ایک بزرگ ہیں جناب اکبر علی خاں صاحب جن کا تعلق حیدرآباد سے ہے۔ انھوں نے تصوف کے سلسلہ میں ایک چیئر قائم کرنے کی بڑی کوشش کی۔ غالباً راجستھان یونیورسٹی میں وہ ایک شعبہ قائم کر رہے تھے۔ ان کو اور کی کسی نے ابھی تک آگے نہیں بڑھنے دیا لیکن ان کے سامنے شعبہ تصوف قائم کرنے کا ایک منصوبہ ہے۔ اور باوجود پیرانہ سالی کے جتنی لگن وہ رکھتے ہیں اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ منصوبہ کامیاب ہوگا۔ اور اگر یہ منصوبہ کامیاب ہوا تو وہ آپکی ان کوششوں سے براہِ راست فیضیاب بھی ہو سکے گا ——— ذکر انفعال کا آیا تھا۔ میں اپنی گفتگو کو اسی پر ختم کروں گا اقبال کے بعض اشعار زبان زدِ خاص و عام ہیں اور ان میں سے ایک مصرع یہ بھی ہے:

اگر نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

لیکن یہ مصرع ہمیشہ پڑھا جانا چاہیے اقبال ہی کے دوسرے شعر کے ساتھ اسکو شاید اندازہ نہیں کرتی نم کیسے ہوتی ہے اقبال نے ہی کہا تھا:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے + قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اور یہ مٹی اگر نم ہوگی تو عرقِ انفعال سے ہوگی ——— معذرت چاہتا ہوں ——— میں اپنے مضمون سے کچھ بہک گیا، لیکن میں چاہتا تھا کہ یونیورسٹی کے توسیعی کام سے آپ کو روشناس کرا دوں۔ میں اس سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ آپکی مساعی مشکور ہوں اور یہ سلسلہ جو بیدار صاحب نے شروع کیا ہے یہیں رک نہ جائے بلکہ مخطوطات کے سلسلہ میں پچھلے سال طب کے مخطوطات کا احاطہ کیا گیا تھا۔ امسال تصوف کے متعلق آئندہ سال قرآنیات کے متعلق۔ یہ ایک سلسلہ سیمناروں کا کافی نہ ہوگا۔ جب آپ جمع کر لیں اس کے بعد پھر مل بیٹھیں پھر تجزیہ کیا جائے چھلنی سے نکل کے کیا بچا۔ میری ایک بری عادت ہے کہ سعدی سے رجوع کیے بغیر میں اپنی کسی گفتگو کو نہ شروع کرتا ہوں اور نہ پایاں کو پہنچا سکتا ہوں۔ مجھے یہ یاد بھی نہیں کہ یہ سعدی کا شعر ہے وہ شعر تو دمشق کا جب ذکر آیا تھا تو سعدی کا شعر مجھے یاد آیا۔

چناں قحط سالی شد اندر دمشق   کہ یاران فراموش کردند عشق

اپنے بیرونی مہمانوں کے لیے ترجمہ کرتا ہوں:

"Sa'di says that there was such a severe famine in Damascus that people forgot even to love. The meaning is that the nice thing of life, the quality of life becomes a sacrifice at the alter of extreme poverty."

میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

●●

جناب حکیم عبد الحمید

چیئرمین، ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن

دہلی اجلاس کا خطبۂ استقبالیہ

مجھے بیحد خوشی ہے کہ تصوف کے مخطوطات پر ہونے والے سمینار کے مندوبین کا یہ کاروانِ علم و فن پٹنہ اور علی گڑھ سے ہوتا ہوا آج دہلی میں ہے جہاں اس سلسلہ کا تیسرا اور آخری سیشن منعقد ہو رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سمینار خدا بخش لائبریری پٹنہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن دہلی کے باہمی اشتراک سے منعقد کیا گیا ہے۔ آج سے تقریباً ایک سال پہلے اسی طرح ہم نے طبی مخطوطات پر بھی پٹنہ اور دہلی میں ایک سمینار کا اہتمام کیا تھا جو بہت مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوا تھا۔ اس میں بہت سے نئے مسائل سامنے آئے تھے اور ان پر غور و خوض کیا گیا تھا۔ طب کے سمینار کی کامیابی کے بعد ہمارے عزائم کو تقویت ملی اور مزید قدم بڑھانے کا حوصلہ ملا چنانچہ آج ہم اسی پروجیکٹ کے دوسرے مرحلہ پر تصوف کے مخطوطات پر یہ سمینار منعقد کر رہے ہیں جس کی ابتدا ابھی چند روز ہوئے پٹنہ میں ہو چکی ہے جس میں میں اپنی بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکا جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

اسلامیان ہند کی ثقافتی تاریخ اس وقت تک مرتب و مکمل نہیں ہو سکتی جب تک صوفیہ کرام کے ملفوظات اور ان کے تذکروں کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ اور استفادہ نہ کیا جائے چنانچہ ان ملفوظات و تذکروں کے بین السطور بہت سی ایسی حقیقتیں معلوم ہوں گی جن سے عام تاریخی مآخذ یکسر خالی ہیں۔ ملک کے سیاسی حالات، عوام و خواص کا طرزِ زندگی اور مختلف دور کی دینی تحریکات اور مذہبی رجحانات کا اگر صحیح طور پر اندازہ لگانا ہے تو ہمیں صوفیہ کرام کے ان ہی تذکروں اور ملفوظات کی ورق گردانی کرنی پڑے گی جن کے ذریعہ صحیح طور سے کسی نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے۔

اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے اگر ایک طرف اربابِ اقتدار پر اپنے اثرات قائم کیے تھے تو دوسری طرف بلا تفریق مذہب و ملت سماج کے کمزور طبقوں اور فلاکت و ادبار کے مارے ہوئے لوگوں کو دلدہی و دلداری کے ساتھ صراطِ مستقیم کی طرف لانے کے لئے انتھک جد و جہد بھی جاری رکھی تھی۔ اس طرح انھوں نے مخلوق کو خالق سے اور بندے کو مولیٰ سے ملانے کے لیے انبیاء و رسل کی نیابت کا فریضہ بھی انجام دیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان صوفیہ کی یہ مساعی کبھی رائیگاں نہیں گئیں۔ انھوں نے

سماج میں انقلاب برپا کیا عوام کو اٹھا کر خواص کے مرتبہ پر پہنچایا اور حاکمان وقت کو بھی اپنی واقعی حیثیت کو سمجھنے کا موقع دیا۔

روحانی انقلاب لانے والی ان عظیم شخصیتوں کے حالات، فرمودات اور تذکروں کو ہر دور میں مرتب کیا جاتا رہا ہے اور ان کے متوسلین و مریدین ان کو دور دور تک پہنچاتے رہے ہیں۔ اس طرح یہ زندہ جواہر کے ذخیرے آج ہماری تاریخ کے اہم مآخذ ہیں ان کی حفاظت، ان کی تدوین اور ان کی نشر و اشاعت ہمارا ملی اور قومی فریضہ ہے۔ یہ تذکرے اور ملفوظات آج ہزاروں کی تعداد میں مختلف مقامات میں منتشر اور غیر محفوظ حالات میں بکھرے ہوئے ہیں اور زیادہ تر ابھی مخطوطات ہی کی شکل میں موجود ہیں اگرچہ ان میں سے بعض چھپ بھی چکے ہیں مگر وہ بھی اب نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ صوفیہ کی تعلیمات اور فرمودات کے ان مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیروں میں مختلف زمانوں میں دانستہ تغیرات و ترمیمات بھی ہوئی ہیں اور ان میں ترک و اضافات بھی ہوتے ہیں۔ بعض بزرگوں کے نام سے پوری پوری کتابیں اور دیوان تصنیف کر کے شائع کر دیئے گئے ہیں جو کسی طرح بھی صحیح نہیں سمجھے جا سکتے۔ بالخصوص فضائل و کرامات کے سلسلہ میں تو بہت بے احتیاطیاں ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کے ان مخطوطات کو تحفظ کے خیال سے نہ صرف شائع ہی کیا جائے بلکہ انہیں احتیاط کے ساتھ ایڈٹ کر کے اور ترک و اضافات سے پاک و صاف کر کے جدید تحقیقی و تدوینی انداز پر شائع کیا جائے تاکہ یہ ہمارے تاریخی و ثقافتی مآخذ زمانے کی دست برد سے محفوظ ہو کر آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بن سکیں۔

اگر آج ہم نے بروقت ان کے تحفظ کے کچھ اقدامات نہ کئے تو یاد رکھئے کہ ہم اپنے اکابر کی تعلیمات اور کارناموں سے بہرہ ور نہ ہو سکیں گے اور ان کے ان زریں اصولوں سے استفادہ نہ کر سکیں گے جن سے انھوں نے دلوں کو منور، روحوں کو مجلا اور دماغوں کو روشن کیا تھا۔ توحید و رسالت کی تعلیمات، زہد و ورع کے نمونے، خدمت خلق اور ایثار و قربانی کی مثالیں اور دلوں پر حکمرانی کرنے کے طریقے ہم بیسد ستانیوں کو بالخصوص انہی صوفیہ کی تحریروں سے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر آج ہمیں اپنے سماج اور گرد و پیش کے ماحول کو درست کرنا ہے اور ظلم و تشدد اور استحصال و استبداد سے نبرد آزما ہونا ہے تو ہمیں انہی صوفیہ کرام کی درخشاں زندگیوں اور اخلاقی تعلیمات کو اپنے لئے نمونہ بنانا پڑے گا۔ لہٰذا اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ان کی اہم تصنیفات اور تحریرات کو مدون و مرتب کر کے شائع کر دیا جائے۔

چنانچہ تصوف کے اس سیمینار کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ اس سلسلے کے اہم اور نادر مخطوطات کی نشاندہی کر کے ان کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی جائے تاکہ اس بات کا فیصلہ کرنے میں سہولت ہو کہ کن مخطوطات پر پہلے کام کا آغاز کر کے انہیں قابل اشاعت بنایا جائے۔ اگر آج ہم نے وقت کے اس اہم تقاضے کو پورا نہیں کیا تو آنے والا وقت اور بھی زیادہ

سنگین ہوگا اور یہ بچا کھچا سرمایہ بھی زمانے کی دست برد کی نذر ہو جائے گا۔ ہماری اس فروگذاشت پر آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔

میں ڈاکٹر عابد رضا بیدار صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہوں جو کئی سال سے اس مقصد کے حصول کے لیے "یقین محکم" اور "عمل پیہم" کے جذبے سے سرشار ہو کر بے پناہ جد و جہد کر رہے ہیں۔ آج انہی کی ان عملی کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم سب یہاں دور دراز مقامات سے سفر کر کے جمع ہوئے ہیں اور ایک اہم علمی و ثقافتی مسئلہ پر غور و فکر کر رہے ہیں۔

آخر میں، میں اپنے تمام ملکی اور غیر ملکی مندوبین بالخصوص پاکستان، بنگلہ دیش، اردن، شام اور عراق کے بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کے مقالات اور مباحث سے اس سیمینار کو تعمیری نتائج بر آمد کرنے میں رہنمائی ملے گی۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اس اہم علمی و ثقافتی سیمینار کا افتتاح کرتا ہوں۔

تعارفِ مخطوطات

جنوبی ایشیائی علاقائی سیمینار کے شرکا سے
درخواست کی گئی تھی کہ کچھ اہم مخطوطات / کسی اہم
مخطوطے کا بھرپور تعارف کرائیں ـــــــــــــــ
اس حصے میں اہم مخطوطات کا تعارف پیش
کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرشید
شعبہ علوم اسلامیہ
جامعہ کراچی پاکستان

پاکستان کے چند اہم مخطوطات تصوف

تصانیف بایزید انصاری

حضرت بایزید انصاری جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے آپ کی پیدائش کے بعد جالندھر کو خیرباد کہا اور جنوبی وزیرستان (موجودہ صوبہ سرحد پاکستان) کے علاقے کانی گرام میں بود و باش اختیار کر لی۔[1] "آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں واسطے سے صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری سے ملتا ہے۔[2]"

بایزید انصاری تحریک روشنیہ کے بانی اور اپنے وقت کے مشہور و معروف صوفی تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے خیالات لوگوں تک پہنچانے کے لیے کئی کتابیں تصنیف کیں اور آپ کا یہ تحریری سرمایہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یوں تو آپ کی تصانیف میں خیرالبیان، صراط التوحید، مقصود المومنین، فخر الطالبین اور خود نوشت سوانح عمری حالنامہ شامل ہیں۔ اپنے مضامین کے اعتبار سے یہ تمام تصانیف انتہائی اہم ہیں۔ اس سلسلے میں پختونوں کی مشہور شخصیت خوشحال خان خٹک ان کے مضامین کی گہرائی کا ذکر کرتے ہوئے اس دور کے مشہور عالم اخوند درویزہ پر طنز کرتے ہیں کہ:

"درویزہ خیرالبیان ئے و وئیلہ۔ د حقہ پہ معنوں نہ وو پوھیدے۔"[3]

یعنی اخوند درویزہ نے حضرت بایزید انصاری کی تصنیف 'خیرالبیان' کا مطالعہ تو کیا لیکن اس کے مضامین کو نہ سمجھ سکے تھے۔ خود بایزید اپنی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اکیس برس کی عمر میں مجھے یہ حکم ہوا کہ میں ایک رسالہ یاد رکھتا ہوں

---

[1] رسالہ پشتو دو ماہی، پشاور، پشتو اکیڈمی، ستمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۵۷۔

[2] حبیب اللہ رفیع، دردمان یاد۔ افغانستان، پشتو ٹولنہ کابل۔ ۱۹۷۹ء۔

[3] خٹک خوشحال خان، صوات نامہ (قلمی) مملوکہ پشتو اکیڈمی لائبریری، پشاور، صفحہ ۱۸۔

[4] دراصل "خیرالبیان" ہی وہ کتاب ہے جس کی وجہ سے بایزید انصاری متنازعہ شخصیت بن گئے اور اخوند درویزہ نے ان پر الزام لگایا کہ بایزید اس کتاب کو الہامی کہتے ہیں اور اس طرح نبوت کے داعی ہیں۔ عہد اکبری کے اواخر میں اس مسئلے نے بڑی شدت اختیار کی لیکن روشنیہ تحریک اور بایزید انصاری کی شخصیت اپنی جگہ ایک مدت تک قائم رہی۔

کے لیے لکھوں اور ان کو روانہ کروں تاکہ ان کی ریاستوں میں توحید کا پرچار ہو۔ پوری رعایا میں نیکی کا دور دورہ ہو اور گناہ گھٹنے لگیں اور اس طرح ایک ایسا معاشرہ جنم لے جس میں انسان حسن سلوک کی تصویر ہوں اور یہ زمین جنت نظیر بن جائے۔"[۱۱]

میں اپنے اس مقالے میں بایزید کے چند اُن مخطوطات کا ذکر کروں گا جو پاکستان کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

(۱) **خیرالبیان** بایزید انصاری کی یہ معرکۃ الآرا تصنیف چالیس[۱۲] ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ عربی، فارسی، پشتو اور اردو (چند الفاظ) کا وہ شاہکار ہے جس کے متعلق ادباء کا کہنا ہے کہ: " خیرالبیان پشتو کی سب سے پہلی کتاب ہے جو آج تک پوری ہم تک پہنچی اور پشتو ادب کا سارا سلسلہ بھی اس کتاب سے شروع ہوتا ہے۔"[۱۳]

اس کتاب کی اہمیت کا ذکر خود مصنف نے بھی کیا ہے: " جب بایزید قریب المرگ تھے تو مریدوں نے آخری وصیت کی درخواست کی جس پر بایزید نے کہا کہ "خیرالبیان" کا مطالعہ کرو۔ اس کتاب میں میں نے وہ تمام علم درج کر دیا ہے جو مجھے خدا کی طرف سے القا ہوا تھا[۱۴]"۔ ماثر الامرا کے مصنف کا کہنا ہے کہ: " اس کتاب سے بایزید کے عقیدہ وحدۃ الوجود کا اثبات ہوتا ہے[۱۵]" اس کتاب میں بایزید نے مکالمے کی صورت میں مختلف مسائل بیان کیے ہیں جس میں ایک غیبی آواز بایزید کو مخاطب کرتی ہے اور پھر مسائل بیان ہوتے ہیں۔ بایزید نے ان مسائل کی وضاحت آیات قرآنی، احادیث نبوی اور اقوال صوفیہ سے کی ہے جس سے ان کی علمی استعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں ایک مثال پیش کرتا ہوں:

" او بایزید روژه ده د رمضان الہ بیت سره فرض ده که عاقل بالغ دی پہ امتِ محمد علیہ السلام روژه رواده پہ نیت د شپے اکہ نہ وی پہ شپہ نیت روا دے تر غرمے نورہ چا روژی عیان۔ یاایہا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ ایاما معدودات" دا ئے کما حکم
ایمان آورندید فرض کردہ شد بر شمایان روزہ چنانچہ فرض کردہ شد بر آنانکہ پیش از شمایان بودند۔ شاید کہ تقویٰ کنید روژے چند پہ قرآن کښے دی عیان۔ الصوم لی وانا اجزی بہ" ویلی دی سبحان[۱۶]۔"

---

[۱۱] انصاری بایزید۔ صراط التوحید (قلمی) مملوکہ لائبریری امیر شاہ قادری یکہ توت پشاور۔

[۱۲] قاسمی عبدالقدوس چشتی۔ مقالہ، مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور ۱۹۶۶ء۔

[۱۳] انصاری بایزید۔ حالنامہ۔ مرتبہ علی محمد مخلص (مخطوطہ) مملوکہ جامعہ پنجاب لائبریری لاہور۔

[۱۴] شاہ نواز خان۔ ماثر الامرا۔ کلکتہ، ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۹۰ء صفحہ ۲۴۳۔

[۱۵] انصاری بایزید۔ خیرالبیان۔ پشتو اکیڈمی لائبریری پشاور۔

اس عبارت پر توجہ فرمایئے کہ کس انداز سے بایزید روزے کی اہمیت بیان کرتے ہیں اور بیک وقت پشتو عربی اور فارسی تحریر لاتے ہیں۔ قرآنی آیات اور احادیث کا برمحل استعمال کرتے ہیں اسی طرح دیگر مسائل بھی ذکر کیے ہیں۔

(۲) ضوابط التوحید:۔ یہ مخطوطہ بایزید کے خود نوشت حالات زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے روحانی ارتقاء پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس میں مجاہدہ و ریاضت کے ان مدارج کا ذکر ہے جن سے انسانی روح ارتقائی منزلیں طے کرتی ہے لیکن ان کا حصول پیر کامل کی راہنمائی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس تصنیف کے آخر میں بادشاہوں اور امراء کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں دعوت بیعت دی گئی ہے اور اسی سلسلے میں بایزید نے اس کا ایک نسخہ فرمانروائے ہند جلال الدین اکبر کو بھجوایا تھا جس پر اکبر نے نہ صرف اپنی عقیدت کا اظہار کیا بلکہ آپ کے خلیفہ دولت کو خلعت سے نوازا۔ بایزید کے لیے تحائف ارسال کیے اور اپنی مدد کا پورا پورا یقین دلایا۔[1] اس مخطوطہ کے آخر میں سنہ تالیف ۹۷۸ ہجری تحریر ہے اور اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ جو اس کا مطالعہ کرکے اس پر عمل پیرا ہوگا وہ علم التوحید سیکھے گا۔

(۳) مقصود المؤمنین:۔ عربی میں لکھا گیا یہ مخطوطہ بایزید کے مسلک و عقیدت یعنی روشنیہ فرقہ کے عقائد و نظریات پر مشتمل ایک خلاصہ ہے۔ جو بایزید نے اپنے بڑے بیٹے شیخ عمر کی درخواست پر تحریر کیا تھا۔

اس مخطوطہ کے اکیس ۲۱ ابواب ہیں جن میں سے شروع کے تیرہ ۱۳ ابواب حسب ذیل موضوعات پر مشتمل ہیں۔

(۱) ایمان۔ (۲) روح۔ (۳) نفس۔ (۴) قلب۔ (۵) آخرت۔ (۶) دنیا۔ (۷) عقل۔ (۸) وعظ (۹) خوف۔ (۱۰) رجاء۔ (۱۱) شیطان۔ (۱۲) توکل اور (۱۳) توبہ۔

اس کے بعد بقیہ آٹھ ۸ ابواب میں تصوف کے حسب ذیل آٹھ ۸ مدارج پر بحث کی گئی ہے۔

(۱) شریعت۔ (۲) طریقت۔ (۳) حقیقت (۴) معرفت (۵) قربت۔ (۶) وصلت۔ (۷) وحدت (۸) سکونت

گویا بایزید کی اس تالیف سے اس کی تحریک اور مسلک تصوف سے پوری طرح آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) حالنامہ:۔ بایزید کی مفصل خود نوشت سوانح عمری پر فارسی کا یہ مخطوطہ بڑا اہم ہے۔ بعد ازاں آپ کے ایک مرید علی محمد مخلص نے اس میں مزید اضافے کیے۔ اس کے کئی ایک نسخے ہیں۔ ان میں سے ایک پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں اور ایک فوٹو سٹیٹ شدہ کاپی پشتو اکیڈمی لائبریری پشاور میں ہے میرے زیر نظر نسخے کی ضخامت ۵۴۲ صفحات تھی۔ اس میں ان واقعات کا ذکر بھی ملتا ہے جن کے تحت بایزید کو ایک مرتبہ گرفتار کرکے کابل لے جایا گیا اور

---

[1] "حالنامہ"۔ محولہ بالا

وہاں ان کا مناظرہ اس دور کے مشہور فقیہ اور صوفی قاضی خان سے ہوا جیکے بعد انہیں ہر طرح کے الزامات سے بری قرار دیا گیا۔ ذیل میں اس مناظرہ کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

" قاضی خان: شنیدہ می شود کہ می گوئی کہ بر من وحی می آید[1] بایزید: غلط می گویند من فرمایم کہ بر من الہام می شود و ندائے غیر مشنوم[2]۔"

اس کے ساتھ ساتھ خیر البیان کے بارے میں قاضی خان نے سوال کرتے ہوئے بایزید سے پوچھا کہ "مردماں گویند کہ می فرمائی کہ بر من از روئے وحی کتاب نازل شدہ و آں چہل سیپارہ است[3]۔" اس کا جواب دیتے ہوئے بایزید گویا ہوتے ہیں کہ: "آنچہ مدعیاں می گویند خلاف است زیرا کہ من گفتم حق تعالیٰ از روئے الہام بر دل من کتاب نزول فرمودہ است، نام آں خیر البیان است چہل بیان در آں مذکور است اچنانچہ عوثیہ بر غوث اعظم از روئے الہام نزول شدہ اما عوام الناس فرق میان وحی و الہام نمی توانند کرد۔ لاجرم نام وحی می گیرند و حاسداں از روئے حسد سخن باز می گردانند بجائے الہام وحی می گویند[4]۔"

گویا اس طرح بایزید نے اپنے خلاف عائد کردہ الزامات کا جواب بھی خود دے دیا۔ جہاں تک ان الزامات کا تعلق ہے جو بایزید پر لگائے گئے ان کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بایزید کی وفات کے بعد اس کی تحریک میں ایسے لوگ نہ تھے جو اپنی علمی استعداد سے مخالفین کے الزامات کا جواب دے سکیں۔ دوسری طرف اخوند درویزہ کی مخالفت پورے عروج پر تھی اس لیے خوشحال خان خٹک نے کہا کہ:

دہ چہ تو شے میدان بیا مند سخن کوئی شو　　　　پہ دیل کښی چہ نے زرہ وو ہسے ترہ شو[5]

یعنی اخوند درویزہ نے میدان خالی پاکر جو دل میں آیا کہنا شروع کیا۔ جہاں تک بایزید انصاری پیر روشن کے تصانیف کا تعلق ہے تو ان کے مطالعہ کے بعد یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ:

(۱) پیر بایزید وحدۃ الوجودی سلسلہ کے ایک صوفی تھے جن کی صوفیانہ تحریک اس زمانے کے حالات کی بنا پر ایک سیاسی تحریک بھی بن گئی اور اس طرح ایک مستقل فرقہ "روشنیہ" وجود میں آ گیا۔

(۲) بایزید کی تصانیف کی ادبی عظمت بہت نمایاں ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ انہوں نے پشتو ادب کو نثر کا رنگ دیکر اسے ترقی یافتہ بنایا اور ایک نئے مکتبۂ فکر کی بنیاد ڈالی جس نے بڑے بڑے نامور ادیب پیدا کیے لہٰذا پشتو ادب ان کے احسانات سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

---

[1] تا [3] "حالنامہ" بحوالہ بالا [4] صحوت افغان بحوالہ بالا

(۳) بایزید کی تصانیف سے اور اس دور کے تاریخی شواہد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بایزید ہی وہ واحد شخصیت تھی جس نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف علمی جہاد کیا اور اس کے اثرات افغانستان، پاکستان اور قبائلی علاقوں پر مرتب نہ ہونے دیے۔

پاکستان کے شمال مغربی صوبہ میں مخطوطات خصوصاً مخطوطات تصوف کی کثیر تعداد موجود ہے جو نہ صرف مشہور لائبریریوں بلکہ لوگوں کی ذاتی ملکیت میں بھی ہیں جن پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میں اس سیمینار کے شرکاء خصوصاً خدا بخش لائبریری پٹنہ کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر عابد رضا بیدار کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور میرے دوسرے اہل علم ساتھی اس دفن شدہ ذخیرۂ تصوف کو میدان عمل میں لائیں گے تاکہ ہمارے محققین ان سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔

(۲)

تذکرۃ الاولیاء

میں نے اس مقالے کا موضوع جس شخصیت کے اہم ترین مخطوط کو بنایا ہے وہ انتہائی اہم ہونے کے باوجود آج تک محققین کی نظر سے پوشیدہ رہی۔ میری مراد ہے دسویں اور گیارھویں صدی ہجری کی عظیم روحانی شخصیت خوشحال خان خٹک کے بڑے بھائی جمال خان خٹک جو فقیر بابا کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ ۹۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ایکسو بیالیس برس کی عمر پائی۔ آپ تصوف کے تین سلسلوں سے متعلق تھے یعنی اویسیہ سہروردیہ اور چشتیہ۔ فقیر بابا کے خاندانی پس منظر کے سلسلے میں خود ان کے بھائی خوشحال خان خٹک کا کہنا ہے کہ میں خوشحال شہباز کا بیٹا ہوں اور خاندانی شمشیرزن ہوں۔ شہباز خان یحییٰ خان کے بیٹے تھے جن کی طرح کوئی دوسرا جوان نہ تھا۔ یحییٰ خان اکوڑ خان کے بیٹے تھے جو اپنی تلوار کے زور پر سرداری پر سرفراز تھے۔"

لیکن خدا کی شان کہ اس خاندان میں وہ روحانی شخصیت پیدا ہوئی جن کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے آج بھی سینکڑوں افراد روزانہ ان کی آخری آرامگاہ پر حاضری دیتے ہیں۔

فقیر بابا چشتی کے جو مخطوطات تصوف اب تک دستیاب ہوئے ہیں وہ (۱) ارشادیہ (۲) مناقب شیخ رحکار اور (۳) تذکرۃ الاولیاء ہیں۔

ان تصانیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے مطالعہ سے ہمیں جہاں دسویں اور گیارھویں صدی ہجری کے صوفیائے کرام کی تعلیمات سے آگاہی، تصوف کے رموز اور طریقت و شریعت کے باہمی تعلق کی وضاحت ملتی ہے وہاں ہمیں اس دور کی اہم سیاسی شخصیتوں اور ملی تحریکوں کے متعلق بھی بنیادی اور قیمتی معلومات فراہم ہوتی ہیں جن سے تحقیق کی نئی

راہیں کھلتی ہیں۔

میرا موضوع بحث آپ کی سب سے اہم تصنیف "تذکرۃ الاولیاء" ہے اس میں اس دور کے مشہور صوفیائے کرام کے حالات کے ساتھ ساتھ اس دور کی تاریخی اور معاشرتی زندگی کے متعلق بھی بہت کچھ ملتا ہے۔ یہ کتاب فارسی میں چار سو چھتیس صفحات پر مشتمل خط نستعلیق میں ہے اور اس پر ان کا نام "فقیر جمیل بیگ" تحریر ہے۔

مخطوطہ کے ابتدا میں آپ نے اپنا نام "جمیل ابن شہباز افغان خٹک" تحریر کیا ہے۔ یہ ۱۵×۲۰ سائز پر تیرہ (۱۳) سطری صفحوں لکھی گئی ہے۔ مخطوطہ میں آپ نے اپنے آپ کو حضرت شیخ رحمکار[1] کا مرید بتایا ہے اور اس بات پر فخر کا اظہار کیا ہے کہ مرشد آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ رقمطراز ہیں:

"کاتب این کتاب جمیل ابن شہباز افغان خٹک رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز

مرید شدم مرا فقیر خواندند همین نام جاری شده بر من۔ بعد از چند سال مرا وجد حاصل شدہ حالے گفتند

کہ دیوانہ شد مرشدم گفت ہم چو یک در دیوانہ دیگر بودے۔"[2]

اس مخطوطہ میں اس بات کا ذکر بھی ملتا ہے کہ کس طرح فقیر بابا اپنے خاندان کے سیاسی اثر و رسوخ کو چھوڑ کر راہ تصوف پر گامزن ہوئے اور "تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر"[3] کی عملی تصویر بن گئے۔ آپ نے اپنے مشن کا آغاز پاکستان کے صوبہ سرحد سے کیا۔ آپ کے مشن کے دو مقاصد تھے یعنی علم ظاہری اور باطنی کی ترویج۔ علم ظاہری کی ترویج اس طرح فرمائی کہ قرآن و حدیث کے درس کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا اور اپنے تمام مریدوں کو جو قرآن فہمی اور حدیث سے شغل رکھتے تھے حکم دیا کہ اپنے اپنے علاقہ میں اس بات کا اہتمام کریں کہ فجر کی نماز کے بعد قرآن اور عصر کی نماز کے بعد حدیث کا درس دیں اور موضوعات کا انتخاب اس طرح کریں کہ عوام الناس کے روزمرہ کے مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں انھیں حاصل ہو۔ آپ اپنے مریدین کو خصوصی ہدایت فرماتے کہ قرآن کریم کی سورہ حجرات کی تفسیر عام اجتماعات میں بیان کریں تاکہ عوام اس بات سے آگاہ ہو سکیں کہ ان کی معاشرتی زندگی کی بنیادیں کیا ہیں اور معیار انسانیت تقویٰ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اس انداز سے عوام کی تربیت کی جائے تو پوری زندگی عبادت بن سکتی ہے۔ بقول جگر:

محو تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں ؎ زندگی خود بھی عبادت ہے مگر ہوش نہیں

۱۔ شیخ رحمکار صوبہ سرحد پاکستان میں کاکا صاحب کے نام سے مشہور زمانہ بزرگ گذرے ہیں۔ مغل فرمانروا آپ سے گہری عقیدت رکھتے تھے
آپ نے صوبہ سرحد کے عوام کو توحید و رسالت کا وہ درس دیا کہ آج بھی عوام اس نعمت سے بہرہ ور ہیں اور صورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تصویر

۲۔ فقیر بابا جمیل بیگ خٹک۔ "تذکرۃ الاولیاء" مخطوط مملوکہ پشتو اکیڈمی، پشاور۔ ۳۔ القرآن ۳:۱۱۰

حضرت فقیر بابا کے مریدین قریہ قریہ جا کر لوگوں کو باہمی محبت و یگانگت، بھائی چارے اور اتحاد و اتفاق کا درس دیتے اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں نفرت و کدورت کے جو بیج پروان چڑھ رہے تھے، انھیں ان پاکیزہ شخصیتوں نے اپنے مرشد حضرت فقیر بابا کی رہنمائی میں شجرہ مبارکہ میں بدل دیا اور وہی لوگ جو پہلے ایک دوسرے کی جان و مال کی بربادی کے درپے رہتے تھے اب ایک دوسرے کے محافظ و رفیق بن گئے۔ یہ علمی اور اصلاحی تحریک ہی آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی۔ اس لیے کہ امت محمدیہ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ اصلاح معاشرہ کیلئے کام کرے کیونکہ ہم مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے جو فرائض عائد کیے گئے ہیں ان کا مقصد بھی پاکیزگی کی فضا پیدا کرنا ہے۔ سب سے اہم فریضہ نماز کا مقصد بھی "برائی اور بے حیائی کا قلع قمع کرنا ہے"۔[1]

حضرت فقیر بابا کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے بہت سے اہل قلم نے آپ کی شخصیت کو موضوع گفتگو بنایا ہے۔ ان میں اہم شخصیت میاں شمس الدین کاکاخیل کی ہے جنھوں نے ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "مناقب درجمال خان" کے نام سے تحریر کیا ہے جو پشتو زبان میں ہے جس میں فقیر بابا کے خاندانی تعارف کے ساتھ ساتھ آپ کے ولی اللہ ہونے اور صاحب طریقت و شریعت کی حیثیت سے عوام کی اصلاح کا ذکر ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"فقیر بابا ظاہر و باطن کے اعتبار سے ولی کامل، ہر قسم کی بدعات سے پرے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکمل پیروکار تھے۔"[2] "ترجمہ"

اسی منقبت میں خوشحال خان خٹک کی گرفتاری، والدہ کا فقیر بابا سے ملاقات کرنا اور ماں بیٹے کی دلچسپ اور سبق آموز گفتگو کا ذکر ہے جس کے بعد والدہ نے فرمایا:

"اے بیٹے! چونکہ ابھی تک میری آنکھوں پر دنیاداری کا پردہ پڑا تھا، تمہارے مقام سے ناآشنا تھی، اس لیے دل پریشان تھا۔ اب جبکہ تم نے مجھے اپنے مقام سے آگاہ کر دیا ہے تو تمام دلی کدورتیں دھل گئیں اور میں تمہاری فکر سے آزاد ہو گئی اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارا اپنا یا بدولت کی صحیح اور پائیدار ہے"[3] ترجمہ۔

سلسلہ چشتیہ کے یہ عظیم صوفی خٹک قوم کے معزز فرد صوفیائے سرحد کی عالی مرتبت شخصیت ۱۶ جمادی الاول ۱۱۱۶ھ میں اس دنیا سے اٹھ گئی لیکن اپنے پیچھے وہ یادگاریں چھوڑ گئی جو رہتی دنیا تک ان کا نام روشن

---

[1] القرآن ۲۹: ۴۵ (نماز کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر یعنی نماز بے حیائی اور برائی کی باتوں سے روکتی ہے۔) [2] کاکاخیل شمس الدین: مناقب فقیر بابا۔ مخطوطہ، مملوکہ: انجمن اتحاد جمال خیل پشاور، صوبہ سرحد پاکستان۔ [3] ایضاً حاشیہ ۲

رکھیں گی خصوصاً آپ کی مایہ ناز تصنیف "تذکرۃ الاولیاء"۔ آپ کے مزار پر جو کتبہ نصب ہے اس پر کندہ اس قطعہ سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے:

چو رفت از جہاں اہلِ کرامت خدیو ـــــ بجز حق "آمد ز عالم" خدیو [1]

آپ کے مزار کے سامنے ایک برساتی نالہ ہے، اس کی مغرب جانب آپ کی چلہ کشی؛ روایت ہے کہ جب آپ ذکر فرماتے تو درخت بھی آپ کا ساتھ دیتے ہوئے جھومنے لگتے "اور ایسا کیوں نہ ہو اس لیے کہ درخت بھی زمین و آسماں میں پائی جانے والی مخلوق ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السموٰت والارض والطیر صافات کل قد علم صلاتہ [2]

(کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہر ایک نے اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان رکھی ہے۔)"

سب باتیں صرف یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے مقصد کی یاد دہانی کرانی ہے اور حضرت فقیر بابا نے یہ یاد دہانی نہ صرف انسانوں کو کراتے ہوئے ان کی اصلاح کی بلکہ حجر و شجر بھی آپ کی پاکیزہ زندگی کا ساتھ دینے لگے حقیقت یہ ہے کہ آپ جیسی شخصیات بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہیں بقول حضرت علامہ اقبالؒ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ۔۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ان ہی دیدہ وروں میں حضرت فقیر بابا چشتی بھاربی جن کے ملفوظات تصوف پر بحث کرتے ہوئے انھیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

ــــــ سوال و جواب ــــــ

ڈاکٹر رحمت علی خاں: "خیرالبیان" کا ایک نسخہ سالار جنگ میوزیم حیدرآباد میں بھی ہے۔

---

[1] ایضاً حاشیہ ۲۔ [2] القرآن ۴۱:۲۴۔

حالنامہ نسخہ علیگڑھ کا پہلا ورق

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم و تمم بالخیر

الحمد لله حمداً کثیراً بعدد اکثر لا یعلم احد عن حساب اکبره
الا الله اکبر و الصلوة علی خاتم الانبیاء و المرسلین و علی
آله و اصحابه اجمعین بعد این فقیر حقیر علی محمد ابن ابوبکر
قندهاری مرید و خادم خاندان بایزید انصاری قدس الله
سره العزیز میگوید که بعضی از محبان مخلصان که رعایت
مراعات خاطر عاطر ایشان از جمله لوازمات و واجبات
دانسته چون ازین فقیر التماس داشتند که حالنامه پیر دستگیر
که از تداول دوران و تناسخ ناسخان تغییر و تبدیل بعضاً بعض
درو راه یافته و تصحیحش بسقامت بدل گشته و نیز سوانح حقائق

وزنوزان

ڈاکٹر کلثوم ابوالبشر

شعبۂ اردو و فارسی
ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ

بنگلہ دیش کے دو اہم مخطوطات

سبحات

ڈھاکہ یونیورسٹی کے کتب خانہ میں تصوف کے موضوع پر مخطوطات کا ایک قابل قدر ذخیرہ موجود ہے۔ اس ذخیرہ میں چند مخطوطات شائع ہو چکے ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ ان میں چند نادر مخطوطات بھی موجود ہیں۔ انھیں میں "سبحات" نامی ایک غیر مطبوعہ نادر نسخہ بھی ہے۔ جہاں تک تحقیق کا تعلق ہے شاید اس نام کا کوئی نسخہ دنیا کے کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہے۔ نام کے لحاظ سے یہ واحد قلمی نسخہ ہو سکتا ہے۔ یہ مخطوطہ کسی اور نام سے کسی کتب خانہ کی زینت ہو۔

اس مخطوطہ میں کل ۳۰ اوراق ہیں۔ اس کی تقطیع ۷/۱۲ × ۴/۱۲ ہے۔ جدید نشتی کاغذ پر لکھا ہوا یہ مخطوطہ خوشخط نستعلیق میں ہے۔ کہیں کہیں عربی عبارت کو خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ کافی بہتر حالت میں ہے۔ عنوانات کو لال روشنائی میں لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ پر کہیں پر بھی کوئی تاریخ درج نہیں ہے اور نہ ہی مصنف کا نام ہے۔ غالباً انیسویں صدی کے اواخر یا بیسویں صدی کے شروع میں اس مخطوطہ کو نقل کیا گیا ہوگا۔

مخطوطہ کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے۔ اس ضمیمے میں مقدس مقامات مثلاً مکہ شریف، مدینہ شریف، کعبہ، بیت المقدس اور سرندیپ کی پاکی و تقدس کو بیان کرنے کے بعد ان کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

اس رسالہ میں علم حاضرات اور تصوف کے درجوں کو متعین کیا گیا ہے۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر بحث کی گئی ہے۔ دیباچہ میں مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ چند معانی اور تفسیریں اس نے کسی سے اخذ نہیں کی ہیں اور نہ ہی ان باتوں کے بیان کرنے میں وہ کسی کا مقلد ہے۔ اس کتاب میں اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے تاثرات اور جذبات کے حسب منشا تحریر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نادر و عارف علم نے اسے یہ توفیق عطا کی ہے کہ وہ اس رسالے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ مخطوطہ کی چند تمہیدی سطریں ملاحظہ فرمایئے:

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا وما عرفناک حق معرفتک انک انت العلیم الحکیم والصلوٰۃ والسلام علی وسیلۃ الوجود وصلۃ الشہود محمد نبیہ الکریم وآلہ وصحبہ واولیائہ افضل التسلیم۔ اما بعد این کلمہ چند است مسمیٰ بسبحات و مرقوم گردید۔

کہ تقریر در اخذ و بیان آں منقول و ناقل ہیچ احدی نیست بلکہ متاثر و مخصوص است باستقلال و ورود آں از تجلی الٰہی ہمچنانکہ
ہمہ بسیط علوم و اسرار است و بعد ہذا اگر درین معارف با بعض اکابر توارد است ترجیح سعادت و اگر تفرد است عنایت۔"

ان تمہیدی سطروں کے بعد مصنف نے "سبحہ" کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا۔ "سبحہ" سے مراد ہے تسبیح کے دانہ کا۔ اس کے علاوہ بقول ڈاکٹر حبیب اللہ اس کے دوسرے معنی "گلاب کی کلی" کے ہے

Each topic is here called سبحہ or bead of the roasary.

اس مخطوطہ میں کل ۱۴۷ سبحات ہیں۔ ہر سبحہ تصوف کے موضوع سے متعلق ہے۔ مضمون اور کتاب کے عنوان میں بڑی مماثلت ہے۔ ہر ایک مضمون تسبیح کا دانہ ہے۔ اور تسبیح کے دانوں کی طرح ہم انھیں اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے روحانیت کے اعلیٰ درجوں تک پہنچ سکتے ہیں جس طرح گلاب کی کلیاں اپنی خوبصورتی اور دلفریبی دکھا سکتی ہیں، اسی طرح اس نسخہ کے تمام اقوال اپنی رعنائیوں کا جلوہ سمیٹے ہوئے ہیں۔ نسخہ کے تمام سبحات کا مرکزی خیال یہاں پیش کر رہی ہوں تاکہ قاری کو اس مخطوطہ کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

یہ حقیقت مسلم ہے کہ انسان نیستی سے ہستی کی طرف پہنچا ہے۔ یعنی پہلے انسان کا کوئی وجود نہ تھا بعد میں اُسے تخلیق کیا گیا۔ اس لیے ہمیں اس بات سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے کہ انسان اس دنیا میں کس وسیلے سے آیا اور اس کے بعد وہ کس وسیلے سے معدوم ہوگا۔ کیا وہ ذاتاً وجود میں آیا ہے؟ یا طبعاً اس کا وجود ہوا ہے؟ یہ سوال کافی اہم ہے۔ اسے ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں یعنی "انسان برای زندگی کردن در این دنیا آمد یا بہ اہر وسیلہ دیگری زندگی می کند و می میرد" اس سوال کے تینوں مرحلے قابل غور ہیں۔ وجود، تسلسل اور انتہا۔

خداوند تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ اس کی ذات مستقل ہے۔ اُسے کسی دوسرے وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی عیب و نقص نہیں ہے۔ اس کے برعکس انسان کو ممکن الوجود کہا جاتا ہے۔ یعنی "از ذات خود ہیچ چیزی ندارد و ہر چہ دارد از غیر است و در ہمہ چیز محتاج بہ غیر است"؟

اشیائے موجود کو ہم صرف عقل کے ذریعہ دریافت کرسکتے ہیں کیونکہ حواس ظاہر مثلاً چشم و گوش صرف محسوسات کا درک کرتے ہیں۔ معقولات کا درک ان کے حد سے باہر ہے۔ حواس ظاہرہ یعنی چشم اور گوش کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو مرکزِ دماغ تک پہنچا نہیں سکتے چونکہ خدا کا وجود کامل اور مطلق ہے۔ اس لیے وہ کسی قید و شرط زمان و مکان کا محتاج نہیں ہے۔ جب ہم اس حقیقت سے واقف ہیں تو ہم پر واجب ہوتا ہے کہ اس کی صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کو بیان کریں۔ تاکہ ذات باری کے تمام حقائق ہم پر بخوبی ظاہر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی صفت "وجوب لذاتہ" ہے۔ یہ صفت دنیا میں کسی کی نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ اس کی ذات

قدیم ہے، اور اس کا وجود عین ذات ہے۔ خدا مرکب نہیں ہے۔ کیونکہ مرکب اجزا کا محتاج ہوتا ہے حق تعالیٰ بدون علم ہے "خداوند عالم است بہر چیز گذشتہ و آئندہ و حال آنچہ ظاہر و پیدا و آنچہ در باطن و مخفی است ہمہ در پیش او واضح و ہویدا است" یہ صفات ثبوتیہ ہیں، جو صرف واجب الوجود خدا میں موجود ہیں۔

شیخ عبدالکریم "عشق" کو مظہر ترحم کا درجہ دیتے ہیں۔ بقول ان کے "ارادہ تابع علم است و علم نشان دہندہ و نمایاں کنندہ عشق است" علم ہی سے عشق آشکارا ہوتا ہے۔ جب ہم محبوب کے عشق میں گم ہو جاتے ہیں تو ہم پر بے خودی کا اثر طاری ہو جاتا ہے۔ اور ہم اپنے اصل الوجود کو پا لیتے ہیں کیونکہ اس وقت ہماری روح یا نفس ناطقہ سیر و سلوک کی طرف حرکت کرتی ہے اور کمال عشق یہی ہے کہ ہم ہر شے کو دیکھنے کے بعد اس کے جمال احدی اور کمال احدی میں گم ہو جائیں۔ مثل عاشق انسان معشوق کی رضا کا خواہاں ہوتا ہے۔ معشوق کی خوشی اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے معشوق کے لیے وہ دنیا کے مشکل ترین کام کے کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتا گویا محبوب یا معشوق کی خوشی اس کی اپنی خوشی ہوتی ہے اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ تمام شیطانی اعمال اور پلیدی سے دور رہے۔ لباس حسنہ اور فضائل کردار سے خود کو آراستہ کرے اپنی عقل و فراست سے اچھائی اور زشتی میں فرق محسوس کرے۔ مقصود عبارت یہی ہے کہ انسان راہ سلوک میں خود کو اور اپنے نفس کو ہر آلودگی سے پاک رکھے تاکہ عین ذات وحدت کی ہستی میں گم ہو جائے۔

اس کے بعد مصنف نے وحدت کے دو جہت بتائے ہیں۔ (۱) ذات معارضہ (۲) ذات معلومیت ذات۔ احد اور واحد کا ایک ہی مطلب ہے یعنی وحدت، جب مرتبۂ احدیت سالک پر واضح ہو جاتا ہے تو وہ تمام تجلی کو ذات تجلی کہتا ہے۔ اس کے تمام اعمال کا ربط خدا سے ہو جاتا ہے۔ یہی مرتبۂ احدیت منشا جمیع سلوب مجیدا و جمیع صفات سلبیہ۔ مرتبۂ احدیت مقام عالی است۔ لہٰذا واحدیت پر برتری حاصل ہے۔ مقام وحدت تک پہنچنے کے لیے تین راستے ہیں۔

مرتبۂ وحدیت کے بعد کا درجہ الوہیت کہلاتا ہے مگر بعض لوگ واحدیت اور الوہیت میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں ان کے نزدیک احدیت ہی الوہیت ہے۔ کچھ عالم الوہیت کو تین دائرہ میں منقسم کرتے ہیں۔ (۱) دائرہ شیون (۲) صفات اور (۳) دائرہ اسماء۔

غرض کہ عرفان و تصوف کے عناصر سے یہ مخطوطہ بھرپور ہے۔ آیات قرآنی یا حدیثوں کے ذریعہ عرفان اور تصوف کی توضیح کی گئی ہے۔ نماز، روزہ اور ان کی جزئیات پر بھی تفصیلی معلومات اس مخطوطہ میں موجود ہے۔ مکارم و محاسن اخلاق کا بیان بھی اس مخطوطہ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

الجواب الغربی

محی الدین ابن العربی (متوفی ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) نے صوفی عقاید پر جو اعتراضات کیے تھے ان کی تردید اور ان اعتراضات کے جواب میں لکھی ہوئی یہ کتاب ہے۔ مصنف نے اپنا پورا نام ورق ۲ب میں اس طرح درج کیا ہے: "ابوالفتح محمد بن مظفر الدین محمد بن حمید الدین عبداللہ الصدیقی" مگر شیخ المکی کے نام سے وہ معروف تھے۔ مصنف علی عبداللہ محمد بن علی المغربی کے مرید تھے۔ دیباچہ میں انھوں نے تحریر کیا کہ "السلطان بن السلطان ابن السلطان سلطان سلیم خان بن بزید خان بن محمد خان کی خواہش پر انھوں نے کتاب لکھی اور ورق ۱۵ب اور اپنے استاد محمد بن العربی کے نام پر یہ کتاب منسوب کی۔ اس کتاب کا پورا نام "الجواب الغربی فی حل مشکلات الشیخ محی الدین محمد بن العربی" رکھا۔

یہ کتاب دو باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ہر باب کو دو نوع پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہر نوع کئی فصل میں منقسم ہے۔ خاتمہ بھی تین فصل پر منحصر ہے۔ کاتب محمد ابوبکر ساکن بھوتر میں جنھوں نے حبیب اللہ کے حکم سے ۲ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء کو اس کتاب کی نقل کی۔

باب اول : در ذکر اشکالات و اعتراضاتی کہ علمای قشری و مشایخ قشری کردہ اند بسبب آن اورا از گمراہان شمردہ اند۔

باب دوم : در اجوبہ آن اعتراضات بلسان عقل و شرع۔

خاتمہ : در ذکر بعضی از مناقب شیخ و ذکر بعضی از مشایخ او و سلسلۂ او۔

باب اول : در ذکر اشکالات و آن دو نوع است

نوع اول : آنست کہ بنای او بر وحدت وجود است کہ آنرا توحید ذاتی گویند۔

نوع دوم : آنست کہ بنای او بر امور مختلف واقع است و مناسب آنست کہ اعتراضات را در فصل دیگر جمع سازیم۔

فصل اول : در ذکر اعتراضات کہ بوحدۃ وجود تعلق دارند۔ اینجا ششم اعتراضات اند۔

فصل دوم : در اعتراضات کہ بوحدۃ وجود تعلق دارند۔ اینجا شانزدہم اعتراضات اند۔

باب دوم : در اجوبۂ شرعیہ و عقلیہ بدان ایدک اللہ تعالیٰ بروح ایدک اللہ کہ جوابات ورین اشکالات بر وجہی باید۔

کتاب کے ۱۸۱ اوراق ہیں۔ تقطیع ½ ۱۲×۷ ہے۔ نستعلیق خط۔ عربی اقتباسات خط نسخ میں تحریر ہیں۔ عنوانات و خطوط کشیدہ بخط سرخ۔ مشینی تیار کردہ کاغذ اور کچھ کرم خوردہ۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی
شعبۂ تاریخ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

صوفیہ ہند کا ایک نادر تذکرہ

"معارج الولایت"

ہندستان کے صوفیہ اور مشائخ کے تذکروں کی جو روایت سید محمد کرمانی المعروف بہ میر خورد نے قائم کی تھی اس کو شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی محدثانہ بصیرت اور رجال اور اسناد کے تحقیقی پیمانوں نے ایک واضح اور متعین شکل دیدی۔ ان کے بعد لعل بیگ، محمد غوثی، الہدیہ چشتی، بدر الدین سرہندی، علی اکبر اردستانی، عبد الرحمن چشتی وغیرہ نے صوفیہ کے تذکرے مرتب کیے اور گو عقیدت مندی کہیں کہیں تحقیقی طلب کو شکست دیتی رہی لیکن پھر بھی تلاش اور جستجو نے ان تذکروں کو تاریخ کا ایک اہم ماخذ بنا دیا۔ اور تاریخ کے بدلتے ہوئے نظریات کے پیش نظر، جس میں توجہ دربار سے زیادہ عوامی زندگی کی طرف ہے ان کی افادیت اور مقبولیت میں اضافہ ہو گیا۔ شیخ معین الدین عبد اللہ خویشگی کی "معارج الولایت" اس لٹریچر میں ایک اہم مقام رکھتی ہے اور اس مقالہ میں اسی کا تعارف کرانا مقصود ہے۔ یہ تذکرہ ہندستان کے کم و بیش ۵۰۰ مشائخ کے تفصیلی حالات پر مشتمل ہے اس کی تکمیل چہارشنبہ رجب ۱۰۹۴ھ (مطابق ۱۶۸۳ء) کو اورنگ آباد دکن میں ہوئی۔

ہندستان کی تاریخ میں گیارھویں صدی ہجری اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ بیشتر صوفی تذکرے اسی زمانہ میں ترتیب دیے گئے تھے۔ ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں "ثمرات القدس" (لعل بیگ)، ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء میں "گلزار ابرار" (محمد غوثی)، ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۳ء میں "جواہر فریدی" (علی اصغر چشتی)، ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء میں "سیر الاقطاب" (الہدیا چشتی)، ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء میں "زبدۃ المقامات" (محمد ہاشم بدخشی)، ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۲ء میں "مجمع الاولیاء" (علی اکبر اردستانی)، ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء میں "حضرات القدس" (بدر الدین سرہندی)، ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء میں دارا شکوہ کی "سفینۃ الاولیاء" اور "سکینۃ الاولیاء"، جہاں آرا کی "مونس الارواح" اور ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۴ء میں "مرآۃ الاسرار" (عبد الرحمن چشتی) مرتب کی گئیں۔ بہ اعتبار تاریخ تدوین "معارج الولایت" سب سے موخر ہے لیکن افادیت اور استناد میں اس کا درجہ صرف "اخبار الاخیار" کے بعد ہے۔ کوئی دوسرا تذکرہ ترتیب و افادیت میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

گیارھویں صدی ہجری کو ہندوستان کی ثقافتی اور فکری تاریخ میں بعض اعتبار سے سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ اس دور میں نئے مکتب فکر، نئی مذہبی تحریکیں اور نئے سماجی نظریات وجود میں آئے۔ روحانی سلاسل کی تنظیم اور فکر میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اور یہ فکری ہیجان اس قدر نمایاں ہو گیا کہ ایک فرانسیسی سیاح برنیر بھی اس کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ان حالات میں مختلف خانوادے اپنی تاریخ اور روایات کے تحفظ کی طرف رجوع ہوئے اور نتیجہ میں تذکروں کی تدوین میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار ہوا۔

معین الدین عبداللہ نے معارج الولایت کی تدوین کا کام مخدوم زادہ شیخ محمد بن شیخ اجمیری بدایونیؒ کی فرمائش پر شروع کیا تھا۔ اور تقریباً تیس سال اس کی ترتیب تالیف میں صرف کیے تھے۔ یہ مدت بہت طویل [illegible] ہے لیکن اگر ماخذ کی تلاش میں مصنف کی جستجو پیش نظر ہو تو اندازہ ہو گا کہ قرون وسطیٰ کا کوئی دوسرا مصنف اس طرح اور اس وسیع پیمانے پر یہ کام انجام نہ دے سکا تھا۔

"معارج الولایت" دس اجزا پر (جن کو مصنف نے رکن کا نام دیا ہے) مشتمل ہے۔ رکن اول میں چشتیہ سلسلہ کے پانچ خواجگان خواجہ اجمیریؒ، "قطب صاحبؒ"، بابا فریدؒ، شیخ نظام الدین اولیاؒ اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کا تفصیلی حال درج ہے۔ رکن دوم میں خواجہ اجمیریؒ کے خلفا اور اولاد کا ذکر ہے پھر تیسرے، چوتھے، پانچویں رکن میں علی الترتیب ان مشائخ کے خلفا کا تذکرہ ہے۔ ساتویں رکن میں متفرق چشتی بزرگوں کے حالات جمع کیے گئے ہیں۔ آٹھویں رکن میں سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ کا ذکر ہے۔ نویں میں متفرق مشائخ کے حالات درج ہیں۔ آخری رکن میں مجاذیب اور صوفی خواتین کا تذکرہ ہے۔ عورتوں کے تذکرے شامل کرنے کی ابتدا شیخ ابو عبد الرحمن السلمی کے زیر اثر ہوئی تھی۔ مولانا جامی نے "نفحات الانس" میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے "اخبار الاخیار" میں خواتین کا حال درج کر کے اس روایت کو تقویت پہنچائی اور غلام معین الدین عبداللہ نے اسی کا اتباع کیا۔

غلام معین الدین عبداللہ خویشگی المعروف بہ خلیفہ جی کا قصور کے ایک معروف خانوادہ علم و ارشاد سے تعلق تھا۔ ان کا علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علم معرفت اور اصلاح باطن کی طرف بھی رجحان تھا۔ فارسی شعر اور ادب سے بھی دلچسپی تھی اور "عبدی" تخلص کرتے تھے۔ ایک دیوان بھی اپنی یادگار چھوڑا تھا۔ ولادت ۱۰۴۳/۱۶۳۳ کے لگ بھگ ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ قصور میں درس و تدریس کا کام انجام دینے کے بعد دہلی اور اورنگ آباد، گجرات وغیرہ کا رخ کیا اور ہر جگہ مشائخ کی صحبت میں پہنچے۔ احمد آباد میں شاہ سراج الدینؒ اور شیخ عبد الرحمن رفیعؒ سے خاص طور پر استفادہ کیا۔ شیخ عبد الرحمن رفیعؒ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی تصانیف کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ تیس سال تک

شب و روز "فتوحات مکیہ" اور "فصوص الحکم" ان کے غور و فکر کا مرکز رہی تھیں۔ دوسرے اور مشائخ جن سے غلام معین الدین عبداللہ کو فیض صحبت کا موقع ملا شیخ پیر محمد لکھنوی، مولانا خواجہ علی، شیخ محمد رشید جونپوری اور شیخ عبداللطیف برہانپوری تھے۔ شیخ محمد رشید جونپوری آخر عمر میں درس و تدریس کا سلسلہ ختم کر کے شیخ اکبر کی تصانیف لے کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ شیخ عبداللطیف نقشبندی سلسلہ کے شدید ناقدین میں تھے۔ ان سب صحبتوں نے عبیدی کے افکار و رجحانات کا رخ متعین کیا۔

غلام معین الدین کو تصنیف و تالیف سے بڑی دلچسپی تھی۔ انھوں نے بعض کتابیں درسی ضروریات کے پیش نظر لکھی تھیں، مثلاً "گلستاں" کی شرح "بہارستان"، "بوستاں" کی شرح "تحفۂ دوستاں" اور شرح "دیوان حافظ"، "نزہتہ الارواح" حسینی کی شرح "راحۃ الاشباح" اور "لوائح" جامی کی شرح "روائح"۔ بعض کتابیں تصوف کے مسائل سے متعلق تھیں، مثلاً "تلقین المریدین"، "فوائد التلقین"، "مقصود السالکین"، "حصول الوصول" وغیرہ۔ ملک محمد جائسی کی "اکھروٹ" کی فارسی شرح بھی "حروف حالیات" کے نام سے انھوں نے لکھی تھی۔ بہت سی تصانیف اب دستیاب نہیں۔ "معارج الولایت" وغیرہ میں ان کے نام ملتے ہیں۔ جو تصانیف موجود ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبیدی نے اس دور کے مذہبی رجحانات، بالخصوص اختلاف عقائد و نظریات کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ وہ اخوند درویزہ (م ۱۰۴۸ھ) کے افکار، مہدوی فرقہ کے نظریات، بھگتوں کے حالات سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔

"معارج الولایت" غلام معین الدین عبداللہ کا تصنیفی شاہکار ہے۔ مصنف نے اس کی ترتیب اور تالیف میں قرون وسطیٰ کے مذہبی لٹریچر بالخصوص تصوف سے متعلق تصانیف کو کھنگال ڈالا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد غالباً کسی صوفی تذکرہ نگار نے اتنے متنوع مواد سے اس پیمانے پر استفادہ نہیں کیا۔ بعض کتابیں جو ان کو اس وقت دستیاب تھیں اب بالکل ناپید ہیں، مثلاً "انوار المجالس" (ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاؒ) مرتبہ خواجہ محمد بن مولانا بدر الدین اسحاق، یا "تحفۃ الابرار و کرامۃ الاخیار" (ملفوظات شیخ نظام الدین اولیا) مرتبہ عزیز الدین صوفی، یا "خلاصۃ اللطائف" مصنفہ مولانا علی جاندار، یا ضیاء الدین برنی کی "صلوٰۃ کبیر"، "عنایت نامہ الٰہی" وغیرہ۔

غلام معین الدین عبداللہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتابوں کے طویل اقتباسات اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت میں پیش کرتے ہیں۔ اس طرح بعض نایاب کتابوں اور دستاویزات کو انھوں نے محفوظ کر دیا ہے۔ حضرت مجدد صاحب کے نظریات کے خلاف بعض علماء نے جو فتویٰ دیا تھا اس کو غلام معین الدین عبداللہ نے مکمل طور پر علماء کے نام کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔

غلام معین الدین عبداللہ مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے اور وحدت الوجود پر ایمان رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا تعصب بھی وحدت کے مخالفین کی ہجو سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ شاہ محب اللہ الہ آبادی کے مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اورنگ زیب نے نقشبندی اثرات کے تحت شیخ کے رسالہ تسویہ کو جلانے کا حکم دیا تھا۔ عبدی نے نہ صرف اپنے سلسلے کے افکار کی مدافعت کو ضروری سمجھا بلکہ نقشبندی سلسلہ کے مخالفین بالخصوص سید محمد برزنجی کے خاندان سے "نقشبندیوں" کی مخالفت میں لٹریچر جمع کیا۔ اورنگ آباد اس زمانہ میں نقشبندی مشائخ کے زیر اثر تھا اور شاہ کلیم اللہ دہلویؒ نے اپنے مرید اور خلیفہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کو چشتیہ سلسلہ کی بعض روایات کو ملتوی کر دینے کی ہدایت کی تھی۔ غالباً اورنگ آباد کے اس ماحول نے "عبدی" میں ایک ردعمل کی کیفیت پیدا کر دی جو شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے تذکرہ میں کافی نمایاں ہے۔

قطع نظر اس فکری عصبیت کے غلام معین الدین عبداللہ نے جن بزرگوں کا بھی حال لکھا ہے تحقیق و دیانت کا دامن نہیں چھوڑا۔ سید محمد مہدی جونپوریؒ کے متعلق مہدی موعود ہونے کے دعوے کو بہتان بتاتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے افکار کی سمت وہی ہے جو تذکرہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ہے۔ ملک محمد جائسی کی کتابوں سے طویل اقتباسات دیے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ سید محمد مہدیؒ کو "مہدی ہادی" مانتے تھے نہ کہ مہدی موعود"۔ اکبر نے ان کو دربار میں بلایا تھا۔ انھوں نے طویل عمر پائی تھی۔ لکھا ہے کہ پستہ قد اور حنفی مذہب تھے۔ کبیر کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ شیخ تقی کے مرید تھے۔ ان کے کلام کا مطالعہ غلام معین الدین نے کیا تھا اور یہ رائے قائم کی تھی۔

"اگر بہ انصاف در کلام او بینی جواہر ولآلی حقائق وافر دریابی کہ مثل آں در کلام دیگرے کمتر تواں یافت"

جہاں تک مشائخ متقدمین کا تعلق ہے ان کا دست طلب تحقیق ہر اہم مطبوعہ مکتوب اور دیوان تک پہنچا ہے۔

"معارج الولایت" کے مندرجہ ذیل نسخوں کی نشاندہی محمد اقبال مجددی نے اپنی فاضلانہ تالیف "احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری" میں کی ہے۔

(۱) نسخہ مکتوبہ ۱۱۱ھ مملوکہ مولوی غلام رسول

(۲) نسخہ مکتوبہ ۱۱۱ھ ذخیرہ پروفیسر سراج الدین آذر

(۳) نسخہ ذخیرہ حافظ محمود شیرانی (ناقص)

(۴) چند اجزا ملکیت کرزن خواجہ عبدالرشید

اسٹوری نے PERSIAN LITERATURE (p. 1011) میں اس کتاب کے مخطوطات سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

راقم الحروف کے ذخیرہ کتب میں معارج الولایت کا ایک نہایت خوشخط نسخہ ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور غالباً مکمل ترین نسخہ ہے۔ پہلی جلد ۸۳۵ صفحات پر دوسری جلد ۸۳۷ پر مشتمل ہے۔ کل ۱۶۷۲ صفحات ہیں۔ سائز بڑا ہے۔ ہر صفحہ پر ۱۵ سطریں ہیں۔ کتابت ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں نذر محمد نے کی تھی۔

یہ نسخہ دیوان اللہ جوایا صاحب سجادہ نشین درگاہ بابا فریدؒ کی نگرانی میں راقم الحروف کے جد امجد منشی ارشاد علی صاحب نے تیار کرایا تھا۔ ۱۹۲۷ء میں میرے دادا مولوی فرید احمد صاحب نظامی نے اپنے برادر نسبتی سید رشید احمد صاحب رضوی مصنف "اعلان سیادت فریدی" کے ذریعہ اس کی طباعت کا انتظام کرنا چاہا تھا۔ اور ایک اعلان "اشتہار خزانہ معرفت" کے عنوان سے جاری کیا تھا۔ ان کا ارادہ اس کا اردو ترجمہ شائع کرنے کا تھا۔ کتاب کی ضخامت کے پیش نظر ۱۰ جلدوں میں دس رکن شائع کرنا تجویز ہوا تھا۔ لیکن یہ پروگرام شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور "معارج الولایت" آج تک اشاعت کی منتظر ہے۔

سوال و جواب

● منظر حسین بھاگلپوری: بحر زخار صوفیوں کا ایک اہم تذکرہ ہے۔ جس کا نسخہ مجھے فرنگی محل میں دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا جس کا دوسرا نسخہ کاکوری میں ہے۔ جس میں تقریباً ۳۳۰۰ بزرگوں کے حالات ہیں۔ یہ بارہویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔۔۔ تجلی نور جس میں چشتی صوفیا کا ذکر ہے اور اس کا تعلق جونپور سے ہے۔

● جواب: صورت یہ ہے کہ اور تذکرے تو بہت سے لکھے گئے وہ یا تو کسی ایک مقام تک محدود رہے یا کسی ایک سلسلے تک۔ ایک بات یہ تھی۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ اس میں سے کسی مصنف نے بھی اتنے اقتباسات نہیں دیے جتنے غلام معین الدین عبد اللہ نے دیے (صاحب معارج الولایت) اور اس کی اہمیت اس لیے اور بڑھ جاتی ہے کہ بہت سی کتابیں اب ضائع ہو چکی ہیں۔ مثلاً ضیاء الدین برنی کی جن کتابوں کے حوالے اس نے دیے ہیں یا شیخ نظام الدین اولیا کے جن ملفوظات کا ذکر کیا ہے وہ اب نہیں ملتے۔ معین الدین کے متعلق فتوی کو لوگ Quote کر دیتا حالانکہ اس کے اندر اس کی مخالفت شامل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس سے بہت سی اہم دستاویزیں محفوظ ہو گئی ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی پہلے بزرگ تھے جنھوں نے حدیث کے اصولوں پر مشائخ کے حالات ترتیب دینے کی کوشش کی اور ان کی کوشش یہ تھی کہ اصول اسناد اور اسماء الرجال کے پورے اصول وہ نافذ کر دیں چنانچہ انھوں نے تمام موضوع کتابوں کو Reject کر دیا ہے کہ دیا ہے کہ وہ ساری کتابیں موضوع ہیں اس لیے انھوں نے اس کے حوالے نہیں دیے۔ غلام

معین الدین عبداللہ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد میں سب سے پہلا اور بہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا رکھتا ہوں کہ انھیں ایک طرح کی Precedence بھی حاصل ہے۔ ان کے بعد کسی شخص نے اتنے وسیع پیمانے پر اس پورے لٹریچر کو تلاش نہیں کیا اور کھنگالا نہیں ہے۔

اس کے نسخوں کے متعلق بھی یہ ذہن میں ہے کہ مکمل نسخہ کہیں نہیں ہے اور اقبال مجددی نے بھی میرے ہی نسخے کا ذکر کیا ہے لیکن تفصیل معلوم نہیں تھی جو میں نے اس وقت بیان کر دی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی اہمیت کیا ہے۔

● جناب محمود حسن قیصر: علامہ معین الدین عبداللہ خویشگی کے جو حالات آپ نے بیان کیے ہیں، وہ حالات آپ نے کہاں سے لیے ہیں۔ اس کے ماخذ کا ذکر آپ نے نہیں کیا۔

● جواب: انھوں نے خود اپنے احوال لکھے ہیں اس کتاب میں۔ اور ان کے اوپر پاکستان میں اقبال مجددی صاحب نے پوری ایک کتاب لکھی ہے، گو "معارج الولایت" تک وہ نہیں پہنچ پائے ہیں اور ان کا جو Assessment میں نے کیا ہے کہ یہ صدی وہ ہے کہ جب خیالات میں ایک Crisis پیدا ہو جاتا ہے یعنی یہ زمانہ وہ ہے جب فرانسیسی سیاح برنیر کہتا ہے جس کو ہندوستان کے فکری Crisis کا علم نہ ہونا چاہیے تھا، وہ لکھتا ہے کہ اس وقت وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی جو بحث ہے اس نے تمام ماحول کو متاثر کر دیا ہے تو ہمارا مصنف جو ہے وہ اس پورے ماحول سے متاثر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ اورنگ آباد میں رہا ہے اور اورنگ آباد کی کیفیت یہ تھی کہ شاہ کلیم اللہ نے اپنے ایک مرید شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کو خط میں لکھا تھا کہ "اس وقت اورنگ آباد نقشبندی سلسلے کا مرکز بن چکا ہے اور یہ کہ وہاں چشتیہ سلسلے کے بعض اہم رسوم مثلاً سماع وغیرہ بالکل بند کر دیے جائیں ورنہ وہاں بہت جھگڑا پیدا ہو جائے گا۔" تو اس پورے ماحول نے اس پر اثر کیا ہے جو Reflect ہوتا ہے۔ یہ باتیں وہ ہیں جن کی طرف میں نے اس میں خاص طور پر اشارہ کیا ہے تاکہ اس کتاب کی افادیت کا پتہ چل سکے۔

● ڈاکٹر اکبر حیدری: آپ نے ص ۲ پر لکھا ہے کہ یہ مدت بہت طویل ضرور ہے لیکن اگر ماخذ کی تلاش میں مصنف کی جستجو پیش نظر ہو تو اندازہ ہو گا کہ قرون وسطیٰ کا کوئی دوسرا مصنف اس طرح کا، اور اس وسیع پیمانے پر یہ کام انجام نہ دے سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے کشمیر میں ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ اکبر کے زمانے میں حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری۔ ان کے بھائی تھے، شیخ علی رینہ۔ انھوں نے دسویں صدی ہجری میں "تذکرۃ العارفین" نامی ایک کتاب لکھی اور اس میں قریب... سو سے زائد صوفیاء کا تذکرہ ہے جو عبداللہ خویشگی سے پہلے ترتیب دیا گیا ہے کیوں کہ وہ عبداللہ خویشگی گیارہویں صدی کے تھے اور یہ (رینہ) دسویں صدی ہجری کے۔ کیا آپ کی نظر سے وہ تذکرہ گزرا ہے؟

● جواب: یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس کا حوالہ نہ دیا گیا ہو، وہ پیشِ نظر نہ ہو، لیکن وہ تذکرہ صرف خطۂ کشمیر کے صوفیا کا احاطہ کرتا ہے۔ کیوں کہ میری نظر میں کشمیر میں لکھا جانے والا کوئی ایسا تذکرہ نہیں ہے جس میں پورے ہندستان کے صوفیا کا تذکرہ Include کیا گیا ہو۔ جس تذکرے کا آپ نے حوالہ دیا وہ کتنا دور Cover کرتا ہے؟ اور اس میں کس کس کا تذکرہ ہے؟

● ڈاکٹر اکبر حیدری: اس تذکرے میں کشمیر کے علاوہ صوفیاء کا بھی تذکرہ ہے۔

● جواب: مرآۃ الاسرار بھی کافی ضخیم تذکرہ ہے اور اس سے قبل لکھا گیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ لوگوں نے ایک تو یہ کہ All India Prespective نہیں رکھا تھا ۔۔۔ سے لیکر دکن تک پہنچ گئے۔ اور مجھے یہ Doubt ہے کہ میں نے کشمیر کے تذکرے دیکھے ضرور ہیں لیکن اس وقت جو کہ میرے ذہن میں نہیں ہیں۔ اس لیے میں آپ کو کوئی Catagorical بات نہیں کہہ سکتا لیکن کشمیر کے تذکروں میں ہوتا یہ ہے کہ ایک ایک دو لائن کے اندر ختم کر دیا۔ تمام ہندستان کا تذکرہ اگر کہیں کسی Saint کا ذکر کیا بھی گیا ہے تو سب سے بڑی اور اہم بات اس میں یہ ہے کہ جب لکھتے تو اس کا All India Prespective جو بھی انھوں نے (عبداللہ خویشگی) جو لیا ہے وہ ملک گیر ہے۔ دہلی سے لیکر دیوگیر، دولت آباد، اورنگ آباد دکن تک کا Prespective ہے۔ اور ادھر پورا پنجاب، ادھر حسام الدین مانکپوری، ادھر قطب عالم پنڈوی سب آگئے ہیں اس کے اندر۔ اور انھوں نے ان سب کے متعلق جو لٹریچر ہے وہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ دیکھئے جونپور کے محمد رشید جونپوری وغیرہ یہ سب عالم تھے ان کے زمانے کے۔ ان سب کے یہاں سے لیکر انھوں نے کتابیں جمع کی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جب سے تصوف چھوڑا ہوگا اسی وقت سے اپنا ماخذ جمع کرنے میں لگے رہے ہوں گے۔

● ڈاکٹر اکبر حیدری: کیا سفینۃ الاولیا، سکینۃ الاولیا اور مرآۃ الاسرار، شائع ہو چکی ہیں۔

● جواب: سفینۃ الاولیا صرف شائع ہوئی ہے۔ جہاں آرا کی مونس الارواح چھپ گئی ہے۔

● جناب شاہ اسمٰعیل و جناب منظر حسین: سکینۃ الاولیا بھی شائع ہوگئی ہے۔

● جواب: اس کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ متن نہیں۔

● جناب شاہ اسمٰعیل: نہیں متن بھی شائع ہوگیا ہے۔

● جواب: اس کی خبر مجھے نہیں ہے۔

● ایک صاحب: مرآۃ الاسرار کافی ضخیم تذکرہ ہے اور اس کا اصل نسخہ مخطوطہ مصنف شیخ عبدالرحمن چشتی اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں ہے۔ یہ تذکرہ بھی کافی مفصل ہے۔ اس میں کشمیری صوفیا، ہندستانی اور ایرانی صوفیا کا بھی تذکرہ ہے اور طویل تذکرہ ہے۔

● جواب: مرآۃ الاسرار کا کافی قدیم نسخہ میرے پاس ہے۔ اس میں تین چار باتیں ہیں جو اس کی اہمیت کو کم کر دیتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں سارے مشائخ کا حال انھوں نے لیا ہے۔ ہندوستان کے باہر کے بھی صوفیا کا ذکر ہے اور اس میں تحقیق نہیں کی ہے یعنی جو باہر کے مشائخ ہیں ان کا تذکرہ فریدالدین عطار کی "تذکرۃ الاولیا" سے لیا ہے جو بعض جہتوں سے مشکوک ہو گئی ہے۔ خیر! ہندوستان کے باہر کے مشائخ کا جو تذکرہ ہے وہ بھی زیادہ اہم نہیں ہے اور ہندوستان کے مشائخ کا تذکرہ تو بالکل قابل اعتبار نہیں ہے سوائے اس کے کہ صابریہ سلسلہ کی ایک محدود شاخ، جس سے انکا تعلق تھا، اس کا بڑا اچھا Account ہے۔

● ڈاکٹر رحمت علی خاں: ثمرات القدس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

● جواب: یہ لعل بیگ کی ہے اور یہ کوئی شہزادہ تھا اور اسی زمانے میں یہ خاص بات ہوئی کہ اس زمانے میں بعض شہزادوں کو تصوف سے ایک دلچسپی پیدا ہوئی لیکن اس کا معیار کچھ زیادہ اونچا نہیں ہو پایا سوائے ایک دارا شکوہ کے۔ دارا شکوہ کے ہاتھوں معیار اونچا ہو گیا کیونکہ وہ تصوف سے بنیادی طور پر دلچسپی رکھتا تھا اور اس نے بعض ایسی باتیں بھی کہیں جو دوسرے نہیں کہہ سکتے تھے مثلاً یہ کہ مجدد صاحب کو Defend کیا اس نے جہانگیر کے مقابلے میں۔ لیکن یہ بڑی عمدہ کتاب ہے۔ میرے علم میں اس کے دو نسخے ہیں۔ ایک پاکستان میں ہے اور دوسرا رامپور میں ہے۔

● ڈاکٹر رحمت علی خاں: ایک قدیم نسخہ ہمارے پاس بھی ہے (سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد میں)

● جواب: لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ ان کتابوں یعنی تذکروں میں عقیدت نے شکست دے دی ہے تحقیق کو۔

● ڈاکٹر عابد رضا بیدار: اگلا مقالہ شروع کرنے سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ "معارج الولایت" کے مصنف خویشگی کے جو حالات پیش کیے گئے ہیں۔ اس کے مآخذ کے سلسلے میں فاضل مقالہ نگار نے فرمایا کہ اس کے دو مآخذ ہیں، ایک اقبال مجددی کی کتاب اور دوسرا خود مخطوطہ۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ نظامی صاحب نے یہ جملہ کہاں سے لیا ہے "شیخ عبدالرحمن زیج، شیخ محی الدین ابن عربی کے تصانیف کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ تیس سال تک شب و روز فتوحات مکیہ، فصوص الحکم ان کے غور و فکر کا مرکز رہی تھی"۔

● جواب: یہ تو ہر تذکرہ میں مل جاتا ہے۔

● ڈاکٹر عابد رضا بیدار: میری حقیر رائے یہ ہے کہ یا اس مصنف پر ڈال دیا جائے، جس نے ایسا جملہ لکھا ہے ورنہ آپ پر اس کی ساری ذمہ داری ہوگی۔

● جواب: میں اسکو Defend کر سکتا ہوں۔ جہاں تک شیخ اکبر کی کتابوں کا تعلق ہے ہندوستان کے اندر شیخ علی مہائمی سے لیکر جو گجرات میں تھے اور شیخ علی ہمدانی اور بنگال میں بھی کچھ لوگ۔ یہ لوگ ایسے تھے جنکو ان تصانیف سے اسقدر دلچسپی تھی کہ شب

روز فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ ان کے مطالعے میں رہتی تھی۔ شاہ محب اللہ الہ آبادی کا تو یہ عالم تھا کہ انھوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں وہ سب اسی پر لکھی ہیں اور مقصد یہ ہے کہ جب کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص شب و روز قرآن کے مطالعے میں مصروف ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تمام اور چیزوں کو ثانوی حیثیت دینے کے بعد اس کو مرکزی چیز بنا لیا۔ چنانچہ کوئی شخص تیس سال تک اس طریقے سے کرتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ نے ایک زمانے میں درس و تدریس کا کام کیا لیکن اخیر میں علیحدہ بیٹھ کر بالکل اپنی کتابوں میں لگ گئے تھے۔ یہ تو ہوتا ہے کہ مصنف کے اوپر مختلف دور ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر کی کتابوں کا مطالعہ اتنا مشکل کام تھا کہ اس کے لیے۔۔ نیز یہ کہ شروع دور میں ان کتابوں کی جو شرحیں لکھی گئیں وہ عربی میں لکھی گئیں۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر رہیں۔ لیکن اس کے بعد جب فارسی کی شرحیں شروع ہوئیں تو وہ عبدالقدوس گنگوہی کے زمانے سے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ سے انا الحق کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اگر اس پورے Conflict کو پڑھایا جائے تو یہ بڑا دلچسپ ہے۔ اسلیے کہ یہ برزنجی سے Influenced ہے۔ برزنجی نے مجدد صاحب کے خلاف جو تحریک شروع کی تھی۔ وہ پوری Consolidate کر دیتا ہے۔ خویشگی کو Consolidate کرنے کے لیے ضروری تھا کہ وحدۃ الوجود کے جتنے مبلغ ہیں ہندوستان میں ان سب سے اس کا رابطہ قائم ہو۔ مسعود بک کا سب سے عمدہ حال اسی "معارج الولایت" میں ہے۔ کسی کا ہاتھ ان کتابوں تک نہیں پہنچا ہے جہاں اس کا ہاتھ پہنچ گیا ہے۔ اس میں اخوند درویزہ کے حالات اور ان کی کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے چونکہ مصنف "قصوری" کا تھا اور وہ بھی خویشگی۔ خویشگی بھی افغانستان کا ایک قبیلہ ہے اس لیے افغانوں کے متعلق وہ کافی Sym pathetic رویہ اپناتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ (مصنف) ہندی کا بھی عالم ہے اس لیے کبیر اور جائسی وغیرہ کی کتابوں پر جو اپنی رائے دیتا ہے اس سے اس کی ہندی کی معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ بھگتی Saints کا زمانہ ہے۔ اس کے اثرات بھی مصنف پر معلوم ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کے جو استاد ہیں اس میں وہ مسلمانوں کا ذکر کرتا ہے۔ مثلاً میں نے بتایا ہے کہ وہ شیخ تقی کا ذکر کرتا ہے جو کبیر کے استاد اور پیر تھے۔

جہاں تک وحدۃ الوجود کے قائل ہونے سے ہی اسکی ساری فکر بنی ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ جو وحدۃ الوجود کے مبلغ رہے ہیں انھوں نے پوری پوری عمریں گزار دی ہیں۔ شاہ عبدالرحمٰن موحد کا ذکر کیا تھا۔ ان کی پوری عمر اسی میں گزر گئی تھی۔

جناب شبیر احمد خاں غوری

تسویہ شیخ محب اللہ الہ آبادی کی شروح و جروح

مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے مولانا عبدالحی کلکشن میں تصوف کے کوئی سات رسالوں کا ایک مجموعہ ہے (نمبر تصوف ۱۴۸ لغایت ۱۵۴) متنی تنقید (Textual Criticism) کی رو سے مستند اور قابلِ اعتماد سمجھے جانے کے لیے مجموعوں اور رسالوں کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ کسی جلیل القدر عالم کے مطالعہ میں رہ چکا ہو اور یہ مجموعہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے پیشِ نظر رہا ہے، چنانچہ شروع کے سادہ ورق پر ان کی یہ تحریر ملتی ہے۔

"فی تصرف ابی الحسنات محمد عبدالحی اللکنوی ابن مولانا محمد عبدالحلیم۔ المرقوم ۱۲۹۱ھ"

مولانا عبدالحیؒ کے پیشِ نظر رہنے کے باوجود اس سے استفادہ پتھر سے تیل نکالنے سے کم مشکل نہیں ہے۔ کتابت انتہائی سقیم اور کم از کم اس کم سواد کے لیے عسیر القراءۃ ہے۔ پھر بھی بمصداق مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ میں مقدور بھر ان رسائل کا مختصر تعارف کرا رہا ہوں۔ وباللہ التوفیق:

۱۔ ان میں سے تیسرا رسالہ (نمبر ۱۵۰) شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ کا "رسالہ تسویہ" ہے۔ ان کی عظمت کا مسلم ہے۔ تصوف کے اسرار و رموز کی توضیح میں دستگاہِ عالی کی بنا پر وہ "ابن عربی ثانی" کہے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کی شخصیت متنازعہ فیہ ہے چنانچہ مولانا عبدالحی حسنی نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:

"الشیخ العالم الکبیر العلامۃ محب اللہ ..... وتفرق الناس فیہ الی فرقتین فمنہم من یقول انہ کان صوفیا کبیرا صاحب المعارف الصحیحۃ والمواجید الصادقۃ ومنہم من یقول انہ کان عارفا بالکتب الفلسفیۃ حتی وقع کلامہ فی اودیۃ الزندقۃ والالحاد ومنہم من یقول انہ کان تحت الاقفال"

مگر یہی اختلافِ آراء ان کی بزرگی اور عظمتِ فکر کی دلیل ہے۔

تسویہ کے نسخے مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں بلکہ اس کی بعض شروح طبع بھی ہو چکی ہیں۔ اس لیے مرقوم الصدر تبصرہ غیر ضروری تھا مگر چونکہ یہ رسالہ باقی رسائل کا "ردّاً" و "قبولاً" متن ہے اور ان کے مصنفین کی تشریحی اور تنقیدی سرگرمیاں اسی محور کے گرد حرکت کرتی ہیں اس لیے اس کا اجمالی تعارف مستحسن تھا۔ زیرِ نظر مجموعہ کے اس رسالہ میں چار اوراق ہیں۔

پہلا اور دوسرا رسالہ تسویہ کی شروح ہیں۔ دونوں کے آخر میں ترقیمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی

کتابت ۱۱۳۲ھ میں ہوئی تھی۔ کاتب یا ممکن ہے مصنف اگر یہ ان کی خود نوشت تصانیف ہیں، کا نام رکن الدین ابن السید عبداللہ ہے۔

۲۔ پہلے رسالہ (نمبر ۵۶۸/پ) کے آخر میں حسب ذیل ترقیمہ ہے:

"تمت الرسالة المتعلقة برسالة التسوية من شيخ المحقق طالب الدقائق الشيخ محب الله الہ آبادی يوم الاربعاء الاول الثاني عشر شهر شوال سنه ثلاث عشرة من جلوس محمد شاه الغازي بخط الفقير ... ابن السيد عبدالله"

عقیدۂ رکن الدین" اس رسالہ میں نو اوراق ہیں۔ حمد و نعت کے بعد ایک اصولی نکتہ بیان کیا ہے کہ "[illegible]" حتی المقدور قائل کے قول کو نیک محمل پر محمول کرنے کی کوشش کی جائے الا یہ کہ اس کی بدباطنی بے نقاب ہو جائے اور اسے وجہ صواب تک نہ لوٹایا جا سکے۔ شیخ الہ آبادیؒ کے رسالہ التسویہ کی کچھ ایسی کیفیت ہے کہ ان کے عقیدت مند اس پر نکیر و گرفت کرتے ہیں، ان کے منکرین اس سے حجت پکڑتے ہیں اور جو لوگ خالی الذہن ہیں وہ اس سے تشویش خاطر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے میں نے ان اقوال کی توجیہ اس انداز سے کی ہے کہ ان کے کلام کو نیک محمل پر محمول کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے کبھی اس بات کا یقین نہیں تھا کہ صاحب کلام میری اس تاویل سے راضی ہو جائے اور نہ ہی ظاہر کلام کے قبول کرنے پر اعتماد کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"لما علمت ان متن الشرح الرضي الامتثال هو حسن الظن بالرجال وحمل كلامهم على الوجه الصحيح والصواب ما لم ينكشفوا عن سوء حالهم النقاب وكان مما علم ان الصحف حجاب وان رسالة التسوية للشيخ المدقق الہ آبادی زيد مجده في مراتب اقوال العالي قد وقعت بحيث يستنكرها المعتقد الشريف ويتمسك بها المنكر ولا يفهم معانيها من هو خالي الذهن ثم ينكره۔ فعلى هذا وقد التوجيه الحمل لكلامه على حسن محمل بقدر ما مع عدم وثوق برضا صاحب الكلام والاعتماد على قبول ظاهر كلامه"

پھر انھوں نے منطقیوں کے انداز میں وجود کے معانی ثلثہ کی توضیح کی ہے۔ بعد ازاں "تسویہ" کی لفظاً لفظاً شرح کی ہے۔

۳۔ دوسرے رسالہ (نمبر ۵۶۹/پ) کے آخر میں جو ترقیمہ ہے وہ اس طرح ہے:

"تمت الرسالة المتعلقة بالتسوية للشيخ محب الله الہ آبادی بيد الفقير ... ابن السيد عبدالله ركن الدين"

رسالہ میں پچیس اوراق ہیں۔ کوئی دیباچہ نہیں ہے اور فوراً "الحمد لمن وجد بذاته وجد" کی شرح سے رسالہ کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ تو یقینی امر ہے کہ دونوں رسالے ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں، مگر مصنفوں کی شخصیت پردۂ خفا میں ہے۔

اس باب میں جو چیز کاتب اور مصنف کی عینیت کے مفروضہ کی صحت میں قادح ہے یہ ہے کہ دونوں رسالوں کا انداز توجیہ مختلف ہے۔ پہلے رسالہ میں یہ انداز بتایا گیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے گا قائل کے اقوال کو نیک محمل پر محمول کیا جائے گا، مگر دوسرے رسالہ

میں وہ بعض اوقات ماتن کے اقوال پر کھلی ہوئی نکتہ چینی فرماتے ہیں شیخ محب اللہ الہ آبادی کے قول:

"لہ انما کانت حقیقۃ من الحقائق۔ فصاحب الوجود من الموجودات کما قال الشیخ العربی فی النص العیسوی

ولولا دودہ یا اللہ کما فی الذی کما"

کی شرح کرنے کے بعد بایں طور تبصرہ فرماتے ہیں:

"ولیصنف دعی مذہبا اخر مذہب الحکماء والو مذہب المتکلمین والو مذہب الصوفیہ۔ وان کان فی التمسک

ببعض اقوال الشیخ ابن العربی فی بعض المقالات وتشنیع وان کان یذہب الی وحدۃ الجواہر لکنہ لابصوت علاء

التمثیلات الضعیفۃ الی الکفر العام المحض الذی لیس فیہ رائحۃ الایمان اصلا۔ اعلی مذہب العقلاء وعلی مذہب

العرفاء واعاذنا اللہ عن سوء الظن باللہ"

۴۔ چوتھا رسالہ ملا محمود جونپوری کا "حرز الایمان" ہے جو شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ کے رسالہ تسویہ کے رد و ابطال میں ہے۔ ملا محمود کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے' ان کا "شمس بازغہ" "مسلم ہندوستان کی فلسفیانہ تفکیر کی شمس اعلی" سمجھا جاتا ہے۔ اس فلسفیانہ عبقریت سے قطع نظر انھیں اپنے موضوع (وحدت الوجود کے رد و ابطال) پر قدرت تامہ حاصل تھی۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی جن کا علم و فضل محتاج بیان نہیں ہے اور جو کسی بھی مناظرے میں کسی حریف سے نہیں ہارے" اگر ہارے تو ملا محمود جونپوری سے اسی مسئلہ وحدت الوجود پر مناظرے میں اور حسب روایت امام الدین ریاضی انھوں نے بکمال فراخدلی اس کا یہ کہہ کر اعتراف کیا کہ "حدیث است ستارہ وبود سخن را چناں بست کہ سخن دیگراں در پیش او مستانہ تنگ عنکبوت است" ایک غیر معلوم الاسم راوی نے رسالہ کی روایت کی ہے اور سند میں انھیں انتہائی شاندار الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا ہے۔

"قال مخدومنا ومولانا افضل المتاخرین احسن المتبحرین جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول وارث علوم الانبیاء والمرسلین الواصل بفضل اللہ ولطفہ الی حق الیقین مولانا العلماء سید الفضلاء قدوۃ العوام المحققین خصصہ اللہ من العلم بالجمع بین کرامات الدنیا والعراء لسعادات الکونین"

اس سند سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب نے یہ رسالہ اس وقت لکھا تھا جب ان کی عمر مشکل سے اٹھارہ سال تھی:

"وھو فی سن ثمانی عشر ومعقلا"

اس رسالہ کی ابتدا حمد و نعت سے ہوتی ہے مگر ایک نرالے انداز میں:

"نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ نصلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ"

الاطہار واصحابہ الاخیار:

پھر فسادِ زمانہ کا شکوہ ہے جس کا اختتام علماء سوء کے ساتھ ساتھ بنگلا بھگت قسم کے پیروں کے سب وشتم پر ہوا ہے۔ نہ صرف اُن کی فکری بے راہ روی پر بلکہ ان کی اخلاقی کمزوریوں پر بھی:

"ان تأملت المتعمقين في الدراية والرواية رأيت أكثرهم الجهلاء عاكفين في حب التقليد هائمين في تيه الضلال وان تفتش عن المدعين للسعاية في الهداية وجدت اكثرهم الاشقية ... الزنادقة ... طرق الضلال ... العبودية ويدعي الالوهية تارة ويهمل الشريعة ... الاباحة اخرى يتكلم في حقائق التوحيد بامور ... ونفي نصا بتصريحه ... يستبشر ... المعصية ويستحسن ... الاوراق على الوجه ... الضلال ... الحالة ... العالي"

اگرچہ ملا صاحب نے تصریح نہیں کی مگر ظاہر ہے کہ ان کا روئے سخن کس کی جانب ہے، پانی وہیں مرے گا جہاں پر نشیب ہو۔

بعد ازاں رسالہ کی وجہِ تصنیف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے بعض مخلص احباب نے ان ملاحدہ اور زنادقہ کے اوہام وظنونِ فاسدہ کے رد میں ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی اور جب میں نے بعض وجوہ سے اپنی معذوری ظاہر کی تو انھوں نے اس بات پر محمول کیا کہ خود میں بھی ان عقائدِ فاسدہ کا معتقد ہوں۔ مجبوراً مجھے یہ رسالہ لکھنا پڑا جو چار حصوں میں منقسم ہے، تاصیل، تفصیل، حصر اور ختم۔

پیشِ نظر نسخہ کی سقیم اور عسیر القراءۃ کتابت ان اجزاءِ اربعہ کے محتویات کا خلاصہ دینے سے مانع ہے۔ جسے پڑھ ہی نہیں سکا، سمجھنے کا تو ذکر ہی کیا۔ اگر کوئی نسخہ مل گیا تو پھر ان شاء اللہ المستعان کسی اور صحبت میں اس فریضہ کو بھی انجام دوں گا۔

۵۔ ساتواں اور آخری رسالہ (۳۲ب - ۵۱) رسالہ "تسویہ" پر خواجہ خوردؒ کی شرح ہے، اس کا نام "القول السدید" ہے جس میں ۱۹ اوراق ہیں۔ امام رازی نے شیخ بو علی سینا کے "الاشارات والتنبیہات" کی جو شرح لکھی تھی وہ "شرح" سے زیادہ "جرح" کی مستحق ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت خواجہ خوردؒ کے "القول السدید شرح تسویہ" کی ہے۔ بایں ہمہ انھوں نے سنجیدگی اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ علمائے راسخین فی العلم کی جماعت سے تعلق رکھنے کے ناطے تسویہ میں مذکور بعض اقوال سے ان کا کھٹکنا فطری تھا اور انھوں نے ان پر تعقب کیا ہے۔ اور ان تعقبات سے شیخ محب اللہ کے عقیدت مندوں کا برافروختہ ہونا بھی اتنا ہی فطری تھا۔

شیخ محب اللہؒ نے "تسویہ" کا اختتام قرآن حکیم کی آیات کریمہ پر کیا۔ خواجہ صاحب نے ان کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے۔

"لا يخفى على المتتبع من ذكر هذه الكريمات في مقام التعريض ... الحق ... في الرسالة

والانحصار وجود الحق في وجود العالم خلافه تعقيب ... بل الحق نفسه حتى الله منه؛

ظاہر ہے عینیت حق و عالم اور وجود معبود کا عالم میں انحصار جو قدیم یونانی فلسفیانہ فکر میں رواقیہ یا Stoics کا مذہب رہا تھا نیز اس قسم کے مبتدعات جن کا ایک اجمالی گوشوارہ مولانا عبدالحی حسنیؒ نے نزہۃ الخواطر میں شیخ علی اکبر حسینی مودودی سے نقل کیا ہے اس قسم کے اقوال ہیں جن سے ذمہ داران شریعت کا بیزار و متنفر ہو جانا فطری تھا۔ خواجہ خوردؒ کو بھی اپنی اس شرعی ذمہ داری کا احساس تھا۔ اس لیے اس خلوص و وداد کے باوجود جو انہیں شیخ محب اللہ کے ساتھ تھی محض مسترشدین و طلاب ہدایت کے تحفظ کے لیے یہ شرح لکھی۔ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر انھیں یہ رسالہ شیخ محب اللہ کی زندگی ہی میں مل جاتے تو وہ ان تعقیبات کو انھیں بھیج کر ان کی وضاحت پر متنبہ فرماتے۔

"واللہ انی لمن ان احب ان لو علیبین الاحالۃ الصالحۃ واوضاعۃ الحسنۃ ولکن لا ارضی بہذا التصنیف منہ حتی وصل الی بعد وفاتہ ولو وصل الی فی ایام حیاتہ لارسلت الیہ ما یحذوہ فی تحقیق جہۃ الشناعات وقوت تفاصیل التصانیف مما لا طاقۃ فی الغیبۃ تقبیلہ"

اس نکیر و گرفت نے شیخ محب اللہ کے عقیدت مندوں میں جو ردعمل پیدا کیا اس کی شدت ظاہر ہے۔ انھیں آتش بیان غالی عقیدت مندوں میں ایک صاحب شیخ حبیب اللہ ساکن پٹنہ تھے۔ انھوں نے "القول السدید" کا رد لکھا۔ اسی طرح انھوں نے ملا محمود جونپوری کے رسالہ "حرز الایمان" کا رد لکھا جس پر اس مجموعہ کا پانچواں رسالہ مشتمل ہے۔ مصنف نے اس کا کوئی نام نہیں رکھا مگر کاتب نے اسے "رسالہ شیخ حبیب اللہ ساکن پٹنہ در رد حرز الایمان" کا عنوان دیا ہے۔ اس کا نمبر ہے تصوف ۱۴۲/۱۳۵ اور اس میں ۷ اوراق ہیں۔ ناقد نکتہ چین کے انداز تنقید و تردید کی نوعیت ذیل کے تعقیب سے معلوم ہوگی۔ ملا محمود نے "کشف حال و حل سر" کے زیر عنوان لکھا تھا:

"وافتقار الماہیات الی الجاعل یفیض نفس الماہیۃ"

یہ وہی مذہب ہے جسے سلم العلوم کے شارحین نے جاعل "الکلیات والجزئیات" کی توضیح میں قول مختار بتایا ہے یعنی جاعل محض ماہیت کو وجود سے متصف نہیں کرتا بلکہ خود اس نفس ماہیت کو بھی جعل فرماتا ہے۔ مزید توضیح موضوع سے دور لے جائے گی۔ اس سے شیخ حبیب اللہ چراغ پا ہو جاتے ہیں اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"اے او جاعل کے نفس ماہیت کو فیض بخشی کا کیا مطلب ہے اگر تیری یہ مراد ہے کہ جاعل متجلی ہوتا ہے اور نزول

فرماتا ہے جیسا کہ ارباب شہود کا مسلک ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور جو ان کی کتابوں میں مقرر ہو چکا ہے تو پھر یہ ماہیت مجعول جاعل ہے نہ کہ اس کی غیر اور اس وقت وہ بات ثابت نہیں ہوتی جس کا تو نے قصد کیا تھا۔

" اور اگر تیری یہ مراد ہے کہ جاعل نے ماہیت کو ابداع فرمایا اور عدم سے وجود میں اختراع فرمایا اس معنی کر کہ وہ لاشے محض اور نفی خالص تھی ۔ ۔ ۔ اور اسے لاشی محض سے وجود میں لایا اور عدم صرف سے اس کے نفس کو جعل کیا ۔ ۔ ۔ تو یہ بالکل بے معنی بات ہے اور سلامتی طبع اسے قبول نہیں کرتی ۔ اس کے ساتھ یہ ایسی شق ہے جس کے عرفاء اور ارباب مشاہدہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہیں ۔ ۔ ۔ ان ارباب شہود کا مسلک تو یہ ہے کہ عدم صرف جس کا کوئی ثبوت نہ ہو اس کا تو ظاہر میں وجود ہی محال ہونا ممکن ہے ۔ ان عرفاء ارباب شہود کا کہنا تو یہ ہے کہ وہ امر جسے اہل ظاہر ایجاد کہتے ہیں، وہ نہیں ہے مگر صرف ان حقائق کا اظہار جن کی عین حقیقت پہلے ہی ثابت تھی اور کسی ظاہر کرنے والے کا ظاہر کرنا بھی نہیں بلکہ خود ان حقائق کا ظاہر ہو جانا ہے اور وہ امر جسے اہل ظاہر اعدام کہتے ہیں وہ جاعل کا ان حقائق کو چھپا دینا ہے بلکہ خود ان حقائق کا چھپ جانا ہے۔

اس سے زیادہ آتش بیانی سے انھوں نے خواجہ خوردؒ کے خلاف کام لیا ہے ۔ اس کا اظہار اس مجموعے کے چھٹے رسالہ میں ہوا ہے جس کا نمبر ہے تصوف 5/12 ش ۔ اس میں ۱۶ ورق ہیں ۔ اس کا بھی کوئی نام نہیں ہے ۔ صرف سر ورق پر اتنا لکھا ہے :

رسالہ شیخ محب اللہ ساکن بہشند در بار شرح تسویہ خواجہ خورد۔

اس کے آخر میں محب اللہ صاحب نے جس انداز طعن و تشنیع کا اظہار کیا ہے اسے کسی طور پر بھی مناسب نہیں کہا جا سکتا۔ خواجہ خوردؒ کے تنقیدی افادات کے بارے میں دو رائیں ہو سکتی ہیں مگر ان کا زہد و اتقا اور ان کی ثقاہت مسلم ہے۔ انھوں نے شیخ محب اللہ کے افکار و افادات پر جو گرفت کی وہ ان کے تصلب فی الدین کا مقتضا تھی اور اگر انھوں نے یہ لکھا کہ " واللہ انی لمن الناصحین لہ " تو اس اظہار نصیحۃ الصالحین کو حماقت بتانا والعیاذ باللہ انتہائی غیر ذمہ دارانہ جسارت ہے اور ان کی اس قسم کو جو ان کے خلوص نیت کی مؤکد تھی شیطان لعین کی اس قسم کے مماثل قرار دینا جو اس نے حضرت آدم و حضرت حوا کو حکم الٰہی لا تقربا ہذہ الشجرۃ کی خلاف ورزی پر اکسانے کے لیے کھائی تھی کہ:

" فوسوس لهما الشيطن ليبدي لهما ما وري عنهما من سوأتهما وقال ما نهكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخلدين وقاسمهما اني لكما لمن النصحين فدلهما بغرور "

انتہائی دریدہ دہنی ہو سکتی ہے ۔ اور پھر اس پر بس نہیں کیا بلکہ یہ شیخ کے اقوال نکیر و گرفت کے عذاب کی پیشگوئی ہے کہ جس طرح شیطان ابلیس نے حضرت آدم و حضرت حوا کو حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرنے پر قسم کھا کر اکسایا تھا ،

مصنف قول سدید بھی بھولے بھالے عقیدت مندوں کو "عینیت حق بالعالم" کے عقیدے سے بچے شیخ محب اللہ نے
متعدد آیات کریمہ سے ثابت کیا ہے کہ شیطان ابلیس کی طرح گمراہ کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"لا يخفى على من تأمل في ذلك بعين التحقيق .... [illegible] الشيخ محب الله [illegible] الذين الناصرين للمعتقد من مقالة
ابليس [illegible] [illegible] الشيخ محب الله [illegible] في حق الخطا
[illegible] ان [illegible] ... والرد في القول الحق المبين [illegible] ابليس [illegible] عليه
[illegible] الحق وتكذيب الصادق [illegible] والله الحق اليقين۔"

یہ انداز طعن و تشنیع ممکن ہے دین دار علما کو زیب دے تو زیب دے لیکن کم از کم مشائخ کے لیے کسی طرح مستحسن نہیں
ہو سکتا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

●●

پروفیسر حکیم سید ظل الرحمٰن
[illegible]
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حلوای ظہور اور چند دیگر مخطوطات

راقم الحروف کے ذاتی ذخیرہ میں تصوف کے ۲۸ مخطوطات محفوظ ہیں۔ ان میں افضل الفوائد ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاؒ، مکتوبہ ۱۷ محرم ۱۲۸۸ھ۔ لوائح عبدالرحمٰن جامی، قصیدہ منصور حلاج۔ قصیدہ شیخ فرید الدین عطار ترقیمہ کے مطابق قصیدۂ منصور حضرت شاہ محمد یونس (سجادہ) نے ۲۰ جمادی الاول ۱۹۲۳ھ/۱۸۰۷ء میں بمقام بدیوان متصل کالوشڈ ریاست الور نقل کیا ہے اور قصیدہ عطار ان کے والد گرامی حضرت شاہ محمد شعیبؒ کے حسب ارشاد ۱۰ ذی قعدہ ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء کو نقل کیا گیا ہے۔ رسالہ وجودیہ از گفتار شیخ فرید الدین عطار، مکاتیب بہ ترتیب ہم۔ مکاتیب تصوف ۱۸ مکتوب ہیں جو مولانا مظفر کے نام ہیں، اس کی کتابت محمد علی نے ۱۶ رجب ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء کو احمد نگر میں برائے حافظ جلال الدین کی ہے۔ اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث، مکتوبہ ۲۲ ربیع الاول یکشنبہ ۲ جلوس محمد شاہ مطابق ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء۔ رسالہ در تصوف یا علوم الاسم اور تصوف کے مسائل وحدۃ الشہود وغیرہ پر ایک مختصر رسالہ کے علاوہ درج ذیل اہم ترین مخطوطات ہیں۔ جن کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

حلوای ظہور

حلوای ظہور، فارسی زبان میں شاہ ظہور محمد بن فتح محمد حسینی الہ آبادی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ جسے ان کے مرید شاہ نور محمد عرف شیخ نادر علی بن شیخ فیض اللہ ساکن عالم نگر لکھنؤ نے اپنے پیر کی وفات کے بعد ۸ جلوس احمد شاہ (مطابق ۱۱۶۵ھ) میں شروع کر کے سنہ جلوس احمد شاہ ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۲ء کو مکمل کیا ہے۔ اس کی ترتیب کے لیے مولف نے کسی تحریری یادداشت وغیرہ سے مدد نہیں لی ہے۔ بلکہ جیسا کہ کتاب کے آخری ورق میں تصریح موجود ہے یہ مجموعہ تمام تر شیخ نور محمد نے اپنے حافظہ کی مدد سے مرتب کیا ہے۔

پیش نظر نسخہ نستعلیق شکستہ آمیز ناہموار خط میں لکھا گیا ہے۔ سال کتابت بروز پنجشنبہ ۵ ذی الحجہ ۵ جلوس عالمگیر ثانی اور کاتب کا نام سیف الدین ولد شاہ محمد ہے۔ کتاب کے آخر میں مولف کا ترقیمہ کاتب نے بعینہٖ نقل کیا ہے جس سے یہ سمجھنا بعید از عقل نہ ہوگا کہ کاتب نے جس نسخہ سے نقل حاصل کیا ہے وہ بظاہر نسخۂ مولف ہی تھا۔ نسخہ میں جا بجا کتابت کی اغلاط کاتب کے کم خواندہ ہونے کی غمازی کرتی ہیں۔ مولف کی عبارات سے بھی یہ اشارہ ملتا

ہے کہ وہ بھی کم سواد شخص تھا۔

مؤلف کے بارے میں اس کتاب سے کچھ نہیں معلوم ہوتا سوائے اس کے کہ وہ صاحب ملفوظات شیخ ظہور محمد کا ایک عقیدت مند مرید ہے۔ البتہ شیخ ظہور محمد کے بارے میں کہیں کہیں ذکر ملتا ہے۔ پوری کتاب کی ورق گردانی کے بعد جو حالات ملتے ہیں انھیں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

شاہ ظہور محمد کے پدر بزرگوار شاہ فتح محمد الٰہ آبادی رسول پوری بھی بڑے پایے کے صوفی تھے۔ ان کا خاص وصف توکل تھا۔ اپنے مریدوں اور فرزندوں کو بھی وہ اسی کی تعلیم دیتے رہے اور انھیں طلب دنیا سے روکتے رہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ شاہ ظہور محمد نے ارشاد فرمایا کہ:

"اس فقیر نے سات آٹھ ماہ سپاہ گری کا پیشہ بھی کیا ہے۔ میں ایک امیر کی سرکار میں نوکر تھا اور میرے پاس دو تین گھوڑے بھی تھے۔ وہ امیر میری بہت عزت کرتا تھا۔ اس کے مصاحبین اور بخشی بھی مجھ سے اخلاص و محبت سے پیش آتے تھے۔ مدت مذکورہ یعنی سات آٹھ ماہ بعد حضرت پیر و مرشد (شیخ فتح محمد) نے ایک خط مجھے بلانے کے لیے لکھا اور اپنے قلمدان میں رکھ دیا کیوں کہ کوئی شخص موجود نہ تھا جس کے ذریعہ مجھ تک وہ خط روانہ کیا جاتا۔ لیکن والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ میں نے اسے بلایا ہے اور غالباً دو تین روز میں آجائے گا۔ اسی روز ان کی ملاقات کا شوق میرے دل پر غالب ہوگیا اور یہ شوق اس حد تک بڑھا کہ امیر مذکور، اس کے بخشی اور مصاحبوں کے بے حد اصرار کے باوجود میں وہاں نہ ٹھہرا اور نوکری چھوڑ کر گھر چلا آیا۔ حضرت نے بے انتہا شفقت فرمائی اور وہ خط قلمدان سے نکال کر مجھے دیا اور یہ واقعہ بیان کیا۔ اس کے بعد علی الصباح میرے گھوڑے ایک شخص کے حوالے کر دیے کہ نخاس لے جائے اور جس قیمت پر بھی فروخت ہوسکیں فوراً بیچ کر چلا آئے۔ اور فقیر سے فرمایا کہ چند روز تم یاد خدا میں مشغول رہو اور تصوف کے اشغال مجھ سے سیکھ لو۔ اس کے بعد اگر تم چاہوگے تو اس کام کے لیے میں تم کو دوسرے گھوڑے خرید کر دے دوں گا۔ فقیر مجبور ہوکر خاموش ہوگیا۔ ان کے فرمانے کے مطابق دس روز تک اعتکاف میں بیٹھا اور تمام اذکار و اشغال سیکھے۔ اعتکاف سے نکلنے پر انھوں نے خرقہ عنایت فرمایا جس کو فقیر نے فوراً پہن لیا۔..." (ص ۱۶۹-۱۷۰)

شیخ فتح محمد کی صفت ترک و توکل پر ذیل کے واقعہ سے بھی روشنی پڑتی ہے۔ شیخ ظہور محمد نے فرمایا جب حضرت پیر و مرشد شیخ فتح محمد نے دنیا کو ترک کرکے یاد الٰہی شروع کی تو والدہ صاحبہ سے فرمایا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو تم بھی اسباب دنیا کو چھوڑ دو، موٹا کپڑا اور سوکھی روٹی اختیار کرو۔ اور یہ پسند نہ ہو تو اپنی اولاد کو لے کر علیحدہ رہو تمہاری اولاد تمہاری خدمت کرے گی۔ والدہ صاحبہ نے بھی دنیا کو ترک کرکے اسی وقت موٹے کپڑے کا لباس پہن

لیا اور ان کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ کچھ مدت کے بعد گھر میں آگ لگ گئی اور جو کچھ بچا تھا وہ آگ کی نذر ہو گیا۔ حضرت
پیر و مرشد نے سجدہ شکر ادا کر کے فرمایا کہ خدا کے فضل سے اب پورے طور پر ترک دنیا حاصل ہو گیا۔ (ص ۳۰)

شاہ ظہور کی تاریخ ولادت اور تعلیم وغیرہ کے بارے میں کتاب خاموش ہے۔ البتہ ان کے دہلی اور اجمیر وغیرہ
کے بعض سفروں کا ذکر ہے۔ مثلاً صفحہ ۳۳ تا ۳۴ پر یہ واقعہ ملتا ہے۔

"فقیر ترک دنیا کرنے کے بعد تلاش معاش کے لیے دہلی گیا تھا۔ وہاں کے اکثر امرا میرے معتقد ہو گئے تھے
اور میرے ساتھ بہت زیادہ نشست و برخاست رکھتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد کا رقعہ پہنچا جس میں تحریر تھا کہ عزیز من
اہل دنیا کی صحبت سم قاتل ہے۔ فوراً اجمیر پہنچ کر حضرت خواجہ کی زیارت کے بعد یہاں واپس آؤ۔ فقیر نے رقعہ پڑھتے
ہی اجمیر جانے کا ارادہ کر لیا اور لوگوں کے روکنے کے باوجود پیدل اجمیر کی طرف چل دیا۔ راستہ میں بہت تکلیف
اور رنج برداشت کرنا پڑا۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ ہر منزل پر ٹھہرنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن جب صبح ہوتی تھی تو
حضرت خواجہ کی توجہ سے پھر قوت بحال ہو جاتی تھی۔ اور میں پھر آگے چل پڑتا تھا۔ بالآخر اجمیر پہنچ کر زیارت کی۔
ریاضت و اذکار و اشغال میں مشغول ہوا اور خواجہ اجمیری کی توجہ سے بہت کچھ فیض حاصل کیا۔۔۔۔ تین ماہ اجمیر
میں قیام کے بعد وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا۔ اجمیر میں ایک مالدار شخص تھا جو وہاں کے دوسرے سب لوگوں کے
بعد مجھ سے وابستہ ہوا تھا اس کو میرے اس ارادہ سے بہت رنج ہوا۔ ادھر میں نے ارادہ کیا کہ صبح وطن مراجعت
کروں۔ ادھر اس عزیز نے رات کو حضرت خواجہ سے کہا کہ حضرت بڑی تلاش کے بعد ایک باکمال درویش سے ملا
ہوا تھا، وہ بھی کل رخصت ہو جائے گا اور میں ناقص رہ جاؤں گا۔ اسی وقت اس نے حضرت خواجہ کو خواب
میں یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ میں نے ابھی اسے رخصت نہیں کیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص تو اطمینان سے سو رہا
اور میں روانہ ہوا۔ لیکن جیسے ہی شہر سے باہر نکلا کچھ بدشگونی پیش آگئی۔ لوگوں نے کہا آج نہ جائیے۔ فقیر نے ان کی بات
نہ سنی اور چل پڑا۔ جب دو کوس کا فاصلہ طے کر چکا تو سواری کی دونوں رکابیں الگ ہو گئیں اور دوسری جانب سے
آنے والے لوگوں نے بتایا کہ راہ میں خطرہ ہے۔ مجبوراً لوٹ گیا۔ ادھر وہ شخص جب سو کر اٹھا تو سیدھا میری قیام گاہ
پر آیا اور مجھے نہ پا کر بہت افسوس کیا اور کہا تعجب ہے کہ خواجہ نے مجھے بشارت دی تھی پیر صاحب چلے گئے اور
میں ملاقات سے بھی محروم رہ گیا۔ وہ اس افسوس میں تھا کہ میں دو کوس کی مسافت سے واپس پہنچا۔ اس کو اطلاع
ہوئی تو خوش خوش دوڑ کر آیا اور رات کے خواب کا قصہ سنایا۔ آخر فقیر تین ماہ مزید اجمیر میں مقیم رہا۔ پھر وطن آ کر پیر و مرشد
کی مسرت کا باعث ہوا۔ انھوں نے مجھ پر بہت توجہ فرمائی اور کہا کہ اب تم ترک دنیا میں پختہ ہو گئے کیونکہ دنیا کی

طلب کا خطرہ تم نے دل سے نکال دیا ہے۔" (ص ۴۲ تا ۴۴)

سفر دہلی کا ایک اور قصہ کتاب کے صفحہ ۱۳۱ پر تحریر ہے جس میں ہستی اور نیستی کے مفہوم پر مفصل بحث ہے۔ یہ بحث امجد علی خاں صدر الصدور دہلی کے مکان پر بعض دوسرے صوفیا کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ امجد علی خاں شاہ ظہور محمد کے معتقد تھے۔ پہلے سفر دہلی کی طرح یہ سفر بھی شیخ فتح محمد کی زندگی میں پیش آیا تھا اور مقصد صرف دہلی کی سیاحت تھا۔

ترک دنیا اور اختیار درویشی کے متعلق شاہ ظہور محمد کا بیان ہے کہ "میرے دل میں اس کا ذرا بھی شوق نہ تھا پیر و مرشد (شیخ فتح محمد) نے زبردستی مجھے دنیا سے الگ کیا اور میرے دل میں شوق پیدا کر کے مجھے عالم درویشی میں لائے۔ اور لذت فقر سے آشنا کیا۔" (ص ۱۷۱)

اوپر کی سطور میں ذکر آچکا ہے کہ شاہ ظہور محمد نے سپاہ گری کا پیشہ اختیار کیا تھا جسے ان کے والد نے جو ان کے پیر و مرشد بھی تھے چھڑا دیا تھا۔ اس کے بعد ذریعہ معاش کا معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ ان کی پریشاں حالی افلاس اور اس کے بعد خوش حالی اور بادشاہ وقت کے تعلقات کا پتہ ذیل کے واقعے سے چلتا ہے۔ بقول مولف شاہ ظہور محمد نے ارشاد فرمایا کہ:

حضرت پیر و مرشد نے اپنی وفات سے دو سال پہلے فقیر کو خرقہ سجادگی عنایت فرما دیا تھا اور مجھ کو اہل و عیال کے ہمراہ خانقاہ میں چھوڑ کر خود مع متعلقین دریائے گنگا کے پار اپنے آبائی وطن رسول پور جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ کبھی کبھی بطور مہمان تشریف لاتے تھے اور چند روز قیام کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ اس کی دکان ہے میں تو مہمان ہوں۔ ادھر اپنا حال یہ تھا کہ محض توکل پر کام چل رہا تھا۔ ایک پیسہ کی بھی مستقل آمدنی نہ تھی۔ کبھی کبھار اگر پیر و مرشد کو کچھ میسر ہوتا تھا تو فقیر کی خبر گیری کرتے تھے اور کبھی کبھی تین چار پیسے بھیجتے تھے۔ فقیر کو کبھی خشک روٹی کبھی جو کی روٹی نصیب ہوتی تھی۔ اور کبھی ہم سب صرف بے نمک کا ساگ کھاتے تھے۔ اکثر فاقہ ہوتا تھا دس سال تک مع متعلقین اسی طرح گزر بسر ہوتی تھی اور پیر و مرشد کی توجہ سے استقامت حاصل تھی۔ مدت مذکورہ کے بعد آں حضرت کی زبان کی تاثیر کے سبب اور خدا کے فضل سے نواب عمدۃ الملک امیر خاں مرحوم معتقد ہو گیا اور الہ آباد میں اپنے قیام کی مدت تک اکثر نذر و نیاز بھیجتا رہا...... جب وہ دہلی گیا تو فقیر کو بھی اپنے ساتھ دہلی لے گیا...... کچھ مدت کے بعد میں نے رخصت چاہی تو نواب نے کچھ روز مزید قیام کے لیے اصرار کیا۔ اور مجھے اطلاع کیے بغیر محمد شاہ بادشاہ سے میری خوب تعریف کر کے بادشاہ کو میرا مشتاق بنا دیا اور ملاقات کا وقت مقرر کرا دیا۔ مجھے اس امر کی کوئی خبر نہ تھی۔

میں نے چند روز بعد پھر رخصت کی اجازت کے لیے رقعہ لکھا۔ نواب نے جواب دیا کہ میں خود آرہا ہوں اور خود آکر فقیر کو محمد شاہ کے پاس لے جاکر ملازم رکھا دیا۔ بارہ سو روپیہ خرچ کے لیے مع ایک گاؤں بادشاہ سے درخواست کر کے مجھے دلائے۔ (ورق ۱۸۹ ب، ۱۹۰ الف)

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ظہور محمد کو آخر میں نوابوں اور خود بادشاہ کا تقرب حاصل ہو گیا تھا۔ اور جاگیر بھی مل گئی تھی۔ ان کے مریدوں میں میاں بدی (بدیع؟) اور میاں شرف الدین عظیم آبادی کے نام ملتے ہیں۔ کتاب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ ظہور محمد کے ایک صاحبزادہ علی امجد تھے جو شاہ ظہور محمد کی وفات کے تیسرے روز فقرا و امرا کے مجمع میں اپنے باپ کے جانشین تسلیم کیے گئے۔

شاہ ظہور محمد کی وفات ۴ شعبان ۱۱۶۵/۱۷۵۲ء کو واقع ہوئی۔ مولف نے اس کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

ظہور اللہ در ذات خدا شد	ولی کامل از یں عالم جدا شد
چہارم ماہ شعبان بود کیں غم	کہ گویا بر مریدان کربلا شد
چو پرسیدم ز ہاتف سال تعریف	ندا از غیب شد "نور خدا شد"

۱۱۶۵ھ

اس کتاب کو مرتب نے مندرجہ ذیل ۲۷ "بیان" (ابواب) پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ توبہ و استغفار ۲۔ مذمت دنیا ۳۔ ترک دنیا ۴۔ اسلام و ایمان و احسان از روی حدیث ۵۔ مذاہب ۶۔ اوصاف بیعت ۷۔ اوصاف پیر ۸۔ طریق بیعت ۹۔ خدمت و حضوری پیر ۱۰۔ آداب پیر ۱۱۔ یقین و اعتماد با پیر ۱۲۔ فوائد کہ از پیر بہ مرید می رسد ۱۳۔ احوال مرید ۱۴۔ اعمال ظاہر ۱۵۔ ادعیہ قضائی حاجات و تعویذات و رفع علل و بلیات ۱۶۔ اذکار و اشغال ۱۷۔ مجاہدہ و محاسبہ و نفی خاطر ۱۸۔ تصور برزخ ۱۹۔ معرفت دل و کشف قبور وغیرہ ۲۰۔ معرفت مراتب ذات و صفات و ظہور صفات و مشاہدۂ ذات ۲۱۔ عشق ۲۲۔ سماع ۲۳۔ شطحیات ۲۴۔ اوصاف درویش ۲۵۔ گذران فقرا ۲۶۔ قدری احوال بعضی از بزرگان ۲۷۔ متفرقات۔

جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے۔ کتاب کا مرتب چنداں خوش سواد نہیں معلوم ہوتا، تاہم اس نے از راہ عقیدت اپنے مرشد کے ملفوظات کا یہ مجموعہ ترتیب دے کر ہند فارسی صوفیانہ ذخیرہ میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ یہ مجموعہ جیسا کہ اس کے مضامین کی فہرست سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ایسے اکثر مضامین پر حاوی ہے جو بالعموم صوفیا کی تحریر و تقریر کا موضوع رہے ہیں۔ اس لحاظ سے تصوف کی کم کتابیں ایسی ہیں جو اس طرح جامع انداز میں ترتیب دی گئی ہوں۔

کتاب میں جابجا آیات قرآنیہ، احادیث قدسیہ، واقعات صوفیا سے استدلال کیا گیا ہے۔ لیکن طرز استدلال وہی ہے جو عام طور پر سادہ لوح صوفیا استعمال کرتے رہے ہیں۔ کہیں کہیں صاحب ملفوظات کے حوالے سے اس دور

کے بعض نوابین اور امراء کا ذکر آگیا ہے۔ جس سے اس عہد کے امراء کے کردار اور ان کے صوفیا سے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ مرتب لکھتا ہے کہ شاہ ظہور محمد نے ارشاد فرمایا کہ:

"دیوان حسن خاں کے گھر فجر کی نماز کے بعد کھانے کا قاعدہ تھا۔ اور شام کو دو روٹی اور دال لوگوں کو دی جاتی تھی۔ نواب صاحب خود بھی یہی کھاتے تھے۔ بعض دنوں میں کھانے کا وقت تہجد کے بعد مقرر ہوتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ دن میں صرف ایک مرتبہ زوال کے وقت کھانا کھاتے تھے۔ اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے تھے۔ اور تمام رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ در آں حالیکہ نواب صاحب کے گھر میں ہر وقت کھانا تیار رہتا تھا۔ اور جس وقت بھی کوئی درویش ان کے گھر پہنچتا تھا اس کو کھانا کھلاتے تھے۔ (ص ۲۳۳)

ملفوظات کی کتب میں بالعموم تاریخوں کا التزام ہوتا ہے۔ لیکن حلوائے ظہور میں نہ کہیں کسی واقعہ کی تاریخ مذکور ہے اور نہ ملفوظات کی تاریخیں ضبط کی گئی ہیں۔ البتہ ہر نئی بات لکھنے سے پہلے مرتب نے "ارشاد شد" کے الفاظ استعمال کیے ہیں جو اس طرح کی بعض دوسری کتب میں بھی ملتے ہیں۔ اور گو کہ مرتب نے ۲۰ عنوانات کے تحت ایک ایک موضوع سے متعلق اقوال یکجا لکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن پھر بھی کتاب کے بیانات منتشر ہیں۔ اور ایک موضوع کے ذیل میں دوسری غیر متعلق باتیں بھی شامل ہو گئی ہیں۔ کتاب کا اسلوب زبان و بیان اور معیار انیس الارواح اور راحت القلوب کے مرتبہ کو بہر حال نہیں پہنچتا اور بحیثیت مجموعی یہ ایک اوسط درجہ کا مجموعہ ملفوظات ہے۔ اور یہ بات اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ اس میں شاہ ظہور محمد کے اقوال سے زیادہ مرتب کتاب شاہ نور محمد کی خوش عقیدگی اور مضمون آفرینی کی کرشمہ کاریاں شامل ہیں۔ اور تصوف کی کتاب میں یہ بات نئی نہیں ہے۔

بظاہر یہ اس کتاب کا واحد نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ اور شاہ ظہور محمد کے سلسلے کے صوفیائے کرام کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ کتاب کا نام تاریخی "حلوائی ظہور" ہے۔ جس سے ۱۱۶۶ عدد برآمد ہوتے ہیں جو کتاب کی تالیف کے اختتام کا سال ہے۔ مرتب نے اس کو نظم میں اس طرح لکھا ہے۔

گشت ایں مضمون چوں حلوائی شیر ہر کہ بیند او شود روشن ضمیر
شد تمام الفاظ آنحضرت زنور گفت ہاتف سال او حلوا ظہور

مخطوطہ میں "حلوا ظہور" لکھا ہے۔ جو بظاہر کاتب کی بے توجہی کا نتیجہ ہے کیوں کہ اس صورت میں اس سے صرف ۱۱۵۶ عدد برآمد ہوں گے جب کہ مرتب کی تحریر کے مطابق ۱۱۶۶ھ میں یہ کتاب مکمل ہوئی ہے۔ غالباً مرتب نے یہ مصرعہ یوں لکھا ہوگا۔ "گفت ہاتف سال حلوائی ظہور"

صفحات کی تعداد ڈھائی سو ہے نسخہ پر راقم الحروف کے ایک بزرگ "رفیع الدین خاں" کی ۱۲۹۶ھ کی دو مہریں لگی ہوئی ہیں۔

باقر الانوار و مرادات الاسرار

دیباچہ سے ظاہر ہے کہ مولف رسالہ سید اکبر بن سید حامد قتال مشہور بزرگ سید باقر بن عثمان بخاری کے فیض یافتہ ہیں۔ جن کا تعلق مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت کی اولاد سے ہے۔ رسالہ سے سید باقر کی تصانیف جواہر البخاری، خمس الانوار اور جلالی کا پتہ ملتا ہے۔

یہ مجموعہ اللہ الصمد کی فضیلت میں ہے، جسے مولف نے برائے افادہ عام جمع کیا ہے، ۷ ابواب پر مشتمل اس مختصر فارسی رسالہ میں اسم اللہ الصمد پڑھنے کی مختلف ترکیبوں اور فضیلتوں کا بیان ہے۔ ان سے جو دینی دنیوی فوائد اور برکات ظہور میں آتے ہیں انہیں بھی درج کیا ہے۔ مثلاً اس کے پڑھنے سے جمال رسالت پناہ، کشف قبور، اجابت دعا، تسخیر خلائق اور دوسری حاجات حاصل ہوتی ہیں۔

اس رسالہ میں سید باقر کی کتاب باقر الانوار و اسرار الذات کا ذکر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید اکبر نے اپنے رسالہ کا نام اس سے مستعار لیا ہے۔ سنہ کتابت موجود نہیں ہے۔

مرآۃ العاشقین

محمد وفا کی اس تالیف سے مطلوب یہ ہے کہ طالب اپنی ذات کو خدا سے جدا نہ سمجھے۔ جوہر عشق اور خدا کی ذات میں فنائیت یہی عرفان ہے۔ ابلیس کو جوہر عقل حاصل تھا۔ اس نے حکم رب العزت سے انکار کیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ اگر اس کو عرفان حاصل ہوتا تو حضرت آدم میں اسے دوسرا دکھائی نہ دیتا۔ آیت نفخت فیہ من الروحی۔ یہ دو جوہر ہر آدمی میں موجود ہوتے ہیں۔ بعض غفلت سے فراموش کر دیتے ہیں اور بعض کو اس کے فضل سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ حضرت یعقوب کے اندر جوہر عشق موجود تھا۔ حضرت یوسف نے انھیں اپنے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ حضرت یعقوب اور ابلیس کے قصہ میں یہ فرق ظاہر ہے۔ اگر دل خودی کے غبار سے پاک ہے تو حقیقت آدم جاننے میں اسے دیر نہیں لگتی۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ عارفوں پر یہ عیاں ہے خلقت العالم لکم و خلقتکم لی پورے رسالہ میں یہی مضمون دلکش پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

صحائف المعرفت

ایک مقدمہ، تین صحیفہ، دس فصل اور دس وصل پر مشتمل ابو عبداللہ عبدالرزاق بن احمد نے اس رسالہ میں فردوس المواعظ، درس الشرایع، تفسیر حقائق جیسی کتابوں کے علاوہ ابو بکر شبلیؒ، خواجہ سری سقطی، ابو سعید، فضیل بن عیاض

جیسے مشائخ و اتقیا کے حوالے اور فرمودات پیش کیے ہیں۔

فرائض پنجگانہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد کے اہتمام، اصحاب مجاہدات کے طریقوں، توبہ، توکل، قناعت، صبر و رضا، آداب و شرائط ذکر، فضیلت صدقہ، طریق توجہ، مراقبہ، شرائط مرید وغیرہ موضوعات پر لکھا ہے۔ کتابت بروز جمعہ ۲۶ رمضان ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء۔

رسالہ تصوف

میر سید محمد عرف سید شمس الحق قادری دہلوی ابن سید عباد اللہ بلخی ابن سید یعقوب بلخی سلسلہ مارہرہ کے خلفاء میں ہیں۔ سلسلہ اس طرح ہے شمس الحق قادری عن شاہ محمد غوث عن سید شاہ آل احمد مارہروی (اچھے صاحب (۱۲۳۵-۱۱۶۰ھ) عن سید شاہ حمزہ مارہروی (۱۱۹۸-۱۱۳۱ھ) عن سید شاہ آل محمد مارہروی (۱۱۶۴-۱۱۱۱ھ) عن سید شاہ برکت اللہ (۱۱۴۲-۱۰۷۰ھ)

رسالہ میں اشغال، مراقبہ، پاس انفاس قادریہ، پاس خواجگان چشت کو بیان کیا ہے۔ مراقبہ کی چار صورتیں تحریر کی ہیں جن سے کشف القلوب، کشف القبور اور فنافی اللہ کا حصول ہوتا ہے۔ آخر میں اپنے سلسلہ کے بزرگوں کی فاتحہ کی تاریخیں اور شجرہ قادریہ مرقوم ہیں۔ اس رسالہ کے ساتھ ایک اور رسالہ ناقص الطرفین مجلد ہے۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ سو صفحات میں مختلف تعویذ اور نقش تحریر ہیں۔

نگارستان سلمان

شاہ محمد شعیب (۱۱۲۱-۱۱۳۸ھ/ ۹۶-۱۷۲۵ء) ابن شیخ عبد الواحد (وفات ۱۱۴۱ھ/ ۱۷۲۸ء) ابوالعلائی سلسلہ کے صاحب نسبت و کمال بزرگ ہیں۔ تجارہ ریاست الور میں ان کی خانقاہ مصدر فیوض و برکات تھی۔ ان کی کتابیں مثلاً اذکار الابرار، احوال الاخیار (یہ خود نوشت سوانح بھی ہے) تصوف و عرفان کا گنجینہ ہیں۔ مثنوی توصیف تجارہ بھی ان کی تصنیف ہے۔ میر سلمان میاں محمد شعیب کے فاضل استاد ہیں۔ یہ عالم ربانی اور شیخ وقت تھے۔ ان کے مکتوبات و رقعات میاں شعیب نے اپنے صاحبزادہ (شاہ محمد یونس) کی تعلیم کے لیے مرتب کیے ہیں تاکہ کمالات صوری و معنوی اور فوائد دینی و دنیوی حاصل ہوں۔

میر سلمان (وفات ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء) ابن عبد الغنی خان (وفات ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء) ابن عبد الرحیم خان باشندگان دہلی میں عزت و حرمت میں مشہور تھے۔ ان کے دادا عبد الرحیم خان کا شمار عالمگیر کے مقربین و معتمدین میں تھا۔ وقت ہجری و سلام شرف ہمکلامی حاصل ہوتا تھا۔ عالمگیر نے ایک رقعہ میں ان کے پسران کے بارے میں

عنایت اللہ خان کو حکم دیا ہے کہ ان کا خاص خیال رکھا ئے۔

نسخہ کی اہمیت یہ ہے کہ یہ خود شاہ محمد شعیب کے دست مبارک کا رقم کردہ ہے۔

تحفۃ القادریہ

شاہ ابوالمعالی قادری کا نسبی تعلق سادات کرمان سے ہے۔ ان کے جد امجد سید فیض اللہ ۷۹۶ھ/۱۳۹۳ء میں ہندوستان آئے اور اوچھ میں قیام کیا۔ شاہ ابوالمعالی ۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء کو شیر گڑھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ داؤد سے بیعت و خلافت پائی۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء میں لاہور میں انتقال کیا۔

باغ ارم، زعفران زار، مونس جان ان کی تصانیف میں ہیں۔ صاحب دیوان شاعر تھے ان کی کتاب تحفۃ القادریہ سوانح شیخ عبدالقادر میں ایک مستند کتاب ہے۔ یہ ۲۱ ابواب پر مشتمل ہے۔ آخری باب حضرت کی اولاد کے ذکر میں ہے۔

کتابت ۱۱۴۱ھ/۱۷۲۸ء، کاتب عبدالشکور۔

مناقب غوثیہ

شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات و مناقب میں محمد صادق شہابی کی اہم کتاب ہے یہ ۹۲ منقبتوں پر مبنی ہے۔

وہب زبیر

یہ رسالہ مشائخ کبار کے طریقوں سے ثابت اذکار واشغال، مراقبات، تصورات اور مشاہدات کی اقسام کے بیان میں ہے۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔ فصل اول در اذکار و اشغال، فصل دوم در مراقبات و مشاہدات و تصورات وغیرہ فصل سوم در بیان لطائف ستہ۔ اس فصل میں بہت سے وہبیات ہیں۔

سلسلہ مجددیہ و نقشبندیہ کی تعلیمات و عبادات کے سلسلہ کی ۱۰۸ صفحات کی نہایت اہم تصنیف ہے۔ خواجہ محمد زبیر خواجہ محمد نقشبند ثانی کے پوتے ہیں۔ نقشبند ثانی خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے پوتے تھے۔ یہ رسالہ خواجہ محمد زبیر کے مرید قطب الدین محمد اشرف سرہندی نے ۱۱۷۳ھ/۱۷۶۰ء میں مرتب کیا ہے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ اور رضا لائبریری رامپور میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔

رسالہ شاہ غلام علی

عبداللہ علوی بٹالوی معروف بہ شاہ غلام علی (وفات ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) دہلی میں سلسلہ مجددیہ کے شیخ وقت تھے۔ ان کے ذریعہ اس سلسلہ کو نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر میں بھی غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ اس عہد کے خانوادہ مجددیہ کے اراکین مثلاً شاہ ابوسعید، شاہ احمد سعید اور شاہ رؤف احمد رافت سب ان سے شرف بیعت و خلافت رکھتے تھے۔

ہزاروں مریدوں کی اصلاح و تعلیم باطن کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم تھا۔ متعدد رسالے ان کی یادگار ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی (وفات ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جو اعتراضات کیے ہیں اس رسالہ میں ان کا جواب دیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ ان سے جو کلمات منسوب ہیں وہ قطعی طور پر بے اصل ہیں اور ان کی طرف ان کی نسبت غلط ہے۔ یہ رسالہ پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

ملفوظات شاہ عبدالرحمٰن

شاہ عبدالرحمٰن حضرت شاہ غلام علی کے اجل خلفا میں ہیں۔ شاہجہاں پور کے مشہور پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء میں وصال ہوا۔

ان کے نواسہ شاہ عبدالغفور جانشین ہوئے۔ شاہ عبدالغفور کے صاحبزادہ حکیم عبدالقادر خاں (مجربات قادری) اور حکیم عبدالقادر خاں کے پوتے حکیم عبدالمقتدر خاں دونوں ریاست بھوپال میں افسر الاطبا رہے۔ اور بحیثیت طبیب وہاں امتیاز پیدا کیا۔ اس خاندان کے ایک رکن جناب حکیم عبدالقوی خاں کی عنایت سے مجھے یہ نسخہ حاصل ہوا ہے۔

غلام حیدر کے مرتبہ ان ملفوظات میں اتباع رسول پر خاص زور دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ حصول محبت الٰہی و رضائے حق رسول مقبول کی اتباع پر موقوف ہے۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ حضرت شاہ غلام علی کے فرمودات اور ان کے بعض واقعات کے علاوہ مجددی سلسلے کے بعض دوسرے بزرگوں کے اقوال بھی مذکور ہیں۔

مجموعہ ادعیہ ماثورہ (شاہ رؤف احمد رافت)

شاہ رؤف احمد رافت مجددی نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کبار میں ہیں۔ انھیں نہ صرف روحانی بلکہ نسبی طور پر بھی مجدد صاحب سے شرف انتساب حاصل ہے۔ ۱۲۴۳ھ میں اپنے مرشد شاہ غلام علی کی حسب ہدایت رامپور سے بعہد نواب قدسیہ بیگم بھوپال منتقل ہوئے۔ نواب قدسیہ بیگم، نواب جہانگیر محمد خاں اور امرا ریاست کے علاوہ بڑی تعداد میں لوگوں نے ان سے بیعت اور استفادہ باطنی کیا۔ وہاں ان کے ذریعہ مجددی سلسلہ کی خانقاہ کا قیام عمل میں آیا۔ وہ آج بھی مرکز رشد و ہدایت ہے۔ ان کے جانشینوں میں شاہ خطیب احمد شاہ، ابو محمد شاہ، محمد یعقوب جیسے بلند پایہ کے بزرگ تھے۔

شاہ رؤف احمد کی کتابوں میں در المعارف (فارسی) شاہ غلام علی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے (مطبوعہ) جواہر علویہ (فارسی) شاہ غلام علی کے حالات میں ہے اس کا اردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔ تفسیر رؤفی (مطبوعہ اردو) ارکان الاسلام (مطبوعہ) سلوک العارفین، مراتب الوصول کے علاوہ سنٹرل لائبریری بھوپال میں رسالہ معراج نامہ (۱۲۴۳ھ) مولود شریف (۱۲۴۳ھ) دیوان رافت، کلیات رافت، مثنوی یوسف زلیخا، مثنوی سراپا سوز (قصیدہ مجددی) قصہ مہدی (منظوم) کے خطی نسخے

محفوظ ہیں۔ رضا لائبریری رامپور کے علاوہ خانقاہ مجیدیہ پھول میں بھی ان کی متعدد کتابیں موجود ہیں۔ رافت کو شاعری میں جرأت سے تلمذ تھا۔ نساخ نے ان کے سات دیوانوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۵ ذی قعدہ ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء دوران سفر حج رحلت کی۔ عبدالغفور نساخ نے قطعہ تاریخ کہا ہے ؎

رافت آں قبلۂ ارباب کمال　　　از جہاں رفت بسوئے جنت

بہر تاریخ رحلتش نساخ　　　شد رقم "قدوۂ جنت رافت"

پیش نظر مخطوطہ میں مخصوص نمازوں مثلاً صلوٰۃ تہجد، صلوٰۃ اوابین، صلوٰۃ قیام اللیل، صلوٰۃ تحیۃ المسجد، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کے علاوہ مختلف مواقع کی مسنون دعائیں تحریر ہیں۔ کاتب محمد حبیب اللہ بن مرتضیٰ مقام مدراس کتابت ۱۳۲۷ھ۔

شجرہ سلسلہ رفاعیہ

نواب حافظ محمد ناصر خاں فاروقی ابن نواب خیرالدین خاں کا رفاعی سلسلہ سے تعلق تھا۔ سید احمد کبیر رفاعی حسنی موسوی اس سلسلہ کے سرخیل تھے۔ حافظ محمد ناصر خاں شاہ حیدر علی رفاعی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اس رسالہ میں سید احمد کبیر کا نسبی شجرہ بھی تحریر ہے۔

اس رسالہ کے ساتھ دوسرا رسالہ در طریق و سلوک سید احمد کبیر رفاعی بھی ہے۔ آخر میں نواب حافظ محمد ناصر خاں کا سلسلہ نسب درج ہے جو حضرت عمر فاروق پر منتہی ہوتا ہے۔ پورا مجموعہ ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ غرہ رجب ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء کو اس کی تکمیل ہوئی ہے۔ اس پر غلام نقشبند کی ۱۲۱۹ھ اور غلام محی الدین کی ۱۲۲۱ھ کی مہریں ہیں۔ موخرالذکر کو حافظ محمد ناصر خاں سے بعض اعمال کی اجازت تھی۔

شجرات حافظ محمد ناصر بہادر

حافظ محمد ناصر خاں کو مختلف سلسلوں میں مختلف بزرگوں سے خلافت عطا ہوئی تھی۔ اس رسالہ میں یہ اجازت نامے جمع کیے گئے ہیں۔ ایک خلافت نامہ سید ابوالليث بن سید ابوسعید حسنی حسینی ابن سید محمد ضیاء نقشبندی رائے بریلوی کا ہے۔ اس پر سید محمد ابوالليث حسنی کی ۱۲۰۰ھ کی مہر ہے۔

دوسرا خلافت نامہ شاہ کریم اللہ ابن خواجہ نعمت اللہ صدیقی کا ہے۔ شاہ کریم اللہ کی طرف سے قادری، نقشبندی، سہروردی، کبروی، مداری، چشتی سلسلوں میں الگ الگ سندیں عطا کی گئی ہیں۔ شروع اور آخر صفحات میں شاہ کریم اللہ کی ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۱ء کی مہریں لگی ہوئی ہیں۔ شاہ کریم اللہ کا سلسلہ اس طرح ہے۔ شاہ کریم اللہ عن شاہ عبدالوہاب عن شاہ قطب الدین عن محمد شریف حیدر حسینی مدنی عن خواجہ محمد زبیر مجددی عن ابوالعلی عن جدہ وغیرہ۔

شاہ کریم اللہ کے اجازت ناموں کے صفحات کی تعداد ۱۲ ہے۔ سید عبد الرحمٰن بن سید نعیم اللہ قادری سجادہ نشین بغداد کا عطا کردہ قادری سلسلہ کا اجازت نامہ بھی شامل ہے جو ۱۲۰۹ھ کو حافظ محمد ناصر کو دیا گیا ہے۔ اس کے نیچے شاہ کریم اللہ کی مہر ہے۔ سید عبد الرحمٰن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں تھے۔

رسالہ شاہ کریم اللہ

اس رسالہ میں انھوں نے بتایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی معرفت چھ اصولوں پر موقوف ہے۔ ایک مقام تلقین عہدی، دوسرا مقام ادب، تیسرا استقامت، چوتھا شاہدہ، پانچواں معرفت، چھٹا زہد۔ طریقۂ قادریہ کی اساس و بنیاد میں یہ چھ اصول کار فرما ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر سالک کو معرفت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد حافظ ناصر جان کو طریقۂ قادریہ میں منسلک کرتے ہوئے انھوں نے اوپر تک سلسلے کے بزرگوں کے نام تحریر کیے ہیں۔ آخر میں شیخ عبد القادر جیلانی کی وصیت درج ہے۔ عربی عبارت کے ساتھ اس کا فارسی ترجمہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ دونوں عبارتیں عمدہ خط نسخ و خط نستعلیق میں لکھی ہوئی ہیں۔ صفحات کی تعداد ۲۶ ہے۔

رسالہ تصوف

عالمگیر کے عہد کی تصنیف ہے۔ مقدمہ میں القاب و آداب کے ساتھ اس کا نام لیا گیا ہے۔ انیس نصیحتوں کے بعد لکھا ہے کہ سالک کو تصفیہ و تزکیہ میں مشغول رہنا چاہیے اور یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کے اسماء سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد طالبانِ صلاح و تقویٰ کے لیے اوراد و وظائف بیان کیے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا تذکرہ، ان کے اقوال اور ارشاد کردہ وظائف خاص طور پر مذکور ہیں۔ جس سے مولف کی قادری نسبت پر روشنی پڑتی ہے۔ پوری کتاب میں سالک کو ہدایات دی گئی، نماز اور دوسری عبادتوں کی ادائیگی کی تلقین اور مخصوص اعمال کی انجام دہی کا شوق دلایا گیا ہے۔ راقم کے خاندانی ذخیرہ کی کتاب ہے۔ جد محترم حکیم سید کرم حسین کے قلم سے جگہ جگہ حواشی تحریر ہیں۔

رسالہ در تصوف

اس رسالہ میں مطابقت بر اعمال اور مطابقت بر اخلاق پر زور دیتے ہوئے استقامت کو شیوۂ سلف کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اذکار کے لیے ملازمت ضروری ہے۔ مختلف ادعیہ و اذکار مثلاً صبح کی دعا، گھر سے مسجد جاتے وقت کی دعا، دوسرے اوقات کی دعائیں، مختلف نفل نمازیں، نماز کے بعد کے اذکار، ورد حفظ الایمان بعد ہر نماز، استغفار

درود، آداب قضائے حاجت وغیرہ پراچھے انداز میں لکھا ہے۔ ۴۰ صفحات میں نسخہ ناقص الآخر ہے۔

علامات امام مہدی (علی بن حسام الدین متقی)

ظہور مہدی کا تعلق خالص شیعی عقائد سے ہے۔ اہل سنت کے پاس بھی اس سے متعلق روایات ملتی ہیں اگرچہ وہ شیعی ظہور مہدی سے مختلف تصورات کی حامل ہیں لیکن بنیادی طور پر ان کا تعلق اہل تشیع کی روایات ہی سے ہے۔

ظہور مہدی کو قرب قیامت کی نشانیوں میں سے سمجھا گیا ہے۔ چار مختلف فصلوں کے اس رسالہ میں جس کے مؤلف علی بن حسام الدین ہیں ان علامات نشانیوں کو بیان کیا گیا ہے جو امام مہدی کے بارے میں احادیث و آثار میں مذکور ہیں۔ نورالدین علی بن حسام الدین معروف بہ علی متقی وفات ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء برہان پور کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان میں سلسلہ شاذلیہ کے مشہور بزرگوں میں شمار ہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

علامات امام مہدی کا ایک نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی ہے۔

رسالہ در احوال خواجہ معین الدین

مختصر فارسی رسالہ ہے۔ سیر العارفین، انیس الارواح، راحت القلوب اس کے خاص مآخذ ہیں۔ ان کتابوں کی روشنی میں نہ صرف خواجہ معین الدین چشتی کے حالات درج کیے ہیں بلکہ خواجہ بزرگ کے اقوال اور ان کی معارف پر رباعیاں بھی اس میں آگئی ہیں۔

۱۱ صفر ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء مطابق ۱۶ جلوس شاہ عالم اس کی کتابت ہوئی ہے۔

رسالہ در احوال خواجہ شمس الدین ترک

خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کے شمائل و مناقب میں چند صفحے کا رسالہ ہے۔ اس کی کتابت بھی اسی قلم سے ہے جس قلم سے درج بالا رسالہ ۱۱۸۸ھ میں لکھا گیا ہے۔

کشف القناع در بیان اباحۃ سماع

شیخ فاضل ابوالخیر محمد سالم بن سلام اللہ بن شیخ الاسلام حنفی بخاری دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد سے ہیں۔ اساتذہ وقت سے درسیات کی تکمیل کی۔ حج بیت اللہ اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شاہ علی حکیم کے مرید و خلیفہ تھے۔ مشہور چشتی بزرگ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی سے دو واسطوں سے سلسلہ قائم ہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ راقم کے ذخیرہ میں ان کی گیارہ کتابیں محفوظ ہیں۔ جن میں ایک رسالہ در بیان حقیقہ بھی ہے۔ ان کے علاوہ ان کی دو کتابوں ترجمہ حزب البحر اور نورالایمان کے نام بھی ملتے ہیں۔

نزہۃ الخواطر، عبقات اور مرآۃ الحقائق میں ان کا ذکر ہے۔ ان کی تصانیف میں "اصول الایمان" ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء میں مصنف کی حیات میں طبع ہوئی ہے۔

کشف القناع ایک مختصر رسالہ ہے یہ مقدمہ، خاتمہ اور چار وصل پر مشتمل ہے، مقدمہ کے مطابق مسئلہ سماع جس طرح علما کے ہاں مختلف فیہ ہے اسی طرح صوفیا کے ہاں بھی اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض اس کی حرمت اور کراہیت کے قائل ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ جواز کے دائرہ میں آتا ہے۔ بعض توقف کرتے ہیں۔ مؤلف سماع کے قائل ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں کہ عقل کی روشنی سماع کا جواز پیش کرتی ہے۔ سماع صوت حسن سے عبارت ہے اور جس طرح باصرہ کے لیے خوبصورت شکلوں کا دیکھنا، شامہ کے لیے خوشبوؤں کا سونگھنا، ذائقہ کے لیے لذات مرغوبہ کا کھانا اور لامسہ کے لیے ملائم و نرم اشیاء کا چھونا درست ہے تو سامعہ نے کیا قصور کیا ہے کہ اس کے لیے صوت حسن کی ممانعت کی جائے۔ اباحت سماع پر انھوں نے اس آیت سے استنباط کیا ہے "الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ہداہم اللہ واولئک ہم اولوا الالباب" ــــ اسی طرح انھوں نے متعدد احادیث پیش کی ہیں کہ جب آنحضرت کے سامنے گانا گایا گیا تو آپ نے اسے منع نہیں فرمایا۔

مؤلف نے غنا کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ غناء سادہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اکثر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اور صحابہ کی ایک جماعت مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابو عبیدہ ابن جراح، حسان بن ثابت، مغیرہ بن شعبہ، حضرت عائشہ صدیقہ اسی طرح تابعین اور فقہاء امت اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ قسم دوم غنا بآلات مثلاً دف، طنبور، طبل وغیرہ۔ علماء مالکیہ کہتے ہیں کہ نکاح کا اعلان دف کے ذریعہ سنت ہے۔ بعض علماء نے اس کی حرمت کا بھی لکھا ہے۔ قسم سوم غناء بالمزامیر، علماء مشہور اور مذاہب ائمہ اربعہ میں اس کی حرمت ہے۔

نور الابصار (محمد سالم)

مؤلف رسالہ محمد سالم نے اپنے مختلف سلسلے اور شجرہ ہائے طریقت تحریر کیے ہیں۔ ان شجروں کے پڑھنے سے بزرگان سلسلہ سے ربط و محبت اور ذوق و شوق کی خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد سالم شیخ علی حکیم کے مرید و خلیفہ تھے۔ یہ شیخ علی حکیم شیخ حامد سعید کے اور وہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے خلیفہ تھے اس طرح دو واسطوں سے ان کا تعلق سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ کلیم اللہ جہان آبادی (وفات ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء) سے ہے۔

حسن العقیدۃ (محمد سالم)

اس رسالہ میں ان عقائد کا ذکر ہے جو ایک مسلمان کے لیے نہایت ضروری اور لازمی ہیں۔ ان پر اعتقاد کی

دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی عدم واقفیت اور ان میں کمی ایمان کے لیے خطرہ ہے جیسے معرفت خدا و تعالیٰ و رسالت و امور معاد۔ دوسری قسم یہ کہ ان سے عدم واقفیت ایمان میں خرابی کا باعث نہیں ہوتی مثلاً ملائکہ پر انبیا کی فضیلت رسالہ میں جن عقائد سے گفتگو کی گئی ہے ان کا زیادہ تعلق خواص اور اہل تصوف سے ہے مثلاً عالم حادث ہے۔ ہر شے فانی ہے۔ بقا صرف ذات باری کو ہے۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ آنحضرت کے بعد ابوبکر صدیق کا اثبات خلافت نص صریح اور حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ چاروں خلفا علی الترتیب خلیفہ برحق ہیں اور یہ عقیدہ اہل سنت کے یقینیات میں سے ہے۔ اگر انبیاء اخفاء حق کریں گے تو حق کا ظہور کہاں اور کیسے ہو سکے گا۔ دعا اگر حضوری قلب اور تضرع و زاری سے کی جائے تو ضرور مستجاب ہوگی۔ اسی طرح اور دوسرے اعتقادات تحریر کیے گئے ہیں۔

اس کی ترتیب میں تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محدث، نقایۂ شیخ جلال الدین سیوطی شرح فقہ اکبر شیخ علی قاری کے علاوہ ضابطۃ العقائد شیخ عصمت اللہ سہارنپوری سے مدد لی گئی ہے۔

لطائف الاسرار (محمد سالم)

مؤلف نے اس رسالہ میں ان اعمال و تعویذات کو جمع کیا ہے جو انھیں اپنے شیخ شاہ علی حکیم اور سید عبدالوارث سے حاصل ہوئے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ شیخ حامد سعید کے خلفاء میں ہیں۔ مؤلف کو سید عبدالوارث سے بھی استفادہ کا موقع ملا تھا اور یہ ان کے جد مادری بھی تھے۔ اس رسالہ میں فال کے طریقے بھی بیان کیے گئے ہیں۔

اس مجموعہ کا آخری رسالہ "بیان ضوابط سلاطین وضوابط وزارت و دیگر مقصدیان اہل خدمت" سے متعلق ہے۔ اور یہ بروز چہار شنبہ ۱ ربیع الثانی ۱۲۲۷/۱۸۱۲ء کا مکتوبہ ہے۔

طریقۃ السلام (محمد سالم)

فضائل و آداب اولیاء و مشائخ اس رسالہ کا موضوع ہے۔ احادیث و اقوال علماء اور کتب معتبرہ کے ذریعہ ان کے فضائل و آداب پر لکھا گیا ہے۔ بعض آیات قرآنی سے بھی استشہاد کیا گیا ہے۔ الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ و الآخرۃ۔ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔ الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

رسالہ دس فصل اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

درجات العلیٰ (محمد سالم)

علماء کے فضائل سے بے خبری اور غفلت سے متاثر ہو کر اس رسالہ میں عوام کو ان کے فضائل سے آگاہ کیا ہے

اور اہل علم کے فضل و توقیر کو آیات و احادیث سے ثابت کیا ہے۔ رسالہ آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ اصول الایمان کے نام سے ان کا ایک رسالہ جو آنحضرت اور اہل بیت کی محبت کے بیان میں ہے طبع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ مقدمہ، پانچ فصل اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں رسالہ کے ماخذ کا تذکرہ ہے۔ ان میں صواعق محرقہ ابن حجر مکی، تفسیر در منثور جلال الدین سیوطی، جامع صغیر مناوی، مدارج النبوۃ، تکمیل الایمان، جامع البرکات عبد الحق محدث دہلوی، تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز وغیرہ۔ اہل بیت میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کی محبت اور فضیلت اور خاتمہ میں سادات کی تعظیم و تکریم کو سعادت قرار دیا ہے۔

طریقہ سنیہ فی فضل الاصحاب ذوی المناقب العلیہ (محمد سالم)

فاضل ترین اصحاب اور برگزیدہ ترین احباب خلفاء اربعہ کے فضائل و مناقب کتب احادیث کی روشنی میں درج کیے گئے ہیں۔ آخر میں اہل بیت کے فضائل کا بھی اضافہ ہے۔ عام اہل سنت کے عقیدے کے مطابق اصحاب رسول اور اہل بیت دونوں سے محبت ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

یہ رسالہ برائے پاس خاطر مرزا یوسف بیگ عرف مرزا امینا بیگ لکھا گیا ہے۔ اور یہ ایک مقدمہ، چار فصل اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

●●

ڈاکٹر عبد الباری
شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

انس الابرار و طریق الاخیار

یہ عربی مخطوطہ چھٹی صدی ہجری کے مشہور زمانہ عربی ادیب و مورخ ابو الفرج ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) کے صاحبزادے ابو عبداللہ محمد ابن ابی الفرج کی تصنیف ہے۔ کتاب مذکور کو مولانا آزاد لائبریری کے حبیب گنج کلکشن (نمبر ۲۱/۹۸) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ سطور کی تعداد ۲۱ اور اوراق ۱۵۵ ہیں۔ عمر بن عثمان بن عمر العجمی نے خط نسخ میں ۷۴۴ھ میں اس کی کتابت کی ہے۔ سرورق پر ایک صوفی بزرگ محمد بن عمر البلاطی جو مسلکاً شافعی و طریقت کے سلسلوں میں عقیلی تھے کی مہر اور دستخط مورخہ ۱۱۰۳ھ موجود ہے۔ انہی بزرگ کی ایک مختصر تحریر صفحہ ۲ کے حاشیے پر نظر آتی ہے جس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ کتاب ان کے ذاتی مطالعے میں رہی ہے اور ان کی ملکیت ہے۔

تصوف سے متعلق اس سمینار کے موقع پر سید محمود حسن قیصر امروہوی صاحب نے مولانا آزاد لائبریری کے مخطوطات کی جزوی فہرست مرآۃ التصوف کے نام سے مرتب کی ہے۔ اس میں صفحہ ۴۵ پر اس مخطوطے کو قدیم اور نادر کہا گیا ہے لیکن مصنف کا نام ابن الجوزی کے صاحبزادے ابو عبداللہ محمد کی جگہ خود ابن الجوزی کو بتایا گیا ہے۔ یہی غلطی خود حبیب گنج کلکشن کے اوریجنل کیٹلاگ میں بھی پائی جاتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خود مخطوطہ ہذا کے سرورق پر کاتب نے مصنف کا نام ابو عبداللہ محمد لکھا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابن الجوزی کی تصنیفات میں اس کتاب کا کہیں ذکر نہیں ملتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ابن الجوزی کے انشا سے اس مخطوطے کی تحریر بہت حد تک جداگانہ ہے۔

تصوف کے فن پر عربی میں اور کسی عرب عالم کے ہاتھوں لکھے مخطوطات کی تعداد بہت زیادہ نہیں۔ خصوصیت سے فارسی مخطوطات کے مقابلے میں تو یہ تعداد اور بھی کم نظر آتی ہے۔ اس پس منظر میں ہندوستانی کتب خانوں اور ذاتی کلکشن کے ذخیرۂ کتب میں عربی مخطوطات کی گراں قدری کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

اس مخطوطے کا تعلق حبیب گنج کلکشن سے ہے جو صوفیائے کرام اور بزرگان دین سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ذوق اور صاحب نظر عالم کا ذخیرہ ہے۔ اس کلکشن میں تصوف سے متعلق تقریباً ۲۳ عربی مخطوطات مذکور ہیں۔ ان میں سے چند بلاشبہ نادر ترین مخطوطات ہیں۔ "انس الابرار" بھی انہی نادر ترین مخطوطوں میں سے ایک ہے۔ میرے علم کی حد تک یہ مخطوطہ ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا ہے۔

اس مخطوطے کا تعلق چھٹی صدی کے اواخر اور ساتویں صدی کے اوائل سے ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب تصوف کی شہرت شروع ہو چکی تھی اور اس فن سے متعلق تصنیف و تالیف کا سلسلہ دراز ہو چکا تھا۔ لیکن بحیثیت مجموعی حضرت جنید

بغدادی اور ان جیسے اکابر صوفیا کے اقوال و افکار کے اثرات زیادہ نمایاں تھے۔ طریقہ تصوف میں شریعت اور حقیقت کا بہتر امتزاج پایا جاتا تھا۔ "انس الابرار" میں بھی اس امتزاج کی جھلک ملتی ہے۔ احادیث شریفہ کی اچھی خاصی تعداد کتاب میں مذکور ہے۔ مصنف ابن الجوزی کے اس گھرانے سے تعلق رکھتا ہے جسے علم و ادب کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ میں بھی بلند مقام حاصل رہا ہے۔ اسے تصوف سے قلبی لگاؤ ورثے میں ملا تھا۔

اس مخطوطے کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں تصوف سے متعلق عربی اشعار کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ تصوف سے متعلق عربی میں اشعار کمیاب ہیں۔ عربی شاعری میں پہلے قابل ذکر صوفی شاعر کی حیثیت سے ابن الفارض کا نام لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد محی الدین ابن عربی کا زمانہ رہا ہے۔ ہمارے مصنف ابو عبداللہ محمد کا زمانہ بھی تقریباً ابن الفارض کا ہی زمانہ ہے۔ گویا ابو عبداللہ بھی اس ابتدائی زمانے سے متعلق ہو جاتے ہیں۔ جب عربی شاعری میں تصوف پر مبنی اشعار بہت زیادہ نہیں پائے جاتے تھے۔ ایسے عربی اشعار کا ایک بڑا ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے جو سلوک و آداب سے متعلق ہیں۔ عربی ادب میں یقیناً ان اشعار کی بڑی قدر و قیمت ہوگی۔

جہاں تک کتاب کی تالیف کے مقصد کا تعلق ہے مصنف نے مقدمے میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس کتاب کی تالیف کا اصل محرک باری تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ وذکر فان الذکری تنفع المومنین اور ہم سب جانتے ہیں کہ کلام پاک میں "ذکر اللہ" کو سب چیزوں سے بڑا بتایا گیا ہے۔ چنانچہ مصنف کی نگاہ میں تذکار المومنین اور تنبیہ الغافلین کا ایک خاص مقام ہے۔ اس سلسلے میں رسول اکرم کی درج ذیل احادیث شریفہ کو ——— یعنی تمہاری ذات سے فرد واحد کا ہدایت یافتہ ہو جانا تمہارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ تمہارے پند و نصائح کے ذریعہ ایک بھائی کا ہلاکت سے نجات پالینا اس سے بہتر ہے کہ وہ تمہارے صدقات کے ذریعہ فقر و فاقہ سے نجات پائے۔ پیش نظر رکھتے ہوئے مصنف نے کوشش کی ہے کہ زہد کی کسی ایک جہت کا بھی وصف بیان ہونے سے نہ رہ جائے۔ وعظ کے کسی باب کی بھی تشریح چھوٹنے نہ پائے اور انبیا سے متعلق مروی اہم واقعات جمع ہونے سے رہ نہ جائیں۔

اس کے علاوہ مصنف نے ایک طرف تو اس بات کا التزام و اہتمام کیا ہے کہ ان مذکورہ بالا چیزوں کی حتی المقدور وضاحت و تشریح ہو جائے اور دوسری طرف اس کا خیال بھی رکھا ہے کہ صرف انہی بیانات شیوخ، احادیث صحاح، بلغا کے خطبے، عابدوں کے اقوال، زاہدوں کے امثال، اولیا کے اسرار اور صلحا کے طریقوں اور پند و نصائح کو لیا جائے جو خود مصنف کی کسوٹی پر صحیح اترتے ہوں۔ مزید برآں مصنف نے طوالت کے خوف سے اسناد کو مختصر بیان کیا ہے۔

بحیثیت مجموعی ہمیں تصوف کے فن میں اس مخطوطے کی قدر و قیمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

جناب غلام یحییٰ انجم
ریسرچ اسکالر
شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

ملّا صدرا کا رسالہ

"وحدۃ الوجود" — ایک جائزہ

صاحب اعیان الشیعہ کے قول کے مطابق جن چار عبقری شخصیتوں کو علوم و فنون کا ہمالہ بطور خاص فلسفہ و کلام کا ستون سمجھا جاتا ہے ان میں معلم ثانی ابونصر فارابی (متوفی ۳۰۴ھ تقریباً) شیخ رئیس ابن سینا (۳۷۰-۴۲۷ھ) خواجہ نصیر الدین طوسی (۵۹۷-۶۷۲ھ) کے بعد چوتھے ملا صدرا محمد بن ابراہیم صدرالدین شیرازی ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ اگر غلو کا خوف نہ ہوتا تو یقیناً میں یہ کہہ دیتا کہ علمی اعتبار سے ملا صدرا کی حیثیت مذکورۃ الصدر حضرات سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے خاص کر مکاشفہ اور عرفان و وجدان کے معاملہ میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔[1]

چنانچہ ان کی عبقریت کے اعتراف میں قوم نے انھیں "صدر المتألہین" اور "صدر المحققین" کا خطاب دیا ہے۔

اس جلیل القدر شخصیت کا سن ولادت تقریباً ۹۸۰ھ ہے کیونکہ انھوں نے ۱۰۵۰ھ میں ساتویں بار حج سے واپسی میں ستر سال کی عمر پاکر وفات پائی۔

علمی نشو و نما کے متعلق اتنا ملتا ہے کہ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے پدر بزرگوار ابراہیم بن یحییٰ الشیرازی القوامی سے حاصل کی جس کی تکمیل اصفہان جا کر ان دو نابغۂ روزگار شخصیتوں سے کی جن کا سکہ معقولات کی دنیا میں اب بھی رائج ہے یعنی شیخ بہاؤ الدین محمد العاملی (ولادت ۹۵۳ھ وفات ۱۰۳۱ھ) اور میر باقر داماد (متوفی ۱۰۴۰ھ) جو نظریہ حدوث دہر کے بانی ہیں اور جن کی شان میں اختلاف کرنے کے باوجود ملا محمود (متوفی ۱۰۶۲ھ) جیسے فلسفی اعظم ہندستان "شمس بازغہ" میں فرماتے ہیں:

"خیرۃ اللّٰہ الیقین بالمعرفۃ السابقین مع توغلہ فی سیاحۃ ارض الحقیقۃ و توسطہ فی سباحۃ بحر الحکمۃ وجودہ فی اعماق تخوم الدرک باقدام الانظار الغائرۃ و عروجہ من اطباق سماء الملکوت بقوادم الافکار السافرۃ"[2]

انھی موخر الذکر استاد کی صحبت میں ملا صدرا نے عمر کا بیشتر حصہ گذارا اور انھیں کی روش پر چل کر اعلیٰ علم و فضل میں اس

---

۱ محسن امین: اعیان الشیعہ ج ۴۵ ص ۱۰۰ ۲ ملا محمود: شمس بازغہ ص ۲۵۳

طرح شہرت دوام حاصل کی کہ آپ کے بارے میں کہا جانے لگا۔

"انہ اجل فلاسفۃ العصر الاموی شانا واعظمھم خطرا حتی لقد بلغ من دقۃ البحث وعمق التفکیر وطرافۃ التحقیق مبلغا فی منزلۃ تاتی بعد منزلۃ کل من ارسطو وابن سینا"[1]

جس درجۂ فضل و کمال پر موصوف فائز تھے متاخرین میں کسی سے ان تک رسائی ممکن نہ ہو سکی اور متقدمین میں سے کم ہی اس مرتبے سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ صاحب روضات لکھتے ہیں۔

"کان فائقا علی سائر من تقدم من الحکماء الباذخین والعلماء الراسخین الی زمن مولانا المحقق نصیر الدین منقحا اساس الاشراق بما لامزید علیہ ومفتحا ابواب الفضیلۃ علی طریقۃ الشاہ والرواقی"

اس قول کی روشنی میں فلاسفۂ متقدمین و متاخرین دونوں کے درمیان ان کی شخصیت روز روشن کی طرح نمایاں نظر آتی ہے۔

اس عبقری روزگار نے اپنے وقت عزیز کا بیشتر حصہ درس و افادہ کے علاوہ کتب و رسائل کی تصنیف میں بھی صرف کیا جن کی تعداد بعض سوانح نگاروں کے قول کے مطابق ۴۳ بتائی جاتی ہے۔ ان میں شرح ہدایت الحکمۃ "صدرا" کے نام سے مدارس عربیہ کے منتہی الطلبہ کے نصاب میں شامل ہے دوسری کتاب "اسفار اربعہ" ہے جو شیخ کی "شفا" محقق طوسی کی "تجرید" امام رازی کی "محصل" میر باقر داماد کے "افق المبین" کے دوش بدوش فلسفہ کی منتخب ادبیات عالیہ میں شمار ہوتی ہے چنانچہ اس کتاب کی عظمت کے بارے میں محقق شیخ محمد حسین الاصفہانی (متوفی ۱۳۶۱ھ) فرماتے ہیں۔

"لو اعلم احدا یفھم اسرار کتاب الاسفار لشددت الیہ الرحال للتلمذ علیہ وان کان فی اقصی البلاد"

تیسری اہم تصنیف شیخ الاشراق شہاب الدین مقتول (۵۵۰-۵۸۶ھ) کی حکمۃ الاشراق جس کی علامہ قطب الدین شیرازی (۶۳۴-۷۱۰ھ) نے شرح لکھی تھی اس کا حاشیہ ہے جو حکمت اشراق کے موضوع پر حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔

مذہب و تصوف جس کا خاص اور اہم موضوع "وحدت الوجود" ہے ملاصدرا نے اس کی تعلیم دی ہے اور اسی موضوع کے تحت متعدد رسالے لکھے ہیں۔ انہی میں سے ایک "رسالہ وحدت الوجود" جو خوش قسمتی سے مولانا آزاد لائبریری کے یونیورسٹی کلکشن میں فارسیہ مذہب و تصوف ۴۹ نمبر کے تحت محمد محسن عباسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا محفوظ ہے جس پر سنہ کتابت ۱۲۱۸ھ مندرج ہے۔ رسالہ زیادہ طویل و ضخیم نہیں ہے مگر اس ایجاز و اختصار میں "قل و دل" کی شان پیدا ہے ذیل میں مطالب محوثہ کا خلاصہ دیا جا رہا ہے جس سے اس کی مرتبت و اہمیت ہویدا ہو گی رسالہ کی ابتدا اس حقیقت حقہ سے ہوتی ہے جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے اور تمام علمی و عملی سرگرمیوں کی غایت الغایات

---

[1] دائرۃ المعارف الاسلامیہ (۳/۲۹۰) مطبوعہ تہران محمد خوانساری: روضات الجنات ص ۳۳۱ محسن امین اعیان الشیعہ (۴۳/۱۰۱)

ہے یعنی صانع عالم کے وجود پر یقین جسے زبان شرع میں ایمان باللہ کہتے ہیں مصنف رسالہ فرماتے ہیں۔

"بداں وفقک اللہ تعالیٰ کہ جمیع عقلاء اتفاق دارند برایں کہ عالم موجود را صانعی ثابت و متحقق است۔"

پھر نظریہ وحدت الوجود کے اثبات میں مصنف نے عقلی و برہانی دلائل بھی دیے ہیں اور اس عقیدہ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے قرآنی شواہد سے بھی استشہاد کیا ہے لیکن اس باب میں زیادہ اہم اول الذکر ہے یعنی نظریہ وحدۃ الوجود کا عقلی و برہانی دلائل سے اثبات۔ مصنف نے توضیح مقصد کے لیے اس سے پہلے ایک خاصی طویل تمہید دی ہے جس کے دو جز ہیں۔ پہلا جز تین افادات پر مشتمل ہے۔

۱- افادہ اول کا کہنا ہے کہ ایمان باللہ ایک کائناتی حقیقت ہے جس پر جملہ عقلاء روزگار کا اتفاق ہے اور یہ عقیدہ ان کے قلوب میں اس درجہ راسخ ہے کہ بداہت کی حد تک پہنچ گیا ہے یعنی اتنا ہی بدیہی (Apriori) ہے جیسا کہ یہ حقیقت کہ کل اپنے جز سے بڑا ہوتا ہے۔

۲- افادہ دوم کا کہنا ہے کہ اس عقیدہ کی ہمہ گیری کے باوجود باری تعالیٰ کی کنہ و حقیقت ہنوز پردہ خفا میں ہے اور راز ایں پردہ نہاں است و نہاں خواہد بود۔

۳- افادہ سوم ایک تاریخی توجیہ ہے جو مفکرین عہد اسلام کی جماعت بندی سے متعلق ہے اس کی رو سے حصول معرفت باری کے دو طریقے ہیں استدلال یا کشف و شہود ــــــ پھر طالب معرفت یا کسی نبی کا پیرو ہوگا یا انبیاء و مرسلین کی اتباع سے بے نیاز ہوگا اس کے نتیجے میں مفکرین کی چار جماعتیں ظہور میں آئیں۔

۱- پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو جو استدلال سے کام لیتے تھے متکلمین کہلائے۔

۲- لیکن اتباع رسول کے باوجود جو حضرات ریاضت و مجاہدہ اور کشف و شہود پر اعتماد کرتے تھے صوفیائے کرام کہلائے۔

۳- اتباع رسول سے بے نیاز ہو کر جن لوگوں نے نظر و استدلال سے کام لیا وہ حکمائے مشائیین کہلائے۔

۴- اور اگر موخر الذکر نے مجاہدہ و مکاشفہ پر بھروسا کیا وہ حکمائے اشراقیین کہلائے۔

ظاہر ہے یہ وہی تقسیم ہے جو حاجی خلیفہ (۱۰۱۷ھ-۱۰۶۷ھ) نے کشف الظنون میں حکمۃ الاشراق کے تحت درج کی ہے۔ اس لیے یا تو مصنف نے اس کے لیے حاجی خلیفہ کی خوشہ چینی کی ہے یا حاجی خلیفہ نے مصنف سے استفادہ کیا ہے یا پھر دونوں کسی تیسرے مشترک ماخذ کے رہین منت ہیں۔

دوسرے جزو کے افادات میں مرکزی حیثیت موجود مطلق کے تصور کی توضیح و تبیین کی ہے کیوں کہ نظریہ وحدۃ الوجود کا سنگ بنیاد یہی تصور ہے۔

وجودِ مطلق کے تصور کا تجزیہ کیا ہے اور کس طرح اس نے ارتقا کے منازل طے کیے اور پھر کس طرح یہ اسلامی فکر میں داخل ہوا بالخصوص اندلس کی فکری سرگرمیوں میں جن کے گراں منزلت نمائندے شیخ اکبر تھے جو اسلامی فکر میں اس عقیدے کے بادی یا علی الاقل عشق اعظم سمجھے جاتے ہیں۔ ان امور کی تفصیل ایک تفصیلی جائزے کی مقتضی ہے مگر چونکہ اس عاجز کی عرض داشت کا مقصد صرف اس رسالہ کا تعارف کرانا ہے اس لیے دوسری تفصیلات سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

بہرحال مصنف نے اس پوری بحث کا آغاز "وجود" کے مختلف مفاہیم و مصادیق کے ذکر سے کیا ہے۔ انھوں نے وجود کے صرف دو مصداق بتائے ہیں۔

۱۔ معنی مصدری جس کا مفہوم بودن یا شدن یعنی ہونا۔

۲۔ دوسرا مفہوم وہ امر ہے جس کی بنا پر کوئی موجود ہوتا ہے۔

اس معنی کر وجود واجب کا بھی ہوتا ہے اور ممکن کا بھی، لیکن واجب تعالیٰ میں یہ وجود عین ذات باری ہوتا ہے مگر ممکن میں اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس طرح حسب تصریح شرح مواقف (الموقف الثانی المرصد الاول المقصد ثالث) اس باب میں تین مذہب ہیں۔ ۱۔ امام ابوالحسن الاشعری (۲۶۰ھ/۳۳۰ھ) اور معتزلہ میں سے ابوالحسین البصری (متوفی ۴۳۶ھ) کا کہنا ہے کہ وجود واجب اور ممکن دونوں میں ماہیت (یا ذات) کا عین ہوتا ہے مگر حکماء کہتے ہیں کہ واجب میں تو عین ماہیت ہوتا ہے مگر ممکن میں غیر ماہیت۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ واجب اور ممکن دونوں میں وجود و ماہیت ایک دوسرے کے غیر ہوتے ہیں اور وجود ماہیت پر زائد ہوتا ہے۔ مگر مصنف رسالہ نے ان مذاہب ثلاثہ میں سے صرف دو مذہبوں کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اسم "اللہ" کے مسمیٰ کو متعین کیا ہے کہ:

اللہ علَم ہے ذاتِ واجب الوجود کے لیے جو جمیع صفاتِ کمالیہ سے متصف اور تمام سمات نقص و حدوث سے منزہ ہے۔

اس کے بعد اس ذاتِ پاک کے باب میں جو اللہ کا مسمیٰ ہے تین مذاہب بیان کیے ہیں متکلمین کا، حکماء کا اور صوفیائے کرام کا۔ متکلمین کہتے ہیں کہ وہ ذات نمبر ۱ جزئی حقیقی ہے نمبر ۲ خارج اور ذہن دونوں میں بسیط ہے اور نمبر ۳ اس کی صفات اس پر زائد ہیں (یہاں مصنف رسالہ وحدۃ الوجود نے جمہور علمائے علم کلام سے اختلاف کیا ہے کیوں کہ جب معتزلہ وغیرہ صفات کو غیر ذات مانتے ہیں اشاعرہ لاعین ولاغیر کہتے ہیں)

حکماء کا بھی یہی مسلک ہے مگر وہ صفات کو عین ذات گردانتے ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام کا مسلک پر تفصیل چاہتا ہے۔ مصنف نے اس باب میں ان کے تین فریق گردانے ہیں اور اس تفریق کا منشا واجب کے ساتھ ممکن کا اعتبار ہے چنانچہ ایک فریق متکلمین و حکماء کی طرح واجب تعالیٰ کو بھی جزئی حقیقی سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ جمہور اہل شریعت کی طرح ممکن کو بھی حقیقی

سمجھتا ہے نیز انھیں کی طرح واجب اور ممکن کو ایک دوسرے کا مغایر و مباین دوسرا فریق بھی واجب تعالیٰ کو جزئی حقیقی سمجھتا ہے مگر ممکن کو موجود نفس الامری نہیں سمجھتا بلکہ سراب کی طرح واہمہ محض گردانتا ہے، یا بالفاظ دیگر۔

ذات واجب نے صور متعددہ اور اشکال مختلفہ میں خود کو ظاہر کیا ہے۔ پس خارج ہو یا ذہن دونوں میں صرف وہی ذات موجود ہے۔ رہے دوسرے موجودات جنھیں عرف عام میں ممکنات کہا جاتا ہے سو وہ معدوم محض ہیں اور ان کی موجودیت محض وہمی و خیالی ہے۔

لیکن اس تقدیر پر شریعت ہو یا قانون ملکی (Public law) دونوں کے اوامر و نواہی باطل قرار پاتے ہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی موجود ہی نہیں تو پھر وہ کسے حکم دے رہا ہے کہ نماز پڑھو یا نیک کام کرو اور کسے منع کر رہا ہے کہ برے کام نہ کرو اور کسی کو قتل نہ کرو۔

جب کہ تجھ بن کوئی نہیں موجود　　　پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

اس لیے ایک تیسرا فریق کھڑا ہوا اور اس نے کلی و جزئی اور عینیت و غیریت کے امتیاز ہی کو ختم کر دیا ان کے نزدیک واجب تعالیٰ شانہ جزئی حقیقی نہیں ہے بلکہ وجود مطلق ہے لا بشرط شیٔ یعنی اس میں کوئی قید و تقیید نہیں ہے رہے وہ موجودات جنھیں عرف عام میں ممکنات سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ دوسرے فریق صوفیا کی طرح وہمی و خیالی نہیں ہیں بلکہ وہ بھی واقع میں موجود ہیں مگر اسی واجب تعالیٰ کے اسی وجود (وجود مطلق) کے ساتھ۔

اسی طرح تمام موجودات (یا عرف عام کے ممکنات) عین باری تعالیٰ ہیں اور اسی کے وجود کے ساتھ موجود ہیں اور وجود مطلق لا بشرط شیٔ ہے اس نئے مذہب کے اختراع کے ساتھ انھوں نے اس معاشرتی اشکال کو بھی رفع کر دیا جو دوسرے فریق کے یہاں ممکنات کو اوہام و خیالات سمجھنے سے پیدا ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے نیکی و بدی کا امتیاز ہی مٹ رہا تھا اور اباحت مطلقہ کی ترویج و اشاعت کا راستہ صاف ہو رہا تھا۔

اس لیے انھوں نے اس وجود مطلق لا بشرط شیٔ کے ظہور کے لیے دو مرتبہ اختراع کیے۔

۱۔ مرتبہ اطلاق جس میں وہ جملہ قیود و شرائط سے خالی اور متعالی ہے۔ اس مرتبہ میں وہ وجود مطلق معبود ہے اور

۲۔ مرتبہ تقیید جس میں وہ تعینات و تشخصات سے متصف ہوتا ہے۔ یہاں وہ عابد و بندہ اور معبود حقیقی کے جملہ اوامر و نواہی کے بجا لانے کے لیے مکلف ہے اس طرح انبیاء و رسل کی بعثت و ارسال اور کتب مقدسہ الٰہیہ کے نزول و انزال کی ضرورت و افادیت بھی اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔

وحدت الوجود یا Pantheism کی اس توجیہ کی رو سے عابد و معبود اور آمر و مامور میں واجب تعالیٰ مرتبہ

اطلاق میں وجود مطلق سے متصف ہے مگر ممکنات مرتبہ تقیید میں اسماء سے متصف ہیں مصنف فرماتے ہیں کہ:

"مخفی نہ رہے کہ اس حیثیت میں وجود کا شعور بڑے سخت مجاہدہ اور ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔"

"و این حیثیت مخفی می ماند و بعد مجاہدہ و ریاضت منکشف می شود۔"

اس کے بعد وہ وحدت شہود کی حقیقت بتاتے ہیں یہ ایک مخصوص کیفیت کا نام ہے جس کے نتیجے میں دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے اس نور کے بریق و لمعان میں عرش سے لے کر فرش تک جملہ ماسوای باری تعالیٰ اسی طرح چھپ جاتے ہیں جس طرح سورج کی روشنی میں دوسرے ستارے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح ماسوائے باری تعالیٰ جملہ ممکنات موجودہ حقیقتاً موجود ہیں مگر وحدت الشہود کی رو سے عارف کی نظر میں نابود محض ہو جاتے ہیں۔ اور اسے صرف ذات باری تعالیٰ شانہٗ ہی کا شعور باقی رہ جاتا ہے۔

یہ تمہید تھی جسے مصنف علام نے نظریہ وحدت الوجود کی عقلی توجیہ کے لیے قائم کیا تھا انھوں نے اس طول طویل تمہید کا خلاصہ آخر میں بدیں طور دیا ہے۔

اللہ۔ علم ہے ذات واجب الوجود کے لیے۔ اور اس ذات کے بارے میں اختلاف ہے۔

۱۔ حکما، و متکلمین کے نزدیک یہ ذات مستجمع الصفات جزئی حقیقی ہے اور جملہ موجودات حقیقۃً موجود ہیں اور واجب تعالیٰ سے مبائن و مغائر ہیں۔ ۲۔ صوفیائے کرام کے اس باب میں دو گروہ ہیں۔

(الف) ایک گروہ واجب تعالیٰ کو جزئی حقیقی قرار دیتا ہے اور موجودیت کو صرف اسی ذات واجب تعالیٰ میں منحصر گردانتا ہے رہے ممکنات تو وہ واہمہ محض ہیں اور ان کا وجود اعتباری ہے۔

(ب) دوسرے گروہ کے نزدیک واجب الوجود کی حقیقت وجود مطلق ہے جو نہ عام ہے نہ خاص اور تمام شرائط و قیود سے منزہ و متعال ہے۔ رہے ممکنات (یا عالم خارجی) تو وہ بھی اسی وجود مطلق کے ساتھ موجود ہیں (مگر مرتبہ تقیید میں) اس طرح واجب و ممکن من وجہ عین یکدیگر ہیں اور من وجہ ایک دوسرے کے غیر و مبائن۔

مصنف اسی توجیہ کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہ جامع شریعت و طریقت ہے اور سر مو جادۂ مستقیم سے متجاوز نہیں ہے۔ اس خلاصہ مقال کے بعد انھوں نے نفس مسئلہ یعنی نظریہ وحدت الوجود کے اثبات کو لیا ہے مگر یہاں انھوں نے منطقی ثبوت کے بجائے تمثیل سے کام لیا ہے۔ اور واجب تعالیٰ کو وجود مطلق ثابت کرنے کے لیے موجودات کے مراتب وجود کی صف بندی (Classification) کی ہے اس کے لیے انھوں نے پہلے اشیاء منورہ کے اشراق و درخشانی کی صف بندی کی ہے کہ ان اشیاء منورہ کی نورانیت میں تین مراتب ہیں۔

مرتبہ اوّل جب کہ وہ روشن چیزیں نور سے منور ہوں جو اپنے علاوہ کسی غیر سے حاصل کیا ہو جیسے وجود زمین کہ وہ نور سے روشن ہوتی ہے جسے وہ سورج سے حاصل کرتی ہے۔ منوریت کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

ظاہر ہے اس مرتبہ میں شئے منور سے نور کا انفکاک ذہناً وخارجاً جائز و واقع ہے ہم یہ بھی تصور کر سکتے ہیں کہ زمین موجود ہو مگر اندھیری یعنی روشنی معدوم ہو اور واقعتاً کبھی ایسا ہوتا ہے رات کے وقت زمین موجود ہوتی ہے مگر اندھیری اور نور سے خالی۔

مرتبہ دوم۔ شئے منور ایسے نور سے روشن ہو جو خود اس کی ذات کا مقتضیٰ ہو کسی غیر سے حاصل و مستفاد نہ ہو بایں ہمہ وہ شئے عین نور نہیں ہوتی۔ اس کی مثال خود سورج ہے کہ اس کی روشنی خود اس کی ذات کا مقتضیٰ ہے بایں ہمہ سورج اور شئے ہے اور اس کی روشنی شئے دیگر۔

اس طرح یہ نور آفتاب خارج میں آفتاب سے جدا اور منفک نہیں ہو سکتا مگر چونکہ نور آفتاب کا غیر ہے اسلئے ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ممکن ہے یا بالفاظ دیگر ذہناً نور کا آفتاب سے انفکاک ممکن ہے اگرچہ خارج میں یہ جائز نہیں۔

مرتبہ سوم۔ شئے منور خود اپنے ہی نور سے روشن ہو اور اپنی نورانیت میں کسی اور چیز کی محتاج نہ ہو اس کی مثال خود نور کی ذات ہے کہ اپنی ذات ہی کی بناء پر منور ہے اور لوگوں کی آنکھوں میں ظاہر و عیاں ہے اور اپنے ظہور کے لیے کسی دوسرے نور کا جو اس کے کسی غیر سے حاصل ہو محتاج نہیں ہے۔ اس نور کا انفکاک خود سے نہ خارجاً جائز و ممکن ہے اور نہ ذہناً کیوں کہ شئی اپنی ذات سے منفک نہیں ہو سکتی۔

ان مراتب سہ گانہ کا ایک مرتبہ پھر گوشوارہ دیتے ہیں۔

مرتبہ اوّل میں وہ روشن چیز منور بالغیر ہوتی ہے جیسا کہ زمین جو سورج کے نور سے منور ہے یہاں تین چیزیں ہیں زمین روشنی اور آفتاب اور تینوں باہم متغائر ہیں۔

مرتبہ دوم میں وہ روشن چیز منور بالذات ہوتی ہے جیسا کہ آفتاب منور بالذات ہوتا مگر وہ نور غیر سے حاصل ہوتا ہے یعنی نور سے اس مرتبہ میں دو چیزیں ہوتی ہیں آفتاب اور نور جو دونوں باہم متغائر متباین ہیں۔

مرتبہ سوم میں وہ روشن چیز منور بالذات ہوتی ہے مگر جس نور سے وہ منور ہوتی ہے وہ خود اس کی ذات ہی ہوتی ہے یعنی نور۔ اور یہ مرتبہ افضل ترین مرتبہ نورانیت ہے۔

اس تمثیل کی بنیاد پر مصنف نے موجودات کی صف بندی کی ہے۔

مرتبہ اوّل میں موجود اس وجود سے متصف ہوتا ہے جو اسے موجد سے حاصل ہوتا ہے اس مرتبہ میں تین چیزیں ہیں موجود

وجود اور موجود اس مرتبہ میں موجود اپنے وجود سے خارجاً نیز ذہناً منفک اور جدا ہو سکتا ہے۔

مرتبہ اوسط میں موجود اس وجود سے متصف ہوتا ہے جو اس کی ذات کا مقتضی ہوتا ہے جس طرح متکلمین کے نزدیک واجب تعالیٰ جو بذات خود مقتضیٔ وجود ہے۔ اس مرتبہ میں صرف دو چیزیں ہوتی ہیں۔ موجود مقتضی اور وجود جو اس موجود حقیقی (واجب الوجود) کا مقتضی ہے اور ان دونوں میں خارجاً انفکاک ناممکن ہے اگرچہ ذہناً ممکن ہے۔

مرتبہ اعلیٰ میں موجود اس وجود سے متصف ہوتا ہے جو خود ذات موجود کا عین ہوتا ہے۔ یہ وجود نہ اس موجود اعلیٰ کا غیر ہے اور نہ اس کے غیر سے مستفاد ہے اس لیے اس مرتبہ میں نور کی طرح ایک ہی چیز ہے یعنی وجود مطلق اور اسی طرح یہاں بھی وجود مطلق کا خود اپنے وجود سے انفکاک خارج اور ذہن دونوں میں محال اور ناقابل انفکاک ہے اور یہ موجودیت کا افضل ترین مرتبہ ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ عقل حاکم ہے کہ واجب تعالیٰ مراتب وجود کے ساتھ متصف ہو اور موجودیت کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ بنفسہٖ وبذاتہٖ موجود ہو یعنی اپنی ہی ذات کے ساتھ موجود ہو اور دوسری اشیاء کی موجودیت اسی کی محتاج ہو۔ اور موجود بنفسہٖ وجود مطلق ہے جس کی تفصیل اوپر گزری۔

پس واجب تعالیٰ عین وجود مطلق ہے جو مرتبہ اطلاق میں معبود اور مرتبہ تقیید و تنزل میں عابد ہے۔ آخر میں اس تمام استدلال کا خلاصہ بدیں طور بیان کرتے ہیں۔

"چاہیے کہ واجب تعالیٰ اتم و افضل ترین مراتب وجود سے متصف ہو مگر وہ اتم و افضل ترین مرتبہ موجودیت صرف وہ وجود ہے جو بنفسہٖ وبذاتہٖ موجود ہے جو اپنی موجودیت میں کسی دوسری شے کا محتاج نہیں ہے۔ پس حقیقت واجب نہیں ہے مگر وجود مطلق جو موجود بنفسہٖ ہے اور باقی جملہ اشیاء اسی سے موجود ہوتی ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ واجب الوجود وجود مطلق ہے جو بنفسہٖ موجود ہے اور باقی دوسری اشیاء اسی وجود سے موجود ہیں جیسا کہ نور جو بنفسہٖ روشن ہوتا ہے اور تمام دوسری اشیاء اس سے روشن ہوتی ہیں۔ اپنے موقف کو زیادہ مستحکم بنانے کے لیے مصنف نے رسالہ کا اختتام شواہد قرآنی سے کیا ہے مگر ان کی تفسیر و تاویل میں اہل شریعت سے اختلاف ہو سکتا ہے اس لیے ان کے بیان سے صرف نظر کرنا ہی مستحسن ہوگا آخر میں صاحب اعیان الشیعہ کے اس تبصرے کو نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں انھوں نے مصنف کی فلسفیانہ کتابوں کو دینی اور دینی کتابوں کو فلسفیانہ کہا فرماتے ہیں: "ہو محق ان نعت کتبہ الفلسفیۃ کتبا دینیۃ ونعت کتبہ الدینیۃ کتبا فلسفیۃ" اور یہ واقعہ ہے کہ اس الٰہی کمان کو زہ کرنا جس میں نہ تو شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے پائے اور نہ حکیمانہ تحقیق میں کوئی کوتاہی رہنے پائے اپنی جگہ ایک اہم علمی و دینی کارنامہ ہے جس کے لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق — ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

رسالۂ وحدت الوجود

بدان وفقک اللہ تعالیٰ کہ جمیع عقلا اتفاق دارند برایں کہ ذاتِ موجود را صانعی ثابت و متحقق است و خبر آنش
بدرجہ رسیدہ کہ از جملہ بدیہیات شدہ و نیز اتفاق دارند برایں کہ معرفت کنہ واجب از طاقت بشر و ملک بیرون است
کما قال علیہ السلام ما عرفناک حق معرفتک و ظاہر است کہ سعادت عظمیٰ برای نفس ناطقہ معرفت واجب
است بقدر طاقت بشریہ و طریق تحصیل ایں معرفت یا بنظر و استدلال است و یا بریاضت و مجاہدہ و اہل نظر اگر متبع کدام
نبی باشند فہم المتکلمون و الا فہم الحکماء المشائیون و اہل ریاضت و مجاہدہ اگر متبع نبی باشند فہم
الصوفیۃ المتشرعون و الا فہم الحکماء الاشراقیون و نیز مصرح است کہ لفظ وجود گاہی اطلاق کردہ
میشود بر معنی مصدری کہ تعبیرش در فارسی ببودن و شدن است و ایں امر اعتباری است و گاہی اطلاق کردہ میشود بر وجود
خارجی کہ عبارت از وجود ما بہ الموجودیہ است یعنی وجودی کہ بسبب آں جمیع اشیا موجود اند و ایں وجود در واجب
عین ذات است یعنی ذات ہماں وجود است و وجود امر زائد بر ذات نیست چناں کہ در ممکن ایں وجود زائد بر ذات
است یعنی ممکن را ذاتی ست و وجود امر دیگر است کہ او را عارض شدہ و معنی اول یعنی معنی مصدری نہ عین نہ غیر زیرا کہ او را ذاتی
است (یعنی وجود ما بہ الموجودیہ نزد بعضی عین ذات و نزد بعضی غیر و وجود مصدری صلاحیت ایں عینیت و غیریت
ندارد زیرا کہ امر اعتباری است) و ایضاً بدان کہ اللہ علم است برای ذات واجب الوجود کہ جامع جمیع صفات
کمال باشد و منزہ از صفات نقصان و ایں ذات کہ لفظ اللہ برای او موضوع شدہ نزد متکلمین عبارت است از
جزئی حقیقی بسیط در خارج و ذہن و جمیع صفاتش زائد بر ذات اند و اللہ کاک آنہا ازلی محال و جمیع عالم کہ عبارت از
ماسوی اللہ است موجود واقعی و نفس الامری ہستند و با واجب مباین و غیر محض چہ غیریت در واجب و ممکن بدیہی است
و آں ذات نزد حکما ہم جزئی حقیقی و بسیط است و ہمہ ممکنات موجود اند حقیقۃً و با ذات واجب مغایر محض لیکن صفات عین
ذات اند و ہمیں فرق در مذہب حکما و متکلمین ایں است کہ حکما صفات را عین ذات میدانند و متکلمین غیر و نزد متکلمین جمیع عالم حادث
است و نزد حکما بعضی اشیا قدیم اند مثل افلاک و عناصر وغیرہ و ماسوی اینہا حادث و ہر دو متفق اند بر اینکہ ممکن موجود

تذکرہ: این اقوی بین عبارت حاشیہ است۔ تغیر حد متقدم از غلطی کتابت شامل حوض گم دیدہ - ۱۲۰

است حقیقةً و مباین واجب و معنی زیادت صفات بر ذات که مذهب متکلمین است این است که ذات چیزی دیگر

و صفت چیزی دیگر مانند سیاهی و جامه چنانکه علم ما (علم ما[1] یعنی چیزی دیگر و زائد بر ذات متقیم بذات ما) غیر ذات است

هم چنان علم واجب غیر ذات واجب یعنی در علم زید ذات ما کافی نیست مادام که صفت یعنی "صورت علمیه" بدو منضم

نشود علم زید حاصل نشود و عینیت صفات با ذات عبارتست از کافی بودن ذات در آثار صفات چنانکه

واجب را سمع و بصر بلاوساطت آلها حاصلست هم چنان علم جمیع ممکنات بلا انضمام کدامی صفت حاصلست

جمیع صوفیه اتفاق دارند برین که صفاتش عین ذات اند و معنی عینیت ذات با صفاتش[2] گذشت لیکن بعضی از صوفیه واجب الوجود را جزئی حقیقی گویند

مثل متکلم و حکیم و ممکن را مباین واجب و موجود واقعی نمی‌شمارند لیکن بعضی ایشان واجب را جزئی حقیقی میگویند و ممکنات

و موجودات را موجودات نفس الامریه نمی‌شمارند بلکه نزد ایشان همه وهم و خیال است مثل سراب و ذات واجب در

صور متعدده و اشکال مختلفه خود را نموده و جز آن ذات در خارج و ذهن موجود و موجودات معدوم محض و موجودیت

ایشان وهم و خیال و این هم وحدت وجود است لیکن برین تقدیر امر و نهی و بعثت رسل باطل می‌شود زیرا که ممکنات که اوهام

و خیال اند صلاحیت این امور نمیدارند و این مسلک خلاف کتاب و سنت است و نزد بعضی از صوفیه واجب الوجود

وجود مطلق است که در آن هرگز کدامی قید نباشد و جمیع موجودات در واقع موجود اند لیکن بهمان وجود واجب یعنی جمیع موجودات

در مرتبه وجود بوجود واقعی دارند لیکن موجودیت ایشان بهمان وجود مطلق است که آن واجب است و همین است معنی وحدت

وجود نزد ایشان یعنی نزد صوفیه قائل وحدت وجود واجب تعالی جزئی حقیقی نیست بلکه وجود مطلق[3] است و تمامی ممکنات عین الا

مستند بوجود الا موجود اند و آن وجود مطلق قابل تقیید است پس آن وجود مطلق در مرتبه اطلاق (یعنی در مرتبه خلو از قیود)

معبود و در مرتبه تقیید[4] عابد یک حال شد فرق در عابد و معبود یعنی آن وجود مطلق دو مرتبه دارد اطلاق و تقیید در اول معبود و در ثانی عابد یعنی

آن وجود مطلق در مرتبه اطلاق حکمی دارد که در مرتبه تقیید یافته نمی‌شود چه در مرتبه اول معبود و مخدوم است و عذاب و منیب در

---

[1] عبارت حاشیه است که ما سبق۔ ۱۲

[2] یعنی مفهوم واجب الوجود کلیست و مصداقش جزئی یعنی امر که بر وی این مفهوم صادق می‌شود جزئی حقیقی است یعنی قابل تعدد و تکثر است و مفهومش کلی یعنی قابل تعدد و تکثر نیست۔ ۱۲

[3] یعنی وجود خالی از قیود۔ ۱۲

[4] یعنی همان وجود و تقیید از مرتبه اطلاق تنزل نمود و در مرتبه تقیید آمده عابد شد۔

مرتبۂ ثانیہ یعنی تقیید عابد و معلل و عابد با معبود من وجہ عینیت[۱] دارد و من وجہ غیریت[۲] زیرا کہ عین محض است و در غیر محض و این عینیت محققی
نماند بلکہ بعد رفع پردہ ہای اعتبارات منکشف می شود و معنی وحدت شہود آن کہ در قلب عارف نوری پیدا می شود کہ در آن نور تمیز ما سوی
اللہ از روش تا ورش محقق نمی گردد اگرچہ در واقع موجود اند چنانکہ جمیع ستارگان کہ موجود اند وقت طلوع شمس مخفی می شوند در واقع
معدوم نیستند خلاصہ این کہ اللہ عَلَم است ذات واجب الوجود را و در این ذات اختلاف نزد حکما و متکلمین آن ذات جزئی
حقیقی است و مباین ممکنات و جمیع ممکنات موجود حقیقۃً و نزد بعض صوفیہ واجب جزئی حقیقی و مباین ممکنات و ممکنات
موجود واقعی ہستند و نزد بعضی از صوفیہ واجب جزئی حقیقی و موجودیت منحصر در ذات واجب و ممکنات اعتبارات و خیالات و نزد بعضی
واجب وجود مطلق است و آن وجود عام است و در خاص مجرد از جمیع قیود است و تمام عالم موجود بایں وجود است و با عالم
من وجہ عین و من وجہ غیر و این مسلک جامع شریعت و طریقت است و سر مو از جادۂ مستقیم تجاوز ندارد ۔

دلائل وحدت وجود :- اشیاء منورہ در نورانیت سہ مرتبہ دارند یعنی ہر چیزے کہ روشن است از سہ مرتبہ خالی
نیستند اول این کہ روشن باشد بنورے کہ مستفاد و حاصل از غیر است چنانکہ زمین کہ روشن است از نور آفتاب و این مرتبہ ادنیٰ
مراتب است و در این مرتبہ زوال نور از منور ذہناً و خارجاً جائز و واقع است زیرا کہ تاریکی زمین بعد زوال نور آفتاب ممکن و واقع دوم آنکہ
منور روشن باشد بنورے کہ این نور مقتضائے ذات منور است یعنی ذات منور آن نور را می خواہد و آن نور از چیزے دیگر سوای آن منور
حاصل نیست لیکن آن نور غیر آن منور است چنانکہ جرم آفتاب کہ روشن است بنور خود و نور آن از غیر حاصل نیست بلکہ ذات آفتاب نور را می خواہد
و این نور از آفتاب در خارج ممتنع الانفکاک است و چونکہ غیر آفتاب است تصور یکی بغیر دیگری ممکن است و این مرتبہ از مرتبہ اول فوقیت دارد زیرا کہ
در این مرتبہ انفکاک نور از منور در ذہن ممکن است و در خارج جائز نیست و در مرتبہ اولیٰ انفکاک در ذہن و خارج جائز است
سوم این کہ منور بذات خود روشن باشد و در روشنی خود محتاج بغیر و دیگر نباشد چنانکہ ذات نور کہ بذات خود ہویدا و ہویدا
گر است و در ظہور خود بنور دیگر کہ از غیر حاصل شود یا مقتضای ذات باشد محتاج نیست و الا لزم الدور و التسلسل
و این مرتبہ بالاترین ہر دو مرتبہ است زیرا کہ در این مرتبہ انفکاک نور از منور ذہناً و خارجاً ممتنع است چہ منور عین نور و روشنی
نفس خود منفک نمی شود خلاصہ این کہ منور یا منور بالغیر است چنانکہ وجہ ارض کہ از آفتاب روشن است و در این مرتبہ سہ چیز
است منور یعنی وجہ ارض و نور و آفتاب و ہر سہ باہم متغایر یا منور بالذات است بنورے کہ آن نور غیر منور است چنانکہ ذات

---

[۱] از این رو کہ عابد بجز آن وجود است لیکن تقیید زائل شدہ [۲] من وجہ الخ یعنی از این رو کہ احکام و آثارات ہر یک

منور بنور است و درین مرتبه دو چیز است یکی آفتاب دوم نور و هر دو باهم متغایر یا منور بالذات آنست بنوریکه آن نور عین منور
است و درین مرتبه جز یک چیزی حاصل نیست و آن وجود نور است و وجود منور چنان که اشیای منوره را در نورانیت
سه مرتبه باشند همچنان موجود را در موجودیت سه مرتبه است یکی ادنی و دیگر اوسط سیوم اعلی موجود ادنی آنکه
موجود باشد بوجودیکه از غیر حاصل باشد مانند ماهیات ممکنه که وجود ایشان غیر ایشانست و حاصل است از موجد
و دریا مرتبه سه امر متغایر باشند موجود و وجود و موجد و انفکاک وجدانی وجود ازین موجود در ذهن و خارج ممکن بلکه متحقق
است موجود اوسط آنکه موجود باشد بوجودیکه این وجود مقتضای ذات باشد چنانچه واجب الوجود بمذهب متکلمین
که بذات خود مقتضی وجود است و درین مرتبه دو چیز که موجود مقتضی دوم موجود مقتضی و انفکاک در خارج ممتنع
است اما در ذهن جایز است و این مرتبه از اول بالاتر است زیرا که درین مرتبه انفکاک وجود از موجود در خارج مستحیل
ذهن جائز است بخلاف اول که انفکاک وجود از موجود در خارج و ذهن جائز است بلکه واقع و موجود اعلی آنکه موجود باشد
بوجودیکه عین موجود باشد و وجودیکه عین ذات موجود است نه غیر ذاتش و نه از غیر مستفاد و انفکاک وجود ازین موجود
در ذهن و خارج ممتنع است چنانکه نور بذات خود روشن است و نورانیت دیگر اشیاء به نور است همچنان وجود بذات خود
موجود و موجودیت دیگر اشیاء بهمان وجود است و عقل سلیم حاکم است که واجب تعالی بر اعلی مراتب موجودیت باشد
و اعلی مراتب موجودیت این است که موجود بنفسه باشد و موجودیت دیگر اشیاء باو باشد و موجود بنفسه نیست مگر وجود
مطلق پس واجب تعالی وجود مطلق باشد که در مرتبه اطلاق بجز او در آن مرتبه تقیید و تنزل عابد است خلاصه این که واجب باید که در اتم مراتب موجودیت
باشد که ما ورای آن ممکن و متصور نباشد و اتم مراتب موجودیت یافته نمی شود مگر در وجود بحت که او موجود بنفسه است و در موجودیت
خود بدیگر اشیاء احتیاج ندارد بخلاف دیگر اشیاء که در موجودیت خود بوجود دیگر احتیاج دارند پس حقیقت واجب نیست مگر وجود
مطلق که موجود بنفسه است و جمیع اشیاء بآن موجود پس ثابت شد که واجب وجود مطلق است که بنفسه موجود است و موجودیت دیگر اشیاء
بهمان وجود است چنانکه نور منور بنفسه است و تمامی اشیا بآن روشن این است بیان تحقیق و اثبات وحدت وجود حقیقی
از شواهد قرآنیه هم مذکور می شود قال الله تعالی "هو الاول والآخر والظاهر والباطن" (الحدید ۳)
و درین آیه حصر صفات اربعه در واجب است و آن حصر صحیح نیست مگر بتقدیر وحدت وجود زیرا که بتقدیر وجود غیر از آن غیر
هم یکی از صفت ازین صفات اربعه متصف خواهد شد و این مخل حصر است و این معنی متبادر است و دیگر تاویل است قال الله
تعالی اینما تولوا فثم وجه الله یعنی هر جا که رو آرید پس آنجا ذات حق است و بودن ذات حق هر جا ممکن نیست مگر باین
که غیر الله را وجودی نیست و الا هر جا ذات حق نباشد قال تعالی اذا سألک عبادی عنی فانی قریب و مراد

در غیب بو معیت نیست مگر احاطۂ ذاتیہ کہ آں عبارت از اتحاد وجود است قال اللہ تعالیٰ واللہ معکم اینما کنتم یعنی و معیت ہم عبارت
از احاطۂ ذاتیہ است کما قال لبید[1] الا کل شیء ما خلا اللہ باطل و قولہ صلی اللہ علیہ السلام ہم بریں معنی دلالت دارد و حق شیء لا بمقارنۃ
و غیر کل شیء لا بمزایلۃ یعنی اللہ تعالیٰ با جملہ اشیاء در عین محض است کہ تفاوت تعین ہم برداشتہ باشد بلکہ عین اشیاء
است لیکن فرق باعتبار تعین است و دیگر آنچہ بغیر بحث و قول صدیق اکبر از ہمیں قبیل است ما رأیت شیئا الا و رأیت
اللہ فیہ[2] کذا نقل فی الکتب المعتبرۃ واللہ اعلم و علمہ اکمل و اتم سبحانک ما عرفناک حق معرفتک فقط۔

بفضل خداوند ذو الجلال و ببرکت ذات رسول برحق و ولی مثال ایں رسالۂ وحدۃ الوجود از دست فقیر سراپا خطا و تقصیر
در مدت چند ایام کہ در بعض آوان از ان صرف کتابت نمودہ شد صورت اختتام پذیرفت و بتاریخ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ قبل انتصاف شب
آرام گرفت الکاتب العاصی الآسی محمد محسن العباسی جعل اللہ فی حسن الخاتم والراسی من سکناء البلدۃ
المعروف والمشہور اعنی الجبور کبیو۔ ●●

حاشیہ۱ شعر لبید: الا کل شیء ما خلا اللہ باطل — و کل نعیم لا محالۃ زائل
ویں شعر لبید است و رسول علیہ السلام تعریف ایں شعر کردہ و فرمودہ احسن کلمۃ قالہا لبید و ازہمیں جہت ایں شعر
را حدیث گویند۔

حاشیہ۲ و رأیت اللہ فیہ۔

جناب فضیل احمد قادری
خدا بخش ریسرچ فیلو، پٹنہ

مولانا آزاد لائبریری

میں

تصوّف کے دو اہم مخطوطات

(۱) سرور الصدور و نور البدور

ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کی داغ بیل خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ڈالی اور ان کے خلفا نے اسے پروان چڑھایا۔ خواجہ معین الدینؒ کے دو اہم خلفا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور صوفی حمید الدین ناگوری تھے۔ اول الذکر نے دہلی کو اپنا مستقر بنایا اور سلسلے کی ترویج کی۔ مؤخر الذکر ریاست راجپوتانہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ بڑی سادہ زندگی تھی۔ ایک بیگھہ زمین تھی جس کی کاشت کرتے تھے۔ ایک چادر باندھتے تھے اور دوسری کمر سے اوپر پڑی رہتی تھی۔ بیوی کو دوپٹہ میسر نہیں تھا۔ سبزی کھاتے تھے اور گوشت سے پرہیز تھا۔ کبھی نذر و فتوح قبول نہیں کرتے اور فقر میں فخر محسوس کرتے۔ زبان ہندوی میں گفتگو فرماتے۔ الغرض شیخ ناگوری کی زندگی خالصتاً ہندوستانی تھی اور اس سرزمین کی سادگی کی مظہر بھی۔

شیخ ناگوری نے طویل عمر پائی۔ آپ کا وصال ۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء میں ہوا۔ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے صاحبزادے شیخ عزیز الدین سعید کا انتقال ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے پوتے شیخ فرید الدین محمود کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ شیخ فرید الدین کے ایک صاحبزادے نے شیخ ناگوری کے ملفوظات مرتب کیے اور اس کا نام سرور الصدور و نور البدور تجویز فرمایا۔ ذخیرہ حبیب گنج میں اس کا ایک نسخہ ہے، اس کا نمبر ۲۱/۲ ہے۔ اوراق ۴۶ ہیں اور سطور ۱۷ ہیں جسے ۱۲۰۱ھ میں مولانا انوار الحق دہلوی نے نقل کرایا تھا اور ناگور سے ایک نسخہ منگوا کر اس کی تصحیح فرمائی تھی۔ کتاب پر جگہ جگہ حاشیوں پر مولانا کی تحریر موجود ہے:

"این یک مقدمہ از کلمات طیبات شیخ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز از ابتدا برائے تیمن و تبرک نوشتہ شد بعد ازیں فوائدیست کہ از لفظ مبارک و نفس متبرک شیخی و مخدومی و والدی سلطان سلاطین المشائخ قطب الاولیاء قدوۃ الاصفیاء اسوۃ السالکین امام المحققین ہادی المریدین ملک المفسرین ختم المذکرین ملجأ الملوک والسلاطین وارث الانبیاء والمرسلین فرید الحق والملۃ والشرع والدین محمود بن سعید بن محمد الصوفی السعیدی افاض اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان و اسکنہ اللہ

علی درجات الجنان مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین کر شنیدہ است از نصایح و واعظات و امثال و حکایات
و لطایف و نکات و رموز و اشارات و صریح و کنایات نہ چند آنکہ شنیدہ شدہ است توان نبشت۔ اما ہماں مقداری
کہ در خاطر قاصر گنجیدہ است و فہم قاصر آنجا رسیدہ است و معلوم شدہ و در دل یاد ماندہ۔"

چند اقتباسات

مجلس اوّل یوم الخامس من جمادی الآخر سنہ سبع و عشرین و سبعمایۃ در خواندن تحریص و ترغیب می کردند
و دراں فرمودند کہ ما تا مستور بخدمت شیخ در خواندن مشغول می بودیم و یک ساعت بیکار نمی بودیم و از اوّل تا آخر در
خدمت شیخ بودہ می شد۔ ہرگز در مجلس ایشاں ذکر دنیا نبودی و اصلاً حکایت دنیا شنیدہ نشدی۔ غرض اتفاق کہ ہم ایشاں
ذکر دنیا نکردندی و یاراں دیگر ہم۔ فرمودند کہ اعمال بودی کہ ذکر دنیا کردی۔ ہمیں فائدہ بودی کہ از خدا و رسول می فرمودند
و یاراں می شنیدند[1]

فرمودند کہ می گویند جد ما بابا بزرگ مردی مستغرب بود۔ چون والد شیخ محمد الصوفی در فترت کفر از لاہور در
دہلی آمد این مرد او را دختر خود بداد۔ ہم در دہلی چندگاہ مجاہد بودند تا شیخ بزرگ فرمودی قدس اللہ روحہ کہ اوّل کسی کہ از بعد
اسلام در دہلی زادہ شدہ من بودم۔ مسقط الراس شیخ دہلی است۔ شیخ را ہم بار با آرزو شدی کہ در دہلی روند۔ ما را کہ
در دہلی آوردند۔ گو میراث ایشاں رسید و گویند ہم جد شیخ بزرگ دختر خود را گفتہ بود کہ او منجم بود کہ این دختر این بار تو
فرزند نرینہ نخواہی آورد۔ شیخ کہ در شکم بود وقت آں گفتہ بود کہ چنین فرزندی نخواہد بود۔ نیم اندام او سبز خواہد بود و سینہ بیرون
آمدہ و سینہ او پر علم خواہد بود۔ اما بعد قول من نخواہی زاد گفتہ ہمیں کہ مادر شیخ این سخن بشنید۔ نزدیک خانہ پدر حوضی بود۔
خود را دراں حوض انداخت و گفت کہ من فرزندی چہ خواہم کرد کہ بعد از پدر خواہد آمد۔ ولیکن ہمچناں از حوض بسلامت بیروں
آوردند۔ و بعد از چند مدت شیخ متولد شد ہمچناں کہ جد ایشاں نشان دادہ بود کہ فرزند نرینہ و سینہ بیرون و نیمی اندام سبز
ما ہم می دیدیم کہ نیمی اندام مبارک ایشاں سبز و سینہ کشادہ و بیرون آمدہ بود[2]۔

بعد از آں در بندگی جدہ علیہا رحمۃ اللہ علیہا می فرمودند کہ بغایت عورتی عالی ہمت و صاحب کرامت بود و شوق
فقیر ہم بگفتی و دعا ہمتداں از دستگیری کردی اقبال بچہ بود۔ بسر خواندہ وقتی طلبی دستار گرا آمد این اقبال را ایمان شنگرفت حال ازیشان
او طلب نمود۔ اقبال بخدمت جدہ آمد و شد بسیار داشت۔ بخدمت ایشاں دراں حال بیامد و گفت بی بی این ملک
را گرفت است و نمی خواہد کہ معاد رہ کند۔ شما چہ می گویید کہ من از و خلاص خواہم یافت یا مال نخواہد ستد۔ بگو چند ساعتی

۱۔ سرور الصدور، ورق ۲۰ (الف ب)۔ ۲۔ ایضاً، ورق ۲۰ (ب)

وقت جان دادن ہمہ جیوزات نشستہ رو غن می کشید. فرمود کہ خلاص نخواہید بود بلکہ ہمہ مال تو نخواہد گرفت. بعد از آن گفت زبان ازین اوکوز گا
گفت زنتی ایں ساعت چک دیکی میزدند بر جیوزات و چک برای آں زدند تا روغنی کہ در جیوزات باشد ہمہ را بکشند تو ہم زن
حالت آمدی حوال تو نیز ایں باشد چنانکہ درین جیوزات روغنی نخواہم گذاشت مال تو ہمچناں ملک نخواہد گذاشت[۱] ..."

"و ہم وصیت شیخ قدس اللہ روحہ العزیز است کہ ہر روح من چیزی نخواہید باید کہ گوشت ندہید گفتم بابا گو
صلوٰۃ از بازارگاہ بخریم؟ فرمودند ہمہ باشد آنقدر کہ شما از بازار بخرید ایشاں بجای آن گوسفند دیگر کشتہ عزتمانی
بودہ است نخواستند کہ از برای ایشاں جان بجان شود[۲]"

و ایں ہم شیخ بسیار گفتی لقد احسن اللہ فیما مضی کذلک یحسن فیما بقی وصیت ہمہ را اینا پسندہ
است کہ جدہ علیہ الرحمۃ یا والد علیہ الرحمۃ فرمودہ است کہ عزیزی: "بھلو ہوئیں، بڑ وصت ہوئیں سب کو پیار بھوئیں"
و بعد ازیں رحمت از صحبت بیدل شدہ بودہ کہ سلطان محمد بن تغلق شاہ خلق را اوبای کردہ تغلق
اطراف ہمہ در شہر آوردہ۔ خدمت مخدوم العالم را نیز طلب شدہ مرحمت و بخشش بی نہایت مشرف گشتہ۔ و برای کار
کہ سلطان محمد دختر خواہر شیخ را دادہ و برای کار خیر در دولت آباد فرستادہ و کار خیر کردہ در شہر آمدہ مرتب شدہ
و ولایت ناگور یافتہ یک صدہ انعام شدہ چند گاہ درین نعمت و راحت بودہ و آخر الامر برحمت حق تعالیٰ رسیدہ[۳]"

"شاید کہ حق تعالیٰ والی را یا کسی را پیدا آرد کہ عمارتی و مقامی برای درویشاں بکنید بدہد۔ ایں سودای کہ ناگور
دارد و ہیچ شہری ایں سواد ندارد۔ دہلی ہم ندارد و اجمیر ہم ندارد و کسی قدر ناگور چہ داند کہ چیز است[۴]"

دوہرہ: اوکہد جیں دین گی دوہی برہیں :. اوکہد ویک نجا تی یار چھی تین
الفاظ ہندوی در سرور الصدور" تھال، کھیپوی، گھڈ، پہک، پانگی[۵]

اشعار حمید الدین ناگوری:

مست شدی جستن خمار چیست :. بستہ شدی گفتن اسرار چیست[۶]
تا نہ خبری عشق بجای حمید :. رفتن بیہودہ ببازار چیست

سرور الصدور میں مندرجہ ذیل کتابوں کے حوالے آئے ہیں۔
عوارف المعارف، تفسیر زاہدی، کشف المحجوب، تعریف بدری، مشارق الانوار، احیاء العلوم، مصابیح

۱۔ سرور الصدور، ورق ۴۰ (الف)۔ ۲۔ ایضاً ورق ۴۰ (ب)۔ ۳۔ ایضاً ورق ۴۰ (الف)۔ ۴۔ ایضاً ورق ۴۲ (ب)۔ ۵۔ ایضاً
ورق ۴۴ (الف)۔ ۶۔ ایضاً ۴۲ (ب)۔

فوائد الفواد، تفسیر کشاف، تفسیر مدارک، تفسیر مقاتل، کیمیائے سعادت، تمہیدات عین القضاۃ، مقامات ابو سعید، تحفۃ البلاغت، قوت القلوب، فصوص الحکم۔

(۲) احسن الشمائل

دوسرا اہم مخطوطہ شیفتہ کلکشن میں ہے، جس کا نمبر ۵ ہے اور کتاب کا نام "احسن الشمائل" ہے۔ یہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے حالات میں ان کے مرید خواجہ کامگار خاں کی تصنیف ہے جو مصنف نے مولانا ضیاء الدین نخشبی کی شہرۂ آفاق تصنیف چہل ناموس کی طرز پر لکھی ہے۔

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی (م ۱۱۴۲ھ) پورب کے رہنے والے تھے اور اوائل شباب میں دہلی جاکر شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے مرید ہوئے اور تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شاہ صاحب کو شاہ نظام الدین سے ایک خاص لگاؤ تھا اور شاہ نظام الدین کو اپنے پیر و مرشد سے والہانہ محبت۔ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی نے چشتیہ سلسلہ کی نشر و اشاعت کیلئے شاہ نظام الدین کو دکن روانہ فرمایا۔ جہاں وہ مختلف مقامات پر سلسلہ کی ترویج میں مشغول رہے اور بالآخر اورنگ آباد میں مستقل قیام فرمایا۔

اٹھارہویں صدی میں چشتیہ سلسلہ کی نشاۃ ثانیہ شاہ کلیم اللہ کی قیادت میں ہوئی مگر اس سلسلے کی ترویج و اشاعت میں شاہ نظام الدین نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ان کی شخصیت بڑی پرکشش تھی اور زندگی بہت سادہ۔ شاہ و گدا سب برابری سے ملتے اور چھوٹے بڑے سب کو کھڑے ہو کر خوش آمدید کہتے۔ ایک اندازے کے مطابق دکن میں ان کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ تھی۔

شاہ نظام الدین نے شادی بہت دیر میں کی۔ کئی صاحبزادے پیدا ہوئے جن میں سے شاہ فخر الدینؒ نے سلسلے کی قیادت فرمائی اور اٹھارہویں صدی کے ہندوستان میں ایک عظیم مذہبی اور سماجی انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ نے اورنگ آباد کو چھوڑ کر دہلی کو اپنا مستقر ٹھہرایا۔

نسخہ احسن الشمائل: اوراق ۲۰۰، سائز ۲۳ × ۱۵ / ۲۱ × ۱۲، سطر ۱۴، سنہ کتابت ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء، کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ احسن الشمائل سے چند اقتباسات:

کلمہ سی و ہفتم: "اخوی محمد نور الدین طال عمرہ نقل فرمودند کہ روزے در خدمت حضرت پیر و مرشد مدظلہ العالی بودم مذکور حضرت قطب الاقطاب شاہ کلیم اللہ جیو سلمہ اللہ تعالیٰ بیان حضرت صاحب مدظلہ فرمودند کہ حضرت

ڈاکٹر محمد انصار اللہ
شعبۂ اردو
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

رسالہ چہار انواع اور دیگر مخطوطات

بلگرام کے ایک نہایت اہم علمی خاندان کے ایک بزرگ میر اویس گیارھویں صدی ہجری کے اواخر میں گذرے ہیں۔ جن کے والد قصبہ بلگرام کی سکونت ترک کرکے مارہرہ (ضلع ایٹہ) میں چلے آئے تھے۔ انھیں میر اویس کے صاحبزادے صاحب البرکات شاہ برکت اللہ ہیں جو فارسی میں عشقی اور قدیم اردو (ہندی) میں پیمی تخلص کرتے تھے۔

شاہ برکت اللہ عشقی وپیمی ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء میں انھوں نے وفات پائی۔ وہ اپنے وقت کے بڑے صاحب علم اور صاحب دل بزرگ تھے۔ ان کا شمار سلسلۂ قادریہ کی نہایت اہم شخصیتوں میں ہوتا ہے بلکہ ایٹہ، بدایوں اور بریلی کے علاقوں میں سلسلۂ قادریہ کا رواج انھیں کے فیض سے ہوا۔ شاہ برکت اللہ عشقی کے حالات محمد طفیل بدایونی نے برکات مارہرہ میں اور غلام شبر بدایونی نے مدارج تویریہ میں درج کیے ہیں۔ زبان اردو سے متعلق ان کی خدمات کا ذکر راقم نے اپنی کتاب تاریخ اقلیم ادب کے دوسرے حصے میں مختصراً کردیا ہے۔ یہاں تصوف کے موضوع سے متعلق ان کے ایک چھوٹے سے رسالے "چہار انواع" کا تعارف مقصود ہے جس کا مخطوطہ راقم کو اپنے کرم گستر جناب فرخ جلالی کی عنایت سے دیکھنے کو ملا۔ جناب فرخ نے ہی اس کے ایک اور نسخہ کی بھی نشاندہی کی جو مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔ (مرآۃ التصوف ص ۵۹ تا ۲۶۲)

رسالہ چہار انواع فارسی زبان میں ہے۔ مخطوطہ درمیانی سائز کے کل سولہ صفحوں پر مشتمل ہے۔ کسی صفحہ پر اٹھارہ اور کسی پر بیس سطریں کسی قدر شکستہ خط میں لکھی گئی ہیں۔ ترقیمہ اس طرح ہے:

"تمت تمام شد بقلم عاصی پر معاصی احقر العباد بندہ غلام معبود قادری چشتی بخط ید خود بماہ ذی قعدہ بتاریخ ۱۹ شہر ۱۲۱۶ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

اس عبارت کی رو سے نسخہ ہذا کی کتابت مصنف کی وفات کے پونے دو سو برس کے بعد ہوئی تھی لیکن اس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ کسی ایسے نسخے کی نقل ہے جو مصنف کی زندگی میں لکھا جا چکا تھا چنانچہ نسخۂ ہذا کے کاتب نے قدیم ترقیمہ کو بھی نقل کردیا ہے جو اس طرح ہے:

"تمام شد بعون اللہ تعالیٰ نسخہ چہار انواع من تصنیف حضرت قطبی دینی و دنیا میر صاحب شاہ برکت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔"

اس عبارت کے لکھنے والے نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن شاہ صاحب کے نام کے ساتھ "سلمہ اللہ تعالیٰ" شامل کر کے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ یہ نسخہ ان کی زندگی میں یعنی ۱۱۴۲ھ سے پہلے کسی وقت لکھا ہوگا۔ کاتب نے شاہ صاحب کو "قطبی" کہہ کر ان سے اپنی عقیدت اور نسبت کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ مولانا آزاد لائبریری کے نسخے کے بارے میں اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی ہے۔

رسالہ چہار انواع کے کاتب اول کے اندراج کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس سے اس رسالے کے نام کا پتا چلتا ہے۔ خود متن میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں ہے۔

نسخۂ ہٰذا کے کاتب نے شروع میں بطور عنوان یہ الفاظ لکھے ہیں: "یا صاحب البرکات خذ بیدی"

رسالہ چہار انواع کی ابتدا ان لفظوں سے ہوتی ہے:

"سبحان ذی الملک والملکوت۔ صاحب لے معنی ایں فقرہ کہ ذی الملک والملکوت است در مدح انسان منسوب ساخت ...... وایں تا ثیر بر سر مبارک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منور و متحقق است۔ انا احمد بلا میم"۔

قرآن پاک کی مذکورہ آیت کو "مدح انسان" سے منسوب کرنا اور "انا احمد بلا میم" کا نقل کیا جانا اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ رسالہ چہار انواع کے تمام مضامین اور مباحث انھیں امور پر مبنی ہیں۔ مصنف کے ذہن میں اس سلسلے کے بعض سوال پیدا ہوئے اور بعض سوال مختلف وقتوں میں لوگوں نے اس سے دریافت کیے تھے۔ ان کے پیش نظر اس نے یہ رسالہ تصنیف کیا ہے۔ چنانچہ شروع میں ہی اس نے اس بارے میں لکھا ہے:

"بعدہ میگوید فقیر برکت اللہ کہ از مدتے اسولۂ چند در خاطر جا یافتہ بود و بیا حال وارد و صادر نیز استفسار آں حقایق کہ معانی آں عزیزان گاہ تواند فہمید در بیان آوردند ...... سوال و جواب تمام ساختہ ساز تحقیدہ در بردہ بہ گفتگو عقاید و مذاہب کہ مردمان باخود بانکارے داشتند کسے سنی و کسے رافضی و کسے خارجی و دیگرے تفضیلی و بجانب میر و وراز دلایل بطریقے راہے می گیرد۔ آنچہ صدق و راستی در راہ مستقیم بر کلام از بہا محمول تواں کرد جواب ایں عاجز بر کتب عقاید و مذاہب آگہی ندارد و گاہے خبر کسے نکردہ کہ از ان ثابت شود لیکن تو جیہے کہ دل از نماز صلی اللہ علیہ وسلم محمدی حاصل کردہ و بیان مستقیم است ایں است کہ ہر چہار یار کبار ایمان بحضرت سرورِ دو سالار کونین صلی اللہ علیہ آوردہ و مسلمان شدند و ہمہ از شعاع و انوار او در وجود ثابت گردند۔ پس بدان از راہ محبت ایشاں بودند مگر ذات او صلی اللہ علیہ وسلم بحکم فنا فی الرسول مجنوں بیش لیلیٰ خود را یافتہ پس چنیں کساں اگر از جان روند عجب مدار تحریر از شرح و تفسیر شد۔ المقصود صدق محمد مجسم یافتہ آنرا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گویند و عدل محمد صورت گرفتہ آنرا عمر رضی اللہ عنہ خوانند و حیائے محمد متشخص یافتہ آنرا عثمان رضی اللہ عنہ نامند و وجود و علم محمد در جلوہ آمدہ آنرا علی رضی اللہ عنہ دانند۔ پس فی الحقیقت او ست کہ

بچہار صفت محمود گشتہ۔"

اس اقتباس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شاہ برکت اللہ عشقی رحمۃ اللہ نے تمام معاملات کو چہار نوع میں تقسیم کر کے بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی مناسبت سے رسالہ کا نام "چہار انواع" مقرر کیا ہے۔ شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ وہ مختلف مسائل کو اہل کتب عقاید و مذہب کی روشنی میں پیش کرنے کے بجائے ان کی توضیح و تشریح اس طرح کریں گے کہ اس کو ہر "دل آگاہ" کے کوئی سمجھ سکے گا۔ انھوں نے پورا رسالہ اسی طور پر عمل کیا ہے چنانچہ اس کے آخر میں بھی کہتے ہیں:

"بجوش و خروش آمدم، باز بہ جوش رسیدم۔ لمنۃ اوکریہ۔ تخریج الحی من المیت۔ من فہم فہم۔"

رسالہ چہار انواع میں مصنف نے میر عبدالواحد بلگرامی کی شرح نزہت الارواح کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور روایات ایسی ملتی ہے کہ میر عبدالواحد شاہ برکت اللہ کے خاندانی بزرگوں میں سے تھے۔ شرح مذکور کے حوالے سے اس حقیقت کی بھی غمازی ہوتی ہے کہ عقاید کے معاملے میں شاہ برکت اللہ کا نقطۂ نظر وہی تھا جو ان کے اسلاف کا تھا۔ انھوں نے اس نقطۂ نظر کی توضیح و ترویج کے لیے فارسی اور ہندی (قدیم اردو) میں متعدد کتابیں لکھ ڈالیں۔ رسالہ "چہار انواع" بھی انھیں میں سے ایک ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اب شاہ صاحب کی علمی خدمات کی طرف توجہ عام ہوتی جا رہی ہے چنانچہ ان کے ایک رسالہ عوارف ہندی کو میرے دوست ڈاکٹر سید محمد امین نے مرتب کیا ہے جو شاہ صاحب کے اخلاف میں سے ہیں۔ ڈاکٹر وارث کرمانی نے اپنی کتاب The Forgotten Dream میں شاہ صاحب کے فارسی کلام کے انتخاب کو بھی شامل کیا ہے۔

قصہ چہار برادر (چھوٹا سائز) کا ایک نسخہ ——— خان بہادر قاضی عیاض علی خان نبیرہ مولوی رحمان علی خان، ریوان میں محفوظ ہے۔ اقتباس: "ارباب تصوف و اولی الالباب تعریف سراپا حالات را باز نمایند قصہ چہار برادر در علم تصوف حضرت قطب الاقطاب ممتاز واقف اسرار حضرت بے نیاز میراں سید محمد گیسو دراز روح اللہ روحہ" کاتب اور رسالے کے نام کا کہیں اندراج نہیں۔ تاریخ کتابت بھی نہیں۔

سعادۃ الکونین: اسی کتاب میں سعادۃ الکونین کا بھی ایک نسخہ محفوظ ہے جس کے ترقیمہ کی عبارت یہ ہے: "بتاریخ پانزدہم شہر ذی قعدہ — یکہزار و دو صد و بست و نہ ہجری مرقوم شد۔ مطابق سنہ ۱۸۱۴ء۔ از شاہ [illegible] تمت تمام شد تم بالخیر۔" کاتب، مقام کتابت اور مصنف کا نام نہیں معلوم۔

ڈاکٹر محمد ذکی
شعبۂ تاریخ
مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

تصوّف کے تین اہم مخطوطات

(۱) رشد نامہ

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ رُدَولی میں پیدا ہوئے، اور آخر عمر میں گنگوہ میں سکونت پذیر ہو گئے جہاں ۹۴۴ھ/۱۵۳۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔ شیخ کا تعلق سلسلۂ صابریہ سے ہے جو چشتی سلسلے کی ایک شاخ ہے[۲]۔

شیخ موصوف کی کئی تصنیفات ہیں[۳]۔ ان ہی میں سے ایک "رشد نامہ" بھی ہے۔ اس کتاب کا مرکزی مضمون توحید ہے۔ شیخ مسلک وحدت الوجود کے حامی تھے اور انھوں نے اسی نقطۂ نظر کی تشریح و توضیح میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اپنے مسلک کی تائید میں قرآن کی متعدد آیات، احادیث، مشائخ کے اقوال اور شعرا کے اشعار نقل کیے ہیں۔

کتاب کی چند اہم خصوصیات

(۱) نظریۂ وحدت الوجود کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ نے وہی مشہور و معروف تشبیہات اختیار کی ہیں جو اس ذوق کے لوگ عام طور پر دہراتے رہتے ہیں (مثلاً دریا اور قطرہ، موج اور بادل، بارش اور پانی سب ایک ہی حقیقت کے مختلف روپ ہیں، ہر جگہ اور ہر چیز میں وہی ہے، ہمہ اوست، وغیرہ)

(۲) اس سلسلے میں قرآن کریم کی آیات کی تفسیر صوفیوں کے مذاق پر کی ہے، اور ظاہر الفاظ سے ہٹ کر "باطنی" معنی لیے ہیں۔ مثلاً مسجد حرام سے مراد دل ہے۔ ایمان بالغیب تقلید ہے اور افضل ایمان وہ ہے جو ظاہر و باطن کی آنکھ سے مشاہدے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

(۳) احادیث نقل کرتے ہوئے کسی مآخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

۱؎ شیخ کے تفصیلی حالات ان کے صاحبزادے شیخ رکن الدین نے "لطائف قدوسی" میں بیان کیے ہیں جو دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں شائع ہوئی تھی۔ ۲؎ صابری سلسلہ شیخ علاء الدین علی احمد صابرؒ سے منسوب ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے بھانجے اور خلیفہ تھے۔ ان کے کچھ حالات گلزار ابرار (محمد غوثی شطاری ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء)، سیر خورد کی "سیر الاولیاء" (۷۹۰ھ) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی "اخبار الاخیار" میں ملتے ہیں۔ ۳؎ ان کے مکتوبات، انوار العیون وغیرہ بھی دستیاب ہیں۔ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں رشد نامہ کا بھی ایک قلمی نسخہ ہے جس کا سنہ کتابت معلوم نہیں، علی گڑھ ہی میں موجود ہے۔

(۴) بعض صنفی مسائل پر بھی کلام کیا ہے۔ پیری کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے کہ اس کے بغیر منزل مقصود تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

(۵) سجدۂ تعظیمی یعنی مشائخ وغیرہ کو سجدہ کرنے کو مباح قرار دیا ہے۔

(۶) بکثرت مشہور شاعر مسعود بک کے اشعار نقل کیے ہیں۔

(۷) مصنف خود ہندی کے شاعر بھی تھے "الکھ داس" تخلص تھا۔ بہت سے فارسی اشعار کے ہم معنی ہندی دوہرے جابجا نقل کیے ہیں۔

"رشد نامہ" کی اہمیت

بلاشبہ رشد نامہ میں شیخ موصوف نے اپنے عقاید اور جذبات کا اظہار کیا ہے لیکن خود شیخ کی شخصیت اپنے عہد کی آئینہ دار ہے۔ اس اعتبار سے ان کی تصنیف اہم ہے کیونکہ اس میں ہم ہندوستان کی تاریخ کے ایک نہایت اہم دور کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایسے عہد کی جس کی اہم خصوصیات قابل توجہ ہیں۔

(۱) شیخ عبدالقدوس کا زمانہ وہ ہے جب کہ ہندوستان سیاسی، معاشی اور مذہبی بحران سے گزر رہا تھا۔ ترکوں کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی، سیاسی وحدت پارہ پارہ ہو گئی تھی، اسی کے ساتھ مشائخ کا روحانی نظام بھی بکھر چکا تھا۔ ہر طرف ایک بے چینی تھی، ایک خلا تھا جسے پر کرنے کے لیے مختلف سمتوں سے کوشش ہو رہی تھی۔ گجرات، مالوہ، جونپور، بنگال اور دوسرے علاقوں میں صوبائی حکومتیں تو ابھر چکی تھیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں ہی ایک طرف تو اپنے اپنے مذہب کا احیا کر رہے تھے اور دوسری طرف کچھ لوگ مختلف فکری دھاروں کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

(۲) یہ وہ دور تھا جس میں ایک طرف مہدوی تحریک سید محمد جونپوری (۱۴۴۳ء – ۱۵۰۵ء) کی قیادت میں زور پکڑ رہی تھی، تو دوسری طرف بنگال میں چیتنیہ (۱۴۸۶ء – ۱۵۵۳ء) کی تحریک ہندو مذہب کا احیا کرنے میں مشغول تھی، شیخ عبداللہ شطاری (وفات ۱۴۸۵ء) کا شطاری سلسلہ ہندو فکری دھاروں سے ہم آہنگ ہو رہا تھا[1] اور

(۳) کچھ نئے مذہبی رجحانات تکمیلی مراحل طے کر رہے تھے جن کا سارا زور اس پر تھا کہ مذہب کی ظاہری تمام رسوم بے معنی اور موجب فساد ہیں، ان کو ترک کر کے مذہب کی روح کو اختیار کیا جائے۔ یہ تقریباً بھگتوں کی قیادت میں سارے

۱۔ محمد غوث (۱۵۰۰ء – ۱۵۶۲ء) گوالیاری کا تعلق اسی سلسلے سے تھا۔ انھوں نے جنگلات میں مدت تک سخت ریاضتیں کیں اور غالباً وہیں ہندو جوگیوں سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں۔ بہرحال انھوں نے اپنی تصنیفات میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کم از کم صوفیانہ اذکار جوگیوں کے دھیان وغیرہ سے بہت قریب ہے، صرف ناموں کا فرق ہے۔ موصوف نے مشہور سنسکرت کتاب امرت کنڈ کا ترجمہ بحر الحیات تالیف کیا تھی۔ ملاحظہ ہو: جواہر خمسہ (علی گڑھ قلمی نسخہ) اور بحر الحیات، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ۔

ہندوستان میں ایک انقلاب برپا کر رہا تھا۔ اس کے علمبردار بھی بیشتر شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ہمعصر تھے مثلاً کبیر (۱۴۴۰ء – ۱۵۱۸ء) نانک (۱۴۶۹ء – ۱۵۳۹ء) دھنا (ولادت ۱۴۱۵ء) اور پیپا (ولادت ۱۴۲۵ء) وغیرہ۔

یہ تمام فکری اور مذہبی دھارے اس وقت کے ذہنی ساحلوں سے ٹکرا رہے تھے، اور ظاہر ہے شیخ عبدالقدوس بھی کسی نہ کسی حد تک ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ ان کی صدائے بازگشت شیخ کے دوہروں میں بھی سنی جا سکتی ہے۔

(۴) اس کتاب کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس میں تصوف کا جو روپ ہمیں دکھائی دیتا ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے جو خواجہ معین الدین چشتی کے عہد سے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے عہد تک رہا تھا۔ مثلاً ان مشائخ کے حالات میں ہمیں وحدت الوجود کا رنگ نظر نہیں آتا۔ یہاں تصوف نہایت سادہ، عوام سے بہت قریب تھا، شریعت پر زیادہ زور تھا، قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی کو معنویت کی قربان گاہ پر نہیں چڑھایا جاتا تھا۔ ظاہر و باطن میں ایک توازن تھا، جیسا کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے اس قول سے ظاہر ہے:

"ہر چہ علماء بہ زبان دعوت کنند، مشائخ بہ عمل دعوت کنند۔"[1]

(۵) اگر ہم "رشد نامہ" اور اس عہد کی اسی نوع کی دوسری کتابوں کا بغور مطالعہ کریں تو ان عوامل کی نشاندہی کر سکتے ہیں جو بہ تدریج تصوف کے فکری نظام میں داخل ہوتے رہے اور بالآخر اسے عوام یہاں تک کہ شریعت سے بھی دور لے جاتے رہے جس کے نتیجہ میں تصوف ایک تن مردہ ہو کر رہ گیا، اصطلاحات کے شکنجوں نے اس کی روح کو نچوڑ ڈالا اور ہر طرف بے حسی اس پر طاری ہو گئی۔

(۶) ان مہلک عوامل میں سے چند یہ ہیں:

(۱) قرآن و حدیث کے الفاظ اور احکام کی معنویت پر اتنا زور دیا گیا کہ عمل کی اہمیت بہت کم ہو گئی۔ جب ایک بار یہ کہہ دیا گیا کہ:

من مست خرابات نمازی کہ گزارم ۔۔۔ در دی نہ قیامی نہ رکوعی نہ سجودی

تو پھر بہت سے نام نہاد صوفیوں نے "نماز حقیقی"[2] ہی کو اصل نماز قرار دے دیا اور رفتہ رفتہ خود کو شریعت کی گرفت سے آزاد کر لیا، اور پھر اس بے عملی کا شدید ردعمل ہوا اور تصوف سے بدگمانی بڑھتی چلی گئی۔ چنانچہ علامہ اقبال کے نزدیک مسلمانوں کو ذلیل و کمزور کرنے کے لیے اس کے دشمن نے یہی بہتر سمجھا کہ اسے نظام خانقاہی میں مقید کر دے۔

(۷) اس طرح اگرچہ یہ صدا بھگتوں کے نعروں سے ہم آہنگ تو ہو رہی تھی لیکن تھی شریعت سے باہر۔

---

[1] سیر الاولیاء، ص ۳۰۴۔ [2] قرون وسطیٰ کے بھگتوں اور صوفیوں نے بھی اسی پر زور دیا ہے کہ مذہب کی ظاہری رسوم اہم نہیں، اصل عبادت اندر کی یکسوئی اور لگن ہے۔

(۸) ایک اور مہلک اقدام یہ ہوا کہ بعض مشائخ نے احادیث نقل کرتے ہوئے اسناد اور حوالے کا اہتمام نہیں کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دروازہ کھل گیا اور جس نے جو بات اپنے مسلک کے مطابق پائی حدیث کے نام سے چلتی کر دی۔

(۹) ایک مہلک عنصر یہ داخل ہو گیا کہ "مقام احسان" کی جگہ "فنا فی اللہ" نے لے لی جس کے ڈانڈے ہمہ اوست سے تو جا ملے لیکن اسلام کا تصور توحید مجروح ہو گیا۔ اور "وصل و وصال ہجر و فراق" کی باتیں کرتے کرتے غیر محتاط مشائخ نے وہ باتیں بھی کہہ دیں جو بارگاہ الٰہی کے شایان شان نہیں تھیں، یعنی ہوش پر جوش غالب آ گیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ "رشد نامہ" اور اس قسم کی تصوف کی دوسری کتابوں سے ہمیں تقابلی مطالعے میں مدد مل سکتی ہے۔ اور اس طرح اُن راہوں کی نشاندہی بھی کی جا سکتی ہے جن سے وہ عناصر اس میں داخل ہوئے ہیں جنھوں نے اسے حقیقت سے دور اور غیر مقبول بنانے میں اہم رول ادا کیا ہے، اور جن پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے[۱]۔

(۱۰) "رشد نامہ" کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس میں شیخ موصوف کے بکثرت دوہرے موجود ہیں جن پر ہندی شاعری اور اردو زبان کے ارتقا سے دلچسپی رکھنے والے بھی توجہ دے سکتے ہیں۔

② رسائل و ملفوظات شیخ حمید الدین و شیخ فرید الدین ناگوری

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، حبیب گنج کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں محفوظ یہ مخطوطہ شیخ حمید الدین ناگوری (خلیفہ شیخ معین الدین اجمیری)، ان کے پوتے شیخ فرید الدین[۲] اور ان کے بعض دوسرے عزیزوں کے حالات زندگی سے متعلق ہے۔ مصنف کا نام اگرچہ کہیں درج نہیں تاہم اتنا بالکل واضح ہے کہ ان رسائل اور ملفوظات کو شیخ فرید الدین کے کسی فرزند نے مرتب کیا ہے[۳]۔ متن سے اتنا بھی ظاہر ہے کہ ترتیب کا یہ کام ۷۴۴ھ کے آس پاس ہوا ہے۔

موجودہ نسخہ کسی قدیم مخطوطہ سے نقل کیا گیا ہے۔ کاتب ہیں محمد انوار الحق دہلوی قادری اور ان کے بعض متعلقین۔ سنہ کتابت

---

[۱] اس لیے دور انحطاط کی صوفیانہ تحریروں سے استفادہ کرنے میں ذرا احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر تصوف کی وہی شکل ابھر آئے اور روحانیت کا احیا اس کی بجائے قدیم مغلوں کی نذر ہو جائے جس نے تصوف بیزاری کو جنم دیا تھا۔

[۲] بعض حضرات نے شیخ فرید الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ شیخ حمید الدین صوفی سوالی کے فرزند و خلیفہ تھے لیکن مذکورہ مخطوطہ میں جا بجا شیخ فرید کا پورا نام اس طرح دیا گیا ہے: "شیخ فرید الدین محمود خلف شیخ عزیز الدین عرف عبد العزیز سبط حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری۔" (حوالہ کے لیے دیکھیے ص ۱۷۰ و دوسرے مقامات)

[۳] کیونکہ آخری رسالے (سرور الصدور) میں ابتدا ہی میں لکھا ہے کہ مولف نے حالات "پدر الشیخ فرید الدین" سے سن کر لکھے ہیں۔ شیخ فرید الدین کے کئی بیٹے تھے اور ان کے ناموں میں بھی اختلاف ہے، اس لیے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ کون سے بیٹے نے لکھے ہیں۔

۱۳۰۱ھ ہے۔ سرورق پر مخطوطے کا نام "سرور الصدور" درج ہے اور قدیم نسخے پر بھی یہی عنوان ہے یعنی سرور الصدور و نور البدور ملفوظ شیخ حمید الدین صوفی ناگوری، لیکن درحقیقت یہ مختلف رسائل، مکتوبات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے جو ۱۳ رسائل پر مشتمل ہے جو یہ ہیں:

		مصنف یا مؤلف	صفحات
۱۔	مراتب شریعت	از شیخ حمید الدین ناگوری	۳۰
۲۔	رسالہ در سر گروہان بندگان برگزیدہ	منسوب بہ شیخ حمید الدین ناگوری	۴
۳۔	اصول الطریقہ	"	۱۰
۴۔	رسالہ در سماع	"	۳۰
۵۔	رسالہ در سلوک	"	۸
۶۔	" "	"	۱۰
۷۔	مکاتیب	"	۱۸
۸۔	منظومات	"	۲۸
۹۔	رسالہ در جواب سوالات	"	۸
۱۰۔	تاریخ بناء روضہ (شیخ حمید الدین در زمان محمد بن تغلق)		۶
۱۱۔	مکاتیب و منظومات	منسوب بہ شیخ فرید الدین محمود	۶۷
۱۲۔	شجرہ بزرگان چشت	"	۱۴
۱۳۔	سرور الصدور و نور البدور	حالات شیخ حمید الدین و شیخ فرید الدین	۹۰

اور ابتدا میں ۳۰ (تیس) صفحات پر مشتمل کاتب محمد انوار الحق کا مبسوط مقدمہ ہے۔ کاتب نے تصحیح بھی کی ہے اور کہیں کہیں انتخاب بھی کیا۔ اصل نسخہ ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل تھا، موجودہ نسخہ تین سو سے کچھ زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

لہ مذکورہ مخطوطے کے شروع میں کاتب کا ایک مقدمہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کاتب محمد انوار الحق نے ایک قدیم نسخے سے یہ نسخہ نقل کیا ہے جو کتب خانہ شاہ نور محمد سجادہ نشین و خلف شاہ نجم الدین صوفی چشتی متوطن قصبہ جھنجھنوں علاقہ شیخاواتی از مضافات راجستھان میں موجود تھا۔ پہلی کتابت ۱۳۰۱ھ میں پوری ہوئی مگر بعد میں کاتب کو ناگور سے ایک اور نسخہ بھی مل گیا، اس سے مقابلہ کیا، تصحیح کی اور بعجلت ۱۳۰۳ھ میں کتابت سے فراغت ہوئی۔ کتابت میں کاتب مذکور کے بعض عزیزوں اور احباب نے بھی مدد کی ہے۔

اس مجموعہ میں شیخ حمید الدین ناگوری سے منسوب رسائل و مکتوبات وغیرہ ایک تہائی کے بقدر ہیں، اور شیخ فریدالدین کے مکتوبات، ان کے بھائیوں اور فرزندوں کے حالات اور دوسری عبارتیں دو تہائی حصہ پر مشتمل ہیں۔

کتاب کی خصوصیات اور اہمیت اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کے ایک نہایت ہی اہم دور کی آئینہ دار ہے، یعنی شیخ معین الدین سجزی سے شیخ نظام الدین اولیاؒ تک اور سلطان التمش سے سلطان محمد بن تغلق تک۔ یہ کتاب یقیناً اس عہد کی مکمل تاریخ نہیں، لیکن اس طویل سفر کی اہم منزلوں کی ضرور نشاندہی کرتی ہے۔

اس کتاب میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح شیخ معین الدین چشتی سرزمین ہند میں داخل ہوئے اور انھوں نے اجمیر میں اسلام کے روحانی نظام کی بنیاد ڈالی، پھر ان کے خلفاء کس طرح شیخ معین کے دوسرے علاقوں میں آباد ہوئے، پھر شیخ قطب الدین بختیارؒ کاکی، شیخ فریدالدین گنج شکر اور شیخ نظام الدین اولیاء اور ان کے خلفاء کی قیادت میں یہ روحانی نظام ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ سندھ سے بنگال تک اور دہلی سے دولت آباد تک کوئی اہم شہر ایسا نہ تھا جہاں ان بزرگوں کے قدم نہ پہنچے ہوں اور ان کی خانقاہیں قائم نہ ہوئی ہوں۔

دوسری طرف اس کتاب میں سلطان التمش کا بھی ذکر ہے جو سلطنت دہلی کا بانی کہا جاتا ہے۔ جس وقت التمش ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی اقتدار و نظام کی بنیادیں استوار کر رہا تھا، ٹھیک یہی وقت تھا جب خواجہ معین الدین چشتی اسلام کے روحانی نظام کی اساس رکھ رہے تھے، اور پھر بلبن کا ذکر ہے اور آخر میں سلطان محمد بن تغلق کا جس کے عہد میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت نقطۂ عروج پر پہنچ گئی تھی اور وہ شیخ نظام الدین اولیاؒ کا معاصر فرماں روا تھا۔

ان ملفوظات سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ دونوں نظام ساتھ ساتھ ابھرے، ایک دوسرے کے تعاون سے مستحکم ہوئے، باہم عروج تک پہنچے اور پھر آپس میں ٹکرانے لگے، مجروح ہوئے اور پھر دونوں کے انحطاط کے آثار بھی نمایاں ہونے لگے۔

یہ دونوں تصویریں ہم اس کتاب میں صاف صاف دیکھ سکتے ہیں، تقریباً چار نسلوں یا دو سو سال کا عروج و زوال سب یہاں منعکس ہو گیا ہے

اس عہد کے صوفیہ، ان کے افکار و اعمال اور ان کی کارشوں کے بارے میں معلومات کا یہ ایک مستند ماخذ ہے کیونکہ ان حالات کو بیان کرنے والے شیخ فریدالدین ہیں جو اپنے دادا شیخ حمیدالدین ناگوری کے خلیفہ ہیں، اپنے چشم دید واقعات بیان کر رہے ہیں، یا جو اپنے دادا سے سنا ہے بتا رہے ہیں، اور ان بیانات کو قلم بند کرنے والے شیخ فرید کے بیٹے ہیں جو اپنے والد کی زندگی کا ساٹھ۶۰ سال سے گہرا مطالعہ کر رہے ہیں۔

جہاں تک موضوعات کا تعلق ہے قرآن ۱۲ اور رسالوں کے عنوانات سے ظاہر ہے کہ تصوف کے تمام بنیادی مسائل تفصیل کے ساتھ زیر بحث آگئے ہیں، مثلاً تصوف کے معنی، مقاصد، راہیں، صوفیوں کی منزلیں، سالک کے مقامات، عبادات، دنیا کی حقیقت، عشق الٰہی، وحدت الوجود کی واقِ، اشارے، اور سماع پر تفصیلی بحث، مشائخ کی روزمرہ کی زندگی، ہمعصر مشائخ سے ان کے تعلقات، سلاطین سے روابط اور ان کی نوعیت، ان تمام امور پر مفصل بحث ہوئی ہے اور بہت سے مسائل سوال و جواب کی صورت میں زیر بحث آگئے ہیں۔ مشائخ کے علمی کارناموں کے چرچے بھی ہیں۔ ان کی شعری تخلیقات اور نثری نمونے بھی ہیں، دوہرے بھی ہیں اور خطوط بھی، جو ان کے عقائد اور دلی کاوشوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

ان اوراق سے سلاطین دہلی کے کارناموں پر روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مشائخ سے کس نوع کے تعلقات رکھے اور ان دونوں کے حق میں کیا نتائج نکلتے رہے۔

کہیں کہیں معاشی عمران کا بھی ذکر ملتا ہے جس میں معاشیات کے شائقین کے لیے دلچسپی کا سامان ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ان اوراق میں بعض سلاطین دہلی کے فرامین کی نقلیں ہیں۔ مشائخ کے نام جو خطوط انھوں نے بھیجے ہیں، وہ فرامین جن میں جاگیریں یا زمینیں دی گئی ہیں یا تعمیر کے لیے رقم دی گئی ہے ان کی نقلیں ہیں، خلافت نامے اور شجرے بھی ہیں۔

مختصر یہ کہ اس مجموعہ میں تقریباً دو سو سال کی عکاسی ہے، تاریخی جھلکیاں ہیں۔ شاہی خطوط و فرامین ہیں، مسائل تصوف ہیں، مباحث شریعت و طریقت ہیں، اوراد و وظائف ہیں، دعائیں اور مناجات ہیں، خلافت نامے اور شجرے ہیں، وعظ اور نصیحت ہے، امثال و حکایات ہیں، لطائف و نکات ہیں، اور رموز و اشارات بھی اور اس عہد کے مشائخ کی عملی زندگی کے نمونے بھی۔

(۳) گلزارِ ابرار

گلزار ابرار، عہد مغلیہ کے علماء و صوفیاء کا ایک ضخیم تذکرہ ہے، جس میں تیرہویں صدی سے لے کر سترہویں صدی کے اوائل تک تقریباً چھ سو علماء و صوفیاء کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ اس طرح اس عہد کے ہندوستان کی تہذیبی تاریخ کے مطالعہ کے لیے یہ ایک اہم ماخذ ہے۔

محمد غوثی شطاری بن شیخ حسن بن موسیٰ احمد آبادی اس اہم تصنیف کے مؤلف ہیں۔ ۱۵۴۰ء میں ہمایوں کی حکومت ختم ہونے کے بعد جو حالات پیش آئے اس کے نتیجے میں شیخ حسن ترک وطن کر کے مالوہ چلے گئے تھے اور مانڈو میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ مؤلف شیخ غوثی نے بچپن میں جو ... تھے، ان کی پیدائش ۱۵۶۴ء میں ہوئی تھی۔

پانچ سال کی عمر میں آپ کو مقامی مدرسہ میں داخل کرایا گیا، جہاں آپ نے قرآن کی تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز کیا۔ لیکن بد قسمتی سے گیارہ سال کی عمر میں ہی ۱۵۶۵ء میں آپکے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کا خاندان معاشی بد حالی کا شکار ہو گیا۔ چنانچہ آپ کو اپنے خاندان کی کفالت کے لیے کسب معاش میں لگ جانا پڑا۔ لیکن آپ نے اپنی تعلیم بھی جاری رکھی۔ سترہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہو گئی۔ لیکن شدید معاشی پریشانیوں کے باوجود آپ نے اپنی تعلیم نہیں چھوڑی۔

آپ گجرات کے ایک شطاری صوفی، شیخ سراج الدین کے حلقۂ تلمیذ میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے گجرات چلے گئے، جہاں احمد آباد کے مشہور شطاری بزرگ شیخ وجیہ الدین علوی کی نگرانی میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ ۳۱ سال کی عمر میں ۱۵۸۶ء میں آپ مانڈو لوٹ آئے۔

احمد آباد سے واپسی کے چار سال بعد ۱۵۹۰ء میں آپ نے "گلزار ابرار" کی تالیف کا قصد کیا۔ آپ کے احباب نے آپ کی بہت افزائی کی چنانچہ ۱۶۰۲ء میں آپ نے کام کا آغاز کر دیا اور تقریباً ۱۶۱۳ء میں کتاب کا تیسرا اور آخری مسودہ تیار کر لیا۔ آپ نے اپنی زندگی کی اس اہم تالیف کو حکمراں بادشاہ جہانگیر کے نام معنون کیا۔

"گلزار ابرار" کے چار نسخے دستیاب ہیں :-

(۱) پہلا نسخہ ببلیوتھیکا لیوڈیسیانا Bibliothica Luidesiana بجلب جون رلینڈس لائبریری مانچسٹر میں ضم ہو گیا ہے، میں ہے۔ یہ ۱۰۷۸/ ۶۷-۱۶۶۷ء کا کتابت کردہ ہے۔ یہ مکمل نسخہ ہے اور پاکیزہ نستعلیق میں کتابت شدہ ہے۔ اس نسخے کی ایک روٹو گراف کاپی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے شعبہ تاریخ کی سیمینار لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۲) دوسرا نسخہ بخارا میں محفوظ ہے۔ جس کی تاریخ کتابت بھی وہی ہے جو مندرجہ بالا نسخے کی ہے (ملاحظہ ہو اسٹوری کی پرشین لٹریچر جلد ۱، حصہ ۲، ص ۹۸۴)۔

(۳) تیسرا نسخہ جو ۱۷۲۲ء کا مکتوبہ ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں محفوظ ہے۔

(۴) چوتھا نسخہ سالار جنگ میوزیم لائبریری حیدر آباد میں محفوظ ہے جو غالباً ۱۷۲۲ء کا مکتوبہ ہے۔ اس کے آخری چند اوراق ناقص ہیں۔

تیسرا اور چوتھا نسخہ تقریباً ملتا جلتا ہے۔

مولف نے اپنی اس تالیف میں پانچ قسم کے لوگوں کی سوانح پیش کی ہے :-

۱۔ اصحاب تحقیق :- وہ لوگ جو ظاہری اور باطنی پاکیزگی کے حامل ہیں۔

۲۔ دانشمندان :- (علماء)

۳. سلوک:- یعنی وہ لوگ جو روحانی پاکیزگی کے لیے ریاضت میں مشغول ہیں۔ تارک الدنیا۔

۴. زہد:- صوفیا، درویش۔

۵. مجذوب:- جو خدا کے عشق میں گم ہیں۔

آپ نے اپنی تالیف کو چار چمن (حصوں) میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے تین حصے تیرہویں چودھویں اور پندرہویں صدی کے صوفیا و علما کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔ چوتھے حصے میں سولہویں صدی اور سترہویں صدی کی پہلی دہائی کے علما و صوفیا کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ جو اکثر و بیشتر مولف معاصر یا اس کے ہمعصر ہیں۔

صوفیا اور علما کے حکایات و آثار کیلئے مؤلف نے مستند تذکروں، ملفوظات اور مکتوبات کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ مثال کے طور پر جامی کی "نفحات الانس" شیخ علی ہجویری کی "کشف المحجوب" شہاب الدین سہروردی کی "عوارف المعارف" میر خورد کی "سیر الاولیاء" میر حسن سجزی کی "فوائد الفواد" شیخ جمالی کی "سیر العارفین" عبدالحق محدث دہلوی کی "اخبار الاخیار" شیخ نور الدین کی "جامع الحکایات" مولانا محمد قاضی کی "سلسلۃ العارفین" مولانا عبدالغفور کی "تکملہ" شیخ کمال الدین حسین کی "اصول الوار" شیخ ابوالمعالی کی "رسالہ محمدیہ قادریہ" میر عبدالحی کی "کتاب جامع" پیر محمد حسن کی "تذکرہ اولیاء" شیخ فرید کی "سرور الصدور" شیخ حمید الدین سوالی کے ملفوظات، عزیز الدین صوفی کی "تحفۃ الابرار" (شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات)، خواجہ شیخ علی کی "درر نظامی" (نظام الدین اولیاء کے ملفوظات)، ملفوظات چراغ دہلی (خیر المجالس)، مولانا علیم کابلی اور شرف الدین شہیدی کے "تذکرے" اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری و غالباً حمید قلندر کی اور قطب عالم کے مکتوبات۔

ان تصنیفات کے علاوہ آپ نے ان صوفیا، علما کی متعدد تصنیفات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جن کی سوانح گلزار ابرار میں شامل کی گئی ہیں۔ آپ نے بہت سی تصنیفات مثلاً علی پیرو اور سید زین العابدین کے رسائل، گیسو دراز کی تصنیفات مثلاً "معدن المعانی" "جواہر خمسہ" اوراد الغید محمد غوث، ضمائر بصائر اور محمد غوث شطاری کی "بحر الحیات"، تفاسیر مثلاً تبصرہ رحمانی (شیخ علی پیرو)، بحر مواج (قاضی شہاب الدین دولت آبادی)، نور النبی (شیخ کمال الدین حسین)، سیر النبی (مولانا معین الدین واعظ)، مجمع البحار (شیخ طاہر) سے متعدد اقتباسات بھی نقل کیے ہیں۔

دینی و مذہبی ادب کے علاوہ آپ نے متعدد سیاسی تواریخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ تاریخ کی چند کتابیں جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے یہ ہیں:- "طبقات ناصری" (منہاج سراج)، "تاریخ فیروز شاہی" (ضیاء الدین برنی)، "تاریخ محمدی" (محمد بہامد خانی)، "مآثر محمود شاہی" (مولانا شمس الدین محمد زیرک)، "طبقات محمود شاہی" (مولانا عبدالکریم)۔

آپ کو متعدد ایسے ماخذ بھی یقیناً میسر آئے ہیں جو ہمارے لئے دستیاب نہیں یا تو وہ برباد ہو گئے یا جواب تک پردہ خفا میں ہیں۔ تحریری شکل میں جو بھرپور مواد آپ کو حاصل ہوا اور جس سے آپ نے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد صوفیا کے مریدوں، شاگردوں اور احباب سے بھی اطلاعات اکٹھا کیں۔ ان لوگوں سے آپ نے رابطہ قائم کیا اور دیگر معتمد اشخاص سے بھی اطلاعات حاصل کیں۔ آگرہ، احمد آباد اور متعدد دیگر مقامات کے سفر کے دوران بھی آپ نے اپنی تالیف کیلئے اطلاعات اکٹھا کیں۔

"گلزار ابرار" کی خصوصیت اور اہمیت :- آپ کی تصنیف بہت فصیح اور سلیس فارسی میں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نامانوس اور مشکل الفاظ نیز نئی تشبیہیں اور خود ساختہ تکنیکی اصطلاحات و محاورات کے استعمال سے احتراز کی پوری کوشش کی ہے۔ بسا اوقات آپ نے وضاحت کے لیے کافی لمبی عبارتیں لکھی ہیں جبکہ محض چند جملے اظہار مطلب کے لئے کافی ہوتے۔ بہرحال آپ نے جو کچھ اطلاعات فراہم کی ہیں، وہ جامع درست اور مستند ہیں۔ آپ نے اپنے اسلاف مثلاً میر خورد اور میر حسن سجزی کی طرح تذکرہ نگاری کے تمام اصولوں کی پوری پابندی کی ہے اور وسیع معلومات کو بڑی خوبصورتی سے سمیٹا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے ہم عصر اور قریبی دوستوں میں سے تھے۔ آپ ان سے اور ان کی تصنیف "اخبار الاخیار" سے بھی یقیناً متاثر ہوئے ہوں گے

آپ نے فضول قسم کی اور افسانوی باتوں کی جو لوگ عموماً صوفیا سے منسوب کر دیتے ہیں بڑی احتیاط سے چھان پھٹک کی اور صرف ان باتوں کو لیا جو معقول اور مستند تھیں۔ اس طرح آپ کی تالیف ایسی افسانوی اور فضول قسم کی مبالغہ آمیز باتوں سے یکسر پاک ہے جو عموماً بعد کی اسی قسم کی تالیفات میں پائی جاتی ہیں۔

"گلزار ابرار" کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مؤلف ہر طرح کے نسلی اور فرقی تعصب سے پاک ہے۔ اس نے مختلف سلسلوں کے صوفیا کی خوبیوں اور کارناموں کو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سراہا ہے اور چشتی، قادری، سہروردی، فردوسی، مغربی، نقشبندی اور شطاری صوفیا کی زندگی اور ان کے کاموں کا بڑی غیر جانبداری سے جائزہ لیا ہے۔

یہ تالیف اگرچہ بنیادی طور پر شطاری سلسلہ کا ایک اہم ماخذ ہے تاہم اس میں ہندوستان کے ان تمام اہم تہذیبی اور ثقافتی مراکز کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جہاں مختلف سلسلوں کے صوفیا اور علماء نے اپنی تعلیمی اور دینی درسگاہیں قائم کی تھیں مثلاً دہلی، لاہور، ملتان، احمد آباد، بھیلسہ، ترہٹ، جونپور، اجین، مانڈو، برہان پور، بیدر، گلبرگہ، جونپور، آگرہ، بدایوں، کالپی، اجمیر اور سرہند۔

اس تالیف میں صوفیا اور علماء کی عوامی اور نجی زندگیوں پر، عوام کے ساتھ ان کے روابط پر، حکمرانوں اور امراء کے ساتھ ان کے تعلقات پر، ان کی تعلیمی سرگرمیوں پر، ان کے ادبی کارناموں پر، روحانی مدارج پر، گجرات، مالوہ، جونپور، بنگالہ وغیرہ کی نوزائیدہ حکومتوں کی تہذیب و ثقافت کو مالا مال کرنے کے سلسلے میں ان کے کارناموں پر اور متعدد دیگر عنوانات

کی مقبولیت اور حلقہ اثر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

وسیع سماجی تعلقات اور امراء، علماء، صوفیا، تجار اور عوام ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ مؤلف کے روابط نے
جو وسیع النظری بخشی تھی وہ اپنے معاصرین کی زندگی کو سمجھنے اور ان کا بغور مطالعہ کرکے ان کی زندگی کی صحیح عکاسی کرنے
میں اس کیلئے بڑی مددگار ثابت ہوئی۔ حقیقتاً اس تالیف کا یہ حصہ نہایت ہی اہم، مفید اور مستند ہے جو اس کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے۔

علماء و صوفیا کی سوانح کے علاوہ "گلزار ابرار" میں کچھ مغل امراء مثلاً مرزا عزیز کوکا اور عبدالرحیم
خان خاناں کے کردار اور ان کی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مؤلف نے ہمایوں، اکبر اور دیگر حکمرانوں کی متعدد
مہمات اور عام زندگی پر ان کے جو اثرات مرتب ہوئے، ان کی تفصیلات بھی پیش کی ہیں۔

نظام تعلیم، طریقہ تعلیم، پڑھائے جانے والے مضامین اور مختلف درجوں کے تعلیمی نصاب اور کتابیں جو
ہندوستانی علماء نے لکھیں۔ ان تمام باتوں کی تفصیلات، ساتھ ہی ہندوستانی علماء سرزمین عرب کے اسفار
اور دیگر اسلامی مراکز سے علماء و صوفیا کی ہندوستان آمد کا حال بھی "گلزار ابرار" میں ملتا ہے

مختصر یہ کہ محمد غوثی شطاری کی یہ تالیف عہد مغلیہ کی تہذیبی تاریخ کا ایک ایسا اہم ماخذ ہے جسے
نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(انگریزی مقدمہ ترجمہ و تلخیص)
(ترجمہ: ڈاکٹر محمد سلیم الدین حمید)

● ●

جناب عشرت علی قریشی
مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ

مولانا آزاد لائبریری کے دو اہم مخطوطات

(۱) ملفوظات شیخ وجیہ الدین احمد گجراتی

مؤلف: شاہ محمد ابن شیخ وجیہ الدین احمد گجراتی (مخزونہ ذخیرہ حبیب گنج مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ)
اوراق ۱۴۳، فی ورق ۱۵ سطریں، کتابت نستعلیق، کاتب شیخ بہادر ابن دولت خاں لاہوری سنہ ۱۱۴۳ ہجری۔ یہ
شیخ وجیہ الدین گجراتی کے ملفوظات کا سب سے زیادہ قدیم اور مکمل نسخہ ہے۔

اس کے دو مزید نسخے بھی دستیاب ہوئے ہیں جن میں سے ایک نیشنل میوزیم پاکستان میں ہے۔ (نمبر ۱۹۵۶/
۲۶/۹) یہ نسخہ خط نسخ میں میر ابوالقاسم طباطبائی کا کتابت کردہ ہے۔ سنہ کتابت ۱۰۷۵ھ ہے۔ یہ نسخہ ایک مجموعہ
کا حصہ ہے اور ورق ۴۹۳ تا ۵۱۰ پر ہے۔ دوسرا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں ہے (نمبر ۱۳۲۳ (۱)) جو نامکمل
ہے (ورق ۶ تا ۷۶) مذکورہ بالا نسخوں کے علاوہ اس کا اور کوئی دوسرا نسخہ کہیں بھی دستیاب نہیں ہے۔

جیسا کہ مخطوط کے نام سے ظاہر ہے یہ شیخ وجیہ الدین احمد العلوی کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ شیخ وجیہ الدین جنوبی
ہندوستان کے ایک مشہور صوفی تھے جن کا زمانہ دسویں صدی ہجری کا ہے۔ شیخ کا اصل نام سید احمد تھا۔ لیکن وہ اپنے
لقب وجیہ الدین سے مشہور ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ یہ نویں شیعہ امام محمد الجواد
(م۔ ۲۲۰ھ) کے بیٹے محمد عزیز کے خلیفہ تھے۔ ۹۹۰ھ میں ان کے اجداد میں سے ایک سید بہاء الدین مکی عرب سے ہندوستان
آئے اور محمد آباد (چمپانیر) میں سکونت اختیار کی۔ گجرات کا سلطان ان کے علم و فضل سے کافی متاثر ہوا اور ان کی
کافی مدد کی۔ آپ نے گجرات ہی میں شادی کی اور چمپانیر ہی میں اپنی وفات تک رہے۔ ان کے بیٹے سید معین الدین
کو سلطان مظفر خاں نے تیری کا قاضی مقرر کیا تھا جب سے یہ عہدہ ان کے خاندان میں موروثی رہا۔ ان کے پوتے سید
امام الدین کھمبات (Khambat) کے قاضی مقرر ہوئے۔ سید امام الدین کے بیٹے شاہ نصر اللہ، شیخ وجیہ الدین
کے والد تھے۔ ان کی والدہ کا نام بوبی تھا جو شاہ شہاب الدین کی صاحبزادی تھیں۔

شیخ وجیہ الدین چمپانیر میں محرم ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ تذکرہ علمائے ہند کے مصنف کا خیال
ہے لیکن مرآۃ احمدی میں ان کی تاریخ پیدائش کو لفظ "شیخ" سے نکالا گیا ہے جس کے مطابق ۹۱۰ھ سال پیدائش

قرار پاتی ہے۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب مصنف: تاریخ صوفیائے گجرات کی تحقیق کے مطابق تاریخ پیدائش ۲۲، محرم ۹۱۰ھ ہے۔

شیخ نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا اور ۲۰ برس کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی سے فارغ ہو کر تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ انھیں استاذ الاساتذہ اور ملک المحدثین کے نام سے پکارا جانے لگا۔ وہ ایک مستند فقیہ بھی تھے۔ اور ان کا فتویٰ اپنے موضوع پر آخری فتویٰ مانا جاتا تھا۔ شیخ نے ۹۳۲ھ میں "مدرسہ عالیہ علویہ" نامی ایک مدرسہ قائم کیا اور اس مدرسے سے اپنی وفات تک منسلک رہے۔

آغاز زندگی میں شیخ کا تعلق گرچہ مختلف سلاسل طریقت سے رہا اور انھوں نے متعدد صوفیا مثلاً حضرت شاہ خواں چشتی، حضرت امام الدین تری وغیرہ) کی پیروی کی لیکن بالآخر انھوں نے شیخ غوث محمد گوالیاری، مصنف "جواہر خمسہ" کی شاگردی اختیار کی۔ شیخ غوث محمد نے انھیں اپنا خلیفہ بنایا اور انھیں شطاری سلسلہ کا پیر مقرر کیا۔ چنانچہ شیخ وجیہ الدین شیخ محمد غوث کے بعد ہندوستان میں سلسلۂ شطاریہ کے سب سے بڑے مبلغ تھے۔ تذکرہ علمائے ہند کے مصنف کے مطابق شیخ وجیہ الدین کی وفات بروز اتوار ۲۹ صفر ۹۹۸ھ میں ہوئی۔ مصنف نے لکھا ہے کہ قرآنی آیت "وفیہم جنٰت الفردوس نزلا" سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ خزینۃ الاصفیا میں بھی یہی تاریخ وفات دی گئی ہے اور مندرجہ ذیل شعر سے تاریخ وفات نکالی ہے۔

نیز داں سال رحلت آن شاہ صاحب حق سخی وجیہ الدین

شیخ وجیہ الدین نے متعدد اہم کتابوں پر شرح و حواشی لکھے ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۱۹۷ تک پہنچتی ہے۔

زیر بحث مخطوطہ شیخ وجیہ الدین کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ ذیل میں آپ کے چند ملفوظات مختصراً بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ <u>شریعت اور طریقت</u>:۔ شیخ کا کہنا ہے کہ وہ شریعت پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے لیے واحد حقیقت ہے نہ کہ طریقت پر۔

۲۔ <u>تنہائی میں ذکر</u>:۔ جب حقیقت کا متلاشی تنہائی میں ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتا ہے تو باطن کی تمام خرابیوں اور نقائص سے پاک ہو جاتا ہے اور اسے تمام اعلیٰ خوبیاں اور انسانی کردار کی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔

۳۔ <u>زیادتی اکل و شرب</u>:۔ حقیقت کے متلاشی کو معمولی و سادہ کھانے کی اور صرف ضرورت بھر کھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بار کسی نے مشورہ دیا کہ عبادت کی غرض سے زیادہ قوت حاصل کرنے کے لیے خوش ذائقہ اور اچھا کھانا کھانا چاہیے۔ تو شیخ نے کہا کہ خوش ذائقہ اور مزے دار کھانا عموماً زیادہ کھا لیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں عبادت میں کمی نہیں

اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ روحانی سلسلہ نسب:۔ اپنے روحانی سلسلہ نسب سے متعلق شیخ کا کہنا تھا کہ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلعم سے براہ راست روحانی روشنی حاصل کی تھی حضرت علیؓ سے یہ روشنی سلطان العارفین بایزید کرمانی اور ان سے شیخ غوث محمد کو حاصل ہوئی جنھوں نے پھر اسے شیخ وجیہ الدین کو پہنچایا۔

۵۔ مُردہ شخص کو مرید کی حیثیت سے قبول کرنا:۔ شیخ فرماتے تھے کہ دوسرے صوفیا کے برخلاف وہ مردوں کو بھی اپنا مرید بنانا منظور کرتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے ان کے مُردہ شاگرد اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

۶۔ استخارہ کی مذمت:۔ کیا ہر کام کو شروع کرنے سے قبل استخارہ کر لینا بہتر ہے؟ اس سوال کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ استخارہ میں جو کچھ آتا ہے تو اس کے بارے میں استخارہ کرنے والا شخص یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ اس نے خود اس کام کے اچھے یا برے انجام کے بارے میں پہلے ہی معلوم کر لیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا کہ انسانوں میں سب سے زیادہ بدنصیب کون ہے تو خدا نے جواب دیا کہ وہ جو خدا پر غلط اور جھوٹے الزام عاید کرتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے مزید سوال کیا کہ خدا پر کون جھوٹا اور غلط الزام عاید کرسکتا ہے تو خدا نے ارشاد فرمایا کہ وہ۔ جو استخارہ کرتا ہے اور خدا کے فضل اور رحمت کا طلبگار نہیں ہوتا۔ کاغذ کے دو ٹکڑوں پر، ایک پر کرو اور دوسرے پر نہ کرو لکھ کر استخارہ کرنا سخت منع ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیشہ سنت کی ہی پیروی کرنی چاہیے جس سے ہی اسے فائدہ پہنچے گا۔

۷۔ وحدۃ الوجود:۔ شیخ کا کہنا تھا کہ جو وحدۃ الوجود پر یقین نہیں رکھتا۔ اسے زیادہ سے زیادہ ذکر و فکر میں مشغول رہنا چاہیے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو حقیقت اس پر ضرور روشن ہوگی اور وہ وحدۃ الوجود کو قبول کرے گا۔

۸۔ دل میں غیر اللہ کے خیال کو لانے سے بچنا:۔ شیخ کا کہنا تھا کہ حقیقت کے متلاشی کو اپنے دل و دماغ میں خدا کے علاوہ کسی کا خیال نہ لانا چاہیے۔ اسے ہر لمحہ خدا کے حضور حاضر رہنا چاہیے اور اس سے باہر کبھی قدم نہ نکالنا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ہمیشہ خدا ہی کے خیال میں ڈوبا رہنا چاہیے اس لیے کہ خدا کے ذکر و فکر میں ڈوبا رہنا بہترین تقویٰ ہے اور تمام کاموں میں سب سے اچھا کام ہے۔

۹۔ قناعت:۔ شیخ کا کہنا تھا کہ انھیں کھانے اور کپڑے کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ انھیں کھانے کی ضرورت صرف اس لیے بھی کہ وہ عبادت کرنے کے لیے قوت حاصل کر سکیں اور کپڑے کی اس لیے کہ وہ اپنا ستر چھپا سکیں۔

۱۰۔ باطن کو درست اور مہذب کرنے کیلیے صرف سجدے کافی نہیں ہیں:۔ ایک بار شیخ کو ایک شخص کے

بارے میں بتایا گیا کہ وہ لگاتار روزے رکھتا ہے اور مستقل نمازیں پڑھتا ہے تو شیخ نے کہا کہ وہ شخص اپنے باطن سے واقف نہیں ہے۔ شیخ نے مزید کہا کہ حقیقت کے کچھ متلاشی اپنے باطن تک پہنچنے کے لیے اپنے ذہن و صلاحیت پر ہی قناعت کر جاتے ہیں اور ذکر و فکر کے ذریعہ اس کی اصلاح و درستگی کی کوشش نہیں کرتے چنانچہ وہ درجہ کمال تک پہنچنے میں ناکام رہ جاتے ہیں اور اسرار و رموز کے کشف میں اعلیٰ مدارج تک پہنچنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

۱۱۔ عقل و دانش سے متعلق کتابیں ایمان کو مضبوط کرتی ہیں:۔ شیخ کا کہنا تھا کہ عقل و دانش سے متعلق کتابیں مثلاً شرح مواقف ایمان کو مضبوط کرتی ہیں۔ لیکن ایک بار جب ان کے ایک شاگرد نے شیخ کو بتایا کہ ایسی کتابوں کے مطالعہ نے اس کے دماغ میں شک و شبہ پیدا کر دیا تو شیخ نے بار بار اس سے تقاضا کیا کہ وہ مطالعہ کو ترک کر دے۔

۱۲۔ شطاری سلسلہ تصوف:۔ ایک بار شیخ نے کہا تھا کہ شطاری سلسلہ تصوف تمام صوفی سلسلوں میں سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ سودمند ہے۔

۱۳۔ درجہ کمال حاصل کیے بغیر درویش کو درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا کام نہیں کرنا چاہیے:۔ شیخ کا مشورہ تھا کہ درجہ کمال حاصل کیے بغیر صوفی کو درس و تدریس اور وعظ و نصیحت میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ جس طرح سے علماء ملک کی دفاع و حفاظت کا کام مسلح افواج کے حوالے کر دیتے ہیں اور خود درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں اسی طرح سے حقیقت کے متلاشی کو چاہیے کہ وہ خدا کے ذکر و فکر میں ڈوب جائے اور درس و تدریس کے کاموں کو علماء کے لیے چھوڑ دے اس لیے کہ درس و تدریس کی طرف متوجہ ہو جانے سے اسرار و رموز کے کشف میں مزاحمت پیدا ہوتی ہے اور خدا تک جانے والے افراد کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۴۔ شیخ کی ولایت کا اثر:۔ شیخ نے انکشاف کیا تھا کہ چار ہزار ایک سو اشخاص ان کی ولایت سے مستفید ہوئے تھے اور ان کی رہنمائی میں پاکی و تقویٰ کے راستے کے مختلف مراحل طے کر کے درجہ کمال تک پہنچے تھے۔

۱۵۔ شیخ علی متقی کا درجہ:۔ شیخ کی نظر میں شیخ علی متقی کا بڑا درجہ تھا۔ ایک بار شیخ نے کہا کہ وہ انسان کے جسم میں فرشتہ ہیں۔ شیخ نے مزید کہا کہ شیخ علی متقی کے تقویٰ کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ پھر بھی شیخ کے مطابق شیخ متقی روحانیت میں درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکے تھے گرچہ اپنی عبادت و ریاضت کے ذریعہ انھوں نے اپنے اندر کشف باطن کی صلاحیت پیدا کر لی تھی۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)

(۴) ملفوظات شیخ مرتعش

ایک مشہور صوفی بزرگ ابو محمد عبداللہ بن محمد نیشاپوری (م ۳۲۸ھ/۹۳۹ء) جو شیخ مرتعش کے نام سے معروف ہیں ان کے ملفوظات پر مشتمل یہ مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری کے حبیب گنج کلکشن (نمبر ۲۱/۳۱۱-۳۱۲ تصوف) کی زینت ہے۔ ۱۰ ورق، کتابت نستعلیق۔

آغاز: "الحمد للہ ۔۔۔ بدان اے طالب صادق کہ حضرت شیخ مرتعش چنین می فرمایند کہ صد آں بود۔"

اس نسخے کے ساتھ "اقسام راہ حق" نامی ایک نسخہ مجلد ہے۔ نسخہ میں کتاب کا نام نہیں دیا ہے۔

شیخ مرتعش کے ملفوظات پر مشتمل صرف ایک نسخہ جس کا نام "مرشد السالکین" ہے نیشنل میوزیم پاکستان میں دستیاب ہے (نمبر نیشنل میوزیم ۱۹۶۹-۱۲۷، اوراق: ۱۴۲ تا ۱۴۷)۔

شیخ کی پیدائش نیشاپور میں ہوئی، لیکن انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بغداد میں گذارا۔ آپ شیخ ابو حفص کے شاگردوں میں سے تھے، اور آپ نے کچھ وقت حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابو عثمان کی صحبت میں بھی گذارا تھا۔ شیخ کے دوستوں میں ابو سہل محمد بن سلیمان صعلوکی (م ۳۶۹ھ)، ابو بکر محمد بن علی بن حمدان فرا نیشاپوری (م ۳۷۰ھ) اور ابو القاسم ابراہیم بن محمد محمویہ جو شیخ شبلی کے شاگردوں میں سے تھے، قابل ذکر ہیں۔ شیخ نے آخر عمر میں مکہ کے مقامات میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ "نفحات الانس" میں ان کی تاریخ وفات ۳۲۸ھ لکھی ہے، جبکہ یافعی صاحب محاسن الاخیار وغیرہ کے مطابق ربیع الاول ۳۲۸ھ آپ کی تاریخ وفات ہے۔

ابو نصر سراج، صاحب کتاب اللمع (م ۳۷۸ھ یا ۳۸۰ھ) جن کا اصل نام عبداللہ بن علی الطوسی تھا اور جو طاؤس الفقراء کے نام سے مشہور تھے، آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ رباعی کے عظیم شاعر شیخ ابو سعید بن ابو الخیر (م ۴۴۰ھ) بھی جن کا اصل نام فضل اللہ تھا، آپ ہی کے شاگرد تھے۔

شیخ مرتعش نے کافی سفر کیا تھا، وہ روزانہ ایک ہزار فرسخ ننگے سر اور ننگے پیر سفر کیا کرتے تھے اور کسی جگہ بھی دس دن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے۔ گرچہ آپ نے تیرہ بار حج کیا تھا لیکن انھوں نے افسوس ظاہر کیا تھا کہ ان کے سارے حج ان کے نفس کی خواہشات کے غلام تھے اور اس میں خدا کی مکمل اطاعت نہیں تھی۔ جب لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ "ایک بار ان کی ماں نے انھیں ایک کنویں سے ایک کٹورا پانی لانے کو کہا تھا جس میں انھیں کچھ دقت محسوس ہو رہی تھی تو ماں کے اس حکم کی بجا آوری میں اس معمولی پریشانی نے انھیں یہ باور کرا دیا کہ ان کے تمام حج نفس کی تسکین و خوشی کے لیے تھے نہ کہ روحانی پاکیزگی یا خدا کی رحمت کی حصول کے لیے۔"

کہا جاتا ہے کہ ایک بار شیخ بغداد کی ایک سڑک سے گذر رہے تھے کہ پیاس لگی۔ انھوں نے ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پانی کی درخواست کی۔ ایک خوبصورت لڑکی گھر سے ایک گلاس پانی لائی۔ جیسے ہی شیخ نے اس لڑکی کو دیکھا وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور گھر کے سامنے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد گھر کا مالک باہر آیا اور اس نے شیخ سے دریافت کیا کہ وہ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو گئے ہیں جو ان کے لیے ایک گلاس پانی لائی تھی۔ وہ آدمی شیخ کو جانتا تھا اور ان کی روحانی حیثیت سے واقف تھا۔ اس نے فوراً اپنی لڑکی کا ہاتھ شیخ کی نکاح میں دے دیا۔ رات میں شیخ اپنی دلہن کے پاس گئے لیکن اس پر ایک نظر بھی ڈالے بغیر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو زور زور سے رونے لگے انھوں نے اپنے شادی کے کپڑے اتار دیے اور دوبارہ اپنا خرقہ پہن لیا۔ پھر انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور باہر چلے آئے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ان کے دل پر یہ انکشاف ہوا کہ پہلی سرسری نگاہ نے تو انھیں درویش کے ظاہری لباس سے بے لباس کر دیا تھا اور اب دوسری نگاہ انھیں باطنی طور پر خدا کی پہچان کے باطنی لباس سے بھی بے لباس کر دے گی۔

ایک بار شیخ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص خدا کا دوست کیسے بن سکتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ خدا کا متلاشی ان چیزوں سے نفرت کرے جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں، خدا کا دوست بن سکتا ہے اور وہ چیزیں جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں وہ دنیا کی لالچ اور نفس کی خواہشات ہیں۔ کسی نے شیخ سے ایک آدمی کے بارے میں بتایا کہ وہ پانی پر چل سکتا ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ وہ ایسے ایک آدمی کو جانتے ہیں جو نفس سے مقابلہ کرتا ہے اور نفس کی مخالفت کرتا ہے۔ مزید انھوں نے کہا کہ یہ شخص پہلے شخص سے زیادہ برتر ہے۔

شیخ کی وفات ۳۲۸ھ/۹۳۹ء میں ہوئی۔

شیخ کے ملفوظات ان کے شاگردوں میں سے کسی نے جمع کیے ہیں، جن کا نام مخطوطہ میں نہیں ہے۔ شیخ کے ملفوظات میں تصوف کے متعدد مدارج کا تذکرہ ہے۔ شیخ کی نگاہ میں صوفی وہ ہے جس کے جسم و جان میں اور قول و عمل میں مکمل یکسانیت ہو۔ "قول آنجا کہ قدم، قدم آنجا کہ قول، دل آنجا کہ تن، تن آنجا کہ دل" جو اپنے باطن، دل یا روح کے خلاف نہ کام کرے اور نہ ایک لفظ بھی منھ سے نکالے اور جو ہمیشہ خدا کے سامنے حاضر و ناظر رہے۔ دوسرے الفاظ میں صوفی وہ ہے جس کی روح یا جس کے دل کی آنکھیں خدا سے ملاقات کے لیے اس درجہ کا مشتاق ہوں جہاں اس کی اپنی شناخت ختم ہو جائے اور وہ مکمل طور پر خدا کی شناخت میں گم ہو جائے۔ "میں" اور "تم" کی کوئی تفریق باقی نہ رہے۔ "دوئی" کے سارے پردے اٹھ جائیں اور غیب کے سارے اسرار و رموز اس کے لیے بے نقاب ہو جائیں۔ شیخ نے "سلوک" کے تین درجے بیان کیے ہیں۔ پہلے درجے میں صوفی

بسا اوقات اپنے آپ میں معدوم ہوتا ہے اور خدا کی حاضری سے غائب ہوتا ہے اور بسا اوقات خدا کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور اپنے آپ سے غائب ہوتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو مکمل طور پر بھول جاتا ہے یا مدہوش ہو جاتا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں وجود کی یہ دونوں کیفیتیں "وجود و عدم" کہلاتی ہیں۔ شیخ کے مطابق "سلوک" کی راہ کے مسافروں کا یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ اس مرحلے میں صوفی کے لیے یہ کسی بھی طرح مناسب نہیں کہ ایک شیخ کا کردار ادا کرنا شروع کر دے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا شروع کر دے۔ اسے کسی بھی ایسے کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیے جو اس کی توجہ کو آگے بڑھنے سے اور تصوف کے اعلیٰ مدارج تک پہنچنے سے روک دے۔ اس کی ساری کوشش اس بات کے لیے وقف ہونی چاہیے کہ وہ وجود کی ان دونوں کیفیتوں یعنی جسمانی طور پر موجود اور خدا کے حضور حاضر کو ساتھ ساتھ لے کر چل سکے۔ وجود کی یہ دونوں کیفیتیں ایک دوسرے میں اس طرح پیوست ہو جانی چاہییں کہ پھر یہ اس سے آگے کے درجے تک پہنچنے میں مددگار بن سکیں۔ تصوف کا یہ درجہ "ثم نسبت نفسک" (فنائے وجود بشریت) کہلاتا ہے۔ اور یہ درجہ رسول اللہ صلعم کی سنت کی پوری پوری پابندی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سلوک جو خدا تک پہنچانے والی چیز ہے اس کی راہ کے سب سے بڑے رہنما رسول اللہ صلعم ہی تھے۔ "فنائے وجود بشریت" کے درجے تک پہنچنے میں کامیابی "فناء الفناء" کے درجے تک پہنچنے میں مدد کرتی ہے جو بالآخر صوفی کو "موجود حاضر در حق حاضر" کے اعلیٰ درجے تک پہنچا دیتی ہے۔ یہاں صوفی کا جسمانی وجود اور اس کی دنیاوی ضرورتیں اس کے اور اس کے خدا کے درمیان کسی پردے یا رکاوٹ کا سبب نہیں بنتے۔ چنانچہ شیخ کے مطابق اس درجے پر پہنچ جانے کے بعد ہی صوفی کو لوگوں کی اصلاح اور ان کی رہنمائی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اب اسے ان اسرار و رموز کو واشگاف کرنا چاہیے جو اس پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اب صوفی کی زندگی رسول اللہ صلعم کی درج ذیل احادیث کی مکمل نمائندہ بن جاتی ہے :۔

"من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔ اعرف نفسک یا انسان تعرف ربک ۔ اعرفکم بنفسہ اعرفکم بربہ۔"

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)
(ترجمہ: ڈاکٹر مسیح الدین احمد)

ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن ندوی
ادارہ علوم اسلامیہ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

علی گڑھ کے دو بلگرامی مخطوطات

(۱) انیس المحققین

خط: نستعلیق و نستعلیق شکست، اوراق: ۹۲، سطریں: ۱۵، سائز: ۶×۹ ۲/۶ ×۱۰، کاتب: احمد علی، سنہ کتابت: ۱۲۶۶-۱۲۶۹ھ، لوح مطلّا و منقش، چند اوراق مجدول بہ سبز و زرد، عنوانات وغیرہ بخط شنگرف، عبارات عربیہ بخط نسخ (حبیب گنج ذخیرہ ۲۱/۵۸ فارسیہ تصوف)۔

انیس المحققین میر غلام علی آزاد بلگرامی کی ایک ایسی تصنیف ہے جس کا ذکر نہ تو مصنف نے اپنے حالات کے ضمن میں کسی جگہ اپنی تصانیف کو بیان کرتے ہوئے کیا ہے اور نہ بعد کے لکھنے والوں نے ان کی حیات آثار اور کارناموں کو شمار کرتے وقت بتایا ہے کہ ان کی طویل تصانیف کی فہرست میں یہ کتاب بھی شامل ہے جو مسائل و مبحثات تصوف سے متعلق ہے۔ اصل کتاب کی دریافت راقم الحروف کی ہے جو سبحۃ المرجان کی تحقیق و تحشیہ کے کاموں کے دوران واقع ہوئی۔ اس کی تفصیل سبحۃ المرجان کے محقق نے مقدمے میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے نہیں دی تھا صرف فارسی تصانیف کو بتاتے ہوئے نام گنا دیا ہے۔

نام کتاب: اس طرح کے نام علامہ کی تصانیف و ملفوظات کے ذیل میں بھی ملتے ہیں۔ انیس الارواح جو حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور خواجہ معین الدین چشتی کی طرف منسوب ہے یا انیس الصالحین جو حضرت امام الدین (م ۱۱۵۰ھ) کی ہے یا انیس المحققین کا ہم معنی نام ہے تصوف کی کتابیں ہیں۔ عاشق صادق کی رسائی محبوب تک ہوتی ہے ورنہ کوچہ گردی ہر کس و ناکس کر سکتا ہے اور کرتا بھی ہے جب عاشق صادق تپ کر اور مختلف منازل سے گذر کر عشق حقیقی کی شراب ناب سے متوالا ہو جاتا ہے تو اس کا دوسرا نام محقق ہو جاتا ہے اس لیے عاشق حق کے متوالوں کا یہ نام نیا نہیں ہے۔ حضرت سعدی شیرازی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ گر ذات

علم سے حق تک انسان کی رسائی نہ ہو سکی اور وہ اپنی ذات کی حقیقت کو نہ پہچان سکا تو روشنی طبع اس کے کیا کام آئی بلکہ اس کی ذات کے لیے وبال بن گئی۔ ایسے علم سے باز آئے، اس سے تو جہل بہتر ہے۔ جانور کا علم ہے کہ اس کے اوپر کیا بوجھ لادا گیا ہے اس لیے اس کے نزدیک اینٹ، پتھر اور دانش و خرد کا عطر کتابیں یہ تمام یکساں ہیں کہ بوجھ ہی تو ہیں۔ علم کی روشنی آنکھوں کیلئے اگر چکا چوند بن گئی اور فکر و فہم کو راہ یاب نہ کر سکی بلکہ تاریکی میں یہ ایسے ہی پڑے رہے تو مقصد علم حاصل نہ ہوا کہ ضلالت سے ہدایت کی طرف جا سکیں چنانچہ سعدی شیرازی نے یہ شعر اسی ذیل میں پیش کیا ہے ؎

نہ محقق بود نہ دانشمند چارپائے برو کتاب چند

دانشمند سے عام اہل علم و خرد مراد ہیں اور محقق سے ایسی ذات والا صفات جو حق جوئی کے لیے سرگرداں اور پریشان ہو اور اس کیلئے ہر طرح کی مصیبتیں اور آلام روزگار برداشت کرے، اور جو حق تک ممکن ہو سکے وہ اس کی خاطر کر گزرے۔ شعر بالا میں محقق کا مرتبہ دانشمند سے پہلے دکھایا گیا ہے کہ یہی مقصود زندگی ہے۔ اگر بادہ نہ رسیدی تمام بوالہوسی است۔

کتاب کی داخلی شہادت بھی یہی بات سامنے رکھتی ہے کہ آزاد بلگرامی نے مختلف پیرایۂ بیان میں "ح ق ق" کے مادے سے حق رسی کے جملہ پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہا ہے:

(۱) مقدمۂ کتاب میں حمدلہ کی سطروں میں ایک جگہ لکھتے ہیں: الحمد للہ الذی کل یوم ہو فی شان ..... واودیاعہ الذین اری اللہ قلوبهم بحقائق الایقان۔

(۲) ایک دوسری جگہ اس مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ "شائقین و معتقدین" اس کتاب کے مطالعہ کے لیے بیتاب تھے۔ "و زمرۂ آرزومندان کہ در اخذ این کلمات حقائق گنجور ناصبور بودند۔" دیکھیے لفظ "حقائق" کا استعمال تحقیق کی نسبت سے ہے۔

صوفیا کی اصطلاح میں ایسے اشخاص جو "حقائق اشیاء" کے ادراک کے بعد نفس حق تک رسائی حاصل کر لیں، وہ محقق ہیں۔ خود صوفی شاعر سعدی شیرازی نے بھی اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔ ایک بات اور بھی معلوم ہوتی کہ محقق کیلئے علم و عرفان کے جملہ وسائل کی تحصیل ضروری ہے جو لفظ "کتاب" سے ظاہر ہوتا ہے۔ کتاب رمز ہے ان تمام جدید و قدیم تجربات اور علوم و فنون کا جو انسانی حسیات اور وجدان کے نتیجے میں حاصل ہوتا رہا ہے اور خود انسان ان پر کاربند ہو کر "انسانیت" کی باگ ڈور سنبھالتا رہا ہے۔ ہاں آجکل کا مروجہ معنی وہ بھی "حقائق اشیاء" کی دریافت سے متعلق جزوی معنی کو متضمن ہے، اگرچہ جدید ہے۔ پوشیدہ شی اور عام علم جو لوگوں کے ذہن و فکر سے اوجھل ہو اس کی کھوج بھی محقق کا کام ہے۔ عربی میں اس لفظ کا مادہ وسیع معنی پر مشتمل ہے جس کی طرف

ابھی ابھی اشارہ کیا گیا۔ چنانچہ اس کتاب "انیس المحققین" میں حق جوئی تسلی اور تشفی کے سامان مہیا کیے گئے ہیں۔

مغلیہ دور صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں خصوصاً اور دیگر متمدن ممالک میں عموماً بڑے تزک و احتشام کا مظہر تھا۔ اس کے زیر حکومت علوم و فنون کی آبیاری بھی ہوئی، فقرا اور درویشوں کی پذیرائی بھی عین عروج بلکہ مغلوں کے ابتدائی زمانوں تک ان قدسی نفوس کی ذات با برکات سے علم و فضل کے سوتے پھوٹے۔ تشنگانِ فکر و فہم کو سیرابی نصیب ہوئی اور ان کی راحت جان و روح کے لیے سامان مہیا ہوئے۔ دوئی کی بو نہ تھی کہ ریاست اور گرجا میں کوئی نمایاں تفاوت محسوس ہوتا۔ گو مغلیہ دور کے نصف آخر میں مغربی ممالک اپنی جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کرنے میں نمایاں ہوئے اور سامانِ عیش کے لیے منڈیوں کی تلاش میں سرگرداں پھرے۔ پھر انھوں نے قدیم ڈگر سے انحراف کر کے نئی راہیں کھوج نکالیں۔ معاشی اور روحانی تشریح و تعبیر کا معیار بدلنے لگا اور دور تحریک کی آبادکاری میں ان کو شہرت ہوئی۔ مشرقی فکر کو سینے سے لگانے والے متمدن ممالک میں ہندوستان اہم مقام رکھتا تھا۔ غالباً یہ سرزمین کچھ ایسی ہے کہ اثر پذیر تو خواہ مخواہ ضرور ہو جاتی ہے مگر اپنے رنگ کی آمیزش بھی کرتا جاتا ہے اور کر دیتی ہے۔ مغربی فکر اور اس کی تیز و تند ہواؤں سے ہندوستان متاثر تو ضرور ہوا اور یہ کام جہانگیر کے عہد سے شروع ہو گیا تھا لیکن ہندوستانی طرز زندگی کی نمایاں خصوصیات اپنی انفرادیت قائم رکھتی ہوئی اور روح و فکر کو سمیٹتی ہوئی آگے قدم بڑھا رہی تھی۔ اسی ہندوستان میں قدیم زمانے سے ترک دنیا کی تعلیم دی جاتی تھی۔ جوگ، تپسیا اور زہد خشک کا رواج ہر فرد کا فرض کفایہ کے طور پر آبادی کے کچھ افراد میں اور زندگی کے کچھ ایام میں پایا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ دولت معبود بھی تھا جس کی پرستش کے لیے تہوار منایا جاتا تھا۔ اور اس کے حصول کی خاطر جا و بے جا ہر طرح کا عمل ہر اور ان ہتھکنڈے کام میں لاتے تھے۔ دین و دنیا کی تقسیم بہر صورت اس وسیع و عریض سرزمین کی پرانی روش کا راز اور محبوب طرز سیاست تھا ہم جو یورپ کو ریاست اور گرجا کے خانوں میں منقسم دیکھتے ہیں وہ دیر کی بات ہے۔ اس سے پہلے مشرقی ممالک میں سے یہ ملک اپنے نظام حیات کے طور پر اس طرز زندگی کو اپنا چکا تھا جس کے نتیجے میں وہ ہمہ گیر اجتماعیت یہاں مفقود تھی جس کا مطالبہ اسلام کرتا ہے اور مثالی طور پر قائم کر کے اسے رواں منزل کو رواں دواں کشمکش زیست سے عہدہ برآ ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ قرآن کی رو سے تمام آسمانی ادیان ایک ہی شجرۂ طیبہ کی شاخیں ہیں۔ یقیناً ان کے پھل بھی ایک ہی شکل و صورت کے اور کمیت و کیفیت کے لحاظ سے ہم جنس ہیں۔ ہندوستان کی صورتحال کچھ مختلف تھی۔ آسمانی کتابوں کے پیش کردہ زندگی کا بہتر نمونہ مل جائے تو مل جائے ورنہ عام طور پر فکر و عمل کا اختلاف اور تضاد اس قدر تھا کہ صورت وحدت کی تلاش فی الاصل جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ گراں بار تھا۔ مگر اسلام کے حاملین علما اور صوفیا نے کمر ہمت باندھی اور منزل بہ منزل آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ کون مورخ کہہ سکتا ہے کہ انھیں اس فریضے کی

انجام دہی میں کامیابی نہیں ہوتی) کامیابی کی گفتگو کے وقت اور علمائے فضلاء و فقرائے کے تذکرے سے متعلق جب بات آئے تو اس سے گریز ممکن نہیں۔ اسی لیے اس کتاب کے مضامین سے متعلق گفتگو بروقت ہوگی۔

نقلیہ دور کا تذکرہ اس پر اس لیے ہوا کہ سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی حالات کے اثرات قدیم زمانے سے لے کر اس موجودہ دور تک انسانوں کی زندگیوں پر مختلف نوعیت سے پڑتے رہے ہیں۔ اسلام نے ان سے صرف نظر نہیں کیا بلکہ ان امور کے جاننے اور پرکھنے کی دعوت دی ہے اور تجربات و مشاہدات کی روشنی میں نتائج کے اخذ کرنے کی قوت کو متحرک دیکھنا چاہا ہے۔ یہ بات قرآن پاک میں بھی ہے اور اس کی تعلیم، سیرت پاک میں بھی ملتی ہیں اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے دور میں بھی یہی تھا۔ خلفائے راشدین نے قرآن مجید اور سیرت پاک کی شمع فروزاں سے جو روشنی حاصل کی وہ دوسروں تک پہنچاتے رہے۔ پھر اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور آیا جس میں بظاہر یہ روشنی مدھم نظر آتی ہے مگر یہ بات ماحول و معاشرہ کی وسعت کی بنا پر محسوس ہوتی ہے ورنہ نیر اعظم سے جو روشنی پھوٹی وہ مختلف حیثیتوں میں اجاگر ہوتی رہی۔ اسی کی روشنی کرنوں کا کرشمہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز جلوہ افروز ہوئے اور اموی دور کے ابھرتے ہوئے فتنہ و فساد اور شریعت حقہ سے انحراف کو روکنے کی آپ نے بڑی کامیاب کوشش کی۔ یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ ان کا کام کسی فرد کی حیثیت سے نہیں ہے، بلکہ اس جماعت صحابہ کرامؓ کے آثار و باقیات کی ایک جلوہ گری ہے جو جلتے چراغ کی طرح دوسرے چراغوں کو روشن کر لیا ہے۔ موجودہ بحث سے متعلق یہ بات کتنی ضروری تھی کہ ایک عالم باعمل بے باک سپاہی اور حکمران کی حیثیت سے انھوں نے اس احسان کو اپنی فرمانروائی کے لیے منتخب کیا جس پر پورے اسلام کی عبادات و معاملات کا مدار ہے اور جس سے سمجھ کر انسان خوب سے خوب تر ہو جاتا ہے۔ اس نے اسلام کی ترقی و دنیا تک کے لیے یہ بات ثابت کر دی کہ پیش آمدہ مسائل کے لیے قرآن و حدیث سے حل تلاش کر کے کوئی ریاست حسن و خوبی سے عمل پیرا ہو سکتی ہے اس سے اگر مفر اختیار کیا گیا وہ نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ کا ہم معنی ہوگا۔ اس کے بعد کے اسلامی دور میں جو علوم و فنون کے سوتے پھوٹے اور دنیا کی فکر و عمل کے لیے جو شمعیں جلائی گئیں ان میں عمر بن عبدالعزیز کے معاملات کو سلجھانے اور انجام دینے کی صلاحیتوں کے ساتھ ان کے زہد و تقوی کو بھی دخل ہے۔ اس نے امام مالک، امام حنفی وغیرہ کی ہمت افزائی کی اور خدمت حدیث کی انجام دہی کے لیے موقع فراہم کیا وہ جملہ محدثین کی زندگیوں سے زہد و تقوی کے سوتے پھوٹے۔ ان کی ساخت اور تربیت کو معیاری بنانے میں متعلقہ دور کے سیاسی و سماجی حالات کا اثر ہے۔ یہ غلط فہمی اب دور ہو چکی ہے کہ دوسری اور تیسری صدی میں حدیث کی جمع و تدوین ہوئی بلکہ سیاسی و سماجی حالات نے مجبور کیا کہ محدثین احادیث کے انفرادی ذخیروں اور مجموعوں کا تنقیدی جائزہ لے کر جعل سازی کی ریشہ دوانیوں کے مضر اثرات کو دور کریں اور انھیں چھاننے پھٹکنے کے بعد بڑے مجموعوں کی شکل میں لوگوں کو سپرد کر دیں۔

حملہ تھا یک بیک دو ایک صدی کے بعد نہیں ابھر آئے بلکہ یہ بھی اسی ترقی پذیر تسلسل کی کڑیاں ہیں جو سرور کائنات کی حیات تابناک سے ہی انسانی زندگی کے مختلف میدانوں میں شروع ہوگئی تھیں۔ اس طرح صوفیائے کرام اپنا سلسلہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علی حیدرؓ تک ملاتے ہیں۔ دراصل ان میں بھی وہی عمل احسان مشترک ہے جس کا ابھی ذکر ہوا۔ احسان علیٰ کا عمل اسلام کا صحیح تصور ہے جو انسانی زندگی کے ہر معاملے میں ظہور پذیر ہوتا ہے چاہے حکمرانی ہو رعایا پروری ہو یا تابعداری اور خدمت گزاری کے معاملات ہوں۔ ہندوستان کے صوفیائے کرام نے ہندوستان کے مزاج کو اچھی طرح جانا پہچانا پھر اسی لحاظ سے دین کی اشاعت کا کام انجام دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان حکمرانوں کا یہ رویہ اقدام فروغ اسلام کے لیے ہوتا تو عجب نہیں کہ پورا ہندوستان حلقہ بگوش اسلام ہوگیا ہوتا گو یہ بات سب حکمرانوں کے متعلق نہیں کہی جارہی ہے لیکن ان میں سے اکثر ہندوستان میں اپنے مآل کار سے بے خبر رہے۔ مغلوں کے دور میں بھائیوں کے فوراً بعد ہی عیش کے ہاتھوں میں زمام کار آئی وہ عیش پرستی کے لیے نت نئی راہیں ڈھونڈھ رہے تھے۔ الا ماشاء اللہ اور انھوں نے اس کی خاطر اپنی عقل کا استعمال بھی کیا اور کامیاب بھی رہے۔ ظاہر ہے کہ صوفیا نے اپنا وطیرہ نہیں بدلا اور عملاً ان سے علیحدگی اختیار کی اور اپنے حسن عمل خدا پرستی و خدا ترسی کے ذریعہ عوام میں نفوذ کرنے کی کوششیں کیں۔

یہ حالات تھے جن سے ہندوستان کا صوفی گزر رہا تھا خصوصاً جو صحیح المشرب صوفیا تھے انھوں نے حالات سے سمجھوتا تو نہیں کیا مگر نفسیاتی طور پر ان سے صرف نظر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ کتاب "انیس المحققین" انھیں مقامی حالات کا عکس اور مسلمانی معاشرے کے چند در چند پہلوؤں کا آئینہ دار ہے اس کے ساتھ ساتھ مسلمان خواص و عوام جن حالات میں گرفتار تھے اس کی غمازی بھی کرتی ہے مختصراً ان حالات سے متعلق جو اندرونِ کتاب بطور شواہد ملے ہیں ان کا ذکر آپ کے گوش گزار کر دیتے۔

مجالسِ صوفیاء:۔ حال حال تک اس سلسلے کی شمعیں جو تیرگی فکر و ذہن کو کافور بنا رہی تھیں ہم جیسوں کے مشاہدوں میں بھی آتی ہیں۔ عوام کا جو رجوع ہوتا تھا اور ان جیسی ذات والا صفات سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی جو کوششیں کام میں لائی جاتی تھیں اگر وہ کل کی بات تھی تو آج کی بھی بات ہو سکتی ہے۔ آزاد بلگرامی شاہ لدھا سید لطف اللہ سے بیعت تھے اور شاہ لدھا کے مرشد سید احمد کالپی تھے اور انھوں نے اپنے جد بزرگوار سید لدھا سے تحصیل علوم فیض اور خلافت حاصل کی۔ انیس المحققین کے مطابق آزاد بلگرامی نے شاہ لدھا سے اس وقت بیعت کی جب ان کی عمر نوّے سال کی ہوگئی تھی پھر بھی شاہ لدھا مجالس تعلیم و تربیت میں اس طرح جلوہ فرما ہوتے کہ سامعین و حاضرین کو بے خود و وارفتہ بنا دیتے یہ تاثر و کیفیت اتفاقی نہ تھی بلکہ ان مجالس کا یہ محکم اور استوار رنگ تھا شاہ لدھا کی سحر آفرینی عشقی تحریری بیان کی رنگینی پھر ادائے مطالب میں سکون و اطمینان کچھ اس طرح کا ہوتا کہ شرکا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے زبان و بیان

ایسا مناسب حال ہوتا کہ تمام دل فگاری حاصل کلام بن جاتی۔ اسی نوع کی کچھ مجلسوں کا ذکر کرتے ہوئے آزاد بلگرامی رقم طراز ہیں:

" سخن را در کمال خوبی و رنگینی و لطیفان ادا می فرمودند و بحسن ادا و فصاحت کلام و تنقیح عبارت دلہا ربائے

سامعان می ربودند" ص ۳۶

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا طریقہ ارشاد عوام و خواص کے لیے ایسا تھا کہ ہر شخص مستفید ہو سکتا تھا پھر اس میں علم و فضل کی رنگ آمیزی ایسی ہوتی کہ اس سے فضلاء عصر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ آزاد بلگرامی جیسا یگانہ روزگار بھی ان کی مجلسوں سے بہرہ ور ہوتا اور مجلس کی دل ربائی دل گیر بن جاتی۔

ان ایام میں صوفیا کی مجالس سے فائدہ اٹھانے کے دو طریقے عام طور پر رائج تھے۔ اول ان شخصیتوں کی نشست و برخواست اور مجلسوں سے استفادہ ہوتا جو زندہ اور قائم تھے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا اور دوسری صورت جس سے استفادہ کی وہ ہوتی جو کسی عظیم شخصیت کے مزار پر حاضری سے ہوتی اور ان کی سیرت و آثار کے استحضار کے ساتھ استفادے کی کوشش ہوتی۔ کسی ایسے صوفی کے ساتھ جس کی طرف رجوعِ عام ہوتا وہاں پہنچ کر اس کے ساتھ دیگر حضرات بھی مراقب ہوتے گو اس دور میں کسی جاہل اور زر پرست صوفی کا وجود ممکن نہ تھا اور نہ وہ مسند رشد و ہدایت پر فائز ہو سکتا تھا پھر بھی یہ پُر خطر راہ تھی اور ہے اور اس سے استفادہ ہر شخص کے لیے ممکن نہیں۔

میر سید محمد کالپوی کا بھی حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ کے مزار پاک پر حاضر ہو کر مراقب ہونا اسی نوع کے استفادے کی خاطر تھا اور اپنے مسلک کے قیاس کے ساتھ خود کو اپنی روش پر قائم رکھا اور اپنے مسلک سے طاقت جلال اقتدار سے متعرف نہیں ہوئے

ان کے نامور صاحبزادے اور خلیفہ مجاز سید احمد کالپوی نے بھی اسی طریقے کی پیروی کی مگر ان دونوں بزرگوں کے ذوق سلوک کا اختلاف تھا جو یہاں آکر نمایاں ہو گیا۔ سید احمد کے حالات میں مقصد اول کے تحت آزاد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" از مزار خواجہ بزرگ بہ اجمیر رخصت شدند۔ فرمودند کہ حضرت خواجہ قدس سرہ مرا رخصت نمودند و دستار بر سر سید احمد بستند و فرمودند کہ مجلس ما گرم سازند۔ از ایں جا است کہ آں جناب در سماع و سرود و وجد بسیار مشغول بودند باوجود یکہ حضرت قطب الاولیا (سید محمد) نہایت تشرع داشتند"

آزاد بلگرامی کی تاریخ نویسی کا وہ رنگ یہاں بھی ظاہر ہو گیا ہے جو ان کی تحریر کی خوبیوں میں سے ہے۔ تصوف کے دو مختلف مسلکوں کی طرف اشارہ کر کے تاریخ کا محاکمہ بھی پیش کر رہے ہیں اور اس وقت کے سماج اور معاشرہ کے رجحانات کو بھی سامنے لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ باپ بیٹے میں ذوقی اور فکری اختلاف ہے۔ پیر و مرشد کے درمیان طریقت

وسلوک کا اتحاد نہیں مگر منزل ایک ہے جہاں مختلف راہوں سے گذر کر کشاں کشاں رہروانِ عشق و مستی پہونچنے کا جذبہ رکھتے ہیں
یہ بات آئینہ ہو جاتی ہے کہ اس قسم کے اختلافات کسی منازعت کی شکل نہیں اختیار کرتے بلکہ ذوق و وجدان کی حدوں میں محصور رہتے ہیں۔

سید احمد کی مجلسوں کا رنگ کچھ اور ہی تھا جس کی تفصیل سماع و سرود کے ذکر میں آرہی ہے۔ سید محمد نے علوم و
فنون کی تعلیم سید افضل الہ آبادی سے متوسطات تک حاصل کی تھی بعض اونچے درجے کی کتابیں بھی پڑھی تھیں مگر آپ نے اپنے
والد بزرگوار سید احمد سے علوم و فنون کی تکمیل کی بالآخر بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے طبعی رجحان کے بنا پر حضرت
خواجہ چشتی کے طریقۂ مجلس کو اختیار کیا تھا گو یہ اس قسم کا رجحان اپنے زمانۂ طالب علمی میں بھی رکھتے تھے۔ اس بات کو میر غلام
علی آزاد نے تفصیل سے لکھا ہے اور در پردہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ علما و فقرا وسیع المشرب ہیں جو اختلافات ان کے
اندر رونما ہوتے ہیں وہ جزوی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھیں اپنی مناقشات کی بنیاد نہ بنانا چاہیے۔

سماع و سرود:- سماع و سرود سے متعلق علما و فضلا باہم اختلاف رکھتے رہے ہیں کچھ تو قطعاً اس کے جواز کے
قائل نہیں اور کچھ وہ ہیں جو اس کے جواز کے قائل تو ہیں مگر شروط و قیود کے ساتھ جن کا پورا ہونا بنظر انصاف مشکل ہو جاتا ہے۔
چنانچہ خود انیس المحققین میں ایک جگہ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ شیخ افضل الہ آبادی میر سید محمد کی مجلس میں اس لیے شریک نہیں ہوتے
تھے کہ وہاں سرود کا بازار گرم تھا ان دونوں کے درمیان مراسلت رہی بالآخر ملا افضل سید محمد کے اصرار پر کالپی تشریف لے گئے
جب یہ کالپی حاضر ہوئے تو ان کے کمال تشرع کی وجہ سے سید محمد نے اپنی مجلس میں سماع موقوف کرا دیا۔ آزاد لکھتے ہیں
کہ تین دن تک ان پر سکوت طاری رہا۔ بھوکے پیاسے رہے اور خود آسمانی جو تھے دن شیخ افضل سے ملاقات ہونے پر قطب الاقطاب
سید محمد کے مریدوں کی علامت کا ذکر فرمایا۔ اس دن جب جب ملاقات ہوئی تو ان کی علامت کا ہی ذکر فرماتے رہے یہاں
تک کہ ظہر کی نماز کے بعد سے عصر کی نماز تک، عصر کے بعد مغرب تک پھر مغرب بعد بھی اسی علامت کا ذکر شروع کر دیا تو شیخ افضل
نے اس کا علاج یہ دیکھا کہ قوالوں کو سرود سرائی کی اجازت دے دیں چنانچہ آپ نے بلایا اور انھیں سرود سرائی کا حکم دے دیا
«توبود تدبیر البلاء خود مشغول می شوند» اس وقت جو قوال سامنے آیا اس کے متعلق آزاد نے لکھا ہے کہ اپنے پیشہ سے توبہ کر کے
سید محمد کی ارادت میں داخل ہو گیا تھا۔ قوالی شروع ہو گئی اور وجد و حال کا جو لازمہ تھا وہ مجلس پر طاری ہو گیا۔ آزاد
آگے چل کر لکھتے ہیں:

«خاطر آنجناب خوش وقت شد۔ فرمودند کہ میاں حمید من سرود بگیرم۔ رومال و تسبیح در دست گرفتہ استادہ
نقطۂ الٰہ گفتند و در حاضران اثر کرد و جمع از خود افتادند۔ حضرت سید الاولیا میر شاہ لدھا قدس سرہ فرمودند
کہ از مشاہدہ کیفیت حضرت سلطان الاولیا شیخ نیز در وقت آمدند و بے اختیار برخاستند»

شیخ محمد افضل حضرت سید احمد کے استاد خاص تھے۔ سید محمد نے اپنے فرزند سید احمد کی تعلیم و تربیت کا کام انھیں کے سپرد کیا تھا۔ وہ اپنے اس ورع و تقویٰ کے ساتھ مسلک کی سختی کے باوجود ضبط نہ کر سکے اور وجد طاری ہو گیا قصداً مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ یہ روایت کسی عام مرید کی نہیں بلکہ سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی جیسے ایک بڑے عالم و صوفی کی ہے جن کے متعلق ہم جانتے چلے ہیں کہ کسب فیض انھوں نے سید احمد سے کیا تھا اور خود سرود و سماع کا ذوق نہیں رکھتے تھے اس لیے بیان میں شائبۂ مبالغہ نہیں اور نہ عقیدت مندی سامنے آئی ہوگی ایک اور جگہ اسی طرح کے سماع و سرود کے سلسلے میں آزاد لکھتے ہیں:

"ہم دراں ایام شیخ عبدالحکیم موہانی با شیخ افضل در خلوت کہ ثالث نبود گفتند کہ حضرت قطب الاولیاء در وقت غلبۂ شوق لفظ اللہ بر زبان می رانند و در سامعان سرایت می کرد و بے خودی ساخت و بر نمی خاستند و حضرت سلطان الاولیا ازاں استادہ می شوند و حرکت و دوری نیز می کنند مردم تا خورش می شوند و شیخ محمد افضل را تکلیف کردند کہ ایں جناب را ازیں فعل باز دارید۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ذی علم صوفیا اور عوام میں بھی سرود میں رقص کی کیفیت کا پیدا ہو جانا قبول و نامنظور تھا۔ ظاہر ہے کہ سید احمد کے مریدین کے ساتھ ساتھ وہ حضرات بھی تھے جنھوں نے سید محمد کے زمانے کو دیکھا تھا اور شریعت کی پابندی ان میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ علما اور صوفیا نغمے کے ساتھ اشعار کے سننے کو قطعاً جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ آگا روشن سے ثابت ہے۔ اشعار میں جو اثر اندازی کا پہلو ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر جب یہ ساز کے ساتھ ہو تو پھر قباحت شروع ہوتی ہے اور یہ اثر انگیزی مختلف پہلو اختیار کر جاتی ہے ان میں سے یہ رقص بھی ہے اس کا پہلا حملہ ذہن پر ہوتا ہے اور فوراً قلب متاثر ہوتا ہے۔ دوسری بات جو اس سے معلوم ہوئی وہ تشرع صوفیا کی محبوبیت ہے اور ان سے لوگ اس کی توقع رکھتے تھے کہ شرع کے ساتھ جو غیر شرعی حرکات و اعمال آمیز ہو جائیں انھیں یہ صوفیا دور بھی فرما دیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ اس وقت مختلف مسلک کے صوفیا ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے چنانچہ آزاد نے لکھا ہے کہ:

"سلطان الاولیا بعد رسیدن ایں شان سرود موقوف داشتند تا آں روز طعام نہ خوردند و در ایام روزہا ہر مرتبہ کہ با شیخ ملاقات می شد۔ شکایت می کردند۔" ص ۱۲

کلماتِ متقین میں جو شیخ محبوب اللہ کی تصنیف ہے یہ واقعہ ذرا سا تغیر کے ساتھ مذکور ہے۔ آگے چل کر آزاد نے اس سماع کے غیر شرعی ہونے کو معلوم جاتے ہوئے عالمگیر کے تشرع کی شکل میں پیش کر کے لکھتے ہیں جس سے آزاد کی فکر اور ان کا تعامل بھی عیاں ہو جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"بہ سبب تشرع عالمگیر بادشاہ سرود تحت ممنوع بود مگر از مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ کہ از

مصاحبان سلطان احمد بودند این خبر به سلطان رسانید بادشاه شخصے را برائے منع فرستاد۔ سلطان الاولیاء به سید

آن شخص سرود موقوف داشتند فرمودند که تو منع ما قبول نمائید و نعره زدند آن شخص بے ہوش شده بر زمین

افتاد و سلطان الاولیاء بدستور در سماع و سرود مشغول شدند۔ آن عزیز بخدمت بادشاه رفته سرگزشته خود

عرض نمود بادشاه باور نه کرد۔" صفحہ ۳۲

عالمگیر کو یقین نہیں ہوا مگر اسے یہ خواہش بھی ہوئی کہ اس کی تحقیق و تصدیق ہو۔ ایک دوسرے شخص کو جو ان معاملات میں سخت گیر تھا پھر بھیجا غالباً اس میں قاصد کا امتحان بھی مقصود تھا اور اس کی اس صفت کو جو حاکمانہ تھی آزمانا بھی۔ آزاد آگے چل کر لکھتے ہیں:

"محمد امین خان ایرانی کہ بہ تشرع جد و جہد تمام داشت و بہ این طائفہ تنازع بود فرستاد"

یہ بھی آئے اور ایک نعرہ میں بیہوش ہو گئے۔ جب واپس وہاں پہنچے تو بادشاہ کو پہلے سے خبر مل چکی تھی۔ بادشاہ نے مسکرا کر فرمایا "دیدی کرامات سنیاں گفتند بلے جہاں پناہ دیدیم۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علمائے متقشف اور متشرع صوفیا میں سماع و سرود نہ محبوب تھا نہ رواج پذیر اور یکہ دکا ایسی مثالیں کہیں ملتی ہیں تو علما ان پر معذوری کا پردہ ڈالتے ہیں۔

مسئلہ ہمہ اوست و از ہمہ اوست۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی نے جب رسالہ "تسویہ" لکھا تو اس وقت علما میں رد و قبول کے مرحلے چلے۔ جب یہ رسالہ عالمگیر کی نظر سے گذرا اور متشرع علما اس پر معترض ہوئے (اور) ایسے علما جو ہمہ اوست کے صوفیانہ فلسفے کو دین حنیف کے خلاف سمجھتے تھے مطمئن ہوئے۔ عالمگیر خود بڑا عالم اور پابند شرع فرمانروا تھا۔ اس لیے اس نے ہندوستان کے علما کو جمع کیا اور ان کے عقائد کی تصدیق کرنی چاہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے صوفیا جن کے عقائد سے عالمگیر بادشاہ مطمئن نہ تھا ان میں سید احمد کا نام بھی تھا اس حقیقت کو اجاگر کرتے آزاد لکھتے ہیں:

"بحضور پرنور طلب داشتن تا از عقائد ہر کدام استعلام نماید حسب الامر بادشاہ اسامی فقیران را

بر کاغذ ثبت کردہ از نظر شاہی گذرانیدند۔ نام نامی آن جناب ہم دران طومار مرقوم بود۔"

اس عبارت سے دو باتیں واضح ہو کر سامنے آتی ہیں اول یہ کہ فقرا کے نام ایک دفتر میں درج تھے۔ ظاہر ہے فقیروں سے مراد صوفیا ہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ از خود رفتہ صوفیا تھے دوسری بات یہ کہ اسما میں سید احمد کا بھی نام تھا۔ یعنی یہ ان لوگوں میں تھے جو از خود رفتہ ہونے میں مشہور ہو گئے تھے اور بظاہر شریعت کے بعض امور کی پابندی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر سید احمد کے والد بزرگوار نے بھی یہ بات مزاح کے انداز میں کہی تھی۔ جب سید احمد نے عنفوان شباب میں

سرود کی محفلوں سے دلچسپی کا اظہار کیا اور بعض عقائد میں اختلاف کرنے لگے تو سید محمد نے افہام و تفہیم سے کام لینا چاہا مگر بات رد و قبول کی حد تک پہنچ گئی جس کی وجہ سے سید محمد کو کہنا پڑا کہ "سید احمد با من طالب علمی می کند"۔۴ (۱۱۲ الف) بعضوں کا کہنا ہے کہ یہ سوال و جواب شیخ افضل الہ آبادی اور سید احمدؒ کے درمیان ہوا تھا۔

شاہ لدھا کے مکاتیب میں اکثر "ہمہ اوست و از ہمہ اوست" کی تشریح و توضیح ملتی ہے ان خطوط کے علاوہ جو مستقلاً چوتھی فصل میں مذکور ہیں ایک مکتوب بالتفصیل شاہ لدھا کے حالات کے ساتھ بھی درج کیا ہے جس میں پیر و فقا حق پر زور دیا ہے اور ہمہ اوست و از ہمہ اوست کے فرق کو واضح کیا گیا ہے چنانچہ تحریر ہے:

"آں کہ وجود حضرت جل و علیٰ چناں کہ واجب است پرستش او نیز بر بندہا واجب و فرض عین هم چنانکہ ذات پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض خیر و صلاح است، تبعیت احکام او ہم موجب حکمت است و فلاح، اما کسانیکہ برایں قدر اکتفا کردہ اند و عمر مرتبہ را رائگاں شمردہ اند البتہ پے از حقیقت بردہ اند۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل اند چہ قوت انسانی مقتضا آنست کہ ایں کس در فکر حقیقت ہر شے خصوصاً در طلب ماہیت حضرت باری بیفتد کہ ایں ہمہ موجودات از کجاست و آں چیست و کیست مردان خدا کہ سالہا ریاضت شاقہ کشیدند و فرش تا عرش پیمودہ لاموجود الا اللہ می گویند۔ و آیۃ و حدیث ثابت می کنند.... لکن مقلدان زمانہ کہ ظاہر خود را چوں محققان آراستہ دارند پیر و مرشد گردیدہ بے چارہ عالم را گمراہ کردند، سبحان اللہ شریعت کہ بطبیعت او بپایہ قبول شدہ مردود می کردند کلمۃ الحق بگوش ایشاں باید رساند و بیا فقیران ایں عہد کہ خود را بایزید و جنید وقت می شمارند چوں خوب دریافتہ می شود خبر از توحید ندارند، نی صاحب وحدت اند و نی طالب وحدت۔ انصاف چناں می خواهد ہر فقیر کہ بر وحدت وجود قائل نہ باشد او را نہ فقیر تواں گفت و نہ پیر و فقیر بلکہ از سلسلۂ فقر بیروں باید کرد ...... سالک راہ حقیقت را ہر قدم لغزشی لاحق می شود چنانچہ گاہ منسوب بہ کفر و گاہ متہم بدہری گردد لکن خلاص آنست کہ اگر صد شلنگ بزند یک قدم از جادۂ شریعت بیروں نہ نہد (۱۳۷ الف)

ہزار بار تواں کرد با خدا شوخی   دمے زدن نتواں تر بہ مصطفیٰ گستاخ

الحاصل فقیر کسے است کہ موحد و محقق باشد بلکہ آدم ہمانست کہ مقر وحدت وجود شود۔ اگر عزیزاں توحید را موقوف بر حال داشتہ اند حیف و صد حیف کہ موقوف بر حال و قال باشد۔ وحدت در ذات موجود الآن کما کان است ما کہ خود را نہ شناختہ ایم از ماست کہ بر ماست۔

آں کہ من سرگشتہ رو ہم ہستم ۔ حکما بدلائل ثابت کردہ اند کہ وجود ایں حال مولید

ثلاثہ از امتزاج عناصر اربعہ بستہ

یہ ایک طویل مکتوب ہے جس میں مختلف انداز سے تصوف کے بنیادی مسائل کے ساتھ عطر تصوف کا ذکر ہے۔

اوّل :۔ صاحبِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر رشتہ استوار نہ ہوا تو حاصل زیست کہاں اس لیے خدا سے اگر کوئی منحرف ہو جائے تو بندے اور پروردگار کے درمیان معاملہ ہے۔ مگر اس کے محبوب کے ساتھ تعلق استوار نہ ہوا اور ذکر جہر کے وقت دم گداز کا لفظ ہر وقت نہ ہوا تو کچھ نہ ہوا۔

دوم :۔ شاہ اللہ دیا نے موحد اور محقق اسی کو تسلیم کیا ہے جو وحدتِ وجود کا مقر ہو بلکہ اسے آدمیت کی نشانی بتائی ہے چنانچہ کوئی وحدت جو حال و قال پہ موقوف ہو وہ وحدت نہیں جگہ جگہ اس مکتوب میں تصوف کے نقطے بیان کیے ہیں اور فلسفے کی زبان مستعار لی ہے جسے آپ کلامی گفتگو بھی کہہ سکتے ہیں اسی مکتوب میں ایک خالص فلسفیانہ بحث کو تصوف کے بعض مسائل سے لا کر دیکھنے کی کوشش کی ہے جہاں فلکِ اوّل و فلکِ دوم کو اسی طرح درجہ بدرجہ جسم کل سے اور جسم کل عقل کل سے یہاں تک کہ واجب الوجود تک یہ بحث منتہی ہوتی ہے اس لیے جو شے بھی وجود میں آئی اور لباس امکان میں جلوہ گر ہوئی وہ واجب الوجود کے علاوہ کچھ نہیں یعنی لاموجود الا اللہ۔

کشف و کرامات :۔ عام طور سے اہل تصوف کشف و کرامات کو کوئی خاص مقام نہیں دیتے۔ آزاد بلگرامی نے اس طرح کے واقعات انیس المحققین میں مختلف مقامات پر تحریر کیے ہیں اور تاریخی طور پر حوالہ بھی پیش کیا ہے تاکہ سنائی باتوں سے امتیاز ہو سکے سید احمد نے اپنے ایک خاص خط میں شیخ افضل کو لکھا تھا کہ سید محمد کالپی نے دو کوزہ زہر آلود پانی نوش فرمایا ان پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا صرف کچھ زبان متاثر ہوئی حالانکہ وہ پانی ایسا تھا جس کے زہر سے زبان کو پارہ پارہ ہو جانا چاہیے تھا۔ اسی طرح سلطان الاولیا سید محمد کالپی کے ذکر میں ایک جگہ اور لکھتے ہیں یہ حوالہ طویل ہے لیکن پوری کہانی آزاد کی زبانی سن لیجیے :

"و از آن جملہ آنست کہ روزی مسافری پیش آن حضرت آمد و عرض کرد کہ من بارادہ دریافت شرف خدمت از فلاں جا کہ آمدم چوں بہ سرائے کھیر کھٹ کہ موضعی ایست بر یک منزل از کالپی رسیدم بخاطر گزشت کہ بیرون سرائے نماز خواندہ داخل شوم پس نماز عصر را بیرون سرائے خواندہ بوظائف و اوراد مشغول شدم و بعد نماز مغرب ہم بہماں حال بودم تا آں کہ دروازہ بستہ شد ہر چند مساعی کردم و فریاد و فغاں نمودم کسے در نکشاد ناچار بیرون دروازہ سرائے ماندم و التجا بحضرت آوردم کہ برائے ملازمت حضرت شما

آمیم دگرسنہ بجا فقری عام تجربیں یاد گرفت ناگاہ دیدم کہ کسے فی آید و شمعے با او ہمراہ صحنت و با خود طعام دارد نزدیک من آمدہ طعام بر من عنایت فرمود تا سیر خوردم و مرا تسلی دادہ برخواست امروز کہ بہ عالی خدمت رسیدم بہماں صورت سراپا معنی دیدم۔"

سرائے میں انھیں کھانا پہونچانا اور تسلی دینا وغیرہ وغیرہ سن کر جو حضرت سید محمد نے فرمایا وہ بات دراصل سننے کی ہے۔ انسان کی فکر کبھی کبھی مثالی شکل میں جلوہ گر ہو جاتی ہے اور اسی کو اصطلاحی زبان میں واہمہ کہتے ہیں۔ اس واہمے کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں جو سوئے ظن اور حسن ظن پر بھی قائم ہوتی ہیں عام لوگ ایسے کچھ اس انداز سے رکھتے ہیں کہ اصل بات چھپ جاتی ہے۔

میر غلام علی آزاد نے یہ واقعہ پیش کر کے ذہن نشین کرانا چاہا ہے کہ ذہن کی استواری کے ساتھ ایسے واقعات کی تاویل ہونی چاہیے آزاد نے سید محمد کے جواب کو جو تحریر کیا ہے وہی اس واقعہ کی جان ہے اور ان کے اس جواب کی روشنی میں سینکڑوں واقعات کی تعبیر و تشریح کی جا سکتی ہے۔ لکھا ہے:

"فرمودند یاراں واقف اند کہ من شب کہ در مسجد جا بر دہ ام جائی — گفتہ ام شما صورتِ اخلاص خود را دیدہ اید"

حقیقت یہ ہے کہ محبت اور اخلاص میں جب ذہن و فکر پر کچھ چیزیں مستولی ہو جاتی ہیں تو وہ کبھی مثالی شکل بن کر نظروں کے سامنے آتی ہیں۔

اس طرح کے کشف و کرامات کا ذکر شاہ لدھا کے تذکرے میں بھی ہے۔ آزاد نے سید احمد کے بعض کشف و کرامات کا ذکر بھی کیا ہے اور مولانا روم۔ جو سعد الدین کاشغری کے اصحابِ کبار میں سے تھے تطابق دینے کی کوشش کی ہے ان کے علاوہ جو مکاتیب ہیں ان میں حکایتوں کے پیرایہ بیان میں تصوف کے بعض ایسے مسائل آئے ہیں جن کو عام فہم انداز میں مریدوں و مسترشدین کی تربیت کے لیے پیش کیا گیا ہے تربیت کے بعض پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے محی الدین ابن عربی کے اس نوشتے؛

"ایت سبعین ولیا یعبدون اللہ تعالی بالوہم والخیال منھم جنید البغدادی قدس سرہ۔"

کو لکھ کر شاہ لدھا اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہیں پھر اس کی تاویل کرتے ہیں کہ انسان سے اگر تمام وہم دور ہو جائے اور ایک وہم ایسا رہ جائے جس کا تعلق بندہ اور خدا کے درمیان ہو تو وہ محمود ہے۔ اس طرح ہوتا تو کم ہے لیکن صرف ایک ہی وہم کسی کے ساتھ رہ جائے تو وہ انسان کامل ہوگا۔ محی الدین ابن عربی کے قول پر تنقید کرتے ہوئے شاہ لدھا یوں فرماتے ہیں اور محسوب الیہ کو اس کی حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں:

"در ایں باب چہ عرض نماید کہ ایں چنیں بزرگ دار را ایں چنیں نوشتہ اگر از راہ تعریف فرمودہ خیر کہ

پایۂ وہم و خیال بعض بزرگان بس بلند داشتہ اند کہ جمیع توہمات را زائل می گردانند و یک وہم می گذارند و دیگر
آن وہم وے بہ حق آورده است انسان کامل است کہ در وہم و خیال او غیر حق نمانده است (ص ۱۰۲ الف)

اس طرح چوتھی فصل میں شاہ اللہ دیا کے جو خطوط جمع کیے گئے ہیں وہ تربیتی نقطۂ نگاہ سے بڑے اہم ہیں اور تصوف کے مسائل کو پیچیدہ تشریحات سے الگ کر کے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

پانچویں فصل کتاب کا جائزہ جو تصوف سے متعلق تھا شاہ اللہ دیا کی طرح کا درویش اور عالم باعمل زمانہ کے رواج سے بھی متاثر نظر آتا ہے۔ چنانچہ خطوط میں سلام کے جواب میں کلام کرنے سے پہلے کئی مقامات پر "بندگی قبول شود" کا فقرہ ملتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ تہذیبی اثرات جب صوفیوں کو بھی متاثر کر جائیں تو اسمٰعیل شہید کا تیر و تبر کیوں نہ حرکت میں آئے اسی طرح سید محمد بڑے متشرع اور متبحر عالم و فاضل یاد الٰہی میں شب و روز گزارنے والے درویش تھے مگر انھوں نے بھی بعض ایسی چیزیں کہیں جن کا اثر عوام پر لازمی طور سے شریعت کی منشا کے خلاف ہوگا۔ اور وہ عوام کو اصل سے دور بھی کر سکتا تھا۔ حضرت مجدد سرہندی نے تعظیمی سجدہ کرنے کے جواز کا فتویٰ ہونے کے باوجود انکار کر دیا تھا جو حالات کا تقاضا تھا اور عزیمت کے عین مناسب۔ سید محمد نے اجمیر کی حاضری پر حضرت خواجہ کی قبر معلیٰ پر سر رکھ دیا تھا یہاں پر ماحول کو پاک کرنے کے لیے شاہ اسمٰعیل اور سید احمد بریلوی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

(۲) الفرع النابت من الاصل الثابت

نام مصنف: میر محمد یوسف بلگرامی (۱۱۱۶/۱۷۰۴ء - ۱۱۷۲/۱۷۵۸ء) کاتب: مؤلف۔ سنہ تالیف: ۱۱۶۲/۱۷۴۸ء (مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخیر کا حصہ کچھ وقفہ کے بعد لکھا گیا ہے اور ایک ہی قلم کا ہے۔) اوراق ۸ سے صاف تحریر ہے۔ ۲۰۰ - آزاد لائبریری ذخیرہ سبحان اللہ ۲۹۷۵۷/۶ فارسیہ۔ متوسط خط، اسطر ۱۹، کچھ اوراق ۲۶ سطروں میں۔

مغلیہ دور کے نصف آخر میں تصوف کے اختلافی مسائل میں سے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود پر کافی خامہ فرسائی کی گئی ہے چنانچہ اس دور کے تاریخ تصوف کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ہندوستان کے صوفیہ وحدۃ الوجود کے قائل ہونے یا نہ ہونے کے باوجود شیخ محی الدین ابن عربی کی اس فلسفیانہ اور متصوفانہ فکر کی تاویل کرنا چاہتے تھے جس کی بنا پر خانقاہوں کی فضا خواہی نخواہی طور پر متاثر ہوئی اور زلف دراز کے خم و پیچ کی طرح تاریک رہ کر الجھی رہی۔ سلجھانے کی بہتری کی کوششیں ہوئیں مگر یہ مسائل جہاں تھے وہیں رہے اور اسلام کی صراط مستقیم پر کچھ زیادہ پیش رفت نہ ہو سکی۔ گو مسئلہ وحدۃ الشہود ایک نئے طور میں سامنے آیا مگر بعد میں غیر شعوری طور نے اس میں بھی رخنہ ڈال دیا۔ ایک نئے متکلمانہ بحث کا آغاز ہوا جس کے لیے عقلی اور نقلی دلائل کی از سر نو تلاش شروع ہو گئی۔

اکبر کے دور کے بعد ہندوستان میں صوفیائے کرام نے ایک نئی روش اختیار کی وہ یہ تھی کہ دین اسلام کو جملہ دیگر آلائشوں سے پاک و صاف کیا جائے اسی لیے علمائے حق پرست نے شریعت اور طریقت کی دونوں راہوں کو نئے طور پر استوار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اکبر کے دین الٰہی نے جو منفی اثرات مسلمان معاشرے پر چھوڑا تھا ان سے پاک صاف کرنے میں جن علمائے حقہ نے کام کیا ان میں حضرت مجدد سرہندیؒ کو اہم مقام حاصل ہے انھوں نے تصوف کو ایک تحریک کی شکل میں پیش کیا اور اس طرح انھوں کر دونوں الفاظوں میں رازم و رہیم کے فرق کو واضح کرنے کیلئے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔

اس وقت ہندوستان میں وحدۃ الوجود کا صوفیانہ فلسفہ تھا جنھوں نے فکر و ذہن کو مشغول کر رکھا تھا اور اسلام کا انقلابی کردار جس حد تک مانند پڑ گیا تھا حضرت مجدد صاحب کی یہ تحریک عوام علمائے اور صوفیائے ہر طبقے میں اثر انداز ہوئی جس کے نتیجے میں مغلیہ دور کے اس حصے میں اس فلسفیانہ تصوف کی فکر کو مختلف نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کی گئی چنانچہ محی الدین ابن عربی کی کتاب "فصوص الحکم" کی فارسی زبان میں متعدد شرحیں لکھی گئیں جن میں موافقت و مخالفت دونوں کی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ مُحِبّ اللہ الٰہ آبادی نے جب تسویہ لکھا تو ان کی اس محاکمانہ کوشش سے بھی علماء کا ایک طبقہ مطمئن نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد کے صوفی علماء نے "ہمہ اوست و از ہمہ اوست" پر اظہار خیال کیا۔ مگر ایک نادر مثال ایسی بھی ہے جو شریعت و طریقت کو صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں مثبت انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

"الفرع النابت من الاصل الثابت" اس راہ کی ایک بڑی اہم اور دقیق کوشش ہے۔ میر سید محمد یوسف (۱۱۱۶-۱۱۷۲ھ) آزاد بلگرامی کے خالہ زاد بھائی جو عمر میں صرف سات مہینے چھوٹے تھے اور تحصیل علم و فضل میں ہم سبق طریقت و شریعت کے جمیع البحرین تھے آزاد بلگرامی نے ان کی اس حیثیت کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور ان کے تذکرے میں ان کے گُن گائے ہیں جو ہم عمری اور معاصر ہونے کے باوجود ان کے مقام بلند کو اجاگر کرتا ہے۔ انھوں نے بھی قلم اٹھایا اور یہ کوشش کی کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں صحابۂ کرام کے اقوال اور صوفیائے عظام کے ملفوظات اور معمولات سے اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں کو واضح اور جامع کر سکیں۔ آزاد بلگرامی نے "الفرع النابت من الاصل الثابت" کے اختتام کی ایک قطعۂ تاریخ لکھی ہے، جو کتاب کی اصل روح کو واضح کرتی ہے۔ آزاد بلگرامی نے اس کتاب کی توصیف میں "متین و لطیف" ہونے کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"و میر محمد یوسف، اور در ۱۱۶۲ھ اثنین و ستین و مأۃ و الف کتاب تالیف نمودہ بنام الفرع النابت من الاصل الثابت مشتمل بر چہار اصل و خاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید مختار و وحدت شہود است تحریریست بسیار متین و لطیف واقع شدہ و مطالب بلند و مقاصد ارجمند فراہم آوردہ۔"[۱]

تاریخ بھی نفس کتاب پر ایک اجمالی تبصرہ ہے۔ اس سے کتاب کے گراں مایہ ہونے کی ایک وقیع شہادت ملتی ہے۔ آزاد بلگرامی خود اس میدان کے یکّہ تاز شہسوار تھے۔ بعض صوفیہ کے تذکروں میں اپنی اس صلاحیت اور ذوق تحقیق کا اظہار کر چکے ہیں۔ ان کی شہادت سے

---

[۱] مآثر الکرام ص ۹۵-۹۶ ... "اصل" "مقالہ" ... "اصل" پر اعلام ... صحیح ہے۔ مآثر الکرام ... کتابت کی غلطی ہو سکتی ہے۔

میر یوسف عزیز مصر کمال | از رحم معرفت کشیدہ رحیق
کرد در وحدت شہود رقم | نسخۂ تازۂ بفکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ | کرد اثبات حق زہے توفیق
ہست ایں نقش دلنشیں الحق | یادگارے ز خامۂ تدقیق
سال تالیف ایں کتاب خرد | گفت شیخ مجالس تحقیق
۱۱۹۲

شیخ مجالس تحقیق کے مادے سے ۱۱۹۲ھ نکلتا ہے۔ یہی بات مؤلف کتاب نے اپنے انداز میں مقدمے میں تحریر کی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "ایں کتاب را الفرع الثابت من الاصل الثابت نام کردم لمؤلفہ۔ ۔ ۔

ایں نسخہ کہ فرع ثابت او در اصل شدہ نام | ماخوذ از آیات و حدیث است تمام
یوسف گوید بہ ہجرت خیر انام | در الف و صد و شصت و دوم یافت نظام

ان قطعوں کے بعد تالیف کتاب کا مقصد لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

"و نیز باقتباس ایں آیۂ کریمہ کہ در رد مذہب طائفہ وجودیہ است، تاریخ معنوی برائے اتمام ایں کتاب مستطاب بر آوردم: "[illegible] الانسان [illegible]" (۱۱۹۲ھ)

کتاب کو ایک مقدمہ، چار اصل اور خاتمے پر منقسم کر کے مرتب کیا ہے۔ یہاں ان کے ذیلی عنوانات کا درج کر دینا موجب وضاحت ہوگا۔ مصنف نے عنوانات کو قائم کرتے وقت کچھ ضروری اشارے بھی کئے ہیں جن سے نفس مضمون کی نوعیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

(۱) مقدمہ: در بیان بعض امور کہ دانستن آں ضروری است۔

(۲) اصل اول: در بیان مذہب طائفہ وجودیہ کہ وجود ممکن را با ذات واجب تعالیٰ عین و متحد گردانیدہ قائل بوحدۃ وجود شدہ اند۔

(۳) اصل دوم: در بیان آیات و احادیث و اقوال بعض صحابہؓ و اقوال مشائخ کہ طائفہ وجودیہ عینیت حق سبحانہ با مخلوقات بداں ثابت می کردند۔ (اس عنوان کے ذیل میں یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ سیاق و سباق سے الگ کر کے لوگوں نے دلیلیں دی ہیں جو اصلاً دلیل نہیں بن سکتی۔)

(۴) اصل سوم: در بیان مذہب طائفہ شہودیہ کہ وجود ممکن را مغایر حقیقی با ذات واجب تعالیٰ می دانند و می گویند کہ مادہ عالم را حق سبحانہ بطریق ابداعی کہ مادہ و مثال و زمان راہمی خواہد بحکم کن فیکون مطابق علم قدیم خود اختراع فرمودہ و بہ وحدت شہود کہ عبارت از فنائے محال است نہ فنائے ذات مانند محو ستارہ در نور آفتاب قائل اند۔

(۵) اصل چہارم: در بیان آیات و احادیث و اقوال بعض صحابہؓ و اقوال مشائخ کہ طائفہ شہودیہ..... اند

(۶) خاتمہ: در بیان تحقیق در ثبوت رویت جمیع مومنین بہ چشم سر حق سبحانہ تعالیٰ را۔

واضح رہے کہ راقم نے کتاب کے عنوانات کو مؤلف کے الفاظ سے لیکن اختصاراً پیش کیا ہے تاکہ اصل مباحث کا بعینہٖ اندازہ ہو جائے ورنہ یہ عنوانات کہیں کہیں کسی قدر تشریحی بھی ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ مقصد تصنیف کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن کی کچھ آیتیں پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ان دو آیتوں کا پیش کر دینا ان کے مقاصد کی وضاحت کے لیے کافی ہوگا۔

"فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر" اور آیۂ "فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔"

ان آیتوں کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ توحید وجودی اور توحید شہودی کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے ہیں وہ صاف اور واضح ہیں، اگر کچھ آیاتِ قرآنی اور احادیث صحابہ کے معنوں پر غور کیا جائے تو توحید شہودی کی دلیلیں مل سکتی ہیں اور کتاب و سنت سے ان کی مطابقت ہو سکتی ہے گویا بالفاظ دیگر توحید شہودی کا قرآن و سنت سے استنباط ممکن ہے مگر توحید وجودی کا فلسفۂ تصوف قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہے اور اس کو آیات قرآنی و احادیث نبوی کے سیاق و سباق کو پیش نظر نہ رکھ کر نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لیے مصنف کتاب نے دور از کار معنوں سے گریز کرتے ہوئے اصل معانی کی طرف توجہ دلانا چاہا ہے چنانچہ اس امر کو دو شگاف الفاظ میں سید یوسف لکھتے ہیں:

"این فقیر بعد تامل در معنی آیات قرآنی و احادیث صحاح دید کہ توحید شہودی را اگر با کتاب و سنت مطابقت دہند جمع می توانند شد بخلاف توحید وجودی کہ مخالفت تمام با کتاب و سنت دارد چوں منطوق لازم الوثوق آیہ عظیمہ و مستقیمہ کما امرت ولا تتبع اھواءھم وقل آمنت بما انزل اللہ من کتاب۔

ایک دوسری آیت سے استدلال لیتے ہیں قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین و مضمون حدیث شریف: "من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد" کہ بخاری و مسلم بروایت عائشہؓ روایت کردہ اند.....

و قول مشائخ اہل تحقیق و اصحاب دیانات کہ فرمودہ اند کل حقیقۃ ردتھا شریعۃ فھی زندقۃ۔"

کتاب میں اکثر مقامات پر اضافے اور حواشی بھی درج ہیں۔ (۲) کتابت کے وقت جو عبارت چھوٹ گئی تھی وہ حاشیہ پر درج کر دی گئی ہے۔ (۳) بعض الفاظ کی تشریح بھی حاشیے پر بعد میں کی گئی ہے۔

پوری کتاب ایک ہی خط میں ہے اور یہ عام تحریر کا خط ہے اور اس قدر گنجلک ہے کہ حروف پر حروف چڑھے ہوئے ہیں بد خط اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں الا ماشاء اللہ۔ صحت کا اہتمام بھی ہے۔ جلد سازی

میں جو ستم ظریفی کی گئی ہے اس کا ذکر کردینا بہت ضروری ہے۔ ایسی اہم کتابوں کی جلد سازی میں کمال احتیاط برتنا چاہیے حواشی
پر جو عبارتیں مصنف نے اضافے کے طور پر یا مسودہ سے تبییض کے وقت چھوٹ گئی ہیں حاشیے پر لکھا ہے جلد سازی
کے وقت احتیاط نہ برتنے کی وجہ سے جا بجا عبارتوں کی ابتدا کٹ گئی ہے جو فی الحال بمشکل تمام بڑے تامل اور غور کے
بعد اکثر مقامات پر تسلسل میں عبارت پڑھی جاسکتی ہے ممکن ہے زمانہ گزرنے پر اور مختلف حضرات کے مطالعہ میں آنے کے بعد
ان ابتدائی کٹے حروف کا ذہن و فکر کیلئے سمجھنا بھی مشکل ہو جائے۔

بعض عناوین:۔ اس کتاب میں مختلف تصوف کے مسائل کے بیان نیز وحدت وجودی اور وحدت
شہودی کے بیان کے وقت مصطلحات کی تشریح و توضیح قرآن و حدیث کی روشنی میں اور مشائخ کے اقوال ملفوظات
سے مدلل کی گئی ہے چنانچہ کچھ یہ عناوین ہیں:۔ "بیان روح و نفس و قلب، بیان عقل، وجہ تسمیہ قلب تقلب معطوفا
حقیقت ایمان وغیرہ۔

بعض صوفیانہ مصطلحات کی تشریح بھی کی گئی ہیں اور ان کی تشریحات میں بڑا دلپذیر اور موثر انداز اختیار
کیا گیا ہے آپ کے ملاحظہ کے لیے چند یہ ہیں۔

(۱) یاد کرد: عبارت است از ذکر زبان و دل۔

(۲) باز گشت: آنکہ گوید کہ ذاکر ہر گاہ ذکر کلمہ طیبہ را عقب آں گوید۔

"الٰہی انت مقصودی و رضاک مطلوبی"

(۳) نگاہ داشت: عبارت است از مراقبت و محافظت خواطر

(۴) یاد داشت: عبارت است از دوام حضور با حق سبحانہ بر سبیل ذوق۔

(۵) ہوش در دم: ہر نفس کہ خارج شود با حضور باشد از غیر غفلت۔

یہاں اپنی توجیہ کے لیے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کا قول نقل کیا ہے۔ اسی طرح سفر در وطن، نظر بر قدم
خلوت در انجمن، وقوف زمانی، وقوف عددی، وقوف قلبی کی اصطلاحات کی تشریح و توضیح کی ہے (دیکھئے اصل سرکا)

خاتمہ:۔ اس کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں: "ھذا اتمام الکلام فی ھذا المرام والتسلیم الی ذلک موجبۃ
وھو شاھد من ارشد لہ"

دیکھا آپ نے ان تمام دقیق اور عمیق بحثوں کے بعد بھی جو ان کے علم و فضل کے مظہر ہیں اپنی عبدیت کا اعلیٰ نمونہ
پیش کرنا چاہتے ہیں اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ اسی ذات واحد کو سمجھتے ہیں۔

اس کتاب کے آخر میں ایک سادہ صفحہ چھوڑنے کے بعد چھ صفحہ پر مشتمل خاتمہ لکھا ہے جو عربی زبان میں ہے اور ۲۲ سطروں پر مشتمل ہے اور ہر سطر تقریباً ۳ انچ کی ہے۔ اس خاتمے پر لکھتے ہیں "وھذا انا ختم ھذا الاصل بکلام یکون لھذا المقام" یہیں حاشیہ پر لکھا ہے۔ "خاتمہ اصل ثالث" گویا یہ اصل ثالث کا ضمیمہ ہے کتاب میں ترقیمہ درج نہیں۔ ہاں مقدمۂ کتاب میں جیسا کہ ذکر ہوا سال تصنیف ضرور درج ہے۔ خط پوری کتاب میں ایک طرح کا ہے اور یقیناً مولف کے ہاتھ سے کتاب تصنیف ہوئی ہے۔ راقم حروف ان کے حروف "ید بیضا" کے نسخہ خدا بخش میں دیکھ چکا ہے اور علی گڑھ میں بھی ان کی نقل کردہ کتابوں سے یہ حروف ملتے جلتے ہیں خدا بخش کے نسخہ مذکور میں Brocklemann نے میر غلام علی آزاد، میر محمد اور میر یوسف کے حروف کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا ہے۔

میری معلومات کی حد تک اور ایتھی تک کے ترتیب کردہ فہرست کتب میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ مذکور نہیں۔ چونکہ یہ نسخہ بخط مصنف ہے اس لیے بھی یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا کوئی دوسرا نسخہ نہ ہوگا۔ تاحال کم سے کم یہ ہونا چاہیے کہ اس کا مائکروفلم تیار کرا لیا جائے تاکہ یہ وسیع و دقیق و متین کتاب زمانہ کے دست برد کا حادثاتی شکار نہ ہو جائے۔ یہ کتاب اگر دوسری زبانوں میں منتقل کی جائے تو عالمی دلچسپی کے لئے اچھا مواد فراہم ہو۔ مناقشانہ اور مناظرانہ طرز کلام سے قطعاً گریز کیا گیا ہے اور موضوع بحث کے مختلف پہلوؤں کو علمی انداز میں پیش کرنے کی بڑی کامیاب کوشش ہے۔ طنز و تعریض مولف کے رشحاتِ قلم کی حدود سے خارج ہے۔ اس لئے مثبت انداز تکلم ہے۔

یہ علمی انداز گو اس دور میں عام نہ تھا لیکن اس کتاب کے بالاستیعاب مطالعہ سے واضح طور پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مصنف نے طریقت و شریعت کو متوازن انداز میں مطلق قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلہ کی بعض مصطلحات کو بھی عام فہم بنایا ہے۔

●●

پروفیسر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی
پرنسپل، طبیہ کالج
مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

ذخیرہ جلالی کے چار اہم مخطوطات

تشویق السالکین

رسالہ تشویق السالکین علامہ آخوند ملا محمد تقی مجلسی طاب ثراہ ابن مقصود علی دشتی ۔ ۔ ۱۰۷۰ھ وفات در شرح جامع العقیدات کا تصنیف کردہ ہے۔ میرے والد مرحوم و مغفور حکیم سید محمد ریاض الدین حسین صاحب ہمدانی الجلالوی نے اس رسالہ کا اردو ترجمہ ایک قدیم مخطوطہ سے نقل فرمایا تھا اور اس کا ترجمہ تا سے محشی فرمایا تھا۔

یہ رسالہ اس طریقت سے متعلق ہے جو حسب بیان انبیائے کرام سرور کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات ائمہ معصومین علیہ السلام، تابعین و تبع تابعین اور جملہ عارفین و صوفیائے محققہ عامل رہے ہیں۔ اس رسالہ میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے جن کتب کا حوالہ پیش فرمایا ہے وہ ان آیات قرآنیہ و اذکار و ادعیہ ماثورہ پر مشتمل ہیں جو تعقیبات نماز پنجگانہ، اعمال ہفتہ و ماہ و سال، اعمال اربعین (چلہ) وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن اعمال و اوراد کو اختیار فرما کر عارفین نے سلوک و عرفان حق تعالیٰ کی منزلیں طے فرمائی ہیں۔ وہ دین اور دنیا میں ہمیشہ کامیاب رہے اور نجات اخروی حاصل فرمائی جو اصل مقصد حیات انسانی ہے۔

اس رسالہ میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے ثابت و واضح فرمایا ہے کہ علمائے شیعہ اثنا عشریہ بھی تصوف حقہ کے قائل اور اس پر عامل رہے ہیں اور اعمال صوفیہ حقہ سے انہوں نے استفادہ فرمایا ہے اور اپنی کتب میں ان کو نقل فرمایا ہے۔ چونکہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے لہٰذا تمام تر ہدیہ ناظرین ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی خص نبیا محمدا و آلہ علی جمیع الخلائق و الامم خصص سرائرہم الخصائص الحقائق و الحکم و الصلوٰۃ و السلام علی محمد مفخر العرب و العجم

وعلیٰ سید الاولیاء علی الکریم الاکرم وعلیٰ آلہ واتباعہ الصادقین الی طریق الاقوم۔

اما بعد اس طرح عرض کرتا ہے محتاج غفران ازلی و پروردگار محمد تقی مجلسی صاحبان فہم و بصیرت پر پوشیدہ نہ رہے کہ جن و انس کی ایجاد کی علت غائیہ شناخت حضرت ربُ العزت ہے چنانچہ آیۂ وافی ہدایہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اسی تفسیر قرون۔ اسی پر شاہد ہے۔ اور معرفت کا سب سے اقرب طریقہ طریقۂ حقہ، رضویہ، ذہبیہ، معروفیہ، مرتضویؑ ہے جس کو طریق تصوف و حقیقت بھی کہتے ہیں اور وہ مراد ہے تحصیل قرب معرفت ربُ العالمین سے بطریق زہد و ریاضت اور قطع تعلق مخلوقات سے اور عادت رکھنا عبادت کی۔

الحال ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی ہے جن کو شریعت سے کوئی خبر ہے نہ طریقت کا کوئی اثر ہے اور وہ اس طریقۂ حقہ کا انکار کرتے ہیں۔ محض بوجہ اس کے کہ ان کو آیات و اخبار ائمہ اطہار پر وقوف حاصل نہیں ہے اور نہ ان میں فکر و تدبر کر سکتے ہیں اور نفس و شیطان کی پیروی کرتے ہیں جس کا محل حسد و عناد و تعصب ہے اگرچہ مشہور ہے کہ چمگادڑ اگر وصل آفتاب کی خواہش نہیں کرتی تو بازار آفتاب کی رونق بھی نہیں گھٹتی۔ لیکن چونکہ اونکا انکار اس نعمت عظمیٰ سے بعضوں کی محرومی کا باعث ہوتا ہے لہٰذا اس فقیر محمد تقی مجلسی سے بعض دوستوں نے التماس کیا کہ اس طریقہ کی حقیقت پر ایک مختصر رسالہ لکھا جاوے تاکہ شیعیان امیر المومنین اس سعادت سے بے نصیب نہ رہیں لہٰذا ان کے سوال کے ایجاب میں باوجودیکہ ایک مبسوط کتاب جس کا نام "مستند السالکین" ہے لکھی ہے۔ اس رسالہ میں ہر باب سے مجملاً کچھ بیان ہوتا ہے اور اللہ سے مدد اور توفیق طلب کی جاتی ہے۔

زبدۂ خلاصۂ نسل انسان انبیاء ہیں۔ سب یہی طریق رکھتے تھے جیسا کہ کتب اخبار اور قرآن مجید اور احادیث ائمہ اس پر ناطق ہیں منجملہ ان کے حدیث ابن مسعود ہے جو مکارم الاخلاق (مصنفہ شیخ ابو نصر الحسن بن ابی علی الطبرسی) وغیرہ میں کتب شیعہ و سنی سے مندرج ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن مسعود کو ہدایت کی کہ اے پسر مسعود تحقیق کہ خدائے تعالیٰ نے موسیٰؑ کو مناجات و مکالمات کا شرف بخشا جب کہ دیکھا کہ انھوں نے تر ہ کے ساگ کو اپنے پیٹ پر بوجہ فاقہ کے باندھ رکھا ہے اور سوال تمہیں کیا جب کہ مدائن میں موسیٰؑ اس دیوار کے نیچے سے گذرے جہاں کہ طعام کھلا رہے تھے۔ اے مسعود اگر تو چاہے تو تجھے خبر دوں حال نوحؑ نبی اللہ سے کہ نو سو پچاس برس کی زندگی میں جب صبح ہوتی تھی کہتے تھے شام تک نہ رہوں گا (یعنی زندگانی کا دن بھر اعتبار نہ کرتے تھے) اور لباس ان کا پشم تھا اور خوراک ان کی جو۔ اور اگر تو چاہے تو تجھکو حضرت یحییٰؑ کے حال سے خبر دوں جن کا لباس درخت خرما کی چھال تھی اور خوراک انکی درختوں کے پتے۔ اور اگر تو چاہے تو خبر دوں حضرت عیسیٰؑ کے حال سے اون کا عجب حال تھا ہمیشہ کہتے تھے کہ روٹی اور کھانا میرا گرسنگی (بھوک) ہے اور کام میرا خوف خدا ہے اور لباس میرا پشم اور سواری میری دونوں پاؤں میرے اور چراغ میرا رات میں چاند ہے اور جاڑے میں میرا لحاف آفتاب ہے اور میوہ میرا

سبزہ پہاڑ اور جو کچھ کہ چار پائے کھاتے ہیں اور رات مجھ پر آتی ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا اور دنیا میں مجھ سے زیادہ صاحب
دولت کوئی نہیں ہے۔ اے ابن مسعود آتش جہنم اس شخص کے واسطے ہے کہ مرتکب حرام کا ہووے اور بہشت اُس
شخص کے واسطے ہے کہ جو ترک حرام کرے لہذا تجھے لازم ہے کہ ترک حرام کرے اور زہد کو اختیار کرے دنیا میں
تیرے غیر پر خدائے تعالیٰ ملائکہ پر مباہات کرتا ہے اور رحمت کرتا ہے تجھ پر جبار عالم اور یہ ہے طریقہ زہد کے ہر درجے میں
اور ترک دنیا میں یعنی جتنا تو زہد کرے گا اتنی قدر قربِ خداوندی تجھ کو حاصل ہوگا۔ اس مختصر رسالہ میں سب کے ذکر کی گنجائش
نہیں ہے۔ اور حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ باعث کل موجودات تھے انکی گرسنگی اور زہد اور ریاضت اور گوشہ گیری اور
ترک دنیا قبل بعثت غار حرا میں اور پتھر کا پیٹ پر باندھ لینا اور پاؤں پر اون حضرت کے ورم آجانا کثرت قیام شب سے
اور باقی ریاضتیں آنحضرت صلعم کی بے حد مشہور ہونے کی وجہ سے محتاج بیان نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین کی ریاضت
شاقہ اظہر من الشمس ہیں چنانچہ علامہ حلی علیہ الرحمہ کتاب شرح تجرید بحث امامت میں فرماتے ہیں کہ جوتا اُن حضرت کا کھال کا اور
ٹوپی کھجور کی چھال کی رکھتے تھے اور روٹی کو سالن سے بہت کم کھاتے تھے اور اگر کھانے پر رغبت ہوتی تھی تو نمک اور سرکہ
سے کھاتے تھے اور اگر تکلف کیا تو سبزی یا دودھ سے کھاتے تھے اور گوشت بہت کم کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے پیٹ کو
حیوانات کی قبر نہ بناؤ اور دنیا کو سب نے طلاق دے رکھی تھی۔ اور کتاب اطعمہ از کافی میں نقل ہے کہ حضرت امام جعفر
صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر آنحضرت صلعم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے کھانے میں اور یہ صفت رکھتے تھے کہ
خود روٹی اور سرکہ کھاتے تھے اور آدمیوں کو روٹی اور گوشت کھلاتے تھے اور اسی طرح کتاب مذکور میں نقل ہے
علاء سے کہ راوی یاں حضرت صادق سے ہے کہا اوس نے کہ ایک رات سونے کے بعد حضرت کی خدمت میں گیا دیکھا میں نے کہ دسترخوان
بچھایا گیا اور اس میں سرکہ زیتون اور گوشت تھا گوشت کو حضرت نے اوٹھا دیا اور میرے آگے رکھ دیا اور خود سرکہ اور روغن
زیتون کھایا اور گوشت کی طرف رغبت نہ فرمائی اور فرمایا کہ یہ ہے طعام میرا اور طعام جملہ انبیاء اور اوصیاء کا
اور اسی طرح ہر امام کا یہی طریقہ تھا چنانچہ حال اور سیرت اون کی کتب اخبار میں مذکور ہے۔
اور اسی طرح اصحاب صفّہ جو کہ قریہ اول در درویشوں سے ہیں اُن کا بھی یہی مسلک تھا مانند سلمان اور ابا ذر و عمار
وغیرہ کے چنانچہ بعض تفسیروں میں مذکور ہے کہ اکابر قبیلہ مضر حضرت رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اصحاب صفّہ کو پاس بیٹھے
پشمینہ پوسیدہ پہنے ہوئے انتہائی تقرب میں دیکھا تکبر کی وجہ سے اون کو انکی ہمنشینی ناگوار ہوئی اور چنانچہ انھوں نے حضرت کی
خدمت میں عرض کی کہ ہم بزرگ قوم ہیں اور یہ لوگ نادار ہیں ہم کو ان کی ہمنشینی ننگ و عار ہے لہذا یہ التماس ہے کہ جس وقت
ہم آپ کی مجلس میں آویں یہ لوگ نہ ہوں آنحضرت نے اس وجہ سے کہ اون کا قبیلہ بہت بڑا تھا حتیٰ کہ عرب میں کثرت سے تھے فرمایا

تھا اور ان کا ایمان لانا موجب قوت اسلام تھا۔ لہذا بنظر تالیف قلوب اون کے سوالوں کا رد کرنا مناسب نہ سمجھا اور جواب
میں توقف فرمایا۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ "واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك
عنهم تريد زينة الحيوة الدنيا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطا وقل الحق من ربكم
فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر انا اعتدنا للظالمين نارا" یعنی اے رسولؐ صبر سے اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو کہ اپنے
پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی رضا جوئی کرتے ہیں اور اپنی نگاہ کو اون لوگوں پر سے نہ ہٹاؤ آرزو زینت زندگانی دنیا کو
چاہتا ہے اور نہ فرمانبرداری کرو اس شخص کی جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ پیروی کرتا ہے خواہش
نفسانی کی اور اوس کا کام برباد اور تباہ ہے کہدے اے رسولؐ کہ حق میرے پروردگار سے ہے پس جو چاہے ایمان لاوے
اور جو چاہے کافر ہو جاوے بہ تحقیق کہ ہم نے ظالموں کے واسطے جہنم کو بنایا ہے" اور اسی طرح کتاب کافی میں حضرت صادقؑ سے
منقول ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ کوئی چیز حضرت رسولؐ کی خدمت میں لائے اور حضرت نے اوس کو فقرا و مساکین اہل صُفّہ
میں سے ایک جماعت پر تقسیم کیا لیکن وہ اسی قدر نہ تھی کہ تمامی اہل صفہ کو کافی ہوتی خیال ہوا کہ شاید دوسروں کو ملال ہو اون کے
پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں اپنے پروردگار سے اور اے اہل صُفّہ تم سے عذر چاہتا ہوں اس لیے کہ ایک چیز
میرے واسطے آئی تھی میں نے چاہا کہ تم کو تقسیم کروں لیکن اتنی نہ تھی کہ سب کو مل جاوے لہذا تم میں سے بعضوں کو میں نے مخصوص
کیا جن کی جزع و بے تابی سے خوف تھا۔

الغرض اصحاب صفہ کی فضیلت محتاج بیان نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک کو صُفّی کہتے ہیں یعنی منسوب بہ صُفّہ
یہاں تک کہ کثرت استعمال سے صوفی ہو گیا یہاں بقدر حاجت شیخ ابو سعید سہروردی وغیرہ وجہ تسمیہ یہ بتلاتے ہیں کہ اکثر پشمینہ
پوش رہتے تھے اون کو صوفی کہتے تھے اور جناب امیرؑ کا وہ قول ہے جو ان لوگوں میں مشہور ہے۔ کتاب عوالی میں شیخ ابن ابی جمہور
احسائی الاکابر علمائے شیعہ سے بحوالہ آنحضرت صلعم فرمایا ہے کہ "تصوف" کو "صوف" سے لیا ہے اور اس میں تین حرف "صاد" کو صبر
سے اور "واو" کو وفا سے اور "فا" کو فقر و فنا سے لیا ہے۔ اور اسی طرح اکابر علمائے شیعہ متقدمین اور معاصرین سے جو واقف اسرار الٰہی
زیادہ تر طریقہ اہل بیت اور ان کی متابعت پر رہتے ہیں اور اس زمانہ کے علما تو سب یہی مسلک رکھتے ہیں۔ مثل علامۃ البشر اور
قدوۃ المحققین نصیر الملۃ والدین رحمہ و محقق شیخ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ مصنف شرح اشارات و دیوان و مثنوی و کتاب اوصاف
الاشراف و در رد طوسی کا اعلم شیعہ بلکہ تمام بنی آدم میں بعد انبیاء و اوصیا اون کے مانند دریائے زخار علوم کا نہیں ہوا ہے اس
علم میں بہت سی تصنیفیں اور علم کلام میں متعلق ذات و صفات الٰہی دلائل عقلی و نقلی سے بیان فرمایا ہے کافی ہے اس سے
زیادہ علم کلام میں کسی کو میسر نہیں پس اگر کوئی ترقی کرے تو اس کو چاہیے کہ ریاضت شاقہ کرے اور نفس امارہ کو قید کرے۔

اور ردّ ابلیسیات خیالات کو چھوڑے تاکہ خدا اس کے دل کو نور ہدایت سے منور کرے تاکہ مجاہدہ نفس سے انکار کرے تزکیہ اور آثار حیرت مشاہدہ کرے اور اس کے دل پر پوشیدہ حقیقتیں روشن ہوں۔ لیکن یہ لباس ایسا نہیں ہے جو ہر صاحب قدرت کے قد مقامت کے واسطے تیار کیا گیا ہو۔

اسی طرح ورّام کندہ یعنی شیخ ورّام قدس سرہ مصنف کتاب مجموعہ ورّام اکابر علمائے شیعہ نے مجاہدہ نفس و زہد و ریاضت اور بیان خصائل نیک اور صفات ہائے بد اور ان کا علاج اور احادیث کے ساتھ لکھا ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

اسی طرح نقیب نقبائے آل ابی طالب سید رضی الدین علی ابن طاؤس قدس سرہ مصنف مہج الدعوات و کتاب اقبال و کتاب جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع و رسالہ محاسبۃ النفس جو محقق و مرتب توقیعات جناب صاحب الامر علیہ السلام اکابر علما رجال کے فضائل و مناقب کتاب رجال میں مذکور ہیں مسلک زہد و ریاضت کا رکھتے تھے جیسا کہ شیخ شہید ثانی رحمۃ اللہ کتاب اربعین میں ان کے فضائل شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ زاہد اور صاحب کرامات و کمالات تھے اور ان کے قول و فعل و ریاضات و خارق عادات اور ان توقیعات کی بابت جو حضرت صاحب الامر علیہ السلام نے ان کے نام فرمائی ہیں اس قدر مشہور ہیں کہ حاجت بیان نہیں۔

اسی طرح سید محمود آملی صاحب نفائس الفنون جو کہ علامہ حلی قدس سرہ کے ہمعصر اور علمائے شیعہ کے فاضلوں میں سے تھے کتاب مذکور میں اصطلاحات صوفیہ اور آداب سلوک اور اقسام مکاشفات اور اطوار اور مقامات مفصل تحریر فرمائے ہیں۔

اسی طرح سید حیدر بن علی الحسینی آملی مصنف کتاب جامع الانوار در تحقیق صوفیہ و جامع الاسرار و جامع الحقائق و شرح فصوص و منتخب جمیع الفصول و کتاب الکشکول فیما جرا علی آل الرسول و رسالہ رافع الخلاف در توقف شاہ ولایت در دفع متولیاں ثلاثہ از جہت عدم ناصر (و دیگر) صاحب تفسیر بحر الانوار نے تحریر ہزار شعر دلائل اور احادیث اہل بیت میں درج کیے ہیں اس بیان میں کہ وہ شیعہ جو صوفی نہیں شیعہ نہیں ہے اور جو صوفی کہ شیعہ ہو صوفی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں دیکھا میں نے کہ جاہلان اہل علم شیعہ اور ناقصان صوفیہ میں جھگڑا ہے اس کتاب کو میں نے لکھا تاکہ معلوم ہو کہ تصوف طریقہ مرتضویہ ہے اور تصوف اور تشیع کے ایک معنی ہیں اور یہ مخالفت بوجہ نادانی و کم علمی جاہل بے عقل طرفین کی وجہ سے۔

اسی طرح قدوۃ المحدثین شیخ ابن فہد حلی علیہ الرحمہ ریاضت اور عزلت اور انقطاع خلق کے بارے میں عدۃ الداعی وغیرہ کتب مشہور تحریر فرما چکے ہیں۔

اسی طرح شیخ ابن ابی جمہور الاحسائی مصنف کتاب مجلی و عوالی و درر منتخب بار سالہ و عوالی اللآلی وغیرہ فاضل علمائے شیعہ نے حقیقت تصوف و تحقیقات و تدقیقات کتاب مجلی المرآت میں جو علم کلام میں لکھی ہیں اور اس میں آپ نے خرقہ اور سلسلہ

مشائخ صوفیہ کی معرفت ائمہ ہدیٰ سے بیان کیا ہے اور کتاب عوالی اللآلی میں احادیث معتبرہ اور تصوف کی تعریف نقل کی ہے
اور شیخ شہید ثانی (مصنف کتاب منیۃ المریدین و اسرار الصلوٰۃ وغیرہ) رو سار ملکوت سے مشہور ہیں۔ کتاب
منیۃ المریدین میں فرماتے ہیں کہ ظواہر شریعت نماز روزہ دعا تلاوت قرآن وغیرہ جو علمائے متقدمین نے اپنی کتاب میں درج
کیا ہے اس کو حاصل کرے۔ عبادت میں سے اور بھی چیزیں ہیں جن کا معرفت واجب و لازم ہے کیونکہ اعمال غیر واجب میں سے جو کچھ
کہ مکلف پر لازم ہیں صرف وہی نہیں ہیں بلکہ اور بھی ہیں جن کی معرفت واجب تر ہے تعلق رذالت سے تطہیر نفس مثل کبر و ریا
و حسد و کینہ وغیرہ اور یہ تکالیف کتب وغیرہ میں نہیں مل سکتی ہیں۔ اپنے نفس کی اصلاح کرے اور پروردگار کی رضا جوئی۔
طالب علم کو چاہیئے کہ اولاً اپنے باطن کو پاک کرے نفسانی خواہشات سے اور صفات مہلکات شیطانی سے تاکہ نیت خالص
اور اخلاص تمام سے طلب علم میں مشغول رہے۔ بعد مجاہدہ نفس صاحبان دل کی طرف رجوع کرے اگر صاحبان دل کو نہ پاوے
تو گوشہ گیری اور تنہائی اختیار کرے۔ حصول عالم علوم رسمیہ کے بعد چاہیئے کہ تحصیل علم حقیقت کی طرف رجوع کرے جو کہ تمام
علوم کا نتیجہ ہے اور شیخ علیہ الرحمۃ کی تحریص و رغبت تصوف پر اس سے زیادہ ہے۔ اسی طرح میر نور اللہ (مصنف مجالس المومنین
احقاق الحق، مصائب النواصب، الصوارم المحرقہ فی نقد الصواعق المحرقہ وغیرہ) کی تصانیف اثبات مذہب شیعہ میں مشہور ہیں۔
اور سلسلہ نور بخشیہ سے ہیں اور کتاب مجالس المومنین میں دلائل قویہ سے ثابت کرتے ہیں کہ جملہ مشائخ مشہور شیعہ تھے۔ اور
یہ اہل بیت علیہم السلام کا طریقہ تھا۔ اور کتاب مصائب النواصب میں جو کہ رد کتاب قوادح الروافض میر مخدوم شریف نے
لکھی ہے شیعوں پر طعن کیا ہے اور شیعوں کو بطلان کی دلیل دی ہے کہ وہ اولیاء کے منکر علمائے کوئی صوفی نہیں، صاحب دل
نہیں کشف و معرفت حال سے خبر نہیں رکھتے۔ میر نور اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دلائل خلاف حق ہیں اور یہ افترا ہے کیونکہ تصوف حقیقتاً
کا طریقہ ہے بلکہ عین تشیع ہے۔ دلائل قویہ اور تفصیل سے بیان کیا ہے کہ علمائے شیعہ سے کوئی اس طریقہ کا منکر نہیں تھا بلکہ سب
صوفی ہوئے ہیں۔ اور شیخ بہاء الدین محمد عاملی علیہ الرحمہ (مصنف مثنوی نان و حلوہ و مفتاح الفلاح و کشکول بہائی وغیرہ)
ان کے کلام تصوف میں ایسا کون ہے جس نے نہ سنے ہوں اور ان کے دل پر نقش نہ ہوا ہو۔ رسالہ نان و حلوہ جو مثنوی
میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

علم رسمی سر بسر قیل است و قال — نہ از و کیفیت حاصل نہ حال
طبع را افسردگی بخشد مدام — مولوی باور نہ دارد این کلام

عرفیں اور تصنیفیں جیسی حاشیہ، تفسیر قاضی وار العین (تفسیر قاضی بیضاوی) اور حاشیہ تفسیر بہائی عربی مطبوعہ مصر
وغیرہ تصوف میں بہت مشہور ہیں۔

یہ طائفہ یعنی صوفیہ اپنے خرقہ کو حضرت امیر المومنینؑ سے نسبت دیتا ہے۔ اس طریقہ کو طریقہ مرتضویہ کہتے ہیں علامہ
حلی علیہ الرحمہ شرح تجرید بحث امامت میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت سے متواتر منقول ہے کہ آنحضرت سید سردار ابدال ہوئے
ہیں۔ چہار طرف سے ابدال آنحضرتؑ کی خدمت میں آداب سلوک و ریاضت و طریقہ زہد وغیرہ سیکھنے آتے تھے اور اوسی
کتاب میں ذکر ہے فضیلت ائمہ علیہ السلام میں کہ اونھوں نے علم زہد و تقشف و گوشہ گیری و ترک دنیا کو اس قدر حاصل
کیا تھا اور لوگوں میں پھیلایا تھا کہ فضلاء و مشائخ ان کی خدمت و بندگی پر فخر کرتے تھے جیسا کہ شیخ ابو یزید بسطامی اس بات کا فخر
کرتے تھے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں سقہ تھے اور شیخ معروف کرخی قدس سرہ العزیز شیعہ خالص حضرت امام
رضا علیہ السلام کے تا حیات دربان تھے (شرح تجرید الاعتقاد المسمّٰی بہ کشف المراد وغیرہ مصنفہ علامہ حلی)۔

علامہ حلیؒ کتاب منہج الکرامت میں جس جگہ حضرت امیر علیہ السلام کی مفاخرت کا ذکر کیا ہے کہتے ہیں کہ علم طریقت
حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب ہے اور تمام صوفی اپنے خرقہ کو آنحضرت سے نسبت دیتے ہیں جس کی یہ تفصیل ہے۔
کہ شیخ ابن ابی جمہور الحساوی علیہ الرحمہ جو کہ بزرگان علمائے شیعہ سے ہیں کتاب مجلی المراۃ میں روایت کرتے ہیں حضرت
رسالت پناہ سے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ کو معراج کے واسطے لے گئے۔ جب میں بہشت میں داخل ہوا دیکھا میں نے وسط
بہشت میں ایک قصر جو کہ ایک دانہ یاقوت سرخ کا تھا جبریلؑ نے اس کو کھولا اور میں اس میں داخل ہوا اس میں ایک مکان
سونے کا دیکھا پس ہم دونوں اس میں داخل ہوئے دیکھا اس گھر میں ایک صندوق جو کہ نور کا تھا اور اس میں قفل بھی نور کا پڑا تھا
پوچھا میں نے کہ اے جبریلؑ کیا چیز ہے یہ صندوق اور اس میں کیا ہے پس جبریلؑ نے جواب دیا یا حبیب اللہ اس میں سِرّ خدا
ہے جو کسی کو عطا نہیں ہوتا ہے سوائے اس کے جو اس کا حبیب ہو۔ پس کہا میں نے کہ کھولو اس کو میرے واسطے جبریلؑ نے جواب
دیا کہ میں بندہ ہوں خدا سے مانگئے تاکہ وہ مجھکو اذن کھولنے کا دے۔ پس میں نے سوال کیا جناب خداوندی سے ندا آئی
کہ اے جبریلؑ کھول دے اس کو پس جبریلؑ نے کھولا دیکھا میں نے اس میں فقر اور خرقہ کو پس عرض کیا میں نے کہ اے میرے سید
و مولا یہ کیا چیز ہے جانب عرش سے ندا آئی کہ اے محمدؐ ان دو چیزوں کو میں نے تیرے اور تیری امّت کے واسطے اختیار کیا ہے
جبکہ ان کو میں نے پیدا کیا تھا اور یہ دونوں چیزیں کسی کو نہیں دیتا ہوں جس کو دوست نہیں رکھتا ہوں اور ان دونوں چیزوں
سے عزیز کسی چیز کو نہیں رکھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے ان دونوں چیزوں کو عزیز رکھا اور پہنا اور متوجہ مقام اوادنیٰ ہوئے
جب معراج سے واپس ہوئے اوس فقر اور خرقہ کو بحکم خدا جناب امیرؑ کو دیا جناب امیرؑ نے اوس پر اس قدر پیوند لگائے فرماتے
تھے کہ پیوند لگاتا ہوں اور سینے والے سے شرم آتی ہے (اس قدر پیوند لگے ہیں) اسی طرح جناب امیر المومنینؑ نے جناب حسنؑ
کو پہنایا اور اسی طرح ہر امام نے پہن کر جناب صاحب الامر علیہ السلام کے پاس پہنچایا وہ خرقہ مع دیگر تبرکات انبیاء یعنی انگوٹھی

حضرت سلیمان، عصائے حضرت موسیٰ وغیرہ پس وہ حضرت آج قطب زمانہ اور خلیفہ عصر نور السمٰوٰت والارض ہیں۔

مصنف کا یہ ہے کہ خرقہ سے جو کہ مشائخ صوفیہ میں ہے بعینہ وہی خرقہ نہیں ہے۔ بلکہ مراد خرقۂ انبیا خرقۂ معنوی ہے اُسی طرح کہ رسول خدا نے پہنا اور پہنایا تھا یعنی صاحب خرقہ اور پیر کامل سے حقائق اور اسرار بقدر استعداد حاصل کرنا اور اونکے صفات اور اخلاق سے متصف ہونا خرقۂ معنویہ کا شان ہے اور شیخ مذکور اسی کتاب میں اس گروہ کی نسبت بعضوں کی کمیل ابن زیاد سے اور بعضوں کی اویس قرنی و ابراہیم ادھم بشر حافی اور سلطان بایزید بسطامی سے دیتے ہیں جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب تھے اور امام جعفر صادق علیہ السلام پر سلسلہ ختم کرتے ہیں اور بہت سے سلسلے جو کہ اس وقت موجود و مشہور ہیں شیخ معروف کرخی سے نسبت رکھتے ہیں جیسے کہ شیخ الاعظم والمقام المعظم شیخ صفی الدین اردبیلی (جد سلاطین صفویہ ایران) مولانا رومی وغیرہ اور اون سے حضرت امام رضا علیہ السلام پر سلسلہ ہو جاتے ہیں اور ان لوگوں کا سلسلہ ائمہ تک پہنچتا ہے اور شیخ مذکور نے کتاب عوالی اللآلی میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ الشریعۃ اقوالی (شریعت میرا قول ہے) والطریقۃ افعالی (اور طریقت میرا فعل ہے) والحقیقۃ احوالی (اور حقیقت میرا حال ہے) والمعرفۃ راس مالی (اور معرفت میرا سرمایہ ہے) والعقل اصل دینی (اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے) والحب اساسی (اور محبت میرا اساس ہے) والشوق مرکبی (اور شوق میرا مرکب ہے) والخوف رفیقی (اور خوف میرا رفیق ہے) والعلم سلاحی (اور علم میرا ہتھیار ہے)۔ والحلم صاحبی (اور حلم میرا مونس ہے)، والتوکل زادی (اور توکل میرا توشہ راہ ہے) والقناعۃ کنزی (اور قناعت میرا خزانہ ہے) والصدق منزلی (اور صدق میرا ٹھکانہ و جائے نزول ہے) والیقین مأوای (اور یقین میری جائے پناہ ہے) والفقر فخری (اور فقر میرا فخر ہے) وبہ افتخر علی سائر الانبیاء والمرسلین (اور اسی سبب سے میں سارے انبیاء اور مرسلین پر فخر کرتا ہوں)۔

ائمہ کی فضیلت میں شارح تجرید نے گیارہویں باب میں اکابر و مشائخ علماء کا ائمہ کی خدمت میں حاضر ہونا لکھا ہے سلطان بایزید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر سقائی کرتے تھے۔ شیخ معروف کرخی حضرت امام رضا علیہ السلام کے دربان تھے۔

شارح نہج المرشدین نے علم تصفیہ باطن، اسرار اور پوشیدہ علوم کا حاصل کرنا رسول خدا اور ان کی اولاد اور اون کے شاگردوں سے لکھا ہے۔

ابن طاؤس قدس سرہ (مصنف کتاب الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف و کتاب جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع و کتاب اقبال و کتاب مہج الدعوات و مجتنیٰ وغیرہ) نے کتاب طرائف میں خرقۂ مشائخ کے سلسلہ کو ائمہ تک پہنچایا ہے باقی حالات صوفیائے کرام و تابعین ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کا حال مجالس المومنین (مولفہ علامہ قاضی سید نور اللہ شوشتری علیہ الرحمہ شہید ثالث علیہ الرحمہ) سے معلوم ہو سکتا ہے۔

جو لوگ کہ چلہ کشی کی عبادت کو بدعت کہتے ہیں اون کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ آنحضرت صلعم سے منقول ہے کہ اے ابوذر جو شخص میری مسجد کے صحن میں ایک نماز پڑھے وہ ہزار نمازوں کے برابر ہوگی اور ان سب سے افضل وہ نماز ہے کہ اپنے گھر میں اس جگہ پڑھی جائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے سوائے خدا کے اور احادیث فضیلت خانقاہ پر دال ہیں مستند السالکین (مصنفہ ملا محمد تقی مجلسیؒ مصنف رسالہ تشویق السالکین) کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اون کا یہ اعتراض کہ عبادت چلہ بدعت ہے غلط ہے۔ بدعت کی یہ تعریف نہیں۔ احادیث فضیلت اربعین پر بہت ہیں مجملہ کے ابن فہد رحمۃ اللہ کی حدیث جو کہ عدۃ الداعی میں حضرت رسول خدا سے نقل کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا جو شخص چالیس صبح خدائے تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرے چشمے حکمت کے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہوں اور فقہ الرضا (عیون اخبار الرضا) میں بھی ایسا ہی ذکر ہے اور کتاب کفر و ایمان از کافی (شیخ کلینی) میں اس کا تفصیلی ذکر ہے۔

اور ایک اعتراض ان کا یہ ہے کہ یہ گروہ ذکر بلند کرتے ہیں اور اچھی آواز سنتے ہیں اور یہ غنا و حرام ہے۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر غرض ذکر بلند سے خلق کو سنانا نہ ہووے تو وہ عین عبادت ہے جیسا کہ کتاب ثواب الاعمال (مصنفہ شیخ صدوقؒ) میں نقل ہے کہ ذکر میں جس قدر آواز کو کھینچے گا گناہوں سے پاک ہوگا۔ اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں نقل ہے کہ ایک شخص خدمت امام زین العابدین میں آیا اور سوال کیا کہ خوش آواز لونڈی کا خریدنا اور اس کی آواز کی وجہ سے جائز ہے یا نہیں حضرت نے فرمایا کچھ ڈر نہیں ہے۔ اگر تو اس کو خریدے پس بہشت کو یاد کر تا تم و تدبیرہ السلام۔

شمس العلماء نواب سید علاء امام صاحب عظیم آبادی اثر نے اپنی تالیف مصباح الظلم و ایضاح البہم میں (کہ جس کی تصحیح جناب سرکار فخر المعتقدین مجتہد العصر مولانا میں حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ نے فرمائی ہے) فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے اثبات میں ارقام فرمایا ہے کہ فرقہ امامیہ کو باہر سے (اہل یونان اور اہل ہنود وغیرہ سے) تصوف کے لیے آنے کی حاجت نہ تھی۔ ان کا مذہب ہی روحانی پہلو رکھتا تھا۔ ان کے اماموں کی تعلیمات ہی جان تصوف تھی یہی جب کہ مذہب امامیہ میں روحانیات کی کوئی کمی نہ تھی تو اس فرقہ کا اپنی حالت موجودہ پر قائم رہنا فطری امر تھا عوام کی یہ ایک غلط فہمی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب امامیہ تصوف سے بے تعلق رکھتا ہے۔ مذہب امامیہ میں بھی تصوف ہے۔ مگر یہ تصوف وہ ہے جو عین منشا قرآن و حدیث و تعلیم ائمہ معصومین ہے اور ایسا تصوف ہے کہ اس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی دوسرا تصوف ہو ہی نہیں سکتا (ص ۲۱۹ مصباح الظلم و ایضاح البہم) راقم کی دانست میں بہترین تصوف پیروی خدا اور رسول و ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی ہے۔

ل؎ مذکورہ رسالہ کتب خانہ سید شاہ خیرات علی جلالی واقع گڑھی قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفیٰؐ

پھر آگے ارقام فرماتے ہیں۔ واضح ہو کہ فرقہ امامیہ میں بھی تصوف ہے۔ مگر فرقہ امامیہ کا تصوف شرع محمدیؐ کے خلاف ایک جو برابر بھی نہیں ہے امامیہ بھی اولیاء اللہ کے قائل ہیں۔ صوفی فرقہ شیعہ میں بھی گذرے ہیں۔ مثلاً صدر الدین شیرازیؒ، عبدالرزاق لاہیجیؒ، ملا حسین کاشفیؒ، حافظ رجب برسی وغیرہ۔ قاضی سید نور اللہ شوستری شہید ثالث علیہ الرحمہ کی کتاب مجالس المومنین میں تو ایک اچھی فہرست شیعہ متصوفین کی دیکھی جاتی ہے۔ ان میں قابل ذکر اسمائے گرامی یہ ہیں۔ محی الدین ابن العربی، امام غزالی، شیخ شہاب الدین سہروردی، نجم الدین کبریٰ، بایزید بسطامی، جلال الدین رومی، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، خواجہ حافظ شیرازی، فرید الدین عطار، سید اشرف الدین جہانگیر کچھوچھوی، سید معین الدین چشتی اجمیری۔ ان بزرگوں میں سے اکثر ضرورت کے وقت پابند تقیہ تھے۔ اس لیے اہل سنت نے انھیں سنی تصور کر لیا ہے۔ اس وقت بھی شیعان صوفی طریقت موجود ہیں۔ فرقہ کشفی سید کاظم رشتی کا اور فرقہ شیخی احمد احسائی کا نام لیوا ہیں اسی طرح ایران میں فرقہ خاکسار ہے۔ اور ابھی تک ان میں پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہے۔ (ص ۲۷۰ و ۲۷۱ کتاب مصباح الظُلَم و ایضاً البہم)۔ جناب مولوی محمد باقر صاحب موسوی الصوفی ہندگامی کتاب اختر درخشاں میں صوفیائے شیعہ کی حقانیت کے اثبات میں ارقام فرماتے ہیں۔ "ایرانی دماغ نے عربی فقہ کی بہ نسبت تصوف اور باطنیات کو قبول کر لیا تھا" (اختر درخشاں ص ۲۶) نیز شاہان صفویہ ایران نے تقریباً ۹۰۲ھ میں حکومت کا مذہب شیعہ قرار دیا تھا۔ (ادبیات ایران از براؤن)

شیعہ فقہا میں سے متعدد ایسے گذرے ہیں جن کے ایک کف میں جام شریعت تھا اور دوسرے ہاتھ میں پیمانہ تصوف انھوں نے شریعت کے علوم اور عرفان کے رموز میں ایک حسین امتزاج پیدا کر دیا ہے (اختر درخشاں ص ۴۹)

جب فقہائے آپس میں فروعی اختلافات نفس اصول پر اثر انداز نہیں تو سلوک عرفان کیونکر ان افراد کو مرکز سے باہر کر سکتا ہے جو اس کو اپنائے ہوئے ہوں۔ (اختر درخشاں ص ۵۰)

حجۃ الاسلام الحاج مولانا السید ظفر الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر کتاب اختر درخشاں پر تقریظ کے دوران تحریر فرماتے ہیں: "یہاں بھی ایسے ان گنت خیطے ہیں جن میں اسلاف کرام نے ابتداءً تصوف کے رنگ میں تشیع کی تبلیغ کی"

(۲) اوراد سیفی مرتضوی

دعائے سیفی آیۃ من آیات اللہ ہے اور بہت سے عجائب و غرائب اسرار اس میں مستتر ہیں اور اکثر اولیاء اللہ نے اس سے فیض بیاض حاصل کیا ہے اور بہرہ مند ہوئے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ دعا سیفی

عین اللہ، قدرۃ اللہ، ید اللہ، برہان اللہ، صمصام اللہ، حرز یمانی، اسم اللہ، حرز اکبر، حرز المرتضوی، حرز اعظم، حرز سیفی کے نام سے بھی نامزد ہوتی ہے۔ ایک دیگر روایت میں اس دعا کو یمین اللہ، قسم اللہ، نور اللہ، وجہ الحق، ترب الحق، میثاق الحق، مصحف الاکبر عمل الانوار اور شرح الاثار بھی اس کو فرمایا گیا ہے۔

دعائے سیفی مرتضوی کے ورد کا طریق، وقت اور شرائط، اشارات و اختصامات نیز ترتیب دعا اور شرائط عامل عاملان کاملگار نے مختلف طور سے مقرر فرمائے ہیں۔ جس کی بنا پر مجموعہ اوراد سیفی کے مختلف نسخ و مخطوطات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اوراد سیفی مرتضوی معمول قطب العارفین سید شاہ خیرات علی ہمدانی علیہ الرحمہ بانی امام بارہ حصار جلالی ضلع علی گڑھ و متولی اول وقف نواب آصف الدولہ بہادر کا ایک مخطوطہ آپ کے کتب خانہ واقع گڑھی قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ میں محفوظ ہے جس پر آپ اور آپ کی اولاد و احفاد سے سید سجاد الدین حسینی و سید فخر الدین حسینی و حکیم سید محمد کمال الدین حسینی و حکیم سید ناصر حسینی و حکیم سید شجاعۃ الدین حسینی و حکیم سید عزیز الدین حسینی و حکیم سید محمد ضیاء الدین حسینی و سید محمود ضیاء الدین حسینی عامل رہے ہیں اس نسخہ پر دو مقامات پر سید شاہ خیرات علی، سید بہاء الدین حسینی اور سید ذاکر حسینی کی مہریں ثبت ہیں۔ یہ نسخہ ۲۰۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کی لمبائی ۸ انچ اور چوڑائی ۵ انچ ہے۔ متن دعا ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر سات سطور ہیں۔ ابتدائی ۸۰ صفحات پر آداب و شرائط دعا مذکور ہیں اور آخری صفحات پر درود شریف اور بعض دیگر اختصامات درج ہیں۔ اس کتاب کے حاشیہ پر بھی اختصامات درج ہیں۔

عم محترم جناب مولوی سید معز الدین حسینی صاحب جبکہ برائے زیارت مشہد مقدس ایران تشریف لے گئے اس نسخہ کا مقابلہ کتاب دعائے سیفی ادعیہ خطی نمبر ۹۵ در آستانہ قدس کتاب خانہ مبارک حضرت امام علی الرضا علیہ السلام طہران مشہد مقدس سے فرمایا تھا اور اضافات اس نسخہ کے حاشیہ پر درج فرمائے تھے۔ رسید کتابخانہ مبارک ۲۲۳ اس نسخہ کے ساتھ منسلک ہے۔

والد بزرگوار حاذق الحکما حکیم سید محمد ریاض الدین حسینی صاحب قبلہ نے بھی دعائے سیفی کے چند دیگر نسخوں سے مقابلہ کر کے اضافات حاشیہ پر درج فرمائے ہیں نیز آپ نے معتبر و مستند کتب علمائے عارفین سے اختصامات ماثورہ بھی حاشیہ کتاب پر اضافہ فرمائے ہیں۔ والد مرحوم و مغفور نے اوراد سیفی مرتضوی کو مع اسناد جداگانہ بیاض میں لکھنا شروع کیا مگر یہ کام تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

جناب والد مرحوم نے مندرجہ نسخ اوراد سیفی مرتضوی سے استفادہ فرمایا ہے۔

۱۔ دعائے سیفی از معمول حکیم سید کمال الدین حسینی صاحب ڈپٹی کلکٹر مرحوم و مغفور۔

۲۔ دعائے سیفی شیخ محمد غوث گوالیاری مطبع نادعلی۔

۴۔ بحارالانوار، علامہ مجلسی علیہ الرحمہ۔

۵۔ دعائے سیفی از معمول حکیم سید محمد شجاع الدین حسین عرف سید دلدار حسین صاحب جلالوی الہمدانی مرحوم مغفور۔

۶۔ اعتصامات واختتام دعائے سیفی مرتضوی از کتاب شرح جوامع الرحمہ۔

نام کاتب، تاریخ و سنِ کتابت درج نہیں ہے۔ البتہ کاغذ کی نوعیت متن کے ساتھ جدید کاغذ کی جوڑ اور کتاب کی درستی سے اس کی قدامت واضح ہے۔ نیز اس نسخہ میں دو مقامات پر سید شاہ خیرات علی نام کی دو مہریں ۱۲۱۲ھ کی ثبت ہیں۔ جن سے واضح ہے کہ یہ نسخہ قطب العارفین سید شاہ خیرات علی علیہ الرحمہ کے ورد میں رہا ہے۔ اور بزرگوں سے یہ روایت ہے کہ متن دعا سید شاہ خیرات علی علیہ الرحمہ ہی کا تحریر کردہ ہے۔

مختصر یہ کہ اوراد سیفی مرتضوی کا یہ نسخہ نہایت معتبر اور مستند ہے۔ نیز شرائط دعوت، اشارات و اعتصامات ماثورہ کے اعتبار سے ایک مکمل نسخہ ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ دعائے سیفی کے دیگر نسخوں اور مخطوطات جو ہندوستان و بیرون ہندوستان کتب خانوں میں محفوظ ہیں کی مدد سے اس کو ایڈٹ کر کے شائع کیا جائے تاکہ مسلمین و مومنین کرام ان اوراد کے ورد اور ان کے خواص کے فیوض و برکات حاصل فرمائیں۔

(۲) اوراد فتحیہ

یہ اوراد حضرت میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ نے اپنے مریدوں کے لیے مرتب فرمائے ہیں اور خانقاہ معلٰی سری نگر کشمیر میں ان کا ورد جاری ہے۔ اوراد فتحیہ کا ایک قلمی نسخہ بطریق عقائد مذہب شیعہ اثنا عشری کتب خانہ سید شاہ خیرات علی ہمدانی علیہ الرحمہ واقع گوپی تعلقہ جلالی ضلع علی گڑھ میں محفوظ ہے یہ ایک قدیم مخطوطہ ہے۔ اس کے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت تحریر ہے:

"تمت ہذہ اوراد الذکر مشہور بہ فتحیہ احقر العباد اضعف الناس بہ تحریر رحمت پروردگار واحد غفار واکٓ الاطہار و بحبہ الکبار صلی اللہ علیہم اجمعین امام بخش بنی اسرائیل کوروی۔"

امام بخش کاتب نے جس قدیم نسخہ اوراد فتحیہ سے یہ نسخہ نقل کیا ہے اس کا آخری ورق بھی آخر میں منسلک ہے جس کے آخر میں تحریر ہے:

"بندہ فقیر حقیر خاکپائے جمیع سادات و شیعیان عطاء اللہ غفر اللہ لہ ولجمیع المومنین والمومنات بجا اوراد شت میر صاحب سید جمال علی جیو تحریر یافت بروز یکشنبہ۔"

اس نسخہ پر تاریخ تحریر درج نہیں ہے لیکن شان کتابت و کاغذ کی نوعیت سے نسخہ کی قدامت واضح ہے۔ یہ نسخہ کرم

خوردہ ہے لیکن متن صاف جلی قلم سے تحریر کیا گیا ہے لہٰذا صاف پڑھا جاتا ہے۔ القابات مثلاً شیء چہار مرتبہ سی و سہ مرتبہ۔ بس بگوید دو بار وغیرہ سرخ روشنائی سے تحریر کیے گئے ہیں۔ ابتدا ریا فتاح سے کی گئی ہے اور اس کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر ہے۔ بسم اللہ کے بعد سہ مرتبہ گوید لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی ولی اللہ۔ آخر حقاً حقاً تحریر ہے۔ اصل دعا ریاون (۵۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحات کی لمبائی ۶" چوڑائی ۴" ہے۔ اصل متن کی لمبائی ۴" چوڑائی ۲½" اور سطور فی صفحہ سات ہیں۔

عقائد صفحہ ۴۲ تا ۴۳ حسب ذیل طور سے درج ہیں:

رضینا باللہ تعالیٰ ربًّا و بالاسلام دینًا و محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نبیًّا و رسولًا و بامیر المومنین علی ابن ابی طالب امامًا و بفاطمۃ و بالحسن و الحسین و زین العابدین علی و الباقر محمد و الصادق جعفر و الکاظم موسیٰ و الرضا علی و التقی محمد و النقی علی و الزکی العسکری الحسن و المہدی الہادی امامًا و بالقرآن کتابًا و بالکعبۃ قبلۃ و بالصلوٰۃ فریضۃ و بالمومنین اخوانًا صلی اللہ علیہم اجمعین

اوراد فتحیہ کا یہ قلمی نسخہ کشمیر کے مروجہ مطبوعہ نسخوں سے باعتبار عقائد مختلف ہے۔ اور اس سے واضح ہے کہ اوراد فتحیہ کا رواج اہل سنت میں عقائد اہل سنت کے مطابق اور شیعہ صوفیہ و عارفین میں بطریق عقائد شیعہ رواج ہوا۔

جلالی ضلع علی گڑھ میں جہاں سادات ہمدانی ہمایوں کے وقت سے آباد ہیں، اوراد فتحیہ بطریق مذہب شیعہ اثنا عشری مروج ہے اور اسی قدیم مخطوطہ سے ماخوذ ہے۔

جلالی ضلع علی گڑھ میں اوراد فتحیہ کا یہ قدیم ترین مخطوطہ ہے جو سید عطا اللہ کے مخطوطہ کی نقل ہے۔ سید عطا اللہ ہمدانی حضرت میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ کی نسل سے ہیں جیسا کہ نسب نامہ سادات جلالیہ موسومہ بہ خلاصۃ الانساب مرتبہ جناب افضل العلماء مولانا سید مکرم حسین صاحب قبلہ مجتہد اعلی اللہ مقامہ سے واضح ہے جو حسب ذیل ہے۔

سید عطا اللہ ابن سید کمال الدین ابن سید احمد ابن سید عمر ابن سید محمد ابن حضرت میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ۔

۴ مقباس المصابیح

تصوف سے مراد طریقت ہے، اور طریقت اس علم کو کہا جاتا ہے کہ جس میں حقوق عبودیت اور شرائط ریاضت بیان کیے جاتے ہیں اور اس علم کو سلوک بھی کہا جاتا ہے اور راہ طریقت میں جو سعی کرے اسے سالک کہتے ہیں اور اس علم کا نتیجہ عرفان حق تعالیٰ ہے۔

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ رسالہ اجوبہ میں حقیقت و بطلان طریق صوفیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم فرماتے

ہیں۔ جاننا چاہیے کہ راہ دین ایک ہے اور حق تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا ہے اور آخر میں ایک شریعت قرار دی ہے لیکن انسان عمل اور تقویٰ کے مراتب میں مختلف ہوتے ہیں اور اہل اسلام کا ایک گروہ جو کہ ظاہر شرع شریف نبوی پر عمل کرتے ہیں اور سنت و مستحب کے عامل نہیں اور مکروہات و مشتبہات کو ترک کرتے ہیں اور امور دنیا میں توجہ نہیں کرتے ہیں اور ہمیشہ اپنے وقت کو عبادت و اطاعت میں صرف کرتے ہیں اور اکثر خلق سے جنکی معاشرت کے باعث تضیع اوقات ہوتی ہے کنارہ کش رہتے ہیں ایسوں کو مومن، زاہد، متقی کہتے ہیں اور صوفی کہلاتے ہیں کیوں کہ وہ اپنی پوشش میں انتہائی غربت اور فاقہ کی وجہ سے صوف (اُون) پر قناعت کرتے ہیں جو کہ سخت سے سخت اور سستی سے سستی پوشش ہے۔ اور یہ لوگ خلاصۂ نسل انسان ہیں لیکن چوں کہ ہر جماعت میں ایسے لوگ بھی داخل ہوجاتے ہیں کہ ان کو ضائع کر دیتے ہیں اور ایسے لوگ شیعہ، سنی اور زیدی وغیرہ سب میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح صوفیوں میں شیعہ، سنی اور ملحد ہوتے ہیں

صوفیا سے اہل حق بھی تھے اور ہیں اور اس پر اکثر شہادتیں وارد ہیں۔ ملا محمد باقر نے رسالۂ اجوبہ میں صوفیائے شیعہ سے حضرت سلطان العارفین و برہان الواصلین شیخ صفی الدین نور اللہ برہانہ، سید بزرگوار علی بن طاؤس علیہ الرحمہ شیخ ابن فہد حلی، شیخ زین الدین رضوان اللہ علیہ کا ذکر خاص طور سے کیا ہے کہ جن کے تصانیف دقائق وحقائق صوفیاء میں مستند ہیں۔ نیز آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ طریقۂ خاص شیعیان اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ ریاضت و مجاہدت و ذکر خدا و ترک دنیا و بیزاری مشرکین سے رہا ہے اور طریقۂ صوفیہ حقہ ان کا طریق ہے۔ صوفی صافی ضمیر اہل تشیع تسبیح و تہلیل اور توحید حق تعالیٰ اور توسل انوار ائمہ ہدیٰ کے ساتھ وابستہ رہے اور کوئی بیہودہ و خلاف شریعت طریقہ ان میں نہیں ہے۔ حضرت شیخ صفی الدین رضوان اللہ علیہ نے اپنے مقالات میں اکثر جگہ اپنے مریدوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ متابعت شریعت مقدسہ کریں اور ان باتوں سے کہ جو مخالف شریعت ہیں پرہیز کریں۔

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے طریقہ اذکار و ادعیہ ماثورہ کا انتخاب کتاب "مقباس المصابیح" (چراغوں کا فانوس) میں پیش فرمایا ہے اور یہ ایک گرانقدر تصنیف عرفان حق تعالیٰ میں ہے۔

ملا محمد باقر بن علامہ آخوند محمد تقی مجلسی علیہ الرحمہ (۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء تا ۱۱۱۰ھ/۱۶۹۸ء) اعلم وقت، فقیہہ، محدث اور صاحب تصانیف کثیرہ ہوئے ہیں آپ کا مزار پُرانوار اصفہان میں جامع عتیق کے بقعہ میں واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔ آپ کی تصانیف میں عرفان و تصوف سے متعلق اعمال و اوراد و ادعیہ کا گرانقدر ذخیرہ موجود ہے۔ اخبار و احادیث پر آپ کی جامع و مفصل کتاب "بحار الانوار" ایک بحر ذخار ہے جو لآلی آبدار سے مملو و مرصع پچیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اسی کا خلاصہ "مقباس المصابیح" ہے جس میں علامہ مجلسی نے تعقیبات نماز سے متعلق مستند اوراد و وظائف کا انتخاب پیش کیا ہے

"مقباس المصابیح" کا ایک نستعلیق مخطوطہ کتب خانہ سید شاہ خیرات علی ہمدانی، واقع امام باڑہ سید خیرات جلالی ضلع علی گڑھ وقف نواب آصف الدولہ بہادر) میں محفوظ ہے۔ یہ مخطوطہ تین سو چھیتر (۳۷۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی لمبائی ۸۔۱ انچ اور چوڑائی ۵ انچ ہے۔ عناوین سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے کاتب کرم علی ہیں جنہوں نے اس نسخہ کی کتابت بمقام آستانہ سرائے میر تحصیل پھول پور ضلع اعظم گڑھ میں کی ہے۔ کتابت ششم ربیع الاول ۱۲۰۷ھ کو مکمل ہوئی ہے۔ اس کی جلد چرمی ہے اور بوسیدہ ہے۔

کتاب "مقباس المصابیح" کا مقصد تالیف علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

"اما بعد خامہ تقصیر آثار، خادم اخبار ائمہ اخیار محمد باقر بن محمد تقی حشرہما اللہ مع موالیہما الاطہار، بر الواح قلوب صافیہ و عقول زاکیہ سالکان مسالک عبادت و دعا و طالبان قرب جناب حق جل و علا می نگارد کہ چون اشرف عبادات بدنیہ نماز است و تعقیبات ماثورہ را در تکمیل صلوٰۃ مدخلی عظیم است و ایضاً موجب رفع درجات و حط سیئات و حصول مطالب و درجات می گردند و ہیچ راہ از طرق قرب رفع الدرجات بمداومت آنہا نمی رسد و کتب و رسائل کہ درین مطلب تدوین شدہ، محیط بہمہ آنہا نیست و بسیارے از آنہا کہ با سانید صحیحہ منقول گردیدہ ایراد نمودہ اند و بعضے از آنہا کہ ایراد نمودہ اند خصوصیتی بتعقیب مطلق صلوات ایراد نمودہ اند چون این قاصر جمیع آنہا را در کتاب بحار الانوار بطرق متعددہ ایراد کردہ ام بخاطر فاتر رسید کہ اکثر آنہا را در رسالۂ جداگانہ جمع کنم، بلفظ احادیث آنہا را ترجمہ نمایم تا عامۂ خلق از آن بہرہ مند توانند شد و در ضمن نقل ہر یک آثار نصیحت و وقت ہر یک بحسب سند می شود کہ اگر ناقدۂ بصیر خواہد کہ بعضے را اختیار نماید معیار زاد اندوز دعاہائے صبح و شام و سائر ساعات لیل و نہار را اضافہ نمودم و بر دہ فصل مرتب کردہ شدم و چون ادعیہ را از کتب معتبرۂ علمائے سلف رضوان اللہ علیہم و مصابیحہا کہ در دعا تالیف نمودہ اند اقتباس بمقباس المصابیح مسمی ساختم۔"

مذکورہ تحریر کی روشنی میں واضح ہے کہ علامہ مجلسی نے اس کتاب میں جملہ تعقیبات نماز پنجگانہ نیز صبح و شام اور ہر گھڑی میں ورد کرنے کے لیے اذکار و ادعیہ کتب معتبرہ علمائے سلف رضوان اللہ علیہم سے اخذ کر کے جمع فرمائی ہیں اور اس لحاظ سے یہ مجموعہ اوراد برائے سلوک و عرفان الٰہی نیز رفع درجات انسانی و حصول مطالب و حاجات دنیاوی کافی و وافی ہے اور آیہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ کے مطابق ہے۔

کتب سلوک و عرفان حق تعالیٰ میں یہ کتاب نہایت مستند و مقبول ہے اگر اس کتاب کا ترجمہ زبان اردو میں کیا جائے تو یہ عرفان و سلوک کی منزل میں اردو داں حضرات کے لیے نہایت مفید و مقبول ہوگی۔

تقسیم و ترتیب کتاب :-

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس کتاب کو دس فصول پر تقسیم کیا ہے۔

● فصل اوّل :- در فضیلت تعقیب و شرائط و آداب آن۔ صفحہ ۲ ● فصل دوم :- در بیان تعقیبات است کہ مستحب است کہ بعد از ہر نماز خواندہ شود صفحہ ۸ ● فصل سوم :- در تعقیب مخصوص فریضہ ظہر۔ صفحہ ۹۹ ● فصل چہارم :- در تعقیبات مخصوص نماز عصر صفحہ ۱۵۸ ● فصل پنجم :- در تعقیب مخصوص فریضہ مغرب صفحہ ۱۶۴ ● فصل ششم :- در تعقیب مخصوص نماز خفتن صفحہ ۱۸۶ ● فصل ہفتم :- در تعقیبات نماز صبح صفحہ ۱۹۵ ● فصل ہشتم :- در بیان فضیلت وکیفیت سجدہ شکر صفحہ ۲۱۵ ● فصل نہم :- در بیان دعا ہا کہ در صباح و مسا باید خواند صفحہ ۲۲۵ ● فصل دہم :- در دعا ہائیکہ در ساعات روز باید خواند و دعا ہائے ہر روز کہ خصوصیت بساعتے ندارد۔ صفحہ ۲۳۳

مذکورہ دس فصول میں علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے سلوک و عرفان حق تعالیٰ سے متعلق منتخب اور پُر تاثیر آیات قرآنیہ، اذکار اور ادعیہ انتخاب فرمائے ہیں۔ اگر انکو معانی و مطالب کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ ذخیرہ عرفان و تصوف حقہ کا ایک نادر خلاصہ انتخاب ہے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے حقیقت تعقیب کی وضاحت فصل اوّل میں اس طرح فرمائی ہے۔ واما حقیقت تعقیب ظاہر ش آنست کہ قرآن و دعا و ذکر کہ متصل بہ نماز واقع شود عرفاً داخل تعقیب باشد ولیکن افضل آنست کہ با وضو باشد و نشستہ باشد رو بقبلہ و بہتر آنست کہ بر ہیئت تشہد نشستہ باشد و سخن نگوید در اثنائے تعقیب خصوصاً در عقب نماز شام و بعضے گفتہ اند کہ بہتر آنست کہ جمیع شرائط نماز در تعقیب رعایت کند و ظاہر آنست کہ ہر جائے کہ بعد از نماز مشغول قرآن و دعا و ذکر باشد ثواب تعقیب فی الجملہ داشتہ باشد اگرچہ در راہ رفتن باشد و در روایتے وارد شدہ کہ تا وضو داری ثواب تعقیب داری۔

مصادر و مراجع :-

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں جن مصنفین و مصنفات سے استفادہ فرمایا ہے اور اوراد و اذکار و ادعیہ اخذ فرمائے ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

● بحار الانوار :- علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ ● کافی :- شیخ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمہ ● ابن بابویہ :- ابو الحسن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ مجتہد اعظم قم ● شیخ طوسی :- شیخ نصیر الدین محقق طوسی مصنف اوصاف الاشراف و اشارات وغیرہ۔ ● بلد الامین :- مصنف شیخ ابراہیم بن علی بن الحسین بن محمد العاملی معروف بہ شیخ

کفعمی • مصباح کفعمی :۔ (جنۃ الواقیہ وجنۃ الباقیہ معروف بہ مصباح کفعمی) • سید ابن طاؤس :۔
سید رضی الدین علی ابن طاؤس مصنف مہج الدعوات وجمال الاسبوع واقبال ولہوف وغیرہ • علامہ حلیؒ :۔
مصنف شرح تجرید المسمی بکشف المراد ومنہاج الکرامت وغیرہ • شیخ طبرسیؒ :۔ شیخ رضی الدین ابی نصر الطبرسی
مصنف مکارم الاخلاق وغیرہ • شیخ مفیدؒ :۔ مصنف کتاب مجالس وغیرہ • سید ابن باقی :۔ مصنف
کتاب اختیار وغیرہ • دیلمی :۔ مصنف اعلام الدین • سید ابن طاؤس :۔ کتاب فلاح السائل وغیرہ
• شیخ طوسی :۔ ابوجعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی مصنف مصباح التہجد وکتاب محاسن وغیرہ • عمدۃ
الداعی :۔ مصنف جمال السالکین احمد بن فہد حلی علیہ الرحمہ • محمد بن ہارون :۔ در مجموع الدعوات • عیون
اخبار الرضا :۔ محمد بن علی بن الحسین معروف بہ شیخ صدوقؒ • فقہ الرضاؑ • ابن ادریس :۔ محمد بن احمد بن
ادریس الحلی فخر الدین ابو عبداللہ الحلی مصنف کتاب السرائر الحاوی لتحریر الفتاوی و منتخب تبیان الشیخ الطوسی۔
• شیخ شہید علیہ الرحمہ • شیخ ابن فہد :۔ شیخ احمد بن محمد ابن فہد حلی جمال السالکین مصنف
عدۃ الداعی • مہج الدعوات :۔ • شیخ تلعکبری :۔ مصنف مجموع الدعوات • کشف الغمہ
وکشف الغمہ فی معرفت الائمہ مصنف علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح الاربلی / • امالی :۔ شیخ طوسی • ثواب الاعمال
• محاسن • قطب راوندی :۔ شیخ سعید بن ہبۃ اللہ بن الحسن المعروف بالقطب الراوندی۔

مذکورہ مصادر و مراجع تمام تر سلوک و عرفان حق تعالیٰ اور تصوف حقہ سے متعلق ہیں اور اس اعتبار
سے کتاب مقباس المصابیح اُن اوراد و وظائف اور اذکار الٰہی کا ایک نادر خزانہ ہے کہ جن پر عارفین و سالکین حق

••

تعالیٰ عامل رہے ہیں۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام
شعبۂ اسلامیات
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

ارشاد الطالبین

(شیخ جلال الدین تھانیسری)

عہد وسطیٰ کے صوفیا کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ تصوف سے دلچسپی لینے والے لوگوں کے لیے بالعموم اور اپنے شاگردوں کی تعلیم کے لیے بالخصوص رسالے یا کتابیں تالیف کیا کرتے تھے۔ یہ کتابیں مختلف عنوانات کے تحت جن سے ان کی تالیفات کے اصل مقاصد کا اظہار ہوتا ہے پائی جاتی ہیں مثلاً "آداب الطالبین، ہدایت الطالبین، ارشاد الطالبین، مصباح الطالبین، آداب المریدین، ارشاد المریدین، انوار السالکین، ارشاد السالکین" وغیرہ۔ ان تالیفات میں سے "ارشاد الطالبین" کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں "ارشاد الطالبین" نام کے پانچ مخطوطے ہیں جو مختلف مصنفین کے ہیں یعنی شاہ برہان الحق شاہ پیر شطاری، مخدوم آخوند درویش ننگرہاری (م ۱۶۳۹ء)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۸۱۰ء) اور شیخ جلال الدین تھانیسری بن محمود العمریؒ (م ۱۵۸۲ء) جن کا تعلق سلسلہ چشتیہ کی صابری شاخ سے تھا۔

شیخ جلال الدین تھانیسری شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۱۵۳۷ء-۱۴۵۶ء) کے اہم شاگردوں اور ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ شیخ گنگوہی کے ساتھ آپ کے گہرے تعلقات کا ثبوت مکاتیب قدوسیہ سے ملتا ہے جس کے زیادہ تر خطوط کے مخاطب شیخ جلال الدین ہیں۔

مولانا آزاد لائبریری میں شیخ جلال الدین کے رسالہ "ارشاد الطالبین" کے تین نسخے ہیں جن میں سے دو ذخیرہ سلیمانؒ (تصوف فارسیہ نمبر ۱۰/۱۱۰، اور ۱۱/۱۱۱) اور ایک یونیورسٹی کے ذیلی ذخیرہ (نمبر ۲۰) میں ہے۔ ذخیرہ سلیمان کے نسخے ۱۸۶۳ء اور ۱۸۸۰ء کے مکتوبہ ہیں۔ یونیورسٹی ذخیرہ کے نسخہ پر تاریخ کتابت درج نہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے قدیم نسخہ ہے۔ اس بات کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ ذخیرۂ سلیمان کے ایک نسخے میں کاتب (سراج الدین قادری پانی پتی) نے یہ وضاحت کی ہے کہ اس نے اسے اپنے روحانی استاد سید غوث علی شاہ قادری پانی پتی (م ۱۸۸۰ء) کے نسخے سے نقل کیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یونیورسٹی ذخیرہ کے غیر مطبوعہ نسخے کی جلد کے ساتھ تذکرہ غوثیہ کا ایک نسخہ بھی شامل ہے جو سید

۱۔ یونیورسٹی ذخیرہ میں [illegible] اور دو ذخیرہ سلیمان میں (نمبر ۱۰/۱۱۰، اور ۱۱/۱۱۱) اور ایک نسخہ ذخیرہ حبیب گنج [illegible] القدوس نمبر [illegible] میں ہے۔ ۲۔ ذخیرہ سلیمان میں محفوظ "ارشاد الطالبین" کے نسخے (نمبر ۱۱/۱۱۱) میں آپ کے والد کا نام [illegible] درج ہے۔ "ترجمۃ الفوائد" کے مصنف [illegible] محمد تھانیسری لکھا ہے۔ حالانکہ [illegible] ان کے والد کا نام محمود ہے جیسا کہ خود شیخ جلال نے اپنے رسالہ [illegible] (ذخیرہ شیفتہ نمبر [illegible]، ورق [illegible]) میں لکھا ہے۔

غوث کی سوانح ہے۔ یہ ان کے شاگرد ولی شاہ کی تصنیف ہے۔ اس طرح یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یونیورسٹی ذخیرہ کا یہ نسخہ وہی نسخہ ہے جس سے ذخیرہ سلیمان کے نسخہ کو نقل کیا گیا جس کا حوالہ اس نسخہ کے کاتب نے دیا ہے۔

یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ قدیم چشتی صوفیا کی طرح آپ سیاسی حکمرانوں سے تعلقات رکھنے کے مخالف نہیں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کم سے کم دو بار آگرہ کے شاہی دربار میں تشریف لے گئے تھے۔

شاہی دربار میں پہلی بار آپ شیخ عبدالقدوس کے ایما پر ان کے فرزند کے ساتھ ہمایوں کے دربار میں بادشاہ سے عطیہ کی درخواست لے کر گئے تھے۔[2] دوسری بار آپ تھانیسر کے عطیہ پانے والوں کا مقدمہ لے کر ١٥٧١ء میں اکبر کے دربار میں تشریف لے گئے تھے۔[3] خود اکبر بھی ١٥٨١ء میں کابل جاتے ہوئے ابوالفضل کے ساتھ شیخ جلال کی خدمت میں آیا تھا اور تصوف سے متعلق چند اصولوں پر آپ سے گفتگو کی تھی۔[4]

شیخ جلال کا انتقال ١٣ ذی الحجہ ٩٨٩ھ/ ٩ جنوری ١٥٨٢ء میں تھانیسر میں ہوا۔[5] نظام تھانیسری، عبدالشکور قاضی محمد اور سلیم کیرانوی آپ کے قابل ذکر شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ عبدالبشیر آپ کے اکلوتے بیٹے تھے جو، غوثی شطاری کے مطابق آپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔[6] "ارشاد الطالبین" کے علاوہ "رسالہ در بیع اراضی"[7] اور "رسالہ تفسیر والتین"[8] آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

بہت سے ماخذوں میں ان کے ایک "مکتوبات کے مجموعہ" کا بھی حوالہ ملتا ہے[10] لیکن ہمیں ایسا کوئی مجموعہ مخطوطہ یا مطبوعہ کسی شکل میں بھی دستیاب نہیں ہوا۔ "تذکرۂ اولیائے ہند" کا مصنف "ارشاد الطالبین" کو ان کے مکتوبات کا مجموعہ بتاتا ہے[11] جو ظاہر ہے غلط ہے۔ "نزہۃ الخواطر" کے مصنف نے "ارشاد اللطیف" نامی ایک تصنیف کو آپ سے منسوب کیا ہے[12] لیکن کسی اور تذکرہ نگار نے اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ نہ ہی معروف لائبریریوں کے کیٹلاگ میں ایسے کسی مخطوطے کا تذکرہ ملتا ہے۔

---

[1] شیخ کی مکمل سوانح کے لیے ملاحظہ ہو اعجاز الحق قدوسی کی تذکرہ شیخ عبدالقدوس، پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کراچی۔ [2] مکتوبات قدوسیہ، دہلی ١٣١١ھ، مکتوب نمبر ١٥١، ص ٢٣٩۔ [3] بدایونی "منتخب التواریخ" ص ١٥۔ [4] ابوالفضل "اکبرنامہ" کلکتہ ١٨٨٦ء جلد سوم، ص ٣٣١-٣٣٢، معتمد خان، اقبال نامہ جہانگیری لکھنؤ ١٢٨٦ھ، ص ٢٣-٢٥۔ [5] آپ کی پیدائش کا سال مذکور نہیں۔ آپ کی عمر سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے مگر چہ اس میں بھی اختلاف ہے۔ کہیں ١١٠، کہیں ٩٩، کہیں ٩٥ اور کہیں ٩٣ سال لکھا ہے۔ [6] غوثی شطاری، گلزار ابرار (مخطوطہ)، ورق ٢٨٣ ب۔ [7] اس کا ایک نسخہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے ذخیرہ شیفتہ میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو رقعہ عربیہ نمبر ٢٣/٢٦۔ اس تصنیف کے تنقیدی مطالعہ کے لیے ملاحظہ ہو میرا مقالہ "اراضی ہند کی شرعی حیثیت عہد مغلیہ کے علماء کی نظر میں" برہان، دہلی، مارچ ١٩٨٣ء، ص ٧-٢٣۔ [8] نسخے کے لیے ملاحظہ ہو کیٹلاگ، انڈیا آفس لائبریری ١٩٢٣ء (٢) اور اسٹوری جلد ١ حصہ ٢، ص ١٧۔ [9] مثال کے طور پر "اخبار الاخیار" ص ٢٢٥، "گلزار ابرار" (مخطوطہ) ورق ٢٨٣ ب، "انوار العارفین" ص ٣٩٣، "الثقافۃ الاسلامیہ" ص ٢٤٩۔ [10] محمد اختر دیلوی، "تذکرہ اولیائے ہند" دہلی ١٩٠٠-١٩١٠ء، ص ٦١-٦٢۔ [11] ذخیرہ سلیمان کے ایک مخطوطہ میں (نمبر ١/١١١، ورق ١ ب) اس کی وضاحت ملتی ہے۔

"ارشاد الطالبین" میں ۲۰ فصلیں ہیں۔ یہ رسالہ اصلاً مؤلف کے استاد اور مرشد شیخ عبدالقدوس (جن کے بارے میں مؤلف نے خود رسالہ کے آغاز میں واضح کر دیا ہے) کے ملفوظات اور تعلیمات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے بیشتر حصہ میں تصوف کے اصول وضوابط، ذکر کی اہمیت اور اس کے مختلف طریقوں، مراقبہ اور ورد کا بیان ہے، ساتھ ہی تقرب الٰہی کے سلسلے کی خاص عبادتوں اور ریاضتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مزید براں اس میں معرفت حق، مرشد کی اہمیت، شریعت کی پیروی کے سلسلہ میں صوفی کے فرائض، قرآن کی تعلیمات کی اہمیت اور عام لوگوں، صوفیاء اور علماء کے مختلف طبقات جیسے چند اہم مسائل بھی زیر بحث آگئے ہیں۔

معرفت حق پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے، شیخ جلال الدین فرماتے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا اصل مقصد یہی ہے۔ چنانچہ انھوں نے قرآن کی مشہور آیت کی تفسیر اسی نقطۂ نظر سے پیش کی ہے۔ آپ کی نظر میں وہی لوگ سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں جنھیں یہ دولت حاصل ہو گئی ہے۔ ("ارشاد الطالبین" اوراق ۱ ب - ۲ الف)۔ ایک روحانی مرشد سے منسلک رہنے کی ضرورت پر بھی آپ کی رائے بالکل واضح ہے کہ شریعت کی اتباع کرنے والے اور شریعت اور طریقت کے تقاضوں سے پوری طرح واقفیت رکھنے والے کسی شخص کی "ہدایت و صحبت" کے بغیر ایک طالب حق کا اپنے مقصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے۔ (ورق ۲ ب) اس بات کی تائید بھی انھوں نے قرآن کی ایک آیت سے کی ہے۔ شریعت کی اتباع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تصوف کے راستے کا پہلا قدم ہے۔ آپ کے خیال میں شریعت کے فرائض نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی ادائیگی، خدا کی محبت اور فرماں برداری کی روح ہے اس لیے کہ یہ باتیں انسان کی باطنی و خارجی پاکیزگی کا باعث بنتی ہیں اور اسے گناہ اور برائیوں سے باز رکھتی ہیں (ورق ۳ ب)۔ سالک یا طالب کے لیے دوسری اہم بات جو شیخ جلال نے بتائی ہے وہ ہے دل کو بری عادتوں اور غلط قسم کے جذبات مثلاً حسد و جلن، دشمنی، غرور، لالچ، دنیاوی چیزوں کی لالچ اور جاہ و مرتبے کی خواہش سے پاک و آزاد رکھنا۔ (اوراق ۳ ب، و - ۳ الف) یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیخ جلال کے خیال میں شریعت اور طریقت کا اصل مقصد نفس کی پاکیزگی اور باطن کو اچھائیوں اور اعلیٰ اقدار سے سنوارنا ہے۔ (ورق ۳ الف) آپ کے خیال میں شریعت اور طریقت میں فرق کو "چھلکے" اور "گودے" کی حیثیت سے واضح کیا جا سکتا ہے (ورق ۳ ب)۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ نے باطنی بیماریوں کے علاج کے لیے جو نسخہ تجویز کیا ہے وہ قرآن کی تعلیمات ہیں۔ اس نکتہ کی وضاحت آپ نے استعارۃً اس طرح کی ہے کہ انسان مریض ہیں، خدا کے پیغمبر ان ڈاکٹر ہیں اور قرآن مختلف قسم کی ادویہ کا خزانہ ہے۔ (اوراق ۴ ب - ۵ الف) یہاں وہ قرآن کی آیت کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں بھی وہ اس دوا کے استعمال کے سلسلہ میں ایک روحانی مرشد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں، اس لیے کہ رسول اکرم صلعم کے

مجددوں کے آنے کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ (اوراق ۴ ب، ۵ الف و ب)۔ شیخ جلال یقیناً مسلم علماء کی اس متفقہ رائے سے متفق تھے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں جیسا کہ واضح طور پر یہ بات ایک حدیث میں آئی ہے، لیکن وہ علماء کو دو طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی علمائے آخرت اور علمائے دنیا۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علمائے آخرت کے سلسلے میں ہے۔ (ورق ۵ الف)۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ صوفیا کو بھی علمائے آخرت کے طبقے میں شمار کرتے ہیں۔ مزید برآں علماء کے مختلف طبقوں کے سلسلے میں آپ نے جو بحث کی ہے، اس سے سیاسی حکمرانوں کے ساتھ آپ کے رویہ کے دلچسپ پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ وہ علماء جو حکمران بادشاہ (ملوک) کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور ان سے تعلق رکھتے ہیں 'علمائے دنیا' کا ہی ایک حصہ ہیں (ورق ۵ الف)۔ اس طرح قدیم چشتی صوفیا کی طرح آپ سیاسی حکمرانوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے حامی نہیں۔

بہرحال جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ آپ کم از کم دو بار شاہی دربار میں تشریف لے گئے تھے اور یہ کہ آپ کی اکبر سے ملاقات کی تھی جب وہ آپ کے پاس تھا نیز ابوالفضل کے ساتھ گیا تھا تو اس روشنی میں آپ کے خیال اور عمل میں ایک تضاد سا ہے۔ مزید برآں اپنی کتاب "رسالہ در بیع اراضی" میں مغل ہندوستان میں غیر منقولہ جائداد کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ ایسے معاملات میں جو فقہا کے درمیان مختلف فیہ ہیں، حکمران یا بادشاہ کو اس میں اجتہاد کا حق حاصل ہے۔ آپ نے اپنی اس رائے کا اظہار تقریباً اسی انداز میں کیا ہے جیسا کہ اکبر کے دور حکومت میں جو مشہور 'محضر' ہوا تھا اس میں درج ہے۔[1] بہ ظاہر خیال اور عمل میں تضاد میں تطابق کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ شیخ جلال کے بارے میں یہ کہا جائے کہ آپ ان علماء کے مخالف تھے جو بادشاہوں کا تقرب حاصل کیا کرتے تھے اور دربار کے کارندوں کا ایک حصہ بن گئے تھے۔ چنانچہ بسا اوقات حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے شریعت کے قوانین کا لحاظ کیے بغیر اپنی آرا کا اظہار کیا کرتے تھے۔ آپ معقول مقاصد کے لیے یا عوام کے مفاد میں حکمرانوں سے ملاقات کے مخالف نہیں تھے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آگے چل کر ریاست اور اس کے نمائندوں کے سلسلے میں چشتی صوفیا کے رویہ میں ایک تبدیلی رونما ہوئی تھی اور وہ اس مسئلہ پر اتنی زیادہ سختی سے کاربند نہیں تھے جتنی سختی سے قدیم صوفیا رہے تھے۔

جہاں تک تصوف کے بنیادی اصولوں کے سلسلے میں شیخ جلال کے خیالات کا تعلق ہے تو جیسا کہ ارشاد الطالبین سے پتا چلتا ہے آپ نے معرفت، محبت الٰہی، غور و فکر، تقرب الٰہی اور عبادت کو محض رضائے الٰہی و وسیلہ حق کا ذریعہ بنانے پر زور دیا ہے (اوراق ۵۱ الف ب، ۷۰، الف ب)

---

[1] ان کے رسالے کی روشنی میں شیخ جلال کے خیالات کے تفصیلی مطالعے کے لیے ملاحظہ ہو میرا مقالہ جو "برہان" (دہلی) مارچ ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا تھا۔

ان اصولوں کی حصول کے لئے آپ نے متعدد قسم کے اذکار، اوراد و وظائف اور خدا کی یاد میں اپنے دل کو مستقل طور پر مشغول رکھنے کے لئے مختلف طریقے تجویز فرمائے ہیں (اوراق ۹ الف۔ ۱۲ ب ۱۸ ب۔ ۲۶ ب)۔ ان کے خیال میں ان اصولوں کی پابندی کرنے والے صحیح معنوں میں صوفی ہیں۔ آپ نے تصوف کے اصول و اعمال کی وضاحت بار بار مختلف مثالوں کے ذریعہ کی ہے اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی طبقہ کے جو مختلف گروہ ہیں ان میں سب سے زیادہ برتر صوفیا کا گروہ ہے کیونکہ ان کے خیال میں یہی گروہ خدا کا محبوب اور اس کا مقرب گروہ ہے۔ اس بات کا اظہار اس حقیقت سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے طالب حق کے مختلف طبقات علماء اور عوام الناس کا تذکرہ کیا ہے اور ہر طبقہ میں صوفیا کو اس طبقہ کے دیگر لوگوں پر فائق رکھا ہے۔ (اوراق ۳۰ ب۔ ۲۷ الف ب) مثال کے طور پر آپ نے جانوروں، فرشتوں اور نبیوں سے مشابہت کی بنیاد پر عوام کو تین بڑے طبقے میں منقسم کیا ہے۔ وہ لوگ جو نبیوں سے مشابہت رکھتے ہیں، ان کی تعریف آپ نے اس طور پر کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا مقصد صرف خدا ہے اور جن کے دلوں میں ذکر الٰہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو دنیاوی چیزوں سے اپنے دل کو موڑ کر مکمل طور پر خدا کے عشق میں ڈوب گئے ہیں۔ (ورق ۷۰ ب) ظاہر ہے ایسے لوگوں سے ان کی مراد صوفیا سے ہے۔

تصوف کے مختلف اہم پہلوؤں پر تفصیلی بحث اور متعلقہ مواد پر خوبصورت طرز بیان کے نقطہ نظر سے رشاد الطالبین ایک اہم رسالہ ہے۔ ایک اہم اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ مصنف نے قرآن اور حدیث کے حوالے بکثرت دیے ہیں اور اسلامی شریعت کے بنیادی ماخذوں کی بنیاد پر ہی اپنے نظریات کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ——— ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کتاب کو تدوین و تعارف کے ساتھ شائع کیا جائے۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)
(ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین [illegible])

●●

ڈاکٹر اقبال عابد
ریسرچ اسکالر
شعبۂ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

رسائل الارشاد

رسائل الارشاد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کی ریسرچ لائبریری کی ملکیت ہے۔ اس مخطوطہ میں سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیمات اور ان کے طریقۂ عبادت و ریاضت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اس طرح یہ تصوف کے مسائل سے متعلق نقشبندی نقطۂ نظر کو سمجھنے کیلئے ایک اہم ماخذ ہے۔

اس تصنیف میں سلسلۂ نقشبندیہ سے متعلق صوفیا کے عبادت و ریاضت اور روحانی تجربات پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ مزید برآں اس میں دوسرے سلسلوں سے تعلق رکھنے والے صوفیا کی عبادت و ریاضت پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اس میں ایک طرف روحانی ارتقاء کے تمام مدارج پر بحث کی گئی ہے اور دوسری طرف نقشبندی سلسلے کے بنیادی اصول و ضوابط پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مخطوطہ کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں نظریۂ توحید کے دونوں پہلوؤں یعنی توحید وجودی اور توحید شہودی پر بھی بحث کی گئی اور اس سلسلہ میں روحانی ارتقاء کے تمام اہم مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس طرح تصوف بالخصوص سلسلۂ نقشبندیہ پر ایک زبردست تصنیف ہے اور سلسلۂ نقشبندیہ کے طالب علم کیلئے ایک اہم ماخذ ہے۔

یہ مخطوطہ سید غلام ابراہیم نقشبندی کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب سید محمد خلیل اللہ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتب کا تعلق اٹھارہویں صدی کے نصف اول یعنی محمد شاہ کے زمانے سے ہے۔ مرتب نے غالباً ان ملفوظات کو اپنے چچیرے بھائی میر داد شاہ سے جو آپ کے پیر بھائی بھی ہیں، جمع کیا تھا۔ میر داد شاہ، سید شاہ ولایت کے بیٹے اور خلیفہ تھے۔

مخطوطہ ۹۰ اوراق پر مشتمل ہے جس کا سائز ۲۹×۲۰ سینٹی میٹر ہے اور ہر ورق پر سترہ سطریں ہیں۔ نسخہ کچھ کرم خوردہ ہے لیکن قابل قرأت ہے۔ کتابت کی غلطیاں بہت کم ہیں۔

اگرچہ کتاب فارسی زبان میں ہے لیکن جا بجا عربی جملے بھی استعمال کیے گئے ہیں اور قرآن کی آیتیں بھی کثرت سے نقل کی گئی ہیں۔ کتابت خط نستعلیق میں ہے اور عربی اقتباسات پر لال سطریں کھنچی ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی عنوانات اور دوسری اہم آیتیں بھی لال روشنائی میں ہیں۔ عبدالکریم سندیلوی اس کے کاتب ہیں اور تاریخ کتابت ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۸۵۶ء ہے۔

کتاب چار ابواب جن کو ارشاد کا نام دیا گیا ہے، پر مشتمل ہے اور آخر میں خاتمہ ہے۔ ہر ارشاد کو گیارہ سوالات میں منقسم کیا گیا ہے۔ اس طرح پوری کتاب ۴۴ سوالات پر مشتمل ہے۔

پہلا ارشاد درج ذیل سوالات پر مشتمل ہے:

• پیر اور مرید اور ان کے درمیان رشتہ • پیر اور مرید کے درمیان فرق • جذب محمود اور مذموم: وہ طریقے جن سے ایک صوفی

کو گذرنا پڑتا ہے۔ • مرید اور پیر کے درمیان تعلقات • فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی کیفیتیں • باطن اور ظاہر کی اہمیت • ایک صوفی کے اعلیٰ مقامات • عبد اور معبود • مخلوق اور بندہ • خدا کی صفات اور • خدا کے بڑے فرشتے، جبرئیل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل کے حالات۔

دوسرے ارشاد میں درج ذیل سوالات پر بحث ہے:

جسم • روح • قلب مجازی • قلب حقیقی • روح مجازی • روح حقیقی • واقف • سالک • واصف • معروف • عارف • جاہل • عاشق • واصل • مجذوب کامل • صاحب مقام • صاحب راز • صاحب منزل • صاحب شریعت • صاحب طریقت • صاحب حقیقت • صاحب معرفت • عالم ناسوت • عالم ملکوت • عالم جبروت اور • عالم لاہوت۔

تیسرے ارشاد میں درج ذیل سوالات ہیں۔

صاحب شہود ذات • صاحب شہود صفات • صاحب شہود اسماء • صاحب شہود عالم اشغال • احدیت • وحدت • واحدیت • مقام تمکین • سکر • صحو • بیہوشی • ہوشیاری • مکاشفہ قلبی • مکاشفہ روحی • مکاشفہ سری • ثبوت • ولایت • روز حساب • مرتبہ حضور • تقلب • جنت • اور دوزخ۔

اور چوتھے ارشاد میں درج ذیل سوالات زیر بحث آئے ہیں جو نقشبندی سلسلے کے اصول و ضوابط سے متعلق ہیں:

ہوش در دم • نظر بر قدم • سفر در وطن • خلوت در انجمن • یاد کرد • بازگشت • نگاہ داشت • یادداشت • وقوف زمانی • وقوف عددی • وقوف قلبی • نماز۔

آخر میں جو خاتمہ ہے اس میں توحید، وحدت وجود اور وحدت شہود کے نظریوں پر دلچسپ بحث ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)

••

ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین احمد

جناب سید یوسف کمال بخاری

اردو اکادمی بھوپال

بھوپال کا مخطوطہ سلک السلوک اور دیگر نوادر

بھوپال کی مولانا آزاد سینٹرل لائبریری کی جب میں نے چھان بین کی تو ۲۰ مخطوطات تصوف کے موضوع پر نظر سے گذرے جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔ ۱۔ مثنوی درویش مصنف ضیا نخشبی تاریخ ۲۳-۱۰۵۱ھ ۲۔ انشا رخلیفہ مصنف خلیفہ شاہ محمد ۳۔ تحفۃ المجاہدین ۴۔ رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری تاریخ تصنیف ۱۱۴۸ تاریخ نقل ۱۳۱۲ھ ۵۔ راحت العباد ۶۔ شمس المجالس مصنف عبداللہ انصاری ۷۔ مناقب الاولیا ۸۔ انیس العارفین مصنف حبیب اللہ ۹۔ زاد المسافرین مصنف علی محمد تاریخ تصنیف ۹۲۹ھ تاریخ نقل ۱۰۳۳ھ ۱۰۔ مکتوبات احمدی مصنف حضرت یحییٰ منیری ۱۱۔ مکتوبات یحییٰ منیری مصنف حضرت شیخ یحییٰ منیری ۱۲۔ مفتاح المعاون ۱۳۔ محب الطالبین مصنف محمد عاقل تاریخ تصنیف ۱۰۷۹ھ ۱۴۔ نزہت الارواح تاریخ تصنیف ۱۰۶۱ھ ۱۵۔ اقوال صوفیہ مصنف وحید الدین تاریخ تصنیف ۱۱۰۴ھ ۱۶۔ حسنات العارفین ۱۷۔ کتاب سلک السلوک مصنف ضیاء الدین نخشبی ۱۸۔ رشد المجالس مصنف عزیز اللہ ۱۹۔ صحائف اسرار مصنف صالح محمد کرمانی تاریخ تصنیف ۱۰۳۱ھ

ان ہی مخطوطوں میں چند ایک اہم اور غیر مطبوعہ قلمی کتابیں ہیں۔ راحت العباد، شمس المجالس، انیس العارفین، محب الطالبین، نزہت الارواح اور حسنات العارفین۔ میری نظر میں سب سے اہم رسالہ "سلک السلوک" ہے۔ چنانچہ سلک السلوک پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اول و آخر مکمل ہے ورنہ عموماً ناقص الطرفین ہوتے ہیں۔ اس کا طول ۸ اور عرض ۶ ہے۔

درمیانی سائز کی کتاب ہے ۲۷۶ اوراق پر مشتمل ہے دولت آبادی کاغذ پر تحریر ہے اور تین سو سال پرانی تحریر معلوم ہوتی ہے خط نستعلیق۔ مگر گھر درے خط میں لکھا ہوا ہے۔ ترقیمہ موجود ہے۔ ابواب کو تصوف کی اصطلاح سلک میں تقسیم کیا ہے اور ہر باب کا نام سلک رکھا ہے۔ ایک سو ایکاون سلکوں میں اس رسالہ کو منسلک کیا ہے اور اس طرح اس مجموعہ کا نام سلک السلوک رکھا ہے۔

ایک سو ایکاون سلوک میں سے ابتدائی ۵ میں درج ذیل کرتا ہوں تاکہ ایک اندازہ ہو سکے کہ کس قسم کے سلوک اس فہرست اور اس رسالہ میں جگہ پا سکے ہیں۔ سلک اول میں توبہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

سلک دوم بباید دانست کہ یکی از اصطلاحات ایں علم مقام است ۔ بفتح المیم سلک سوم بباید دانست کہ یکی
از اصطلاحات ایں علم تواجد است سلک چہارم بباید دانست کہ یکی از اصطلاحات ایں علم حالت الحال است سلک پنجم
بباید دانست کہ یکی از اصطلاحات ایں علم وجد است سلک ششم قبض و بسط است سلک ہفتم علم الیقین است ،
سلک ہشتم لوائح است سلک نہم محو و اثبات است سلک دہم صحو و سکر است سلک یازدہم تلوین و تمکین است ،
سلک دوازدہم لسانِ حالت و بیان سلک سیزدہم کمالیت است بباید دانست سالک تا راہ معرفت را سلوک نہ دارد
و در اصطلاحِ سلوک یکی را سالک خوانند و دوم را واقف ۔

سلک چہاردہم بباید دانست کہ یکے از اصطلاحات ہر چہ از آدمی بر خرق قاعدہ اصلی ظاہر کردہ و ائمہ ایں
علم آنرا چہار مرتبہ نہادہ اند مرتبہ اول معجزہ گویند مرتبہ دوم را کرامت مرتبہ سوم را معونت مرتبہ چہارم را استدراج
سلک پانزدہم بباید دانست کہ نفس آدمی شہوانی است و سیر انسانی ملکوت الفنا و روح نورانی است ۔

سلک شانزدہم معلوم عالمیان و مفہوم آدمیان باد سلک ہفدہم اہل بصیرت بدیدہ باطن آں بینند کہ اہل ظاہر
ہرگز ۔ آں نخواہند دید ۔ سلک ہژدہم بباید دانست کہ خلق بر چہار نوع اند یکی آنست کہ در دنیا ہم در عقبیٰ فراخ روزی
است آنرا صالح می گویند و دوم آنست در عقبیٰ و در دنیا ہم تنگ روزی است ہو الکافر و الفقیر سیوم آنست کہ در دنیا
فراخ روزیست اما در عقبیٰ تنگ روزیست و ہو کافر الغنی چہارم آن کہ در دنیا تنگ روزی است و در عقبیٰ فراخ
روزیست و ہو المومن الفقیر ۔ سلک نوزدہم بباید دانست کہ بعضے مرداں از خدا تعالیٰ دنیا خواہند و بعضے عقبیٰ و بعضے
از وہم درا ۔ سلک بستم بباید دانست کہ ہر چہ از دنیا دادند بر دو نوع است نوعی آنست کہ او پیش تو خواہد رفت نوعی
دوم آنست کہ تو پیش از و خواہد رفت ۔

سلک بیست و یکم مرداں دین و جوانمرداں یقین گویند چشمے کہ صفت گریہ دارد ہرگز جانب خفتہ نہ بیند ۔
سلک بیست و دوم در بیانِ علم الیقین عین الیقین و حق الیقین ۔ سلک بیست و سوم در بیان قول و فعل است سلک بیست و
چہارم اں قدم در راہ مرداں نہادہ زنانی کہ دریں راہ مردانہ وار رفتند ۔ سلک بیست و پنجم در شراب عشق الٰہی است
سلک بیست و ششم در بیان تضادِ عشق و عقل است ۔ سلک بیست و ہفتم در معرفت الٰہی بعضے مرداں احرام از
برائے کعبہ بندند و بعضے از برائے رب کعبہ ۔ سلک بیست و ہشتم در بیان مرداں دنیا سلک بیست و نہم در بیان
معراج است سلک سی ام در بیان ضعف انسان کہ ہیچ مخلوق ضعیف تر از انسان نیست ۔ سلک سی و یکم در بیان
صحبت زندگانی کہ سالک را از مشغولی حق مانع باشد سلک سی و دوم در بیان سہ اقسام خلق است سلک سی و سوم

دربیان استغراق یاد محبوب سلک سی و چہارم دربیان فلسفہ رنج و راحت سلک سی و پنجم دربیان مراتب انسان در نظر خدا
سلک سی و ششم دربیان فلسفہ صبر است سلک سی و ہفتم دربیان رزق است سلک سی و ہشتم دربیان ظلم است لیکن
ظلم بر نفس خویش تذکرہ شد سلک سی و نہم دربیان بندگی انسان و فلسفہ عبودیت سلک چہلم دربیان انکار۔

سلک چہل و یکم دربیان فلسفہ یقین۔ سلک چہل و دوم درباره اسباب و علل دنیا است سلک چہل و سوم
درباره دنیا کہ بر سہ اقسام است جزوی بمومن دارد جزوی بمنافق و جزوی بکافر سلک چہل و چہارم درباره سہ
مصاحب است یکی تا بقبض روح باشد دوم تا لب گور سیوم تا قیامت سلک چہل و پنجم درباره خوردن گوشت
کہ از یاد اللہ غافل می کند سلک چہل و ششم دربیان اطلاق محبت کہ بر کسے درست آید کہ او از محبوب ہیچ تمنا
ندارد سلک چہل و ہفتم دربیان باز ماندن از معصیت است۔ سلک چہل و ہشتم دربیان حق عبودیت و حق ربوبیت
است سلک چہل و نہم دربیان اجابت توبہ۔ سلک پنجاہ دربیان آں کہ با خداوند تعالیٰ باشد ہمیں خوش است و خوشی
کہ با غیر باشد آں غرور است۔

اسی طرح ۱۰۱ سلک بیان کیے ہیں جو بحر طریقت کے غواصوں کے لیے ایک قابل قدر شرح ہے۔ آخر میں آخری
سلک یعنی ایک سو ایکیاونویں سلک کی تفصیل بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ جن کی برکت نفس و قدم سے بقائے ملک
ہے ان کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

بیان کیا ہے کہ مردان دین کے قدموں کی برکت سے بقائے عالم ہے کہتے ہیں کہ تین سو انسان اللہ تعالیٰ
کے وہ بندے ہیں کہ جن کے دل حضرت آدم کے دل ہیں اور ستر لوگ ایسے ہیں کہ جن کے دل حضرت نوح کے دل کی مانند ہیں
یعنی از آفتاب روشن تر اور چالیس لوگ ایسے ہیں کہ ان کے دل حضرت ابراہیم کی طرح ہیں اور پانچ لوگ ایسے ہیں کہ ان
کے دل حضرت جبرئیل کی طرح ہیں اور تین لوگ ایسے ہیں کہ ان کے دل حضرت میکائیل کی مانند ہیں اور ایک دل ایسا ہے
کہ حضرت اسرافیل کے دل کی طرح ہے۔ چونکہ ان میں سے ایک بہتر اور برگزیدہ تر ہے جب ان میں سے کوئی ایک مرتا
ہے تو اللہ تعالیٰ ان تینوں جسموں میں سے ایک کو اس کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور اس کے بعد اگر تینوں میں سے کوئی ایک
مرتا ہے تو پچھلے ملا کر پانچوں میں سے ایک کو اس کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور اسی طرح پانچوں میں سے کوئی ایک
مرتا ہے تو پچھلے جوڑ کر ساتوں میں سے کسی ایک کو اس کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور اسی طرح ساتوں میں سے جب کوئی مرتا ہے تو
پچھلے سب جوڑ کر چالیسوں میں سے ایک کو اس کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور جب ان چالیس لوگوں میں سے کوئی مرتا ہے تو ستر میں سے جو بہتر ہوتا ہے ان میں سے
ایک اس کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور جب ستر لوگوں میں سے کوئی مرتا ہے تو وہ تین سو میں سے جاتے ہیں اور ان میں کا ایک اس کے

درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور اگر ان تین سو میں سے کوئی مرتا ہے تو عام مخلوق سے ایک تین سو کے درمیان لایا جاتا ہے اور اصطلاحاً اس کو ان تین سو کا نقبا پکارتے ہیں کیوں کہ وہ نقیبان امت ہیں اور ان ستر کو نجبا کہتے ہیں کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں اور ان چالیس کو ابدال کہتے ہیں کیوں کہ وہ بدل انبیا ہیں اور ان سات کو اخیار کہتے ہیں کیوں کہ وہ بہترین خلق ہیں اور ان پانچ کو "عمدا" کہتے ہیں وہ ستون عالم ہیں۔

چنانچہ قوام عادہ ستون سے ہوگا کیوں کہ قوام عالم ان سے تھا اور وہ تین لوگ ہیں اوتاد کیوں کہ وہ دنیا کی میخ ہیں۔ لطیفہ: دنیا اور سعادہ دنیا ہیں۔ اور اس ایک کو غوث کہتے ہیں کہ وہ فریاد رس عالمیان ہے جب دنیا میں حادثہ ظاہر ہوتا ہے وہ تین سو دعا کرتے ہیں۔ اگر دفع نہیں ہوتا تو وہ ستر دعا کرتے ہیں پھر بھی راحت میسر نہیں آتی تو وہ چالیس دعا کرتے ہیں پھر خاطر خواہ آرام نصیب نہیں ہوتا تو وہ سات دعا کرتے ہیں پھر وہ پانچ دعا کرتے ہیں پھر وہ تین دعا کرتے ہیں پھر بھی اگر ان میں سے کسی کی دعا کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا تو وہ ایک دعا کرتا ہے۔

ایسا کہتے ہیں کہ نقبا کا ہونا مصر اور اس کے نواح میں ہے اور نجبا کا ہونا مغرب اور اس کے نواح میں ہے اور ابدال کا ہونا ملک شام اور اس کے نواح میں ہے اور اخیار کا ہونا حجاز اور اس کے گرد و نواح میں ہے اور عمدا کا ہونا تمام دنیا اور اطراف عالم اور روئے زمین پر ہے اور اگر وہ دریا میں تو اوتاد ہند میں مسلمانوں کے درمیان مستغرق ہیں اور غوث مکہ میں کعبہ کی مجاورت کے لیے ہے۔

فخر دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک بندگان زندہ پوش وہ ہیں کہ جن کا ظاہر خلق سے جڑا ہے لیکن وہ مخلوق سے قطعی توقع نہیں کرتے بلکہ اپنے اللہ سے خواستگار ہوتے ہیں اور اپنے حال میں مست رہتے ہیں اور اللہ کی قربت چاہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں "اے خالق نوش و نیش و اے رازق شاہ و درویش بعزت بندگان کہ تو از ایشان خوشنودی و ایشان از تو خوشنود کہ خفتگان خواب غفلت را انتباہی کرامت کن و گمرہگان عالم جہالت را خلعت علم و طاعت بپوشاں و تشنگان بادیہ ضلالت را شربت عنایت بنوشاں بحق النبی"۔

ضیاء الدین نخشبی مصنف رسالہ خود عظیم شاعر بھی تھے ہر سلک کے آخر میں بیان کو اپنے قطعات سے مزین کیا ہے۔ ان کے قطعات کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اپنا تخلص قطعہ کے شروع میں پہلے لفظ کے طور پر استعمال کیا ہے پورے رسالہ میں یہ خصوصیت نمایاں ہے ان کے اشعار ایک مسلم الثبوت شاعر اور پختہ مشق کلام کی نمائندگی کرتے ہیں۔

●●

ڈاکٹر شعیب اعظمی
شعبۂ فارسی
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

عثمان نقشبندی کا رسالۂ عشقیہ

رسالۂ عشقیہ[1] ایک گمنام نقشبندی صوفی مسمی بہ عثمان نقشبندی کی تصنیف ہے جو ۱۷×۱۰ کے سائز پر تقریباً ۵۴۴ صفحات یعنی ۲۷۲ اوراق (Folios) پر مشتمل ہے اور نستعلیق کا معمولی نمونہ ہے چونکہ اس نسخے کے آخری چند اوراق غائب ہیں اس لیے تلاش بسیار کے باوجود ترقیمہ کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔ ہاں نسخے کے بیشتر اوراق کی ورق گردانی سے اور متن کے مطالعے سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ اس کے مصنف نے اس کی تصنیف ۱۱ ویں صدی ہجری میں کی ہوگی۔ شرح کی سطریں اس بات کی مظہر ہیں کہ مصنف عثمان پہلے غوث الثقلین کے خلیفہ شیخ جلال کے مرید ہوئے۔ ان دونوں سے فیضیاب ہونے کے بعد نقشبندی پیر ولی کوہی کی صحبت میسر آئی اور فقط تین دن کی قلیل مدت میں لطف خاص سے مشرف ہو گئے اپنے ان پیر کوہی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی تحریر و تقریر کا احاطہ کرنے کے لیے صد یا دفتر درکار ہیں۔ سب سے آخر میں وہ خواجہ باقی باللہ سے نسبت ارادت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے چنانچہ کہتے ہیں:

خادم الفقرا عثمان بی نوا کہ ریزہ چین خوان اخوان الصفا است بل خاک جرعہ نوش بزم خلان الوفا و الارض من کاس الکرام نصیب ہمیشہ دریوزۂ استمداد از دلہا نمودہ والتماس دستگیری از پای مردی مردان کردہ و در جستجوی این دولت و تگ و پوی این سعادت از عالم اقدام و از رستگان نیک و نام کمل الجواہر دیدہ، دیدہ بروقت حال حسب حال است: دولت فقر خدایا بمن ارزانی دار ٭ کین کرامت سبب حشمت تمکین نیست۔

مصنف رسالۂ عشقیہ کے حالات زندگی اور دیگر آثار کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتی ہیں۔ ان کی نثری عبارت اور جگہ جگہ موزوں اشعار کے نمونوں سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ عثمان نقشبندی سلسلے کے عقیدت مند اور سچے پیرو تھے اور اپنے مشائخ، مرشدین اور مشاہیر نقشبندی کی تعلیم سے بخوبی واقف تھے چنانچہ اپنی اس دولت پر ایک جگہ فخریہ کہتے ہیں:

در ضمیرم جز حضور یار نیست   چون بسودای جہانم کار نیست
ہر طرف نقش جمالش ظاہر است   ہیچ جائی نیست کان دلدار نیست

---

[1] یہ مخطوطہ ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں موجود ہے اور شمار نمبر ۳۰ ہے۔ ہر صفحہ ۱۵ سطری ہے اور تقریباً ہر سطر میں ۱۵ الفاظ ہیں۔

آں چناں محو خیالش گشتہ ام — کم خبر از خویشتن و از اغیار نیست
مفلس ما ست گنج ایزدی — فقر ما را فخر آمد عار نیست
گشتہ عثمان خاک راہ نقشبند — کز وجودش در جہاں آثار نیست

اگرچہ عثمان نے اپنے وجود کے آثار سے انکار کیا ہے لیکن ان کا رسالہ عشقیہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ وہ ایک سچے نقشبندی صوفی تھے، ور فقر و درویشی کا مکمل نمونہ تھے۔ خدا کی ذات سے بے پناہ عشق اور درویشی اور فقیری کی زندگی سے والہانہ لگاؤ کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

"ایں رسالہ مسمّی بہ عشقیہ دریائی معرفت شد تا عشاق را بایں الفقی باشد ای عاشق دیوانہ افسر دولت سلطنت کونین بر فرق فقیر نہادہ اند چہ محقق است وضاصفت خالق و اکمل علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ با آں بزرگی فقر اختیار کردہ و بداں افتخار نمودہ و گفتہ اللّٰہم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً و احشرنی فی یوم القیٰمۃ فی زمرۃ المساکین الٰہی دولت فقر نصیب کن۔"

اپنی اس تصنیف کو عثمان نے جن چیزوں کا موضوع بنایا ہے انھیں بہت واضح کردیا ہے اور جس طرح چار عنصر انسانی وجود کے لیے ضروری ہیں اسی طرح صوفی ہو یا عارف، فقیر ہو یا شیخ ان سب کا وجود چہار آتش سے قائم ہے چنانچہ اس رسالہ کی غرض و غایت عثمان کی زبان میں ملاحظہ ہو:

"ای درویش دل ریش تا بر چہار آتش گداختہ نگردی پختہ نشوی، اول آتش فقر دوئم آتش محبت سیوم آتش دم، چہارم آتش اندغم رو ندی بیغم بودن یعنی توکل ای درویش تا ازیں چہار عقبہ در نگذری ترا عاشق نخوانند۔ ایں تحفۃ القلوب و ہدیۃ الارواح بچہار فصل مفصل شد و ہر فصل بچہار باب مبوب گشت و ہر باب بکلام ربانی و حدیث مصطفوی و اہل اللّٰہ شایستہ یافت تا دوستان لائق و عاشقان صادق ازیں بہرہ بگیرند۔"

چنانچہ پورا رسالہ چار فصلوں میں اس طرح تقسیم ہے۔

فصل اوّل : در بیان فقر و تسلیم و توکل و ذکر

فصل دوم : در ہدایت سلوک خصال درویشاں ریاضت اہل اللّٰہ و نصائح و رضائی حقائق۔

فصل سوم : در خاموشی و عزلت ذوق و محبت عشق اشتیاق جوانمردی و تواضع و مہربانی۔

فصل چہارم : در تضرع "فی التضرع" فی الادار و فی النصیحت و فی الخاتمہ۔

عثمان نے انھیں چار فصلوں کے ہر چہار ابواب میں جو عنوانات متعین کیے ہیں وہ تقریباً تمام مشہور سلسلہ کے

صوفیا اور خصوصاً نقشبندیہ سلسلہ کی تعلیمات و تربیت کا روشن جز ہیں اور عثمان ان سب پر تفصیل لکھنے سے پہلے اپنے آپ کو ان عنوانات کی تفسیر بنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ شروع میں مناجات کے بعد چند اشعار میں بندہ اور خدا کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور اپنا حال یوں لکھتے ہیں:

در طلب در بدر ہمی رفتم — دم بدم یار یار می گفتم
ناگہاں فتح باب در بکشاد — غیر او ہر چہ بود رفت از یاد
وھو فی انفسکم در ہر دو — افلا تبصرون می گفتم
نحن اقرب الیہ شد بیقین — ہست حبل الورید لاشک ہمین
فاذکرونی چو در ضمیر آمد — اذکرک دم بدم تعین آمد
فیض قدسی رسید از درگاہ — کل شی ختم وجہ اللہ
مژدہ در ہر طرف شدہ یاہو — وحدہ لاشریک الا ہو
دلم از شوق بس کہ شیدا شد — وحدہ لاشریک گویا شد
بیخود از نام او چناں شدہ ام — کہ عیاں گشتہ من نہاں شدہ ام
من نیم من نہ خدا حاضر — اولاً آخراً خدا ناظر
چون ز خود رفتم و بقا دیدم — ہر طرف سو بسو لقا دیدم
نیست در مہر دو کون غیر از یار — لیس فی الدار غیرہ دیار
باطنش غیب و ظاہرش پیدا — در ظہور و بطون خداست خدا
ہست عثمان دوست دار نبی — دوست دار چہار یار نبی

عثمان فقر کے شیدائی ہیں۔ "الفقر فخری" پر نازاں ہیں۔ فقر ہر شخص کو میسر نہیں یہ راہ سلوک کا سرچشمہ ہے اختیاری ہے اور اخص الخاص دوست کا حصہ ہے۔ حضرت ابراہیم کو مال و دولت حضرت سلیمان کو بادشاہت اور حضرت یوسف کو حسن مگر محمد اور ان کی امت کو فقر۔ فقر نے تسلیم کا راستہ دکھایا اور تسلیم نے توکل کا پیشہ اختیار کرایا اور پھر بہترین عمل یعنی ذکر خدا کی توفیق دلوائی۔ ذکر لا الہ الا اللہ کی وہ حقیقت ہے جس سے دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

اسی طرح عثمان ان تمام عبادات ریاضات اور مراتب کو درجہ بدرجہ بیان کرتے ہیں۔ قرآنی آیات سے اسے مستند کرتے ہیں احادیث سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مشائخ کے اقوال بزرگوں کی حکایات سے مسائل اور

موضوعات کو موثر بناتے ہیں اور اشعار سے دلگداز بناتے ہیں۔ انھوں نے ہر باب اور ہر موضوع کو انھیں مندرجہ بالا اصول سے بیان کرتے ہوئے مختلف پیرائے اختیار کیے ہیں پیغمبروں میں حضرت محمد صلعم کی بیشتر حدیثیں حضرت علی کے دوازدہ کلمات اور واقعات تحریر کیے ہیں۔ مثلاً ایک حدیث قدسی کو درویشوں کے اعمال و احسان کے بیان کرتے وقت یوں پیش کیا ہے۔

ان لله تعالیٰ شراباً لاولیائه اذا شربوا سکروا و اذا سکروا طربوا و اذا طربوا طابوا و اذا طابوا ذابوا و اذا ذابوا خلصوا و اذا خلصوا طلبوا و اذا طلبوا وجدوا و اذا وجدوا وصلوا و اذا وصلوا اتصلوا و اذا اتصلوا لا فرق بینی و بینهم" اسی طرح ایک دوسری حدیث شیخ محمد غزنوی کا مصرع اور دی کرتا، گھاس کھانا مگر خدا کی کاوش اور دیدار سے باز نہ آنے کی کوشش پر لکھی ہے اور عارف اور سالک کو یہ حدیث یاد دلائی ہے۔

من طلبنی وجدنی و من وجدنی عرفنی و من عرفنی احبنی و من احبنی عشقنی و من عشقنی عشقته و من عشقته قتلته و من قتلته فانا دیته۔

عاشقان حقیقی اور عارفان باللہ بقول عثمان "آنچہ در عالم صورت حق نگرند تجلی صفات اوست ہوالاول والآخر ہوالظاہر ہوالباطن حق ایشان فعل حق انگھار شان گفتار حق و حقیقت اینہا عین حقیقت" ہے عثمان طالب راہ حقیقی سے مخاطب ہیں طالب تو طلب حق است و عشق تو عشق مولی بیک چشم خود را نیست بگردان و بچشم دیگر حق را حاضر بنگر۔

با دوست کنج فقر بہشت است و بوستاں　　　بی دوست خاک بر سر جاہ و توانگری
تا دوست در کنار نباشد بکام دل　　　　از ہیچ نعمتی نتوانی کہ برخوری

لیکن اس کے لیے صبر کی بے پایاں ضرورت ہے وہ صبر کہ اگر بر سر ارہ رانند چوں ذکریا دم بر نیاری و اگر در آتش اندازند چوں خلیل سوئی دیگر قدم بر نیاری و چوں گوشت و پوست ترا قوت کرمان سازند چوں ایوب صابر باشی" ذکر حقیقی آسان نہیں ہے اور جو صاحب تسلیم و رضا بننا چاہتا ہے اسے حق کی محبت کا درد ہونا چاہیے ہمت الست ہونا چاہیے بے غم ہونا چاہیے، وقت کا قدر داں ہونا چاہیے اور صحیح مرشد کا پیرو ہونا چاہیے اور عثمان ہی کی زبان میں:

"باید کہ برضای حق سبحانہ و تعالی راضی باشی تا حق تعالی از تو راضی باشد و بدین وسیلہ در زمرہ صادقان داخل شوی و لسعادات فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی مشرف گردی و در مقام فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر عزت یابی و بتعظیم فقد فاز فوزاً عظیما معزز شوی۔"

رضا بداده بده و ز جبیں گره بکشائی　　　　کہ بر من و تو در اختیار نکشاد است

عثمان نثری نصائح پر ہی اکتفا نہیں کرتے اور دوسرے شعرا کے کلام سے ہی اسے مستند نہیں کرتے بلکہ خود اپنے اشعار سے بھی موثر اور دلنشیں بناتے ہیں۔ اگرچہ عثمان مدد کو شیخ ہروی اور شاہ قاسم کے اشعار سے مرصت کر چکے ہیں لیکن خود اپنے کلام کا جادو بھی جگاتے ہیں: —

ناتوانی ناتوانی ناتوان — جاں فشانی جاں فشانی جاں فشان

ذرہ ذرہ ہمہ دنیا اگر — کامرانی کامرانی کامران

گر بروں آئی ز غمہای جہان — شادمانی شادمانی شادمان

چوں فنا گردی بقا یابی بحق — جاودانی جاودانی جاودان

در فنا اندر شوی با شوق ہو — پہلوانی پہلوانی پہلوان

گر نداری زندگی شوق یار — ہست نامت در شمار فردگان

دم بدم عثمان ز چشم از سوز دل — خوں فشانی خوں فشانی خوں فشان

اس کے لیے حضرت ابو ہریرہ کی طرح سحر خیز ہونا پڑے گا شبلی کی مانند لوہار کے بازار میں سر حقیقت بیان کر دینے کی جرأت کی ضرورت ہوگی اور حاتم اصم کی وصیت پر عمل کرنے والا بننا پڑے گا۔ سلطان ابراہیم کی مانند ذلت و رسوائی کی انتہا کو پہنچنا ہوگا۔ غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی کی مانند حیرت و استعجاب کی منزلیں طے کرنی ہوں گی۔ شیخ شرف الدین کے بقول من احب شیئاً اکثر ذکرہ کا مفہوم سمجھنا ہوگا سیف الدین باخرزی اور مولانا روم کے اشعار پڑھنے کا تب عثمان کی غزل کا مفہوم واضح ہوگا۔

دلا اسرار عشق خود ندانی — جگر خوار نیست ہر دم جان فشانی

بیا در باز جان در عشق بازی — اگر خواہی حیات جاودانی

تو در یائی در و دریا نیست گوہر — بدست آری چو غواصی توانی

چو غواصان بدریا اندرون شو — بدر کن کسوت دنیائی فانی

چو یونس گر تو باشی مرغواصی — بر آری در ز بحر بی کرانی

کلیم اللہ بطور عشق بر شد — بشد بیخود ز حرف لن ترانی

چو عشق از جان آدم شد ہویدا — بروں آمد ز ملک انس و جانی

خلیل اللہ بعشق حق تعالی — کند قرباں ہمیں محبوب جانی

چو یوسف ہر کہ آمد صادق ایں جا — بود سلطان ملک دو جہانی

بدہ عثمان جان خود بجانان — اگر خواہی تجلی دل نہانی

عثمان کے خیال میں فقر ہی سے خدا کی محبت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ بشر حافی کا واقعہ بیان کیا ہے کہ کھیاں عبادت

میں مخل ہو رہی تھیں اور سخت برہم تھے۔ منصور حلاج کی مثال دی ہے کہ قتل کے بعد بھی جلی ہوئی راکھ کے ذرّوں سے اور دریا میں بہنے والے پانی میں مل جانے کے بعد تک انا الحق کی صدا آتی رہی۔ بقول منصور حلاج "فقر را صورت نیست ہرگاہ ظہور نماید و نقاب از جمال خود کشاید، رخصتی کی تمام البشریت بسوزد" اور وہ وقت بھی آیا کہ "در غربت خود را ندید و ہر کہ از خود رفت با حق پیوست"۔

ہوش در دم و نظر بر قدم و خلوت در انجمن و سفر در وطن کے بارے میں بھی عثمان نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ سیر فی الارض کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ بڑے عارفوں اور صوفیا کے سفر اور ان کے مصائب کا ذکر کیا ہے یعنی "بعدم فرزانگی بگسلی بہ بند دیوانگی دریاب اسرار نہان را طواف کن گرد جہان را تا بدریوزہ مردی و صاحب تجربہ دردی شوی و باید کہ مغارات و مزارات و مقابر و منابر رخسارہ زرد شود و دنیا بر دل تو سرد شود" خواجہ یوسف ہمدانی شیخ علی دقاق، عبدالرحمان اسحاق سلطان ابراہیم اور دوسرے مشاہیر صوفیا کے سفر اور مصائب کے ذکر کے بعد اپنے اشعار سے انکو مستند کیا ہے اور انکے استناد کے لیے پیر انصار کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

دلا دو کار میکن در نظر ہا — کہ در راہ تو می بینم خطر ہا
کشا از خواب غفلت چشم یا من — بگوش و ہوش تو گویم خبر ہا
نگر در خلق گورستان فگندہ — زیک تیر اجل جملہ سپر ہا
بسا شاہان مہر و بندہ خاک — گزیشان در جہان ماندہ اثر ہا
معاصی زہر قہر است و نمودہ — بکام نفس تو ہمچون شکر ہا
گذرگاہیست این دنیای فانی — نباید مرد عاقل زین گذر ہا
چو درویشی است مرگ ای پیر انصار — تماشای جہان کن در سفر ہا

یہ سفر حیرت حاصل کرنے اور رنج و بلا سہنے کے لیے ہے۔ درویش کو اندرونی اخلاص اس سے میسر نہیں ہے۔ عثمان متعدد نثری واقعات کے بیان کرنے کے بعد اپنا منظوم مفہوم پیش کرتے ہیں:

اگر خواہی ز حق ای دل گشایش — بباید داد اول ترک آسایش
برنج و محنت و غم یار بودن — ز شادی جہان بیزار بودن
چو آن درویش بجز غم نیست ہمدم — بجز غم دل نشادی دو عالم
بباید توشہ این راہ نداری — جگر خواری و ہر دم بیقراری

چو گوئی شو بچوگان رضایش　　　در کشور و قدر و قضایش

بیا ای دل رہا کن عیش و عشرت　　　بنہ سر در رہ چوگان قدرت

بیا عثمان دل از کونین بر کن　　　اگر می بایدت اصلی مسکن

لیکن عثمان یہ بات ذہن نشین کراتے ہیں کہ ان سب کے ساتھ حقیقت اور شریعت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے "کلام خدا و حدیث مصطفوی و سخنان مشائخ ادر صحبت صالحین و ترک لذات نفسانی و خواہش کلّی اندر بند کردن و مرگ یاد کردن لازم است: خواجہ محمد پارسا کے "رسالہ القدسیہ" میں خواجہ انصار کا ایک اقتباس یوں نقل کیا ہے۔

"سرمایہ عمر را در طلب کردن طلا اعز حقیقت نباید فرسود و با نقرہ ظاہر شریعت قناعت باید نمود کہ آنچہ در دار الضرب این دو این دو جوہری امام اعظم ابو حنیفہ کوفی و امام شافعی المطلبی ہست رحمۃ اللہ علیہ بسکہ قبول رسیدہ و فردا ورد کان صرافی قیامت رنج در آں خواہد بود"

چنانچہ طمع، قناعت، ورع، سخا، عدل، توکل سب میں حقیقت اور شریعت کو پیش نظر رکھنا لازم ہے اور پھر اس صورت میں عثمان اپنے ابیات کے ذریعہ درویش کی نظر میں حضوری قلب، رضائے الٰہی اور فنا اور بقا کی کیفیات کی اہمیت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

بیاد حق دلا می باش ہر دم　　　بدین مصطفیٰ می باش ہر دم

فنا اندر فنا می باش فانی　　　بقا اندر بقا می باش ہر دم

بفرمان قضا سر بر نداری　　　رضا اندر رضا می باش ہر دم

توکل با خدا کن در ہمہ حال　　　ز غیرش با غنا می باش ہر دم

حضوری در حضوری باش بے خود　　　بعشقش مبتلا می باش ہر دم

بہر عشق ہر دم جان فرو کن　　　بآہ و نالہ ہا می باش ہر دم

ز شوق عشق جانان بی خود و خواب　　　چہ ماہی خیر باقی باش ہر دم

یقین اندر یقین میدار محکم　　　امان اندر امان می باش ہر دم

فدا کن ہر چہ ہست در راہ جانان　　　وفا اندر وفا می باش ہر دم

بدرد عشق دایم باش رنجور　　　شفا اندر شفا می باش ہر دم

ملامت در ملامت خویشتن را کن　　　سلامت در ایما می باش ہر دم

بچوگان ارادت راضی می باشی　　ہدا ہدا اندر می باشی ہردم

حظوظ نفس را بگذار عثمان　　بکا اندر بکا می باشی ہردم

غرض ان نعمتوں سے بہرہ یاب ہوکر عشق میں سرشار ہوکر فقیر علم الیقین اور حق الیقین اور عین الیقین کی منزلیں طے کرتا ہے پھر کہیں جاکر فمن یہدی اللہ فہو المہتد کے قابل ہوتا ہے شیخ عبداللہ سری سقطی اور شیخ جنید بغدادی کی روایتیں اس کی شاہد ہیں۔ شیخ نظام الدین قطب العالم کے بقول شیخ الاسلام فرید الدین نے حضور صلعم کی نماز معکوس کی اتباع میں کنویں کے اندر چلہ معکوس کیا اور خواجہ نظامی سمرقندی نے سکندر نامہ میں صلوٰۃ معکوس کا ذکر کیا ہے۔ پھر بھی عطش رکھتے اور خسرو، حافظ اور مسعود بیگ کے اشعار کے نمونوں کو پیش کرنے کے بعد عثمان اس عدم اطمینانی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

دردا کہ دریں واقعہ بسیار دویدیم　　درخود نرسیدیم بجائی نرسیدیم

بسیار دریں بادیہ شوریدہ برفتیم　　بسیار دریں واقعہ مردانہ تپیدیم

گر نعرہ زناں معتکف صومعہ بودیم　　گر رقص کناں گوشہ خمار گزیدیم

کردیم ہمہ چیز دلا ہیچ نکردیم　　دیدیم ہمہ چیز دلا ہیچ ندیدیم

خاموشی و عزلت یہ سب ہو لیکن عزلت میں اور خاموشی کے ساتھ "زبان خود را از سخن لایعنی نگہدارد۔ خاموشی دولتیست بےکراں، عزیمتی است در ہر دو جہاں سلامتی است از شر و فتنہای جہان و قربت عزوجلی حق سبحانہ بیہودہ گفتن نگہدارد دروغ نگوئی، بخوردن حلال کوششی نمائی و خود را در گوشہ آوری" عثمان نے یہ کلمات حضرت عبداللہ عامر، حضرت سفیان اور حضرت رابعہ بصری کی زبان سے کہلائے ہیں۔ نجم الدین رازی، رومی، عراقی، حافظ اور اپنے اشعار کے بعد مولانا علاؤ الدین، شیخ عبدالکریم اور مولانا صلاح الدین کے حوالے نقل کیے ہیں۔

ذوق و محبت یہی عزلت اور خاموشی ذوق اور محبت کی تشویق کرتی ہے۔ بقول کسی "در ہر دو عالم بہترین نعمت و کمال کرم و تمام سعادت و بہترین کار ذوق و محبت گرد گاروان اگر شیر مردی و شہیا زی بجز این کار بپردازی" سلطان بایزید بسطامی اور شیخ جنید بغدادی نے یہی کیا۔ توکل، قناعت، رضائی حق عثمان کے اشعار کا بیشتر حصہ ہیں۔

در توکل کوشش بیں در آیت　　قول در قرآن و ما من دابتہ

پس قناعت پیشہ کن ای بو الفضول　　حسبۃ اللہ بگذر از طمع و فضول

در نظر مردان، مردان صفا　　کل شیء ہالک الا خدا

نحن قسمنا فہم لا تبصرون　　وان الیقین لا شک وہم لا یبصرون

گفتہ عثمان اگر آری بگوشش　　　در فشانی غیر حق ہر دم بگوشش

لیکن عثمان اس نکتہ پر بھی بہت زیادہ زور دیتے ہیں کہ راہ عشق اختیار کرنا معمولی چیز نہیں ہے، کھیل نہیں ہے — عاشقانِ خدا "خوف" علیم و لاہم یحزنون" کا نشان ہیں۔" ہر چند زلال آب حیات معرفت مالا مال می نوشند تشنہ تر گردند و در آرزوی جرعہ دیگر در خروش اند و خوف و اندوہ آں دارند نباشد کہ آں آب حیات معرفت منقطع شود۔ از نہاد شان ہل من مزید بر آید یعنی بیار بیار بدہ سوختم۔" عثمان خود اپنی غزل میں اس کیفیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

خوش وقت آں کساں کہ شبان روز در روز و شب　　　در شوق او بیان شبان روز در روز و شب

نالند ہمچو نی و گدازند ہمچو موم　　　فارغ نمی شوند زمان شبان روز در روز و شب

غرند ہمچو رعد و شتابند ہمچو باد　　　برند روان دوان شبان روز در روز و شب

لرزند ہمچو بید زیاد غم فراق　　　پرند زمان زمان شبان روز در روز و شب

مستند زجام عشق طلب می کنند جام　　　گویند بدہ دہان شبان روز در روز و شب

از شوق روی یار ندارند خبر ز جان　　　فارغ ز این و آن شبان روز در روز و شب

دایم براہ او بتکاپوی می روند　　　فرصت نہ یک زمان شبان روز در روز و شب

عثمان شتاب در پی شان دم اسپ گیر　　　بر ریخ بان نمان شبان روز در روز و شب

عاشق خدا اس دریائی بیکراں کے غواص و شناور ہیں۔ غیروں کے لیے عریاں ہیں۔ وہ لباس فقر سے آراستہ ہیں سفیان ثوری کی مانند خدا کے خوف اور عشق رسول میں جگر چاک ہیں۔ انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی اور من رانی فقد رای الحق نعرہ ہیں۔ ابراہیم خواص، شبلی، حسن بصری، معروف کرخی کی حکایات کے ساتھ فصوص الحکم، عماد فقیہ کرمانی، حافظ، عطار، شرف الدین یحییٰ منیری اور عبد القدوس گنگوہی کی عبارتیں، اشعار اور ملفوظات سے شہادت ملتی ہے کہ اسی قسم کے عرفا رکوع و سجدہ کی سیر کرتے ہیں۔ اپنی عبادت گاہوں میں حضور صلعم کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ خضر سے ملاقی ہوتے ہیں۔ بہشت اور ۱۸ ہزار عالموں کا راز جانتے ہیں۔ ولی اور قطب الاقطاب کا مرتبہ حاصل کرتے ہیں۔ از شرق تا غرب سیر کرتے ہیں بلکہ ہفت آسمان و زمین، عرش و تحت الثریٰ تک دیکھ لیتے ہیں یہی اشتیاق و جوانمردی عثمان کی آرزو ہے۔ ملاحظہ ہو:

ای شاہ شاہ شاہ لقا با گدا نما　　　ای ماہ ماہ ماہ وفا با گدا نما

از محنت فراق چہ گوییم درد دل　　　از شربت وصال عطا با گدا نما

در دم نماند گذشت بلانم چہ با کنم　　　از مرہم لقا و شفا با گدا نما

دریاب حال دل و بی صبر و بی قرار   دین و دل ربا صفا با گدا نما

هستم گدای کوی تو خواهم لقای تو   مشتاقِ جمال خود ز سخا با گدا نما

هم حاضری و ناظری در کل کائنات   انوار ذات عز و علا با گدا نما

عثمان مدام از تو ترا خواهد از کرم   او را بجود بخش و ز عنایت لقا نما

تواضع و مہربانی: شب بیداری، تہجد، اطاعت و عبادت خدا اور خلق کے ساتھ تواضع اور مہربانی کا سبق حضورؐ نے پڑھایا ہے اور اللھم احینی فقیراً و امتنی فقیراً و احشرنی یوم القیٰمۃ فی زمرۃ المساکین کی دعا تمام عرفا کے لیے نشانِ راہ ہے۔ اویس قرنیؓ نے جب حضرت عمرؓ سے نصیحت کی فرمائش کی تو خدا رسول کی محبت کے لیے طاعت اور عبادت کے ساتھ تضرع، تواضع اور درِ خلق اللہ کو جاننا اور برتنا لازم قرار دیا۔ سیر الی اللہ کے ساتھ سیر فی اللہ بھی ضروری ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ، شیخ ابوالحسن نوریؒ، شیخ بہلولؒ اور شیخ شبلیؒ خلیفۂ وقت کی سزا چکھنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کیوں لے جانا چاہتے تھے صرف اس لیے کہ عجز و زاری اور تضرع کا سراپا تھے۔ حضرت آدمؑ کی تضرع و زاری دنیا کو گلزار بنا گئی۔ حضرت یونسؑ کی ندامت پر قوم نے آگ کے طوفان سے نجات پائی۔ غرض بقول عثمان:

"ہر چند عارف در کمالیت رسد شکست و نیاز بیشترش بود نہایت مراتب در قرب حق ہمین شکست و نیاز است۔ ہر کرا شکست و نیاز است در عجز است و ہر کرا عجز است در درد است ہر کرا درد است محبت است آن کہ را محبت است سوز است آن کہ را سوز است گداز است آن کہ را گداز است در ذوق است آن کہ را ذوق است ایمان است الایمان ذوق و شوق و انا عزلیقؓ فیہما۔"

عارف کی اس خصوصیت کو عثمان کے عاشقانہ اور عارفانہ اشعار میں اس طرح پایا جاتا ہے:

گر دوست داری خفی دائم بشوق او باش   در محنت و فراغت قائم بشوق او باش

گر قدر عجز و زاری دانی بزرگواری   بل مرد شہسواری دائم بشوق او باش

محبوب حق بگردی شب روز گر بگردی   و اندر زمانہ فردی دائم بشوق او باش

شبہا ہزاری آور با عجز و نالہ می بر   و اندر سوز بگذر دائم بشوق او باش

گر نیست از محبت گردی بلا و فکرت   جاوید گشت عمرت دائم بشوق او باش

گر وقت صبح خیزی و از دیدہ اشک ریزی   در ملک جان عزیزی دائم بشوق او باش

از درد بیقراری و از نالہا و زاری   خود را برون نیاری دائم بشوق او باش

اندر درونِ محبت گر دد نزولِ رحمت — یابی عطائے قربت دائم بشوق او باش

بہتر ز عجز و زاری تحفہ دگر نداری — در بارگاہ باری دائم بشوق او باش

دیوانہ وار عثمان پیوستہ زار نالان — با عجز و سوز و افغان دائم بشوق او باش

غـــہ: غم خلق اللہ بخور غم غیر حق مخور دل را دریاب و خراب مکن زیارتِ کعبہ و گورِ بزرگان چہ معنی دارد۔

دریاب دل خراب کہ دل حج اکبر است — بر گورِ مردگان بزیارت چہ می روی

دل را خراب کردہ نہ نیکو بود مدام — دل عرش خالق است بکجا چہ می روی

عثمان گنجینۂ آخرت کی دولت کے خواہشمند ہیں فنا کے لیے وقت کی اہمیت، مراقبہ کی فضیلت اور توشۂ آخرت کی تیاری کی تلقین کرتے ہیں اور دنیاداری کو فراموش کرنے کا سبق دیتے ہیں۔ شیخ فضیل، شبلی، شیخ عبداللہ تستری، حضرت جنید بغدادی کے فرمودات اور حکیم سنائی تاج الاولیا کے اشعار کے ذریعہ منکر نکیروں سے نپٹنے اور پل صراط سے بآسانی گزر جانے کا طریقہ بتاتے ہیں اور اس سلسلہ میں ہر مصیبت کو برداشت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ شیخ نجم الدین کبری کا یہ اقتباس نقل کرتے ہیں۔ کوئی محبت میں مردانہ وار داخل ہوتے اور خوشی میسر ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔
سالک کے سامنے نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے اٹھا دیتے ہیں۔ اسفل سافلین سے عرش علیین پر پہنچ جاتے ہیں۔
عارف کی شان ہی کچھ اور ہو جاتی ہے اور بقول عثمان اندر ختمِ بشنود انی انا اللہ و گاہی از حیوانی بشنود اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و گاہی از انسانی بشنود انا الحق و گاہی از دیگری شنود سبحانی ما اعظم شانی تا بحدی کہ نطق اشیا معلوم گردد
اور عثمان نے یہ سب بتا کر اپنے کسی عزیز شاعر کا یہ قطعہ نقل کیا ہے:

مرغان او ہر آنچہ از آن آشیاں پرند — بس برتر از وجود جملہ و بے بال و بے پرند

شبہا ز حضرت اندر دو دیدہ بدوختہ — تا جز بروی دوست بکونین ننگرند

زان میل بہشت دانہ جنت نمی کنند — کہ مرغزار عالم وحدت ہمی چرند

ساقی شراب صاف تجلی چہ در دہد — خمخانہ وجود بیکدم فرو خورند

زان سوی دامن حدثان سر برآورند — وقتی کہ سر بجیب تحیر فرو برند

جز مسکن جلال نسازند آشیاں — چون زین نشیمن بشریت بدر پرند

چنانچہ وصال حاصل ہوتا ہے پھر فنا اور بقا کی منزلیں آجاتی ہیں۔ چرا و چون کی گنجائش نہیں رہتی ہے مستغرق وحدت ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ قول و فعل ہر چیز میں تمام مخلوقات پر غالب آجاتا ہے۔ اس کا

فعل فعل حق ہو جاتا ہے۔ وقد قال اللہ تعالیٰ فی کلام القدیم فعل القدیم واللہ غالب علیٰ امرہٖ کی بات صادق ہو جاتی ہے اور عثمان نے اس باب کا خاتمہ اپنے ان منظوم اشعار پر کیا ہے:

عاشق دیوانہ ام آد بیاری حبیب
از ہمہ بیگانہ ام آد بیاری حبیب

ای نظرت آفتاب بر من مسکین بتاب
جان و جگر شد کباب آ بیاری حبیب

ای دل و دین جان من درد تو درمان من
ذکر تو سامان من آ بیاری حبیب

زان لب شیرین شکر بارہ دُرّ و گہر
ساز مرا بہرہ ور آد بیاری حبیب

چند کشی کشتہ را عاشق آشفتہ را
بیدلم و بی نوا آد بیاری حبیب

ای شہ مسکین نواز لطف کن سرفراز
با من مسکین نواز آد بیاری حبیب

دم بدمم انتظار یک نظر اوگذار
عاشقم و خستہ زار آد بیاری حبیب

ای تو کسے بیکسان مونس بیچارگان
غم خور آوارگان آد بیاری حبیب

حکم ترا بندہ ام نیز تو شرمندہ ام
زار و سر افگندہ ام آد بیاری حبیب

وقت شبابم گذشت کار بیاید ز دست
پشت ز غمہا شکست آد بیاری حبیب

روز و شبم انتظار دم بدمم بیقرار
دیدہ چو ابر بہار آد بیاری حبیب

بر دل عثمان غریب رحمت خود کن قریب
زانکہ تو ہستی مجیب آد بیاری حبیب

اس رسالہ کا خاتمہ نصیحت کے باب پر ہوتا ہے۔ طرح طرح کی حکایتوں انبیا صحابہ اور بزرگ مشائخ کے واقعات بیان کر کے نصیحت کو اثر انگیز بنایا ہے۔ سوز موسیٰ، رجائے عیسیٰ، ترس یحییٰ، صبر ایوب، بکاء مہتر شعیب و آہ ابراہیم و خلق محمدیؐ کا واسطہ دے کر عراقی کے اور سعدی کے ناصحانہ اشعار کے بعد اپنے دل نشیں اشعار یوں لکھے ہیں:

ہر دم حضوری خدا خوشتر است
بحکم الٰہی رضا خوشتر است

مدام بزن تیغ لا نفس را
بریں نفس شیطان غذا خوشتر است

بیاد خدا باش ہر دم حضور
حضور خدا را لقا خوشتر است

غنیمت شمر فرصت وقت را
کہ عجز و نیاز و دعا خوشتر است

اگر دست رس بایدت ای عزیز
حوائج فقیران روا خوشتر است

یکی دم با خلاص آور بدست
کہ اخلاص از گنجہا خوشتر است

بدہ جان بجانان چو عثمان شتاب — ز لذات عالم رہا خوشتر است
فنا در فنا شو بیاد خدا — بس آنکہ بقا در بقا خوشتر است

غرض یہ رسالہ عشقیہ کئی طرح سے گوناگوں خصوصیات کا حامل ہے اس میں کرامتوں اور خرق عادات کی لایعنی داستانوں کے بجائے حقیقت شریعت اور طریقت کے وہ آداب برتے گئے ہیں جو خدا، رسول، بزرگ انبیا، صحابہ کرام مشاہیر صوفیا اور بزرگوں کی سیرت بیان کر کے صوفی کو سالک کو عارف کو صحیح معنوں میں راہ تصوف پر بے خطر گامزن ہونے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ مردان خدا اہل اللہ اور اہل دل کو فقر، صبر، رضا، توبہ، قناعت، توکل اور محبت خداوندی سے سرشار ہونے کی مثالیں دی گئی ہیں اور پھر فنا اور بقا کے مدارج پر پہنچ جانے کی بشارت سے مشرف کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ اپنی علمی اور ادبی خوبیوں کے لیے بھی ممتاز اور منفرد کہا جا سکتا ہے تفسیر، حدیث اور اخبار و روایت کے ان علوم اسلامی کے میدان میں معروف اسلامی مفکرین مصنفین اور فارسی کے مسلم الثبوت شعرا کے موزوں اور برمحل اشعار کی سیکڑوں مثالیں ملتی ہیں مولانا روم، شاہ قاسم انوار، عین القضاۃ ہمدانی، خاقانی، سعدی، حافظ، خسرو، عراقی، اوحدی، ظہیر، جامی، ناصر خسرو، احمد جام، مسعود بیگ کے صوفیانہ اشعار اور عاشقانہ کلام کے صدہا نمونے اس صوفیانہ عشقیہ رسالہ کی جان ہیں۔ یہی نہیں اس عہد تک خانقاہ اور مدارس میں مطالعہ کی جانے والی کتابوں کا ذکر ملتا ہے عین المعانی، رسالہ قدسیہ خواجہ محمد پارسا، سکندر نامہ، فصوص الحکم، اسرار العارفین، رسالہ قشیریہ مولوی مجلس کے علاوہ مکتوبات عین القضاۃ، مکتوبات خواجہ پارسا، مکتوبات عبد القدوس، مکتوبات شرف الدین یحیٰی منیری اور مکتوبات شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی کے اقتباسات ہیں۔

عثمان خواجگان نقشبند کے سلسلے کے مرید تھے غوث الثقلین حضرت عبد القادر جیلانی کے بعد خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور خواجہ محمد پارسا نقشبندی کے اقوال اور کلمات جا بجا صفحات میں ستاروں کی مانند روشن اور درخشاں ہیں۔ عثمان خود شاعر تھے دیگر شعرا میں مولانا جامی نقشبندی کا کلام بار بار لائے ہیں، اور پھر اس کے بعد اپنا کلام فرد پیش کیا ہے۔ مندرجہ بالا صفحات میں ان کے شعری نمونوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو صوفیانہ موضوعات پر سادہ اور موثر انداز میں شعر کہنے پر کس قدر کمال حاصل تھا۔ عثمان نے کئی جگہوں پر فارسی کلام کے ساتھ ساتھ ہندی دوہروں کی مثالیں پیش کی ہیں۔ یہ دوہرے ان کے اپنے کلام کا حصہ ہیں۔ اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عثمان کا یہ عشقیہ رسالہ اس دور کی تصنیف ہے جب ہندی، کھڑی بولی، قدیم اردو اور دکنی زبانوں کی ابتدا ہو رہی تھی۔ امیر خسرو، بو علی قلندر پانی پتی نے اس زبان کے پودے کی آبیاری کی تھی مگر عثمان کے دوہرے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ ان کی روایت ہی کا فیض تھا کہ بکٹ کہانی عاشورنامے اور

کرین کتھا جیسی اولین کتابیں وجود میں آسکیں ۔

اس تصنیف کا ذکر جبتک کسی اور مخطوطہ میں نہ مل جائے یا عثمان نقشبندی کے مفصل حالات کہیں اور نہ مل جائیں یا عشقیہ کا کوئی اور مکمل مخطوطہ حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک یہی کہنا کافی ہوگا کہ عثمان نقشبندی کا یہ رسالہ گیارھویں صدی ہجری یعنی ۱۶ ویں صدی عیسوی کے آخر یا ۱۷ ویں صدی کی ابتدا کی تصنیف ہے ۔

بہر حال نثری حیثیت سے بھی یہ تصنیف اپنا ایک درجہ رکھتی ہے ۔ بامحاورہ زبان مقفیٰ اور مسجع عبارت اور انشا پردازی کے بیشتر نمونے اس کتاب میں جا بجا ملتے ہیں ۔ صرف ایک نمونہ پر اکتفا مناسب ہے لاالہ الااللہ کا کلمہ عثمان کیلیے ہر نعمت سے بہتر ہے۔ معشوق حقیقی کے ذکر کے فوائد میں ان کا قلم یوں گہر بار ہے :

الااللہ کلمہ ایست کہ بدرقہ راہ طالبانست و سرمایہ درویشانست مرہم جراحت دردمنداں است کشندہ عاشقاں دست مونس مشتاقاں است دوای درد دل مسکینانست زنجیر شیفتگان است شربت بیدیانست ہم نشین بیدلانست آتش دل دیوانگان است انیس بیکسانست و دوست بی نوایانست یار بی آشنایانست مراد بی مرادانست ۔

ایک صوفی باصفا کی حیثیت سے عثمان نقشبندی نے اپنی اس تصنیف کی کامیابی کے لیے دعا مانگی ہے اور پڑھنے والے کے لیے دونوں جہاں کی نعمتوں سے نوازے جانے کی اور مخصوص بندوں میں شمار کیے جانے کی دعا کی ہے اور ان اشعار پر خاتمہ بالخیر کیا ہے ۔

" از بہر خدا اللہ ہر سوختہ محبت و مشتاق دیدار پروردگار کہ در ایں اوراق نظر کند و ایں شکستہ بدعا خیر ایمان یاد آورد و دعا کہ سبحانہ حق تعالیٰ بدلہ آن نعمت ہر دو جہان روزی گرداند و از زمرہ خاصان در این آیت داخل کند والله یختص برحمته من یشاء گرداند آمین و رب العالمین "

مدتی شد کہ من غم زدہ سودائی ‏ میکشم یار فراق و ستم تنہائی

جرعہ زہر غریبی چو شکر می نوشم ‏ از کف ساقی دور فلک مینائی

مدتی شد کہ چہا بوسہ آنو دارم ہوسی ‏ جگرم خون شد و ایں راز نگفتم بکسی

ڈاکٹر محمود الحسن
ضلع بستی، یوپی

جامعہ ملیہ کی لائبریری میں شیخ محمود چشتی کی تین اہم تصانیف

میرے پاس اس وقت تین رسالے، جو رقم میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، موجود ہیں۔ یہ رسالے چشتی نسبی سلسلے کے ایک صوفی شیخ محمود چشتی کے ہیں۔

شیخ محمود کی پیدائش کے سال کا علم نہیں ہو سکا مگر وہ پکھوڑ میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ کا نام خواجہ علم الحق تھا جو خود بھی صوفی تھے۔ شیخ محمود نے اپنی فارسی و عربی کی تعلیم غالباً باپ سے حاصل کی تھی، بعد میں انھیں کے مرید اور خلیفہ و سجادہ نشین ہوئے اور سید محمد گیسو دراز اور شیخ ابوالفتح سے بھی خلافت حاصل کی تھی، سہروردیہ سلسلے کی خلافت شیخ قاذن سے حاصل کی تھی اور اس کے علاوہ شطاریہ سلسلے میں شیخ عزیز اللہ متوکل اور رکن الدین سے نسبت حاصل کی تھی۔ مغربی سلسلہ شیخ احمد کھٹو اور شیخ عزیز اللہ وغیرہ سے حاصل کیا تھا۔ ان سلسلوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کئی صوفی رشتوں سے منسلک تھے۔ اس گہرائی سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اہم سلسلوں کے روحانی اقدار کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے بارے میں قابل اعتماد اطلاعات حاصل نہیں ہو سکیں تاہم تصنیف پر قدرت اس بات کی غماز ہے کہ انھیں فارسی و عربی دونوں زبانوں پر درک تھا۔ انھوں نے عربی کی عبارتیں بطور استشہاد کے اپنے رسالوں میں نقل کی ہیں۔ یہ احمد آباد چلے گئے تھے۔

شیخ محمود نے اپنے ہی پیشہ آباء کو اپنایا یعنی تصوف میں گہری نظر پیدا کی اور اس فن کے نظری پہلوؤں پر اپنی باطنی تجربات کے ذریعہ روشنی ڈالی اس سلسلے میں انھوں نے چار رسالے تصنیف کیے۔ میرے علم کے مطابق پہلا رسالہ "معرفت سلوک" ہے جو لکھنؤ سے منشی نولکشور نے ۱۸۷۷ء میں طبع کر دیا تھا۔ یہ رسالہ خاصا ضخیم ہے جس کا قلمی نسخہ اس مجموعۂ رسائل میں بھی شامل ہے باقی تین رسالے یعنی "کشف المقامات"، "مفتاح النور" اور "اشارۃ المعانی" ہیں۔ معرفت سلوک کی کتابت ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ہے مگر اگلے تین رسالوں میں سال کتابت کا اندراج نہیں ملتا۔ کشف المقامات اور مفتاح النور کے اوراق پر نہ تو سال کتابت ہی درج ہے اور نہ کاتب کے نام کا اندراج ملتا ہے۔ لیکن آخری رسالہ اشارۃ المعانی کے آخر میں کاتب کا نام درج ہے جو محمد حیات پڑھا جاتا ہے اسی کی کتابت ایلور نامی قصبہ میں ہوئی ہے۔ قلم کی یکسانی جو مائل بشکستہ ہے یہ رائے قائم کرنے میں مدد دیتی ہے کہ دیگر دو رسالوں کی کتابت بھی محمد حیات نے کی اور غالباً ایلور ہی میں کی تھی۔ سال کتابت کا معاملہ زیادہ محتاج توجہ ہے۔ دراصل اس معاملے میں قیاس سے مدد لی جا سکتی ہے، اس کے لیے مناسب بنیاد بھی موجود ہے۔ مثال کے طور پر جو کاغذ استعمال ہوا ہے وہ پہلے رسالے سے آخری رسالے تک ایک ہی نوعیت اور حیثیت کا ہے۔ کاغذ کی قدامت بھی ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔ خارجی شواہد میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ سارے نسخوں کی جلد بندی ایک ہی ساتھ ہوئی ہے۔ سب کی سلائی مضبوط دھاگے کے ذریعے خاصا حاشیہ چھوڑ کر ہوئی ہے۔ کیڑوں نے جو داغ چھوڑے ہیں وہ سب ایک ہی دور کے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز سارے اوراق کا سائز ایک ہی ہے جو ہم زمانی کی طرف مثبت شہادت ہے۔ غرض کہ اندرونی اور خارجی شواہد کی بنا پر اگر یہ رائے قائم کی جائے کہ چاروں رسالے ۱۲۱۱ھ کے دوران ہی نقل کیے گئے ہیں تو اختلاف کی زیادہ گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ان تینوں رسالوں کے نسخے کسی اور جگہ موجود ہیں یا نہیں اس کے بارے میں فی الحال کسی قطعیت کے ساتھ کہنا میرے لیے مشکل ہے۔ بنیادی وجہ تو یہی ہے کہ یہ رسالے منقول ہیں اور مصنف کے عہد سے تقریباً دو سو سال بعد کے ہیں اس لیے ان کے نادر ہونے کا شبہ تو اٹھتا ہی نہیں، البتہ میں نے ان تمام فہرستوں میں ان رسالوں کے وجود کے بارے میں دیکھا جو مجھے دستیاب تھیں تو یہ کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ اس مسئلہ کے علاوہ اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ یہ رسالے جنھیں میں غیر مطبوعہ سمجھ رہا ہوں وہ کہیں طباعت کے مرحلے سے بھی گزر چکے ہوں۔

شیخ محمود کا پہلا رسالہ جو زیر بحث لا رہا ہوں وہ "کشف المقامات" ہے۔ اس رسالے کا آغاز حمد و ثنا سے ہوتا ہے یعنی الحمد للہ الذی ھو القائم بذاتہ ومقوم العالم والآدم ...... پھر متن کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"اما بعد چناں گوید خادم و مرید و مرشد زادۂ صاحب ذوق و وجدان محبوب الرحمٰن المخصوص بعنایت اللہ الملک السبحان اعنی بندگی حضرت شاہ برہان قطب الآفاق قدس اللہ سرہ ابن حضرت شاہ میرانجی شمس العشاق قدس سرہ

العزیز و آنحضرت مرید حضرت شاہ کمال الدین باقی قدس سرہ العزیز و آن حضرت مرید حضرت شاہ جمال الدین مغربی قدس اللہ سرہ العزیز و آنحضرت از مرید حضرت سید السادات رفیع القدر جناب عاشق شہباز ابی حسین الحقیقۃ و المجاز قطب الحق والدین امام العارفین والعاشقین عشق رب العالمین السید الصادق الوفی الاکبر خواجہ صدر الدین ابو الفتح بندگی حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز المفتقر الی اللہ المعبود۔"

اس اعتراف عقیدت کے بعد شیخ نے اس ذہنی ماحول کا ذکر کیا ہے جو اس رسالے کی تصنیف کا باعث ہوا۔ دیگر اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ سید محمد حسینی گیسو دراز کے مزار پر گئے جہاں انھیں اپنے ارادے کی تائید حاصل ہوئی۔ آگے چل کر انھوں نے اس شمالی مقصد کا ذکر کر کے یعنی دیدار حق کے حصول مدارج کا ذکر کیا ہے جو اس راہ میں سالک کو پیش آتے ہیں سلوک کے مدارج کو طے کرنے میں دل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اسی لیے وہ انسان کامل کے دل کو جام جہاں نما سے تعبیر کرتے ہیں اس تشریح میں یہ رباعی نقل کرتے ہیں۔

جام جہاں نما دل انسان کامل است ۔۔۔ مرآۃ حق نما بحقیقت ہمیں دل است

دل مخزن خزائن اسرار الٰہی است ۔۔۔ مقصود ہر دو کون دل جو کہ حاصل است

یہ دل کن صفات کا حامل ہوتا ہے اس کی تشریح میں وہ لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان شیوخ کا بھی ذکر کرتے ہیں جنھوں نے انھیں اپنے روحانی فیوض سے فائدہ پہنچایا۔ آخر میں جو رباعی انھوں نے پیش کی ہے اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

آن کاملان کہ با دل خود حق رسیدہ اند ۔۔۔ اول قدم ز دنیا و دین برکشیدہ اند

شیخ محمود کا یہ ۳۴ ورقی رسالہ تصوف کے فکری پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے جو ظاہر ہے معنوی نقطۂ نظر سے ممکن ہے اپنے اندر قدرت نہ رکھتا ہو مگر اپنے استدلال اور انداز فکر میں انفرادیت کا حامل ہے۔

ان کا دوسرا رسالہ جو اس مخطوطہ کا جز ہے یعنی "مفتاح النور" وہ صرف ۱۰ اوراق کا ہے صوفی فکر کے مجموعی خاکے میں نور کا ایک خاص مفہوم ہے۔ اس رسالے کا آغاز وہ عنوان کی رعایت کرتے ہوئے اس طرح کرتے ہیں:

"الحمد للہ الذی نور السموات والارض و نور الانوار و نور الارواح و نور العالم و الآدم والصلوٰۃ علی محمد رسولہ النبی الذی نور الحق المطلق قال النبی اول ما خلق اللہ نوری و انا من نور اللہ و کل شیٔ من نوری"

اس کے بعد متن کا آغاز ہوتا ہے۔ جیسے نور کے مفہوم کو جیسا کہ انھوں نے سمجھا اور صوفی فکر میں سمجھا اور سمجھایا جاتا رہا ہے اس کو پیش کیا ہے۔ "اما بعد بر ضمیر منیر طالبان حق واضح باد کہ ہر چند خدائے تعالیٰ ذات خود آفریدہ است اول نور است و از آن نور جملہ عالم ظہور است زیرا کہ ذات حق خود علی نور است پس از نور چہ آید جز نور پس ادر ظاہر و باطن ہر چہ

است نور است در عالم روحانی و یا جسمانی نور حسی او تشتی است و بخود خود ثانی کہ او خود بخود و باشد و محتاج بود و حاجت بدیگری نه افتد کہ او مثل روشن است بریں اشارت و جود ات عالم بہ عالم نور است"۔

اس نور کا جس کا ظہور وہ سارے عالم مادی کا مخصوص کرتے ہیں یا تعلق اس مادہ سے تخلیق کے ذریعہ قائم ہے وہ خود کوئی ایسی قوت نہیں ہے جو خود بخود موجود ہو۔ آگے چل کر شیخ جب اس خیال کی تشریح کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس نور کی معرفت دل کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس کی معرفت اسی وقت ممکن ہے جب آدمی انوار کامل یعنی خدا اور رسول جنھیں آفتاب و ماہتاب کا درجہ حاصل ہے پر یقین ہو۔ اس حقیقت کا ادراک کرنے کے بعد ہی انسان کے قلب کو دل کا شعور ہوگا۔ انھوں نے اس خیال کو مختلف انداز سے پیش کیا ہے اور اس کی تائید میں شعرا و صوفیا کے اقوال نیز آیات قرآنی و احادیث نقل کیا ہے۔ آخر میں وہ لکھتے ہیں:

"اے طالب ایں کار فقیری راہ خدا است صفا و رکار است تا صفا کما حقہ نشود روی نماید"

شیخ محمود کا تیسرا اور آخری رسالہ "کشف المعانی" ہے جو ۱۲ ورق ہے۔ اس کا مواد جیسا کہ عنوان سے پتہ چلتا ہے بعض صوفی اصطلاحات کی تشریح پر ہے۔ شیخ نے اپنے انداز سے ان پر روشنی ڈالی ہے۔ ظاہر ہے یہ اصطلاحات نئے نہیں ہیں بلکہ صوفیا نے اپنے اپنے باطنی احساسات اور ذہنی سطحوں کے فرق کے ساتھ ان پر اظہار کیا ہے۔ مثال کے طور پر سب سے پہلے وہ اس صوفی حدیث کو لیتے ہیں کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق اس کی وضاحت کرتے ہوئے آگے چل کر لکھتے ہیں: "اول ما خلق اللہ نوری و آخرہ آدم" آدم کی تخلیق کے پیچھے جو راز پنہاں ہے کہ اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ نے اپنی منشا کو اس کائنات میں جاری کیا جس کی ذمہ داری کو انسان نے اپنی نادانی سے قبول کر لیا۔

اس خیال کے بعد وہ اللہ کی معرفت جسے وہ امانت الٰہی کا نام دیتے ہیں اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اللہ جو تمام اشیا پر حاوی ہے بالخصوص انسان پر جو ذات وصفات کا مرکب ہے۔ انسان کی ذات وصفت مستعار ہے اللہ کی ذات سے۔ آگے چل کر اس کی تشریح کرتے ہوئے وہ خدا کی معرفت و محبت الٰہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس معرفت کو حاصل کرنے میں انسان مادہ سے جس قدر اور جس درجہ آزاد ہوگا۔ اسی حد تک اسے یہ معرفت حاصل ہوگی اس سلسلے میں عبادۃ و تزکیہ نفس کی بڑی اہمیت ہے۔ عبادت و تزکیہ نفس کے عمل میں داخل ہونے کا صوفیا کا ایک متعین نظم ہے۔ اس نظم کو اپنانے اور اس پر سختی سے عمل کرنے سے آدمی معرفت الٰہی کے مقصد کی طرف آگے قدم اٹھاتا ہے۔ ظاہر ہے جب وہ اسی راہ کی پابندی و سلوک میں وقت گزارے گا تو اسے ان ذریعوں سے اجتناب کرنا پڑے گا جو معرفت کے لیے پردہ بن جاتے ہیں۔ یعنی غیر مذہبی علوم سے اسے سخت اجتناب کرنا ہوگا۔ اس خیال کی تائید میں یہ شعر نقل کرتے ہیں ؎

علم دین فقہ است و تفسیر و حدیث
ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

اسی مضمون کو اشعار کے ذریعہ مزید پھیلاتے ہیں۔ آگے چل کر تزکیۂ نفس کی راہ سخت ریاضت کو توفیق الٰہی سے وابستہ رکھتے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے ایسا وقت آئے جب شریعت کی پابندی محض رسم بن جائے اور اس کے عمل میں جس روح کی ضرورت ہے وہ باقی نہ رہے ایسی صورت حال ظاہر ہے ناپسندیدہ ہے جس سے انھوں نے پناہ مانگی ہے۔ اسی ضمن میں نبی صاحب کے قول کو نقل کیا ہے۔ مثنوی کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں اگر طالب معرفت کے دل میں طلب کی تڑپ ہے اور وہ اللہ یعنی مخلص ہے تو خدا اپنی مہربانی اور مرشدان کامل کی عنایت و برکت سے اس معرفت کی کرن کو انسان کے دل پر نازل کر دیتا ہے کیونکہ ایسے انسان نے اپنے نفس کو ریاضت شاقہ کے ذریعے اس قابل کر لیا ہے کہ یہ اپنے رب کو پہچان لے۔ اس لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ انسان حقیقت ذات وصفات کو پہچانے جب وہ اپنی شناخت کرے گا تو پھر حق کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔ اس کی مثال ایسی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ابن آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ اس ٹکڑے میں دل، دل میں روح اور روح میں راز راز میں نور اور نور میں میرا وجود میرا نور اللہ کا نور ہے۔ اس کے بعد نور کی تشریح کرتے ہوئے اس حدیث کو نقل کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور و روح پیدا کیا۔ روح و نور ایک ہی معنی میں ہیں پھر بھی عارفوں نے ان دونوں میں تمیز پیدا کیا ہے۔ "باطن روح نور است و ظاہر نور روح" انسانی روح و نور کا اس وجود کی حقیقت کو عرش الٰہی سے ہموار کیا گیا ہے۔ اس کیفیت کی تائید میں کئی اشعار نقل کیے گئے ہیں۔

لیکن اللہ مراتب کا شعور کوئی آسان کھیل نہیں چنانچہ یہ کھیل بغیر مرشد کامل کے کھیلا جانا مشکل ہے۔ مرشد کی رہبری کا ایک ذریعہ ہوتا ہے جس کی ابتدا ذکر سے ہوتی ہے قرآن میں آیا ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ ایک دوسری آیت کا ٹکڑا ہے فاذکرونی اذکرکم۔ جب ذکر الٰہی یا دوسرے لفظوں میں ذکر نور ہوگا تو پھر دل معرفت نور الٰہی کا مرکز بن جائے گا اور جو دل ذکر الٰہی کا مرکز ہو تو پھر اس پر روحانی ارتقا کے تمام مدارج کشف ہوں گے جیسا کہ نبی صاحب نے فرمایا ہے: "الشریعۃ اقوالی والطریقۃ افعالی والحقیقۃ احوالی والمعرفۃ راس مالی والعقل دینی والحب اساسی والشوق مرکبی والخوف رفیقی والعلم سلاحی والحلم صاحبی والصدق منزلی والیقین ماوائی والتوکل ردائی والقناعۃ کنزی والفقر فخری وبہ افتخر علی سائر الانبیاء" اس طویل حدیث کے بعد شیخ محمود فقر کی تعریف کرتے ہیں جس کی تائید اس شعر سے کرتے ہیں۔

ہر آنکہ با خداوند گشت واصل   از ذوق فقر فخری کرد حاصل

خدا میں مل جانا یعنی فنا فی اللہ ہو جانا ایک مقام ہے اس مقام پر پہنچ جانے سے مقام فقر حاصل ہوتا ہے۔ شیخ نے وصال کا تعین کیفیتوں اور صفات کے ذریعہ کیا ہے اس سلسلے میں یہ قطعہ نقل کرتے ہیں۔

فانی ز خود و بدوست باقی   این طرفہ کہ نیست شد و ہست شد

این طائفه اند اصل توحید   باقی که همه اند خود پرستند

اسی خیال کو معنی کے ایک نئے پہلو سے ظاہر کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں یہ رباعی نقل ہے۔ ؎

آں کاملاں که باول خود حق رسیده اند   اول قدم ز دنیا و دین برکشیده اند

آنگاه گشته اند عدم از وجود خویش   از جام هستیش می وحدت چشیده اند

فنا فی اللہ کا شعوری ارتقاء ایک ایسے نفسیاتی مقام تک لے جاتا ہے جہاں سالک راہ ذات خدا کو محبوب کی شکل میں جلوہ گر خیال کرنے لگتا ہے۔ "ما رأیت شیئاً الا رأیت اللہ فیہ" اسی مفہوم کو اس شعر کے ذریعہ ادا کرتے ہیں۔ ؎

آں لطافت که هست در معنا   صورتش صد هزار می بینم

پس بهر صورتے که می نگرم   از همه وجه یار می بینم

اما مشاہدۂ حق کا ذریعہ بغیر مادی محبوب کے یعنی رسول کے مشکل ہے یعنی رأیت ربی بربی و عرفت ربی بربی پہلے رب سے مراد نبی صاحب ہیں۔ اسی نکتہ پر پہنچ کر یہ رسالہ کشف المقامات ختم ہو جاتا ہے۔ آخر میں یہ عبارت ہے۔

"یہدی من یشاء الی صراط مستقیم صراط الذین انعمت علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔"

جناب مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی
دار العلوم دیوبند

کتبخانہ دار العلوم دیوبند کے چند اہم مخطوطات تصوف

(۱) فصل الخطاب

خواجہ پارسا حسن کا نام محمد بن محمد بن محمود الحافظی البخاری ہے ، ان کی کتاب "فصل الخطاب" کا قلمی نسخہ کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں اچھی حالت میں ہے ، مسائل تصوف اور قرآن و حدیث کے مضامین پر مشتمل ایک عمدہ کتاب ہے ، اولیاء اللہ کے واقعات اور تذکرے بھی عمدہ پیرایہ میں بیان کیا مصنف نے نقل فرمائے ہیں ۔ پارسا ان کا نام ان کے مرشد حضرت شاہ نقشبندؒ نے رکھا تھا ، اور یہ [illegible] نظر پڑتے ہی یہ نام تجویز فرمایا تھا ، اس کا قصہ مورخین نے اس طرح لکھا ہے :

"در روز اول کہ خواجہ پارسا بخدمت خواجہ نقشبند حاضر شد خواجہ اندرون خانہ خود تشریف داشت ، بر دہلیز دروازہ رفتہ دستک زد و خود بیرون در استاد ، دریں اثنا خادمہ از کنیزان حضرت شاہ از بیرون اندرون خانہ بخدمت خواجہ رسید خواجہ از وے پرسید کہ بیرون در کیست عرض کرد کہ شخصے بصورت متقی و پارسا بیرون در استادہ است فرمود کہ فی الحقیقت پارسا است و نام او ہم پارسا خواہد بود ، بعد ازاں بیرون تشریف آوردہ گفت کہ نام شما پارسا نہادیم ، ان شاء اللہ اسم با مسمی خواہید بود ، از آں روز خواجہ محمد حافظ الملقب بخطاب پارسا گشت و بہمیں نام اشتہار یافت" (حقیقۃ الاولیاء [illegible]) ۔

خواجہ پارسا پہلے دن جب شاہ نقشبندؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، دستک دے کر باہر کھڑے ہو گئے ، اتنے میں خواجہ کی ایک خادمہ باہر سے اندر گھر میں داخل ہوئی ، حضرت شاہ نقشبندؒ نے دریافت فرمایا کہ باہر سے کس نے دستک دی ہے ، کون ہے ؟ اس نے عرض کیا ایک متقی پارسا صورت آدمی باہر کھڑا ہوا ہے اور آپ کا انتظار کر رہا ہے ، خادمہ کی بات سن کر آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ واقعی وہ شخص پارسا ہی ہے ، اور اب اس کا نام بھی پارسا ہی ہوگا ، اسی نام سے لوگ اسے یاد کریں گے ، چنانچہ آپ اندر سے باہر جب تشریف لائے تو خواجہ محمدؒ سے فرمایا کہ آج سے تمہارا نام پارسا رکھتے ہیں ، تم ان شاء اللہ اسم بامسمی ثابت ہوگے ، اور ہوا بھی ایسا ہی ، سبھوں نے ان کو اسی پارسا کے نام سے یاد کرنا شروع کر دیا اور اسی نام سے مشہور ہوگئے ۔ اصل نام خاص خاص لوگ ہی جانتے تھے ، عوام و خواص میں خواجہ پارسا کے نام ہی سے پہچانے جاتے تھے ۔

خواجہ پارسا کے بہت سارے کشف و کرامات مشہور ہیں ، زیر نظر کتاب آپ کی اچھی تصنیف لطیف ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے آپ نے یہ کتاب بڑی توجہ اور محنت سے لکھی ہے ، کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ پارسا کا مطالعہ بہت گہرا اور عمدہ تھا ، پوری کتاب کتب حدیث ، اور قرآن پاک کی آیتوں کے حوالہ سے لبریز ہے ، تاریخی واقعات نے اس کو اور بھی آئینہ کر دیا ہے ، خود اس کتاب کا

مقدمہ ملاحظہ کیا جائے۔ لکھتے ہیں:

"اما بعد چنین گوید العبد المفتقر الی اللہ تعالی الودود محمد بن محمد بن محمود الحافظی وفقہ اللہ عزوجل لما یحبہ ویرضاہ من القول و العمل ورسخہ رسوخ الاسلاف واقامہ علیہ عند الخلق الی لقائہ"

اس تمہید کے بعد فرماتے ہیں:

"بدانکہ اللہ عزوجل ایانا علی السداد فی القول والعمل والاعتقاد کہ مشائخ طریقت قدس اللہ تعالی ارواحہم کبرا دین و مقتدایان اہل یقین اند جامع اند میان علوم ظاہر و علوم باطن و ارباب احوال و اصحاب کمال اند عقاید صافیہ ایشان بنا بر اصول صحیحہ مستفاد است از کتاب و سنت و اجماع امت و موید است بدلائل نقلیہ و شواہد عقلیہ"

اس کا حاصل یہ ہے کہ مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم دین کے بڑے لوگوں اور اہل یقین کے پیشواؤں میں ہیں، یہ علوم ظاہر اور علوم باطن دونوں کے جامع ہیں، اور ارباب احوال اور اصحاب کمال میں ان کا شمار ہے۔ ان کے عقاید کتاب و سنت اور اجماع امت کے مطابق پاکیزہ اور صاف ستھرے ہیں، جن کی دلائل عقلیہ سے تائید ہوتی ہے اور جو شواہد عقلی سے ثابت شدہ ہیں۔

مشائخ طریقت کی خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور مدح و ستائش کی ہے، اور ان کے مراتب عالیہ کو ذہن نشین کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ لکھا ہے کہ یہ مومنوں کے طبقہ خواص سے تعلق رکھتے ہیں، اور اہل سنت والجماعت کے عقیدے پر مضبوطی سے عمل پیرا ہیں بدعات و خرافات سے کوسوں دور ہیں، اور کوئی شبہ نہیں کہ راہ سلوک طے کرنے والے صوفیا و مشائخ کا بڑا مرتبہ ہے، اور ان کے احوال قابل رشک ہوتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ پر جتنا مضبوط اعتماد ہوتا ہے، عوام کے لیے اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ زیر نظر فصل الخطاب نامی کتاب، مصنفہ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک مسلمان کے پڑھنے کے لائق ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا بکثرت حوالہ ہے صحاح ستہ کی حدیثیں جگہ جگہ حوالہ میں پیش کرتے ہیں، تفسیر میں معالم التنزیل امام بغوی، تفسیر امام رازی، حقائق التفسیر کا حوالہ ہر ہر مسئلہ پر آپ دیکھیں گے۔ اس کتاب کے مطالعے کے بعد یقین کرنا پڑتا ہے کہ اللہ والوں کی نگاہ دور رس اور دور بیں ہوتی ہے، اور تخلیق انسانی کے منشا کو ان حضرات نے خوب سمجھا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ عمل میں سبھوں سے آگے نظر آتے ہیں، زہد و تقویٰ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کتاب میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔

کتاب میں ایک جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بحث کرتے ہوئے یہ آیت شریف نقل فرمائی ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ اس آیت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"کلمۂ من در آیت برائے تبعیض امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض کفایہ است، یا دا بعض از دیگران ساقط شود۔ و دیگر معنی تبعیض در آیت آنست کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کار ہر کس نیست، کار کسی است کہ معروف را از منکر داند، و مراتب مشروعات و مشروعات بشناسد، و ترتیب در امر و نہی نگاہ دارد، اگر نہ مقصود حاصل نشود و در زشتی نکشد۔"

فرماتے ہیں کہ ولتکن منکم میں من حرف جار تبعیض کے لیے آیا ہے یعنی تبلیغ دین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر فرض عین نہیں ہے بلکہ اگر کچھ لوگ بھی اس فریضہ کو ادا کر لیں گے تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے، گویا یہ فرض کفایہ ہے بعض لوگوں پر ہی یہ فریضہ عاید ہوتا ہے۔ من تبعیض کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے کچھ شرائط و قیود ہیں جن میں یہ شرائط پائی جائیں گی، وہی اس فریضہ کو ادا کرنے کے اہل قرار پائیں گے، پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شخص ایسا ہو جس کو معروف و منکر کی تمیز حاصل ہو کہ بھلی بات کونسی ہے اور بری بات کسے کہتے ہیں اور وہ کیا ہے؟ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ شخص جائز و ناجائز کو جانتا ہو، کہ کہاں امر بالمعروف کرنا چاہیے، اور کہاں منکرات سے منع کرنا چاہیے۔ تیسری شرط یہ بھی ذہن نشیں رہنی ضروری ہے کہ نرمی اور محبت سے مقصد حاصل ہو رہا ہے تو ایسی جگہ میں سختی اور درشتی ہرگز اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو جب تبلیغ دین کے لیے روانہ فرماتے تو نصیحت کرتے، ایک دفعہ دو صحابی کو روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "بشروا ولا تنفروا یسروا ولا تعسروا" تم دونوں خوشخبری سنانا یعنی ایسی باتیں کہنا کہ ان کو رغبت ہو نفرت پیدا نہ کرنا، یعنی ایسی بات نہ کرنا کہ وہ تم سے نفرت کرنے لگیں یا دین سے ان میں نفرت پیدا ہو جائے۔ مخاطب کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا، دشواری اور سختی میں ڈالنے کی سعی نہ کرنا، اس طرح کہ نرمی اور دینی باتوں سے وہ خوش ہوں۔

ہمارے اس ملک ہندوستان میں صرف صوفیاء اور اولیاء کرام نے اشاعت دین کا فریضہ غیر مسلموں میں پورے طور پر ادا کیا، ان کا معاملہ ان کے ساتھ نرمی و محبت کا رہا، اسی لیے ان کے ہاتھوں پر بکثرت لوگ ایمان لائے۔ عام لوگوں کی طرح پہلے مرحلے میں ہی ان کے عیوب گنانا شروع نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح بیجا تنقید و تبصرہ نہیں کرتے بلکہ اس سے گریز کیا کرتے تھے۔

خواجہ محمد پارسا امر بالمعروف کے سلسلے میں آگے لکھتے ہیں:

"و اگر داند کہ عاصی بکفر در افتد بگذارد، و نیت او طلب رضائے خدا تعالیٰ باشد و اعزاز دین حق باشد و شفقت بر عاصی صبر و حلم ورزد، از غضب انواع شوائب طبع خود را دور دارد، و از ین راہ چیزی یا درست تحمل کند چو امر بالمعروف و النہی عن المنکر و اصبر علیٰ ما اصابک در آیت دیگر فرمود۔"

یعنی اگر یہ اندازہ ہو کہ کسی گنہگار کو امر بالمعروف کریں گے، تو اس کی زبان پر اس کے جواب میں ایسے جملے آجائیں گے جس سے اس پر کفر کا فتویٰ عاید ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں اس کو نہ چھیڑے، کہ خدانخواستہ وہ کفر تک نہ پہنچ جائے اور اس کی عاقبت بننے کے بجائے خراب ہو جائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو اس فریضہ تبلیغ و تذکیر کو ادا کر رہا ہے۔ وہ ریا، شہرت اور نام و نمود کی طلب سے کوسوں دور رہے۔ اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور دین حق کا اعزاز مقصود ہو، اپنی عزت و شوکت کا شائبہ قلب میں نہ آنے پائے، چونکہ یہ مرحلہ بڑا نازک ہوتا ہے، لہٰذا نفس اور غضب کی سے اپنے کو بچائے رکھے اور اس راستے میں اگر کوئی اذیت پیش آئے تو اس کو برداشت

کرے، اس لیے کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"کتاب اللہ علی اربعۃ اشیاء العبارۃ والاشارۃ واللطائف والحقائق فالعبارۃ للعوام والاشارۃ للخواص واللطائف للاولیاء والحقائق للانبیاء۔"

اللہ کی کتاب میں چار چیزیں ہوتی ہیں: عبارت، اشارہ، لطائف اور حقائق۔ عبارت عوام کے لیے ہے کہ وہ اس کو سمجھ کر عمل کرے، اور ظاہر معنی کو اختیار کرے۔ اشارہ خواص امت کے لیے ہے جس کو علمائے کرام اور ارباب فضل و کمال سمجھتے ہیں اور اس میں غور و فکر کرتے ہیں۔ تیسری چیز لطائف ہے، جو اولیائے کرام کے لیے مخصوص ہے، وہ اپنے ذوق کے مطابق اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور چوتھی چیز حقائق ہے ان کا تعلق انبیائے کرام سے ہوتا ہے، کہ ان کے پاس براہ راست وحی آتی ہے۔ اور ان کا تعلق رسالت اللہ تعالیٰ سے قائم رہتا ہے۔

ایک جگہ ایک حدیث نقل کی "ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب" کہ رب العالمین خود پاک و صاف ہے اور وہ صرف پاک و صاف ہی چیز کو قبول فرماتا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ رب العالمین نے حلال و پاک کے استعمال اور کھانے کا جس طرح انبیائے کرام کو حکم فرمایا ہے اسی طرح مومنوں کو بھی حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ "یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا" یہ انبیا کے لیے ہے۔ مومنوں کے لیے ارشاد ہے: "یاایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم"۔ پھر وہ حدیث نقل کی ہے جس کا کھانا پینا اور پہننا اوڑھنا بھی حرام کے طور پر ہوتا ہے، اور وہ حرام غذاؤں سے پیٹ بھرتا ہے پھر وہ دعا کے لیے ہاتھوں کو اٹھاتا ہے اور آہ و زاری کرتا ہے مگر اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ حلال غذا سے محرومی ہوتی ہے اور حرام غذا سے دلچسپی۔

پوری کتاب اسی طرح کے عمدہ مضامین سے بھری ہوئی ہے۔ سخت سے سخت دل آدمی بھی ان مضامین کو پڑھنے کے بعد سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اسے اس زندگی میں کیا کرنا چاہیے، اور ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان ذمہ داریوں کا ادا کرنا کس قدر ضروری ہے۔

مختصر یہ کہ پوری کتاب میں کتاب و سنت کے حوالے سے ہی لکھا گیا جو کچھ لکھا گیا ہے۔ پیر و مرشد کا تذکرہ بھی جگہ جگہ آئے ہیں اس کا پوری کتاب میں اہتمام ہے، جہاں اور جس کتاب سے مضمون اخذ کیا، اس کا حوالہ ظاہر کر دیا ہے۔ پوری کتاب تین سو اوراق میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہر صفحہ میں ۱۷ سطریں ہیں۔ کاغذ دبیز چکنا لگا ہوا ہے جدولیں خوش نما ہیں۔ یہ نسخہ ۱۰۰۰ھ کا کتابت شدہ ہے۔ اور اس نسخہ سے منقول ہے جو مصنف کے زمانہ ۸۰۰ھ کا کتابت شدہ تھا۔

خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ سمرقند میں ایک حدیث کا حوالہ دیا، حاسدین نے وہاں کے بادشاہ کو یہ باور کرایا تھا کہ خواجہ پارسا صحیح حدیث نقل نہیں کرتے ہیں، چنانچہ جب آپ نے کسی مسئلہ میں ایک حدیث نقل کی تو وہاں کے علماء نے کہا کہ

کہ اس کا حوالہ دکھائیں، وہ مجبور ہے تھے حوالہ دکھا نا ان کے بس ہی میں نہیں ہے، خواجہ نے ان علما کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر فلاں کتاب میں یہ حدیث دکھا دی جائے تو آپ مان لیں گے۔ سبھوں نے کہا ضرور تسلیم کریں گے۔ آپ مراقب ہو گئے، پھر سر اٹھا کر شیخ الاسلام عصام الدین کو خطاب کر کے فرمایا تم اپنے کتب خانہ سے فلاں کتاب لے آؤ، وہ فلاں جانب کی الماری میں اتنی کتابوں کے نیچے رکھی ہے، شیخ الاسلام کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی، اپنے ایک خادم سے کہا فلاں الماری میں فلاں نمبر کتابوں کا ڈھیر ہے اس میں نیچے جو کتاب ہے، لے آؤ، وہ گیا اور لے آیا۔ حضرت خواجہؒ نے کتاب کھول کر وہ حوالہ دکھا دیا۔ لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور اس دولتیے خلاف میں پروپیگنڈہ کرنے والوں کی زبانیں بند ہو گئیں۔ وہاں کا بادشاہ بہت خوش ہوا اور معتقد ہو گیا۔

۱۰۲۰ھ میں آپ نے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ عمر ۷۰ سال پائی۔

۲ کلمات الحق

بارھویں صدی ہجری میں تصوف کا کافی چرچا تھا اور بہت سارے اہل اللہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنی خانقاہوں کے اندر بیٹھے ہوئے تزکیہ قلوب اور تصفیہ باطن کی خدمت انجام دے رہے تھے اور لوگ دور دراز سے چل کر ان کے پاس پہونچتے تھے، اور ان کی خدمت میں رہ کر فیض باطن حاصل کرتے تھے، اس دور میں بہت ساری کتابیں اس فن میں لکھی گئیں اور لوگوں نے ان کا مطالعہ کیا، جس سے ان کے باطن کی اصلاح ہوئی۔

علم تصوف میں ایک مسئلہ وحدت وجود اور وحدت شہود کا بھی ہے، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی وحدت وجود کے قائل تھے اور ان کے پیروکاروں نے اسی کی اشاعت کی۔ لیکن بعد میں صوفیا، وحدت شہود کے قائل ہوئے اور اس کی اشاعت شروع کی، اخیر دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ وحدت شہود کا اپنے مکتوبات میں تذکرہ کیا اور آپ کے ماننے والوں میں اس کا کافی چرچا ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) سے کسی نے دریافت کیا کہ ان میں کون سا قول راجح ہے اور ان دونوں مسئلوں کی حیثیت کیا ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کے جواب میں ایک لمبا خط لکھا، جس میں ان دونوں نظریات کی وضاحت فرمائی، اور یہ ثابت فرمایا کہ دونوں نظریے الگ الگ نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں، صرف تعبیر کا فرق ہے۔ یہ رسالہ وحدت وجود و حدت شہود کے نام سے اس زمانہ میں پھیل گیا۔

اسی دور میں ایک جید الاستعداد معقولی عالم دین مولانا سید غلام یحییٰ بہاری (م ۱۱۸۸ھ) بھی تھے، جو علم معقولات میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے، اور لکھنؤ میں ان کی درسگاہ طلبہ کا مرجع عام بنی ہوئی تھی، مولانا کا درس کافی مقبول تھا، اور مختلف

کوشنگان علم کھنچ کھنچ کر ان کے درس میں پہنچ رہے تھے۔ انھوں نے اپنے زمانہ تدریس میں میر زاہد رسالہ پر ایک قیمتی حاشیہ "عوامر الہدی فی الیل ولد حق" کے نام سے تصنیف کیا تھا، جو علماء وقت میں بہت زیادہ مشہور بھی ہوا اور مقبول بھی۔ اس سے ان کی شہرت میں کافی اضافہ ہوا، اور میر زاہد رسالہ کے ساتھ حاشیہ مولانا غلام یحییٰ بہاری عام طور پڑھایا جانے لگا۔

مولانا غلام یحییٰ بہاری پر ایک ایسا دور آیا کہ باوجود اس کے کہ وہ مشہور و مقبول استاذ تھے۔ انکی درسگاہ کا عام طور پر چرچا تھا، سب سے کنارہ کش ہوکر مرشد کامل کی تلاش میں دہلی پہنچے اور وہاں کے مشہور و مقبول بزرگ حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ) سے منسلک ہوگئے اور کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہے۔ پہلے ان کا اندازہ تھا کہ چھ ماہ میں راہ سلوک طے ہو جائے گی اور وہ پھر واپس ہوکر تدریس کے فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہو جائیں گے، مگر ایسا نہ ہوا۔ ان کا جی وہاں لگ گیا، اور راہ سلوک کی ساری منزلوں کا طے کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا۔

حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بڑے اونچے پایہ کے عالم دین تھے۔ لہٰذا ان کی مجلسوں میں علمی گفتگو ہوتی رہتی تھی، جس میں مولانا غلام یحییٰ بہاری رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوا کرتے تھے، اور کبھی کبھی یہ بھی مرشد کے کہنے پر علمی مباحث میں حصہ لیتے تھے، ذہین و ذکی بھی تھے، اور علم معقولات پر عبور رکھتے تھے، اس لیے خوب بولتے تھے۔

ایک دفعہ "وحدت وجود اور وحدت شہود" کا مسئلہ بھی سامنے آیا، اور اس پر بھی مرشد کی مجلس میں بحث ہوئی، مرشد نے فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر تم ان مسائل پر اختصار کے ساتھ کوئی رسالہ تحریر کر دیتے۔ طبیعت میں علمی مناسبت تو تھی ہی آمادہ ہوگئے، اور ان مسائل پر ایک عمدہ رسالہ تحریر فرما دیا، اس کا نام مولانا موصوف نے "کلمات الحق" تجویز فرمایا۔

کوئی شبہ نہیں یہ رسالہ بہت ہی جاندار ہے اور وحدت وجود اور وحدت شہود کے مسائل کو نکھار کر رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ مولانا نے بغیر نام لیے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ کی کہیں کہیں سے عبارت لے کر اس پر تنقید کی یعنی حضرت شاہ نے دونوں میں تطبیق کی جو سعی فرمائی تھی اس کو انھوں نے تسلیم نہیں کیا، اور دونوں کے فرق کو واضح کیا، اس اتحاد کے قائل نہیں ہوئے جس کا ذکر حضرت شاہ نے اپنے رسالہ میں کیا تھا۔

مولانا غلام یحییٰ بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و نعت کے بعد اپنے اس رسالہ کو یہاں سے شروع کیا ہے: "اما بعد محرر این مطالب علیا و عبارات نارسا فقیر غلام یحییٰ کہ از آغاز شباب بعد تحصیل علوم منقول و معقول با چند از طلبہ علم در مقام لکھنؤ بہ تعلیم و تدریس مشغول بود کہ ارادہ ازلی بہمت حق طلبی رہبر او مسلط گردانید و قائد توفیق بجانب قبلہ خدا پرستاں قدوۂ حقیقت شناساں داعیٔ ارشاد و ہدایت صاحب اندراج النہایہ فی البدایہ حضرت مرزا جان جاناں علیہ الرحمٰن رسانید و در عرصہ دو سال ملازمت گرامی یافتہ بکسب کمالات طریقہ عالیہ مجددیہ کہ مبنا آں بر اتباع شریعت سنت

سنیہ محمدیہ است علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ملتزم گردید۔"

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نوجوانی سے پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت غالب آئی اور تدریس وانکس چھوڑ کر دہلی آگیا اور حضرت مرزا جان جاناں کی خدمت میں رہنا طے کر لیا جہاں کمالات طریقہ مجددیہ کے حصول میں منہمک ہوگیا یہ طریقہ سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

اس کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت مرزا جان جاناں کی مجلس خاص میں روز و شب علمی مباحث چلتے رہتے تھے اور حضرت اقدس ان مسائل پر روشنی ڈالا کرتے تھے، ہم شرکائے مجلس اس گفتگو میں برابر بغرض استفادہ شریک رہتے تھے، بعض مواقع میں حضرت کے ایماء سے مجھے بھی کبھی کبھی بولنا پڑتا تھا، اور حضرت اسے پسند بھی فرماتے تھے۔

ایک دن وحدت وجود اور وحدت شہود کا مسئلہ مجلس میں آگیا اور اس مسئلہ خاص میں صوفیائے متقدمین ومتاخرین کا باہم جو اختلاف ہے اس کا تذکرہ بھی آیا، حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کرتے تھے کہ ان مسائل پر کوئی مختصر واضح تحریر مرتب ہو جائے تو بہت بہتر ہے، مولانا نے اس کو اپنے لفظوں میں اس طرح ادا کیا ہے۔

"و از آں جملہ سخن در مسئلہ توحید وجودی وشہودی نیز میرفت و ذکر اختلاف محققین از متقدمین ومتاخرین صوفیاء در آں باب بمیاں می آید و اکثر اشارت تمام اشارت بتحریر زبدہ ایں مطالب و خلاصہ ایں مآرب بفقیر می فرمودند"

گویا رسالہ کلمات الحق کی تالیف از خود نہیں کی بلکہ اپنے مرشد عالی مقام کے حکم سے قلم اٹھانا پڑا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ ایک مرید کا فرض ہوتا ہے کہ پیر کی فرمائش پوری کرے بالخصوص اس وقت جبکہ وہ خالص علمی مسئلہ ہو، یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مولانا بہاری رحمۃ اللہ علیہ کو علم معقولات پر پوری دسترس حاصل تھی، اور وہ ان کا طبعی مسئلہ بن گیا تھا۔

اور کوئی شبہ نہیں کہ مسئلہ وحدت وجود وشہود کا معقولات سے گہرا تعلق ہے، اور سچ پوچھیے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ تطبیق سے اختلاف کی وجہ علم معقولات میں غلو یا ہارٹ تامہ بنا جس میں مولانا بہاری کا ذہن ڈھل سا گیا تھا۔ آگے تحریر فرماتے ہیں:

"بحسب الامر در سنہ ہزار و صد و ہشتاد و چہار ہجری بتالیف ایں رسالہ کہ مشتمل است بر تبصرہ در مسئلہ مذکورہ مسمیٰ بکلمات الحق موفق شد امید از مستفیدان منصف کہ از معائب ومناقص ایں بضاعت مزجات اغماض فرمایند بلکہ اصلاح آں نمایند وفقیر بدعائے خیر بخوانند"

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا ذہن کبر و فخر سے بہت دور ہے، اور اس کا بھی اعتراف ہے کہ بشریت کی وجہ سے غلطیوں کا بھی امکان ہے، لہٰذا اس کی اصلاح فرمائیں۔

مصنف کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہے کہ انھوں نے یہ قیمتی رسالہ ۱۱۸۲ھ میں لکھا ہے جو لوگ مولانا غلام یحییٰ بہاری کا سنہ وفات ۱۱۸۰ لکھتے ہیں اس عبارت سے اس کی تردید ہوتی ہے، اندازہ یہ ہے کہ یہ ۱۱۸۸ھ ہے کیونکہ دہلی سے واپس آنے کے بعد عرصہ تک زندہ رہے، اور مخلوق خدا آپ کے فیوض و برکات سے متمتع ہوتی رہی۔

رسالہ کے ابتداہی میں مولانا موصوف نے اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ وحدت وجود اور وحدت شہود کا مسئلہ عقائد دینیہ ضروریہ سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ ایک خالص کشفی اور علمی مسئلہ ہے لہٰذا ان مسائل پر زیادہ رد و قدح کی قطعاً ضرورت نہیں ہے اور نہ عوام کے سامنے بیان کرنے کی ضرورت ہے، اس سے دلچسپی اگر صوفیا اور اہل علم لیتے ہیں تو ان کی شان کے مطابق ہے، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بہت اختصار کے ساتھ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے یہ بھی اشارہ فرمایا ہے کہ دراصل ان مسائل کا تعلق حادث و قدیم کے درمیان جو ربط خاص ہے اس ربط خاص سے ہے اور یہ ایک کیفیت ہے جو مشائخ اور صوفیا پر وارد ہوتی ہے، مولانا موصوف کے الفاظ یہ ہیں۔

"باید دانست کہ مسئلہ وحدت وجود و وحدت شہود از مسائل عقائد دینیہ ضروریہ کہ بنا ایمان و اسلام بر آنہا باشد نیست زیرا کہ ایں ہر دو مسئلہ متعلق اند بکیفیت ربط حادث بقدیم، و آنچہ از ظاہر کتاب و سنت در کیفیت ایں ربط ثابت شدہ ہمیں قدر ہست و بس کہ ایں عالم تماما حادث است و مصنوع او تعالیٰ شانہٗ و او صانع است و قدیم۔"

یعنی کتاب و سنت سے بس اس قدر ثابت ہے کہ سارا عالم حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور رب العالمین پیدا کرنے والا ہے، اور قدیم ہے لہٰذا ان دونوں میں تعلق عینیت کا نہیں ہو سکتا ہے بلکہ غیریت کا ہوگا۔

مؤلف موصوفؒ اس پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ وحدت وجود کا مسئلہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے، اور انھوں نے اور ان کے ماننے والوں نے اس مسئلہ پر بہت کچھ اہل علم کے ذہن نشین کرنے کے لیے لکھا ہے، اور عام طور پر اسی زمانہ کی کتابوں میں اس مسئلہ پر بحث بھی ملتی ہے۔ اور وحدت شہود کا مسئلہ اولاً علاء الدولہ حضرت سمنانیؒ کے دور میں پیدا ہوا، اور آخر میں اس کی اشاعت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہوئی۔

"توحید وجودی از زمانہ شیخ اکبر و قران و اتباع ایشان رضی اللہ عنہم پدید شدہ یافتہ کتب و رسائل در تحقیق مبادی و مقاصد ایں مسئلہ بوجود آمدہ ——— و توحید شہودی از حضرت علاء الدولہ سمنانی اولاً و از حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما آخراً تمدد و رواج یافتہ۔"

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی کھول کر بیان فرما دیا ہے، ان دونوں مسئلوں کا تعلق اولیاء اللہ کے مکشوفات سے ہے راہ سلوک کے طے کرنے والوں میں کچھ پر وحدت وجودی منکشف ہوا اور کچھ بزرگوں پر وحدت شہودی کا ظہور ہوا۔

اس کائنات اور مخلوقات کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے بعض بزرگوں کی نظر میں وجودی ہے اور بعضوں کی نظر میں شہودی یعنی بعضوں کے یہاں کائنات مخلوقات میں ذات خداوندی پائی جاتی ہے، اور بعضوں کے نزدیک مخلوقات وممکنات میں فیضان خداوندی پایا جاتا ہے۔

یہ مسلّم ہے کہ ساری کائنات رب العالمین کے پیدا کرنے سے وجود کی نعمت سے مستفیض ہوئی ہے خود بخود وجود کی نعمت سے بہرہ ور نہیں ہوئی۔ لیکن وحدت وجود اور وحدت شہود کی حقیقت کیا ہے؟ موصوف نے واضح کر کے لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کے مکشوفات ہیں یہ کوئی عقاید دینیہ کا مسئلہ نہیں ہے۔

"پس نیست مگر ایں کہ از مکشوفات اولیاء اللہ است کہ بعض ایشاں را در اثنائے سیر وسلوک وحدت وجودی مکشوف شدہ
بعض آخر وحدت شہودی واضح گشتہ۔"

اسے بھی واضح فرمایا ہے کہ ان مسائل کا تعلق عہد صحابہ، عہد تابعین یا تبع تابعین سے نہیں ہے بلکہ بہت بعد میں یہ مسائل صوفیاء کرام میں پیدا ہوئے متقدمین کی کتابوں میں یہ مسائل کہیں نہیں ملتے ہیں۔

"و از صحابہ و تابعین و اتباع ایشاں رضوان اللہ علیہم اجمعین و ہم چنیں از قدمائے صوفیاء کرام ایں نحو و اقع بود تکلم نہ کردہ
بیچکی از ایشاں ہر دو مسئلہ تقریر تحقیقہ ثبوت نرسیدہ۔"

صوفیاء متقدمین میں بھی صراحتاً یہ مسائل وحدت وجودی و شہودی نہیں ملتے ہیں۔ مؤلف نے یہ بھی لکھا ہے کہ امت کا مقصد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی ہے کہ دنیا و آخرت کی فلاح اسی سے وابستہ ہے اور الحمد للہ سنن نبویہ میں کوئی گنجلک قطعاً نہیں ہے۔ جو چاہتا ہے کہ وہ سعادت سرمدی سے متمتع اندوز ہو تو اس کا فریضہ یہ ہے کہ بس وہ اپنا تعلق کتاب و سنت سے رکھے۔ ان مسائل صوفیانہ میں نہ الجھے، اور نہ اپنا وقت ضائع کرے۔

"نمی دانند کہ اتباع کمال اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم است و فوز سعادت سرمدی باو متعلق است۔"

ضمنی طور پر آپ نے یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ طالب حق کو چاہیے کہ کسی ایسے کامل و مکمل شیخ کی صحبت اختیار کرے جس کا ظاہری حال کتاب و سنت کے مطابق ہو اور اس کا باطن غیروں پر موثر ہو اس راہ کے لیے اکسیر اعظم اسی طریقہ کو جانے، انشاء اللہ اس کی صحبت اور ظاہر کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے سے حق دلوں میں راسخ ہو جائے گا اور اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال ہو جائیگا۔

"و پس طالب حق را باید کہ اگر دست دہد صحبت شیخ کامل و مکمل کہ ظاہرش موافق کتاب و سنت باطنش موثر باشد اکسیر اعظم
داند و از فیض صحبتش برادو واضح سازند بجاں مختار شود گرداند۔"

اسی کے ساتھ مؤلف محترم نے اس کی بھی تاکید کی ہے کہ کسی فریق پر زبان طعن و تشنیع ہرگز دراز نہ کرے کہ یہ محرومی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

"لیکن باید کہ زبان طعن و تشنیع بر طرف ثانی نکشاید"۔

موصوف کا یہ علمی رسالہ بڑی تقطیع کے ۴۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اوپر جو کچھ لکھا گیا اس سے یہ بات ذہن نشین ہو چکی ہوگی کہ مصنف معتدل المزاج تھے اور کسی سے ان کو کوئی شکایت نہ تھی، اور اس مسئلہ کو انھوں نے علمی بحث تک محدود رکھا ہے۔

لیکن جب یہ رسالہ کلمات الحق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی کی نظر سے گزرا اور یہ دیکھا کہ رسالہ ہٰذا میں ان کے والد بزرگوار کے رسالہ پر تنقید و تبصرہ ہے، تو انھوں نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا، اور ۴۴ صفحات کے رسالہ کا جواب ۵۰ صفحات پر لکھا، اس کا نام انھوں نے "قیض الحق سورت بر دفع الباطل" رکھا، ایک طرف مولانا بہاری کا یہ اختصار و ایجاز ہے اور دوسری طرف شاہ رفیع الدین دہلوی کا اطناب، یہ دونوں بزرگ اپنے علم و عمل میں ممتاز تھے۔ مولف کلمات الحق کے شیخ حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی اس رسالہ پر توقیع بھی ہے وہ بھی پڑھنے کے لائق ہے، اور اس سے بھی مولانا غلام یحییٰ بہاری کی عظمت علم کا ثبوت ہوتا ہے، توقیع حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ۔

"نحمد اللہ و نصلی علی رسولہ۔ سرگروہ علماء فحول و جامع علوم معقول و منقول سید غلام یحییٰ اوصلہ اللہ الیٰ ما تمنیٰ کہ نسبت اخوت طریقہ بایں ہیچمداں یعنی جان جاناں دارند بحسب ایماء ایں فقیر رسالہ مختصرہ در تصویر مسئلہ وحدت وجود و وحدت شہود تحریر نمودہ از نظر م گذرانیدند حق آنست کہ ایں ایجاز قدر کافی است بہ بیان وافی جزاھم اللہ خیر الجزاء، اما التعرض بہ تطبیق ضرورے نداشت کہ توفیق بین المکشوفین اگرچہ خالی از تکلفی نیست، لیکن متضمن مصلحت عمدہ است و ہی الاصلاح بین الفئتین العظیمتین فرحم اللہ عبد الضعیف و لم تبعث والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

اس توقیع میں حضرت مرزا صاحب نے مولانا بہاری کے ایک بڑے عالم دین ہونے کی بات کہی ہے، کہ وہ جماعت علماء میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں اور علم معقول و منقول دونوں میں بلند مقام کے مالک ہیں، دوسری یہ بات بھی فرمائی ہے کہ مولانا موصوف ان کے سلسلہ میں داخل ہیں، تیسری بات یہ کہ انھوں نے یہ رسالہ حضرت والا کے ایما سے تحریر فرمایا ہے، چوتھی بات یہ کہ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر کافی و وافی ہے، اور اسے وہ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس کے بعد اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ مولف نے ان دونوں مسلکوں میں تطبیق دینے کو ضروری نہ سمجھا کیونکہ یہ دونوں مکشوفات ہیں، اور تطبیق کی صورت تکلف سے خالی نہیں ہے، باقی تطبیق دینے میں ایک مصلحت پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے دو عظیم الشان جماعتوں کی اصلاح ہے تاکہ اختلاف کی کوئی بات نہ درمیان پڑ جائے، یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے دونوں میں تطبیق کی جد و جہد فرمائی ہے، اور دونوں نظریات میں جو اختلاف ہے اس کو دور کیا جا رہا ہے۔

مولانا سید غلام یحییٰ بہاری بار ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے اور ان کی تعلیم سندیلہ ضلع لکھنؤ میں ہوئی آپ کے

استاد کا نام مولانا باب اللہ جونپوری ہے اور جس مدرسہ میں تعلیم پائی اس کا نام مدرسہ منصوریہ تھا۔ بڑے ذہین تھے اور علم معقولات سے طبعی مناسبت تھی، ابتدا میں بیعت حضرت شیخ بدر عالم سادا موی سے ہوئے تھے اور آخر میں حضرت مرزا جان جاناں سے، اور وہیں سے خلافت حاصل ہوئی۔ اور اس کے بعد لکھنؤ واپس ہوکر ارشاد و بیعت کی خدمت میں مشغول ہوئے اور بہت سارے عوام و خواص آپ سے مستفیض ہوئے، اس زمانہ میں آپ کا قیام پیر محمد لکھنوی کی خانقاہ میں رہتا تھا، جو شیخ محمود قلندر کی تکیہ کے پاس تھی۔ شیخ غلام علی دہلوی نے مقامات مظہریہ میں لکھا ہے کہ حضرت مرزا جان جاناں کی خدمت میں رہ کر انھوں نے کافی محنت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے ووصل فی السیر والسلوک الی التجلی الذاتی الدائمی واستخلفہ الشیخ الاجل فاشتغل فی المراقبۃ والتلقین الذکر واشاعۃ الطریقۃ وترک الاشتغال بالتدریس حتی ذھل عن العلوم الحکمیۃ۔

"اور آپ کو تجلی ذاتی دائمی تک وصول حاصل ہوگیا، شیخ نے خلافت سے نوازا، اس کے مراقبہ اور تلقین ذکر میں دن رات مشغول ہوگئے اور سلسلہ کی اشاعت فرمائی اور تدریس اور تعلیم کا سلسلہ ترک فرمایا"

علم معقول سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ بقول مولانا عبدالحی فرنگی محلی اپنے حاشیہ میرزاہد سے بھی مناسبت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ ایک دفعہ بعض طلبہ اس حاشیہ کا مشکل مقام حل کرنے کے لیے پہنچے تو آپ اس کے حل پر قادر نہ ہوسکے۔

کلمات الحق کے علاوہ حاشیہ میرزاہد رسالہ اور حاشیہ حمد اللہ بھی آپ نے تصنیف فرمایا۔ لکھنؤ میں ہی انتقال فرمایا اور وہیں پیر محمد لکھنوی کی خانقاہ میں دفن کیے گئے۔

(۳) مرصاد العباد من المبدأ الی المعاد

"تاتاری فتنہ تاریخ کا نمایاں باب ہے، اس فتنہ نے مسلمانوں کی آبادی کو تہ و بالا کردیا تھا، کتنے ہی مسلمان ممالک برباد ہوگئے، اور وہاں کے باشندے خاک و خون میں ڈوب گئے، ہزارہا مسلمان غلام اور باندی بنائے گئے، جس طرف نگاہ اٹھتی آگ و خون کی بارش موسلا دھار برستی نظر آتی تھی، مسلمانوں کے لیے بڑا سخت اور نازک وقت تھا۔

زیر نظر کتاب کے مصنف عبداللہ نجم الدین صوفی اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں، یہ پیدا ہوئے خوارزم میں اور وفات پائی بغداد میں، ان کا سنہ پیدائش ۵۶۴ھ ہے اور سنہ وفات ۶۵۴ھ، اس طرح وہ کم و بیش نوے سال زندہ رہے۔ اپنے زمانہ کے مشہور عالم ربانی شمار ہوتے تھے، صاحب کشف و کرامات تھے، علم میں اونچا مقام تھا، اور اپنی زندگی میں کئی کتابیں انھوں نے تصنیف کیں اور ماشاء اللہ ساری کی ساری کتابیں معیاری ہیں، اس فتنہ تاتار کے زمانہ میں یہ وطن سے باہر سیر و سیاحت میں تھے، اور اسی دوران ان کو بتایا گیا کہ تاتاری فتنہ آپ کے شہر پر بھی ٹوٹ پڑا۔ ابتدا میں لوگوں نے

مقابلہ کیا، لیکن تاتاری سیلاب انھیں بہا لے گیا، اور سارا شہر برباد ہوگیا، اور ان کے سارے اعزہ و اقارب بھی شہید کر دئے گئے، انھوں نے اسی کتاب میں جس کا تعارف کرانا چاہتا ہوں، لکھا ہے کہ صرف شہر رے میں سات لاکھ آدمی یا تو قتل و شہید ہوگئے، یا ان کو گرفتار کر لیا گیا، "یک شہری رے کہ مولد و منشا ایں ضعیف است قیاس کردہ اند کم و بیش ہفت صد ہزار آدمی بقتل آمدہ است و اسیر گشتہ" (مرصاد العباد) اپنی اسی کتاب کی تمہید میں لکھتے ہیں:

"در تاریخ سنہ سبع عشر و ستمائۃ لشکر مخذول کفار تتار خذلہم اللہ و دمرہم استیلا یافت بر آں دیار آں فتنہ و فساد و قتل و اسیر و معدم و حرق کہ از آں ملاعین ظاہر شد ہیچ عصر در بلاد کفر و اسلام نشان ندادہ است و در ہیچ تاریخ نیامدہ"

یہ واقعہ بھی ہے کہ تاتاری فتنے نے مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا اس کی پوری تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، جس شہر میں پہنچے اسکو تباہ و برباد کر کے چھوڑا۔

"در شہور سنہ ثمان عشر و ستمائۃ بر راہ اربیل و بر عقب ایں ضعیف خبر چناں رسید کہ ملاعین در مرحم و اخر ایام شہر ہمدان رسیدند و اہل آں ناچند روز مقاومت کوشیدند چوں طاقت مقاومت نماند کفار دریافتند و شہر بستند و خلق بسیار را شہید کردند و اقربا ایں ضعیف کہ در شہر بودند شہید کردند" (مرصاد العباد)

یہ حالات تھے جن سے مصنف دو چار تھے، آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کا کیا حال ہوگا جب وطن و مسکن مالوف منقطع ہوگیا اور وہاں واپسی کی کوئی امید باقی نہیں رہی، تو کچھ دنوں عراق کے مختلف شہروں میں پھرتے رہے، اور حالات کا جائزہ لیتے رہے، بالآخر یہ طے کر لیا کہ اب ایسے شہر میں قیام اختیار کیا جائے جہاں اطمینان بخش زندگی مل سکے، اور وہاں کوئی بھی ایسا جھگڑا گروانہ ہو جس سے چین اور سکون ناپید ہو جائے، اور کوئی علمی کام کا موقع باقی نہ رہے، چنانچہ طے یہ کیا کہ شہر قیصریہ میں قیام مناسب ہوگا، یہاں وہ ماہ مبارک رمضان میں پہنچے اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا، اور لوگوں کے مطالبہ پر فارسی زبان میں یہ کتاب لکھی۔

چونکہ مصنف تاتاری فتنہ سے کافی متاثر تھے، رجوع الی اللہ ایسے وقت میں کافی ہوتا ہے چنانچہ یہ پوری کتاب اس کا مظہر ہے، خود تحریر فرماتے ہیں۔

"چوں امید از وطن و مسکن مالوف منقطع شد صلاح دین و دنیا در اں دید کہ مسکن در دیاری سازد کہ در اں اہل سنت والجماعت باشند و از آفت بدعت و ہوا و تعصب پاک باشند...... و در اں دیار بادشاہ دیندار و حق اہل فضل شناسد"

اس کتاب کے نام سے کتاب کا مضمون ظاہر ہے "مرصاد العباد من المبدأ الی المعاد" دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی سرمدی زندگی کا نقشہ سامنے آجائے انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک کے حالات پر روشنی ڈالنے کی سعی کی ہے اور اس میں مصنف بڑی حد تک کامیاب ہیں۔

انسان پیدا ہو کر نشو و نما حاصل کرتا ہے پھر جب عاقل و بالغ ہوتا ہے اور اس پر گھر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو فکر معاش

میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ دنیا میں خوشگوار زندگی حاصل ہو سکے اور طبعاً محور و مرکز انسان کا یہی فکر معاش ہوتا ہے۔ اور آخر میں آخرت کا دھیان آتا ہے، اور بعض نیکوں کو جوانی سے ہی آخرت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔

پوری کتاب پانچ ابواب اور چالیس فصلوں پر مشتمل ہے، خود لکھتے ہیں:

"بر جملگی کتاب پنج باب و چہل فصل می افتد"

مصنف کے حالات زندگی تاریخ کی کتابوں میں بہت مختصر ملتے ہیں، ان کی اس کتاب سے البتہ تھوڑی تفصیل معلوم ہوتی ہے "معجم المولفین" میں صرف اس قدر ہے "عبد بحار رزم وتوفی بعد ۱۰۰... من آثاره مرصاد العباد من المبدأ الی المعاد" (جلد ۲ ص ۲۱۲) "شذرات الذھب" میں ہے، "وکان حافظاً غزیر العلم صاحب المقامات والکرامات" (جلد ۵ ص ۲۶۵) ابواب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب اول در دیباچہ مشتمل بر ده فصل، باب دوم در مبدأ موجودات مشتمل بر پنج فصل باب سوم در معاش خلق مشتمل بر بیست فصل باب چہارم در بیان معاد نفوس مشتمل بر چہار فصل باب پنجم در بیان سلوک و طرق مختلف آں مشتمل بر ہشت فصل۔

④ مکتوبات حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی

ہندوستان نے مختلف دور میں بڑے بڑے اولیاء اور صوفیاء کو جنم دیا، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور وہ بزرگ اپنے دور میں آفتاب و ماہتاب بن کر آسمانِ علم و عرفان پر چمکے اور ملک و ملت کو اپنے فیض و برکات سے مالا مال کیا۔

ان صوفیائے کرام میں ایک شیخ محمد یحییٰ معروف بہ شاہ خوب اللہ الہ آبادی (م ۱۱۴۴ھ) بھی ہیں، ان کی تعلیم و تربیت اپنے چچا محمد افضل شیخ (م ۱۲۴ا ھ) کی خدمت میں ہوئی، جو خود ایک باخدا بزرگ تھے اور بہت سارے عوام و خواص آپ سے تعلق رکھتے، درسیات ختم کرنے کے بعد شاہ خوب اللہ اپنے استاذ مکرم اور چچا شیخ محمد افضل سے بیعت ہو گئے اور ان کی خدمت بابرکت میں رہ کر انھوں نے مدارج سلوک طے کیے، اور اپنے مرشد سے خلافت پائی، اور مرشد کی وفات کے بعد ان کے سجادہ نشیں قرار پائے۔

شاہ خوب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علم دوستی کا نتیجہ تھا کہ تمام مشاغل کے باوجود تصنیف و تالیف سے غافل نہ ہوئے، اور وہ مریدان باصفا جو اہل علم تھے ان کے کچھ دریافت کرنے پر مکتوب کی صورت میں مضامین عالیہ کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر کرتے، ...ذوقی اور اہل علم مریدوں نے ان خطوط کو ضائع نہ ہونے دیا، بلکہ مکتوب الیہم سے لے کر کتابی صورت میں جمع کیا تاکہ آنے والی نسل بھی ان سے مستفید ہو سکے۔

شاہ خوب اللہ صاحب الہ آبادی کے خطوط کی چار جلدیں مورخین لکھتے ہیں کہ تیار ہوئیں، افا کسار کے پیش نظر

اس کی تیسری جلد ہے جو کتب خانہ دارالعلوم دیوبند کے ذخیرہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔

خطوط پر کچھ لکھنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ شاہ خوب اللہ کا علم میں کیا درجہ تھا اور ان کی سرپرستی کس بزرگ نے کی مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ) اپنی کتاب مآثر الکرام میں لکھتے ہیں:

"شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادہ حقیقی و داماد و سجادہ نشین شیخ محمد افضل بحر مواج علوم شریعت و طریقت بود (جلد ۱ ص ۲۱۲)

یعنی شیخ خوب اللہ علوم شریعت و طریقت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے، علوم ظاہری و باطنی دونوں کے جامع تھے جس طرح ان کی نگاہ علوم دینیہ پر وسیع و عمیق تھی، اسی طرح علوم باطنی کے بھی باکمال شناور تھے یہ بھی لکھا ہے۔

"مدتہا مدارج سلوک در نوردید و بشرف کمال و تکمیل عروج و صعود بخلافت و دامادی شیخ اختصاص یافت و بعد ارتحال شیخ نائب مناب گشت و قبول عظیم یافت"۔ (ایضاً)

زمانہ تک مدارج سلوک طے کرنے میں انھوں نے محنت و مشقت سے کام لیا اور کمالات باطنی و ظاہری کے لیے جدوجہد جاری رکھی اور بالآخر اپنے شیخ سے خلافت بھی پائی اور شیخ کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل کیا اور اپنے دور میں عوام و خواص دونوں طبقوں میں مقبول ہوئے۔

شاہ خوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے خوارق عادات (کرامتیں) بھی ظاہر ہوئیں، چنانچہ عوام کے لیے یہ چیز بھی اور بھی رجوع عام کا باعث بنیں۔ مولانا غلام علی آزاد نے لکھا ہے:

"و خوارق عادات بسیار سرزد و علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت"۔ (ایضاً)

یہ تیسری جلد باون مکتوبات اور ۳۶۴ صفحات پر مشتمل ہے، یہ سارے خطوط کافی لمبے لمبے ہیں، مختصر دس پانچ سطروں کا کوئی خط نہیں ہے یہ ان کے علوم دینیہ میں وسعت نظری اور جامعیت کی دلیل ہے مولانا آزاد بلگرامی نے بھی لکھا ہے:

"و کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد"

اس جلد کے مرتب شاہ خوب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید محمد اسلم صاحب ہیں اور مرتب کے تمہیدی جملوں سے ظاہر ہے کہ یہ جلد شیخ کی زندگی میں مرتب ہوئی ہے، تمہید کے الفاظ یہ ہیں۔

"شیخنا و مولانا و مرشدنا حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بخوب اللہ، متع اللہ المسلمین بطول بقاءہ و بقاء اولادہ الکرام واقف مواقف علوم و اعمال دینیہ و کاشف اسرار و رموز معارف یقینیہ"

متع اللہ المسلمین بطول بقاءہ کا جملہ واضح دلیل ہے کہ شیخ زندہ سلامت تھے، اور مرتب ان کے کشف و کرامت اور علم و

عرفان سے اچھی طرح واقف و باخبر تھے۔

"اما بعد میگوید مفتقر الی اللہ الاکرم محمد اسلم عفی اللہ عنہ عن سیأاته و تجاوز عن تقصیراته" دو جلد مکتوبات مبارکات آنجناب فیضیاب جمع نمودہ اند من ہم نقل مکاتیب دیگر کہ بعد یکجا الشرف صدور یافتہ گرفتہ، جمع کنم و عنوان جلد سوم مکتوبات تقدس آیات موسوم نمایم۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کے مکتوبات کی دو جلدیں اس تیسری جلد سے پہلے مرتب ہو چکی تھیں، اور ان کی زندگی میں ہی یہ تیسری جلد بھی انکے ایک مرید کی مرتب کردہ ہے، یہ خطوط مرتب نے مکتوب الیہم سے لے کر جمع کیا تھا۔

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت محب اللہ صاحب کے خطوط اہل علم کے مطالعہ کے لائق ہیں، بالخصوص ان لوگوں کے لیے جن کو تصوف سے لگاؤ اور رغبت ہے، باقی جنکو تصوف سے دلی رغبت نہیں ہے وہ ان خطوط کو پڑھ کر زیادہ خوش نہیں ہوں گے کیونکہ ان کا تعلق روح کی اصلاح اور عمل صالح سے ہے۔ نمونے کے طور پر ایک خط کی چند سطریں نقل کی جاتی ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فرزند دینی محب و مخلص یعنی خواجہ محمد عاصم سلمہ اللہ تعالی بمرضیات ایزدی موفق باشند ای فرزند شما دانی کہ مرضی رب قدیر عز اسمہ چیست و چگونہ، شاید را انجانب راہ نیست، تدبیر دانستن آن اینست کہ بدانی کہ امور وی کہ در آن با رضائے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ارتکاب آن واجب است حق جل جلالہ راست۔"

پھر اس مضمون پر آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے استشہاد پیش کرتے چلے گئے ہیں مرتب محمد اسلم صاحب نے اس تیسری جلد کو ۱۱۳۹ھ میں جمع کیا ہے، پرانے قاعدہ کے مطابق ہر خط کے شروع میں مکتوب الیہ کا نام اور بعد و تعارف پتہ دیا گیا ہے اور خط کے موضوع کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

خطوط کے مطالعہ کے بعد اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ شیخ کی نظر کتابوں پر بہت وسیع تھی۔ اس جلد کے آخر میں سید علی اکبر اجملی الہ آبادی کی مختصر تحریر اور ان کے دستخط ہیں جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ غازی پور و بنارس کے سفر کے دوران دس دنوں میں اس جلد کا میں نے مطالعہ کیا، دستخط کے نیچے تاریخ کی جگہ رجب ۱۲۴۴ھ ہے۔ اس جلد کی ضخامت ۱۸۲ اوراق ہیں، ہر صفحہ میں ۲۷ سطریں ہیں۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے "الشیخ الامام العالم الکبیر العلامہ یحیی بن امین العباسی الہ آبادی" کے ساتھ تعارف کرایا ہے اور لکھا ہے۔

"احد فحول العلماء لم یکن فی عصرہ و مصرہ مثلہ فی سعة العلم و کثرة الافادة" (ص ۴۲۰ جلد ۶)

یہ اپنے دور کے بڑے علماء میں تھے اور انکے زمانہ میں الہ آباد کے شہر کے اندر کوئی دوسرا عالم اس درجہ کا نہیں تھا جس کا علم وسیع ہو اور لوگ بکثرت ان سے فائدہ حاصل کرتے رہے ہوں ان کے مکتوبات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

«من صنف فقد سلک فی درج عقلاء الخلف اهل العلم تحت تطوع حسن التدریس و علماء»

مکاتیب کے علاوہ دوسری تصنیفات بھی لکھیں جیسے مآخذ الاعتقاد، اغاثۃ القاری فی شرح ثلاثیات البخاری، اخراج النجایا فی شرح الوصایا، بسط الکلام فی وفیات الاعلام، تزئین الاوراق، توضیح المنفعۃ الکلام المفید، ان کے علاوہ دسیوں کتابیں آپکی اور ہیں۔ یہ ۱۷ محرم ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱ جمادی الاولی ۱۲۳۳ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے شیخ علامہ محمد افضل الہ آبادی پیدا ہوئے ضلع غازیپور میں ۱۰۲۸ھ میں پیدا ہوئے، درس و تدریس کے بعد تدریس کا فرض انجام دینے لگے یہ بھی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ۱۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

⑤ مکتوبات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

امام الحکماء حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کا نام نامی علمی دنیا میں آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن ہے۔ اس وقت برصغیر کے علماء کرام کے جس قدر بھی مکتب فکر ہیں، سب کا تعلق حضرت شاہ صاحب سے قائم ہے اور سبھوں کا علمی نسب نامہ حضرت شاہ صاحب سے جاکر ملتا ہے۔

ہندوستان بلکہ پورے برصغیر میں علم حدیث کا چرچا باضابطہ آپ کی ذات سے شروع ہوا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم دہلوی (م ۱۱۳۱ھ) بھی اپنے دور میں صف اول کے علماء میں شمار ہوتے تھے، مگر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شہرت ان سے بھی زیادہ ہوئی اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں کتاب و سنت کی جو عظیم خدمات آپ نے انجام دی ہیں، اس کی کوئی مثال نہیں، ہندوستانی علماء کرام میں قرآن پاک کا فارسی ترجمہ سب سے پہلے آپ نے کیا جو زبان اس وقت کی سرکاری اور دفتری زبان تھی، اور عوام و خواص دن رات کا کام اسی زبان میں انجام دیا کرتے تھے۔ پھر آپ نے حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، شرح تراجم ابواب بخاری، امام موطا کی شرح مسوی و مصفی اور دوسری بیسیوں کتابیں تصنیف فرمائیں جن کو ملک و بیرون ملک کافی مقبولیت حاصل ہوئی اور علماء نے ان سے بھرپور استفادہ کیا۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے، آپ کے بعد انھوں نے علوم دینیہ کی خدمت انجام دی، بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تھے (م ۱۲۳۹ھ) علم حدیث کی اشاعت میں ان کا بڑا حصہ ہے اور آپ نے بھی بہت ساری کتابیں لکھیں، شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ) اور شاہ عبدالقادر دہلوی (م ۱۲۳۰ھ) ان دونوں صاحبزادوں نے سب سے پہلے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا، ایک نے تحت اللفظ ترجمہ کیا اور دوسرے نے بامحاورہ، ساتھ ہی انھوں نے مختصر اردو میں تفسیر بھی لکھی، چوتھے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کی کوئی علمی خدمت سامنے نہیں، مگر قدرت نے ان کے صاحبزادے شاہ محمد اسمعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) سے بڑی اہم خدمت لی، اور ان کی کافی شہرت ہوئی، حضرت سید احمد بریلوی

شہید رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں جہاد کیا' اور کئی عمدہ کتابیں بھی لکھیں' اس طرح خاندان ولی اللّٰہی کا برصغیر کے مسلمانوں پر بڑا احسان ہے۔

انہی حضرت ولی اللہ محدث دہلوی کے خطوط کا ایک قلمی مجموعہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں محفوظ ہے' اس مجموعہ میں ۲۸۴ خطوط حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں' اور ۳ خطوط آپ کے پدر بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم کے ہیں' یہ نسخہ کتب خانہ دارالعلوم میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری کے کتب خانہ کے ساتھ آیا ہے' مکتوبات کا یہ مجموعہ دو سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

مولانا محمد عاشق صاحب پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) کے فرزند ارجمند مولانا عبدالرحمٰن (م ۱۱۶۹ھ) کی محنت و خدمت کا یہ ثمرہ ہے جو اس صورت میں یکجا ہمارے ہاتھوں میں پہونچا ہے' اور یہ مجموعہ حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں تیار کیا گیا ہے مولانا عبدالرحمٰن ابھی اسی کام میں ہمہ تن مصروف تھے کہ ان کا آخری وقت آگیا اور وہ راہی ملک بقا ہوئے' ان کے والد بزرگوار نے اس مجموعہ کو ضائع نہ ہونے دیا بلکہ اس کی حفاظت فرمائی اور حضرت صاحب کے مزید کچھ خطوط شامل فرما کر امت پر احسان کیا' اس مجموعہ کی تمہید میں لکھتے ہیں:

"اما بعد فقیر احمد عباد اللہ الخالق محمد عاشق واضح می نماید کہ ولد مرحوم عبدالرحمٰن غفرلہ اللہ وادخلہ الجنان بجمع و تالیف مکتوبات مبارکات حضرت مرشد الانام قطب العصر و فرد الزمان حضرت شیخ ولی اللہ مد اللہ ظلہ العالی فی الدعوۃ الیٰ چوں بمکتوب اثنین وثمانین بود الامین رشید در سنہ یک ہزار و یک صد و شصت و ہشت داعی اجل لبیک گفت۔ پس ایں فقیر آں جلد ہماں مکتوب شروع نمود حسبی اللہ و نعم الوکیل"۔

یعنی جو خط حضرت شاہ نے مولانا محمد عاشق صاحب کو ان کے فرزند دلبند عبدالرحمٰن مرحوم کی موت پر لکھا تھا' اس خط کو اس مجموعے کے ابتدا میں منسلک کر دیا ہے' اور پہلا مکتوب اسی کو قرار دیا ہے' چنانچہ اس کا عنوان یہ ہے۔

"مکتوب اول بنام مولف تعزیت ولد مغفور مرحوم شرف صدور یافت" اس مکتوب کی چند ابتدائی سطریں یہ ہیں۔

"حقائق آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت .....
خبر وحشت اثر رسید ندانم کہ برآں چہ نویسم زیرا کہ حادثہ واقع شدہ کہ در عالم بشریہ حادثہ شدید تر از آں نمی باشد
عزیزانگہ آں کہ رشتہ نفع و دینیات علم اشاعت ہم برائے ایشاں یاد دادہ شود" (مکتوبات شاہ ولی اللہ)

مختصر یہ کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کا یہ مجموعہ ان کی زندگی میں ۱۱۶۸ھ میں تدوین پایا' اول مرتب کا زمانہ ترتیب ہی کے زمانہ میں انتقال ہو گیا' تو مرحوم کے والد بزرگوار نے اس کو نظر ثانی کر کے مرتب کیا۔

اس مجموعہ میں زیادہ خطوط اصلاحی ہیں اور تصوف اور زہد و اتقاء سے متعلق ہیں' مکتوب الیہم جن جن کے نام خطوط

ہیں' وہ متعدد ہیں' زیادہ خطوط مولانا محمد عاشق صاحب کے نام ہیں جو آپ کے عزیز شاگرد تھے اور انکے علاوہ ان حضرات کے نام ہیں۔

۱۔ محمد ابراہیم مدنی' ۲۔ تاج محمد' ۳۔ عبد اللہؒ ۴۔ شاہ نور اللہؒ ۵۔ خواجہ محمد صالح' ۶۔ محمد فضل اللہؒ ۷۔ خواجہ محمد حاجی' ۸۔ حکیم ابوالوفا' ۹۔ نجیب الدولہ' ۱۰۔ مجد الاولہ الثانی ہیں سے بھی ہر ایک کے نام کئی کئی خطوط ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی خطوط کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے' جس کو ترجمہ ہوا لیکن تصوف سے متعلق میری معلومات کی حد تک شائع نہیں ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحب اپنے دور کے سب سے بڑے عالم دین اور مرجع خلائق تھے آپ کا کوئی خط علمی معلومات سے خالی نہیں ہے۔

افسوس یہ ہے کہ اس مجموعہ کا بیشتر حصہ کیڑوں نے کھا رکھا ہے یا ایسا کر دیا ہے کہ اس کا پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہو گیا ہے اس مجموعہ میں حضرت شاہ صاحب کے کچھ مختصر رسالے بھی مختلف موضوع پر ہیں' ساری تحریریں کار آمد ہیں لیکن اس پر کافی محنت کی ضرورت ہے۔ اخیر میں حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خطوط بھی ہیں۔ وہ بھی ایک قیمتی ذخیرہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور سارے خطوط علمی نایاب خزانوں سے معمور ہیں۔

شیخ محمد عاشق پھلتی جنکے نام بیشتر خطوط ہیں آپ کے ممتاز شاگرد اور پھوپھی زاد بھائی تھے حضرت شاہ صاحب کے ساتھ ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا' اور وہاں کے اساتذہ اور علماء سے حدیث کی اجازت حاصل کرنے حضرت شاہ صاحب کے ساتھ رہے حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ میں کوئی انکے مرتبہ کو نہیں پہنچا' نہ علم میں اور نہ معرفت میں' یہ شاہ صاحب کے کمال علم و معرفت کے آئینہ تھے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مولانا محمد عاشق کے شاگردوں میں ہیں' یہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے' یہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت کا زمانہ تھا' ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی (م ۱۱۳۱ھ) سے حاصل کی اور پھر متوسطات و اعلیٰ تعلیم بھی اپنے والد ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل کی' والد سے ہی بیعت ہو گئے اور مدارج سلوک طے کیا' شیخ محمد افضل سیالکوٹی سے بھی علم حدیث میں استفادہ کیا۔

پھر ۱۱۴۳ھ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مسلسل دو سال رہے' اور محمد طاہر مدنی سے شرف تلمذ حاصل کیا' اور یہاں آکر درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا' تفسیر' حدیث' فقہ اور علم کلام تمام میں مہارت حاصل کی۔

اس دور کے تمام علماء کرام نے آپ کی مدح و ستائش کی اور آپ کی علمی روحانی خدمات کے معترف ہوئے۔

۱۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی اور آپ کے صاحبزادوں اور اہل خاندان کی تدفین درگاہ شاہ ولی اللہ مہندیان میں ہوئی' تفصیلی حالات نزہۃ الخواطر جلد سادس کا مطالعہ فرمایا جائے۔

●●

ڈاکٹر عبدالرزاق فاروقی
صدر شعبۂ اردو
گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ

شوامل الجمل در شمائل الکمل

"شوامل الجمل در شمائل الکمل" یہ دکن کے ایک مشہور بزرگ حضرت ابوالفیض منّ اللہ کی تصنیف ہے۔ حضرت ابوالفیض خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (متوفی ۸۲۵ھ) کے پوتے تھے۔

فارسی زبان کا یہ نسخہ ۲۸۰ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر ورق پر ۱۲ سطریں ہیں۔ زبان سادہ اور سلیس ہے۔ نسخہ سترہویں صدی کا مکتوبہ ہے۔ اگرچہ نسخہ فارسی زبان میں ہے لیکن کاتب نے عربی خط میں کتابت کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سترہویں صدی میں فارسی عربی خط میں بھی لکھی جاتی تھی۔ مزید یہ کہ یا تو نستعلیق کا رواج بعد میں شروع ہوا یا جو لوگ نستعلیق کو پسند نہیں کرتے تھے وہ عربی خط میں لکھا کرتے تھے۔

یہ کتاب تصوف کی تعلیمات پر مشتمل ہے چونکہ مصنف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے پوتے ہیں اس وجہ سے آپ بھی چشتی سلسلے کے صوفی ہیں۔

اس نسخے کی تاریخ بڑی دلچسپ ہے۔ بہمنی سلطنت کی بنیاد ۳ اگست ۱۳۴۷ء میں پڑی۔ ۱۴۲۲ء میں فیروز شاہ کے انتقال تک اس کا دارالسلطنت گلبرگہ رہا۔ جب احمد شاہ بہمنی سلطنت کا حکمراں بنا تو دارالسلطنت گلبرگہ سے بیدر منتقل ہوگیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور ان کے ہزاروں مریدین جو گلبرگہ کی خانقاہ سے متعلق تھے، پریشانی میں پڑ گئے۔ گیسو دراز کے پوتوں، حضرت ید اللہ حسینی اور ابوالفیض منّ اللہ حسینی کے درمیان بھی اختلاف رائے ہوگیا کہ آیا انھیں گلبرگہ کی خانقاہ ہی میں رہنا چاہیے یا حکومت کی مدد کی حصولی کے لیے بیدر منتقل ہوجانا چاہیے۔

اس کتاب میں بادشاہ کی حمایت کے سلسلے میں ایک مسلمان کے کیا فرائض اور اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اس پر گہرائی سے بحث کی گئی ہے۔ مصنف کتاب کا خیال ہے کہ اسلامی اصولوں کا تعلق محض خانقاہ سے علیحدگی یا اس میں شمولیت ہی سے متعلق نہیں ہے۔ بہمنی سلطنت کی تاریخ میں احمد شاہ بہمنی کا دور حکومت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ احمد شاہ نے نہ صرف اپنے بھائی فیروز شاہ کو تخت سے اتارا بلکہ اس نے گوا اور وجے نگر کے خلاف اعلان جنگ بھی کیا تھا۔ بہمنی فوج میں دارالسلطنت سے باہر یعنی ایران اور عراق سے آنے والے غیر ملکی باشندوں نے 'ملکی' اور 'آفاقی' کا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا۔ اس مشکل وقت میں آپ کی تعلیمات نے یقیناً احمد شاہ کی پالیسیوں کی حمایت میں گرانقدر رول ادا کیا ہوگا۔

تصوف کے نقطۂ نظر سے روزمرہ کی زندگی سے متعلق ابوالفیض جیسے بڑے صوفی کے نظریات کیا تھے۔ اس مخطوطے سے اس دلچسپ پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ نے تصوف کو ایک طریقۂ زندگی کی حیثیت سے اپنانے کا تصور دے کر ایک نئی راہ اور ایک نیا نقطۂ نظر پیش کیا تھا۔ تصوف کا مطلب یہ نہیں کہ ان سماجی اور سیاسی ذمہ داریوں سے جو ایک مسلمان پر عاید ہیں، خواہ وہ کسی خانقاہ سے منسلک ہو یا نہیں، علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

مخطوطہ دس ابواب پر مشتمل ہے اگرچہ کسی باب کا کوئی مخصوص عنوان نہیں دیا گیا ہے۔ صرف باب اول، باب دوم، باب سوم وغیرہ لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس طرح جن موضوعات پر بحث کی گئی ہے، ان کیلئے بھی موضوع، نام یا عنوان نہیں دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوالفیض نے اپنے وعظ اور تبلیغ کے دوران جن باتوں کو لکھوا لیا تھا یہ انہیں کا ایک مجموعہ ہے۔ مخطوطہ کا سب سے دلچسپ حصہ وہ ہے جہاں اس عہد کے سیاسی واقعات پر بحث کی گئی ہے۔ آپ نے احمد شاہ اول کے درباریوں اور فتوحات کو کافی اہمیت دی ہے۔ اس طرح یہ مخطوطہ چشتی سلسلے کے ایک صوفی جن کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے ملتا ہے کی سیاست پر اور تصوف سے متعلق معلومات کی ایک دستاویز ہے۔

میرے خیال میں اگر اس مخطوطے سے ان بحثوں کو جو اس عہد کی سیاست اور تاریخی واقعات سے متعلق ہیں، الگ کر لیا جائے تو یہ مخطوطہ عہد وسطیٰ کے کرناٹک کی تاریخ کا ایک اہم ماخذ بن جائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)
(مترجم: ڈاکٹر سلیم الدین احمد)

ڈاکٹر پروین رخسانہ

ارشاد الطالبین

(سید محمد حسینی گیسو دراز)

میں جس مخطوطہ کو اہل نظر اصحاب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں، وہ حضرت خواجہ گیسو دراز سے منسوب ہے۔ مشائخ چشت میں حضرت موصوف کی شخصیت کافی جانی پہچانی ہے۔ آپ کو دکنی کے اولین ادیبوں میں بھی شامل کیا جاتا ہے۔ ان کے اکثر تذکرہ نگار یہ بتلاتے ہیں کہ آپ کی عمر شریف ۱۰۵ سال کی تھی اور اتنی ہی کتابیں اور رسائل بھی آپ سے منسوب کیے جاتے ہیں مثلاً رسالہ شکار نامہ، رسالہ "دل آرام" وغیرہ وغیرہ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے ارشادات کو آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت اکبر حسینی اور دیگر ارادت مند ترتیب دے لیتے تھے۔ ایسے ہی مرتب کردہ رسالوں میں سے ایک "ارشاد الطالبین" بھی ہے۔

"ارشاد الطالبین" نہایت مختصر رسالہ یا مقالہ ہے۔ یہ صرف ۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ روضہ شیخ علاء الدین جنیدی گلبرگہ شریف کے سجادہ نشین صاحب کے ذاتی ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

(۱) میرے نزدیک اس کی یہ اہمیت ہے کہ یہ غیر مطبوعہ ہے۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ نہایت اچھی حالت میں ہے۔ ہر چند اس کے دو صفحات کے کنارے تباہ ہو گئے ہیں۔ (۳) تیسری اہمیت یہ ہے کہ مختصر انداز میں حضرت خواجہ گیسو دراز کی تعلیمات اس رسالہ میں مل جاتی ہیں۔

حکایات اور تمثیلات کے ذریعہ بیان کو طول نہیں دیا ہے۔ اس کے بجائے ہر بیان کی بنیاد یا تو قرآن شریف کی متعلقہ آیت پر ہے یا اس بیان سے متعلق حدیث شریف کو تائید میں پیش کیا ہے۔

اس مخطوطہ میں حسب ذیل Topics یا موضوعات پر خواجہ گیسو دراز کے ارشادات عالیہ ہمیں ملتے ہیں۔

(۱) عرفان (۲) ایمان (۳) اسلام

ان تین باتوں کی تشریح نہایت مختصر مگر جامع انداز میں ہے اس کے بعد (۱) مقام ناسوت (۲) مقام ملکوت (۳) مقام جبروت ان امور کی تشریح کے بعد (۱) ذکر سری (۲) ذکر خفی سے متعلق طالب کو ضروری ہدایات دی گئی ہیں۔

(۱) اصل مخطوطہ نواب صاحب کلیانی ضلع بیدر کے ذخیرہ کتب میں ہے۔

(۲) میں نے جس نسخہ سے استفادہ کیا ہے وہ کلیانی والے نسخہ کی نقل ہے۔

(۳) کلیانی والے نسخہ پر ۱۲ شعبان ۱۲۸۵ھ کے ساتھ ساتھ کتب خانہ اسٹیٹ کلیانی محفوظ است لکھا ہے۔

ارشاد الطالبین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible] ب العالمین علی کل حال و کل حین

[illegible] والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ

اجمعین ۔

اما بعد ایں رسالہ ایست ارشاد الطالبین در خانوادہ چشت

حضرت بندگی مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز چشتی

قدس اللہ سرہ العزیز برائے طالب صادق فرمودند کہ اول سہ مرتبہ بداند

یکے عرفان دوم ایمان سوم اسلام ۔ عرفان آنکہ اول یقین بر خدای تعالیٰ

چناں بیارد کہ ہمت داناو توانا و قادر و مالک بر ہمہ عالم از قدرت خود در

ہیچ باب عاجزی در خداوندی او نیست و او را بر قدرت و صفت و حکمت او

شناسد ایں عرفان شد بعدہ بر و ایمان آوردن لازم است و ایمان چگونہ

بیارد چنانچہ در قرآن مجید فرمودہ است اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یَفْعَلُ اللّٰہ

مَا یَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ بر حکم اینچنانکہ آن خداوند تعالی ہرچہ خواہد کند
واگر خواہد قہر کند واگر خواہد لطف کند قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان
بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ دریں باب حضرت شاہ میرانجی شمس ال
قدس اللہ سرہٗ دہرہ فرمودہ اند دُہرہ

اللہ کرے سو ہووے صحیح یہی توجہ ایمان　　کرنا رضا بجو گر

در دانستن شک نباشد بعد ازان تسلیم باید کرد کہ معنی ا
فرمودہ است سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کہ عبارتست برحکم لا
محمد رسول اللہ تسلیم چنان باشد کہ ہرچہ خدای تعالی برو
است بطاعت وعبادت ومعرفت ہمہ را بجا آرد بر شرع محمدی صلی
علیہ وسلم مستقیم باشد قولہ تعالی مَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ فَقَدْ
اَطَاعَ اللہَ یعنی ہر کہ طاعت رسول کرد او طاعت خدا کرد یعنی برحکم خدا و رسو
تسلیم باشد تا اسلام حاصل شود بدان اے طالب اگر این قدر معرفت
در دل حاصل آید دل او در راہ باطن روشن شود مگر ایمان با عرفان و اسلام
در دل طالب قرار گیرد بعد ازان بر ذکر مشغول گردد تا او را حالت نماید انشاء اللہ
تعالی بعد ازان ذکر شروع کند بر طالبان صادق ذکر اول بر اعضائے ظاہر
اسم اللہ ثابت کند برحکم وَاذْکُرُوا اللہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا

در هر دمی و در هر رگے بدیدن و شنیدن بحرکت و سکنت و در هر حال مقام
اللّٰه موجود نماید و در ظاهر زبان و گوش و چشم و دست و قدم خواه ساکن
باشد تا درین حال صفات مقام ناسوت حاصل
گردد • گویند که حدیث نبی صلی اللّٰه علیه وسلم ذکر اللسان
ذکر جلی است بعد ازان ذکر قلبی چنانچه در دل شروع کند
صلی اللّٰه علیه و آله وسلم ذکر القلب وسوسة
من جز یاد الٰهی هیچ چیز نماید و بجز او کسے را نداند اللّٰه اللّٰه
بدان قرار دارد که مستغرق شود و نیست گردد تا به غیر را فراموش
کند اینجا مقام ملکوت حاصل شود ان شاء اللّٰه تعالیٰ بعد ازان ذکر روحی شروع
کند بحکم حدیث نبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم ذکر الروح مشاهدة آن
ذکر روحی تعلق بروح است که نور خدای تعالیٰ مشاهده کند برین طریق که
اول در باطن نظر باطن بر مشاهده پیر عین بعین صورت ظاهر مرشد را
ببیند تا ازان تصور صورت ظاهر در نظر باطن کشاده شود و نور را مشاهده کند
ازان نور خدای تعالیٰ را بیند بصورت باطن کسی را که توفیق بخشد درین
مقام جبروت حاصل شود و قوله تعالیٰ یهدی اللّٰه لنوره من یشاء
بعد ازان ذکر سری شروع کند بحکم حدیث نبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم
ان ذکر سری معاینة یعنی سری محل محبت است تا درین مشاهده

نور در دل بندہ گردد و در جان بندہ لقای حضرت رب العالمین
زیادہ شود و بروے اشتیاق و عشق روی نماید اینجا نکہ از خودی خود بیخود
شود و طاقت نیارد تا مطلق محبت محبوب را مبیند در نہفتہ
حاصل شود و حال بسیار و اسرار بے شمار پیدا آید
لقائی جمال عنایت شود و صاحب ولایت گردد انشا
ازاں ذکر خفی باید و وصل ذات بدست آید بر حکم حدیث
آلہ وسلم الذِّكْرُ الْخَفِيُّ مُعَايَنَةٌ مُحَقِّقَةٌ یعنی خود را در فنا
کند ایں از ارادت خدائی تعالیٰ است کہ محبت و عشق او در
جذبہ کند وے را باید کہ در خود خفی کند تا وصال ذات را بیابد تا انکہ
توحید حقیقت و مقام قرب حاصل شود کہ در توحید حقیقت
لَا رَبَّ وَلَا عَبْدَ است در ینجا از خودی خود چناں فنا شود کہ
نداند من و ما تو و از ذوق او پر شود و در ہر طرف روی او نماید قولہ تعالیٰ
فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ خبر حال او شود در ینجا کمال حالت
ظہور ذات و صفات معاینہ کند و تسلی شود انشاء اللہ تعالیٰ۔
در بیان مقام سیر و طیر بدانکہ طالب باید کہ بوجود روحانی سیر کعبہ و طیر
بر عرش برابر سیر خود نماید تا شیطان راہ نزند اینجا اشارت است کہ

هر که عارف باشد فهم کند و به عبادت که کند بوجود نورانی کند نیت بوجود خاکی

ندارد و این سیر طریقت است چون طالب را سیر و طیر حاصل شود یعنی

ت پدید آید پنهان نماند و سیر حقیقت آنکه لقای پیر خود

ذات خدای تعالی موجود بعین ذات مطلق را

بداند و طالب صادق را اول آئینه شود تا در پیر خود

باید و در خود تصور کند پیر شاهد خود و عارف تسلیم شود و

عابد اوست چون بر اعضا شاهد روح است و در این

همه بی همه ذات خدا حاصل شود و منتهی و کامل گردد و درمیان

الله تمع شود و مقام محمد صلی الله علیه و آله وسلم حاصل آید و محبوب

گردد ان شاء الله تعالی

تمت

منقول از رساله ارشاد الطالبین که در

کتب خانهٔ اسٹیٹ کلیانی

محفوظ است

المرقوم

۱۲ شعبان سنه ۱۳۵۰ھ

ڈاکٹر سید وحید اشرف
مدراس یونیورسٹی، مدراس۔

جنوبی ہند کے دو اہم مخطوطاتِ تصوّف

(۱) ملفوظات محمد مخدوم ساوی

جس وقت شمالی ہندوستان میں شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) نے شریعت و طریقت کی بزم آراستہ کی انھیں دنوں جنوبی ہند میں محمد مخدوم ساوی (م ۱۱۶۶ھ) نے یہاں کی فضا کو علم و عرفان اور نور ہدایت سے منور کر رکھا تھا۔ محمد مخدوم جنوب میں عبدالحق ساوی اور دستگیر کے القاب سے معروف ہیں۔ آپ ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو تک بتائی جاتی ہے۔ کتب خانۂ دیوان صاحب باغ مدراس میں ان کی بیس کتابوں اور رسائل کے نام ملتے ہیں۔ لیکن ان کی کتابوں میں سے ایک بھی اب تک شائع نہ ہو سکی۔ اس مختصر مضمون میں راقم الحروف نے آپ کے ملفوظات کا تعارف کرایا ہے لیکن ملفوظات پر کچھ کہنے سے پہلے کے حالات کے بارے میں ضروری اطلاعات خارج از بحث نہ ہوں گی۔ محمد مخدوم ساوی کی پیدائش گیارھویں صدی ہجری کے اواخر میں بیجاپور میں ہوئی۔ صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔ تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے یعنی ۱۱۶۳ھ ۱۱۶۵ھ اور ۱۱۶۶ھ۔ اگر تاریخ وفات کم سے کم یعنی ۱۱۶۳ھ بھی مان لی جائے تب بھی یہ ممکن ہے کہ آپ کی پیدائش بارہویں صدی ہجری کی ابتدا میں ہوئی ہو۔ مدت حیات بھی نامعلوم ہے۔

سلسلۂ نسب کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں دو مختلف روایات ملتی ہیں۔ مخدوم ساوی کے بیٹے محمود ساوی نے اپنا سلسلۂ نسب بیجاپور کے عادل شاہی خاندان سے ملایا ہے۔ انھوں نے اپنا سلسلۂ نسب یوں تحریر کیا ہے۔

"اما بعد میگوید فقیر الی اللہ شاہ محمود ساوی ابن محمد مخدوم ساوی القادری و ہو من اولاد یوسف عادل شاہ ساوی البیجاپوری ابن سلطان مراد و ہو من اولاد سلطان عثمان الترکمان جد السلاطین الروم"

آخری جملہ جد السلاطین الروم کی ترکیب بھی محل نظر ہے۔ ممکن ہے اس میں کاتب کا کچھ تصرف ہو۔ یہ تحریر جس رسالہ میں ہے اس کا نام ہے دعار انبیا فی حصول جمیع المدعا اور اس کا سنہ تالیف ۱۱۹۹ھ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دیوان صاحب باغ مدراس میں ہے۔

لیکن مخدوم ساوی کے عزیز ترین خلیفہ سید ابوالحسن قربی (م ۱۱۸۶ھ) نے ملفوظات شیخ مخدوم ساوی کی

تمہید میں ان کے آباؤ اجداد کا تعلق ساوہ سے بتایا ہے جو کبھی وہاں سے منتقل ہو کر بیجاپور میں متوطن ہو گیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"بدانکہ حضرت شیخ ما در اصل از شہر ساوہ اند و اجداد ایشان از آن جا برآمدہ بہ بیجاپور مسکن اختیار نمودند۔ ایشان در آنجا متولد شدہ، چوں جوان شدند طلب الٰہی دامن گیر شدہ در شہر لسونت (نزد نظام آباد) بخدمت تاج المحققین سیدۃ المدققین شیخ تاج الدین قدس سرہ آمدہ مدتی در خدمت ایشان بود بکمال عرفان فائز گردیدہ بعد وفات ایشان بحواہش سیادت پناہ و نجابت دستگاہ شاہ میر قدس سرہ متوجہ کرناٹک شدند و در دار السرور میلاپور کہ بر ساحل دریا چشمہ سرور است سکونت فرمودند۔ اکثر طالبان از جمیع اقالیم آمدہ بحضور پرنور مشرف شدہ توبہ از الحادی ازجاہای دیگر حاصل داشتند بہرہ ای از عرفان الٰہی موافق نصیب ازلی یافتند" (تمہید ملفوظات)

سید ابوالحسن قربی ۱۱۳۷ھ میں مخدوم ساوی کی ارادت میں داخل ہوئے۔ (تمہید ملفوظات) اور اس کے بعد اکثر اوقات مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔ ملفوظات سے شیخ ساوی کے بعض ذاتی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا۔ مخدوم ساوی کے بیٹے محمود ساوی کے بیان پر اعتماد کیا جائے جو اپنا سلسلۂ نسب بہلول شاہی خاندان سے بتاتے ہیں یا ان کے عزیز ترین خلیفہ قربی کا بیان جو ان کے آباؤ اجداد کا تعلق مقام ساوہ سے بتاتے ہیں جو ایران میں ہے۔ ہمارے نزدیک قربی کا بیان لائق اعتبار ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بیٹے نے دانستہ طور پر غلط بیانی سے کام لیا ہے بلکہ یہی کہنا پڑتا ہے کہ بیٹے کو صحیح اطلاع نہ مل سکی۔ اس نتیجہ تک پہنچنے کے لیے ہمارے قرائن حسب ذیل ہیں۔

عبدالحق ساوی نے تین شادیاں کی تھیں۔ ان کے بیٹے شاہ محمود نے والد کے انتقال کے ۲۳ سال بعد ۱۱۹۹ھ میں اپنا رسالہ لکھا یعنی جب وہ باشعور ہو چکے تھے۔ کسی نے یہ تصریح نہیں کی ہے کہ شاہ محمود کس بیوی کی اولاد سے ہیں قرینہ یہ بتاتا ہے کہ وہ آخری بیوی کی اولاد سے ہوں گے اور غالباً زمانۂ بلوغ میں انھوں نے والد کا زمانہ نہ پایا ہو۔ ان کی معلومات بر بنائے شہرت ہوں گی یعنی بطور افواہ جیسا کہ اب تک مشہور ہے۔ اس ملفوظ کی اطلاع اس کی اشاعت سے پہلے کسی کو نہ تھی۔ یہ راقم کی دریافت ہے۔ قربی نے جو کچھ لکھا ہے وہ خود اپنے مرشد سے سن کر لکھا ہے۔ قربی خود ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ محض کسی افواہ پر اعتماد کر لینا ان جیسے بزرگ کے لیے زیب نہیں دیتا۔ (قربی کے حالات ان کے مشہور شاگرد باقر آگاہ نے اپنی کتاب مناقب تحفۃ الحسنیٰ میں بیان کیے ہیں۔)

دوسرے یہ کہ اگرچہ محمود ساوی کا بیان ہے کہ ان کے والد کی پیدائش شاہی گھرانے میں ہوئی لیکن مخدوم ساوی کی ابتدائی زندگی جس افلاس اور تنگدستی میں گزری ہے اس سے یہ یقین نہیں ہوتا کہ وہ کسی امیر گھرانے میں پیدا ہوئے (عادل شاہی حکومت کا خاتمہ ۱۰۹۷ھ میں ہوا۔ اسی کے آس پاس مخدوم ساوی کی تاریخ پیدائش ہو سکتی ہے)

عادل شاہی حکومت کے انقراض کے فوراً بعد یہ تنگدستی نہیں آسکتی تھی۔ مخدوم ساوی کی ابتدائی زندگی میں معاشی دشواریوں اور افلاس کا حال خود ان کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے (ملفوظ ۱۲)

تیسرے یہ کہ نام کے ساتھ ساوی کی نسبت بھی بلاوجہ نہیں ہے۔ البتہ یہاں ایک بات کھٹکتی ہے کہ ساوہ کے رہنے والے ساوجی کہلاتے ہیں جیسے سلمان ساوجی لیکن محمد مخدوم کو ساوی کہنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چوں کہ ان کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی اور یہاں کے لوگوں کو ساوجی کا علم نہ رہا ہوگا اس لیے ساوہ کی نسبت سے وہ ساوی مشہور ہوگئے۔ پھر ساوجی کے مقابلہ میں ساوی زیادہ سہل الادا ہے۔ اسی عدم واقفیت کے سبب ساوی کے بجائے کہیں کہیں یہ لفظ محمد مخدوم کے نام کے ساتھ ساوائی بھی ملتا ہے۔

حضرت قریشی کے بیان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدا میں عربی کی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے شیخ ساوی نے اپنے مرشد تاج الدین سے سلوک کی تعلیم حاصل کرلی تھی۔ اسکے بعد حضرت شاہ میر سے عربی کی تحصیل مکمل کی۔ اس طالب علمی کے زمانہ میں استاد خود طالب علم کا جس قدر لحاظ کرتے تھے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضرت مخدوم ساوی سلوک کے بہت سے مدارج طے کرچکے تھے البتہ سلوک کی تعلیم اور عربی کی تعلیم دونوں جاری تھیں اور مرشد کے انتقال کے بعد بھی عربی تعلیم کچھ دنوں تک جاری رکھی۔ ملفوظ میں ہے۔

"می فرمودند کہ در خدمت شیخ قدس سرہ بتوکل می گزرانیدم و حالت شیخ نیز بفقر و فاقہ بنہایت رسیدہ بود من نیز ہمان حالت در خانہ ایشان می بودم و پیش شاہ میر علیہ الرحمہ برای خواندن علم عربی می رفتم شش ماہ بود کہ در خانہ فاقہ سہ وچہار روزی گذشت وکسی را اطلاع براین حالت نبود، شاہ میر را لیسانہ دنیوی بسیار بود و با من محبت کامل و مودت مفروطی داشت چنانکہ ساعتی بے دیدن من آرامی نداشت و من ہمیشہ برای تعلیم علوم پیش او آمد و رفت می داشتم و در آن ایام دیدن من بسبب فقر لباس نبود جز دامنی نیمہ کہنہ نبود کہ کفنی آں ساختہ بودم و در پا کفش ہم نبود و قتیکہ نزد ایشان میرسیدم پا را شستہ بر بساط می آمدم" (ملفوظ ۱۴)

بعد میں شاہ میر ہی کے اصرار پر مخدوم ساوی آرکاٹ آگئے اور شاہ میر خود اپنے شاگرد کے حلقۂ ارادت میں آگئے۔

مخدوم ساوی نے مدراس میلاپور محلہ میں اپنا مستقر بنایا لیکن سیر و سیاحت میں بھی کافی وقت گذارا۔ سفر کی مدت اور تاریخ کا ذکر نہیں ہے۔ بعض کتابیں ملاپا میں لکھیں۔ شمال میں دلی اور لاہور کے سفر کا پتہ ملفوظ سے چلتا ہے۔ سفر کا اصل مقصد بزرگوں سے ملاقات کرنا اور ان سے استفادہ کرنا تھا۔ لاہور میں ایک بزرگ محمد سعید سے ملاقات کا موقع ملا۔ مخدوم ساوی نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ ملفوظ میں ہے۔

"در شہر لاہور قدوۃ المحققین محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ بیان جامع در توحید فرمودند کہ عقل مبہوت میشد و روح از التذاذ تمام مسرور و محظوظ گشت، بعد اہتمام فرمودند کہ شما بوطن خود بروید و بجای خود ساکن شوید" (ملفوظات ۱۵) لیکن شاہ ولی اللہ یا مظہر جانجاناں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

مدراس میں مخدوم ساوی کا زمانہ نواب محمد علی والاجاہ کا زمانہ ہے، نواب والاجاہ آپ کے نہایت معتقد تھے۔ آپ کی وفات کے بعد مزار پر انھوں نے ایک گنبد تعمیر کرایا۔

مخدوم ساوی کی ساری تصانیف تصوف پر ہیں۔ ان کی تصانیف جو موجود ہیں اور مدراس میں کتب خانہ دیوان صاحب باغ میں محفوظ ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ رسالہ میزان المعانی ۲۔ رسالہ غایت التمثیل ۳۔ رسالہ بیان واقعی ۴۔ دلیل محکم ۵۔ رسالہ الطریقۃ القویم فی طلب صراط المستقیم ۶۔ رسالہ اصطلاحات صوفیہ ۷۔ رسالہ جوامع الاسرار ۸۔ رسالہ صحبت ۹۔ کشف الایمان ۱۰۔ رسالہ فیض ۱۱۔ رسالہ ولایت ۱۲۔ رسالہ مفاتیح الغیب ۱۳۔ رسالہ حیات السالکین ۱۴۔ رسالہ مفتاح التقادیر ۱۵۔ رسالہ زاد الطالبین ۱۶۔ رسالہ حیات جان ۱۷۔ رسالہ غنیمت الوقت ۱۸۔ رسالہ قبض و بسط ۱۹۔ رسالہ تنزلات ۲۰۔ رسالہ سلوک و تصوف۔

اگرچہ ان کتابوں میں تصوف کے وہی مسائل ملتے ہیں جنھیں عام طور پر صوفیہ بیان کرتے ہیں اور ان کتابوں کو دیکھنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان پر سید اشرف جہانگیر کے ملفوظات لطائف اشرفی کا گہرا اثر ہے۔ انھوں نے کئی جگہ لطائف اشرفی کا ذکر بھی کیا ہے۔ خصوصاً وحدۃ الوجود پر ان کی کتاب دلائل محکم لطائف اشرفی ہی سے مستفاد ہے لیکن بعض پیچیدہ مسائل کی تشریح میں مخدوم ساوی نے کچھ مختلف طریق استدلال اختیار کیا ہے جس سے ان کی ذہانت اور ژرف بینی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان مسائل میں خاص وحدۃ الوجود، تجدد امثال و حرکت جوہری اور مسئلہ تجلی الشیء فی تجلی شیء ہے۔

وحدۃ الوجود پر لکھنے کا سبب یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اس مسئلہ کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا تھے۔ صوفیہ نے اب تک جو اس مسئلہ کی توجیہات کی ہیں وہ لوگوں کی عقلوں میں آتے نہ تھے اور ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق ان سے مفہوم نکال لیتا تھا۔ ملفوظات ہی سے ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی روح کو خدا کہتا تھا اور کوئی خالق و مخلوق میں کوئی امتیاز نہیں کرتا تھا۔ مخدوم ساوی نے ایسا طریق استدلال اختیار کیا ہے جس سے عام لوگوں کو گمراہی سے بچایا جا سکے۔ مخدوم ساوی کا یہ کارنامہ سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ ان کی کتابیں تو نہ چھپ سکیں لیکن ان کے

خلفاء نے ان کی تعلیمات کو عام کیا۔ ان خلفاء میں حضرت قربی کا نام سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ حضرت قربی نے ان کی شرح میں خود متعدد مختصر رسالے لکھے اور اپنے مرشد کے اقوال کو مزید شرح کر کے لکھا۔ یہ رسالے دائرۃ المعارف حضرت مکان ویلور سے شائع ہوئے ہیں۔

مخدوم ساوی نے تصوف کے جن مسائل کو اپنی مختلف کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے وہ مسائل اجمال کے ساتھ ملفوظات میں بھی آگئے ہیں اور چونکہ جامع ملفوظات ابوالحسن قربی خود ایک نہایت ذہین اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اس لیے ملفوظ میں مسائل کی زیادہ تشریح و توضیح کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے ان مسائل کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے مخدوم ساوی کی دوسری کتابوں کے مطالعہ کی بھی ضرورت ہے اس کے ساتھ ان کے شارح ابوالحسن قربی کے رسائل بھی ملفوظ کی تفہیم میں معاون ہوں گے۔

وحدت الوجود، تجدد امثال و حرکتِ جوہری اور کلُّ شیءٍ فی کلِّ شیءٍ

ان تینوں مباحث کا تعلق وجود سے ہے یعنی آج سائنس کے موضوعات کا جو مرکز ہے اس پر صوفیہ بہت پہلے کشفی اور نظری طور پر بحث کر چکے ہیں۔ ہر عملی تجربے سے پہلے کوئی نظریہ ذہن میں آتا ہے اور سائنس اپنے تجربہ سے اس کی تصدیق یا تردید کرتی ہے۔ سائنسی انکشافات "ایٹم" "انرجی" وغیرہ کا وجود کائنات کی وحدت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اسی طرح کل شیءٍ فی کل شیءٍ کا مطلب مخدوم ساوی نے یہ بتایا ہے کہ ایک وجود میں جو مراتب پائے جاتے ہیں وہ مراتب کائنات کی ہر شے میں پائے جاتے ہیں۔ درخت میں بھی قوت سماعت ہے اور پتھر میں بھی وہ مراتب ہیں جو انسان میں ہیں۔ سائنس ابھی صرف اتنا تصدیق کر سکی ہے کہ درختوں میں بھی جان ہے۔ گویا صوفیہ کے انکشافات سے ابھی سائنس بہت پیچھے ہے اور صوفیہ کے انکشافات سائنس کے لیے نظری استدلال فراہم کرتے ہیں۔

یہاں اس پر پوری بحث کا موقع نہیں ہے۔

تجدید امثال اور حرکت جوہری بھی بہت قدیم مسئلہ ہے جس پر حکماء، متکلمین اور صوفیہ نے بھی بحثیں کی ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شے ایک آن بھی اپنی ایک حالت پر نہیں ہے اس میں ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس نظریہ کے وجود کا سبب یہ ہے کہ ثبات صرف خدا کو ہے اور وہ غیر متغیر ہے اور ہر حادث ہر آن متغیر ہے۔ اس اصول کو تسلیم کرنے میں بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن کے جواب متکلمین اور صوفیہ نے دیے ہیں۔ مخدوم ساوی نے بھی اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد اس پر اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ حرکت جوہری الازمی نتیجہ ہے تجدد امثال کا۔ یہ حرکت دو طرح کی ہوتی ہے اور اسی حرکت پر زندگی کا مدار ہے۔ صوفیہ کے بہت سے مسائل

میں یہ مسئلہ بھی ہے اور سائنس دانوں کو دعوت فکر دیتا ہے۔

اسی طرح صوفیہ بہت پہلے کہہ چکے ہیں کہ مادہ کو فنا نہیں۔ عدم کا لفظ مجازی ہے کوئی شے اس طرح معدوم نہیں ہوتی کہ اس کا وجود بالکلیہ ختم ہو جائے بلکہ وہ صرف اپنی شکل بدل دیتی ہے۔ سائنس بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔

غرضیکہ وجود کے بارے میں صوفیہ کے نظریات جتنا پہلے اہم تھے، سائنسی دور میں ان کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی ہے۔ ملفوظ میں تصوف کے ان اہم مسائل کے علاوہ کچھ ایسے بیانات بھی پائے جاتے ہیں جن کی افادیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خود مخدوم ساوی کے حالات کے بارے میں اس میں کچھ اطلاعات ملتی ہیں جو اس ضمن میں مستند ترین ہیں۔ بعض دوسرے بزرگوں کے بارے میں بھی کچھ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "اب مومن و کافر سب کے اخلاق بگڑ چکے ہیں اور صحیح بات لوگ سننا بھی نہیں چاہتے۔ اب اگر کوئی طاقت ہے ان کو درست کر سکا تو نبھا ورنہ حالات اور ابتر ہو جائیں گے" اور آخر کار یہی ہوا یعنی سلطان ٹیپو جیسے لوگ کامیاب نہ ہو سکے اور انگریزوں کا تسلط بڑھتا ہی گیا۔

کتاب کی زبان اور انداز بیان ادبی نقطۂ نظر سے قابل توجہ نہیں ہے۔ لیکن موضوعات کی اہمیت میں زبان و بیان حارج نہیں ہے۔ البتہ اگر یہ کتاب شائع کی جائے تو بغیر شرح و وضاحت کے اس کی اشاعت زیادہ مفید نہ ہو سکے گی۔ نسخہ ملفوظ میں کل ۷۰ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں سترہ سطریں ہیں۔ مسودہ بڑی تقطیع پر ہے۔ ہر قول کو لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کل ۹۴ لفظ ہیں۔ اس کا واحد نسخہ کتب خانہ دیوان صاحب باغ مدراس میں محفوظ ہے مسودہ کے آخر میں یہ ترقیمہ ہے۔

تمت بالخیر ملفوظ شریف حضرت جد امجد حضرت مخدوم شاہ ساوی القادری قدس اللہ سرہ العزیز تالیف شاہ ابوالحسن قربی بتاریخ ہفدہم جمادی الثانی ۱۲۳۶ھ سید بہار الدین۔

(۲) جواہر السلوک

جواہر السلوک ویلور کے مشہور بزرگ سید محی الدین التقوی الملقب بہ قطب ویلور کی تالیف ہے۔ قطب ویلور کے جد امجد سید ابوالحسن قربی ۱۱۳۲ھ میں اپنے والد کے ہمراہ بیجاپور سے ویلور آئے۔ یہاں انھوں نے فخر الدین مہکری اور اس کے بعد مخدوم ساوی سے سلوک کی تعلیم حاصل کی یہاں اردو و فارسی شاعری اور سلوک کی تعلیم میں قربی کی خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔ اُن کے بیٹے سید عبد اللطیف ذوقی بھی ایک بلند پایہ صوفی اور شاعر تھے۔ قربی نے ۱۱۸۹ھ میں اور ان کے بیٹے ذوقی نے ۱۱۹۴ھ میں وفات پائی۔ ذوقی کے بیٹے قطب ویلور تھے جن کی تالیف جواہر السلوک کا تعارف پیش نظر ہے۔

جواہر السلوک فولس کیپ سائز کے ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں چالیس ابواب ہیں ہر باب کو فائدہ کے نام سے موسوم کیا ہے، ہر فائدے کے تحت مزید فصلیں ہیں۔ کتاب کا ایک چوتھائی حصہ یعنی دس فوائد چھپ چکے ہیں۔ راقم کی نظر سے یہی دس مطبوعہ فوائد گذرے ہیں۔ ان فوائد کو دیکھنے سے نیز کتاب کی ابتدا میں ابواب کی تفصیل پر ایک نظر ڈالنے سے پوری کتاب کے طرز کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

یہ کتاب امیر الدولہ بہادر کی فرمائش پر لکھی گئی جیسا کہ مصنف نے خود اس کی تصریح کر دی ہے۔ مصنف کا بیان ہے کہ قارئین اس میں میرا کوئی کارنامہ نہ سمجھیں اور مجھے سخن چیں سے زیادہ مرتبہ نہ دیں اور نکتہ چینی بھی نہ کریں کیونکہ یہ نکتہ چینی اور عیب جوئی اکابر پر ہوگی نہ کہ مجھ پر یہ صحیح ہے کہ مولف نے تصوف کی بہت سی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور دوسروں کے مطالب کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے لیکن ان مطالب کی تفہیم و ترتیب میں مولف نے جس تبحر اور ژرف بینی کا ثبوت دیا ہے وہ آسان کام نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا صوفی ہی کر سکتا ہے جو وادی طریقت کا سالک ہو مسائل کے تحلیل و تجزیہ کی پوری صلاحیت رکھتا ہو اور اپنے مخاطب یعنی جن لوگوں کے لیے اور جس دور میں یہ کتاب لکھی گئی ہے ان کی فہم کے مطابق طرز تفہیم اختیار کر سکتا ہو۔ اپنی خاکساری کے باوجود مولف کو ان دشواریوں اور ان مقتضیات کا پورا احساس تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"ایں جواہر یست چند در سلوک معنوی کہ در سلک حروف و کلمات منسلک گردیدہ و فوائد یست بلند در سیر و سفر انسانی کہ از مکمن غیب بجلوہ گاہ شہادت رسیدہ مقاصد ایں فوائد کما وحقہ در طی اسناد مطوی است و رعایت افہام العوام در وی مرعی۔"

ترجمہ: "سلوک معنوی میں یہ چند جواہر ہیں جو حروف و کلمات کی لڑی میں پرو دیے گئے اور یہ سیر و سفر انسانی میں بلند فوائد ہیں جو نہاں خانۂ غیب سے جلوہ گاہ شہادت میں لائے گئے ہیں ان فوائد کے مقاصد حتی المقدور اسناد پر مبنی ہیں۔ اس میں عوام کے فہم کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔"

اس کتاب کی تالیف میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں سے اہم کتب تصوف مندرجہ ذیل ہیں۔

فصوص الحکم و فتوحات مکیہ (ابن عربی)، حل الرموز (عز الدین عبد السلام)، الانسان الکامل (عبد الکریم الجیلی)، عوارف المعارف (شہاب الدین سہروردی)، شرح فصوص (قیصری)، شرح قصیدۂ فارضیہ، مکتوب شیخ احمد سرہندی، تبصرة المبتدی (صدر الدین القونیوی)، اشعة اللمعات (جامی)، شرح فصوص الحکم (جامی)، شرح فصوص الحکم (محب اللہ الہ آبادی)، گلشن راز (محمود شبستری)، شرح گلشن راز موسوم بہ مفاتیح الاعجاز، مثنوی مولانا روم، فتوح الغیب (حضرت شیخ عبد القادر جیلانی)، عشرة الوصول (شیخ نجم الدین کبریٰ)، الطاف قدس، مکتوب قدس، حسن عقیدہ

اور ہمعات (شاہ ولی اللہ دہلوی) عقائد صوفیہ اور فتح الطریق (شیخ فتح محمد محدث برہانپوری) تفسیر عزیزی و فتاوٰی عزیزیہ (عبد العزیز محدث دہلوی۔)

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام کتابوں میں جواہر السلوک کا کیا مقام ہے اور اس کی وہ کیا خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے یہ کتاب تصوف کی اہم کتاب بن گئی ہے۔ اس کے لیے ہمیں ان اہم کتب تصوف کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو جواہر السلوک سے پہلے لکھی جا چکی ہیں۔

ہندوستان میں لکھی گئی تصوف کی اہم ترین کتابوں میں کشف المحجوب، فوائد الفواد، مکتوبات شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، لطائف اشرفی، مکتوبات شیخ احمد سرہندی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کشف المحجوب میں مسائل تصوف کے جزئیات کو علیحدہ علیحدہ ابواب کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔ مکتوبات شیخ احمد سرہندی اور شیخ منیری میں تصوف کے مسائل پر نہایت عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی تصانیف ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے تصوف کے بعض مسائل پر الگ الگ کتابیں لکھی ہیں اور ایک کتاب میں سلوک کی مختلف حالتوں اور مدارج کا بیان کیا ہے۔ لطائف اشرفی تصوف کے مختلف سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے جو دراصل مصنف کے ملفوظات ہیں جنھیں ان کے ایک مرید نے جمع کر دیا اور پھر موضوعات کے اعتبار سے مواد کو مرتب کر دیا۔ اس لیے بڑی حد تک یہ تصوف کی ایک مرتب کتاب ہے لیکن اس میں بھی ہر باب ایک علیحدہ کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے اکابر صوفیہ نے بہت سی کتابیں تصوف کے مختلف مسائل پر لکھی ہیں۔ لیکن جواہر السلوک سے پہلے کوئی ایسی کتاب نظر نہیں آتی جو فنی اعتبار سے اس طرح مرتب ہو کہ اس کا ہر باب دوسرے باب سے بتدریج مربوط ہو اور اس طرح کتاب فنی حیثیت رکھتی ہو۔ قطب ویلوری کا یہ پہلا کارنامہ ہے کہ انھوں نے تصوف کے مسائل کو اس طرح مربوط و مرتب کر دیا ہے کہ ان کی کتاب فن تصوف پر ایک جامع کتاب بن گئی ہے۔ جس کی وجہ سے کتاب بڑی حد تک عام فہم بن گئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ تصوف کے اکثر دقیق مسائل کو بھی عام فہم بنا دیا ہے۔

صلاحیتوں اور ذوق کے مراتب کے سبب انسان کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ ہر انسان اپنی فطری استعداد کے مطابق ہی ترقی کر سکتا ہے۔ اس لیے اس کتاب میں پہلا باب انسان کے مراتب پر ہے۔ دوسرا باب معرفت نفس پر ہے کہ روحانی ترقی معرفت حق پر موقوف ہے اور معرفت حق معرفت نفس پر موقوف ہے۔ پھر یہ معرفت بغیر اخلاق حسنہ کے حاصل نہیں ہو سکتی ہے اس لیے اس کے لیے نفس کو تمام برائیوں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں جو کوشش کرنی پڑتی ہے اسے روحانی سفر سے تعبیر کیا ہے اور تیسرے باب کو انواع سفر سے تعبیر کیا ہے۔ چوتھے باب میں

ان روحانی مسافروں کی اقسام بتائی ہیں۔ پھر چند ابواب میں اس سفر پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے اس طرح بحث آگے بڑھتی جاتی ہے۔ ہر بحث کو ایک فائدہ کے تحت بیان کیا ہے اور ہر فائدہ دوسرے فائدے سے مربوط ہے۔ اس میں وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، تجدد امثال، مقامات سلوک، ولایت وغیرہ پر بھی بحثیں ہیں۔ ابتدائی ۲۸ فوائد میں علمی اور نظری بحثیں ہیں اس کے بعد عملی فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں سلوک کے طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح پوری کتاب اس طرح مربوط ہے کہ فن تصوف پر یہ ایک ایسی جامع کتاب بن گئی ہے کہ بطور نصاب پڑھنے پڑھانے کے لیے یہ کتاب بڑی موزوں ترین کتاب ہے یا اگر کوئی شخص تصوف کو سمجھنا چاہے تو سب سے پہلے اس کتاب کا مطالعہ سب سے زیادہ معاون ہوگا۔

اس کتاب میں مؤلف نے اپنے نظریات نہیں پیش کیے ہیں۔ اس کے دلائل متقدمین کے اقوال پر مبنی ہیں۔ منقولات کے علاوہ بقدر ضرورت معقولات کو استعمال کیا ہے۔ جہاں تک وجودی مسلک کا تعلق ہے قطب ویلور کا خانوادہ محمد مخدوم ساوی سے متاثر ہے جو کہ وجودی تھے اور مخدوم ساوی کا پر سید اشرف جہانگیر کا گہرا اثر تھا چنانچہ مخدوم ساوی کی کتاب "دلائل محکم" میں وجودی نظریہ پر ساری بحث لطائف اشرفی سے ماخوذ ہے اور اس کتاب کے حوالے بھی اس میں ملتے ہیں۔ البتہ مخدوم ساوی کا خاص کارنامہ یہ نظر آتا ہے کہ عینیت اور غیریت کے ثبوت کے لیے انھوں نے نیا طریقہ استعمال کیا اور اس کے لیے انھوں نے کچھ نئی اصطلاحیں بھی وضع کیں۔ ان کے اس طریقہ استدلال کو ان کے مرید اور خلیفہ سید ابوالحسن قربی نے قبول کیا جو سائل قربی میں منقول ہے اور سلسلہ بہ سلسلہ خانوادہ قطب ویلور میں منتقل ہوتا رہا۔ ●

سوال و جواب

● جناب شمس الدین۔۔۔ یہ حضرت خواجہ مخدوم کے فرزند تھے۔ اورنگ زیب نے اپنی بہن کا نکاح بھی ان سے کردیا تھا۔ چنانچہ اورنگ زیب کی وہ شہزادی کشمیر میں ہی کسی مزار کے قریب ہی مدفون ہیں۔ تو یہ گنج سعادت نہیں ہے، گنج سعادت ہے۔

●●

لوشاکرہ بیگم
جامعہ عثمانیہ لائبریری، حیدرآباد

معرفۃ السلوک

یہ نسخہ طبع ہو چکا ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

عام طور سے صوفیائے کرام حضرت علیؓ کے اس قول کے پابند تھے۔ "یہ دیکھو کہ کیا کہا گیا ہے یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے" یہی وجہ ہے کہ صوفیا کے اقوال، ملفوظات اور تصانیف دور دراز علاقوں میں مل جاتے ہیں مگر خود ان کی ذات، حسب نسب، پیدائش کی تاریخ، تعلیم، پیشہ، وصال کی تاریخ اور جائے تدفین کے بارے میں کم تر معلومات محفوظ رہتی ہیں۔ یہی حال بیجاپور کے معروف سلسلہ صوفیا خانوادہ چشتیہ امینیہ کا ہے۔ اس سلسلے کے بزرگوں کے ہزاروں ہزار مرید اور عقیدت مند دکن کے گوشہ گوشہ میں موجود تھے اور عام طور سے اس سلسلہ کی ہدایت تھی "اللہ محمدؐ کے راز و رمز کے باب میں کسی نامحرم سے نا بولنا بولیں گے سو کافر ہوئیں گے و جیکو لگے سو دیوانہ ہوئیں گے ان کو دیوانے بھی نا کرنا اپنے کافر بھی نا ہونا۔"[1] اس احتیاط کے باوجود اس سلسلہ کے اکابر کی تصانیف کے نسخے آج بھی نہ صرف دکن بلکہ سارے ہندوستان اور دوسرے ممالک میں بھی دستیاب ہیں مگر ان رسالوں کے مصنفین کی ذات بابرکات کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ انھیں اکابرین میں ایک نام شیخ محمود چشتی المعروف محمود خوش دہان کا بھی ہے جن کی تصنیف معرفت السلوک کا تصوف کی کتابوں میں ایک اہم مقام ہے۔

اس کتاب کی مقبولیت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آج اہم کتب خانوں میں اس کے نسخے محفوظ ملے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل کتب خانوں میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔

(۱) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (۲) ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد (۳) کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد (۴) ڈاکٹر حسینی شاہد صاحب، حیدرآباد (۵) اکبر الدین صدیقی صاحب حیدرآباد (۶) نیشنل میوزیم کلکتہ مطابق فہرست مرتبہ نظام الدین احمد کاظمی صفحہ ۱۲۹ پیش کردہ سمینار (۷) کتب خانہ خانقاہ پھلواری شریف بہار (۸) رضا لائبریری، رامپور (۹) آصفیہ حیدرآباد (مطابق فہرست مرتبہ خدا بخش لائبریری پٹنہ پیش کردہ سمینار) (۱۰) پاکستان، مطابق

---

[1] سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ مصنفہ ڈاکٹر حسینی شاہد صفحہ [illegible]

فہرست مخطوطات مرتبہ :۔ احمد منزوی ج (۱۲) کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند، مرتبہ :۔ تنویر احمد علوی پیش کردہ سیمنار

کتاب کی اہمیت کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ تحقیق سے تقریباً ڈھائی سو سال بعد اور آج سے ۵۰۰ سال پہلے، ۱۴۰۰ھ میں ایک صاحب دل ولی اللہ قادری ۱۲۳۰ھ متوفی، ۱۲۱۰ھ نے اپنے والد شاہ حبیب اللہ قادری (خود بھی معروف صاحب دل) کے حکم سے اس کا ترجمہ کیا۔ تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیے۔

کتاب کی مقبولیت اور اہمیت کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب دو بار طبع ہو چکی ہے[1]۔ دوسرا ایڈیشن ۱۸۹۸ء میں نو لکشور پریس لکھنؤ سے شایع ہوا جس میں پہلے ایڈیشن کی اشاعت کا ذکر ہے۔ دوسری اشاعت کو اب پورے ستاسی سال ہو چکے ہیں اور برسوں گزرے یہ اشاعت سے باہر ہو چکا ہے۔ ۸۷ سال کی مدت ایک مطبوعہ کتاب کو نایاب (RARE) بنانے کے لیے کافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف کی یہ بے حد اہم و کارآمد کتاب اب گم شدگی کی منزلوں میں پہنچ چکی ہے۔ مصنف کے مرتبہ اور کتاب میں اصول سلوک و تصوف کی تشریح و تفہیم، زبان کی سلاست اور انداز بیان کی دل نشینی کے لحاظ سے یہ مخطوطہ اس قابل ہے کہ آج کے سیمنار میں شامل کیا جائے۔ پوری صحت، ترتیب و تشریح کے ساتھ شایع کیا جائے اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جائے۔ مخطوطہ کی تفصیل سے آپ سب بھی اسی نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کے کتب خانہ میں مخزونہ معرفت السلوک کی تفصیل ڈاکٹر محمد غوث کی تیار کردہ فہرست مخطوطات (غیر مطبوعہ) کے مطابق حسب ذیل ہے:۔

نشان داخلہ :۔ ۲۵۰۷، مجموعہ نمبر :۔ وقف۔ تحویل نمبر :۔ ۲۳۴۲/۲۹۔ مخطوطہ کا نام :۔ معرفت السلوک (ورق ۲ ب)، مصنف کا نام :۔ شیخ محمود چشتی (ورق ۱ ب)، عرف خوش دہان ترجمہ۔ موضوع :۔ تصوف، سلوک۔

مشمولات :۔ اس میں مشہور مقولہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تشریح کی گئی ہے۔ کتابیاتی تفصیل :۔ خط شکستہ آمیز واضح نستعلیق جس کو آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ تقریباً صحیح اوراق ۵۱، سائز :۔ ۸ × ۵½، سطور فی صفحہ ۱۸۔

عنوانات سرخ میں۔ دستی جلد ہے کاغذ کیڑوں سے کسی قدر نقصان پہنچا ہے۔ مرمت شدہ جلد۔

کاتب :۔ شاہ غلام اسد اللہ۔ تاریخ کتابت :۔ یکشنبہ ۸، شوال ۔ ۱۲۱۰ ہجری مطابق ۱۷۹۵ء و مقام کتابت کا اندراج نہیں ہے۔

آغاز :۔ حمد بے غایت و شکر بے نہایت بر واجب الوجودے را کہ ممکن الوجود را در دائرۂ ہستی الوجود پیدا کرد۔

انتظام :۔ تا او را در علم معرفت و وحدت خود بیابد جملہ تماشائی عالم را ظاہر و باطن خود را بجائے بیند ہے حبیب خود کرد

---

[1] اصحاب سلسلہ چشتیہ و نوز کا علمی خدمات کے شعور سے بجوالہ مصنف اکبر الدین صدیقی ہے، ۱۹۸۵ء، معرفت السلوک مطبوعہ اکبر الدین صدیقی مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۸ء

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ:۔ تمام شد نسخۂ معرفت السلوک من تصنیف حضرت شاہ محمود خوش دہاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز بروز یکشنبہ ہشتم شوال المکرم۔ سنہ یک ہزار دو صد دہ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲۱۰ ہجری تھا۔[۱]

ماخذ: ہم عصر اور بعد کے تذکروں میں بھی محمود خوش دہاں، محمود چشتی اور محمود دکھنی کے نام سے مصنف کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ (تفصیل کتابیات میں شامل ہے) شجرہ ہائے سلسلہ میں بھی نام شامل ہے۔

عبدالجبار ملکاپوری کے تذکرہ محبوب ذی المنن حصہ دوم میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ موجودہ ماخذوں میں ڈاکٹر زور نے ادارہ ادبیات کی مخطوطات کی فہرست میں موجود مخطوطات کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل کی کتاب "میراں جی خدا نما" میں خوش دہاں اور خدا نما کے رشتہ پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اکبرالدین صدیقی نے جو خانوادہ امینیہ چشتیہ کے اکابر کی کتابوں کے بارے میں لکھ چکے ہیں، خوش دہاں کے بارے میں بر موقع لکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ حمیدالدین شاہد رسالہ محمود خوش دہاں مطبوعہ کراچی، سخاوت مرزا (اردو نامہ کراچی) عبدالقیوم تاریخ ادب اردو، فہرست مخطوطات اردو، انجمن ترقی اردو پاکستان، قاموس الکتب حصہ اول (انجمن ترقی اردو پاکستان ۱۹۶۱ء) میں بھی ان کا ذکر اور ان کی تصانیف کے نام ملتے ہیں۔ معرفت السلوک کے علاوہ مصنف کی اور کتابیں بھی مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

زیادہ تفصیلی اور اجمالی کام ڈاکٹر حسینی شاہد کا ہے۔ اپنے مقالہؒ میں قابل مصنف نے تلاش بسیار مستند ماخذوں سے محمود خوش دہاں کے حالات، تصانیف اور تصوف کی تفصیل بہم پہنچائی ہے۔

<u>پس منظر</u>:۔ گیارھویں صدی ہجری کا زمانہ ہے۔ عادل شاہی دکن کے ایک بڑے حصے پر حکمراں ہیں۔ ایک طرف یہ حکمراں سمندر پار سے افراد اور خیالات کو درآمد کر رہے ہیں اور دوسری طرف مقامی تہذیب سے رشتہ استوار کر رہے ہیں۔ دکھنی کو سرکاری زبان بناتے ہیں۔ لباس اور رہن سہن میں دکھنی تہذیب و ثقافت کو اپناتے ہیں۔ سیاست میں مغلوں سے اشتراک کرتے ہوئے حکومت دہلی سے ٹکر لے رہے ہیں۔ دہلی کی روحانی سیاست و تاجداری باقی ہے۔ دہلی کے نصیرالدین چراغ دہلوی کے مرید و خلیفہ سید محمد حسینی گیسو دراز کا فیض جاری تو ہے مگر خانوادہ میراں جی روحانی اجتہاد بھی شروع کرتا ہے چنانچہ بیجاپور کے میراں جی شمس العشاق، برہان الدین جانم اور امین الدین علی اعلیٰ دیس کی دھرتی یا یہاں کے خیالات سے رشتہ استوار کرتے ہوئے خانوادہ امینیہ چشتیہ کی تشکیل کرتے ہیں۔ جس میں خالص اسلامی توحید کی ہندوستانی فلسفہ و ہدایت سے رنگ آمیزی کی گئی ہے۔ سنسکرت اصطلاحوں کو عربی اصطلاحوں کے نگینوں میں جڑ دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر حسینی شاہد کے الفاظ میں

---

[۱] دیباچہ فہرست مخطوطات فارسی جامعہ عثمانیہ، مرتبہ ڈاکٹر ... مطبوعہ ... سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ، ڈاکٹر حسینی شاہد۔

سنگیت عمل کی تانوں اور برہان صوفیہ کی تلاوت الوجود نے بیجاپور کی ذہنی تربیت میں برابر کا حصہ لیا ہے۔[1]

محمود خوش دہاں معرفت السلوک کے مصنف اسی خانوادہ امینیہ چشتیہ کے اکابر میں سے ہیں شجرہ نسب اس طرح ہے[2]

محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی
- سید عبد القادر یوسف
  - بدر الدین بدر عالم
    - میراں شاہ سید مصطفیٰ قادری معشوق الٰہی
      - بی بی جمال بنت شمس الدین عثمانی
        - بی بی میمونہ زوجہ برہان الدین جانم
          - امین الدین علی اعلیٰ
    - میراں شاہ ابو الحسن قادری
    - میراں شاہ سید قاسم قادری
    - صاحبزادی (زوجہ شیخ داؤد قریشی)
      - شیخ محمود چشتی

اس شجرہ کے مطابق وہ سید عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی کی اولاد تھے۔ ان کے نانا بدر الدین بدر عالم کے والد سید عبد القادر یوسف بغداد سے دکن آئے اور بیدر میں سکونت پذیر ہو گئے۔ محمود خوش دہاں کے پدری سلسلہ کی تفصیل ابھی سامنے نہیں آئی ہے۔ روضۃ الاولیا مصنفہ ابراہیم زبیری کے مطابق وہ اپنے نانا کے مرید تھے اور صاحب مشکوٰۃ شاہ غلام علی کے مطابق خلافت قادریہ اپنے ماموں شاہ ابو الحسن سے لی تھی۔ ان کی زندگی کا ابتدائی دور بیدر میں بسر ہوا لیکن جلد ہی بیجاپور چلے آئے۔ شاہ برہان الدین جانم سے خانوادہ چشت میں بیعت و خلافت حاصل کی۔ اس بارے میں مشکوٰۃ النبوۃ روضۃ الاولیا تذکرۃ القادری، حدیقہ رحمانی اور سیر محمدی متفق ہیں کہ ان سے قادریہ اور چشتیہ دونوں طریقے چلے ہیں۔ وہ رشتہ میں سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ کے ماموں اور پیر تربیت اور استاد صحبت تھے۔ ان کا سلسلہ بیعت حسب ذیل ہے۔ شاہ محمود، شاہ میراں جی شمس العشاق، شاہ کمال الدین بیابانی، شاہ جمال الدین مغربی، سید محمد حسینی گیسو دراز۔[3]

خوش دہاں ان کا لقب تھا۔ ایک روایت یہ مشہور ہے کہ لقوے کی وجہ سے ان کا منہ کسی قدر ٹیڑھا تھا۔ ایک بار

---

[1] سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ۔ ڈاکٹر حسینی شاہد۔ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش ۱۹۷۷ء ص ۱۔ [2] سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ مصنفہ ڈاکٹر حسینی شاہد ص ۲۶ بحوالہ خلاصۃ الارشاد۔ [3] روضۃ الاولیا مصنفہ ابراہیم زبیری مخطوطہ ۲۶۷ تذکرہ کتب خانہ آصفیہ دہلی اورینٹل مینسکرپٹ لائبریری (اے۔ پی)۔ [3] مشکوٰۃ النبوۃ مصنفہ شاہ غلام علی مخطوطہ ۲۷ تذکرہ کتب خانہ آصفیہ دہلی اورینٹل مینسکرپٹ لائبریری (اے۔ پی)۔ [4] معرفت السلوک جامعہ عثمانیہ ۱۹۰۶ء ص ۲۔

برہان الدین جانم نے محمود کو لانے کی ہدایت کی۔ پوچھا گیا کیا بچہ دہان کو جواب ملا نہیں خوش دہان کو تھی سے ان کا لقب خوش دہان ہو گیا۔[1]

دوسری روایت[2] یہ ہے کہ انھوں نے کم عمری میں امین الدین علی اعلیٰ کو کچھ نصیحت کی ان کی ناخوشی کے نتیجے میں چہرہ کچھ ٹیڑھا ہو گیا بعد میں اپنی ماں کی سفارش سے انھوں نے معاف کر دیا اور دعا دی جس کی وجہ چہرہ ٹھیک ہو گیا۔ ڈاکٹر حسینی شاہد کو اس روایت سے اختلاف ہے وہ اس لقب کی وجہ شیخ محمود خوش کی خوش کلامی کو ثابت کرتے ہیں۔[3]

محمود خوش دہان اپنی تصنیف معرفت السلوک میں اپنا نام یوں لکھتے ہیں: "الراجی فقیر حقیر مطلق مسعود محمود خوش دہان"۔

مستند ماخذوں کے مطابق محمود خوش دہان باخدا، خوش سیرت، نیک سیرت، صاحب کرامات و مکاشفہ تھے۔ ان کی توجہ اور صحبت کی برکت سے اکثر گمراہ راہ راست پر آگئے اور طلبہ باخدا ہو گئے۔ روضۃ الاولیا کے مطابق یکے از بزرگواران و عارفان صاحب دل تھے۔ پیدائش کا سنہ دستیاب نہیں ہوا۔

وفات:۔ محبوب ذی المنن حصہ دوم ص۹۶ مصنفہ عبدالجبار ملکاپوری کے مطابق ۹۴۵ھ۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر حسینی شاہد کو وفات کے دو مادہ تاریخ ملے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کلید طریقت بہ لطف مسعود ۱۰۲۶ھ (بیاض کتب خانہ کچی محل بیجاپور)۔

(۲) محمود خوش دہان نام مبارک (بیاض کتب خانہ کچی محل بیجاپور)

مزار:۔ مجمع الانساب کے مطابق ان کا مزار اسی ٹیلے پر ہے جس پر حضرت امین الدین کی درگاہ واقع ہے جنت مالہ (غالباً جنت معلی کے نام پر) اسی جگہ کا نام تھا۔

اولاد:۔ ان کے ایک صاحبزادے کا پتہ چلا ہے، جن کا نام شیخ مصطفیٰ تھا جو صاحب علم، صاحب تصرف اور شاعر تھے

خلفاء:۔ شیخ حسن گوشہ نشین، شیخ صدرالدین، شیخ نصیر اللہ، سیف اللہ، شیخ نورالدین، حسین خان، سید عبداللہ حسینی بخاری، میراں جی خدانما، سید محمد، شیخ احمد برقی پوش، سید ہاشم، شیخ مصطفیٰ۔

تصانیف:۔ (۱) معرفت السلوک (جامعہ عثمانیہ، سالار جنگ لائبریری۔ اے پی مینسکرپٹ لائبریری، ادارہ ادبیات، نیشنل میوزیم وغیرہ وغیرہ)۔ (۲) علم الحیات (ادارہ ادبیات اردو جلد چہارم ص۲۶۵)۔ (۳) خلاصۃ الارشاد (مخزونہ درگاہ شریف بیجاپور) روح الحق (ڈاکٹر حسینی شاہد، ادارہ ادبیات اردو جلد دوم ص۹۳) کشف الحقائق رسالہ نور علوۃ العاشقین، مناجات، اسرار الحق، نامکمل رسالہ تصوف (حمیدالدین شاہد کا مرتب کیا ہوا کراچی انجمن ترقی اردو۔ جامعہ عثمانیہ میں یہ

---

[1] روضۃ الاولیا مصنفہ ابراہیم زبیری۔ [2] مشکوٰۃ النبوۃ مصنفہ شاہ غلام علی۔ [3] سیرت شاہ امین الدین علی اعلیٰ مصنفہ ڈاکٹر حسینی شاہد ص۱۲۳

مکمل موجود ہے مگر مصنف کا نام موجود نہیں) کشف المقامات (جامعہ عثمانیہ) رسالہ محمود نمبر ۱۱۶ ادارہ ادبیات اردو مقدمہ نمبر ۱۲۶)۔

معرفت السلوک کا موضوع:- امین الدین علی اعلیٰ کی شخصیت اپنے خانوادہ کی قدآور شخصیت ہے۔ انھوں نے تصوف میں اجتہادی خیالات شامل کیے جس میں ہندوستانی روحانیت کا رچاؤ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا طریق ان کے والد شاہ برہان الدین جانم کے خیالات کا پرتو تھا۔ محمود خوش دہاں لکھتے ہیں کہ معرفت السلوک ان کے خیالات میں یکرانی کے پیر دستگیر کے خیالات میں "بطرز متابعت خود راہ نمی بُرم"۔ معرفت السلوک کے بغور مطالعہ سے نئے خیالات کی چھاپ سنائی دیتی ہے۔ مصنف کے الفاظ میں: خانوادہ چشت اہل بہشت کے مسلک کے مطابق ان کے مرشد برہان الدین جانم (جن کا نام وہ بڑے ادب و احترام سے لیتے ہیں) نے جو کچھ فرمایا تھا اس کو قلم بند کر دیا ہے۔ مصنف کے الفاظ میں ان کے پیر دستگیر نے من و عن نفس کو بطرز ترغیب اور بطور ترہیب بیان فرمایا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ان کے مرشد شاہ برہان الدین جانم کا ارشاد کردہ تصوف و سلوک ہے۔ خوش دہاں کے الفاظ میں:

"اما بعد چنین گوید کمترین مریداں و کہترین طالباں و خادم خاکسار درگاہ شاہ مریداں طالبان دستگاہ مقبول حضرت الاکمل الاولیاء و افضل الاتقیا صدر نشین محفل محمد مصطفیٰ صلی اللہ صاحب شریعت و طریقت بحر الحقیقت و معرفت ہادی دین و ہادی المرشدین والسالکین والمسلمین امام العاشقین والعارفین کامل الانسان محقق زماں مظہر ذات و صفات سبحانہ تعالیٰ یعنی حضرت شاہ برہان معظم شاہ میراں جی شمس العشاقین محبوب رب العالمین قدس اللہ سرہ العزیز صاحب مقام شاہ پیر الفقیر والمستقر الی اللہ المعبود شیخ محمد چشتی طیب اللہ القابہ معروض می دارد۔"

جانم کی تصنیف کلمۃ الحقائق[1] شائع ہو چکی ہے۔ معرفت السلوک کا اس سے مقابلہ معلومات آفریں ہوگا۔

معرفت السلوک کی فارسی رواں ہے۔ مسائل کی واضح تفہیم کی گئی ہے کہ معمولی فارسی پڑھے ہوئے اشخاص بھی اسے سمجھ سکتے ہیں۔ نقشوں سے موضوع کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

اس دور میں دکھنی زبان مستحکم ہو رہی تھی اور دکھنی الفاظ میں فارسی اسماء و افعال کی ہیئات ملتی ہے مگر معرفت السلوک کی فارسی پر دکھنی کا اثر نامعلوم ہے۔ کتاب برہان الدین جانم کے انتقال کے بعد لکھی گئی ہے جیسا کہ ان کے نام کے ساتھ قدس سرہ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ تاہم امین الدین علی اعلیٰ کا نام یا تذکرہ اس میں نہیں ملتا اور نہ ان کے بیان کردہ پانچ عناصر میں گنے والے تصوف کا صراحت سے ذکر ہے۔

معرفت السلوک میں بیان کردہ منازل سلوک کی تشریح ڈاکٹر حسینی شاہد نے اجمال سے دل نشیں الفاظ میں

---

[1] "معرفت السلوک" مخزونہ جامعہ عثمانیہ کے ابتدائیہ "کلمۃ الحقائق" مرتب اکبر الدین صدیقی

کی ہے۔ اس کا ایک خلاصہ اس کتاب کو سمجھنے کے لیے پیش ہے۔[1] ذیل شدہ نقشہ اصل کتاب معرفت السلوک (مخزونہ کتب خانہ آصفیہ) سے لیا گیا ہے۔

معرفت السلوک میں وجود کے چار مراتب بیان کیے گئے ہیں جو چار وجود اور چار دائروں میں پھیلا ہے۔ (۱) واجب الوجود (۲) ممکن الوجود (۳) ممتنع الوجود (۴) عارف الوجود۔ سالک کا روحانی ارتقاء ان وجودوں میں ہوتا جاتا ہے۔ اس سلوک کو ایک نظام کی صورت میں مرتب کرنے اور لوازم و شرائط کی بکھری ہوئی کڑیوں کو جوڑتے ان میں ربط، تسلسل، ترتیب و باہم آہنگی پیدا کرنے، سالک کی سہولت کے لیے مزید لوازم و شرائط کا اضافہ کرنے، ہر مرتبہ کے اشغال تجویز کرنے اور ان سب کو درجہ بدرجہ متعین کرنے کا سہرا برہان الدین جانم کے سر ہے۔ اصطلاحیں جانم کی ہیں۔ قلب روح اور توحید کا ذکر بھی جانم کا ہے، عالم، عاشق، واصل، عارف، تجرید، تفرید کی اصطلاحیں بھی جانم کی ہی وضع کردہ ہیں۔ ہر مرتبہ کے ہفت شغل بھی انھیں کے بیان کردہ ہیں اور یہ سب مربوط انداز میں محمود خوش دہاں کے الفاظ میں بہ وجہ احسن اور طریق روشن تر سے بیان ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر حسینی شاہد کا کہنا ہے کہ جانم اور حضرت امین کے تصوف اور سلوک کو سمجھنے کیلئے خوش دہاں کے رسالہ "معرفت السلوک" کا مطالعہ ضروری ہے خوش دہاں نے اپنے پیر کے نظام فکر کو کس قدر مرتب، منظم اور مربوط انداز میں سپرد قلم کیا ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جانم کی تحریروں کے مطالب پوری طرح اور حضرت امین کی تعلیمات کے مفاہیم بڑی حد تک آئینہ ہو جاتے ہیں "معرفت السلوک" کے مطالعے کی روشنی میں ایک مبتدی بھی جانم اور حضرت امین کے تصوف کو سمجھ سکتا ہے اور ان کے رسائل کے موضوع اور مضامین کو متعین کر سکتا ہے انھوں نے ہر مرتبہ ان کے شرائط اور لوازم کو بڑی شرح اور بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کے ربط کو اس خوبی سے واضح کیا ہے کہ ان کا منطقی اور معنوی تسلسل واضح ہو گیا ہے اور ان مدارج سے پردے ہٹ گئے ہیں جن پر جانم اور امین کے نظام السلوک کی عمارت کھڑی ہے۔ صوفیائے متقدمین نے حدیث قدسی "ان فی جسد آدم لمضغۃ" کا تجزیہ یقین کیا ہے یعنی سالک کو معرفت من عرف کے لیے نفس، دل، روح اور نور کے مراتب سے گزرنے کی تلقین کی ہے لیکن جانم کی روش عجیب اور غریب الامثال (بقول خوش دہاں) ہے۔ سالک کے لیے ضروری ہے کہ وجود کے چار مراتب کو —— اپنے وجود میں پہچانے۔ فقد عرف ربہ کے اسرار یا تجرید مرتبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ذات مطلق کا مرتبہ ہے جس کو واحد الوجود کہا جاتا ہے

واجب الوجود:- صوفیہ متفقہ طور پر حق تعالیٰ کے وجود کو واجب الوجود کہتے ہیں جو اپنی ذات سے قائم ہے اور مخلوقات کو الوجود کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف جانم نے چند حیثیات کے سوا اس اصطلاح کو وجود خاکی کیلئے

---

[1] سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ مصنفہ ڈاکٹر حسینی شاہد ۱۹۷۰ء ص ۲۲۲۔

استعمال کیا ہے اس لیے کہ یہ جسمانی وجود روحانی وجود کے لیے لازم اور واجب ہے اور اسی کو لازم الوجود کا ہم معنی ٹھہرایا ہے اور اس کی مثال "جیوں چاول کا موڑ بھیو تنا بھیو سوں تعلق ہے بھوتے پانچ موڑ بھیو تھانی۔" ذات کے اظہار کے لیے وجود خاکی لازم اور واجب ہے۔ اس لیے بندہ کے لیے واجب الوجود کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

معرفت السلوک میں ہر وجود کے تمام لوازم و شرائط کی تفصیل کا پتہ چل جاتا ہے۔ یعنی ہر وجود کا موکل، اس کا روح، اس کا قلب، نفس، تم، توحید، راہ، ذکر، منزل، شہادت اور صفت شغل جن میں متعلقہ حروف سے شامل ہونے والی دعائیں شامل ہیں۔

معرفت السلوک میں عناصر کے گن بھی بیان کئے گئے ہیں مگر ان کی تعداد امین الدین علی اعلیٰ کی بتائی تعداد سے کم ہیں خاک کے پانچ، آب کے چار، آتش کے تین، باد کے دو، خاکی کا ایک یعنی کل پندرہ (اس کی تفصیل و تشریح ڈاکٹر حسینی شاہد کی تصنیف سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ ص ۱۸۹ پر دی گئی ہے) خاکی کو برہان الدین جانم عنصر نہیں تصور کرتے بلکہ چند عناصر ہی سے ہر ایک کا ایک گن مانتے ہیں۔ اس کے برخلاف امین الدین علی اعلیٰ پانچ عناصر اور پچیس گن کو مانتے ہیں۔

<u>ممکن الوجود۔</u> دوسرا وجود ممکن الوجود یعنی جسم خاکی کا ہی عکس ہے۔ اس حالت میں وجود کو تمام لوازم وجود کو بالکلیہ ترک کرنا ہوتا ہے۔ جب کہیں اس کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ ممتنع الوجود میں بدل جاتا ہے۔ ممکن الوجود قائم بالغیر ہے۔ جسم میں حرکت پیدا کرتا ہے۔

<u>ممتنع الوجود۔</u> وجود کے اس مرتبہ کو ممتنع الوجود اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں ہستی تھے کو وجود نہیں ایک تاریکی اور فراموشی ہے لیکن اس تاریکی سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ اس ظلمت سے چشمۂ حیواں رواں ہوتا ہے انسانیت ہو جاتی ہیں۔ منزہ اپنے سے قائم ہے اور نہ قائم بالغیر۔ اس مرتبہ کو ذات کی نسبت سے لا امکان کہتے ہیں اور نہ صفات کی نسبت سے یہ تمام اشیا کا امکان ہے۔ تمام موجودات و ممکنات اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ممکن الوجود کے بعد اس کا درجہ ہے۔ اس میں روح قدسی ہے جو پرتو ذات حق ہے یعنی عکس روح قدسی ہے۔

<u>عارف الوجود۔</u> اس میں ہستی اپنا آپ ادراک کرتی ہے اور تمام ہستیوں سے منزہ ہوتی ہے۔ یہ اپنی ہستی سے آپ قائم ہے وجود کے دوسرے مرتبے اس کے تابع اور محتاج ہیں۔ یہ مرتبہ سب مرتبوں سے مخفی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کا شریک و اطلاق رکھتا ہے۔ وجود کا یہی مرتبہ دراصل نور محمدی ہے ہر شے کا اصل یہی ہے اسی کی طرف ہر ایک کو لوٹنا ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً کا نشان اسی سے ملتا ہے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اسی سے عبارت ہے

<u>واحد الوجود۔</u> وجود کے جس مرتبہ کے لیے خانوادہ چشتیہ کی اصطلاح واحد الوجود استعمال ہوتی ہے۔

دوسروں کے ہاں مرتبہ توحید، مرتبہ ذکر خفی، مرتبہ مقام قرب، مرتبہ نور مطلق، مرتبہ وراء الورا، مرتبہ احدیت، مرتبہ لا کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ معرفت السلوک میں ایک دائرے کے ذریعہ مراتب وجود اور ان کے لوازم کے متداول الفاظ کو پیش کیا گیا ہے جس سے بیک نظر تمام اصطلاحوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔

بحیثیت مجموعی میرے مطالعہ کی حد تک سلوک امینیہ چشتیہ کا مقصد سالک (واجب الوجود) کو مرتبہ عارف الوجود تک پہنچاتا ہے۔ وجود کا یہ درجہ دراصل نور محمدی ہے۔ محمود خوش دہاں کے الفاظ میں: "سالک را باید کہ علی الدوام توفیق از حق سبحانہ تعالیٰ خواہد تا بہ مرتبہ محمدی علیہ السلام برسد" دوسرے الفاظ میں خاکی جسم والے واجب الوجود کو نوری وجود عارف الوجود تک پہنچاتا ہے۔ معرفت السلوک کے اس نظریہ ارتقا کے مطالعہ کے ساتھ مجھے ڈاکٹر رضی الدین کی کتاب "اقبال کا فلسفہ زمان و مکاں" کی یاد آجاتی ہے (طبع دوم ۱۹۹۴ء، صفحہ ۔۔۔) جس میں انھوں نے مادہ اور نور (توانائی) کے بارے میں جدید ترین نظریہ کی تشریح کی ہے۔ چنانچہ اقبال کے فلسفہ زمان و مکان کی تفہیم یوں کرتے ہیں۔ "ویسے نظریہ اضافیت کی بنا پر آئن اسٹائن نے بتایا ہے کہ توانائی بھی ایک جمود رکھتی ہے جس کو عرف عام میں وزن کہا جاتا ہے آئن اسٹائن نے ثابت کیا ہے کہ مادہ اور توانائی دو مختلف اشیاء نہیں بلکہ ایک ہی شے کی دو مختلف شکلیں ہیں جس طرح برف اور پانی ایک ہی شے کی دو مختلف حالتیں ہیں۔ نظریہ اضافیت اور کوانٹم نظریہ نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کائنات کی ہر شے میں دوئی پائی جاتی ہے۔ ایک ہی شے کبھی ذرہ کے خواص کا اظہار کرتی ہے کبھی موج کے خواص کا۔ مادہ اور توانائی میں کوئی اساسی اختلاف نہیں۔"

اس جدید انکشافات نے مادیت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مادہ پرستوں اور دہریوں کا خدا کی ہستی کے خلاف یہ استدلال تھا۔ ایک غیر مادی خالق مادہ اشیا کو کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اب ہم جانتے ہیں مادہ اور توانائی میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے: "اللہ نور السموات والارض" نور کا یہی تصور معرفت السلوک میں بیان کردہ وجود کے آخری مرتبہ میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔

رضی الدین صاحب کی کتاب کو لکھے گئے ۴۰ سال گزر چکے ہیں۔ اس دوران سائنس نے کئی جستیں بھریں اور چھلانگیں لگائی ہیں۔ جدید ترین سائنٹفک نظریات کے تقابلی مطالعہ کی آج روح آدم کو ضرورت ہے۔

<u>معرفت السلوک کا ترجمہ</u>:۔ معرفت السلوک کی اہمیت کے پیش نظر تصنیف کے تقریباً ڈھائی سو سال بعد اور آج سے دو سو چھپن سال پہلے ۱۲۰۰ھ میں حیدرآباد کے ولی اللہ قادری (متوفی ۱۲۰۷ھ) جو خود بھی صاحب دل

بزرگ تھے اپنے والد شاہ حبیب اللہ قادری (جو عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کی اولاد میں تھے اور خود بھی صاحب دل و کشف و کرامات بزرگ تھے) کے حکم سے معرفت السلوک کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ولی اللہ قادری چند سال تک گلبرگہ کی رنگین مسجد میں مقیم رہے پھر حیدرآباد آئے۔ ایک روز خواب دیکھا کہ چلنے سے پاؤں تھک گئے ہیں۔ صبح میں مریدوں سے تعبیر پوچھی کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اتفاق سے اسی روز ایک امیر فضل خاں مرید ہونے کے لیے آئے اور پالکی نذر دی اور کہاروں کی تنخواہ بھی اپنی سرکار سے مقرر کر دی۔ ارکاٹ کے نواب انور الدین خاں اور محمد علی والا جاہ ولی اللہ قادری کے معتقد تھے۔ نظام الملک آصف جاہ ۱۱۳۰ھ میں حیدرآباد آئے تو ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ حیدرآباد کے مشائخین و علما بھی ان کے علم و فضل کے باعث ان کی عزت کرتے تھے۔ ولی اللہ قادری نے ۲۹ محرم ۱۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اور حیدرآباد سے باہر باغ گوڑہ حوض سے متصل بالائے چبوترہ مدفون ہوئے۔ بعد میں نواب محمد علی خاں سراج الدولہ والا جاہ نے ان کی قبر کا احاطہ سنگ سیاہ سے بنا دیا۔

ولی اللہ قادری نے کئی رسالے بھی لکھے جن میں سے اب تک صرف معرفت السلوک کا پتہ چلا ہے[1]۔ اردو معرفت السلوک کے کسی نسخہ کا کسی اور کتب خانہ میں اب تک پتہ نہیں چلا سوائے ادارہ ادبیات کے نسخے کے اور قاموس الکتب حصہ اول کے حوالے فہرست کتب خانہ سردار الملکی کے۔

زور صاحب کے مطابق یہ عہد آصفی کی اردو نثر میں پہلی کتاب ہے۔ اس مترجم معرفت السلوک میں ولی اللہ قادری نے سبب تالیف ترجمہ بیان کیا ہے۔ جس کا اقتباس پیش ہے۔ اس سے کتاب کی زبان و بیان کا اندازہ ہو سکتا ہے[2]۔ لکھتا ہے

کم ترین مریداں اور ادنیٰ ترین شاگرداں جاروب کش درگاہ عالی اور بارگاہ لاابالی عاجز فقیر الحقیر محمد ولی اللہ قادری کہ حکم کئے مجکوں حضرت شہباز ولایت معدن ہدایت آفتاب عالم تاب بزرگ اولیا کے بڑے اتقیا کے اور صدر نشین محمد مصطفیٰ کے صاحب شریعت اور طریقت کے دریا حقیقت و معرفت کے وارث محمد رسول اللہ حضرت شاہ حبیب اللہ قادری باقی رکھے اللہ تعالیٰ انھوں کوں ہمارے سر اور انکھیاں پر جب تلک کہ آفتاب چمکتا اور جھمکتا ہے کہ کتاب معرفت السلوک جو تصنیف حضرت پناہی اور شیخ الشیوخ بندگی معروف شیخ محمود بلطف معبود قدس سرہ العزیز کا ہے۔ فارسی زبان میں سو اوسے ہندی زبان سوں بیان کر عبارت آیت اور حدیث کے معنی یک یک عیاں کرتا کہ تک ایسے طالبان حق کے ہیں جو دونا عربی جانتے ہیں اور نا فارسی پچھانتے ہیں ولیکن اپنے مطلوب کی طلب میں سچے ہیں اور ظاہر عالم کی نظر میں کچے ہیں[3]

۱۔ زور، محی الدین قادری۔ فہرست مخطوطات ادارہ ادبیات اردو۔ جلد سوم ص ۲۸۔ ۱۲۵

۲۔ معرفت السلوک مخزونہ ادارہ ادبیات اردو۔

ولی اللہ قادری اپنے مندرجہ بالا بیان میں اپنی زبان کو ہندی کہتے اس بارے میں ڈاکٹر زور لکھتے ہیں کہ ترجمہ کی زبان اپنے عہد کی فصیح و بلیغ اردو جو در اصل دکھنی ہے، ہے[1]

آغاز کتاب :- صفت اور سراپا بے غایت اور شکر کرتا بے نہایت ثابت ہے اوس واجب الوجود کوں جو خلق الوجود کوں ممتنع الوجود کے دائرے میں پیدا کیا ہور اپنے واجب الوجود کوں اس دونوں وجود سوں موجود ہور ظاہر کیا۔ بزرگ ہے بزرگی اوس کی ہور عام ہے نعمت اوس کی اختتام۔ اس تھے اوپر شکر رہیا ہے۔ اس روشنی سلوک وجوداں کا دائرا ان کی تمام ترقیاں سات ہور منزلاں ہور راستاں ہور مقاماں کی۔ تمام معرفت سات بجا لیا وے۔ تا دو حضرت حق سبحانہ جو ارحم الراحمین ہے۔ اپنے تمام کرم سوں ہور قدیم احسان سوں سالک کو جذبہ اپنی محبت کا ہور عشق کا بخشے یا اوس کوں اپنی معرفت کے علم میں ہور وحدت میں لیجاوے ہور تمام اپنے ظاہر ہور باطن کے عالم کے تماشے دکھلا دے اپنے حبیب کی دوستی کوں۔"

یہ نسخہ بڑے اہتمام سے واضح نستعلیق میں بڑی تقطیع پر لکھا گیا ہے۔ پہلے صفحہ کے اوپری حصے کو سنہرے نقش و نگار سے مزین کیا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ عربی آمیزوں پر بھی سرخی میں خط کھینچے گئے ہیں۔ اس نسخہ کے کاتب شیخ غلام علی بیدری ہیں۔ جنھوں نے مصنف کے قریبی زمانے میں ہی یا زندگی ہی میں اس کتاب کو نقل کیا ہے۔ ترقیمہ میں غالباً سال کتابت لکھنا فراموش کر گئے۔ غالباً وہ مترجم ولی اللہ قادری ہی کے مرید تھے۔ کتاب اپنے ذاتی استعمال کے لیے نقل کی ہے۔ ترقیمہ حسب ذیل ہے۔

"تمام ہوئی یہ کتاب پیر کے دن تیسرے پہر کے وقت اکیسویں[21] تاریخ ماہ مبارک رمضان کے مہینے کی حق سبحانہ تعالیٰ کے کرم ہور فضل سوں۔ پڑھنے ہارا اور لکھن ہارا۔ اس کا کمینہ بندہ سب بزرگ واراں کا ہور نہ تھا غلام سارے بزرگاں کا غلام علی کاتب رہنے ہارا احمد آباد بیدر کا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایمان نصیب کرے اور بخشے سارے گناہاں اس کے ہور اوس کے ماں باپ کے ہور بھرپور کرے سینہ اوس کا اپنے ذوق ہور شوق سوں صدقہ اپنے حبیب کا جو محمد رسول اللہ ہیں، درود بھیجو اللہ تعالیٰ کی اون کے ہور اوپر آل ہور اصحاباں اون کے۔"

کتاب میں ۸۵ اوراق ہیں۔ سائز ۶" × ۱۲" سطریں ۱۳ فی صفحہ

---

[1] فہرست ادارہ ادبیات اردو حصہ سوم ص ۱۲۵ - ۱۲۶

صفحہ ۶ معرفت السلوک

عالم	واجب الوجود	عارف
	موکل میکائیل	
	روح نامیہ	
مراقبہ	قلب مصفیٰ	فنا
	نفس امارہ	
تجرید	توحید اقوالی	تفرید
	فہم قیاس	
	راہ شریعت	
مشاہدہ	ذکر جلیے	حال
	منزل ناسوت	
	شہادت مبدا	
	بہفت شغل	
عاشق	ی ھ و ن م ل ک ـــ	واصل

صفحہ ۱۸ معرفت السلوک

عالم	ممکن الوجود	عارف
مراقبہ	موکل اسرافیل	
مراقبہ	روح متحرکہ	فنا
	قلب منیب	
	نفس لوامہ	
	فہم وہم	
تجرید	توحید افعالی	تفرید
	راہ طریقت	
	ذکر قلبی	
مشاہدہ	منزل ملکوت	حال
	شہادت وجدا	
	شغل بہفت	
عاشق	ق ف غ ع ظ ط ض	واصل

صفحہ ۲۶ معرفت السلوک

عالم	ممتنع الوجود	عارف
	موکل عزرائیل	
	روح ناطقہ	
	قلب سلیم	
مراقبہ	نفس مطمئنہ	فنا
	فہم کمال	
تجرید	توحید احوالی احوالی	تفرید
	راہ حقیقت	
	ذکر روحی	
	منزل جبروت	
مشاہدہ	شہادت محمدا	حال
	بہفت شغل	
عاشق	ص ش س ز ر ذ د	واصل

صفحہ ۳۶ معرفت السلوک

عالم	عارف الوجود	عارف
	موکل جبرئیل	
	روح قدسی	
مراقبہ	قلب شہید	فنا
	نفس ملہمہ	
	فہم اکاہ	
تجرید	توحید ذاتی	تفرید
	راہ معرفت	
	ذکر سری	
	منزل لاہوت	
مشاہدہ	شہادت شہدا	حال
	شغل بہفت	
عاشق	خ ح ج ث ت ب ا	واصل

معرفت السلوک کے مطبوعہ نسخے :- معرفت السلوک دو بار زیورطباعت سے آراستہ ہوچکی ہے۔ پہلے اڈیشن کے بارے کوئی تفصیل نہیں ملی۔ دوسرا اڈیشن ۱۸۹۸ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شایع ہوا جس میں پہلے اڈیشن کا ذکر ہے۔ اس دوسرے اڈیشن کو بھی شائع ہوئے پورے ستاسی سال ہوچکے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ حیدرآباد میں اکبرالدین صدیقی صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل عبارت طبع ہوئی ہے۔

" بہ عون صانع کمین ومکان وفضل خلاق زمین وزماں رسالہ عزیزالوجود کہ در وا شگافی نکات معارف تصوف وسلوک بے ہمتا و بے نظیر است یعنی شرح ارشاد حضرت امیرالمومنین حیدر کرار من عرف نفسہ فقد عرف ربہ دالعرب وسلوک مسمےٰ " رسالہ معرفت السلوک " از تصنیف سالک مسالک حق پژوہی شاہ شیخ محمود خوش دہان چشتی مرید خاص اکمل الاولیا افضل الاتقیا عارف شریعت وطریقت واقف حقیقت ومعرفت بندگی حضرت شاہ برہان معظم شاہ میراں جی۔ در مطبع نامی منشی نول کشور بہ طبع مزین مقبول جہاں شد۔

کتابیات :- (۱) ابراہیم زبیری، محمد: روضۃ الاولیا مخطوطہ ۲۶۶ تذکرہ، کتب خانہ آصفیہ (حال A. P. Oriental MSS Library Hyderabad) (۲) امین الدین علی اعلیٰ، سید شاہ: خلافت نامہ بابا شاہ حسینی مملوکہ سید شمس الدین قادری یا گیردار (۳) غلام علی شاہ: مشکواۃ النبوۃ مخطوطہ ۱۹۳ تذکرہ، کتب خانہ آصفیہ (A. P. Oriental MSS Library) (۴) محمود خوش

دیوان، خلاصۃ الارشاد مخطوطہ درگاہ شریف بیجاپور۔ (۵) محمود خوش دہاں کے خلفا سید میراں حسینی خدا وند بادی میراں جی خدانما
اور تحفت نشین کے شجرے مشمولہ تذکرہ ڈاکٹر حسینی شاہد۔ سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ ۱۹۵۳ء (۶) محی الدین قادری سید مجمع الاخلاق
(۷) عبدالجبار ملکاپوری۔ محبوب ذی المنن حصہ دوم ص۴۹۶ (۸) بیاض کتب خانہ درگاہ شریف بیجاپور۔ (۹) بیاض کتب خانہ
بنگی محل بیجاپور۔ (۱۰) بشیرالدین واقعات مملکت بیجاپور حصہ دوم ص۱۰ (۱۱) مقبرہ درگاہ امین الدین علی اعلیٰ کا کتبہ مشمولہ تذکرہ
حسینی شاہد سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ (۱۲) شجرہ خلفائیہ مرتبہ سید محمد قادری (۱۳) خلافت نامہ مخزونہ درگاہ شریف بیجاپور
(۱۴) خلافت نامہ بابا شاہ حسینی مخزونہ جامعہ عثمانیہ دستاویز کتاب ص۱۱ (۱۵) محمود خوش دہاں۔ رسالہ نور (۱۶) محمود خوش دہاں
رویت الحق مشمولہ حسینی شاہد۔ مخزونہ ادارہ ادبیات اردو (۱۷) محمود خوش دہاں کشف الحقائق (۱۸) محمود خوش دہاں علم الالٰہی
مخزونہ ادارہ ادبیات اردو جلد چہارم ص۲۱ (۱۹) محمود خوش دہاں معرفت السلوک (مختلف نسخوں کی تفصیل مضمون میں شامل
ہے) (۲۰) محمود خوش دہاں رسالہ محمود مخزونہ ادارہ ادبیات اردو حصہ پنجم ص۱۲۹ (۲۱) محمود خوش دہاں صلوٰۃ العاشقین۔
(۲۲) محمد ولی اللہ ترجمہ معرفت السلوک مطابق قاموس الکتب (۲۳) محمد ولی اللہ ترجمہ معرفت السلوک مخزونہ کتب خانہ درگاہ
ہاشم پیر بیجاپور (مشمولہ تذکرہ ہاشم علی۔ میراں جی شمس العشاق (۲۴) برہان الدین جانم کلمۃ الحقائق مرتبہ اکبر الدین صدیقی (۲۵) شجرہ مشمولہ
کتب خانہ درگاہ ہاشم پیر (مشمولہ تذکرہ ہاشم علی۔ میراں جی شمس العشاق (۲۶) حمید الدین شاہد رسالہ محمود خوش دہاں (مخزونہ حیدری
گشتی کتب خانہ حیدرآباد) (۲۷) "رسالہ تصوف" مخزونہ کتب خانہ آصفیہ (مشمولہ تذکرہ رسالہ محمود خوش دہاں)
(۲۸) زور سید محی الدین قادری تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو حصہ دوم، سوم، چہارم، پنجم۔ (۲۹) حفیظ قتیل
میراں جی خدانما۔ (۳۰) مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان جلد اول ص۱ افسر امروہوی (۳۱) سخاوت مرزا مضمون اردو نامہ
کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۶۲ء شیخ محمود خوش کی نظم دفتر (۳۲) عبدالقیوم تاریخ ادب اردو مرتبہ عبدالقیوم کراچی۔ (۳۳)
اکبر الدین صدیقی۔ چراغ مضمون اصحاب سلسلہ بندہ نواز کی علمی خدمات ۱۹۸۵ء (۳۴) اکبر الدین صدیقی کشف الوجود
(۳۵) ہاشم علی۔ میراں جی شمس العشاق۔ شائع ادبیات لکشنو۔

●●

ڈاکٹر رحمت علی خاں
انچارج مخطوطات
سالار جنگ میوزیم حیدر آباد

معرفۃ السلوک اور مجمع البحرین[1]

معرفۃ السلوک یوں تو ایک مختصر رسالہ ہے جو ۴۰ اوراق پر حاوی ہے اور بظاہر اس میں مشہور احادیث قدسیہ "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" اور "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" کی تشریح کی گئی ہے نیز یہ کہ یہ کتاب چھپ بھی گئی ہے، لیکن جیسے جیسے قاری رسالے کو پڑھتا جاتا ہے، اس کی حیرت بڑھتی جاتی ہے۔ مختصراً اس کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:

اس میں پہلی بار پانچ عناصر کا ذکر ہے چار مشہور عناصر یعنی آگ، ہوا، پانی اور خاک تو سبھی کو معلوم ہیں لیکن مصنف نے ایک نئے عنصر "باؤ" کا ذکر کیا ہے اور ہمارے خیال سے ہندو دھرم کا اثر ہے کیونکہ اس کے مطابق دنیا کی مخلوق کا وجود پانچ تتوں یا پانچ بھوت سے ہوا ہے۔ یہ پانچواں عنصر جس کو "باؤ" کا نام دیا گیا ہے "آکاش" ہے یعنی مادی فضا۔ ان ہی پانچ عناصر یا صفتوں سے انسان وجود میں آیا ان عناصر کا کامل گیان ہی معرفت ہے اسی طرح ہر عنصر کی اپنی خوبیاں ہیں۔

دوسری اہم بات یہ کہ وجود کی چار قسموں کو بالکل نئے طریقے سے پیش کیا گیا ہے یعنی تمام صوفیہ کی متفقہ رائے ہے کہ واجب الوجود خدا کی ذات ہے مگر اس رسالہ کا دعویٰ ہے کہ واجب الوجود خود انسان ہے کہ جسم کے بغیر روح عالم غیب سے عالم شہود میں نہیں آسکتی۔ روحانی وجود کے لیے لازم ہے کہ جسد خاکی میں آئے —— اس کے بعد ممکن الوجود ہے یعنی روحانی جسم۔ ہمارے خواب اور ابدی نیند اسی کی محتاج ہیں۔ اس مرتبے میں آنے کے بعد انسان راہ شریعت سے نکل کر منزل طریقت پر پہنچ کر یا الآخر منزل ملکوت کو پالیتا ہے۔ تیسرا مرتبہ ممتنع الوجود ہے یعنی دور رفود فراموشی۔ یہ لا الٰہ الا اللہ کی منزل ہے۔ اس میں انسان راہ حقیقت سے ہوتا ہوا منزل جبروت پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام منفو ہے۔ چوتھا درجہ عارف الوجود کا ہے اس میں انسان اپنے آپ کو جان کر خدا سے مشابہ کرتا ہے۔ مذکورہ بالا سارے وجود اس کے تابع ہیں۔ ذات الٰہی سے کلام اور اس کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ اس میں انسان راہ معرفت سے ہوتا ہوا منزل لاہوت میں فائز ہو جاتا ہے یہ انا کی خطرناک منزل ہے جس سے گزرنے کے بعد ہی کامیابی قرب حاصل ہوتی ہے۔ آخری مرتبہ واحد الوجود کا ہے یعنی درجہ ذات الٰہی اور یہ درجہ محض خدا کی خوشنودی پر منحصر ہے۔ یہ مقام قرب ہے۔

---

[1] یہ دونوں مخطوطے طبع ہو چکے ہیں تاہم ان کی اہمیت کے پیش نظر یہ مقالہ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اگلا اہم نکتہ یہ ہے کہ خدا نے خیر، شر اور اختیار تینوں کو پیدا کیا۔ اب بندہ جو بھی عمل اختیار کرے گا وہی اس کی ذمہ داری ہوگی۔ روح کی غفلت دور کرنا ہمارا فرض ہے۔ اسی سلسلے میں ذکر، مراقبے، مشاہدے اور ضرورت مرشد پر بھی زور دیا ہے۔ اس رسالے کا کمال یہ ہے کہ مصنف نے ہر مسئلہ پر مکمل بحث کی ہے اور منطقی اور معنوی دلائل سے ثبوت پیش کیے ہیں۔

اس رسالے کے مصنف حضرت شیخ محمود چشتی خوش دہان بیدری و بیجاپوری ہیں جو خود حضرت برہان الدین جانم کے مرید و خلیفہ ہیں۔ خوش دہان نے معرفۃ السلوک شاید ۹۹۹ تا ۱۰۳۶ھ کے درمیان ترتیب دی مگر ہمارے مخطوطے کی کتابت ۱۱۰۰ھ/۵۶۔۱۶۰۰ء میں ہوئی ہے بمقام رستم آباد۔ اس کا کیٹلاگ نمبر ۳۳۳۲ ہے۔

اس میں مصنف نے بڑے دلچسپ اور دلنشین انداز میں روحانی زندگی کے مراتب کا ذکر کیا ہے اور بتلایا ہے کہ کس طرح راہ شریعت اور مقام شیطانی سے ترقی کرتے ہوئے سالک اعلیٰ سے اعلیٰ ترین منزل واحد الوجود تک پہنچتا ہے۔ ہر مقام و مرتبے کی کیفیات، اس کے خطرات، مشاغل، موکل، نفس اور ذکر کا بیان ہے۔ اسی نظام تصوف کو ان کے مرید سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ نے مزید واضح اور صاف کیا ہے۔ کسی بھی مخطوطے کی ترتیب اور اشاعت سے قبل ہمارے لیے یہ غور کرنا بھی ضروری ہے کہ ہماری آج کی ضرورت کیا ہے؟ آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ دور اخلاق کے تنزل، باہمی نفرت اور فسادات کا دور ہے۔ اس باہمی نفرت اور غلط فہمیوں کو اس طرح بھی دور کیا جا سکتا ہے کہ ہم دنیا اس سے زیادہ اہم قوموں یا مذہب کی یک جہتی کو اجاگر کر کے پیش کریں۔ کتاب کے ساتھ اس کا ترجمہ ہندی، اردو اور انگریزی میں بھی ہو۔ اس سے ہر قوم اور مذہب کے افراد کو علم ہوگا کہ ہم کتنی فضول اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے آپس ہی میں ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ ایسی ہی ایک تالیف کا ذکر ہو چکا ہے، مزید اور ایک مخطوطے کا ذکر میں یہاں ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اس امر کی وضاحت ہو جائے کہ تصوف نے جہاں ہندوستانیوں کو متاثر کیا وہیں اس نے ہندو مت اور خصوصاً بدھ مت کی تعلیمات کو اپنایا بھی!

مجمع البحرین — شہزادہ دارا شکوہ ابن شہنشاہ شاہ جہاں کی ایک مختصر تصنیف ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ فلسفۂ ویدانت اور اسلامی تصوف میں کس قدر اشتراک موجود ہے۔ مصنف نے پہلی دفعہ کھلے الفاظ میں لکھا ہے کہ تصوف کی اولین تشریح اپنشدوں میں ملتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ دونوں کی منزل ایک ہے یعنی خدائے واحد یا بالفاظ دگر منزل قرب لیکن زبان و بیان کی الجھنوں، تشریحات و تفاسیر اور غلط فہمیوں نے حقیقت پر پردہ اتنا گہرا کر دیا ہے کہ دونوں قوموں اور مذہبوں میں ایک عظیم خلیج حائل ہو گئی ہے۔ لہٰذا کوشش یہ کی گئی ہے کہ

ہندو کے خیالات کا تنقیدی جائزہ لے کر ان کی سچائی اور عظمت کا پتہ لگایا جائے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکے گا جب تقابلی مطالعہ کیا جائے۔

مثال کے طور پر دارا شکوہ نے عنصر کا بیان کیا ہے۔ ہنود پانچ عناصر کو مانتے ہیں یعنی آکاش، باد، آتش، آب اور خاک۔ موخر الذکر چار تو مسلمان صوفی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ رہ گیا آکاش تو اہلِ شریعت کے نزدیک یہ عرشِ اکبر ہے۔ چت آکاش (عرش) کو فنا نہیں اور اس سے وجود میں آیا عشق جس کے ذریعے میں ساری دنیا ہے اسی عشق سے جو آتما یعنی "روحِ محمدی" نکلی اور یہ ساری تفسیر ہے "کنت کنزاً مخفیاً" کی تمام چیزیں فنا کے گھاٹ اتر جائیں گی بجز مہا آکاش یعنی ذاتِ خداوندی۔ اسی طرح وہ بھی حواسِ خمسہ کو مانتے ہیں اور ہم بھی۔ جو ہندی تصوف میں "دھیان" ہے وہ ہمارے یہاں "پاسِ انفاس" ہے۔ حواسِ باطنی کا بھی یہی حال ہے۔ عقل و دل کی لڑائی ہر دو تصوف میں جاری ہے۔ ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن اور اللہ الصمد دونوں کے پاس مشترک ہیں حتیٰ کے روح القدس یعنی جبرئیل امین دونوں جگہ تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ان کا اوم بھی ہمارا ذکر ہو اللہ ہے۔ میکائیل اور اسرافیل کو بھی وہ لوگ مانتے ہیں مگر اوصافِ خداوندی کے ساتھ۔ ہمارے یہاں جو خدائی صفات جلال اور جمال ہیں وہ ہنود تصوف میں غلط فہمی یا آسانیٔ تبلیغ کے لیے خود خدا بنا دیے گئے ہیں۔ منازل ناسوت و جبروت و ملکوت و لاہوت کو دونوں مذاہب کے صوفیہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور انا بدی اور نور کو بھی دونوں مانتے ہوئے دیدارِ الٰہی پر یقین رکھتے ہیں۔ اللہ کے کئی اسمائے حسنیٰ دونوں جگہ مشترک ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ ہر نام اور ہر صفت کو اوتار قرار دیتے ہیں جس سے شرک کا واضح تصور ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب مسلمان صفات یا فرشتوں کا ذکر کرتے ہیں تو انھیں دیوتا یا اوتار نہیں قرار دیتے مگر بے حد مجدد کر دیتے ہیں۔ وحی، حوروں اور شیطان کا اقرار ہر دو کرتے ہیں۔ ہم سات سیارے اور سات آسمان مانتے ہیں مگر ہنود رشی یہ اضافہ کرتے ہیں کہ وہ آسمان جس میں یہ سارے آسمان اور سیارے ہیں آٹھواں آسمان ہے یعنی فلکِ ثوابت۔ ہو سکتا ہے کہ یہ آٹھواں آسمان ہمارے "کرسی" کا تصور ہے۔ لیکن سات طبقاتِ زمین دونوں مانتے ہیں۔ البتہ ہنود صوفی جنت و دوزخ کو الگ سے نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ دنیا میں ہی انھیں قرار دیتے ہیں۔ اچھے اور برے اعمال کا نتیجہ اور سوال جواب دونوں کے یہاں برابر ہے۔ قیامت بھی دونوں کے پاس قدرِ مشترک ہے۔ "ہر شے میں حقیقت کو کار فرما دیکھنا" دونوں مذاہب کے صوفیا کا مذہب ہے۔ "شرک" بھی دونوں کے نزدیک گناہِ عظیم ہے۔ معرفتِ الٰہی دونوں جگہ اعلیٰ کارنامہ ہے۔ یہاں حضرت جبرئیل کے مشابہ ہیں دونوں مانتے ہیں کہ ایک الٰہی دن ہمارے کئی ہزار سال کے مساوی ہے۔

"معرفۃ السلوک" اور "مجمع البحرین" کے قطعِ نظر دونوں مذاہب کے صوفیائے کرام کی زندگی پر ایک

ظاہرات نظر خود بخود واضح کرتی ہے کہ ہر دو تصوف میں کس قدر مماثلت ہے۔ بطور نمونہ آپ ہمارے موجودہ سماع اور حال پر نظر ڈالیے تو لگتا ہے کہ موسیقی اور رقص کا یہ امتزاج ہندوستان کی دین ہے۔ قصہ "سکھ دیو" واقعہ ابراہیم ادہم سے ملتا جلتا ہے۔ زیارت قبور میں ہمارا احترام پارسی اور ہندی اثر ہے۔ تسمیہ خوانی اور اسی طرح کے کئی رسوم ہم نے ہندوؤں سے لیے ہیں۔ ترک دنیا اور ریاضت شاقہ عیسائیت اور ہندو رشیوں کی ہی دین ہے۔ ہمارے کئی صوفیا عقیدہ فنا فی اللہ کے قائل ہیں جس کی تعلیم پہلے پہل اپنشد نے دی تھی جس دم ہندی جوگیوں کا طریقہ ہے "تصور شیخ" کا ماخذ بھی ویدا اور بدھ مت ہے۔ اصطلاحات اور خیال کی اس یکسانیت کو کم کرنے کے لیے مسلمان علما اور صوفی شریعت پر زور دیتے ہیں تاکہ بہکنے اور بھٹکنے کا امکان نہ رہے۔ خانقاہی نظام بھی دیکھا جائے تو ایران اور بدھ مت کی دین ہے۔ خواجہ اجمیری اور حضرت نظام الدین اولیا کے کئی ہندو معتقد تھے اور جن میں سے اکثر نے اسلام قبول کیا۔ اس کی وجہ سے بھی کئی ہندوستانی اشغال مسلمانوں میں آ گئے۔ "ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے" کا فلسفہ آج تک مقبول ہے۔ اسی طرح کئی ہندوستانی قصے اخلاقی تعلیم کے لیے استعمال کیے گئے۔

اکبر اعظم، ابراہیم عادل شاہ ثانی اور محمد قلی قطب شاہ نے مذہبی رواداری اور وسیع المشربی کی جڑوں کو مضبوط کر کے انھیں دلوں کی گہرائیوں تک پہنچا دیا۔ کئی مسلمان صوفیوں مثلاً شاہ محمود غوث وغیرہ نے ہندو مت کی مشہور و مستند کتابوں کے فارسی ترجمے کیے۔ سیاحت بھی انہی کے ذریعہ داخل ہوئی کئی شعرا و عرفا نے شیو عقائد کا پرچار کیا۔ وشنو تحریک کی وجہ سے بھی کئی عقائد مسلمانوں میں رواج پا گئے۔ رستغاری سلسلے نے بھی جوگیوں ہندو مت اور بدھ مت سے مختلف طریقے اپنائے۔ ان تمام تحریکات کا اثر یہ ہوا کہ دارا شکوہ نے بڑی محنت و لگن کے ساتھ دونوں فرقوں کے صوفیانہ عقائد کا مطالعہ کیا اور اپنے نتائج "مجمع البحرین" کی صورت میں پیش کیے۔ معرفۃ السلوک اور مجمع البحرین کے فلسفیانہ خیالات کو آگے چل کر حضرت امین الدین علی اعلیٰ اور ان کے خلفا اور قبیل وغیرہ نے کافی حد تک عام کر دیا۔ گو مجمع البحرین ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵ء میں تالیف ہوئی مگر سالار جنگ میوزیم لائبریری میں ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء اور اس کے بعد کا نسخہ موجود ہے۔ اوراق (۴۵) ہیں اور کیٹلاگ نمبر ۴۳۴ ہے۔

کتابیات: ۱- مخطوطات عربی کی فہرست سالار جنگ میوزیم حیدرآباد جلد پنجم (زیر طبع) ۲- فہرست مخطوطات فارسی سالار جنگ میوزیم حیدرآباد جلد ہشتم ۱۹۸۳ء ۳- مخطوطہ "معرفۃ السلوک" مملوکہ سالار جنگ میوزیم لائبریری حیدرآباد۔ ۴- مخطوطہ "مجمع البحرین" ایضاً ۵- مجھے چراغ از محمد اکبر الدین صدیقی صاحب، حیدرآباد ۶- ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر از محمد عمر صاحب، دہلی ۱۹۷۵ء ۷- کلمۃ الحقائق از برہان الدین جانم مرتبہ محمد اکبر الدین صدیقی صاحب، حیدرآباد ۱۹۶۱ء ۸- سید شاہ امین الدین علی اعلیٰ از ڈاکٹر حسینی شاہد، حیدرآباد ۱۹۶۷ء۔

ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری
سری نگر کشمیر

تحفۃ الاحباب

تحفۃ الاحباب صوفیائے کرام کا وہ اولین تذکرہ ہے جس میں مشہور و معروف شیخ المشائخ حضرت میر سید شمس الدین محمد عراقی کے حالات زندگی اور ان کے بلند کارنامے قلم بند کیے گئے ہیں۔ موصوف کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے نویں صدی ہجری میں تاریخ کشمیر کا رخ موڑ کر تصوف و عرفان کے پردے میں ایک نئی سلطنت قائم کی جو چک خاندان کے نام سے مشہور ہے۔ وہ بڑے مبلغ اور بہادر تھے۔ اسلام کی اشاعت میں انھوں نے ایک مثالی کردار پیش کیا جس کی وجہ سے بت شکن اور مکسر الاصنام ان کا خطاب بھی ہوا تھا۔ ان کے ہاتھ میں قلم کے ساتھ ساتھ تلوار علم بھی ہوتی تھی۔ یہ وہ خداداد استعداد ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

میر شمس الدین اور ان کے درویش نوربخشیہ مسلک کے پیروکار تھے۔ وہ دیگر صوفیا کشمیر کی طرح تجرید و تفرید کی زندگی نہیں گزارتے تھے اور نہ وہ اس زمانے کے دستور کے مطابق رشیوں کی طرح غاروں میں رہتے تھے۔ رشیوں کے لیے ترک دنیا کا امر ضروری تھا۔ وہ اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو کر گھاس پات کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ برعکس اس کے میر موصوف اور ان کے مرید ازدواجی زندگی بسر کرتے تھے، مرغن غذائیں بھی کھاتے تھے اور بقدر ضرورت تلوار سے بھی کام لیتے تھے۔ کتاب میں میر عراقی اور ان کے خلفا کے کمالات اور آداب و قواعد کے بارے میں کئی اہم باتوں کا انکشاف کیا گیا ہے۔

مصنف کتاب نے اپنے والد کا نام مولانا اجمال الدین لکھا ہے۔ وہ ایک جلیل القدر صوفی اور عالم تھے۔ خود بھی وہ صوفی تھا لیکن اپنا نام کتاب میں کہیں نہیں ظاہر کیا ہے اور وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس نے مرزا حیدر کاشغری کے تسخیر کشمیر اور یہاں کے لوگوں کے قتل عام کے چشم دید واقعات بیان کیے ہیں۔ کاشغری نے عوام الناس کے ساتھ ساتھ تمام صوفیوں اور درویشوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اگر کوئی اکا دکا بچ بھی گیا تھا تو اس کی بڑی توہین کی گئی تھی۔ اس نے کشمیر میں نوربخشیہ، ہمدانیہ اور شافعیہ مسلک کے لوگوں کا بھی صفایا کیا تھا اور میر شمس عراقی کے صاحبزادے جو درویش کامل اور عالم فاضل تھے ان کو بھی بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ مصنف کے مطابق ان کا حادثۂ قتل ۲۴ صفر ۹۵۷ھ کو رونما ہوا۔ اس کے کچھ

جیسے جب ۸ ذی قعدہ ۹۵۵ھ کو مرزا کاشغری کا انتقال ہوا۔ کتاب میں اس کی موت اور بعد کے واقعات نہیں ملتے ہیں۔ اس لحاظ سے کتاب کا سال تصنیف صفر ۹۵۵ھ اور شوال ۹۵۵ھ کے درمیان قرار دیا جا سکتا ہے۔

کتاب کا صرف ایک نسخہ دستیاب ہے اور وہ بھی میر شمس الدین کے خاندان کے ایک بزرگ آغا سید یوسف موسوی کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔ راقم کے پیش نظر یہی نسخہ ہے۔

کتابوں میں میر شمس الدین کے حالات ناکافی بلکہ نہ ہونے کے برابر ملتے ہیں۔ کشمیری تذکرہ صوفیا کا بھی یہی حال ہے۔ علامہ شوشتری نے مجالس المومنین میں ان کا ذکر نہایت ہی مختصر بیان کیا ہے۔ تحفۃ الاحباب میں ان کے نام کے ساتھ یہ القاب درج ہیں:

"حضرت قطب المتحققین، اکمل الکاملین، معزی الواصلین، آفتاب فلک سیادت، خورشید سپہر دور عالی ولایت، مظہر آثار معارف الٰہی، منبع منابع حقائق نامتناہی، حامی قواعد شریعت مصطفیٰ ......

بود دریں گنبد فیروزہ فام — قطب زماں شمس فلک احترام

محرم راز حرم کبریا — محی رسم و رہ اولیا

عارف حق، شیخ ولایت پناہ — سینہ او مخزن اسرار حق"

میر شمس الدین موسوی سید اور امام موسیٰ کاظم کی ۱۴ویں پشت میں تھے۔ موضع کنی متصل سلطانیہ میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کا نام درویش ابراہیم تھا۔ میر موصوف سلطان حسین مرزا والی خراسان کی طرف سے پہلی مرتبہ ۸۸۲ھ میں بطور سفیر کشمیر آئے تھے۔ یہاں انہوں نے کوہ ماراں کے دامن میں ایک وسیع خانقاہ اور جلوہ گاہ تعمیر کی۔ وہ خانقاہ میں چلہ کشی اور ورد و اذکار میں مصروف رہتے تھے۔ اس زمانے میں شیخ الاسلام ملا اسمٰعیل کبروی کا کشمیر میں طوطی بول رہا تھا۔ میر عراقی نے ان کے حلقوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ یہاں آٹھ سال کے عرصے میں اپنے نقوش چھوڑ کر جب ۸۹۰ھ میں خراسان واپس چلے گئے تو وہاں سلطان حسین مرزا کی ملازمت ترک کر دی۔ اس کے بعد خراسان میں سید محمد نوربخش (متوفی ۸۶۹ھ) کے فرزند ارجمند شاہ قاسم فیض بخش کے پاس رہنے لگے اور ان کے دوش بدوش نوربخشیہ تحریک چلانے میں پیش پیش رہے۔ پھر بارہ سال کے بعد دوسری مرتبہ ۹۰۱ھ میں اپنے پیرومرشد شاہ قاسم فیض بخش کی ہدایت کے مطابق تبلیغ اسلام کے سلسلے میں بڑے جاہ و جلال اور تزک و احتشام سے درویشوں کے ایک بڑے قافلے کے ہمراہ عراق سے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ مستورات، اطفال اور خاندان کے دوسرے لوگ محلوں اور عماریوں میں سوار تھے۔ جب خراسان پہنچے تو خیمے نصب کئے گئے اور تھوڑی دور آگے بڑھے تو سامنے سے

** مردے پیدا شد با جامہ سفید نورانی و جا پہ در غایت صباحت و جوانی و جیہ نازک تن رسید سلامے

باو کردم۔ جواب سلام باز دادہ، پرسید کہ از کجا می آئید؟ گفتم از عراق آمدہ ام۔ باز پرسید کہ قصد کجا دارید؟ گفتم کہ بکشمیر خواہم رفت باز پرسید کہ بکشمیر چہ کار دارید و بکدام می روید؟ گفتم کہ حضرت شاہ قاسم فیضی بخشی کہ فرزند ارجمند حضرت امام محمد نوربخش است مرا برائے کشمیر جہت ارشاد مردم آں ممالک و ایں دیار فرستادند۔"

اس بزرگ نے میر شمس الدین کے حق میں دعائیں دیں اور کہا کہ تمہارے رشد و ہدایت سے کفار مذہب اسلام قبول کریں گے اور تمہاری کوششوں سے دین اسلام کی اشاعت و ترویج ہوگی۔ بزرگ نے کچھ نصیحت بھی کی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوار جناب خضرؑ تھے۔ میر موصوف اسی سال شیوراتری کے دن بارہمولہ کشمیر پہنچے۔ یہاں پر بابا اسماعیل اور دوسرے صوفیوں نے ان کا شایان شان استقبال کیا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ لوگ سلطان زین العابدین کی غیر اسلامی پالیسی کی وجہ سے اب بھی کفر و الحاد اور گوناگوں فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ علماء برائے نام مسلمان ہیں۔ لوگوں کا ایمان متزلزل ہو رہا ہے تو انھوں نے اس کا سدباب کیا اور نوربخشیہ تحریک کا دائرہ وسیع تر کرنے لگے۔ ان کی تحریک میں سلاطین، وزراء، امراء کے علاوہ صوفیوں اور درویشوں کی ایک بڑی جماعت شامل ہوگئی۔ انھوں نے ہر قصبے، ہر گاؤں اور ہر محلے میں مسجد و مکتب بنائے اور مؤذن و مبلغ مقرر کئے جو مردوں اور عورتوں کو تعلیم اسلام کا درس دیتے تھے۔

میر شمس الدین جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے میدان جنگ کے بہترین اور آزمودہ کار سپاہی تھے۔ جب لڑتے تھے تو کوہ گراں کی طرح رزم گاہ میں قدم گاڑتے تھے اور مانند شیر ببر کفار گوسفندان پر حملہ کرتے تھے۔ ان کے مرید جان کی بازی لگا کر ان کے ارد گرد پروانوں کی طرح رہتے تھے اور تیر و شمشیر اور سنان کے پھل خوشی خوشی کھا لیتے تھے۔ کیا مجال تھی کہ ان کا بال بیکا ہونے دیتے جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے تھے میدان سے قدم ہٹانا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی لڑائی ۹۱۳ھ میں زال ڈگر سری نگر میں ہوئی۔ یہ کفار کا مرکز تھا اور یہاں باہر سے لوگ آ کر برے کاموں کا ارتکاب کرتے تھے۔ جب لڑائی میں دشمن کا صفایا کیا گیا تو پھر زال ڈگر کا نام اسلام پورہ رکھا گیا۔ لڑائی میں دوسرے درویشوں کے علاوہ ملک موسیٰ رینہ، ملک علی رینہ، امیر سید بدلا، قاضی محمد قدسی اور مصنف تحفۃ الاحباب کے والد مولانا جمال الدین بھی تھے۔ یہ لوگ اس معرکہ عظیم میں زخمی بھی ہو گئے تھے۔ قاضی محمد قدسی درویش ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ انھوں نے زال ڈگر کی جنگ سے متاثر ہو کر ایک طویل مثنوی کہی جو تحفۃ الاحباب میں شامل ہے۔ چند شعر یہ ہیں:

آں مرشد مقتدائے انام — آں زبدۂ اولیائے ایام

آں بحر معارف و معانی — آں عارف سر آسمانی

آں شمس کہ نور معرفت یافت — از مطلع نور بخش برتافت

تا آں کہ ز ہجرت محمدؐ — ہفتاد و سہ سال رفت و ہشتصد

سلطان ممالک معانی — شاہ ہمدان علیؒ ثانی

ہم رایت شرع را برافراخت — ہم آیت کفر را بر انداخت

تاریخ چو شد صد و چہل سال — زد شرع نبی بقرع فال

شیخے کہ شیخ ثانی آمد — ثانی علی ثانی آمد

ہر سال دراں مقام سہ بار — جشنے شدے از طریق ہنجار

چوں از سن ہجرت رسلؐ — شد نہصد و سیزدہ مکمل

فرمود عمارتے دراں جا — زیبا و مزین و دل آرا

می خواست طہارت ہمانا — کز حکمت صانع توانا

پس آمد و برد اصل خاکش — زاں آتش کفر ساخت پاکش

میر شمس الدین عراقی نے خانقاہ میر سید علی ہمدانیؒ کو جس کی بنیاد سلطان سکندر بت شکن نے اپنے عہد میں ۷۹۶ھ میں سید محمد ہمدانی فرزند سید علی ہمدانی کے ہاتھوں رکھوائی تھی اور جو بہت ہی مختصر عمارت تھی اس کو از سر نو تعمیر کر کے کافی وسعت بخشی۔ خانقاہ کے ساتھ ایک لنگر بھی تھا جس میں روزانہ صوفیوں درویشوں اور دوسرے لوگوں کے لیے بڑی مقدار میں کھانا اور گوشت پکتا تھا۔ خانقاہ اب تک جہلم کے کنارے مرجع خاص و عام ہے۔ اس کا سارا انتظام میر شمس کے ہاتھ میں تھا مجاوروں کے تقرر اور برخاستگی اور انصرام و اہتمام سے متعلق تمام امور انھی کے حد اختیار میں تھا۔ وہ خانقاہ کے مختار کل تھے سلطان محمد شاہ نے ایک فرمان کے تحت انھیں خانقاہ کے کُلی اختیارات دیے تھے۔

میر موصوف نے تولیت کے زمانے میں درویشوں اور صوفیوں کی ایک جماعت کو خانقاہ ہمدانیہ میں کئی برس تک اربعین میں بٹھایا اور ایک عالم فاضل اور صوفی صافی مولانا حاجی شمس کو جماعت کا پیشوا مقرر کیا تھا۔ انھیں انھوں نے تصوف کے تحت خرقہ کبود اور عمامہ سیاہ تفویض کیا تھا۔ وہ حاجی کے ظاہر و باطن سے واقف تھے۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کیلئے خاص توجہ فرمائی تھی

خانقاہ زڈی بل اور سفر بلتستان:

جب پہلی مرتبہ میر عراقی بطور سفیر کشمیر آئے تھے تو انھیں موضع زڈی بل سری نگر کی آب و ہوا شادابی اور سرسبزی و تازگی کے اعتبار سے مرغوب آئی تھی اور وقتاً فوقتاً وہاں جایا کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ یہاں کوئی خانقاہ یا مسجد بھی

تعمیر ہو۔ اسی زمانے میں ملک موسیٰ رینہ صاحبِ اقتدار تھے جو بعد میں وزیر اعظم ہوئے تھے۔ انھوں نے خانقاہ کی تعمیر کیلئے اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ یعنی اراضی مکانات باغات، زر و جواہرات اور بیش بہا زیورات میر موصوف کو تحائف و ہدایا کے طور پر پیش کیے۔ وہ اور درویشوں کی ایک جماعت جن میں مولانا سلطان خواجہ نور بخش حضرت بابا علی، مولانا محمد امام، مولانا نصرت، مولانا سعید، مولانا جمال الدین پدر مصنف تحفۃ الاحباب، مولانا خلیل اللہ، مولانا قاضی محمد قدسی، مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف اور مولانا عبدالرحمٰن قابل ذکر ہیں، وارد زوطی لب ہوئے۔ خود میر عراقی اپنی مخدرات، اولاد اور سامان سمیت ملک موسیٰ رینہ کے گھر میں اترے۔ انھوں نے درویشوں کے لیے ایک سرائے بنائی۔ باغ وغیرہ بھی لگوائے اور خانقاہ کی تعمیر میں مصروف رہے اور اس کا سنگ بنیاد ۹۰۲ھ میں ہی ڈالا گیا۔ تحفۃ الاحباب میں سال تاریخ اس طرح درج ہے ؎

چو بتائید کردگار علی — تحیٰ قادر حکیم لم یزلی

نور بخشِ قلوبِ اہلِ صفا — ہادیٔ سالکانِ راہِ ہدیٰ

قاسمِ فیضِ مواہبِ توفیق — رہنمائے معارجِ تحقیق

طلعت افروزِ شمسِ دینِ نبی — شمعہ افروزِ کاخِ مطلبی

در بلادِ ممالکِ کشمیر — عزت عن طوارق التدمیر

غوثِ اعظم، امام روئے زمین — قطبِ آفاق شیخ شمس الدین

پرتوِ شمعِ نوربخش افروخت — دیدۂ حاسدانِ منکر سوخت

ہمت ایں بزرگِ صاحب خیر — فی الحقیقت بغیر منت غیر

خانقاہے چناں عمارت کرد — گر فرشتہ درو زیارت کرد

بر رواقش نوشتہ روح الامین — سال تاریخ کاشف اتقیں (۹۰۲ھ)

بر در ایں مقام ہمچو بہشت
خرد اللہ ذوالبقا نوشت

خانقاہ کی تعمیر میں سلطان محمد شاہ اور ان کے وزیر اعظم سید محمد بیہقی نے بھی اول اول دلچسپی کا اظہار کیا لیکن بعض لوگوں کو میر عراقی کی بڑھتی ہوئی شہرت و ہر دلعزیزی پسند نہیں آئی انھوں نے ان کی مخالفت کرنا شروع کی۔ اس پر وہ خانقاہ کی تعمیر ادھوری چھوڑ کر تبت یعنی لداخ و بلتستان اپنے درویشوں کے ساتھ چلے گئے۔ یہاں اشاعتِ اسلام میں انھوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ وہاں کے بودھ راجا، امرا اور عوام کو مشرف بہ اسلام کیا۔ لداخ میں چند ماہ قیام کرنے

کے بعد جب ملک موسیٰ رینہ، ۹۰۰ھ میں سید محمد بیہقی کے انتقال کے بعد وزیر ہوئے تو انھوں نے باعزت طور پر انھیں تبت سے واپس بلالیا۔ ان کی واپسی پر سلاطین کشمیر، امرا اور وزرا نے ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور انھیں بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ زڈی بل میں اتارا۔ موصوف نے پھر خانقاہ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ اور ایسی پرشکوہ اور وسیع عمارت بغیر ستون کے تعمیر کی جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں تھی۔ خانقاہ ایک بڑے احاطے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے ارد گرد ایک مضبوط حصار بنائی گئی تھی اور یہ "خانقاہ نوربخشیہ" کے نام سے ۹۱۰ھ میں مکمل ہوئی۔ ایک مشہور صوفی اور منجم مولانا کمال الدین گنائی نے تاریخ اتمام "شیخ" کہی۔ خانقاہ کی پوری تفصیلات تحفۃ الاحباب میں درج ہیں۔ بقول مصنف:

"مردم از اقطار و اکناف و از جوانب و اطراف می آمدند۔ و آں خانقاہ منور را می دیدند و می گفتند کہ چندیں بلاد و امصار گرگشتیم و تمام ممالک و دیار کہ مسافرت نمودیم ہیچ جا عمارتے بایں رنگینی و بہا و خانقاہے بایں نور و صفا ندیدیم۔ و حضرت امیر شمس الدین آں را بہ خانقاہ نوربخشیہ موسوم ساختند۔ و مردم اقارب و احباب می گفتند کہ بمجرد تماشا دیدن ایں منزل منور معلوم و مفہوم می شود کہ خانقاہ نوربخش است۔"

قاضی محمد قدسی نے میر شمس الدین کی فرمائش پر ۹۰ شعر کی ایک مثنوی "سلسلۃ الذہب" کے نام سے نظم کی تھی جو خانقاہ کی دیواروں پر مشائخ عظام اور اولیائے کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ ملا ولی گنائی اور ملا حاجی گنائی سے کتبہ کرائی۔ یہ دونوں درویش فن خطاطی خاص کر ثلث نویسی کے ماہر تھے۔ مثنوی کے چند شعر یہ ہیں؎

عارفِ حق، ولیٔ روئے زمین قطبِ آفاق، شیخ شمس الدین
قبلۂ خلق و قدوۂ اقطاب شدہ قائم شہ بلند جناب
نوربخش آں محمدؐ ثانی غوثِ اعظم امامِ ربانی
نسبتِ او بآفتاب ہُدیٰ خواجہ اسحاقؒ زبدۃ الشہدا
نسبتِ او بہ پیرِ ربانی قطبِ عالمؒ امیر ہمدانی
ذاتِ او منبعِ معانی دان نام او را علی ثانیؒ دان
نسبتِ او بہ قطبِ یزدانی شیخِ عالی علاؤ سمنانی
نسبتِ او بہ مرشدِ دینی عبدالرحمٰن اسفرائینی
نسبتِ او بہ سالکِ والا شیخ عالم علی بن لالا
نسبتِ او بہ بونجیب آمد آنکہ در کارِ دیں لبیب آمد

نسبتِ او بہ عارفِ عالی — شیخ دین احمد است غزالی

نسبتِ او بہ شیخ ابوبکر ست — کہ ز تقلید تردد و شک رست

نسبتِ او بہ پیر ربانی — شیخ ابوالقاسم است جرجانی

نسبتِ او بہ مرشدِ مطلق — شیخ عمار یاسر است الحق

نسبتِ او بہ معدنِ عرفاں — مرشد راہ، شیخ ابوعثماں

نسبتِ او بہ عارفِ رحمٰں — بو علی پیر رودباری داں

نسبتِ او بہ مقتدائے انام — شاہ عالی رضا امام ہمام

نسبتِ او بہ موسیٰ کاظمؑ — کہ شد احکام شرع را ناظم

نسبتِ او بہ حجتِ ناطق — جعفر بن محمد صادق

نسبتِ او بہ کاملِ ماہر — مظہرِ حق محمد باقر

نسبتِ او بہ مجمعِ فضائل — قدوۃ الاولیا حسین شہید

نسبتِ او بابن عم رسول — وارثِ مصطفیٰ و زوجِ بتول

خانقاہ پہنچنے تک تین بڑے دروازے تھے۔ (۱) باب الطریقت (۲) باب الشریعت۔ (۳) باب السلام
زائرین خانقاہ کا طواف مسجد حرم کی طرح کرتے تھے۔ اس میں روزانہ نماز پنجگانہ ہوتی تھی اور صوفی اکابر خلوت نشینی
میں درود و وظائف میں ہمہ تن محو رہتے تھے۔ خود میر موصوف خانقاہ میں باب الطریقت کے بائیں طرف اپنی نشست گاہ
میں تشریف رکھتے تھے اور روبرو ہی سلاطین و امرا اور عوام قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ خود میر عراقی کا قول تھا کہ جو
کوئی مومن مخلص ہماری خانقاہ کی زیارت کرے اس نے گویا حج بیت اللہ انجام دیا۔ چنانچہ تحفۃ الاحباب میں درج ہے کہ:

"صوفی بود از صوفیان آنحضرت، و اورا دغدغۂ زیارت بیت اللہ پیدا شدہ و برائے زادِ
راہ و خرجیاتِ سفر خود پارۂ زر جمع کردہ پیش آنحضرت آمدہ، رخصت و اجازت طلبید۔ آنحضرت فرمود
کہ برائے زاد و خرجی راہ چیزے داری؟ گفت: ایں قدر مبلغ زر برائے خرجی راہ جمع دارم۔ آنحضرت فرمود
کہ برو آں زر را پیش من بیار۔ آں صوفی چوں مخلص خاص و مرید با اخلاص بود، فی الحال رفتہ و آں
زر را پیش نظر آنحضرت حاضر ساخت۔ و آنحضرت فرمود کہ ایں زر را پیش من بنہ و ہر روز خانقاہ
ما را ہفت طواف بکن۔ خدائے تعالیٰ ترا ہر روز ثواب بیت اللہ خواہد داد۔ و در دیوان اعمال تو ہر روز
یک حج ثبت خواہد کرد۔ و ایں سخن آنحضرت بعینہٖ سخن حضرت بایزید بسطامی است کہ در کتاب

مسطور و مشہور است"۔

میر شمس الدین کی قیادت میں خانقاہ زرد کی بہت بڑی جماعت رہتی تھی۔ یہ سب کے سب عالم و فاضل اور صاحب نظر تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

مولانا جمال الدین پدر مصنف تحفۃ الاحباب، مولانا سلمان، مولانا عثمان، مولانا سیف، ملا عبدالرحمن، مولانا کمال، مولانا جنید، مولانا زیرک، مولانا بابا شمس کشانی، مولانا حاجی بایزید، مولانا خلیل اللہ، مولانا میر حسین، مولانا حضرت بابا علی قلندر درویش، قاضی محمد قدسی، مولانا سید احمد، مولانا سعید، مولانا سعد اللہ، ملا جوہری، ملا محمد امام، خواجہ رفیق، مولانا سید افضل، مولانا حافظ محمد کیانی، مولانا محسن عودی، ملا داؤد صوفی، مولانا حاجی علی صوفی، جمال تاج الدین خادم، مولانا محمد کشانی، مولانا ناصر، مولانا حافظ بصیر، مولانا امیر سید بدلا۔

تمام صوفی امیر موصوف کی سربراہی میں خانقاہ میں چلے میں بیٹھتے تھے اور سالکان تربیت پاتے تھے۔ عادت تھی کہ بعد وہ درویشوں کے اجلاس میں حاضر ہوتے تھے اور پھر انہیں حجرے کے باہر خانقاہ میں بٹھا کر چلے جاتے تھے۔ اس کے بعد رات کے پچھلے پہر خانقاہ میں آ کر نماز پڑھتے، بعد نماز اوراد فتحیہ پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔ تحفۃ الاحباب میں ان کے اذکار اور دوسری سرگرمیوں کے بارے میں منقول ہے کہ:

"بعد از فراغ اوراد فتحیہ بیرون می آمدند و جماعت صوفیان کہ بکار باغ و باغات اشتغال داشتند، سرکار ہر یکی می نمود و بوقت نماز پیشین باز بخانقاہ در آمدہ نماز بجماعت می گزاردند و از وظائف باقیہ فارغ شدہ باز بیرون بر آمدہ تا نماز دیگر باز می کردند و زیارت و ملاقات آنحضرت می آمدند و صحبت می داشت و بصرف حکایات و کلام و کلمات اشتغال می نمود و باز بہ نماز دیگر بجماعت حاضر شدہ می گزاردند و بہ اوراد عصر می نشست و بعد از نماز شام و خفتن بخلوۃ خودی در آمد و بعد از طعام و دعائے ختم طعام آنحضرت می خواندند و بعد از ادائے چند تسبیح و وظیفہ بحجرہ بیرونی می رفت و در پایاں آخر بخلوت اربعین می در آمد و برہمین نہج و طریقہ قریب پانزدہ شانزدہ سال گزاردند و در ایں اربعینات درویشان قواعد و آداب ارباب عزلت و ارکان شرائط اہل خلوت محافظت می نمودند و آنحضرت قواعد اعتکاف مرعی میداشت و تمام اہل اربعین و سائر درویشان چلہ نشین در حرکات و سکنات بحکم "موتوا قبل ان تموتوا" مانند اہل قبور و محقق اموات بودند و باہیچ کس سخن جز بضرورت نمی کردند۔ و اگر بضرورت سخنی بکسے می کردند مانند مریض شربت سخن بطریق نجوی می گفتند و ہرگز آواز بلند نمی کردند۔"

جو نئے لوگ پہلی مرتبہ نوربخشیہ طریقہ اختیار کرتے تھے ان کے لیے لازم تھا کہ وہ تمام رات خانقاہ میں محو عبادت رہیں۔ ان کو غزالی بسطامی اور جنید کی کتابوں کے اقتباسات سنائے جاتے تھے۔ مصنف کتاب ایک مشہور درویش اور ماہر موسیقی مولانا ملا حسن عودی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ خانقاہ نوربخشیہ میں صوفی اور درویش محفل سماع جوش و خروش سے منعقد کیا کرتے تھے اور وہ اپنی اصطلاح میں اسے سنت رسول ﷺ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ رات میں مولانا سید افضل اور مولانا حافظ محمود کیانی جو بے مثل خوش آواز اور غزل خوان تھے حالت وجد میں تھے اسی وقت ایک عرب میر شمس الدین کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ موصوف اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور محراب خانقاہ میں اس عرب کے پہلو میں تشریف فرما ہوئے۔ انھوں نے ملا حسین کو جن کے ذمہ ساز بجانے کا کام بھی تھا بلایا اور حکم دیا کہ تمام صوفیوں کو محفل سماع میں بلا لاؤ۔ ملا عودی نے قاعدہ و آداب کے مطابق "بسم اللہ" کی آواز بلند کی اور تمام صوفیا حاضر ہوئے پھر ملا عودی سے کہا گیا کہ تم شیخ عرب کو برائے سماع اٹھاؤ۔ عرب نے سماع کو اٹھنے سے انکار کیا۔ چو ملا نے پوری قوت سے دونوں ہاتھوں سے اس کو اٹھا لیا۔ اس نے میر موصوف کو بھی اٹھا لیا اور پھر دونوں پر وجد میں حال کی کیفیت طاری ہوگئی اور:

"ہر درویش پر شوق و ذوق درمیان اہل سماع مانند نیرین درمیان ثوابت و سیارات می گردیدند و چون سپہر پوشان صوامع گردون و ازرق لباسان خوانق بے ستون رقص و گردش یا می نمودند و جملہ درویشان عالی شان مانند روحانیان آسمان و تمام صوفیان ملک صفات چون نیرات سماوات و ایرات بعضے از مشرق روئے بہ مغرب داشتند و بعضے از مغرب بطرف مشرق قدم سماع بر می داشتند و جمعے از شمال بجنوب می گشتند و برخے از جنوب بہ شمال می گشتند۔"

یہ وجد و سماع کی محفلیں خانقاہ میں میر شمس الدین عراقی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے میر دانیال نے بھی جاری رکھی تھیں۔ وہ بھی صوفیوں کی صدائے بسم اللہ سنتے ہی وجد میں آتے تھے اور ان پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہوتی تھی یہی حال حضرت بابا علی اور دوسرے درویشوں کا رہتا تھا۔ بقول مصنف کتاب:

"حضرت شیخ دانیال و حضرت بابا ہم در وجد و سماع بدر روحانیان عالی شان موافقت نمودند و چنان وجد و سماعی با سوز و گداز و شوق و نیاز واقع شده که در غلغلہ جوش و خروش اہل اللہ از صوامع ملک و ملکوت در گذشتہ۔ و ولولۂ شوق و ذوق درویشان را بہ سماع کروبیان رسیده و حضرت شیخ شہید و حضرت بابا اگرچہ در اول سماع داشتند کہ وجد با تمیز با ہوش بودند اما در انتہائے وجد و سماع آنچنان بے خود و بے ہوش شدند کہ گویا از ارباب فنای حقیقی گشتہ را آئینہ شوری دست می دہد و گہ از سکران شراب طہور لایزالی

آں مستی و بے ہوشی دیدہ نمی شود۔

جب میر موصوف کسی درویش کو نائب یا خلیفہ بناتے تھے تو اس کے لئے ایک خاص رسم انجام دی جاتی تھی۔ انھوں نے وفات سے قبل حضرت بابا علی کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ رسم یہ تھی کہ اپنا عمامہ سیاہ یا طاقیہ سرخ ان کے سر پر رکھا اور فرمایا کہ یہ تاج کرامت ہے جو حضرت سلیمان نے پدر کے سر پر رکھا اور پھر ان کا عمامہ اپنے سر پر رکھا۔ یہ بھی فرمایا کہ تم کو اب اجازت ہے اپنے مریدوں کی بیعت قبول کرو۔ اس کے بعد خانقاہ میں مریدوں اور درویشوں نے ان کے ہاتھ بیعت کی۔ پھر چلے میں بیٹھ گئے۔

خانقاہ زرد ہی بل میں صوفیوں اور درویشوں کو طہارت اور پاکیزگی کے آداب بھی سختی سے سکھلائے جاتے تھے۔ چنانچہ کتاب میں لکھا ہے کہ ایک درویش مسمّی تاج الدین میر عراقی کے لنگر خانے میں بیس سال سے زیادہ باورچی تھے اور ہمیشہ "لا یمسہ الا المطہرون" کے حکم کے مطابق باوضو پکاتے تھے اور بغیر وضو کسی برتن یا کھانے پینے کی چیزوں حتی کہ ہیزم و لکڑی کو بھی نہیں چھوتے تھے۔ اس طہارت و پاکیزگی کے باوجود میر موصوف درویش کو زد و کوب کرتے تھے۔

میر شمس الدین کا انتقال ۲ رمضان ۹۳۲ھ کو ہوا۔ مادۂ تاریخ وفات "یا ہادی انتقل" ہے۔ اپنی خانقاہ میں دفن ہیں۔ ان کی خانقاہ کے آثار اب تک موجود ہیں۔ مرزا حیدر کاشغری نے حرم مسجد کی طرح اس کا طواف کیا تھا اور پھر اپنی حکومت کے استحکام کے لیے ۹۵۴ھ میں اسے نذر آتش بھی کیا۔

سوال و جواب

● **ڈاکٹر اقتدار حسین صدیقی:** پروفیسر محمد شفیع نے بھی اورینٹل کالج میگزین میں اس کا تعارف کرایا ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور مآخذ ہے؟

● **جواب:** پروفیسر محمد شفیع نے بھی تعارف کرایا لیکن جس نہج سے میں نے تعارف کرایا ہے وہ اس تعارف سے مختلف ہے۔ انھوں نے تاریخی واقعات بیان کیے ہیں۔ میں نے تصوف کے ایک نئے رنگ کو پیش کیا کہ وہ کیا کرتے تھے اور ان کا مقصد کیا تھا۔

● **ڈاکٹر محمد ذکی:** شیخ موصوف کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کی خانقاہ کی زیارت کرنا گویا حج اکبر ہے۔ یہ کن صاحب کا قول ہے؟

● **جواب:** یہ خود مصنف نے لکھا ہے اور اس زمانے میں سیاست کی غرض سے بادشاہ تک وہاں جاتے تھے۔ طواف کرتے تھے۔ وہ دوسرے صوفی کی طرح نہیں تھے۔ انھوں نے اپنی شناخت آپ بنائی اور ایک سے ایک کارنامے انجام دیے۔

● جناب شمس الدین: یہ تو آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ان سے پہلے یعنی میر شمس الدین عراقی سے پہلے بہت پہلے جناب میر سید علی ہمدانی تشریف لائے تھے، اور ڈاکٹر حمیدی کے ذہن میں بھی یہ بات ہے کہ میر سید علی ہمدانی کو احتراماً شاہ ہمدانی کہتے ہیں، وہ بھی غار نشین نہیں تھے، وہ بھی اپنے وطن کو چھوڑ کر شمس الدین عراقی ہی کی طرح بہت جگہ گھومے۔ خصوصاً کشمیر میں انھوں نے اسلام کی تبلیغ کی۔ تو یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنے بھی مبلغین کشمیر سے باہر کے تشریف لائے وہ یقیناً غار نشین نہیں تھے۔

● جواب: میں نے یہاں ریشیوں کا ذکر کیا اور رشی لوگ غاروں میں رہتے تھے، اللہ کی نعمتوں سے محروم رہتے تھے۔ گھاس، پات کھاتے تھے، اور کہتے تھے نفس کشی، اور میں اس نفس کشی کو خودکشی سمجھتا ہوں۔

● جناب محمد احمد: اس خانقاہ کا حکومت کے ساتھ کیا رویہ تھا؟

● جواب: جب میر شمس الدین عراقی کا انتقال ۹۳۰ھ میں ہوا تو ان کے انتقال کے بعد ۹۴۰ھ میں مرزا حیدر کاشغری نے حملہ کیا۔ اب جب دیکھا کہ یہاں سب لوگ نوربخشی ہیں تو بغرض سیاست وہ وہاں گئے اور سجدہ کیا اور جب ضرورت پڑی، اپنی ضرورت پوری ہو گئی تو اس خانقاہ کو نذرِ آتش بھی کیا۔

●●

ڈاکٹر شمس الدین احمد
شعبۂ تاریخ
کشمیر یونیورسٹی سرینگر

حضرت شیخ یعقوب صرفیؔ کی دو اہم تصانیف

① رسالہ ذکریہ

حضرت شیخ یعقوب صرفیؔ ۹۲۸ھ / ۱۵۲۱ء میں سرینگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کشمیر کے ایک مشہور و معروف صوفی شاعر اور عالم شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا اصلی نام یعقوب تھا۔ صرفیؔ آپ کا تخلص تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے القاب میں "حضرت ایشان" "شیخ" "گنائی" اور "عاصمی" بھی شامل ہیں۔ صرفیؔ تخلص رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ ہدایت اپنے گرامی استاد حضرت مولانا شمس الدین نے فرمائی جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں

؎ بہ رسم تخلص بہ نظم کلام — مرا صرفی آں نامور ماند نام

بہ سن صغیرم بیکردی نظر — مرا در تصوف شدہ راہبر [1]

چونکہ آپ کو علم صرف و نحو پر ید طولیٰ حاصل تھا اس لیے آپ کے استاد گرامی نے آپ کو صرفیؔ تخلص رکھنے کی ہدایت کی۔[2]

"ایشان"[3] وسط ایشیائی محاورہ میں استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی علامہ کے ہیں۔ اور چونکہ آپ نے اس زمانے کے تمام علوم یعنی فقہ، حدیث، تفسیر، فلسفہ، منطق، عروض اور تصوف وغیرہ میں پوری دستگاہ پاکر بین الاقوامی شہرت پائی تھی جس کے نتیجے میں یہ لقب پایا تھا۔

شیخ کے لقب سے مشہور ہونے کے بارے میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ آپ ابتدائی زندگی سے زاہد و پرہیزگار تھے۔ بلکہ خدا ترسی اور خدا شناسی کا جذبہ آپ کے دل میں بچپن ہی سے موجود تھا۔

"گنائی" آپ کو شاہان وقت کی طرف سے خطاب ملا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے خاندان کو خوشنویسی اور مراسلہ نویسی میں کمال حاصل تھا۔ "گنائی" سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور "گن" سنسکرت میں قلم کو کہتے ہیں اور گنائی منشی کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری

---

[1] تاریخ کبیر مصنف حاجی محی الدین مسکین، ص ۲۰۱ / ب۔ فتوحات اکبریہ از عبدالوہاب نوری، ص ۲۱۹ [illegible] تاریخ حسن، حصہ سوم ص ۱۹۲ - ذکر حیات (ص ۴۲) صرفیؔ در حسن تصنیف مولوی محمد شاہ سعادت [illegible] آپ کا [illegible] "شیخ" [illegible] [illegible] حیات صرفیؔ

[2] اپنے دیوان اشعار میں صرفیؔ اپنے تخلص کے بارے میں [illegible] فرماتے ہیں ؎

چو [illegible] — یعقوب [illegible] عشق [illegible] صرفیؔ [illegible] نام

[3] ڈاکٹر محی الدین صوفی اپنے "تحقیق کشمیر" [illegible] میں اس کے بارے میں یوں لکھتے ہیں "ایشان" کا لفظ ترکستان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مفہوم ہے مرشد، پیر، شیخ [illegible] آج کل بھی بزرگ علماء کے بارے میں اس لقب کا استعمال ہوتا رہتا ہے۔

نے اپنی تصنیف میں گنائی کا مفہوم سمجھانے کے لیے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ:

"گنائی در عرف آنوقت نویسندہ را می گفتند، از منشی تا بتوارئی ہمیں لقب بود"[1]

عاصمی کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ نسبتاً عاصمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس خاندان کی نسبت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس خاندان کے افراد حضرت عاصم بن حضرت عمر فاروق رضی تک اپنا نسب نامہ پہنچاتے ہیں۔ اس پہلو کی طرف کشمیر کے ایک معروف شاعر مولانا عبدالوہاب شائق نے درج ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے:

زہی مظہر لطف پروردگار در علم و عمل عارف نامدار

از احفاد عاصم کہ آن نیک خو بدہ ابن فاروق اعظم بگو

ز شیخ حسن بود ایں خوش نسب کہ اعیان کشمیر بودش لقب

حضرت صرفی بچپن سے ہی علم و عرفان کے شائق تھے جس کے نتیجے میں انھوں نے ابتدائی عمر میں ہی قرآن مجید کو حفظ کر لیا اور مروجہ علوم میں سرگرم عمل رہے اور اپنے زمانے کے فاضل استاد ملا محمد آنی کے درس میں شریک ہوئے۔ ملا محمد آنی مولانا عبدالرحمٰن جامی کے مشہور و معروف فارغ التحصیل شاگردوں میں سے تھے۔

مولانا صرفی سات سال کے تھے کہ شعر کہنے لگے اور اپنے والد بزرگوار جو اپنے زمانے کے اعلیٰ پایہ کے عالم، خوشنویس اور شاعر تھے اسے شعر کی اصلاح لینے لگے۔ خود فرماتے ہیں ؎

بدم در سالِ ہفتم نہادم قدم ز تعلیم رواں گشت شعر عجم

پدر کردی اصلاح اشعار من باصلاح بودی مددگار من[2]

اس کے علاوہ ان سے اپنی ابتدائی تعلیم بھی پائی جس کے بارے میں کہتے ہیں ؎

پدر بسکہ مشفق بمن بودہ است ز علم و آداب فرمودہ است

بہ تعلیم خود بندہ را کرد خاص ز شوق استاد مکتب خلاص[3]

حضرت صرفی جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو والد بزرگوار نے ان کو زمینداری کا کام سنبھالنے کے لیے گاؤں بھیج دیا اور گاؤں میں رہ کر جوانی کا زمانہ تھا تو جوانوں نے آگھیرا لیکن والد نے خبر پاکر صرفی کو تنبیہ کی اور والد کی طرف سے ہوئی ملامت پر اپنی ندامت اور مایوسی کا اظہار کیا اور بہت ہی عاجزی اور انکساری کی حالت میں خانقاہ معلےٰ میں نماز ادا کی۔ میر شاہ ہمدانؒ کا فیض ہوا اور اپنے کیے پر پشیمان ہوئے اور اسی وقت سے دل میں علم و عرفان حق کا شوق پیدا ہوا جس کے زیر اثر اپنے ملک سے

---

[1] واقعات کشمیر از خواجہ محمد اعظم دیدہ مری۔ [2] معارج الولایۃ از صرفی۔ [3] ایضاً

بابر سفر کی ٹھانی اور اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ باتھال کے راستے خراسان اور ماوراءالنہر کی طرف روانہ ہوئے۔ بدخشاں، بلخ اور دیگر شہروں سے ہوتے ہوئے سمرقند میں پہونچے اور شیخ کمال الدین حسین ختلی کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی تربیت حاصل کی جس کا ذکر عرفی نے مسلک الاخیار میں ان اشعار میں کیا ہے ؎

یار چوں در خدمت او یافتم — روی دل از غیر خدا تافتم
چوں نظری کرد بایں خاکسار — زورقم محیط آمد از کنار
تا شدہ زورق بمحیط المستقم — بلکہ محیط آمدہ در زورقم
محو بدریا شدہ ام قطرہ وار — بلکہ محیط است مرا در کنار

حضرت عرفی ان کی خدمت میں رہ کر ہی عارف کامل بن گئے حتیٰ کہ آپ اپنی روشن ضمیری کو انہی کا صدقہ سمجھتے ہیں۔ ریاضت و چلہ کشی کے بعد ہدایت اور ارشاد کی اجازت پا کر وطن واپس آگئے۔ اپنے مرشد سے ملنے کا دوسری بار جب شوق پیدا ہوا تو پھر سے سمرقند پہونچے معلوم ہوا کہ آپ کے مرشد حج بیت اللہ کے لیے چلے گئے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی جدائی اور فراق نے انھیں اس قدر بیقرار کر دیا کہ وہاں سے سیدھے خانہ کعبہ کی راہ لی تاکہ اپنے مرشد کی خدمت میں مشرف ہونے کے ساتھ ساتھ فریضۂ حج بھی ادا ہو۔ وہاں پہنچ کر مشہور محدث ابن حجر مکی سے درس حدیث کی سند حاصل کی۔ ابن عربی کی فصوص الحکم شیخ محمد حسن شافعی مکی سے درساً پڑھی اور شرح فتح اللہ عطائی سے فتوحات مکیہ کے اسرار و رموز سیکھے۔ واپسی پر ہندوستان کے علماء اور صوفیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے جس کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

سیاحت بہ عالم بسی کردہ ام — ملاقات با ہر کسی کردہ ام
درین راہ ہر جا کہ بودہ است کس — نگاہی ازو کردہ ام ملتمس

اس بات سے خود ہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عرفی صحیح معنی میں عرفان حق کے طلبگار تھے۔ اپنے معاصر علماء اور صوفیہ کی رہنمائی میں آپ ایک بلند پایہ سالک بن گئے تھے۔ ملک سے باہر و دیگر ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران صوفیائے کرام اور علماء عظام کی صحبت میں رہ کر آپ نے علم صوری اور علم معنوی پر دسترس حاصل کی جس کے نتیجے میں آپ ایک عالم، فاضل، شاعر، ادیب، محدث اور عارف کی صورت میں سامنے آگئے۔ حضرت عرفی نے اپنی زندگی کے دوران کئی منظوم اور منثور تصانیف باقی چھوڑی ہیں جن میں سے بیشتر تصانیف تصوف سے متعلق ہیں۔ خمسہ نظامی کی تقلید میں آپ نے مسلک الاخیار، وامق و عذرا، لیلی و مجنون، اعجازی النبی اور مقامات مرشد جیسی مثنویاں رشتۂ تحریر میں لائی ہیں۔ اس کے علاوہ شرح ثلاثیات بخاری، شرح صحیح بخاری، مناسک الحج و الزیارۃ، حاشیہ توضیح، رباعیات، شرح رباعیات، تفسیر مطالب الطالبین، شرح اربعین، رواتح، دیوان عرفی، التعریفات بر سواطع الالہام،

مناقب الاولیاء، تفسیر صرفی (فارسی) اور رسالہ ذکریہ بھی آپ کی تصانیف میں شامل ہیں۔

حضرت شیخ نے ۱۰۰۲ھ میں وفات پائی اور "فخر الانام" سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ سرینگر کے محلہ زینہ کدل میں دریائے جہلم کے کنارے پر آپ کا جسد مبارک سپرد خاک کیا گیا جو یہاں کے عقیدت مندوں کی مقدس زیارت گاہ مانی جاتی ہے اور یہ زیارت گاہ حضرت ایشان صاحب کے نام سے لوگوں میں مشہور ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر شریف ۷۵ سال بتائی جاتی ہے جس کا ذکر آپ کے شاگرد خاص خواجہ حبیب اللہ حقانیؒ نے اس شعر میں کیا ہے۔ ؎

یافتم بہر سال تاریخش　　　پنج و ہفتاد سالہ آن شاہؒ

سردست میرا موضوعِ بحث رسالہ ذکریہ ہے جو کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں زیر نمبر اکسشن (۲۷) موجود ہے حضرت صرفیؒ کے دیگر تصانیف کے چند قلمی نسخے بھی اس شعبے میں موجود اور محفوظ ہیں۔

رسالہ ذکریہ کشمیر یونیورسٹی لائبریری کے شعبہ مخطوطات میں زیر نمبر ۲۰۰ موجود ہے۔ اس کے کل اوراق ۶۳ یعنی ۱۲۶ صفحات ہیں۔ ہر صفحے کی سطور کی تعداد اوسطاً ۱۵ ہے لیکن صفحہ اول کے سطور کی تعداد صرف گیارہ اور صفحہ آخر کے سطور کی کل تعداد آٹھ ہے اور ہر سطر کے الفاظ کی تعداد اوسطاً چودہ ۱۴ ہے۔ نسخے کی کتابت آج سے ساٹھ سال پہلے کی گئی ہے اور سال کتابت ۱۷ ماہ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ہے۔ نسخے کا سائز ۷×۹ ہے۔ جلد پیلے رنگ کا کپڑا اور چمڑا لگا ہوا ہے۔ اس نسخے کے کاتب کا نام میر محمد سعید اندرابی ہے اور خط نستعلیق ہے جس کو آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔

مصنف نے یوں تو یہ نسخہ فارسی نثر میں لکھا ہے مگر عبارت میں اکثر جگہوں پر اشعار بھی لائے ہیں۔ جا بجا اور جگہ جگہ مصنف نے اپنی رباعیات بھی درج کی ہیں اور بعض جگہوں پر مصنف کی اپنی غزلیں بھی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ منظوم بھی کہلایا جا سکتا ہے اور منثور بھی۔ اس کے علاوہ مصنف نے اس میں کئی جگہوں پر عربی عبارت بھی درج کی ہے جو بعض جگہوں پر خود اس کی اپنی عبارت ہے اور اکثر جگہوں پر دوسری کتابوں سے بھی نقل کی گئی ہے۔ کئی جگہوں پر آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ اور صحابۂ کبار اور بزرگان دین کے اقوال زریں بھی درج کیے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر نسخے کا نام منثور عربی اور فارسی رسالہ رکھا جائے تو بجا نہ ہوگا جس کے لیے یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ہوگا کہ رسالہ مذکور کے آخری صفحات پر بیشتر عربی عبارت ہی درج ہے جو احادیث نبوی اور بزرگوں کے اقوال زریں سے منقول ہے۔

مصنف نے کتاب کا آغاز حمد رب العالمین کی یاد میں ان اشعار سے کیا ہے ؎

مرا یاد تو یا رب قوت جان باد　　　بہ ذکر تو دلم رطب اللسان باد

چہ در ظاہر چہ در باطن ہمیشہ　　　دلم را نام تو ورد زبان باد

۱؎ رسالہ تصوف ص ۷۰ (صرفی)

بہر جا و بہر وقت و بہر حال — زبانم با ذکر تو روان باد

ز درد و محنت عشقت ہمیشہ — دلم پُر خون و چشمم خون‌فشان باد

دل پُر خون صد چاکم وسادم — ز یاد تو بفریاد و فغان باد

وجودم ہر چہ جز مذکور باشد — زپیش دیدہ با ذاکر نہان باد

چو از ذکر تو خوشتر نعمتی نیست

بکام صرفی بیچارہ آن باد

رسالہ ذکریہ کا موضوع جیسا کہ اس کے دیباچہ سے ظاہر ہے چند اذکار و مراقبات پر مشتمل ہے جو انھوں نے صوفیائے کرام، علمائے عظام اور سالکانِ راہِ حق سے اپنے سفر کے دوران سیکھے اور پھر ان پر عمل پیرا ہوئے۔ عین عبارت یوں ہے:

"این سطری چند است بعضی منثور و بعضی منظوم بقلم نیاز مسطور تا سعہ ایجاد مرقوم در بیان بعضے از اذکار و مراقبات و اشغالی کہ استفادہ از صاحبدلان و ذوی الابصار این فقیر حقیر خاکسار یعنی گوشہ نشین زاویہ مسکنت و فقیری یعقوب الصرفی ابن حسن کشمیری اصلح اللہ تعالیٰ شانہما و سابخا تماشا نہما رسیدہ و این فقیر کثیر التقصیر اکثر آنرا بجد و اہتمام تمام ورزیدہ بہر یکی خاصیتی و تاثیری دیگر در اضمحلال آثار امکانی و کشف حقائق معانی در غور حال بقدر استعداد دیدہ بال امیدوار چنان است تیوض و برکات این مراقبات و اذکار شامل حال سائر اخوان طریقت شعار کردد۔"

اس کے بعد نسخۂ مذکورہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بندۂ مومن کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس ذاتِ احدیت کو پہچاننے کے بعد اس کی تعظیم اس کے لیے لازمی ہے۔ اگرچہ اللہ نے کئی عالم پیدا کیے اور ان میں کئی قسم کی مخلوق پیدا کی مگر بنی آدم کی تخلیق کا مقصد محض یہی تھا کہ یہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے شعور و فکر عطا کیا اپنے خالق کو پہچاننے کی کوشش کرے جس کے بارے میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"تعظیم معرفت حق تعالیٰ مقصود است از ایجاد عالم و شناسائی او مراد است از خلقت بنی آدم۔"

کتاب کے موضوع سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مومن کے لیے یادِ حق کے دو طریقے ہیں۔ "اذکار و مراقبات" یعنی ذکر جلی اور ذکر خفی اور جو شخص ذکر لا الٰہ الا اللہ سے محروم رہا اور جس کے دل میں شیطانی وسوسوں کا نقش پڑا ہو اس کے دل کی مثال ایک زنگ آلود آئینے کی ہے اور وہ معرفتِ حق سے ہمیشہ محروم اور ناامید ہوتا ہے۔

در چشم دلت چو نقش اغیار بود — نظارۂ روی یار دشوار بود

ہرگز نبود بہ ہیچ روی عکس پذیر — مادام در آئینہ زنگار بود

اس کے علاوہ جو شخص ذکر "اللہ" یا "لا الٰہ الا اللہ" کا ورد کرے اس کے دل کا زنگ اسی کلمۂ طیبہ کے بار بار ورد کرنے سے ختم ہو جاتا ہے اور مقامات فقر و فنا حاصل کرنے کا ذریعہ بس یہی "لا الٰہ الا اللہ" ہے جس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مفتاح در خزاین فقر و فنا جز گفتن لا الٰہ الا اللہ نیست"

مصنف نے دینی اور شرعی نقطۂ نگاہ سے اس طریقِ معرفت کے لیے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا ہے یعنی (۱) افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ سے مراد کلمۂ طیبہ کا اعادہ کرنا اور دل میں اس کو جگہ دینا (۲) فاذکرونی اذکرکم یعنی خدا کہتا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کرتا ہوں (۳) انی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنی میں قریب ہوں جب کوئی پکارتا ہے۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں صوفیا کا یہی نظریہ اور خیال ہے کہ انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ ذکر کے سبب رب السموات والارض کے قریب ہو جائے اور اس کے سوا کسی کو اپنا معبود اور خالق تصور نہ کرے۔ اور ایک صوفی کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ظاہری اور باطنی دونوں صورتوں میں ہمہ تن مصروف ذکر رہے جو تمام صوفیا نے آزما کے اپنایا ہے۔ اس مختصر سے رسالے میں حضرت عراقی اپنے محبوب حقیقی سے غافل نہ رہنے کی سخت تلقین کرتے ہیں:

"یک لحظہ چشم از مشاہدۂ محبوب حقیقی نپوشی و یک دم شراب غفلت از خم کثرت ننوشی و یک لحظہ از مقصود اصلی غافل نباشی و یک ساعت بہ ہوسی و امانی نشوی و یک نفس از ذکر او باز نمانی و ریاض رضوان و نعیم جاودانی جز مجالس ذکر نہ دانی و شرف مجالست اہل و اصحاب ذکر از دست نگذاری و صحبت ارباب جمعیت غنیمت شماری"

رسالہ ذکریہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عراقی نے قرآن و حدیث کی روشنی میں جس زہد و تقویٰ اور ذکر و مراقبہ کو اپنا شعار بنایا تھا اور جس کے زیر اثر اپنے حقیقی محبوب کے عشق و محبت نے اُن کے دل کو اس قدر گھیر کر ان کو ہر دو جہان سے بے نیاز کر رکھا تھا، یہ کہنا پڑا ؎

مرغ جانا ز ہر دو عالم فارغم — تا شدم دیوانہ و شیدائے عشق
ساز جز بدل خویش منزل غم عشق — بر عشق کو رش خوش عالمی است عالم عشق

احادیث کی طرف اشارہ ہو چکا کہ حضرت عراقی نے اس رسالے میں ذکر جلی اور خفی کو اپنانے کا ذکر کیا ہے جس کے دائرے میں شریعت اور طریقت دونوں آتے ہیں۔ ایک جگہ اھدنا الصراط المستقیم کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ راہ صراط مستقیم کا مقصد یہ ہے کہ حضرت اللہ کے حکم کے علاوہ حضرت رسولؐ کی سنت کی اطاعت اور پیروی کر کے زندگی کے ہر قدم پر اس کو مشعل راہ بنائے۔ اور کئی مفسرین کے حوالے سے اہل سنت والجماعت کے گروہ کو راہ مستقیم اپنانے والا گروہ قرار دیا ہے اور ان اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

گر بود نسبت عبادت نبود	یا اللہ عبادت تو عبادت نبود
راہ صراط مستقیم گوید	جز مذہب سنت و جماعت نبود

اسی نسخے میں آگے چل کر بعض مفسرین کے حوالے سے سُنت رسول مقبول صلعم ترک کرنے والے گروہ یعنی شیعہ فرقے کو اہل بدعت قرار دیا ہے۔ مفسرین کا حوالہ دینے کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی کی روشنی میں بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ آنحضورؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری اُمت کے تہتّر گروہ ہو جائیں گے جن میں سے صرف ایک جماعت راہ مستقیم پر گامزن ہوگی وہ وہی گروہ اور جماعت ہے جو خدا کے حکم اور میری سنت کی اطاعت اور پیروی کرے گی اس کے ماسوا باقی سب بدعتی ہیں۔

هر کسی کز تبعیت او گردن تافت	در گردن خویش طوق از لعنت یافت

حضرت صرفی نے جہاں اس نسخے میں ایک صوفی کو یاد حق میں ہشت پہر محو رہنے کی تلقین کی ہے۔ وہاں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ وہ حلال کی روزی کھائے اور کم مقدار میں غذا کھائے۔ اور ایسی چیزوں کو ہاتھ نہ لگانے کی تلقین کی ہے جو خلاف سنت ہوں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ نہ صرف علماء اور فقراء کو حلال کی روزی ملنے کے باوجود بھی بادشاہوں کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان کے دستر خوان کے کھانے سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ ان کے دلوں میں شیطانی وسوسہ پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ جو شاید "نفی خاطر" کا باعث بن جائے اور ایک سالک کو اس سے بچنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے:

"آنکہ بہ نفی خاطر صاحب ہر رکعت نماز گذارد و در ہر رکعتی فاتحہ یا چہار قل قرأت کند و در سجدہ بعد فراغ ہفت بار یا حی یا قیوم برحمتک استغیث آنگہ در ہر نفسی مراعات دل از اہم مہمات داند و بکوشش محاسبۃ النفس بر خود واجب و لازم گرداند...... آنگہ دائم در صلوٰۃ القلب قیام نماید انشاء اللہ العزیز خواطر بالکلیہ منتفی شود"

اور اسی کے ساتھ وصف الصلوٰۃ القلب کا طریقہ یہ بتایا ہے:

"نیت بدین طریق کند۔ نویت ان اودی رکعت برجہک الکریم الباقی انت الباقی لا الہ الا انت الباقی اللہ اکبر آنگاہ ارکان صلوٰۃ یعنی قرأت و رکوع و سجود بدل ادا کند، ہر چہ داند بخواند پس سلام بسوی قبلہ دہد۔"

نفی خاطر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تکبیر کعبہ تمام نشستہ گذارد و در قرأت شش بعد از فاتحہ قل ھو اللہ احد بسیار بخواند بشرط فرد باشد۔ و در رخ پس سلام سوی قبلہ دہد و محققان کبار فرمودند کہ نماز از خواص بسیار است و فوائد بے شمار۔"

طریق نفی و اثبات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تصوف کے اور طریقوں میں سے یہ طریقہ بھی میں نے مشائخ عظام اور صوفیائے کرام

سے سیکھا ہے اور اس پر عمل کیا ہے۔ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے یعنی "کچھ بھی نہیں ماسوائے اللہ کے" اور اس کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ "این کلمہ طیبہ معجونی است کہ مرکب از سرکہ نفی و شکر اثبات تا مادۂ صفراوی نسیان را کہ بیماری قلوب و مرض از ایشت قلع کند و علت کفر و عدلان بصحت ایمان و ایقان تبدیلی یابد۔"

فرماتے ہیں کہ اس کلمہ طیبہ کے اپنانے کے کئی طریقے ہیں جن میں سے ایک طریقہ ذکر "چہار ضرب" ہے جو آنحضرت صلعم سے گذر کر کئی سلسلوں سے ہوتے ہوئے حضرت شاہ ہمدانیؒ اور پھر حضرت مخدوم کمال الدین حسین خوارزمی تک پہونچا اور جنھوں نے اس کی تعلیم و تربیت بندہ حقیر کو دی۔ طریقہ یہ ہے کہ "ذکر رو بہ قبلہ کردہ مربع بنشیند و اول تو بہ و آیۃ الکرسی بہ نیت تربیع ارواح مشائخ سلسلہ شریفہ..... اسرار ہم خواند و دہ بار درود حضرت رسالت مآبؐ فرستد و چشم فرو بندد و احضار شیخ کند یس اللہ گویان بہ شدت ضرب بہ پستان چپ اشارہ کند...... و بعد ازاں محمد رسول اللہؐ گوید و احضار بصورت خود کردہ نفی لا الہ و اثبات الا اللہ تصور کند....."

اسی طرح اس کے اور بھی طریقے بھی بیان فرماتے ہیں جو رسالہ مذکور میں درج ہیں۔ ذکر جلی اور ذکر خفی کے علاوہ حضرت مرقیؒ نے ذکر حلقی کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اس کے سات مختلف طریقے بتائے ہیں۔ "طریق اول ذکر جلی و ضرب جلی کہ آنرا ذکر سرہیہ گویند۔ دوم ادای خفی و ضرب خفی کہ آنرا ضرب چشتیہ گویند۔ سوم ادای جلی و ضرب خفی کہ آنرا ذکر انفاسیہ گویند۔ چہارم ادای خفی و ضرب جلی کہ آنرا ذکر احمدیہ گویند۔ پنجم ادای وہمی و ضرب وہمی کہ آنرا ذکر اسرافیلیہ گویند۔ ششم ادای خفی و ضرب وہمی کہ آنرا ذکر نفرایلیہ گویند۔ ہفتم ادای وہمی و ضرب خفی کہ آنرا محبوبیہ و مطلوبیہ نامند و حلقیہ و نقاب قوسیہ خوانند۔" اور ذکر حلقی جیسی کے یہ سات طریقے ہیں اس کو بیانات خود میکائیلیہ و مرشدیہ کہتے ہیں۔

حضرت شیخ مرقیؒ کے اس مختصر سے رسالے میں ابھی تک جن اذکار کا ذکر ہوا وہ محض قرآن و حدیث کی روشنی میں ملتے ہیں اور ان میں محض اللہ کی ذات کو واحد اور شاہد جان کر انھوں سے مدد حاصل کرنا مطلوب ہے۔ مگر بعض ایسے وظائف بھی درج ہیں۔ جن میں خدا کے سوا دوسروں کو بھی مدد کے لیے پکارا جاتا ہے مثلاً "یا احمدؐ یا محمدؐ یا علیؓ یا فاطمہؓ، یا حسنؓ یا حسینؓ یا جبرئیلؑ یا روح القدس کا نام لے کر مقصد دل پورا ہوتا ہے۔ ایک جگہ شیخ حق کا ذکر کیا ہے جس کو ذکر قلندریہ کہتے ہیں۔ اس ذکر کا طریقہ یہ ہے: "یا حسنؓ میان زانو۔ یا حسینؓ بر ناف۔ یا فاطمہؓ بر کتف راست و یا علیؓ بر کتف چپ یا محمدؐ گویان در خود ضرب کند۔" اور جن کے ذریعہ ان کی ارواح قدس حاضر ہو کر اس شخص کو امداد کر کے اس کا مقصد دل پورا کرتی ہیں۔

اسی طرح کا ایک اور وظیفہ بھی درج کیا ہے جس سے کمانے والے شخص کو کشف القبور اور کشف الارواح حاصل ہوتا ہے۔ وظیفہ یہ ہے "یا روح اللہ، یا روح القدس یا روح الامین یا جبرئیل"۔

ذکر جہر یعنی اللہ تعالے کو آواز سے کر پکارنے سے قرآن اور حدیث نبویؐ اور اقوال مشائخ کی رو سے مانع نظر آتے ہیں۔

ایک جگہ قرآن کریم کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سورۃ الاعراف — واذکر ربک تضرعا وخیفۃ ودون الجہر، ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ"

اور نبی کریم صلعم کی عظمت اور شان کو برقرار رکھنے کے واسطے اور آپ کی تعلیم کے واسطے قرآن مجید کے حوالے کی روشنی میں مجھ کو ذکر خفیہ کو لازم قرار دیا ہے۔ یاایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون — جس کا مفہوم یہ ہے: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ یہ لوگ رسول خداؐ کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ در حقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم (القرآن سورۃ الحجرات صفحہ ۴۹ اور پارہ نمبر ۲۶ اور آیت ۲-۳)۔ اسی طرح حضرت صمدیت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خضوع اور خشوع کی حالت میں یاد کرنا امر ضروری بھی ہے اور فرمان رسولؐ کا مراقبہ کے بارے میں جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا کہ اس کتاب کی بنیاد دو اہم باتوں یعنی ذکر اور مراقبہ (ذکر جلی اور ذکر خفی) پر رکھی گئی ہے۔ حضرت مرتی نے اس ذکر کو صوفی کے لیے بہت ہی اہم قرار دیا ہے اور اس کی تاثیر اور اس کی عظمت کے بارے میں امام ابوالقاسم قشیریؒ کے فرمودات کو یوں قلمبند کیا ہے:

"المراقبۃ علم العبد بدوام اطلاع الحق علیہ ارشادہ یعنی مراقبہ است "بقول حضرت خواجہ بزرگ" از طریق نفی و اثبات اعلیٰ و اقرب است از طریق مراقبہ بحریہ و زیارت و تصرف در ملک ملکوت رسد۔"

اسی طرح اور بزرگوں کے اقوال بھی مراقبہ کی عظمت کے بارے میں نسخہ مذکور میں قلمبند کیے ہیں۔

تنقیدی تبصرہ

رسالہ ذکریہ کی عبارت سادہ، رواں اور واضح ہے۔ اس کے جملوں میں ایجاز و اختصار پایا جاتا ہے جیسا کہ پہلے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اس میں فارسی کے علاوہ عربی عبارت بھی پائی جاتی ہے اور مصنف نے جہاں کہیں بھی اپنی عبارت قلمبند کی ہے وہ بالکل مختصر جملوں میں پیش کی ہے۔ مگر اس کے برعکس احادیث نبویؐ کے علاوہ بعض صحابہؓ اور بزرگوں کے بعض اقوال کو بھی نقل کیا گیا ہے ان میں طول کلام کی وجہ سے پیچیدگی آتی ہے اور قاری کو مفہوم کے سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ مصنف نے بیشتر عربی عبارت دوسری کتابوں سے مستعار لی ہے لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے نسخہ ذکریہ کو ترتیب دیتے وقت قرآن، حدیث اور تصوف کی دوسری کتابوں کا بغور مطالعہ کر کے ان سے استفادہ کیا ہے جس سے اس کی اہمیت میں اضافہ ہوا ہے اور جہاں کہیں بھی قرآن و حدیث کے علاوہ ایک صوفی کو شریعت اور طریقت کی تعلیم دیتا ہے وہاں ساتھ ساتھ

ان مصنفوں کے نام اور ان کی تصانیف کا بھی حوالہ دیتا ہے یعنی جو بات پیش کی ہے اس کے لیے جگہ جگہ دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی پیش کی ہے۔ اس کی ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ مصنف نے بیشتر جگہوں پر نثر کے ساتھ اشعار بھی درج کیے ہیں جس سے عبارت کی چاشنی بڑھ گئی ہے۔ اور ایک جگہ سعدیؔ کا شعر بھی تمثیلاً پیش کیا ہے۔ مثلاً تصفیۂ دل اور بصارت قلبی کے حاصل کرنے سے متعلق سعدیؔ کا یہ شعر لایا ہے ؎

سعدیؔ حجاب نیست تو آئینہ پاک دار   زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست

سادہ نویسی کی مثال یہ ہے:

"اگر با این ہمہ منتفع نشود چند نوبت بجہر گوید۔ واللہ راقدہ بد بدلیل فرد برد و برہان قدر مشغول کند کہ طول نشود چوں ملول نشود بس کند اگر طعام و شراب بی اشتہا نخورد و در وقت خوردن نیت شہوت و ہوای نفس نکند"

یا یہ عبارت ملاحظہ ہو:

"یک ساعت از مقصود اصلی غافل نباشی یک ساعت بما سوای او دل نشوی و یک نفس از ذکر او باز نمانی و فرصت مجالست ذاکر از دست نگذاری و صحبت ارباب جمعیت غنیمت شماری"

اس نسخے کی ادبی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کی خامیوں کا بھی ذکر ہونا چاہیے۔ اس کے باریک اور عمیق مطالعے سے معلوم ہوا کہ مصنف نے اس میں ایک ایسا واقعہ قلمبند کیا ہے جس سے راقم کو اتفاق نہیں ہے۔ اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب کیا ہے اور وہ دعا جو حضرت موسیٰؑ سے منسوب ہے یوں ہے

یعنی اے اللہ مجھے حضرت محمد صلعم کی امت میں سے اٹھا[1] دوسری بات یہ کہ حضرت صرفیؒ نے "ذکر جہر" کو رسالہ ذکریہ میں بیان کیا قرآن

---

[1] الاعتصام، صحیح بخاری، ترمذی اور مسلم شریف میں اس طرح درج ہے کہ حضرت عیسیٰ پیغمبر آخرالزماں جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں آسمان سے اتر کر مکہ شریف کی سرزمین پر دوبارہ ظاہر ہونگے (جو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق آسمان پر زندہ ہیں) اور یہ زمانہ امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہوگا اور حضرت عیسیٰؑ امام مہدیؑ کے پیچھے مقتدی کی حیثیت سے نماز پڑھیں گے۔ اور آخر کار مدینہ منورہ میں حضرت عیسیٰؑ امام مہدیؑ کے پہلو میں دفن ہونگے دراصل یہ اسی دعا کا اثر ہوگا جو آپ نے اللہ کے حضور مانگی تھی۔ یہاں پر اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ جہاں تک حضرت صرفیؒ کے تبحر علم اور عالم ہونے کا تعلق ہے اس سے کسی بھی عالم اور فاضل کو انکار نہیں جیسا کہ ہم اس مضمون کے ابتدائی صفحات میں اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت صرفیؒ عربی اور فارسی زبان کے اعلیٰ پایہ کے عالم تھے اور انھوں نے عربی اور فارسی زبان میں کئی کتابیں لکھیں جن کو عربی اور فارسی ادب میں ایک اہم مقام حاصل ہے اس لحاظ سے ایسے عالم جید کا یہ حدیث حضرت موسیٰ سے منسوب کرنا بھی کوئی تعجب انگیز بات نہیں لگتی ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۲۴۲ پر)

واحادیث کی رو سے ممنوع قرار دیا ہے لیکن اس نسخے کے آخر میں اس حقیقت کی تردید کی ہے اور بعض بزرگوں اور صوفیوں کے اقوال کے پیش نظر ذکر جہر کو درست قرار دیا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے:

"آنچہ در ذکریہ فارسیہ فرمودہ اند قرار داده اند و معتقد بر آن حضرت ایشانؒ نیست زیرا کہ حضرت ایشانؒ ذکر جہریہ جایز داشتہ اند و جہر بیار تقاضائے صوت واضح کردہ اند کافیست آنچہ در رسالہ اورادیہ گفتہ لیکن دافی مدیر حال شافی وحق آنست ذکر جہر ہم جایز است ولیکن ذکر خفی اجہر و افضل و اعلیٰ است کما قال حضرت ایشانؒ

مصنف نے اس مختصر سے نسخے میں مندرجہ ذیل مشائخ کے اقوال زریں اور ان کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

(۱) رسالہ ذکریہ فارسیہ از حضرت امیر کبیرؒ (۲) رسالہ اورادیہ عربیہ از حضرت امیر کبیرؒ (۳) تفسیر زاہدی ابوالمعالی (۴) سیر الاحکام (۵) فصوص الحکم شیخ محی الدین ابن عربی (۶) در تکملہ نفحات الانس جامی از عبد الغفور لاری (۷) تصانیف سید علاؤ الدولہ سمنانی (۸) لطائف قشیری (۹) (۱۰) تفسیر (۱۰) علاؤ الدولہ سمنانی کا رسالہ اجر الوحی فی ذکر الخفیہ (۱۱) امام ابوالقاسم قشیری (۱۲) نوادر الفتاوی۔

مصنف نے ان کا نام مذکورہ نسخے میں مختلف جگہوں پر پیش کیا ہے۔

۲ مسلک الاخیار

حضرت شیخ یعقوب صرفی کی اگرچہ متعدد تصنیفات ہیں لیکن ان کے خمسہ کو ان کی تقریباً تمام تر تصنیفات پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ المصنف نے اپنے مطالعے کے دوران کسی شرعی کتاب میں یہ حدیث دیکھی ہوگی اور چونکہ راقم کی نظر اتنی وسیع نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے پیش نہیں کی جا سکتی ہے البتہ اتنا تو ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ناقل نے نسخہ مذکور کو نقل کرتے وقت غلطی سے "عیسیٰ" کے بجائے "موسیٰ" لکھا ہوگا۔ (ب) ڈاکٹر ظہور الدین احمد نے اپنی کتاب "پاکستان میں فارسی ادب" جلد اول کے صفحہ ۴۹۳ میں اس واقعہ کی تنقید ان الفاظ میں کی ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک پیغمبر خدا کا پیغام اپنے بندوں تک پہنچا کر اس دنیا سے رحلت کر جائے اور پھر وہ آرزو کرے کہ وہ کسی آنے والے پیغمبر کی امت بن جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں زندہ ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بننا چاہتا ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دنیا میں دو دفعہ آئے۔ خدا نے کہیں اس امر کی توضیح نہیں کی۔ حدیث صحیح

لے اندازہ ہوتا ہے کہ کاتب نے یہ عبارت حضرت صرفیؒ کی دیگر تصانیف سے ذکر جہر کی تائید میں بطور ثبوت پیش کی ہے۔

برتری حاصل ہے۔ یہ خمسہ انھوں نے نظامی گنجوی کی تقلید میں کہا ہے۔ اس میں "مسلک الاخیار"، "وامق وعذرا"، "لیلیٰ مجنوں"، "مقامات مرشد" اور "مغازی النبیؐ" پانچ مثنویاں ہیں۔

مسلک الاخیار سے اس کی تاریخ تصنیف نکلتی ہے چنانچہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صرفیؔ فرماتے ہیں:

"در ختم این رسالہ کہ مسمی است بہ مسلک الاخیار کہ این عبارت ہم این مختصر را نام است و ہم تاریخ اختتام"[1]

حسب ذیل شعر سے اس مثنوی کے مکمل ہونے کی تاریخ نکلتی ہے ؎

مسلک الاخیار چو کردم رقم   نام رسالہ شد و تاریخ ہم[2]

مسلک الاخیار سے بحروف ابجد سنہ ۹۹۳ھ اخذ ہوتا ہے یعنی صرفیؒ نے یہ مثنوی اپنی وفات سے تقریباً دس سال پہلے مکمل کی تھی۔

کشمیر کے میرواعظ خاندان سے حاصل شدہ شیخ یعقوب صرفیؔ کی پانچ مثنویوں پر مشتمل ایک ہی جلد میں یہ خمسہ نہایت خوش خط نستعلیق میں کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ مخطوطات میں زیر شمارہ ۱۳ محفوظ ہے نسخے کے ابتدائی ۷۰ اوراق پر مثنوی مسلک الاخیار درج ہے۔ نسخے میں سنہ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں البتہ کاغذ، روشنائی، اس کی ساخت اور قدامت سے پتہ چلتا ہے کہ اس مخطوط کی کتابت تقریباً ایک سو پچاس سال قبل کشمیر میں ہو چکی ہوگی۔ کاغذ کشمیری عمدہ برنگ سفید ہر صفحہ چار ستونی ہر صفحے میں تقریباً ۲۴-۲۵ سطریں ہیں۔ جلد چمڑے کی برنگ خاکی۔ نسخے کی لمبائی "۱۱ ½ اور چوڑائی "½ ۶ (۲۹.۵×۲۰.۰) ہے۔

مسلک الاخیار کے کل اشعار کی تعداد تخمیناً ۱۸۰۰ ہے اور اس مثنوی کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم   سرخط منشور عطائی عظیم

مثنوی کے آخری دو شعر یہ ہیں ؎

مسلک الاخیار چو کردم رقم   نام رسالہ شد و تاریخ ہم
وفقنی اللہ بختم الکلام   ایدنی رحمۃ و السلام

مسلک الاخیار بحر رمل مسدس مخذوف مقصور میں ہے اور اس کا وزن مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی معنوی کی طرح فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ہے جو کہ فارسی ادب میں عام طور پر عرفانی اور متصوفانہ مثنویوں کے لیے

---

[1] مسلک الاخیار ص ۵۲ - [2] مسلک الاخیار ص ۱۔

متداول ترین وزن مانا جاتا ہے اور خاص طور پر شور انگیز صوفیانہ احساسات و جذبات کے اظہار کے لیے موزوں اور مناسب وزن بھی ہے۔ اس مثنوی کا آغاز مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات، نعت رسول مقبول صلعم، مناقب چہار یار با صفا (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) منقبت حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ، منقبت شیخ کمال الدین خوارزمیؒ، نثر پر منظوم کلام کی فوقیت، دل کی پاکیزگی اور اپنے پیر طریقت شیخ کمال الدین حسین خوارزمی کے ساتھ تین مجلسوں کے بعد ہوتا ہے۔ "مسلک الاخیار" میں دراصل بیس مسلکوں کی وضاحت کی گئی ہے اس طرح سے یہ بیس مقالوں پر مشتمل ایک ایسی مثنوی ہے جس میں نیکوکار لوگوں کے بیس مسلکوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان مقالوں میں بہت سی حکایات کو اخلاقی اور عرفانی معانی سے آراستہ اور مزین کیا گیا ہے۔

صرفی کی نظر میں سالک کا پہلا اور ابتدائی مسلک یقظہ یعنی بیداری ہے کیوں کہ صرفی اسے شہود کے حصول کا پہلا زینہ اور وحدت الوجود کے مراحل طے کرنے کی پہلی منزل قرار دیتے ہیں۔

دوسرا مسلک صرفی کی نظروں میں توبہ ہے جو ایک گناہگار بندے کے لیے تطہیر کا موجب بنتا ہے۔

تیسرا مسلک اخلاص ہے جس کو صرفی ہر خاص و عام کے لیے اولین فرض تصور کرتے ہیں جس طرح علامہ اقبالؒ کے بقول ع طی شود جادۂ صد سالہ بہ آہی گاہی۔

اسی طرح صرفی کے یہاں سالک اخلاص کی بدولت سیر افلاک کر سکتا ہے فرماتے ہیں

سیر یک لحظہ کنی عالمی — راہ صد سالہ روی در دمی

چشمۂ اخلاص چو گردد رواں — بحر فتوحات زند موج ازاں[1]

صرفی کے یہاں چوتھا مسلک محاسبہ ہے جو مراقبہ کے اہم ارکان میں شامل ہے

پانچواں مسلک تفکر ہے جس کی فضیلت قرآن مجید میں بھی درج ہے۔ چونکہ عالی ہمتاں عرش نشین اور سربلندان اوج گزین کا شیوہ تواضع ہے اس کو صرفی چھٹا مسلک قرار دیتے ہیں۔

اہل صفا و صلحا کا ایک مسلک رضا ہے جس کو صرفی راہ سلوک کا ساتواں مسلک قرار دیتے ہیں[2]۔

آٹھواں مسلک جس کی وضاحت قرآن کریم کے آیۂ کریمہ یعنی "وقلیل من عبادی الشکور" میں ہو چکی

نواں مسلک توکل، دسواں قناعت، گیارہواں نماز، بارہواں زکوٰۃ، تیرہواں روزہ، چودہواں جہاد

۱؎ مسلک الاخیار ص ۷۵ ۲؎ مسلک الاخیار ص ۱۲۱ ۳؎ بقول حافظ شیرازی ؎

رضا بدادہ بدہ وز جبیں گرہ بگشای — کہ بر من و تو در اختیار نگشاد است

پندرہواں حج، سولہواں ذکر، سترہواں اصحاب معارف و ارباب حقائق کا صمت و سکوت، اٹھارہواں عزلت، انیسواں طریقت اور بیسواں ربط قلب اور ضبط نفس۔

"مسالک الاخیار" میں عرشی کا اسلوب نگارش سبک خراسانی اور سبک عراقی کے بالکل قریب ہونے کے باوجود بھی نرالا ہے۔ چونکہ عرشی طبعاً صوفی مشرب ہیں لہٰذا فطرتاً تصوف و عرفان ہی ان کا جان کلام ہے خدائے قادر کی وحدانیت اور اس کے لاشریک ہونے کے دلائل کو اسرار و رموز کے ساتھ اس طرح موثر انداز میں بیان کرتے ہیں ؎

آری الف ہست یکی و یکی — باہمہ اعداد بود بیشکی
ہر چہ ز اعداد مقرر شود — ہست یکی لیک مکرر شود
گر دو صد و چار است و گر صد ہزار — یافتہ یہ تکرار یکی اعتبار
گشتہ ز اللہ و رحمن عیاں — لیک ز نظارہ مردم نہاں[۱]

صوفیائے کرام راہ سلوک میں منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے علم و عقل دونوں کو مانع تصور کرتے ہیں اور اکثر صوفی شعرا کے یہاں دونوں موضوعات پر کثرت کے ساتھ اشارے ملتے ہیں عرشی نے ظاہری علم پر باطنی علم کی فضیلت کو جس طرح سے بیان کیا ہے اور باطنی علم کی برتری و فوقیت کو اصل الاصول مانا ہے، اس کا اندازہ ان اشعار سے ہو سکتا ہے ؎

علم نہ آنست کہ بر تن تند — علم ہمانست کہ بر دل زند
علم کہ بر تن تند آن مار ہست — علم کہ بر دل زند آں یار ہست

علم تو معلوم کہ خود تا کجاست — از سر بینی تو تا پشت پاست
علم کہ شد موجب کبر و غرور — ظلمت جان و دلت آید نہ نور[۲]

۱؎ مسالک الاخیار ص۔ ۱۹

۲؎ مسالک الاخیار ص۔ ۱۴۔ اقبال نے اس شعر کا نفس مضمون بھی یوں کہا ہے ؎

علم را بر تن زنی ماری بود — علم را بر دل زنی یاری بود

عرشی اور اقبال دونوں نے مولانا کی تقلید کی ہے مولانا نے کہا ہے ؎

علم ہای اہل دل حمال شان — علم ہای اہل تن احمال شان

گویا جس علم کا درس صرفی اپنے ان اشعار میں دیتے ہیں معرفت حق تعالیٰ کا زینہ قرار پاتا ہے لیکن اس معرفت کو حاصل کرنے کی غرض سے راہ سلوک پر گامزن ہونے کا سرمایہ ایک سالک کے ہاتھ فقط عشق ہے یہی وجہ ہے کہ سالک بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہے کہ خون جگر سے لبریز معرفت کا ساغر پی کر خدا کے ہی عشق میں مست و مدہوش رہے[1]

یارب از اندوہ خودم شاد کن   ملک دلم راز غم آزاد کن

بادہ ام از خون جگر بس بود   ساغرم اندیدۂ تر بس بود

عشق تو خواہم کہ بود کار من   ہم نفس و مونس و غمخوار من

عشق تو خواہم کہ بود دین من   ملت من کیش من آئین من[1]

معرفت کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اگر سالک کے ہاتھ میں معبود کی بے پناہ مہر و محبت اور عشق ہے تو سلوک کے مدارج طے کرنے کے لیے سالک ایک ایسے پیر و مرشد کی رہنمائی کا طالب ہے جو اس کو اس راستے میں بھٹکنے سے نجات دلا سکے یہی وجہ ہے کہ صرفی اپنے مرشد کی والہانہ محبت اور خدائی مرشد کو یوں بیان کرتے ہیں

بودہ ام اندر تگ و پو روز و شب   پای ز سر کردہ برای طلب

عاقبت از عالم غیبم ندا   آمد کای طالب راہ خدا

راہ نمائیکہ تو داری ہوس   ہست ہمین مرشد خوارزم و بس

جانب آن میکدہ او رہ راست   خاکروبش خوشتر از آب بقاست[2]

جب ایسے مرشد کی رہنمائی سے صرفی بہرہ ور ہو جاتے ہیں تو کبھی فلک کو زیر پا رکھ کر سراب میں آب حیوان ڈھونڈ کر اسے پیدا کرنے کی مساعی میں عمل پیرا ہو جاتے ہیں

بس کہ شدم مست شراب ورود   گشت مسادی رہ نزدیک و دور

بر فلک صد رنشاندم قدم   پای ز شادی بزمین کم زدم

گر ننمودی بر وشش قحط آب   آب خضر یافتمی از سراب

قائد توفیق مرا رہنما   شد سوی آن قبلۂ ارض و سما[3]

---

١ تحقیق مقالہ اکبر اور جہانگیر کے دور میں کشمیر کا فارسی ادب از محمد صدیق ص ٣٠٢

٢ مسلک الاخیار ص ١٠، ٣ مسلک الاخیار ص ١٥ کشمیر میں اکبر اور جہانگیر کے دور کا فارسی ادب ص ٣٠٣

٤ مسلک الاخیار ص ١٦

جب صرفی نے اپنے پیرِ طریقت کے روحانی کمالات کے طفیل تدریجاً تصوف کے منازل طے کیے اور عطار کے "سیمرغ" کا ادراک کرنے میں کامیاب ہو گئے تو دنیا کے ذرّے ذرّے میں اسے قدرت کے ہی جلوے نظر آئے۔ فطرت کے انگ انگ میں اسی کا راز مضمر دکھائی دیا اور لالے کی حنابندی میں قدرت کی ہی رعنائی نظر آئی۔ یہی وجہ ہے کہ صرفی کبھی عاشق وار اپنے سینے کو شرحہ شرحہ کرنے لگے اور کبھی پروانہ وار فطرت کے گلدستوں کو سینے سے لگاتے رہے اور عندلیب وار اپنی حساس طبیعت سے دردِ جگر کا موتیوں الفاظ کا جامہ پہنانے لگے۔

ای ز تو آموختہ معشوق ناز ۔ وی ز تو اندوختہ عاشق نیاز

در رخِ معشوق جمالت عیاں ۔ راز غمت در دلِ عاشق نہاں

سینۂ عشاق ز سوزت کباب ۔ دیدۂ معشوق ز مہرت پر آب

شمع کہ پروانہ صفت سوختہ ۔ آتشِ عشقت بدل اندوختہ

لیلیٰ از اندوہ تو مجنونِ عشق ۔ قیس ز سودای تو مفتونِ عشق

پیرہن گل بہوای تو چاک ۔ بلبلِ نالاں ز غمت دردناک

سنبل از اندوہ تو در پیچ و تاب ۔ در قدح لالہ می از خون ناب

لالہ کہ داغت بدلش جا گرفت ۔ از غم تو دامنِ صحرا گرفت[۱]

صرفی فصاحتِ کلام سے بخوبی آشنا ہیں اس لیے وہ مسلک الاخیار کے اشعار میں فصاحت کو کسی بھی طرح اثر انداز ہونے نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک فصاحت شعر و شاعری کی جان ہے اور یہی وہ ذریعہ ہے جو کلام کے موثر بننے میں مددگار ثابت ہوتا ہے لیکن صرفی کی نظر میں کلام کی استواری کے لیے تنہا فصاحتِ کلمہ یا کلام ہی ضروری ارکان نہیں بلکہ مفہوم و معنی کی استواری بھی اشد ضروری ہے گویا فصاحت اور مفہوم و معنی کی مضبوطی اور تخیل کی بلندی کلام کے ضروری اجزا ہیں فرماتے ہیں ؎

گر سخن لفظ نباشد فصیح ۔ کی بود آں نزد سخنداں صحیح

عاری از اسبابِ فصاحت سخن ۔ نزد خواست چو صورت ز تن

تن سخن و معنی خوش جان آں

غیر فصاحت نبود قوت جاں[۲]

••

۱؎ مسلک الاخیار ص ۱۷

۲؎ ایضاً ص ۱۸

جناب شاہ احمد حسین نعیمی سلونی
سلون، رائے بریلی

حضرت شاہ پیر محمد سلونی
کے
ملفوظات و مکتوبات

حضرت شیخ پیر محمد سلونی دسویں صدی ہجری کے آخر ۹۹۶ھ میں قصبہ سلون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم شیخ عبدالنبی جونپور سے ترک وطن کرکے سلون تشریف لائے اور یہیں اپنے سسرال اعزا کے اصرار پر مقیم ہوگئے۔ آپ کے اجداد فاروقی النسل ہیں اور سلسلہ نسب قاضی حمیدالدین ناگوری سے جا ملتا ہے۔ آپ کا نسب نامہ مندرجہ ذیل ہے۔

شیخ پیر محمد بن عبدالنبی بن ابوالفتح بن مولانا اللہ داد بن منّ اللہ بن شیخ بہاؤالدین جونپوری بن قطب اللہ بن شیخ مبارک بن شیخ احمد بن ابوالخیر بن نصراللہ بن شیخ محمود بن شیخ محمد بن قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ۔

دسویں صدی ہجری ہندوستان میں مغل حکومت کے عروج کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں اودھ کے قصبات کی بڑی اہمیت تھی اور ہر بڑے قصبے میں ایک مدرسہ اور خانقاہ تھی۔ سلون، مانکپور، امیٹھی، خیرآباد، جائس، ردولی، بلگرام وغیرہ اس عہد کے بڑے قصبات ہیں جہاں مدارس کے علاوہ خانقاہیں موجود تھیں، اور اس وقت کے سلاطین، امرا ان مدارس کے اساتذہ اور خانقاہوں کے مشائخ سے نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے۔

حضرت پیر محمد نے عمر کی ابتدائی منزلیں طے کرنے کے بعد حصول علم کی غرض سے مانکپور کا سفر کیا اور اسی کے لیے تمام مساعی وقف کر دیں یہاں تک کہ محنت و اشتغال میں اونچے درجے کو پہنچ گئے۔ قیام مانکپور کے زمانے میں ایک روز اپنے مدرسے کو جا رہے تھے کہ راستے میں شیخ عبدالکریم مانکپوری سے ملاقات ہوگئی۔ آپ مخدوم شیخ حسام الدین مانک پوری کی اولاد امجاد میں اور ان کی خانقاہ عالم پناہ کے سجادہ نشین تھے۔ شیخ عبدالکریم نے شیخ پیر محمد سے پوچھا "کون سی کتابیں پڑھتے ہو؟" کہا "ہدایۃ الفقہ اور تفسیر بیضاوی" شیخ نے فرمایا میرے پاس آجاؤ میں تم کو پڑھاؤں گا۔ لیکن شیخ پیر محمد چونکہ شیخ عبدالکریم کے مرتبہ علم و مقام سے واقف نہ تھے لہٰذا ان کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور سیدھے مدرسے چلے گئے۔ لیکن جب استاد سید احمد کی خدمت میں پہنچے تو نہ استاد پڑھانے پر قادر اور نہ شاگرد پڑھ سکے پھر پوچھا تو استاد جناب سید احمد نے شاگرد کو ہمراہ لیکر شیخ عبدالکریم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے معذرت و عفو کی درخواست کی۔

بعد ازاں شیخ پیر محمد سلونی چھ مہینے شیخ عبدالکریم مانکپوری سے وابستہ رہے اور ان سے باقاعدہ ہدایہ اور بیضاوی کا درس لیا اور ساتھ میں طریقت و سلوک سے بھی متمتع ہوئے۔

شیخ عبدالکریم نے شیخ پیر محمد کو تصوف و طریقت کی منزلیں طے کرانے کے بعد سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ میں خلافت خاصہ عطا فرمائی اور اپنے سگے بھتیجے شاہ بایزید کی موجودگی میں اپنا خرقہ، کلاہ اور سجادہ مخدومہ عطا فرمایا اور مندرجہ ذیل کلمات ارشاد فرمائے۔ ؎

تو گر کریم کہ از عالم جدا باشی	بہر جائیکہ باشی، ابدا باشی
ہمی خواہم کہ ہمچو خاک گردی	مگر در زیر پائے پاک گردی
ہزاراں درود و ہزاراں سپاس	کہ گوہر سپردہ بگوہر شناس

شیخ پیر محمد کو شیخ عبدالکریم مانکپوری، سلون میں اپنا قائم مقام کر کے خود مانکپور سے بنگال و آسام کی طرف تشریف لے گئے روانگی کے وقت جانشین کو دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

پیرن رسنا تھام کے کر مسکینی بھیس	بیٹھے پر تو تے رہیو سبھی تہار ادیس

۹۷۰ھ میں شیخ عبدالکریم کا انتقال ہوگیا۔ آپ کا جنازہ آسام کے قصبہ کامروپ سے مانکپور لایا گیا جہاں روضۂ حضرت شاہ حسام الحق قدس اللہ سرہ کے پائیں مدفون ہوئے۔ آپ کے انتقال کا قطعہ تاریخ "ذات اللہ" ہے

شیخ پیر سلونی ہندوستان کے مشہور مشائخ میں شمار کیے جاتے ہیں اور سلسلہ نظامیہ چشتیہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت اخی سراج (م ۷۵۸ھ) کے خلیفۂ خاص شیخ علاؤالحق گنج نبات (م ۸۰۰ھ) اور ان کے نامور فرزند و جانشین شیخ نور قطب عالم پنڈوی کے روحانی سلاسل کی عظیم ترین کڑی ہیں۔ آپ اپنے عہد کی نہایت موثر شخصیت تھے اور دعوت و ارشاد و تلقین میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ آپ کے وعظ و نصیحت اور توجہ خاص سے بے شمار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس دور میں سنیاسیوں کا ایک گروہ ہندوستان میں بار گشت کر رہا تھا۔ شیخ پیر محمد سے بھی ان کی گفتگو ہوئی شیخ نے ان سے پوچھا "تم کس کی عبادت کرتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا "ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔" یہ سنکر شیخ پیر محمد نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اس کی اچھائیاں بیان کیں جس سے متاثر ہوکر وہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ بہر حال شیخ پیر محمد سلونی نے عمر بھر تلقین و ارشاد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ آپ نے اپنے عہد کے تقریباً تین سو علما کی تربیت کا فریضہ انجام دیا جن میں سید عبدالستار علی پوری مولف نوادر کریمیہ، سید سعد اللہ سلونی، شیخ صوفی

شاہ اشرف سلونی، شیخ علاؤالدین سندیلوی، سید عبدالرحیم بریلوی، شیخ ابوالنجیب قلندر، امیٹھی شیخ معزالدین کرچوی بہاری اہم ترین حضرات ہیں۔ بادشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر کو شیخ پیر محمد سلونی کی نیکی، صلاح و تقوی کا علم ہوا تو ان کی خدمت میں اشتیاق ملاقات کا رقعہ بھیجا جو مندرجہ ذیل ہے۔

"سالک مسالک طریقت، واقف مواقف حقیقت، زاد عرفانہ، بعد اہدا اسلام مسنون خلاصۃ المرام آنکہ درین وقت بہت والا معروف بر استقبال تیرہ دکن است، از سید دا باید لت اقبال برائے ملاقات آن زبدۃ العارفین حضرات اگر خود برائے زیارت پیران خود کہ در دہلی آسودہ اند تشریف آرند استفادہ برکات از ملاقات آں ملکی صفات کردہ آید والسلام۔"

حضرت شیخ پیر محمد سلونی نے اس خط کا جو جواب ارسال فرمایا وہ مندرجہ ذیل ہے:

"شاہان دین پناہ، فقیر را این حوصلہ نماندہ، این دھقانی را با بزم سلطانی چہ کار؟ گاہے گاہے کسی از گدائے می آید، در کرم باز است و کرم ما نیاز است، کریمی دارم کہ چون گرسنہ می شوم بہ طعامی کنند، و چون عاجز می شوم بہ سامانی می کنند و چون گناہ کنم مہربانی، کریم مایوس باقی ہوں۔"

غیر معمولی استغنا اور شان فقر محمدی سے بھرپور اس خط کے ملنے کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کی عقیدت بہت بڑھ گئی جو بعد میں آپ کے خلفا اور آپ کی خانقاہ سے بھی قائم رہی۔ سلطان اورنگ زیب نے حضرت شیخ پیر محمد کی خدمت میں ایک گاؤں کا فرمان بھیجا جس میں لفظ "مدد معاش" کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ اس بات سے حضرت شیخ کے مرتبہ عالی کا پتہ چلتا ہے۔ ورنہ مغل عہد حکومت کے اکثر فرامین میں لفظ "مدد معاش" کا ذکر ملتا ہے اور ماسوائے اس فرمان کے شاذ و نادر ہی کوئی فرمان ایسا ہوگا جس میں "مدد معاش" کا ذکر نہ ہو۔

حضرت پیر محمد سلونی کی خدمت میں بھیجے جانے والے اس فرمان پر انگریزی میں ایک مقالہ ہسٹری کانگریس ۱۹۷۹ء منعقدہ والیٹر میں میرے چھوٹے بھائی سید ظہیر حسین جعفری نے پیش کیا تھا جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی آزاد لائبریری میں موجود ہے۔ ۱۰۹۹ھ میں محرم الحرام کی ۱۲ تاریخ کو نبوی کمالات کی حامل یہ ذات رفیق اعلی سے جا ملی اور اپنے پیچھے عشق و محبت، صدق و اخلاص، علو ہمت و عزیمت، خدمت خلق، ایثار و قربانی، بذل و عطا، تقوی و زہد، علم و معرفت کی روشن شمع خانقاہ سلون میں چھوڑ گئی۔ آپ کے خلفاء و جانشینوں نے اس شمع سے کئی شمعیں روشن کیں اور اس میں کامیاب رہے۔

حضرت پیر محمد سلونی نے اپنا خرقہ ولایت شاہ اشرف سلونی کو عطا فرمایا۔ آپ کے انتقال کی قطعہ تاریخ "ذات محمد" ہے۔

حضرت شیخ کے خلیفہ ارشد سید عبدالستار علی پوری نے آپ کے ملفوظات کا مجموعہ بزبان فارسی "فوائد کونین" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس میں چالیس مجالس ہیں اور فوائد الفواد کے طرز پر جمع کی گئی ہیں تقریباً ڈھائی سو صفحات پر مشتمل یہ نسخہ قلمی ہے۔ ایک نقل اس کی میرے پاس خانقاہ سلون کے کتب خانے میں ہے یہ دوسرا نسخہ پاکستان میں ہے۔ حضرت شیخ کی تعلیمات کا دوسرا مجموعہ "تذکرہ

کرمینگ کے نام سے سید عبدالستار صاحب حسن پوری نے مرتب کیا ہے۔ یہ نسخہ بھی قلمی ہے اور فارسی زبان میں ہے۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ پیر محمد سلونی نے اپنے عہد میں علماء حنفیہ کو جو خطوط لکھے تھے۔ اس کا ایک نسخہ قلمی میرے یہاں خانقاہ سلون میں ہے دوسرا نسخہ آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے حبیب گنج کلکشن میں ہے۔

ملفوظات اور تعلیمات کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے یہ بات بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ صاحب ملفوظ و مکتوب کی شخصیت کو پہلے سمجھنا چاہیے، ان کی نفسیاتی کیفیت سے واقفیت حاصل کی جائے، ان حوال و واردات کو سمجھنا چاہیے جو عام سطح کے انسانوں کو نہیں پیش آتے ہیں بلکہ اس خاص ذہنی و فکری آبگینے کو پیدا ہوتے ہیں جس کو پتھر سے کچلا جاتا ہے اور اس کی چمک گھسنے اور پسنے کے بعد ہی نمودار ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ مسئلہ خالص نفسیاتی بنتا ہے اور نفسیات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ حضرت صاحبان ملفوظ و مکتوب نہایت ذکی، ذہین، حساس اور نازک طبع ہوتے ہیں۔ مصائب و مشکلات ریاضات و مجاہدات سے ایک خاص قسم کی نفسیات وجود میں آتی ہے۔ جس کے ادراکات و احساسات کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہتے ہیں بلکہ اس کے اضطراب و بے قراری میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، چنانچہ اس خاص قسم کی نفسیات کا میلان جب علم کی طرف ہوتا ہے تب حکمت و دانائی اور رموز و نکات کے وہ گوہر نایاب نکال کر باہر لاتی ہے جو کیفیت و کمیت ہر لحاظ سے اہل علم کی سطح سے بلند و برتر ہوتی ہے۔ اور جب دعوت و تبلیغ اور وعظ و تلقین کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے تو اثر و تاثیر کے علاوہ محیر العقول کارنامے انجام پاتے ہیں جنھیں دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے ہیں اور کبھی اس کا میلان احساس برتری کی طرف ہوتا ہے تو اس کے اظہار میں ایسی ایسی تعبیرات اور تاویلیں سامنے آتی ہیں جن میں شرعی حدود و قیود کا بھی پاس لحاظ نہیں ہوتا ہے بلکہ توحید کے نازک مقامات تک سامنے آجاتے ہیں۔

قدرت کے اس نفسیاتی نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے مزاج کو طاقتور بنانے اور عام انسانی گروہوں کو فائدہ پہونچانے کے لیے اس کا وجود ناگزیر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تاریخ ان بلند و بالا شخصیتوں سے محروم رہتی جنھوں نے اپنے عظیم الشان کارناموں سے تاریخ انسانی کو زندگی اور تابندگی بخشی ہے لیکن تجربات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ خاص قسم کی نفسیات اپنے رجحانات میں ہمہ وقتی عدل و توازن نہیں برقرار رکھ سکتی ہے، یہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات ہے جن کے قول و عمل میں ہمیشہ عدل و توازن ملے گا۔

ہم عاجز و بے بضاعت انسان اتنا جانتے ہیں کہ جن صوفیا بزرگوں کی نفسیات اور ان کے ملفوظات زندہ ہیں انھوں نے انبیاء کے اسوہ حسنہ سے غذا حاصل کی ہے اور اس سے اپنی نفسیات کو پروان چڑھایا اور عالم انسانیت کو سنوارنے کی کوشش کی ہے۔

اب ہم فوائد کی پہلی مجالس میں سے ایک مجلس کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ العارفین نے فرمایا ہے کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملنے کے بہت سے طریقے ہیں اور سب سے بہتر طریقہ وصول موتوا قبل ان تموتوا کا ہے یعنی مرجاؤ قبل اس کے کہ تم کو موت آئے، یہ طریقہ تمام طریقوں کا جامع ہے۔ اس کلام شریف سے دس اصول نکلتے ہیں۔ اصل اول توبہ اور خطاء سے عزوجل کی جانب رجوع ہے۔ دوسری اصل زہد یعنی پرہیزگاری اور دنیا کی محبت اور اسکی چیزوں کی خواہشات کی محبت سے نکلنا اور بچنا ہے تیسری اصل توکل اور بے نیازی ہے اور وہ باہر آنا ہے اپنی طاقت اور قوت سے اور اپنے جملہ امور کو خالق کارساز کے سپرد کر دینا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ گناہوں سے بچنے اور عبادت کی قوت اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے یہ سچا توکل کرنے والوں کی غذا ہے۔ افوض امری الی اللہ یعنی میں اپنے جملہ کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں نیک لوگوں کا اسی پر بھروسہ ہے۔ ع خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

شعر دنیا اگر دہند نہ خیزم ز جائے خویش — من بستہ ام حنائے توکل بپائے خویش

چوتھی اصل قناعت ہے اور یہ خواہشات اور شہوتوں کو چھوڑ دینا ہے جیسا کہ موت آنے پر یہ سب چیزیں چھوٹ جاتی ہیں۔ پانچویں اصل عزلت یعنی گوشہ نشینی ہے۔ چھٹی اصل ملازمت الذکر ہے اور یہ اللہ کے سوا ہر چیز سے نکل جانا ہے جیسا کہ موت سے ہوتا ہے۔ "واذکر ربک اذا نسیت" یعنی جب تو اللہ کے سوا سب چیزوں کو بھول جائے تو اللہ کو یاد کر، ساتویں اصل توجہ الی اللہ بالکلیہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو چیز غیر اللہ کی طرف بلائے اس کو بھول جائے اور چھوڑ دے جیسا کہ موت کے ساتھ ہوتا ہے اور ماسوائے خدائے بزرگ و برتر کے کوئی چیز محبوب و مقصود نہ رہ جائے۔ "لا معبود الا اللہ لا مقصود الا اللہ لا مطلوب الا اللہ لا محبوب الا اللہ لا موجود الا اللہ لا الٰہ الا اللہ"۔ آٹھویں اصل صبر ہے اور وہ نفس کی لذتوں کو چھوڑ دینا ہے جیسا کہ موت سے ہوتا ہے۔ حضرت قدوۃ العارفین اس مقام پر ایک نکتہ تحریر فرماتے ہیں "اعلم ان الشہوات تصیر الملوک عبیدا والصبر یصیر العبید ملوکا الا تری فی قصۃ یوسف وزلیخا" یعنی خواہشات نفسانی بادشاہوں کو اپنا غلام بنا دیتی ہیں، اور صبر کی صفت یہ ہے کہ وہ غلام کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔ کیسی اچھی بات فرمائی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور" یعنی جس نے صبر کیا اور اپنے نفس کی لذتوں کو چھوڑ دیا اور معاف کیا تو یہ کام ہمت کے ہیں، قرآن مجید میں ایک اور دوسری جگہ فرمایا ہے "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ نویں اصل مراقبہ ہے اور وہ اپنی خودی سے نکل جانا اور رضا یعنی مولیٰ کی مرضی پر راضی ہو کر اپنی خودی کو ترک کر دینا ہے۔ یہ دہ اصول ہیں جن پر کاربند ہو کر وصال باری تعالیٰ حاصل ہوتا ہے۔ حضرت زبدۃ العارفین نے ایک دوسری مجلس میں فرمایا کہ گذشتہ مشائخ صوفیا نے ننانوے منزلیں سلوک کی قرار دی ہیں اور یہی اسمائے الٰہی کے اعداد ہیں اور جماعت چشتیہ اور بہشتیہ اور پاکیزہ خصلت والوں نے پندرہ منزلیں سلوک کی مقرر فرمائی ہیں اور اس فقیر نے تین منزلیں اختیار کی ہیں پہلی منزل

"حاسبوا قبل ان تحاسبوا" کا ہے یعنی اپنے اوقات کا حساب کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب مانگا جائے "یعنی روزِ قیامت"۔ دوسری منزل "من استوی یوماہ فہو مغبون" یعنی جس کے دو دن برابر رہے اور ترقی نہ کی وہ ٹوٹے اور گھاٹے میں رہا۔" تیسری منزل "عبادت الفقیر نفی الخواطر" ہے یعنی فقیر کی عبادت خطرات کا اشارہ ہے۔ انھیں اعمال سے سالک کا کام پورا ہو جاتا ہے اگر اللہ پاک چاہے گا۔ حضرت قدوۃ العارفین نے ان تین منازل سلوک کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا حق کے طلب کرنے والے کو تین کام ہیں۔ پہلے اپنا حساب خود کرنا چاہیے کہ اپنے اندر شرع کی منہیات اور قول و فعل میں نفس کی خواہش کی کوئی چیز نہ باقی رکھے۔ حاسبوا قبل ان تحاسبوا "حساب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ صبح سے سونے کے وقت تک جو کچھ کیے اور کرے یاد رکھے اور جو بات کہ خلاف شرع اور نفس کی خواہشات کی نظر آئے اسکو اپنے سے دور رکھے، چالیس روز تک اس طریقے پر مداومت کرے پھر حق تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔

دوسرے طریق کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ دین کے کاموں میں زیادتی کی کوشش کرے یعنی نماز، روزہ، نفل، تلاوت قرآن مجید، اور ذکر باری تعالیٰ زبان و دل سے جتنی انسانی طاقت ہو بجا لائے، چاہیے کہ چالیس روز تک اس پر مداومت کرے اور شکر بجا لائے "من استوی یوماہ فہو مغبون" چاہیے کہ ہر روز عبادت میں زیادتی کا قصد کرے۔ اس لیے کہ مشائخ کرام کے نزدیک دو روز کا برابر رہنا نقص ہے۔

تیسرے طریق تصفیۂ باطن کے متعلق فرمایا ہے کہ باطن کو غیر حق کے خطرات سے خالی کرنا ناگزیر ہے اگرچہ وہ خیالات اچھے ہی کیوں نہ ہوں اور اپنے اندر ظاہری و معنوی ذکر کو ثابت رکھے اور مراقبوں کے چلوں پر مداومت کرے تاکہ قرب خداوندی کے لائق ہو جائے اور اس کا شمار طالبوں کے زمرہ میں ہو اس لیے کہ طالب رضائے الٰہی کا کام بس اتنا ہی ہے اس کے بعد تعلق خداوندی اسی پر منحصر ہے۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین — بیشک اللہ محسنوں کے اجر ضائع نہیں کرتا

پاک خوردہ خدا وند گیر — گر چہ پلیدم زمن این پند گیر

خطرات کی نفی کے لیے حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں، ان اللہ خلق آدم علی صورتہ و من رأنی فقد رأی الحق۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے جس نے مجھ کو دیکھا پس اسے حق تعالیٰ کو دیکھا۔

گر نشان ذات خواہی صورت انسان ببیں — ذات حق را آشکارا اندر و پنہاں ببیں

مرشد طریقت کی صورت جو ظاہر شان دیکھی جاتی ہے وہ در حقیقت اللہ پاک کا دیدار ہے۔ مٹی اور پانی کے درمیان میں اور پھر حال نہانی میں جو ظاہر ہوتا ہے حق تعالیٰ کا دیدار ہے مٹی اور پانی کے پردے کے بغیر انسانی کی صورت اللہ پاک کے کمالات

کا مظہر ہے جیسا کہ شعر میں ہے ۔

مظہر تام غیر انساں نیست ۔۔۔ کہ بجہ کون را مسخر کرد

اللہ پاک کا پورا مظہر انسان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جس نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا ہے "ان الانسان سری وصفتی" انسان میرا بھید اور میری صفت ہے۔ یہ کلام قدسی ہے اور جو خوش قسمت کہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور قول و فعل و حال میں ان کی پیروی کرتا ہے۔ ان کے جمال کی روشنی اس کے دل کے آئینے میں چمک اٹھتی ہے اور ان کے چہرے کی رونق کی وجہ سے اپنے کو عین مرشد پاتا ہے۔ جو فیض و بخشش مشائخ کو پہونچتی ہے۔ طالب کو بھی پہونچتی ہے اور جو ذوق ان سے ظاہر ہوتا ہے طالب سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق کی بابت فرمایا ہے "ما صبّ اللہ فی صدری شیئاً الا صببتہ فی صدر ابی بکر ابن ابی قحافہ" (ترجمہ:۔ میرے سینے میں اللہ پاک نے جو کچھ ڈالا اس کو میں نے ابو بکر صدیق کے سینے میں انڈیل دیا ہے اور حضرت علی کے متعلق فرمایا ہے "انا مدینۃ العلم و علی بابہا"

بہر حال انسان کامل کو دیکھنے سے اللہ پاک کی یاد آتی ہے اور اولیاء اللہ کی نشانیوں میں یہ آیا ہے اذا رؤوا ذکر اللہ جب وہ دیکھے جائیں خدا یاد آئے۔ حضرت برہان العاشقین فرماتے ہیں اپنے ایک مکتوب میں کہ شیخ کی صورت کا مشاہدہ مجھ پر اس قدر غالب رہتا ہے کہ ان کی شکل کے علاوہ کوئی چیز آنکھوں کے سامنے نہیں آتی ہے۔ ۔

در ہر چہ نظر دارم غیر از تو نمی بینم ۔۔۔ غیر از کسے باشد حقا کہ محال است

جس چیز پر نظر ڈالتا ہوں تیرے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ تیرے سوا اور کوئی ہو خدا کی قسم یہ نا ممکن ہے۔

جناب قدوۃ العارفین الصوامع کریمہ میں فرماتے ہیں کہ شروع میں جب مرشد کی صورت پر نظر ڈالتا ہر طرف و مقام میں حاضر پاتا تھا۔ اسی وجہ سے بیتابی میں مبتلا ہو کر بھاگتا تھا اور کسی کوتے میں جا بیٹھتا تھا۔ وہاں بھی آنکھ کھولتا تو موجود پاتا تھا یہاں تک کہ اس حالت کو پہنچا کہ اگر آنکھ بند کروں تو موجود اگر آنکھ کھولوں تو مرشد کو موجود پاؤں۔

الصوامع کریمہ میں ایک دوسری جگہ جناب قدوۃ السالکین نے فرمایا کہ ایک طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ نے شغل برزخ کی تعلیم دی۔ وہ شغل اس پر ایسا ظاہر ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے وہ بیچارہ طالب آپ کی صورت شریفہ کے تصور میں وہیں بیٹھا رہا۔ لوگوں نے اس طالب سے کہا آنحضرت یہاں سے اٹھ کر چلے گئے ہیں، تم بھی اٹھو۔ اس نے کہا کہاں تشریف لے گئے؟ اب بھی میرے سامنے موجود ہیں۔ سبحان اللہ کامل و مکمل تعلیم کس قدر اثر رکھتی ہے اور جو بزرگان دین فنا فی الشیخ کے طریقے سے پورا حصہ پاتے ہیں اور لا موجود الا الشیخ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ وہ اسی منزل میں فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے جام نوش فرماتے ہیں۔

قطب العارفین جناب شاہ پیر محمد سلونی فرماتے تھے کہ شاہ من کریم من ماہ من کریم من معبود من کریم من مقصود من کریم من پیر من کریم من رسول من کریم حق۔ مقصود یہ ہے کہ پیر کی صورت میں مشغولی اس راستے میں اصل الاصول ہے اور خدائے عزوجل تک لے جانے والا ہے۔

ہر کس کہ کمال اولیا را نشناخت — وین نعمت خاص بے بہا نشناخت

پس شکر نگفت وحبِ ایشاں نگزید — میداں بہ یقین کہ او خدا را نشناخت

حضرت قدوۃ العارفین اپنی تعلیمات میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی ولایت کا خاص فرمان ہے۔ جس کو ذکر کی توفیق بارگاہ خداوندی سے دی گئی اسے ولایت کا فرمان عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:
"واذکر ربک اذا نسیت" "اس وقت اپنے رب کو یاد کرو جس وقت کہ اپنے نفس اور اللہ کے سوا ہر چیز کو بھلا دو) اور نفس کا بھلانا اس کی مخالفت کرنا ہے اور نفس کی مخالفت تمام عبادتوں کی سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "قد افلح من زکّٰھا" جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد مراقبہ کرے یعنی دل کی حفاظت کرے اللہ پاک کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ آئے ؎

پاسبانِ دل شو اندر کل حال — تا نیاید ہیچ دزد آنجا محال

(ہر حالت میں دل کی حفاظت کرو — تا کہ کوئی چور دل میں داخل نہ ہو سکے)

ہر خیال غیر حق را دزد داں — ایں ریاضت سالکاں را فرض داں

(اللہ کے خیال کے علاوہ ہر خیال کو چور سمجھو — ریاضت سالکوں کو فرض ہے)

حضرت پیر محمد سلونی نے صوفیائے کرام کو نصیحت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا جو بھی گفتگو کی جائے وہ لہو و لعب ہے اور جس خاموشی میں اس کا خیال نہ ہو وہ بیہودہ ہے۔ کبھی کریم کے ذکر میں کبھی کریم کے فکر میں بسر کر سکے تاکہ اللہ پاک کی طرف سے فیض ظاہر ہو سکے یہ چیز بیدار دل والے کو حاصل ہوتی ہے ؎

یک چشم زدن غافل از آں ماہ نباشیم — ترسم کہ نگاہے کند آگاہ نباشیم

اس چاند سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہتا ہوں کہ جس وقت میری طرف نظر کرے تو میں غائب رہوں اس مقام پر آگے چل کر حضرت قدوۃ العارفین فرماتے ہیں: "الرفیق ثم الطریق والموصل الی المطلوب ھو اللہ الکریم" یعنی پہلے ساتھی پھر رہنما پھر راستہ اور مطلوب و مقصود تک پہنچانے والا وہی کریم ہے ؎ چہ قدر راہ فنا ہموار است۔

فنا کا راستہ اتنا ہموار اور سیدھا ہے کہ اس پر آنکھیں بند کر کے بے خطر چل سکتے ہیں۔
مختصر یہ کلمات میں نے حضرت پیر محمد سلونی کے ملفوظات اور مکتوبات سے ملخص کر کے آپ حضرات کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔

ڈاکٹر یعقوب علی خاں
کوٹا، راجستھان

مولانا ضیاء الدین جے پوری کے ملفوظات

۱۔ فوائدِ ضیائیہ

فوائدِ ضیائیہ راجستھان کی مذہبی اور سماجی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس میں اٹھارہویں اور ۱۹ ویں صدی کے صوفیا کے گرانقدر اور دلچسپ حالات ملتے ہیں۔ اس میں صوفیا کی خانقاہوں اور ان کی سماجی زندگی سے متعلق بہترین معلومات ہیں۔

اس مخطوطہ میں شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، حب الٰہی، دیدارِ الٰہی، روح کی ماہیت، خدمتِ خلق اور جبر و اختیار کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ساتھ ہی موسیقی (سماع) اور پیر و مرید کے تعلقات پر بھی بحث کی گئی ہے۔

مخطوطہ ۱۰۲ مجلسوں پر منقسم ہے۔ یہ ایک نادر مخطوطہ ہے جو ابھی تک پردۂ خفا میں ہے۔ اس میں مولانا ضیاء الدین کے روحانی مرشد اور ان کے خلفا کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطہ کے مولف سید مہدی علی حسین ہیں جو مالدہ (بنگال) کے رہنے والے تھے اور مولانا ضیاء الدین کے شاگرد تھے۔ انہیں مولانا ضیاء الدین نے حکم دیا تھا کہ وہ ان کے اقوال اور ملفوظات کو نوٹ کر لیا کریں۔ مولانا خود اسے دیکھ لیا کرتے تھے۔ مولانا اسے کرامات کی کتاب بنانا نہیں چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ سید مہدی علی کے قلم پر سختی سے نگرانی رکھا کرتے تھے۔ آپ نے وقت کی قدر و قیمت پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ ایک درویش کی سب سے زیادہ قیمتی شے ہے جس سے اسے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ (ورق ۱۶)

مولانا کو اپنے پیر و مرشد سے شدید محبت تھی جس کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ جب کبھی مجلس میں گانے والے ان کے مرشد کی تعریف میں گانا گاتے تو آپ محویت کی عالم میں ایک ہی شعر کو بار بار گانے پر اصرار کرتے اور اپنے پیر و مرشد کی خوبیوں کے حصار میں گم ہو جاتے۔

مولانا کہتے ہیں کہ خدا جبار بھی ہے اور اس کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی وہ بڑا رحم دل اور معاف کرنے والا بھی ہے چنانچہ اس کی رحمتیں مسلسل انسان پر نازل ہوتی رہتی ہیں لیکن یہ دونوں باتیں جداگانہ انداز میں ساتھ ساتھ نازل ہوتی رہتی ہیں جس کی بنا پر ایک مومن بیک وقت امید و یاس اور خوف و رجا کی حالت میں رہتا ہے۔ (ورق ۱۹)

مولانا کی پاک اور فقیرانہ زندگی دینی اور سماجی معاملات میں سادگی، انسان دوستی، بے غرضی، محبت و خدمت

اور ذات پات اور اونچ نیچ جیسے مہلک نظام نے صدیوں سے اس ملک کو اپنے آپ میں جکڑ رکھا تھا ، مکمل اعراض کی بنا پر عوام کا اعتماد حاصل تھا۔

مولانا سماجی خدمت پر زور دیا کرتے تھے۔ آپ اپنے شاگردوں کو مشورہ دیا کرتے تھے کہ وہ جنگلوں کا رخ نہ کریں بلکہ سماج میں رہیں اور پریشان حال لوگوں کی کلفتوں اور مصیبتوں کے بوجھ کو برداشت کریں (ورق ۱۱۲، ۱۱۵ب)۔ ایک صوفی کو اپنی روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک اس ارادے سے پہنچنا چاہیے کہ وہ اپنے شاگردوں اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو مخفی علوم کی تعلیمات سے آراستہ کر سکیں۔ (۱۰۳)

مولانا اپنے یہاں آنے والوں کی بڑی عزت کرتے تھے اور مسلمانوں کو بالخصوص ان لوگوں کو جنکے ساتھ کسی نہ کسی حیثیت سے آپ کا کوئی تعلق تھا انسانیت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کا اپنے ساتھیوں اور احباب کے ساتھ ایسا ہی شفیقانہ تعلق تھا جیسا ایک ماں کا اپنے بچے کے ساتھ ہوتا ہے۔

چشتی سلسلے کے صوفیا کے نزدیک پیسہ کی حیثیت ایک آلائش کی ہے انکا کہنا ہے کہ آدمی کے پاس صرف وہ چیزیں ہونی چاہیے جو بالکل ضروری اور ناگزیر ہیں مثلاً ستر پوشی کے لیے کپڑے، بقیہ چیزوں کو بانٹ دینا چاہیے۔ ان کا قول ہے کہ اصل خوشی خرچ کرنے میں ہے نہ کہ جمع کرنے میں۔ (ورق ۱۹۰)

مولانا کا خیال تھا کہ دولت کو جمع کرنے کا مطلب خدا پر ایمان اور بھروسہ کی کمی ہے اور توکل کے اصول کی تردید ہے اقدام (۱۹۰۵-۱۹۵۵) جے پور اور ٹونک کے حکمراں مولانا کی خانقاہ کے مرید تھے۔ ٹونک کا نواب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اپنی ٹوپی تلوار مولانا کے قدموں میں ڈال کر آپ کا مرید ہوا تھا۔ مہاراجہ جے پور پرتاپ سنگھ کا صدر نشیں پجاری صوفیا پر ایمان رکھتا تھا چنانچہ وہ مولانا کی خدمت میں ہر دوسرے دن آیا کرتا تھا۔ (۲۱۰)

جب مولانا کا انتقال ہوا تو پورے جے پور شہر میں تین دنوں تک سوگ منایا گیا۔

○

۲- مرآۃ ضیائیہ

اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے چشتی سلسلے کی تاریخ میں مرآۃ ضیائیہ ایک اہم تصنیف ہے یہ مولانا ضیاء الدین جے پوری کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ مولانا ضیاء الدین جے پوری شیخ نظام الدین اورنگ آبادی جن کی کوششوں سے شمالی ہند میں سلسلہ چشتیہ کا فروغ ہوا کے روحانی خلیفہ شیخ فخر الدین دہلوی کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔

مرآۃ ضیائیہ کے مولف شیخ رحمت علی شاہ ہیں جنکے اسلاف حیدر آباد کے نوابوں کی فوجی ملازمت میں رہے تھے

رحمت علی مولانا کی روحانی شخصیت سے بہت متاثر تھے چنانچہ مولانا کے جے پور میں سکونت اختیار کرنے سے قبل ان کے پاس وہ دہلی آ گئے۔ یہ تالیف مولانا ضیا الدین کی خانقاہ میں مخطوطہ کی شکل میں محفوظ ہے۔ مولانا کی خانقاہ چہار دروازہ رام گنج جے پور میں ہے۔ میرے خیال میں مرآۃ ضیائیہ کا یہ واحد نسخہ ہے جو محفوظ ہے۔

اس مخطوطہ میں مولانا ضیا الدین کے حیات و آثار پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب نبی اکرم حضرت محمد صلعم سے ملتا ہے۔ مخطوطہ میں آپ کی تعلیم، حدیث، تفسیر، فقہ اور تصوف میں آپ کی گہرائی و گیرائی روحانی علم و عرفان کے اعلیٰ مدارج اور خدا تک پہنچنے، آپ کے شوق، شاہ فخر الدین کی شاگردی اختیار کرنے اور شاہ فخر الدین کی جانب سے آپکو سند خلافت عطا ہونے اور عشق الٰہی کی آگ کو روشن کرنے اور انسانیت کی خدمت کرنے کے لیے انہیں جے پور بھیجے جانے کی ساری تفصیلات درج ہیں۔ مزید اس میں اس بات کی تفصیل بھی درج ہے کہ شاہ فخر الدین اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت کس طرح کرتے تھے اور انہیں ممتاز صوفیا کی صف تک کس طرح پہنچا دیتے تھے۔ گرچہ مولانا ایک چشتی صوفی تھے تاہم انہیں اپنے استاد کی اجازت حاصل تھی کہ وہ نقشبندی، قادری اور سہروردی سلسلے سے تعلق رکھنے والوں کو بھی اپنے حلقۂ شاگردان میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس مخطوطہ میں مولانا کی بزرگی، انکے اکتسابات روحانی، ان کی پاکیزگی قلب، ان کی سادہ اور فقیرانہ زندگی، انکے توکل اور انکی خانقاہ میں آنے والوں کے ساتھ انکے مشفقانہ برتاؤ اور انکی بھرپور مدد کے بارے میں بھی اشارے ملتے ہیں۔ ساتھ ہی اس مخطوطہ میں یہ بھی درج ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو کس شفقت و محبت سے بلاتے تھے اور انہیں کس طرح عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے کی اور خدا پر بھروسہ کرنے کی ایسی صلاحیت و خوبی پیدا کرنے کی نصیحت فرماتے تھے کہ خدا کا قرب حاصل ہو سکے اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ کر دلی خوشی حاصل ہو سکے۔

اس مخطوطہ میں مولانا کے خانقاہ کی سماع کی مجلسوں کی تفصیلات بھی درج ہیں۔ آپ سماع پر اصرار کرتے تھے انکا کہنا تھا کہ سماع سننے والوں کے دل کو متاثر کرتا ہے اور ان میں محبت کا چراغ روشن کرتا ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں چشتی صوفیا کی روایت کی پابندی کی تھی چنانچہ ہر منگل اور سنیچر کو سماع کی مجلس منعقد کیا کرتے تھے۔

یہ کتاب عالم اسلام میں تصوف کے ارتقا کی تاریخ پر ایک اہم تصنیف ہے۔ راجپوتانہ کی سماجی اور تہذیبی زندگی پر ساتھ ہی حیدرآباد اور ٹونک کے نوابوں کی زندگی پر بھی بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے ایک اہم بات یہ ہے کہ اس میں اس رد عمل کا تذکرہ بھی ملتا ہے جسکا اظہار جے پور میں مولانا ضیا الدین کی سکونت پذیری کے نتیجہ میں غیر مسلموں میں ہوا۔

یہ تصنیف عہد وسطیٰ کے ہندستان کے علم و فضیلت کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ جو مضامین کی ہمہ گیری کے ساتھ ساتھ جامعیت کا بھی حامل ہے۔

(انگریزی سے تلخیص و ترجمہ)
(ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین خان) **

جناب قاضی اطہر مبارکپوری
مبارکپور اعظم گڑھ

اخبار الاصفیا

ہندوستان کے علماء و مشائخ کی مستقل سوانح نگاری کا سلسلہ آٹھویں صدی میں شروع ہوا، اور ان کے حلقہ میں ان کی طرف خصوصی توجہ کی گئی، امراء و سلاطین کی سرپرستی میں لکھی جانے والی تواریخ و طبقات کی کتابوں میں جن علماء و مشائخ اور دانشوروں کے حالات درج کیے گئے، ان کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے شاہی دربار سے تھا یا وہ غیر معمولی شخصیت رکھتے تھے ان کی سوانح نگاری میں احوال و ظروف کی رعایت ہوتی تھی اور ایک خاص نقطۂ نظر سے ان کے حالات درج کیے جاتے تھے، اس لیے ان کی شخصیت کے اصل خد و خال سامنے نہ آسکے، اور جب خود طبقۂ علماء و مشائخ میں تذکرہ نویسی کا ذوق پیدا ہوا تو بڑی حد تک یہ کمی پوری ہوگئی۔

چونکہ اس دور میں علم و دانش کے مقابلہ میں زہد و تصوف کا مزاج و رواج عام تھا، اس لیے دانش گاہوں اور مدرسوں پر خانقاہی رنگ چھایا ہوا تھا، اور تذکرہ نگاروں نے علماء کو بھی صوفیہ کے رنگ میں پیش کیا، اصحاب درس علماء اور دانشور بھی اس دور میں عام طور سے کسی نہ کسی روحانی سلسلہ سے منسلک ہوا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے اہل درس اور صاحب تصانیف علماء کے کارناموں اور خدمات اور ان کی درسگاہوں اور مدرسوں کی تفصیلات بہت کم سامنے آسکیں، اور صوفیہ و مشائخ کے احوال و افکار کشوف و کرامات اور ان کی خانقاہوں اور مزاروں کی تفصیلات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

ابتداء میں یہاں کے اہل علم و فضل کے حالات میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں شیخ محمد بن مبارک کرمانی متوفی ۷۷۰ھ کی سیر الاولیاء اور شیخ شعیب جمال منیری متوفی ۸۰۲ھ کی مناقب الاصفیاء قابل ذکر ہیں، شیخ وجیہ الدین بن سید نظام الدین نے ۹۲۶ھ میں ایک ضخیم کتاب مصباح العاشقین لکھی، نیز اس دور میں اور بھی کتابیں اسی موضوع پر مرتب کی گئیں، جن میں عام طور سے صوفیہ اور مشائخ کے احوال تھے، حتیٰ کہ دسویں صدی کے آخر میں شیخ عبدالحق محدث متوفی ۱۰۵۲ھ نے ۹۹۹ھ میں عالمانہ اور محققانہ انداز میں اخبار الاخیار تصنیف کی، اور شیخ عبدالقادر عیدروس گجراتی متوفی ۱۰۳۸ھ نے النور السافر عربی زبان

میں لکھی۔ لکھنا چاہیے کہ یہ دونوں کتابیں یہاں کے علماء کے حالات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار کے علاوہ مشائخ کے حالات میں دو اور کتابیں الانوار الجلیۃ اور زاد المتقین بھی لکھیں۔

ان کتابوں کے بعد گیارھویں صدی میں علماء و مشائخ کے حلقہ میں تذکرہ نویسی کا عام سلسلہ چل پڑا، اور متعدد علمی اور روحانی خانوادوں اور سلسلوں پر بہت سی کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ اسی دور میں شیخ عبدالصمد بن افضل محمد انصاری اکبرآبادی نے ۱۰۱۴ھ میں اخبار الاصفیا لکھی، شیخ محمد بن حسن غوثی شطاری نے ۱۰۲۲ھ میں گلزار ابرار لکھی، مرزا محمد صادق ہمدانی نے ۱۰۲۳ھ میں کلمات الصادقین لکھی، شیخ الہدیہ بن عبدالرحیم کیرالزی نے ۱۰۳۶ھ میں سیر الاقطاب لکھی، شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے ۱۰۴۵ھ میں مرآۃ الاسرار لکھی، نیز انھوں نے مرآۃ الولایت اور مرآۃ المداری لکھی، جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہاں نے ۱۰۴۹ھ میں مونس الارواح لکھی، شیخ غریب اللہ بن کبیر الدین احمد قادری نے ۱۰۷۰ھ میں ملفوظات قادریہ گجرات لکھی، مولانا شاہ ابوالفرح شاہ ابوسعید فاروقی نے ۱۰۷۵ھ میں تیر و شکر لکھی، شیخ نظام الدین احمد بن محمد صالح صدیقی نے ۱۰۶۵ھ میں کرامات الاولیاء لکھی، اسی زمانہ میں محمد دارا شکوہ متوفی ۱۰۶۹ھ نے سفینۃ الاولیاء اور سکینۃ الاولیاء لکھی۔ ان کتابوں کے علاوہ گیارھویں صدی میں بہت سے ارباب علم و فضل کے تذکرے مرتب ہوئے اور متعدد طرق و سلاسل میں علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھی گئیں۔ ذیل میں گیارھویں صدی کے ابتدائی دور کی ایک اہم کتاب اخبار الاصفیاء (فارسی) کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

اس کتاب کے مصنف شیخ عبدالصمد تیمی انصاری اکبرآبادی علم و فضل میں مجمع البحرین اور عجیب الطرفین بزرگ ہیں۔ شیخ عبدالصمد بن شیخ افضل محمد متوفی ۱۰۰۳ھ بن شیخ یوسف متوفی ۹۹۳ھ بن شیخ عبداللہ دانشمند متوفی ۹۳۶ھ بن شیخ یعقوب بن شیخ نصیر الدین تیمی انصاری اکبرآبادی کے آباء و اجداد علم و فضل اور مشیخت میں صف اول کے بزرگوں میں سے ہیں۔ شیخ نصیر الدین سلطان بہلول لودی کے ابتدائی دور سلطنت میں ملتان سے آگرہ آئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ وہ روحانیت و مشیخت میں علوئے مرتبت کے ساتھ صاحب جاہ، رئیس اور نامور عالم دین تھے، فقہ و فتاویٰ میں خاص مہارت و شہرت رکھتے تھے۔ شیخ عبدالصمد کے جد مادری شیخ مبارک بن خضر ناگوری متوفی ۱۰۰۱ھ ہیں اور ان کے صاحبزادے ابوالفیض فیضی اور ابوالفضل جیسے اہل علم و دانش اور فضلائے روزگار ان کے ماموں ہیں۔ ابوالفضل نے اپنے خواہرزادہ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی تھی۔

شیخ عبدالصمد نے کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ عنفوان شباب سے ان کو بزرگوں کے احوال و اقوال سے شغف تھا، وہ "پاک نہادان ہندوستان" کے حالات لکھنا چاہتے تھے مگر ادب مانع تھا، ایک صاحب دل متوکل بزرگ نے اس کی ترغیب بھی دی، اس کے باوجود حالات کی ناسازگاری اس کام سے مانع رہی یہاں تک کہ سلطان جہانگیر کی تخت نشینی ۱۰۱۴ھ کے وقت یہ کام شروع

ہوا اور جس کام کو دوسرے اہل علم اب البا سال میں انجام نہیں دے سکتے تھے مصنف نے تھوڑی مدت میں اسے پورا کر دیا۔ مصنف اس کتاب کو دانشوران دشوار پسند کے ذوق و معیار کے مطابق لکھنا چاہتے تھے، مگر چونکہ مقصود ذکر "احوال مشائخ ہندوستان" تھا اس لیے نگارش مدعا میں صرف "رنگ آمیزی انشا" پر اکتفا کیا اور اپنی نکتہ دانی و سخن طرازی" پر اعتماد نہ کرتے ہوئے ایسے صاحب کی تلاش میں رہے جو بعض سخن اور مزاج سنجی کو دیکھ کر "عبارات سقیم و معانی عقیم" کا علاج کرے مگر ناکامی رہی اس لیے خود ہی یہ کام بھی کیا اور "احوال پاکان ہندوستان" مرتب کر کے اس کا نام اخبار الاصفیا رکھا، ہندوستان کے بزرگوں کا تذکرہ اس داعیہ پر لکھا کہ جس قدر اولیا اتقیا اس اقلیم میں آسودہ خواب ہیں دوسرے شہروں میں ان کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خصوصاً "مصر السعادۃ" آگرہ میں جو چار دانگ ہندوستان کا مرکز اور مصنفِ کتاب کا وطن ہے۔

۹۹۹ھ میں دہلی میں شیخ عبدالحقؒ نے اخبار الاخیار تصنیف کی اور اس کے پندرہ سال کے بعد آگرہ میں شیخ عبدالصمد نے اخبار الاصفیا لکھی، دہلی اور آگرہ کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ دونوں مصنف معاصر بھی ہیں، عجب کیا ہے کہ اخبار الاخیار کے تتبع اور تاسّی میں اخبار الاصفیا لکھی گئی ہو اس کا انداز بڑی حد تک اخبار الاخیار سے ملتا جلتا ہے، دونوں کتابوں کے تقابلی مطالعے ہی سے اس کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ انداز بیان بڑا دلکش اور سادگی میں رنگینی لیے ہوئے ہے۔ دشوار پسندی سے بچنے کے باوجود انشا و عبارت میں لطیف رنگ آمیزی اور ہلکے پھلکے بدائع و صنائع کی آمیزش نے بڑا حسن پیدا کر دیا ہے، مناقب و فضائل کے ذکر میں عقیدت مندانہ غلو کے بجائے واقعیت ہے۔ پوری کتاب میں ۲۶۰ سے زائد علما و مشائخ کا ذکر ہے جن کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ تذکروں کی ترتیب زمانی ہے یعنی سنین کے اعتبار سے تقدم و تاخر ہے۔ ابتدا میں تبرکاً حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر خیر ہے اس کے بعد پہلا تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی متوفی ۶۳۳ھ کا اور آخری تذکرہ سید محمد بہاری متوفی ۱۰۱۵ھ کا ہے۔ اس کے بعد چند معاصر بزرگوں کے حالات ہیں۔ عام طور سے تذکروں میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ بعض تذکرے خاصے طویل ہیں۔ کئی اہم تذکروں میں صاحب تذکرہ کے بعض مکتوبات نقل کیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں فوائد الفواد اور بعض دوسری کتابوں کے حوالے ہیں اور عام طور سے "گویند" اور "منقول است" لکھ کر واقعات درج ہیں۔

اخبار الاصفیا کا میرا مملوکہ قلمی نسخہ متوسط سائز کے ۱۵۶ ورق یعنی ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے بخط فارسی ہر صفحہ میں پندرہ سطریں ہیں، خط مناسب ہے۔ اس کے کاتب اور مالک شیخ ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد بن محمد عبداللہ بن نظام الدین ہیں، تاریخ کتابت روز چہارشنبہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۱۶۰ھ بمقام ارکاٹ جنوبی ہند ہے۔

ڈاکٹر سید محمد عزیز الدین حسین
شعبۂ تاریخ، جامعہ ملیہ اسلامیہ
نئی دہلی

اسراریہ کشف صوفیا

اسراریہ کمال محمد سیدؔ واسطی کی تالیف ہے۔ کمال محمد سیدؔ واسطی نے اس کام کا آغاز اپنے شیخ خواجہ محمد عبید اللہ کے ایما پر کیا تھا۔ اس کی تکمیل میں ایک سال کا وقت لگا تھا۔ اس کا نسخہ نیشنل میوزیم دہلی کی زینت ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں اپنی سوانح سے متعلق کوئی زیادہ تفصیل نہیں دی ہے تاہم ورق ۸۶ ب پر اپنی زندگی کا ایک خاکہ دیا ہے جس کے مطابق اس کی پیدائش ۳ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء کو یعنی مغل بادشاہ اکبر کے زمانے میں ہوئی۔ مقام پیدائش کا تذکرہ نہیں دیا ہے۔ مؤلف کے والد کا نام سید مغل تھا۔ شجرۂ نسب میں جیسا کہ دستور تھا ماں کا نام درج نہیں کیا جاتا تھا چنانچہ کتاب کے آخر میں مؤلف کا جو شجرۂ نسب درج ہے اس میں مؤلف کی ماں کا نام نہیں ملتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ شجرۂ نسب میں ماں کا نام کیوں حذف کر دیا جاتا تھا؟ مؤلف کی بسم اللہ کی رسم ۱۶۱۱ء میں نو سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ رسم مہرولی (دہلی) میں خواجہ بختیار کاکی کے مزار سے متصل مسجد میں شاہ عالم کے ذریعہ ادا ہوئی۔ مؤلف نے ۱۶۱۳ء میں گیارہ سال کی عمر میں روزہ رکھا اور ۱۶۱۸ء میں سولہ سال کی عمر میں اپنے شیخ خواجہ محمد عبید اللہ سے اس کا تعلق پیدا ہوا۔ اپنے خاندان کا جو شجرہ مؤلف نے دیا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ اس کا نسب خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ مؤلف نے صرف سولہ سال کی عمر تک کا اپنا خاکہ دیا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔ اس نے پھر کیا کیا اور کہاں زندگی بسر کی۔

کمال محمد نے اسراریہ کی تالیف ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۷ء میں شروع کی یعنی اپنی عمر کے تقریباً ۵۵ ویں سال میں، مغل بادشاہ شاہجہاں کے دور حکومت میں۔ اس کی تکمیل ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب کے دور حکومت میں ہوئی۔

یہ تالیف ان صوفیا کے تذکرے پر مشتمل ہے جن سے مؤلف بلا واسطہ یا بالواسطہ واقف تھا۔ اس نے اس میں معاصر اور غیر معاصر سبھی صوفیا کو شامل کیا ہے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مؤلف نے صرف اپنے سلسلے کے صوفیا کا تذکرہ ہی نہیں کیا بلکہ چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندی اور دیگر سلسلے کے صوفیا کا تذکرہ بھی شامل کیا ہے۔ اس نے غیر مسلم صوفیا مثلاً نارائن بیراگی وغیرہ کا بھی تذکرہ شامل کیا ہے۔ ساتھ ہی اس تذکرہ میں صرف مرد صوفیا کے حالات ہی نہیں بلکہ صوفی عورتوں کے حالات بھی، کتاب کے آخری باب میں، شامل کئے گئے ہیں۔ اس میں تقریباً ۲۰۳ صوفیا کے حالات درج کئے گئے ہیں، جن کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) خواجہ محمد عبید اللہ (۲) خواجہ حسام الدین احمد (۳) شیخ قرشی (۴) شیخ اللہ داد (۵) شیخ حسین (۶)
خواجہ عبید اللہ (۷) خواجہ رحمت اللہ (۸) خواجہ نعمت اللہ (۹) خواجہ برکت اللہ (۱۰) خواجہ سلام اللہ (۱۱) خواجہ غلام بہاء الدین محمد (۱۲)

خواجہ عبد القدیر (۱۳) خواجہ محمد عاشق (۱۴) شیخ اللہ داد (۱۵) شیخ رستم (۱۶) شیخ مرتضیٰ (۱۷) حافظ جلال الدین (۱۸) سید محمد (۱۹) شیخ عبد الغفور
(۲۰) شیخ نعمت اللہ (۲۱) خواجہ محمد صادق (۲۲) خواجہ محمد قلیچ (۲۳) شیخ رفیع الدین (۲۴) میر محمد زاہد (۲۵) شیخ جعفر (۲۶) شیخ ہاشم (۲۷) شیخ ابا بکر
(۲۸) شیخ محمد طاہر (۲۹) شیخ موسیٰ (۳۰) شیخ عثمان (۳۱) شیخ محمد سعید (۳۲) شیخ محمد معصوم (۳۳) شیخ محمد یحییٰ (۳۴) سید قطب الدین (۳۵) محمد
صادق (۳۶) حافظ صادق (۳۷) شیخ بیکاری (۳۸) شیخ حی (۳۹) خواجہ محسن (۴۰) خواجہ عبد السلام (۴۱) خواجہ حاجی (۴۲) خواجہ ابو الخیر (۴۳)
خواجہ فولاد (۴۴) شاہ منیر (۴۵) خواجہ لالوئی (۴۶) شیخ جلال (۴۷) سید نظر محمد (۴۸) شیخ عبد الحق (۴۹) مولانا شبیر محمد (۵۰) شیخ
عبد اللہ (۵۱) شیخ پیر (۵۲) شیخ قطب عالم (۵۳) خواجہ محمد (۵۴) خواجہ عبد الرزاق (۵۵) محمد شریف (۵۶) شیخ محمد یوسف (۵۷) شیخ
عبد الوہاب (۵۸) شیخ عبد الرحمان (۵۹) شیخ عبد السلام (۶۰) خواجہ سراج الدین (۶۱) خواجہ جمال (۶۲) شیخ نور الحق (۶۳) مولانا حسن
(۶۴) محمد حافظ (۶۵) شیخ سلیم (۶۶) شیخ معظم (۶۷) شیخ جلال (۶۸) شیخ بہاء الدین (۶۹) مولانا عوض وجیہ (۷۰) میر ابراہیم
(۷۱) شیخ بدیع الدین (۷۲) شیخ آدم (۷۳) شیخ وجیہ (۷۴) شیخ عثمان (۷۵) شیخ عثمان (۷۶) شاہ بدیع الدین (۷۷) شیخ عبد المجید
(۷۸) شیخ رکن الدین (۷۹) شیخ امین (۸۰) شیخ وزیر محمد (۸۱) شیخ شاہ محمد (۸۲) شیخ شاہ محمد (۸۳) شیخ جالو (۸۴) شیخ شاہ محمد (۸۵)
شیخ احمد (۸۶) شیخ صالح (۸۷) شیخ حبیب (۸۸) شیخ عبد الوہاب (۸۹) شاہ حسین (۹۰) شیخ سراج الدین (۹۱) سید غلام محمد (۹۲)
میر اخلاص (۹۳) میر محمد مراد (۹۴) شیخ حاجی محمد (۹۵) شیخ ابو القاسم (۹۶) سید محمد (۹۷) سید محمد (۹۸) میر محمد جان (۹۹) حافظ صالح
(۱۰۰) سید محمد (۱۰۱) سید محمد (۱۰۲) میر ابراہیم حسین (۱۰۳) شیخ اشرف (۱۰۴) خواجہ محمد محسن (۱۰۵) شیخ جلال (۱۰۶) سید عظمت اللہ
(۱۰۷) شیخ فاضل (۱۰۸) شیخ عبد الکریم (۱۰۹) شیخ تاج الدین (۱۱۰) شیخ جمال (۱۱۱) ابو رضا (۱۱۲) شیخ محمد (۱۱۳) شیخ یار محمد (۱۱۴) شیخ
کریم اللہ (۱۱۵) شیخ قاسم (۱۱۶) شیخ اللہ بخش (۱۱۷) حاجی میر دوست (۱۱۸) میر جنید (۱۱۹) شیخ دوست (۱۲۰) میر صالح (۱۲۱) شیخ جان محمد
(۱۲۲) سید یوسف (۱۲۳) شیخ عیسیٰ (۱۲۴) شیخ حسن (۱۲۵) شیخ حسین (۱۲۶) شیخ جلالی (۱۲۷) عبد الوحید (۱۲۸) شیخ محمود (۱۲۹) شیخ
بہاء الدین (۱۳۰) شیخ اسماعیل (۱۳۱) سید حمزہ (۱۳۲) شیخ احمد (۱۳۳) شیخ عبد الرحیم (۱۳۴) محمد تقیم (۱۳۵) شیخ عبد الوحید (۱۳۶) شیخ
ابدال (۱۳۷) شیخ محمود (۱۳۸) شیخ عیسیٰ (۱۳۹) عبد اللطیف (۱۴۰) سید ابا یزید (۱۴۱) سید شرف الدین (۱۴۲) شیخ عبد الحکیم (۱۴۳) شیخ
طیب (۱۴۴) شیخ فتح اللہ (۱۴۵) غوث عالم (۱۴۶) شیخ حسین (۱۴۷) طاہر (۱۴۸) شیخ دوست (۱۴۹) شیخ داؤد (۱۵۰) شیخ فرخ
(۱۵۱) شیخ بایزید (۱۵۲) سید ضیاء الدین (۱۵۳) شیخ عبد العزیز (۱۵۴) سید شاہ محمد (۱۵۵) شیخ محمد (۱۵۶) محمد صالح (۱۵۷) عبد الوہاب
(۱۵۸) ابو الکلام (۱۵۹) شیخ مصطفیٰ (۱۶۰) شیخ ابراہیم (۱۶۱) شیخ ابراہیم (۱۶۲) شیخ نور محمد (۱۶۳) شیخ نور محمد (۱۶۴) شیخ عبد الوحید (۱۶۵)
شیخ عطا محمد (۱۶۶) شیخ حمید الدین (۱۶۷) شیخ نظر علی (۱۶۸) شیخ حسین محمد (۱۶۹) شیخ شاہ علی (۱۷۰) خواجہ عطاء اللہ (۱۷۱) شیخ محمود (۱۷۲)
شیخ عبد الرحیم (۱۷۳) شیخ بایزید (۱۷۴) شیخ حبیب محمد (۱۷۵) شیخ قاسم محمد (۱۷۶) شیخ محمد (۱۷۷) شیخ جان محمد (۱۷۸) شیخ کریم محمد

(۱۷۹) شیخ محمد (۱۸۰) شیخ پیر محمد (۱۸۱) شیخ حاتم (۱۸۲) عبداللطیف (۱۸۳) سید غریب (۱۸۴) سید صادق (۱۸۵) شیخ ابو تراب (۱۸۶) شیخ فیروز (۱۸۷) شیخ رفیع (۱۸۸) شیخ بدرالدین (۱۸۹) درویش جھول (۱۹۰) شاہ جھواتی (۱۹۱) شاہ دولہ (۱۹۲) شاہ جمال گیر (۱۹۳) شیخ الہ بندہ (۱۹۴) شاہ پدیہ (۱۹۵) بھیکا (۱۹۶) نارتن بیراگی (۱۹۷) شاہ آدم (۱۹۸) شیخ منی (۱۹۹) بی بی سائتی (۲۰۰) بی بی جیلی (۲۰۱) بی بی راجی (۲۰۲) بی بی فقیرا (۲۰۳) بی بی جمال۔

اس مخطوطہ میں ان صوفیا کے حالات درج کیے گئے ہیں جو درج ذیل قصبات سے تعلق رکھتے تھے: سنبھل، حسن پور، امروہہ، سرسی، سہارنپور، مرادآباد، بلگرام، دہلی، فرخ آباد، میرٹھ، گڑگاؤں، بریلی، بچھرا، گوپامئو اور سندیلہ۔

اس تالیف میں صوفیا کے تفصیلی حالات درج ہیں، کہاں کہاں گئے، کن کن لوگوں سے ان کا تعلق رہا، کن کن قصبات میں انھوں نے درس و تدریس کے فرائض انجام دیے، ان کے شاگردوں کا نام کیا تھا اور ان کے مرید کون کون تھے۔ چنانچہ اس مخطوطے سے عہد سنبھل کے ان مراکز کی تاریخ و ترقی کے مطالعے میں کافی مدد ملے گی۔ مخطوطے کے آخر میں امر تے حاتم سنبھلی کے ان اشعار کو نقل کیا ہے جو انھوں نے اس شہر کی تعریف میں کہے تھے۔ انھوں نے سنبھل کو دہلی اور بخارا سے تشبیہ دی ہے۔ انھوں نے سنبھل کے ۱۸۱ صوفیا کے حالات لکھے ہیں۔ میرے خیال میں سنبھل کے اتنے صوفیا کا تذکرہ کہیں اور نہیں ملے گا۔

مخطوطہ ۳۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ مخطوطہ کا سائز ۱۰×۸ ہے۔ ہر ورق پر ۲۱ سطریں ہیں۔ کتابت خط شکستہ میں ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں، اس لیے ایسا لگتا ہے کہ یہ مولف کا خود نوشت نسخہ ہے۔ مخطوطات کے کیٹلاگ میں اس سلسلے میں خاموشی اختیار کی گئی ہے۔

اہم سلسلہ صوفیا پر اور عہد وسطی کے صوفی تحریک کے مراکز پر تو مواد مل جاتے ہیں لیکن اس مخطوطہ میں علاقائی یا مقامی نوعیت کے اہم صوفیا اور اہم مراکز پر روشنی ڈالی گئی، اس لحاظ سے اس مخطوطے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

●● (انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)

ڈاکٹر محمود اشرف
[illegible]
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکتوبات سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانی
کا
ایک نادر قلمی نسخہ

مخدوم صاحبؒ کے مکتوبات گرامی کا مطالعہ تصوف اور تعلق مع اللہ کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس میں صوفی کے قلب کا سوز و گداز بھی ملتا ہے اور تحقیق و تدقیق کی چاشنی بھی۔ خط کا بڑا حصہ اسی موضوع کی توضیح و تشریح پر مبنی ہے۔ اس میں تصوف کے باریک مسائل کو اپنے طور پر بھی سمجھایا گیا ہے اور علمائے وقت کے تقاضے پر بعض صوفیہ کی دقیق باتوں اور ان کے مشکل اشعار کی متعدد گتھیاں بھی کھولی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو مخدوم صاحبؒ نے جو خط تحریر کیا ہے وہ دراصل ان کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ فصوص الحکم میں فرعون کے بارے میں جو اشارات ملتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے۔ یہ خط طویل بھی ہے اور استدلال کا بہترین نمونہ بھی۔ اسی طرح قیام الدینؒ کے جواب میں جو خط مرقوم کیا گیا ہے اس کا عنوان ہے "در حل ابیات مشکلہ بتطبیق ارباب تصوف و اصحاب تعرف"۔ غرض خاصی تعداد میں ایسے خطوط ملتے ہیں جو علمائے وقت کی طرف سے تصوف سے متعلق اٹھائے گئے اعتراضات یا اشکالات کے جواب میں ہیں۔ اس سے اس مخطوطہ کی علمی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔

تعارف مصنف

مخدوم سید اشرف جہانگیرؒ کی ذات ستودہ صفات مجموعہ کمالات تھی۔ آپ اپنے وقت کے جدید عالم، پائے کے محقق اور اعلیٰ درجہ کے صوفی تھے۔ مورخین نے ان الفاظ میں آپ کی صفات کو رقم کیا ہے:

"آپ یگانۂ روزگار تھے، شان رفیع، ہمت بلند، کرامات وافر کے مالک تھے۔ سلطان المشائخؒ کے بعد شیخیت اور ولایت کے سلسلہ کو آپ نے از سر نو زندہ کیا۔ حقائق بیانی میں آپ کلام الٰہی، احادیث نبوی، اقوال مرتضوی اور اصحاب کرام کے ترجمان تھے۔" (مرآۃ الاسرار)

گلزار ابرار کے مصنف محمد غوثی شطاری تحریر فرماتے ہیں:

"کشف و کرامات اور منازل و مقامات کے آپ مالک تھے۔ آپ کے بیان سے عرفان کا آب حیات بہتا

تھا اور آپ کے دل سے شوق و محبت کی آگ کے شعلے اٹھتے تھے۔" ([illegible])

ملک محمد جائسی فرماتے ہیں:

"در صدی تحقیق است محمد جی صلعم دو کس بہ سبب ترک سلطنت بر جمیع اولیاء اللہ فضیلت دارند حضرت سلطان العارفین ابراہیم بن ادھم و سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی" (اشرف سمنانی شمیم اشرف)

آپ کا نام سید محمد اشرف یا سید اوحد الدین اشرف لقب جہانگیر تخلص اشرف تھا اور شہرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کے نام پائی۔ جائے ولادت سمنان (ایران) تاریخ پیدائش ۷۰۹ھ جائے وفات روح آباد کچھوچھہ (فیض آباد یوپی) سال وصال ۸۰۸ھ یا ۸۳۲ھ کے قریب قریب۔

تعلیم حافظ قرآن، قاری قرأت سبعہ، عالم معقول و منقول۔

تربیت اس مبارک کام میں تین اکابر صوفیہ کا نام سر فہرست ہے۔ ۱۔ شاہ علاؤ الدین علاء الحق پنڈوی [illegible] ۲۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔ ۳۔ میر سید علی ہمدانی۔

بیعت و خلافت شاہ علاء الحق کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے وہیں خلافت میں جہانگیر کا لقب عطا ہوا تھا البدیہہ آپ نے یہ شعر کہا ہے

مرا از حضرت پیر جہاں بخش　　خطاب آمد اے اشرف جہانگیر

تصنیف و تالیف نزہۃ الخواطر جلد ثالث میں ۲۴ کتابوں کا نام بنام ذکر ملتا ہے شمیم اشرف نے اشرف سمنانی نامی کتاب میں ۲۹ کتابوں کا ان کے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

تفسیر قرآن اور بحشیہ فصوص الحکم کی شرح، مجموعہ حضرت کا ایک دیوان مرآۃ الحقائق کنز الدقائق وغیرہ تصانیف ہیں مختصر رسائل بھی ہیں اور ضخیم کتابیں بھی ان میں سے کچھ موجود ہیں کچھ نایاب۔

مکتوب گرامی مکتوبات کا یہ مجموعہ جناب سید شاہ ظفر الدین اشرف سجادہ نشین درگاہ کچھوچھہ شریف کے ذاتی ذخیرہ میں موجود ہے۔ وہیں اس کے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ پورا مجموعہ مقدمہ، مکتوبات اور مرتب کے گراں قدر اضافات پر مشتمل ہے۔ ان اضافات کا تعلق تاریخ انساب اور اسماء الرجال سے ہے۔

مقدمہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس کی ترتیب و تدوین کا کام دو اصحاب کے ہاتھوں مختلف اوقات میں ہوا ہے۔ اس کے جامع اول حضرت نظام الدین یمنی جو خلیفہ و مرید حضرت اشرف جہانگیر تھے۔ اس کام سے فراغت پر آپ نے جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر یہ ہے ع چو مکتوبات عرفاں جمع کردہ بہ تاریخش مکتوبات [illegible]

مکتوبات کے جامع ثانی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے جانشین اول حضرت حاجی شاہ عبدالرزاق صاحبؒ تھے۔ آپ نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر اس طرح ہے ؎

مصرعہ: چوں مکتوب ثانی یافت ترکیب — پے تاریخ مکتوبات آمد — ۸۶۹ھ

گویا پہلی بار اس کی ترتیب و تدوین مخدوم صاحبؒ کے حیات میں اور دوسری بار آپ کی رحلت کے بعد شاہ عبدالرزاقؒ کی وفات سے صرف چند سال پہلے ہوئی۔

مقدمہ میں ۱۲۸ مکتوبات کی مکمل فہرست موجود ہے ساتھ ہی نمبر شمار مکتوب الیہ کا نام اور خط کے موضوع کو بھی درج کر دیا گیا ہے۔ فہرست اس انداز میں رقم کی گئی ہے۔

مکتوب پانزدہم بجانب شیخ الاسلام گجراتی از خلفائے اثنا عشریہ مشتمل بر بیرون سالک در راہ حق و آراستن خود را بکار ملحق از طہارت ظاہر و باطن و مشغول در راہ سلوک و نوعے از اذکار و دیدن انوار اگرچہ از وضوء او باشد۔ خط کے مضمون کے اعتبار سے عنوان مفصل بھی ہے اور مختصر بھی جیسے مکتوب بست سوئم در جواب نامہ سلطان ابراہیم کہ استفسار معنی بیت حضرت امیر خسرو دہلوی کردہ اند۔

مکتوبات کے اختتام پر مرتب ثانی کے قلم سے جو اضافات ملتے ہیں، مقدمہ میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے اور فہرست بھی دی گئی ہے چنانچہ مرتب ثانی شاہ عبدالرزاقؒ تحریر فرماتے ہیں "در مکتوبات از خاتمہ ... حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کہ از پرتو ولایت غوثیہ صادر شدہ بندہ را در آں تصرفے نیست اما ہر جا کہ سلاسل مشائخ و دوائر اکابر ... و ذکر الانساب و طبقات ملوک مذکورہ بعد از تتبع و پیروی کتب صوفیہ و رسائل طائفہ تخصیص در لطائف و تواریخ چنانچہ طبری و طبقات ناصری و امثالہا یافت در دوائر و جدول درج کردہ۔ اگر در دریافت قلم سہوے رفتہ باشد قلم اصلاح دریغ ندارند" حاصل کلام یہ نکلتا ہے کہ مکتوبات کی حد تک کوئی تصرف نہیں کیا گیا ہے۔ نیز اپنے اضافات میں مرتب نے اپنے ماخذ کو بھی بیان کر دیا ہے۔

اضافات کی فہرست جو خود مرتب نے تحریر کی ہے اس کی تلخیص درج ذیل ہے۔

"خاتمہ مشتمل بہ اندراج سلاسل مشائخ و اندراج اسامی رواتح بہ تفصیل و دوائر ملوک مجدول و تواریخ از زمان کیومرث تا فرمان خواجہ رشید الدین کردہ ..... سلاسل اولیاء روزگار از خلفائے راشدین الی یوم الآخر ساختہ ... تتمہ مشتمل بر ذکر الانساب تکملہ بہ اسماء حضرت انبیاء مرسلین و اولو العزم تا خاتم النبیین صلعم و ذکر حکماء پیش از بعث علیہ السلام تا اسامی خلفاء الراشدین والتابعین و تبع التابعین و خلفائے بنو عباسیہ و بنو امیہ۔"

گویا اس اضافے کا زیادہ تر تعلق تاریخ انساب اور اسماء الرجال سے ہے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

سوانح کے ضمن میں خود مخدوم صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی، سفر کے واقعات مع تصانیف کا ذکر نیز کچھ اس طرح آ گیا ہے کہ کتاب کب اور کن حالات میں لکھی گئی کچھ روشنی اس پر بھی پڑتی ہے چنانچہ مرتب نے لکھا ہے کہ "فتاویٰ اشرفیہ میری درخواست پر تحریر کی گئی"۔ مخدوم صاحبؒ کی تصانیف کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے۔

"القصہ در ہر علم حضرت قدوۃ الکبریٰ را تالیفات مخصیص در علم تصوف۔"

اس سے یہ پہلو نکلتا ہے کہ مخدوم صاحبؒ کی یہ پہلی مرتب سوانح ہے جسے آپ کے جانشین اول نے قلمبند کیا۔

کتاب کے آغاز میں ایک طویل نظم ہے جو سوز و گداز سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں مخدوم صاحبؒ کی جدائی کو درد بھرے انداز میں رقم کیا گیا ہے۔ اس کے تین اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کجاست تخت سلیمان کہ بر ہوا میرفت — نشاں نماند بعالم کلاہ دارا را

اگرچہ دین و دل و عمر صرف تو کردم — نہ قدر بیش تو شد ایں متاع اعلیٰ را

کنوں جاں است بلب آرزوے دیدار است — کہ دیدن تو کند دفع کہنہ غم ما را

یہ مخطوطہ[1] ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سجادہ نشینوں کی ملکیت رہا ہے کیونکہ کتاب کے آخر میں تملیک کی جگہ یہ تحریر ملتی ہے "مالک مکتوب شریف ہذا فقیر حقیر سید حسین ....." آگے اسی قلم میں تحریر ہے کہ: "خطائے رفتہ در کتاب صحیح گشت کہ اوحد الدین اشرف بن ابراہیم شاہ۔ پھر مخدوم صاحبؒ کا پورا شجرہ درج کیا گیا ہے۔ اس کے آگے پھر اسی قلم میں یہ تحریر ملتی ہے "نسب نامہ حضرت قدوۃ الکبریٰ شاہ حاجی عبد الرزاقؒ" اس ضمن میں ان کا مکمل شجرہ قلمبند کیا گیا ہے۔

حضرت شاہ حسینؒ تملیک میں جن کا ذکر آیا ہے یہ حضرت شاہ عبد الرزاقؒ کے جانشین تھے۔ اغلب یہ ہے کہ آپ کی جانشینی کے بعد یہ گرانقدر مخطوطہ انھیں وراثت میں ملا ہوگا۔ اور اب بھی یہ سجادہ نشین کی ملکیت ہے۔ اگر یہ تخمینہ صحیح ہے تو اس مخطوطہ کی قدامت پانسو سال سے زیادہ تر ہوتی ہے کیونکہ شاہ عبد الرزاقؒ کا وصال ۸۷۲ھ میں ہوا تھا۔ اس کے بعد ہی شاہ حسینؒ جانشین قرار پائے۔ گویا یہ مجموعہ تین اکابر وقت کی بیش قیمت تحریر کا ایک دلکش مرقع ہے۔

مکتوبات پر محمد غوث شطاری کا تبصرہ

آپ کے مکتوبات بھی ہیں جن میں درویش مسلک کی حقیقتیں اور دقیقے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں عرفان کی کوئی ایسی گفتگو ہے اور ولولہ پیدا کرنے والی کوئی ایسی باتیں ہیں جو ہر ایک مکتوب کی سطر سطر میں نہیں ہیں ادا کرے یہ مکتوبات دوستوں کے مطالعہ سے گذرے ہیں۔ (اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار لاہور ص ۱۴۵)

---

[1] بارہ مکتوبات طبع و بدیہ احمدی لکھنؤ سے ۱۳۰۰ھ میں طبع ہو چکے ہیں۔

مکتوب شریف کا ایک اقتباس

اے عزیز پیش از انکہ تغافل کردن و حیات دنیا مغرور شدن نہ دلیل سعادت بود مگر خطاب ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ بگوش جان تو نرسیدہ است من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا ہیچ خوف نہ داری و از تہدید اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون ہیچ اندیشہ نمی کنی و از تہدید من کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا و ما لہ فی الآخرۃ من نصیب ہیچ یاد نمی آری فاما من طغیٰ و آثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ہی الماویٰ ہیچ انتباہ نمی گیری.... بلسان صدق و اخلاص بر خواں کہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموٰت حنیفا تا انفاس اسرار وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفو عن السیأت از خزائن الطاف ان اللہ غفور الرحیم بر تو منکشف شود....

پروفیسر ولی الحق انصاری
شعبۂ فارسی
لکھنؤ یونیورسٹی

ملا شاہ اور انکی مثنویاں

ملا شاہ بدخشی مشہور بزرگ میاں میر (م ۱۰۴۵ھ) کے شاگرد تھے۔ یہ وہی میاں میر ہیں جنھوں نے گولڈن ٹیمپل (Golden temple) کی بنا ڈالی تھی اور جو دارا شکوہ کے روحانی رہنما و استاد تھے۔

بحر زخار کے مطابق ملا شاہ کے والد کا نام قاضی عبدی تھا لیکن اپنی ایک مثنوی میں آپ نے اپنے والد کا نام عبد احمد اور والدہ کا خاتون لکھا ہے۔ بدخشاں سے آپ کشمیر آئے اور یہاں تین سال قیام کر کے لاہور چلے گئے جہاں آپ نے شاہ میر کی شاگردی اختیار کی اور پھر ان کے ممتاز ترین خلیفہ بن گئے۔ لاہور کی آب و ہوا آپ کو راس نہ آئی لہذا آپ کے پیر نے اپنی زندگی ہی میں انھیں چار ماہ لاہور میں اور موسم بہار کے آغاز سے آٹھ ماہ کشمیر میں رہنے کی اجازت دیدی تھی۔ شاہ میر کے انتقال کے بعد وہ مستقل طور پر کشمیر میں سکونت پذیر ہو گئے جہاں ہری پہاڑ پر دارا شکوہ نے ان کیلیے ایک عمارت بنوا دی تھی جس کا نام میر محل تھا لیکن بعد میں وہ میری محل کے نام سے مشہور ہو گئی۔ دارا شکوہ کے قتل کے بعد اورنگ زیب نے بلوا بھیجا لہذا جب وہ لاہور پہنچے تو اپنے محافظین سے اجازت لے کر اپنے پیر کی قبر پر گئے جہاں سے وہ واپس نہیں لوٹے جب انھیں تلاش کیا گیا تو انھیں اورنگ زیب کے نام ایک خط کے ساتھ وہاں مردہ حالت میں پایا گیا۔

بحر زخار کے مطابق انکا انتقال ۱۰۷۲ھ میں ہوا۔

ملا شاہ کے صوفیانہ خیالات متنازع فیہ رہے ہیں۔ درج ذیل شعر ان سے منسوب کیا جاتا ہے۔

پنجہ در پنجہ خدا دارم ‏ ‏ ‏ ‏ من چہ پروای مصطفے دارم

لیکن جیسا کہ بحر زخار کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب ایک شخص نے اس شعر کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس شعر کو ان سے منسوب کرنا سوائے الزام تراشی کے اور کچھ نہیں۔ ان کے شعری مجموعوں کے مطالعے سے بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا اشعار ان کا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو ہمیشہ ہی رسول اللہ صلعم کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہے ہیں۔

ملا شاہ کی تصانیف بہت کم دستیاب ہیں اور میری معلومات کے مطابق صرف چند نامکمل مثنویاں ہی رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہیں۔ ملک کی بقیہ کسی دوسری لائبریری میں ان کی ایک نظم بھی نہیں ملتی۔[1] یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میرے پاس ان کی سات مثنویوں کا مکمل سیٹ موجود ہے یہ ۱۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے جس کے ہر صفحہ پر ۲۵ لائنیں ہیں۔ اور ہر لائن میں عموماً دو اشعار ہیں۔ اس طرح یہ ساتوں مثنویاں بیس ہزار پانچ سو سے زائد اشعار پر مشتمل ہیں۔ یہ نہایت اہم اور نایاب نسخہ ہے کہ پوری دنیا میں ملا شاہ کی تصنیف کا یہ مکمل واحد نسخہ ہے۔ مزید برآں یہ ملا شاہ کی تصانیف کا سب سے قدیم نسخہ ہے اور ملا شاہ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے سے انھیں کے زمانے میں نقل کردہ ہے جیسا کہ نسخے کے سرورق پر لکھا ہے۔

"سن واردات قطب الاقطاب غوث الآفاق قدوۃ المحققین برہان العاشقین
عارف باللہ محبوب الٰہی حضرت مولانا شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ از روی نسخہ اصل کہ بدستخط مبارک
حضرت تحریر یافتہ است مقابلہ نمودہ شد۔"

پہلی مثنوی کا آغاز درج ذیل نثری عبارت سے شروع ہوتا ہے۔

"حمد رب العالمین و نعت الانبیاء المرسلین خصوصاً ... ایں کتاب را کتاب حمد و نعت۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا عبارت تمام مثنویوں کے تعارف کے طور پر لکھی گئی ہے۔ مذکورہ بالا عبارت کے بعد اصل مثنوی شروع ہوتی ہے۔ صفحہ ۲۸ تک ۱۰۵ اشعار حمد کے ہیں۔ صفحہ ۲۹ سے نعتیہ کلام شروع ہوتا ہے جس کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے۔

"شروع در تمہید نعت ... در اصلاح سخن ایں معذور کوشید"

نعت کے اشعار اصلاً صفحہ ۴۳ سے شروع ہوتے ہیں۔ پہلے مختلف انبیا مثلاً آدم و حوا علیہما السلام، حضرت شیث، نوح، ادریس، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ہود، صالح، شعیب، موسیٰ، یوشع، خضر، عیسیٰ، سلیمان، لوط، عزیر، یونس، یعقوب، یحییٰ، لقمان، زکریا، الیاس، یسع، ہارون اور خالد علیہم السلام کی شان میں اشعار کہے گئے ہیں۔ اس کے بعد صفحہ ۵۵ سے رسول اللہ کی شان میں اشعار ہیں۔ جن کی تعداد ۳۰۰ ہے

۱۔ خدا بخش لائبریری میں کلیات ملا شاہ (تین جلد) محفوظ ہے۔ جلد اول تفسیر قرآن پر مشتمل ہے جبکہ جلد دوم و سوم مثنویات، غزلیات، قصائد، رباعیات اور کلام عربی پر مشتمل ہے۔ تفصیل کیلئے کیٹلاگ جلد سوم ص ص ۱۱۲-۱۱۹، ملا شاہ تفسیر قرآن اور عربی کلام، سید شاہ محمد اسمٰعیل، مطبوعہ خدا بخش لائبریری جرنل شمارہ ۱۲۰ ص ص ۴۳-۳۰۴ (ادارہ)

صفحہ ۵۱ سے منقبت کے اشعار شروع ہوتے ہیں جن میں خلفائے راشدین اور ائمہ معصومین کی منقبت بیان کی گئی ہے۔
صفحہ ۶۰ سے صوفیا کی تعریف میں اشعار ہیں ان صوفیا کی تعداد جن کی شان میں اشعار کہے گئے ہیں پندرہ ہے۔ چند کے
نام یہ ہیں:۔ حضرت بایزید، جنید، شبلی، منصور، شیخ عطار، مجدالدین، بہاءالدین زکریا، بوعلی (قلندر؟) ابوسعید
خراز، مولانا روم، شیخ عبدالقادر، شیخ محی الدین عربی اور چند مزید جن کے نام مخطوطے کے کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے
پڑھے نہ جاسکے۔ صفحہ ۶۵ سے تصوف کی مختلف کیفیات پر روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً سلوک جس کے تحت شاعر نے توبہ، توکل،
تحمل، صبر اور رضا پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد پھر سلوک باطنی پر بحث ہے جس کے تحت عالم مثال، عالم ملکوت
عالم جبروت، عالم لاہوت اور انسان کامل جو ملا شاہ کے مطابق وہ ہے جس کے اندر مذکورہ چاروں عالم موجود ہوتے
ہیں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد آخر میں کشف کے مختلف جلوؤں مثلاً کمال زہد، کمال سلوک، کمال معرفت
وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور مثنوی درج ذیل رباعی پر ختم ہو جاتی ہے۔

حمد و نعت و منقبت و تعریفشم — حق باز بیان و ختم این تصنیفشم
در سال هزار و پنج تمام — شد شش تحفہ چیست ذکر تکلیفشم

صفحہ ۸۰ پر اس کا نام "رسالہ حمد و نعت" بتایا گیا ہے جو ۱۰۵۵ھ میں مکمل ہوا۔
دوسری مثنوی صفحہ ۸۲ سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۱۷۲ پر ختم ہوتی ہے۔ خاتمہ ایک رباعی پر ہوتا ہے جس کے
بعد ایک ترقیمہ ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مثنوی بھی ۱۰۵۵ھ میں مکمل ہوئی۔
یہ مثنوی پوری کی پوری عرفان اور تصوف سے بحث کرتی ہے۔ ملا شاہ نے اپنے نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے۔ حمد کے
اشعار کے بعد درج ذیل عنوانات کے تحت اشعار ہیں:۔ سخن افلاک، سخن زمین، سخن شاہ، سخن انبیا، حرف اصحاب وغیرہ۔
صفحہ ۸۶ سے توحید پر بحث ہے جس پر "تعریف توحید"، "سر شنیدن وحدت"، "نوبت توحید" کے ذیلی عنوانات کے تحت روشنی
ڈالی گئی ہے۔ صفحہ ۸۸ سے "بیان معرفت" کے عنوان سے اشعار ہیں جس کے تحت "حرف معرفت"، "تعریف عارف" اور اقسام
معرفت سے بحث کی گئی ہے۔ صفحہ ۹۱ سے تنزیہ کا باب شروع ہوتا ہے جس کا مطلب مختلف عنوانات اور مختلف مثالوں سے
واضح کیا گیا ہے۔ صفحہ ۹۲ سے "بیان تشبیہ" کا آغاز ہوتا ہے جس کے تحت "بیان حرف عین"، "بیان جمع تنزیہ و تشبیہ"، "بیان جمع" کے
عنوانات سے بحث ہے۔ صفحہ ۹۳ سے الہیات کا باب شروع ہوتا ہے جو "بیان ربوبیت" کے عنوان سے ہے جس کے تحت
چند اشعار کشمیر کے بارے میں بھی ہیں جو "چونکہ در شہر کشمیر بسیار وقت بودیم بنام اللہ" کے عنوان کے تحت ہیں۔ اس
کے بعد مختلف تجلیات ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں:۔ بیان عظمت، بیان جلال، بیان جمال، بیان یقین، بیان تحقق

بیان تمکین، بیان عشق، بیان حسن، بیان وصال۔ صفحہ ۱۱۹ پر یہ عنوان ہے۔ بیان ہفت وہشت صفت کہ علم و قدرت و ارادت و بصر و سمع و کلام و تکوین و حیات باشد۔ بیان علم۔ اس کے تحت بیان علم و یقین، بیان عین الیقین اور بیان حق الیقین کے بیانات میں۔ پھر تینوں قسم کے علوم کو درج ذیل عنوان کے تحت واضح کیا گیا ہے۔

"مثال علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین دود آتش و روی آتش و حقیقت آتش" اس کے بعد صفحہ ۱۲۴ پر بیان قدرت، صفحہ ۱۲۷ پر بیان بصر، صفحہ ۱۲۹ پر بیان سمع، صفحہ ۱۳۱ پر بیان کلام، صفحہ ۱۳۲ پر بیان تکوین، صفحہ ۱۳۴ پر بیان حیات ہے۔ بیان حیات کو پھر قسم اول حیات، بیان برزخ کے انسان، اور قسم دوم حیات میں منقسم کیا گیا ہے صفحہ ۱۴۴ پر بیان ایمان اور صفحہ ۱۴۷ پر بیان توبہ ہے، جس کے بعد بیان تقوی، بیان ورع، بیان طلب، بیان مجاہدہ، بیان مشاہدہ، بیان محویت، بیان عینیت ہے۔ ان میں سے بیشتر کو پھر چھوٹی ذیلی فصلوں میں بھی منقسم کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۶۳ پر بیان بقا ہے جس کے تحت "بیان فنا بعد از بقا" بیان بقا بعد از فنا وغیرہ پر بھی بحث ہے۔

یہ مثنوی بدایت اور نہایت پر "بیان نہایت اور بیان بدایت" کے عنوان کے تحت بحث کر کے ختم ہو جاتی ہے۔ صفحہ ۱۷۰ پر مثنوی کے خاتمہ پر درج ذیل ترقیمہ ہے۔

"گفتم تاریخ سال او ختمیہ	کردم تماش رسالہ شاہیہ
اصلاح کن از فضیلت واحیہ	گر رفتہ ز دست و ...

آغاز و انجام رسالہ شاہیہ در رسالہ حمد و نعت و انجام رسالہ نسبت در سال ہزار و پنجاہ و پنج شد۔"

تیسری مثنوی صفحہ ۱۷۰ سے شروع ہوتی ہے۔ حمد و نعت کے بعد ذات اور ذات مطلق پر بحث کی گئی ہے اور ذات اور صفات کے درمیان تعلق کو مختلف مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۸۲ پر شریعت کی تعریف "در تعریف شریعت عربی رسول اللہ صلعم" کے عنوان سے بیان کی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس بات پر بھی بحث کی گئی ہے کہ کیوں "اہل ظاہر" اس کی تعریف و تشریح مختلف انداز سے پیش کرتے ہیں اور توحید کا صحیح مطلب سمجھے بغیر "اہل توحید" کو طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان امور پر سیر حاصل گفتگو کے بعد وہ صوفیا کو مشورہ دیتے ہیں کہ انھیں ذات مطلق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ صفحہ ۱۸۸ سے علم اور جہل کی فصل شروع ہوتی ہے۔ جس پر نظم و نثر دونوں میں بحث کی گئی ہے اور ان لوگوں کی مذمت بھی کی گئی ہے جو خود تو الٰہیات کا علم حاصل نہیں کرتے لیکن ان صوفیا سے بغض و عناد رکھتے ہیں جو معرفت کی منزل حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد مثنوی ختم ہو جاتی ہے۔

چوتھی مثنوی علم اور اشیا پر بحث کے لیے مختص کی گئی ہے جس میں درج ذیل عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔

در تعریف گوش شنوی، در تعریف چشم بینا، در تعریف قلم، در تعریف نَے (جس سے قلم بنتا ہے)، در تعریف زبان، در تعریف محقق۔ ۲۲۰-۲۲۱ پر علم اور خدا پر نثری عبارت میں بحث کی گئی ہے۔ جس کا آغاز درج ذیل جملے سے ہوتا ہے۔

"سخن آنست کہ جمعی برانند کہ ایزد تعالیٰ را علمی نیست بر اشیا یعنی دانستن او تعالیٰ

اشیا را بذات خود است نہ بعلم زائد در حقیقت نفی زیادتی علم کردہ باشند۔"

صفحہ ۲۲۸ پر "گرسنگی اور سیری" پر بحث کرنے کے بعد علم کے تعلق سے انسان پر بحث کی گئی ہے اور یہ کہ انسان کا مقام اس کی "تربیت" کے مطابق طے کیا جانا چاہیے۔ اور یہ کہ ہر انسان کو اس کے علم کے مطابق پہچانا جا سکتا ہے۔ اس نظم کا آخری حصہ عجوبے کے مختلف پہلوؤں کے بیان پر مبنی ہے۔

پانچویں مثنوی بھی حمد سے ہی شروع ہوتی ہے جس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شرع کے اصول و ضوابط کی بہر صورت پیروی کرنی چاہیے اور انسان کو ہمیشہ خدا کی مرضی کے آگے جھک جانا چاہیے۔ اس کے بعد 'وحدت' اور 'کثرت' پر بحث ہے جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"بدانکہ روز و شب کثرتند در ہفتہ و ہفتہ وحدت این و دو اینہا ہمہ کثرتند در ماہ

و ماہ وحدت این ہمہ کثرتند در سال و سال وحدت این ہمہ باز این ہمہ کثرتند در قرن و قرن

وحدت این ہمہ باز این ہمہ کثرتند در دہر و دہر وحدت این ہمہ سرسری و سرمد این ہمہ۔"

صفحہ ۲۶۵ سے "حکایت چہار عنصر" شروع ہوتی ہے اس کے بعد علم کی مختلف شاخوں کی تعریف "فصل فی بحث العلوم" کے عنوان کے تحت کی گئی ہے، اس فصل میں علم کی مختلف شاخوں پر مثلاً صرف، نحو، حکمت، ہیئت، کلام، معرفت، عالم، حقائق اشیا، صفات، تکلیف، افعال بد، عذاب قبر و آخرت، معانی، بیان، بدیع، طب، اصول فقہ اور فقہ، حدیث و تفسیر وغیرہ پر الگ الگ بحث کی گئی ہے۔ صفحہ ۲۶۷ تا ۲۹۰ مختلف پھولوں کا بیان ہے اور صفحہ ۲۹۰ سے ساقی نامہ شروع ہوتا ہے لیکن صفحہ ۳۰۰ پر "تعریف شین شہید" اور "شین شرب" کے ذیلی عنوان کے بعد "تعریف شہید حقیقی" پر بحث ہے۔ صفحہ ۳۱۶ تا ۳۳۲ پر خود نوشت سوانح پر مبنی اشعار ہیں جس کے بعد لیلیٰ اور مجنوں کے عشق کی داستان بیان کی گئی ہے۔ پھر علم کی مختلف شاخوں پر دوبارہ بحث ہے۔ صفحہ ۳۶۳ پر ترقیمہ کی عبارت ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی میں چھ ہزار اشعار ہیں اور جو ۱۰۵۵ھ میں مکمل ہوئے۔

چھٹی مثنوی ایک چھوٹی مثنوی ہے جو صفحہ ۳۶۷ سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ ۳۸۰ پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس مثنوی کے اشعار زیادہ تر اخلاقیات سے متعلق ہیں۔ مخطوطہ کا یہ حصہ بہت زیادہ کرم خوردہ ہے اور اسے مرمت کی

خاطر کا غذ چپاں کر مزید ناقابل قرأت بنا دیا گیا ہے۔

ساتویں مثنوی صفحہ ۲۸۲ سے شروع ہوتی ہے اور اسی مثنوی پر صفحہ ۳۱۳ پر مخطوطہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس مثنوی میں "عشق و محبت" کی معیت کا بیان ہے جو انسان پر اس کی پیدائش کے ساتھ ہی نازل ہوتی۔ اس کے علاوہ بھی چند دیگر عنوانات ہیں مثلاً نہال، حقہ و گوہر، کان وغیرہ کی مدح 'مزید برآں' 'ازل' اور 'ابد' کی مدح اور در تعریف آتش، تعریف صبر، در تعریف قرار وغیرہ۔ یہ حصہ بھی کرم خوردہ ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا یہ مخطوطہ مختلف حیثیتوں سے بڑا اہم اور نادر ہے۔ یہ مصنف کے زمانے کا مخطوطہ ہے اور اس کے اصل مسودے سے نقل کردہ ہے اس میں مصنف کی ساتوں مثنویاں موجود ہیں اور بھی مکمل صورت میں یہ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ سنائی کی "حدیقۃ الحقیقت" سے کسی طرح بھی کم نہیں اور یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ شاعر کی حیثیت سے ملا شاہ غیر معروف رہے صرف اس وجہ سے کہ ان کی مثنویاں دستیاب نہیں۔ چنانچہ اس مخطوطہ کی تدوین ہونی چاہیے اور اسے شائع ہونا چاہیے۔ اشاعت کے بعد میرا خیال ہے کہ اس کی حیثیت مثنوی معنوی کے برابر ہو جائیگی۔

(انگریزی سے ترجمہ و تلخیص)

ترجمہ: ڈاکٹر سلیم الدین احمد ●●

جناب شاہ امین اللہ
خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے نوادر

کتب خانہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کو بھی کثرت کتب بالخصوص مخطوطات کی وجہ کر اہمیت حاصل ہے مخطوطات کے ان گرانقدر سرمایہ میں تصوف کی ایک سو سے زائد کتابیں ہیں، ان میں سے چند اہم کتابوں کا تعارف حاضر ہے۔

سب سے پہلے فصوص الحکم کی حل و تشریح اور اشکالات و جوابات پر مبنی کتاب "تحلیل المعضلات" سے متعلق تفصیلی باتیں۔
یہ کتاب پھلواری شریف کی بلند پایہ علمی شخصیت ملا امر اللہ جعفری پھلواروی متوفی ۱۱۶۸ھ کی تصنیف ہے۔ ملا امر اللہ ایام شباب میں بغرض تعلیم وطن سے کافی دور دہلی تشریف لے گئے اور وہاں ان کا رشتہ تلمذ کن اساتذہ سے قائم ہوا اور وہ کس طرح تعلیمی مراحل سے گزرے، پھلواری کی تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔) تعلیمی دور ختم کرنے کے بعد درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین کی غرض سے وہ دہلی ہی میں مقیم ہو گئے۔ مقدمۂ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہاں مصائب سے بھی دوچار ہوئے اور اسی حالت میں کتاب کی تصنیف بھی ہوتی رہی، شاید یہی خستہ حالی سبب بنی ہوگی کہ بعض قول کے مطابق وہ محمد شاہ کی فوج میں ملازم ہو گئے، مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ۲۰ محرم ۱۱۶۸ھ کو ہوا اور مقبرۂ حضرت نور الدین ملک یار پران میں مدفون ہوئے۔

وہاں ان کی دینی و علمی خدمات کیا کیا تھیں، تاریخ کے اوراق ان تفصیلات سے خالی ہیں، صرف یہی ایک کتاب "تحلیل المعضلات" سامنے آئی ہے لیکن اس کے مقدمہ میں انھوں نے اپنی ایک اور تصنیف "اشعۃ ربانیہ" کا بھی تذکرہ اس طرح پر کیا ہے، "ذیلا و تتمۃ لرسالۃ الشعوریۃ فی تحقیق وحدۃ الوجود" گویا وہ رسالہ وحدت الوجود کے اثبات و تائید میں تھا۔

یہ کتاب "تحلیل المعضلات" دہلی کی کسی لائبریری سے برٹش لائبریری لندن منتقل ہو گئی، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی آپنے سفر لندن کے دوران جب لائبریری تشریف لے گئے تو اس کتاب پر ان کی نظر پڑی، مصنف کے نام کے بعد

پھلواروی البہاری وہاں لکھا دیکھ کر وہ بہت متحیر ہوئے، واپس آنے کے بعد اپنے استاد حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی ؒ سے بذریعہ خط اس کتاب کا تذکرہ کیا اور مصنف کے تفصیلی حالات بھی دریافت کیے، پھلواری کے اکابر اس کتاب کی نقل کے لیے اسی وقت سے کوشاں رہے۔ بالآخر ۱۳۸۵ھ میں جناب مولانا شاہ محمد امان اللہ پھلواروی مدظلہ کی سعی سے اس پوری کتاب کی نقل حاصل کر لی گئی، کتب خانہ مجیبیہ میں یہی منقول نسخہ موجود ہے۔

یہ کتاب عربی میں ہے اور علامہ محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے بعض ادق مقامات اور پیچیدہ و غامض عبارتوں کے حل و تشریح پر مشتمل ہے اور ان اشکالات و شبہات کے دفع کرنے پر محیط ہے جو ابن عربی کے مختلف اقوال سے پیدا ہوتے ہیں۔

یہ کتاب چار مقامات پر مشتمل ہے جن میں پہلا مقدمہ ہے۔ اس میں مصنف وجہ تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں بہت زمانہ تک ان کتابوں کی تلاش و جستجو میں مشغول رہا جو معضلات تکفیریہ کی تحلیل میں اہل عرفان نے لکھی ہیں چنانچہ اپنے بعض سفر کے دوران اس موضوع پر بعض کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا لیکن کوئی ایسی کتاب جو اس موضوع پر جامع ہو اور علماء رسمیہ کی طرف سے ابن عربی پر لگائے گئے الزامات سے اہل خرد کو خاموش کر سکے، نہیں ملی۔ شاید اسی تشنگی نے انھیں اس تصنیف پر آمادہ کیا۔ فرماتے ہیں "وامرت بتحلیل تلک المعضلات تحلیلا عجیبا و تسہیل ہولاء العویصات تسہیلا غریبا" اس کے بعد اپنی تصنیف کی تکمیل اور اس کی خوبیوں کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں "کہ باوجود خستہ حالی کے تشنگان علم کے لیے سیرابی کا سامان اور فرماں برداروں کے لیے دوسروں سے بے نیاز کرنے والی طاقت کا سامان آگیا"۔ مقدمہ کے آخر میں مصنف اپنی کتاب کو صمصام الدولہ امیر الامراء کے نام سے معنون کرتے ہیں۔

مقدمہ کے بعد معضلات ابن عربی اور اس کی تحلیلات کا بیان ہے جو اصل وجہ تصنیف ہے۔ کتاب جن خوبیوں کی حامل ہے ان میں سے ایک مصنف کا اسلوب بیان بھی ہے جو عام شارحین فصوص سے منفرد ہے، پہلے وہ ان دشوار فہم عبارتوں کو نقل کرتے ہیں جو مورد اشکال ہیں بعد میں "الاعتقاد" لکھ کر اشکالات و شبہات کا تذکرہ کرتے ہیں پھر "التحلیل" لکھنے کے بعد ان سارے شبہات کا محققانہ انداز میں جواب دیتے ہیں۔ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے قسم اول اور قسم ثانی۔ قسم اول میں ان مغلق و غامض عبارتوں کی تحلیل و تشریح ہے جو مسائل وحدت الوجود سے متعلق نہیں ہیں قسم ثانی میں وحدت الوجود سے متعلق ان عبارات کی تحلیل و توضیح ہے جن پر اشکالات و شبہات وارد کیے گئے ہیں۔

قسم اول کی ابتدا مغلق فصوص الحکم کی ایک عبارت سے اس طرح شروع کرتے ہیں "ما قال الشیخ الاکبر فی فص آدمی وجہ الحق عند اللہ الانسان الحیوانی مع العین الذی یکون النظر" یہاں شیخ اکبر نے اللہ کے نزدیک انسان کو انسان العین کے مرتبہ میں کہا ہے، انسان العین آنکھ

کے سیاہ حصے کو کہتے ہیں جس سے دیکھا جاتا ہے۔ ابن عربی کے اس قول سے کیا شبہات پیدا ہوتے ہیں صاحب تحلیل المشکلات نے اس طرح تذکرہ کیا ہے "یلزم من هذا ان یکون الانسان ... الله تعالى لنظر الحق بل لیستطر الیه فکونه بصیرا موقوف على الانسان" شیخ اکبر کے اس قول سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ انسان ایک آلہ ہے نظر حق کے لیے دوسروں پر گویا اللہ تعالے کا بصیر ہونا انسان پر موقوف ہوا جو بظاہر صریحاً کفر ہے۔

مصنف کتاب نے اس عبارت فصوص کے صحیح مفہوم کو بہت خوبی سے واضح کیا ہے فرماتے ہیں کہ "انسان علت غائیہ ہے وجود عالم کے لیے حدیث میں آیا ہے "لولاك لما خلقت الافلاك ولا الجنة ولا النار" اس حدیث کی روشنی میں انسان کامل سبب ہوا وجود عالم کا جب وجود کا سبب ہوا تو اسکی طرف اللہ تعالے کی نظر کرنے کا بھی وہ سبب بنا گویا انسان علت غائی ہوا اللہ تعالے کی نظر کرنے کے لیے دوسروں پر جس طرح آنکھ علت غائی ہے دیکھنے کے لیے، اسی علت کی وجہ سے شیخ اکبر نے انسان کو حق کے لیے بمنزلہ انسان العین کہا ہے۔

مصنف اس تفصیلی بحث کے آخر میں لکھتے ہیں "وعلى هذا لا یلزم من هذا الكلام كفر ولا قوله اصلا" اسی طرح فص ابراہیمی کی ایک عبارت جس میں حمد و عبادت کا صدور دونوں جانب سے ہونے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے "فحمدنی واحمده ویعبدنی واعبده" بظاہر اس قول سے علامہ ابن عربی پر الزامات کا دروازہ کھل جاتا ہے، مصنف تحلیل نے اس عبارت فصوص کو بہت خوبی سے حل کیا ہے اور ان الزامات کا جواب دیا ہے جو ابن عربی پر وارد کیے گئے ہیں، پہلے الاعتراض الحمد کہ اس اشکال کا تذکرہ اس طرح پر کرتے ہیں۔ "یلزم من هذا الحمد والعبادة لله تعالى الذى هو كفر صريح" اس عبارت سے ہمارے لیے اللہ تعالے کا حمد و عبادت کرنا بھی لازم آتا ہے اور یہ کفر صریح ہے، اس کے بعد مصنف تحلیل نے عبارت فصوص سے اشکال کو اس طرح دور کیا ہے کہ علامہ ابن عربی الزامات تکفیر سے پوری طرح محفوظ رہے، فرماتے ہیں "ان حمده تعالى لنا عبارة عن اظهار كمالنا فلا اشكال" حمد عبارت ہے اظہار کمال سے یعنی کسی کے کمال کا اظہار کرنا یہ حمد ہے، آگے فرماتے ہیں "اولیاء اللہ کے مقرب بندے ہیں جب انہوں نے امر حق کی کما حقہ بجا آوری کی تو اللہ تعالے نے بھی ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور انہیں ان کے مقاصد میں کامیابی عطا کی تو یہ قبولیت اور کامیابی دراصل بندے کے اس کمال کا اظہار ہے اور یہی اظہار کمال معنی حمد کو شامل ہے" اسی طرح قبولی قول اور انجاح مطلب بھی بلاشک اطاعت ہے، مصنف نے اس قول کی تائید میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں اطاعت رب اطاعت عبد دونوں کا ذکر ہے "قال ابو طالب لرسول الله صلى الله عليه وسلم ما اطوع ربك لمحمد فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم انت یا عمی ان اطعته اطاعك" حضور نے ابو طالب کو جواب میں فرمایا "اے میرے چچا اگر آپ اس کی اطاعت کریں گے تو وہ بھی آپ کی اطاعت کرے گا" مصنف اس تحلیل کے آخر میں فرماتے ہیں "وعلى هذا لا اشكال الا عند الجهال" فصوص کی اس عبارت سے کوئی

اشکال پیدا نہیں ہوتا ہے اور نہ شیخ اکبر پر کوئی الزام وارد ہوتا ہے۔

کتاب کی قسم ثانی ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود پر اشکالات و جوابات سے متعلق ہے۔ اس کی ابتدا التوحید کے بحث اس عبارت سے ہوتی ہے "سبحان من اظہر الاشیاء وھو عینھا" مصنف نے اس کے اشکالات و شبہات کو واضح کرتے ہوئے تفصیل میں اس کا تفصیلی جواب دیا ہے جو چند اوراق پر محیط ہے۔ بحث کو ختم کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں "اعلم جعلنا اللہ وایاک من اھل التجلی ان الشیخ الاکبر اشرف واتنزہ من ان یعلم ممکنا عین الواجب تعالی او یدل ھو التجلی باسم الاجل جل جلالہ من ھو واہ من الجنیۃ ذکر فی النتیجۃ الثالثۃ" اس کے بعد آخر میں لکھتے ہیں "وھذا کان کلام الشیخ الاکبر محققا ومطابقا للایمان لا الکفر والاثم۔"

کتاب کی تحلیلات سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف علامہ ابن عربی کے غالی عقیدت مند اور ان کے فلسفہ وحدت الوجود سے نہ صرف متاثر ہیں بلکہ اس کے پرجوش حامیوں میں سے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت کتاب میں جا بجا ابن عربی کے شایان شان عقیدتمندانہ کلمات بیان کیے ہیں۔ ایک جگہ مقامات ولایت اور صاحب مراتب کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے ان کو خاتم الولایت میں خاتم اصغر شمار کیا ہے، "الخواتم الولایۃ ثلاثۃ خاتم اکبر عیسی علیہ السلام وخاتم اصغر الشیخ الاکبر ابو عبد اللہ محی الدین بن عربی وخاتم کبیر علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وخاتم صغیر المھدی الذی ھو یجیء آخر الزمان"

کتاب کے آخر میں خاتمہ ہے جس میں مصنف نے خود کو شیخ اکبر کا خادم کہا ہے، اور اپنے آپ کو علامہ ابن عربی کے گنجینۂ معارف کے اشکال کے تالوں کو اخلاص کی کنجیوں سے کھولنے کا ذریعہ بتایا ہے، بظاہر اسی خدمت سے ان کا اشارہ اسی حل اشکالات کی طرف ہے، فرماتے ہیں "وفاتح اقفال اشکال خزائن معارفہ بمفاتیح الاخلاص" اور یہ کھولتا ہے خزائن معارف کے اشکال کے تالوں کو اخلاص کی کنجیوں سے

اور اس خاتمہ میں تین فصلیں ہے، فصل اول میں فضائل شیخ اکبر اور ان کی تصنیفات کا ذکر ہے۔ ایک جگہ اظہار فضیلت ان الفاظ سے کرتے ہیں: "انہ قدس سرہ خاتم الولایۃ الخاصۃ المحمدیۃ وھذہ الفضیلۃ اعظم فضائلہ خاتم العرفاء"۔ مصنف کے نزدیک شیخ اکبر کو جو درجہ خاتم الولایت الخاصہ حاصل ہے وہ اہل عرفان کے نزدیک عظیم فضیلت کی علامت ہے۔ اسی ذکر فضائل میں مصنف نے علامہ ابن عربی اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے درمیان ملاقات کا واقعہ بھی لکھا ہے، کہ شیخ سہروردی جب ملک شام تشریف لائے تو شیخ اکبر سے بھی شرف ملاقات کے لیے حاضر ہوئے مگر ان دونوں کے درمیان نہ کوئی مخاطبت ہوئی اور نہ کوئی مکالمہ ہوا۔ پھر کچھ دیر کے بعد دونوں علیحدہ ہو گئے، شیخ شہاب الدین سہروردی سے لوگوں نے دریافت کیا: "ماذا رأیت محی الدین ابن عربی" "قال: رأیتہ بحر الحقائق" اور جب محی الدین ابن عربی سے لوگوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی کے متعلق دریافت

گیا تو فرمایا "رأیت رجلا صوفیا من ستة من أرسالی فقال مجد" اور بعض روایت میں اس طرح ہے "رأیت طست من ذهب معها"
من الستة۔ فصل ثانی میں شیخ اکبر کے سلاسل روحانی کا تذکرہ ہے، اس میں چند شیوخ کے نام ہیں اور ان کے لباس خرقہ کا ذکر ہے۔

فصل ثالث میں شیخ اکبر کے عقائد کا بیان ہے جو بطریق اجمال ہے بقول مصنف "تحلیل المعقدات" در شرح عبارۃ الشیخ الاکبر فی ہذا الباب یجر الی الطول، اس میں چھ عقائد ہیں جو بہت مختصر مضمون کے ساتھ ہیں، ان میں پہلا ہے "اعتقاد الشیخ الاکبر فی الباری تعالیٰ" یعنی ذات باری تعالیٰ میں، دوسرا نبوۃ میں ہے، تیسرا اعمال کے متعلق ہے، چوتھا حشر و نشر کے بارے میں ہے، پانچواں امور آخرویہ میں ہے اور چھٹا تکلیف شرعی کے بیان میں ہے۔ اس اعتقاد کا مضمون تکلیفات شرعیہ کے سقوط کی نفی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہر بندۂ مومن خواہ وہ ولی کامل ہو یا عارف مشاہد یا صاحب تجلی "لایصل الی مرتبۃ یسقط عنہ التکلیف" ایسے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا ہے جہاں اس سے تکلیف شرعی ساقط ہو جائیں، مگر غیر عاقل، مجنون اور صاحب جذب یہ تینوں مستثنیٰ ہیں، اس کے بعد شیخ اکبر کے یہ الفاظ نقل ہیں۔ "ولکن معتقد نے دیکھوں کا اقرار ولا الحد الا ذنبال یقا"

خاتمہ کے بعد وصیت ہے اس میں مصنف نے قارئین اہل عرفان سے التماس کیا ہے کہ وہ بعد جدید اور طلب شدید سے اس کتاب پر غور کریں، اگر اس میں کچھ مخالف و شبہ کی باتیں پائیں تو تعجب نہ کریں اور سمجھیں کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے، اور درگزر سے کام لیں، اس لئے کہ عفو و درگزر اور چشم پوشی رحمن کی صفات سے ہے، اس کے بعد مصنف نے اپنے قارئین کو ابواب فتوحات، مصنفات غزالیہ اور مؤلفات رازیہ کی طرف مراجعت اور مطالعہ کا مشورہ دیا ہے اور ان کتابوں کو بہترین اخوان کہا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ملا امر اللہ جعفری کا علامہ ابن عربی کے ساتھ جس نظریاتی تعلق اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے یہ کوئی تعجب خیز نہیں ہے اور نہ وہ اس میں تنہا ہیں اکثر صوفیائے کرام بھی اس بادہ پیمائی میں شریک اور اپنے انداز فکر میں علامہ ابن عربی کے افکار و خیالات سے بہت زیادہ قریب نظر آتے ہیں۔ خاص کر فلسفہ وحدۃ الوجود کو ان لوگوں کے یہاں ایک بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔

ہر چہ آید در نظر غیر تو نیست　　　یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

کتب خانہ کی دوسری اہم کتابوں میں ملفوظات و تصنیف حضرت مخدوم حسام الدین مانکپوری بھی ہے۔ ان میں ایک ملفوظ "رفیق العارفین" سے موسوم ہے، اس کے جامع سالار محمد بن محمد عراقی ہیں، سنہ تحریر ۸۱۲ھ درج ہے۔ اس ملفوظ کا ذکر اخبار الاخیار میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی کیا ہے۔ اس میں چالیس فصلیں ہیں، پہلی فصل توبہ سے متعلق ہے اور چالیسویں فصل فوائد متفرقہ پر مشتمل ہے۔ دوسرا ملفوظ "جامع الفوائد" کے نام سے ہے، مرتب کون ہیں یہ واضح نہیں ہے۔ اگرچہ سرورق پر

ملفوظات حضرت حسام الدین مانکپوری تحریر ہے مگر مطالعہ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ چند بزرگوں کے ادعیات و وظائف کا یہ مجموعہ ہے لیکن اس کا زیادہ حصہ حضرت حسام الدین مانکپوری کی تعلیمات و اذکار پر ہی مشتمل ہے۔ مقدمہ کے الفاظ سے بھی کچھ اسی طرح ظاہر ہوتا ہے "ہمتے عزم داشتم کہ ورد ہے مختصر از اوراد مشائخ کبار رضی اللہ عنہم بجہت بعضے اعزہ از اصحاب علم التقاط کنم و بعضے فوائد کہ در حضرت ملک رفعت اعلی شیخ الاسلام شیخ حسام الدین مانکپوری از زبان در بار شریں گفتار استماع شدہ است" کتاب میں سنہ تحریر درج نہیں ہے۔

تیسری کتاب "انیس العاشقین" ہے، یہ حضرت حسام الدین مانکپوری کی تصنیف ہے، اس میں اسرار و معارف کی باتیں ہیں، تصوف کی تعریف اور بزرگوں کے اقوال اور ان کے مقامات کا تذکرہ ہے، مقدمہ میں مصنف نے خود کو اس طرح ظاہر کیا ہے "فقیر حقیر خاکپائے صغیر و کبیر حسام الطالب العلم یکے از خاکروبان آستانہ قطب العالمین شیخ نور الحق والدین" اس کے بعد وجہ تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے جب طالبان دین کو معرفت و محبت رب العالمین میں چست و چالاک دیکھا تو شوق پیدا ہوا کہ عاشقان صادق اور طالبان حضرت خالق کے لیے ایک رسالہ تصوف و حقیقت کی معرفت میں لکھنا چاہیے "کہ از تصوف کجا است و اہل صوفی در جہاں کہ شدہ و خرقہ و معراض از سنت کیست و عشق چیست و عاشق کیست" ان سب باتوں کو مصنف نے چار فصلوں میں بیان کیا ہے، فصل اول در بیان معرفت تصوف و حقیقت آں فصل دوم در بیان محض عشق و ماہیت آں فصل سوم در بیان صفت عاشق و سیر آں، فصل چہارم در بیان وصول الی اللہ۔

کتاب کا سنہ تحریر ۱۰۰۱ھ ہے، ناقل کا نام ہے سید حبیب اللہ عبید اللہ خلیل اللہ بجاپوری۔ کل کتاب شخص واحد کا تحریر کیا ہوا معلوم ہوتی ہے۔ اسی لیے گمان غالب ہے کہ ناقل نے ناموں کے درمیان بن یا ولد کا لفظ حذف کر دیا ہے۔

دوسری نادر کتابوں میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ہے، اس کا سنہ تحریر ۱۰۲۵ھ ہے یعنی حضرت مجدد الف ثانی کے انتقال سے قریب ہی لکھی گئی ہے، اس میں تین سو تیرہ مکتوبات ہیں۔ اس کے جامع ہیں یار محمد بدخشی الطالقانی اور کاتب کا نام ہے عبد الحی۔ مکتوب اول کا عنوان اس طرح شروع ہوتا ہے "مکتوب اول در بیان احوالی کہ مناسبت باسم الظاہر دارند و ظہور قسم خاص از توحید" یہ کتاب حضرت شاہ نعمت اللہ قادری پھلواروی کی خریدی ہوئی ہے، بلکہ یہ خریداری کی تحریر بطور یادداشت شکستہ کاغذ پر اس طرح ہے "عرض و داشت مکتوب حضرت احمد سرہندی قدس سرہ ماہ جمادی الاول ۱۱۳۵ھ از حضرت میاں نور اللہ صاحب ساکن چپشام خریدہ شد" اگرچہ یہ مکاتیب طبع ہو چکے ہیں لیکن اس کی ترتیب و تحریر خود حضرت کی خانقاہ میں اور ان کی حیات میں ہوئی۔ اسی لیے اس کے نادر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر انوار احمد
شعبۂ فارسی
پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ

مجموعۂ رسائل کے مشتملات کا ایک تعارف

مجموعۂ رسائل کتاب خانۂ خدابخش کے قلمی ذخیرے کا حصہ ہے جو موضوع تصوف پر لکھے گئے متنوع مضامین پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں کل تیرہ رسائل ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے: رسالۂ سر قضا و قدر (۱) رسالہ خیر و شر (۲) رسالہ اخص الخواص (۳) رسالہ در بیان توحید (۴) لطائف المعانی (۵) رسالہ در بیان معرفت (۶) رسالہ در بیان ذات وجہ نفس باری تعالیٰ (۷) شجرۃ القادریہ (۸) نسخۂ مرقع حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی (۹) فوائد رکنی حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری (۱۰) رسالہ در بیان معرفت شاہ ابوالعلیٰ (۱۱) رسالہ والدیہ خواجہ عبید اللہ احرار (۱۲) تعبیر نامہ خواب منظوم (۱۳) امواج البحار فی سر الانہار شاہ رکن الدین عشق مندرجہ بالا رسائل میں سے سات کی بابت اس مضمون میں تعارف پیش کیے گئے ہیں ان میں وہ رسالے جو کبھی چھپ چکے ہیں ان کو میں نے اپنے مطالعہ کا مورد نہیں بنایا ہے۔ ان رسالوں کو بھی میں نے چھوڑ دیا ہے جو ناقص اور نامکمل حالت میں ہیں۔ ان رسالوں میں حضرت مخدوم شرف الدین کا رسالہ فوائد رکنی اور حضرت مخدوم حسن دائم جشن پسر حضرت حسین نوشہ توحید کا رسالہ لطائف المعانی زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ فوائد رکنی کا بیشتر حصہ ترجمہ کی صورت میں سید شاہ محمد شفیع فردوسی کی کاوش سے ۱۹۲۷ء میں رسالہ المجیب پھلواری شریف میں قسط وار چھپتا رہا ہے۔ مخدوم حسن دائم جشن کی تصنیف لطائف المعانی ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۰۰ھ میں مطبع قیصری محلہ گوبند لال ز پٹنہ سے شائع ہوا تھا۔ لیکن مطبع نے سہواً اس تصنیف کو حضرت مخدوم شرف الدین سے منسوب کیا تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالہ حضرت مخدوم حسن دائم جشن کی تصنیف ہے جس کا ثبوت مخدوم شاہ شعیب کی تصنیف مناقب الاصفیاء سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ شعیب لکھتے ہیں: "شیخ الاسلام شیخ حسن ابن شیخ حسین بلخی در رسالۂ لطائف المعانی آوردہ است و درجات و ترقیات سالکان را شیخ درجہ نہادہ اند" یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ ان رسالوں کے کاتب سید مسیح اللہ نے لطائف المعانی کے علاوہ رسالہ اخص الخواص، رسالہ در بیان توحید، رسالہ قضا و قدر، رسالہ در بیان ذات وجہ نفس باری تعالیٰ کو بھی مخدوم حسن دائم جشن کی تصنیفات بتایا ہے۔ ان نسخوں کے ترقیمات میں کاتب نے من تصنیف حسین نوشہ توحید لکھ کر چھوٹ جانے کی علامت سات سطر کے اوپر حسن پسر کا اضافہ

کیا ہے۔ اس طرح کاتب مسیح اللہ نے مندرجہ بالا رسائل کو مخدوم حسن دائم چشتی پیر نوشۂ توحید کی تصنیفات بتایا ہے، لیکن کاتب کا یہ انتساب مشکوک ہے۔ تاریخ سلسلۂ فردوسیہ کے مؤلف معین الدین دردائی نے ان رسائل کو یعنی قضا و قدر، توحید، اخص الخصوص اور رسالۂ معرفت کو حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید کی تصانیف کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ البتہ لطائف المعانی کو حسن دائم چشتی کی تصنیف بتایا ہے۔ سید مسیح اللہ کے یہ مکتوبہ نسخے بہت قدیم نہیں ہیں۔ یہ نسخے تیرھویں صدی ہجری کے نصف دوم کی مختلف تاریخوں میں لکھے گئے ہیں اور ممکن ہے کہ معین الدین دردائی نے ان رسالوں کے قدیم تر نسخوں کو دیکھ کر تصنیفات کی فہرست مرتب کی ہو۔ اس لیے میں کاتب کے واضح اشارات کے باوجود لطائف المعانی کو چھوڑ کر مندرجہ بالا رسائل کو حضرت حسین نوشہ توحید کی ہی تصنیفات سمجھتا ہوں۔

نسخۂ مرقعہ میں تصنیف شاہ کلیم اللہ دہلوی ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ اقسام صلوٰۃ کے فواید کی بابت لکھا گیا ہے۔ اقسام صلوٰۃ کو صاحب رسالہ نے اوراد پہ مقدم رکھا۔ اس میں نماز کی دوسری قسموں کے علاوہ نماز برائے صحت النفس، نماز برائے ادائے حاجات، نماز حفظ الایمان، صلوٰۃ العاشقین، نماز طول العمر، نماز رضا مادر و پدر، نماز برائے صفائی دل اور نماز عشق کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مشائخ کبار کے معروف اوراد و اذکار کو اس رسالے میں شامل کیا گیا ہے۔ مجھے اس رسالے کو بالاستیعاب دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اس لیے میں نے تفصیلی تعارف کے لیے منتخب نہیں کیا ہے۔ شجرۃ القادریہ اور حسین نوشہ توحید کا رسالہ در بیان ذات وجہ نفس باری تعالیٰ ناقص حال میں ہیں۔ رسالۂ منظوم تعبیر نامۂ خواب چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس منظوم رسالے کے مصنف کا پتہ نہیں چلتا۔ ترقیمہ پر بھی تصنیف کی بابت کوئی اشارہ نہیں ہے۔ رسالے میں مختلف اشیا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیریں منظوم پیرایہ میں پیش کی گئی ہیں۔ مثلاً دیدن ماہ و خورشید و ستارہ در خواب کی تعبیر اس طرح پیش کی گئی ہے۔

بخواب ار ماہ و خورشید است بر آید   شقاوت باز گردد دولت یابد
رسد بسیار نعمت از خداوند   دگر در خانہ آید نیک فرزند

اسی طرح دیدن حج کردن بخواب، نماز کردن بخواب، زندہ بصورت مردہ، مردہ بصورت زندہ، لعل و جواہر گریہ کردن در خواب، بسیل سعید در خواب، دیدن خود را پران در خواب وغیرہ کی منظوم تعبیریں اس رسالے میں ملتی ہیں۔ اب میں ان سات رسالوں کی بابت قدرے تفصیل کے ساتھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جنھیں میں نے اس مقالے میں بحث برسی بنایا ہے۔

① رسالہ توحید دربیان توحید :-

حضرت حسین نوشہ توحید کا لکھا ہوا مختصر رسالہ توحید کے اسرار و رموز پہ محتوی ہے۔ حضرت نوشہ توحید حضرت معز الدین بلخی کے فرزند اور حضرت مولانا مظفر بلخی کے برادر زادہ تھے۔ تاریخ تولد کا پتہ نہیں، مقام پیدائش ظفر آباد ہے۔ حضرت توحید مولانا مظفر بلخی کے تربیت یافتہ تھے اور ان کے خلیفہ بھی ہوئے۔ حضرت نوشہ توحید اپنے وقت کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا مظفر بلخی کے علاوہ حضرت نوشہ نے مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ حضرت مظفر بلخی کے بعد خانقاہ فردوسیہ بہار شریف کے سجادہ نشین ہوئے۔ ۲۳ ذی الحجہ ۸۴۴ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت توحید نے بھی اپنے نیاگان کے نقش قدم پر چل کر تصنیف و تالیف کی دنیا میں بیش بہا آثار چھوڑے ہیں۔ مکتوبات کے علاوہ تصوف کے مختلف موضوعات پہ گراں مایہ رسائل ہیں۔ مثلاً حضرت خمس، رسالہ توحید، رسالہ دربیان ہشت خبر، رسالہ اخص الخواص اور گنج لامخفی۔ حضرت توحید فارسی کے ایک معروف و ممتاز شاعر تھے۔ ان کے دیوان کے قلمی نسخے دستیاب ہیں۔ پیش نظر رسالہ رسالہ توحید خاص، حضرت نوشہ توحید کے علمی تبحر اور روحانی عرفان و آگہی کی نشان دہی کرتا ہے۔ رسالے کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے "آنچہ سوال کردی کہ چند سخن در توحید خاص بنویسی قلم گرفتم و بتائید ربانی در کتاب آمدم تا شمہ اجابت سوال تو کنم و رخ شک و شبہ از دامن یقین تو آب تحقیق بشویم"

حضرت توحید بیان کرتے ہیں کہ موحدوں کی نظر میں موجودات کی دو قسمیں ہیں۔ عالم صورت اور عالم معنی۔ عالم صورت ظاہر ہے اور عالم معنی کا تعلق باطن سے ہے۔ غیر صورت کے معنی کو دیکھنا "کمنا" محال ہے۔ ظاہر و باطن میں جملہ صورتیں الٰہی ذات ایزد متعال کی ہے۔ نور باری تعالیٰ واحد ہے لیکن اس نے اپنے آپ کو گوناگوں کسوتوں اور پیراہنوں میں ظاہر کیا ہے لیلیٰ کی صورت میں بھی وہی ہے جو مجنوں کی نگاہ بن کر جمال لیلیٰ میں خود اپنے آپ کو دیکھ رہا ہے۔ پس اس دنیا میں جسے بھی تم دوست رکھتے ہو وہ الٰہی نور کبریائی کی علامت ہے جس نے تمہارے قلب میں رقت و گداز کی کیفیت پیدا کی۔ اس کی تجلیات کے رنگ و نور کی صورتیں حد و حساب کے احاطے سے بیرون ہے۔ لیکن توحید کے نکات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو خود شناس ہو اور دل کے جنت ان کی سیر کی ہو۔ صوفی وہ ہے جو بلکہ از حقیقت میں گھر کر رنگ بن گیا ہو "عوام گاو و خرانند و صوفیان باخبر اند، منصوفان راہ اند و صوفیان رسیدگان حق اند" توحید مطلق کی بابت حضرت نوشہ فرماتے ہیں "توحید مطلق آن است کہ چیزی از چیزی و کاری از کاری و آبی از آبی جدا نکنی" جب تم اپنا رخ ایک سمت کرو گے تو اپنی پشت دوسری طرف کرنی ہی ہوگی۔ مسلمان حقیقی وہ ہے جو توحید مطلق کے مقام کو پہنچا ہوا ہو اور وہ جو توحید مقید کی وادیوں میں سیر کر رہا ہو وہ مسلمان مجازی ہے۔

حجاب نورانی اور حجاب ظلمانی کی بابت لکھتے ہیں کہ نماز و روزہ، تلاوت قرآن، لذت عبادت اگر ذکر و مراقبہ محبوب میں حایل ہوں تو یہ حجابات نورانی کی مثال ہیں اور حجابات ظلمانی ہوائے نفس کی مختلف نوعیتوں کی پیروی ہے۔ محبوب سے تغافل و بے توجہی سالک کو حجاب کی نکبت و نحوست سے قریب کر دیتا ہے۔ سالک کو غفلت سے توبہ کرنی چاہیے تاکہ وہ دوئی کی قید سے باہر آجائے اور توحید مطلق کے خلوت کدہ میں اس کی رسائی ممکن ہو سکے۔

دوی را نیست رہ در حضرت تو ہمہ عالم توئی و قدرت تو

ساحت دل سے دوئی کی پرچھائیاں محو و معدوم ہو جاتی ہیں اور یہ جب شعشۂ وحدت سے جگمگا اٹھتا ہے تو اس کی زبان اس طرح گویا ہوتی ہے۔

روزت جو بودم و نمیدانستم شب با تو غنودم و نمی دانستم
ظن بردہ بودم کہ منا من بودم من جملہ تو بودم و نمی دانستم

اختتامیہ اشارہ اس طرح ہے: از حضرت شاہ حسن پسر مخدوم شاہ حسین نوشتہ توحید قدس سرہ۔ تمام شد۔

(۲) رسالہ در بیان معرفت:

حیات و کائنات کی معرفت کے موضوع پہ دس صفحات پہ مشتمل یہ رسالہ افکار و معانی کے اعتبار سے نہایت وقیع و پر ارزش ہے۔ رسالہ کا آغاز حمد و درود و صلوٰۃ کے کلمات کے بعد اس طرح ہوتا ہے: بدانکہ سخن چند در معرفت عالم از دانش و فہم خود در قید کتاب آرم و گویم کہ اتفاق جملہ سالکان است وجود عالم و بدایت و نہایت عجیبی است کہ در تحریر آید۔"

صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ عالم ملک، ملکوت اور جبروت سے عبارت ہے۔ ملک موجودات حسی کا نام ہے، ملکوت موجودات عقلی سے عبارت ہے اور جبروت جوہر اول کا نام ہے۔ ملک و ملکوت جبروت کے لیے وجہ کی منزلت رکھتے ہیں۔ جوہر اول کو اصطلاحاً ابو الارواح اور احمد بھی کہتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہوا ہے اور جو کچھ ہونے کو ہے وہ اسی جوہر اول کی وجہ سے ہے۔ جوہر اول بسیط اور اپنے آپ سالامال ہے۔ حد و نہایت سے منزہ ہے پھر اس جوہر اول کی دو شاخیں ہو گئیں ایک شاخ سے عالم ارواح کی تخلیق ہوئی اور دوسری شاخ سے بدایت عالم اجسام کا امر انجام پذیر ہوا۔ اس طرح جوہر اول کی تجلی نو ع سے ہوئی۔ تجلی لطیف، تجلی کیفیت۔ آسمان و زمین پہلے پیوستہ تھے۔ یعنی جوہر اول کی دونوں شاخیں جڑی ہوئی تھیں۔ ان کو جدا کر دیا گیا۔ اور اشیاء عالم کی تخلیق آب سے کی گئی۔ وجعلنا من الماء کل شیٔ جوہر اول جب تک جڑا اور ناشگافتہ تھا وہ ایک دوات کی مثال تھا پھر شگافتہ ہو کر دوات و قلم کی جگہ جداگانہ حیثیتوں

میں آیا۔ ایک شاخ سے چہار دادات وجود میں آئیں جو طبائع اربعہ یعنی حرارت و رطوبت و یبوست و برودت اور ایک شاخ سے اقلام اربعہ کی تخلیق کی گئی یعنی عناصر اربعہ آب و آتش، خاک و باد۔ اقلام اربعہ اور طبائع اربعہ چہار عناصر کی خاصیتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اربعہ عناصر کوزۂ خالی کی مثال ہے اور طبائع نور آفتاب کی طرح جس کی شعاعوں سے چمک کر یہ کوزہ حیات و حرکت کی علامت بنا۔ وہ شاخ جس نے صورت عنصری اختیار کی اس کا میلان اسفل کی جانب ہے اور اس کی طلب میں دوزخ ہے اور یہ نار حقی ہے اور وہ شاخ جس نے پیکر طبعی اختیار کیا اس کا رجحان اعلیٰ کی جانب ہے اور اس کی آرزو میں بہشت ہے اور یہ مرضی ہے۔

پس اگر کسی سالک پر صفات شاخ عنصری غالب ہو اور صفات شاخ طبعی مغلوب ہو تو یہ سالک شیطان ہے جس نے عبودیت کو ربوبیت پر مستولی کر لیا ہے۔ محبوب ازلی اپنی خلوت گاہ میں اکیلا تھا نام سے بے نیاز کیونکہ نام امتیاز کے لیے ہوتا ہے تاکہ ایک کو دوسرے سے جدا کیا جاسکے اور یہاں دوئی کا وجود نہیں تھا لیکن اپنے حسن و رعنائی کے تماشا کے لیے قبائے جبروت پہن لی اور وہ کچھ اور تھا مگر اپنے آپ کو کچھ اور دکھایا اب نام کی ضرورت پیدا ہوئی اور احمد کے نام سے موسوم ہوا۔ پھر دوسری قبا پہنی جس کا نام پشمینۂ سفید اور گلیم ابلیسیا تھا اور دو ناموں سے موسوم ہوا۔ محمد و ابلیس، حق و باطل، نور و ظلمت، بہشت و دوزخ، وحدت و کثرت۔

آں دہان پر نمک بر ہیچ کس پیدا نبود　　خندہ ہائی کرد می و شوری در جہاں انداختہ

برزخ جو مرضی کی بنا پر وجود میں آتی ہے اس کی نسبت محمد سے ہے اور جو نے نا مرضی کی علامت ہے اس کا تعلق ابلیس سے ہے آخر میں صاحب رسالہ صحابہ کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ حضرت محمد کے تمثل و تصور کو عالم جبروت کے آئینہ میں دیکھتے تھے اور ہم بدنصیب لوگ تمثل محمدی کو ابلیس کے آئینہ میں دیکھتے ہیں لیکن نگاہ حق میں وحدت کو کثرت کی صورتوں میں بھی دیکھ لیتی ہے، موم اپنے مختلف الوان و اوضاع میں بھی موم نظر آتا ہے۔ یہ اہل کمال کا شیوہ ہے۔ اس قلمی نسخے کے کاتب بھی سید محمد اسحاق بن سید مسیح اللہ بن سید تیم اللہ ہیں۔

(۳) رسالہ قضا و قدر (حسین نوشہ توحید):

رسالہ قضا و قدر گیارہ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس نسخے کے سرورق پر ابتدائی کلمات اس طرح مرقوم ہیں "از مخدوم شاہ حسن ابن حسین نوشہ توحید قدس سرہ بہاری" اور صفحہ اول پر کاتب کا ابتدائی اشارہ اس طرح ہے۔ "این رسالہ مسمیٰ بہ قضا و قدر رمز خیر و شر از حضرت حسن خلف مخدوم شاہ حسین نوشہ توحید بلخی قدس سرہ خلیفہ حضرت مولانا مظفر بلخی خلیفہ مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز" اور صفحہ آخر پر کاتب کے اختتامیہ کلمات

اس طرح لکھے ہوئے ہیں "تمام شد این رسالہ باسرار قضا و قدر و خیر و شر من تصنیف شاہ حسن پسر حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی بہاری قدس سرہ بخط خام سید محمد اسحاق ولد سید مسیح اللہ بن سید تیم اللہ مرحوم از فرزندان سید احمد جاجنیری قدس سرہ واقع تاریخ ۲۰ ذی قعدہ سن [illegible] ہجری مطابق ماہ چیت ۱۲۷۵ فصلی روز شنبہ۔

یہ رسالہ پانچ تمہیدات پر محتوی ہے۔ تمہید اول فی بیان حقیقۃ الخیر و الشر تمہید ثانی فی بیان الحکمۃ فی خلق الشر تمہید ثالث فی بیان اخراج الشر عن حد الرضا، تمہید رابع فی بیان اختیار العبد و افعالہ اور تمہید خامس فی بیان حکمۃ الانقیاد۔

موضوع تحریر کا آغاز اس طرح ہوتا ہے "این رسالہ ایست در سر قضا و قدر و در رمز خیر و شر کرات و مرات از حکمت آں سوال کردی، اکنوں چنانکہ زبان بر وقت املا کند بگویم و گرد شبہت از دامن یقینے بشویم کہ خدائے تعالیٰ می فرماید قل کل من عند اللہ خیرا کان او شرا (آپ کہہ دیجیے کہ تمام چیزیں اللہ کی طرف سے آتی ہیں خیر ہو یا شر) و جائی دیگر فرمود ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک (جو اچھائی تمہیں ملتی ہے وہ اللہ کی جانب سے اور جو برائی تمہیں ملتی ہے وہ تمہارے نفس کی طرف سے)

ان دونوں آیات مذکورہ میں جو ظاہری تناقض و تضاد نظر آتا ہے اور اس کے سبب جو قاری کے دل میں شکوک و شبہات رونما ہو سکتے ہیں ان کو صاحب رسالہ نے بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ معنوی حقائق کو روشن کر کے دور کر دیا ہے۔ جبریہ و قدریہ و ثنویہ عقاید کی بنیاد اس وجہ سے پڑی کہ ان کے پیروؤں نے ان آیتوں کے معنوی رموز کو نہیں سمجھا۔ صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ ان مذاہب میں بعضوں نے بندہ کے اختیار کو سلب کر لیا ہے اور بندہ کے فعل کو خدا کا فعل سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جو شر بھی انسان سے سرزد ہوتا ہے اس میں وہ بے اختیار ہے لہٰذا مواخذہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو بندہ کے فعل کو یکسر بندہ سے ہی متعلق کرتے ہیں۔ اور تصور کرتے ہیں کہ بغیر خلق خدا کے اس سے کوئی بھی فعل وجود میں آتا ہے۔ اور کچھ لوگ اثبات خالقین کرتے ہیں۔ ایک خالق کو خیر سے منسوب کرتے ہیں اور دوسرے شر کو متعلق ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ خیر و شر میں تضاد ہے اس لیے خیر آفریں شر آفریں نہیں ہو سکتا۔ پھر خیر و شر کے مسئلہ کی بابت صاحب رسالہ مدلل پیرایہ میں آیات قرآنی کی روشنی میں طریق اہل سنت و جماعت کو حق ثابت کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جملہ اشیاء بندہ، فعل بندہ، خیر و شر کا خالق ذات باری تعالیٰ ہے۔ لیکن اس کے ہر فعل میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ جملہ مخلوقات عالم خواہ وہ بر بنائے خیر ہوں یا بر بنائے شر ہوں ان میں حکمت ایزدی شامل ہے۔ کیوں کہ جس فعل میں حکمت نہیں وہ فعل

عبث ہے اور عبث سفہ کا نتیجہ ہے اور باری تعالیٰ سفہ سے یکسر منزہ ہے۔ اور حکمت فی نفسہٖ خیر ہے۔ لیکن وہ شر جو حکمت کے خلاف ہو وہ حکیم کا فعل نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ شر کی حقیقتوں کو بغیر حکمت کے وجود میں نہیں لاتا اور حکمت فی نفسہٖ خیر ہے لہٰذا خلق شر شر نباشد۔ جس طرح خلق ظلم ظلم نہیں ہوتا۔ قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ اگرچہ ظلم مخلوق ہے لیکن خلق ظلم کے سبب خدا کو ظالم نہیں کہہ سکتے کیونکہ ظلم کی خلقت میں حکمت پوشیدہ ہے۔

لہٰذا شر نظر الی الخلق شر نباشد نظر الی الکسب شر بود' اور خلق کا تعلق خدا سے ہے اور کسب کا تعلق بندہ سے ہے۔ حکمت فی خلق الشر کے بیان میں کہتے ہیں کہ اگر شر کا وجود نہ ہو تو خیر کی صفت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ یعنی اظہار خیر شر کے وجود پر موقوف ہے۔ مصنف نے خیر و شر کی نسبت کو خد و خال کے تعلق کی مثال سے مبرہن کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگرچہ خال کوئی حق نہیں رکھتا لیکن خد سے خال کو جدا کر دیا جائے تو قبیح پیدا ہوگا۔ لہٰذا وہ شئی جو فی نفسہٖ قبیح ہے دوسرے کی آرائش حسن و جمال کا موجب بھی ہو سکتا ہے۔ شر اس طرح مظہر خیر ہے۔ اسی طرح ناز کبریا کے ظہور و نمود کے لیے نیاز کا وجود ضروری ہے۔ اشیائے عالم نیاز کی صورتیں ہیں جو تجلی ناز کبریائی کو قبول کرنے کے لیے عالم ظہور میں آتی ہیں۔ نیاز اگرچہ بنفس خود قبیح ہے لیکن جب وہ تجلیات ناز کو قبول کرتا ہے تو حسن ہو جاتا ہے اخراج الشر عن حد الرضا کے زیر عنوان صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ شر مکروہ ہے اور خیر محبوب شر بنفس خود کراہیت رکھتا ہے لہٰذا وہ مراد بعض نہیں ہو سکتا بلکہ وجود خیر کے ظہور کا ایک وسیلہ ہے۔ خیر مراد محقق ہے اس لیے یہ مرضی ہے لیکن شر نامرضی ہے مکروہ ہے اور بہ نفس خود مراد نہیں ہے۔ لیکن وجود مکروہ قبول حسن کا محل ہے اسلیے اس کی خلقت میں حکمت ہے۔

اختیار العبد فی افعالہ کی بابت کہتے ہیں کہ ایزد متعال نے ذوی العقول کو مختار بنایا ہے۔ اختیار مرد عاقل کی جبلی فطرت ہے جس طرح آگ کی خاصیت میں گرمی ہے۔ یہ اختیار کی لیاقت عقل کی بدولت ہے جو خیر و شر کے مابین ممیز ہے۔ اگر عاقل اختیار کی نفی کرتا ہے تو گویا وہ اشیا کی حقیقتوں سے انکار کرتا ہے۔ مختار کو خیر و شر کے مابین امتیاز کرنا لازم ہے۔

اور آخر میں حکمۃ الانقیاد کے رموز کی عقدہ کشائی کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ خداوند عالم انسان کو عالم قول سے عالم فعل میں لایا ہے اور اسے مختار بنایا ہے تاکہ سعادت و شقاوت جو مقدر ازل میں انکے فعل کی وساطت سے ظہور میں آئے لہٰذا اس دنیا میں انسان کو فعل سے رستگاری نہیں اور فعل بغیر ارادہ کے ظاہر نہیں ہوتا اور ارادہ علم کے تابع ہے۔ انسان جب تک کوئی چیز جانتا نہیں اس کی بابت ارادہ نہیں کر سکتا اس لیے علم کے بغیر انسان کو چارہ نہیں۔ شریعت کے ضوابط واصول اسی بنا پر بنائے گئے اور فرائض اسی وجہ سے انسان پر عائد کیے گئے۔ تاکہ بوقت

ارادہ انسان کی نظر او امر و نواہی پر ہے۔

④ رسالہ اخص الخواص :۔

یہ رسالہ چوبیس ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحۂ آخر پر کاتب کے اختتامیہ اشارات اس طرح مندرج ہیں۔

رسالہ اخص الخواص من تصنیف حضرت مخدوم شاہ حسن خلف حضرت مخدوم شاہ حسین نوشہ توحید بلخی بہاری قدس سرہ العزیز بتاریخ ۲۳ شہر ذیقعدہ ۱۲۸۴ ہجری مطابق ۱۱ رچیت ۱۲۷۵ فصلی روز پنجشنبہ ۱۹ رمارچ ۱۸۶۸ء بخط خام سید محمد اسحاق ولد سید مسیح اللہ۔

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت مخدوم شاہ حسن دائم کی تصنیف ہے جو حضرت شاہ حسین نوشہ توحید کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ اس رسالے میں مسئلہ وحدت الوجود کے دقیق رموز و غوامض کو مختلف دلائل و براہین کے ذریعہ وا شگاف کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس کا موضوع دقیق و عمیق ہے مصنف نے اسے عرفا اور خاصان میخانۂ تصوف کے لیے لکھا ہے۔ عامیان اس سے کماحقہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ وحدت الوجود کے نکات کے افہام کے لیے صاحب رسالہ نے خواجہ فریدالدین عطارؔ، جلال الدین رومیؔ اور فخرالدین عراقی کے بہت سارے اشعار شواہد کے طور پر پیش کیے ہیں۔ رسالے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: "بنام خدا کہ یک بود و یک است و یک خواہد بود بلکہ خود ہمہ او ست شاید گفت" اس کے بعد خواجہ عطارؔ کا مندرجہ ذیل شعر بطور مثال لایا گیا ہے۔

منم بود و باشم ہمیشہ منم   وجودی ندارد کسی جز کہ من

رسالہ کی غایت و مقصود کی بابت حضرت توحید لکھتے ہیں "این رسالہ را اخص الخواص نام نہادہ شد تا سالکان الہٰ و متصوفان درگاہ بہ یقین دل مطالعہ کنند حق تعالیٰ بہ فضل عظیم سبب وصول شان گرداند"۔

ابتدا میں تخلیق کائنات کا مقصود بیان کیا گیا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے "اگر تو نبودی ای محمد بر آئینہ نمی آفریدمی آسمانہا را"۔ کہتے ہیں کہ سالک راہ عشق پہ گامزن رہ کر ایک مقام کو اس وقت پہنچ پاتا ہے جب اس کی بصیرت حجابات ماسواسے یکسر وارستہ ہو جاتی ہے۔ تخلیق عالم کے متعلق کہتے ہیں کہ ایزد باری نے یہ چاہا کہ وہ اپنے جمال کا مشاہدہ کرے اور یہ بغیر آئینہ کے ممکن نہیں تھا لہذا کیہان اعظم کی تخلیق کی گئی۔ غرضیکہ کائنات کو معرض وجود میں لانے میں حکمت یہ تھی کہ یہ جمال معشوق ازلی کے انعکاس کے لیے آئینہ بنے۔ صاحب رسالہ اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک واقعہ کو نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت داؤد نے مراقبت کی انتہا کو پہنچنے کے بعد حق تعالیٰ سے سوال کیا "یا رب لماذا خلقت الخلق قال کنت کنزاً مخفیاً فاحببت

ان اعرف الخفی ——— یعنی اے رب تو نے خلق کو کیوں کر پیدا کیا پس سراپردہ کبریا سے یہ آواز آئی کہ میں ایک گنج نہاں تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اپنی چاہت کے لیے میں نے عالم کی تخلیق کی۔ کائنات ایک پیکر بے جان کی مثال تھی۔ مرات جلا جب اسے علا کیا گیا تو یہ مرئی ہو گئی اور اس طرح یہ انوار ایزد متعالی کا مظہر بنی۔ جب یہ عالم آب و گل معرض خلقت میں آچکا تو باری تعالیٰ عالم میں منبسط ہو گیا جس طرح جسم میں روح منبسط ہے۔ چنانچہ آیت قرآن حکیم شاہد ہے۔۔۔ وفی انفسکم افلا تبصرون ۔ نور محمدی کو حق تعالیٰ نے اپنی ذات سے معرض وجود میں لایا۔ پھر وہ نور محمدی دو نیم ہو گیا۔ ایک نیم سے خداوند عالم نے عرش و کرسی لوح و ملک و ارواح کی تخلیق فرمائی اور نیم دیگر کو لطافت سے کثافت کے عالم میں لایا اور اس سے زمین اور اجسام عالم کو عالم وجود میں لایا۔ اس طرح نصف لطیف سے ارواح کی تخلیق فرما کر اسے اجسام کی جان کا موجب بنایا ونفخت فیہ من روحی اور لاموجود الا اللہ کے یہی مفہوم ہیں۔

گویم بہر زبان و بہر گوش بشنوم | ایں طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست
چوں ہر چہ ہست در ہمہ عالم ہمیں منم | مانند در دو عالم از آنم پدید نیست (عراقی)

باطن وجود میں اس طرح وہی نور ہے اور علم و ارادت و قدرت اسی نور کی بدولت ہے۔ بینائی، شنوائی، گویائی، طبیعت و خاصیت، افعال و اشیا اسی نور کے سبب ہے۔ یہ صفات وحدت ازروی سے یہ عین عالم موصوف ہے۔ ازروی باطن حق تعالیٰ وحدت کی صفت سے موصوف ہے۔ لیکن ازروی ظاہر کثرت کی صفات سے موصوف ہے۔ ازروی حقیقت وہ ایک ہے لیکن تجلیات کے اعتبار سے وہ بے حد و حساب ہے عالم کے یہ جلوہ ہائی صد رنگ، یہ ہر آن بدلتی صورتیں تجلیات باری تعالیٰ کی امواج خشاں ہیں۔ ہر آن وہ شئی جو موجود ہے معدوم ہوتی ہے اور اور پھر اس کی مثال اسی آن میں وجود اختیار کرتی ہے۔ حق تعالیٰ کی مثال ایک دریائی بیکراں کی ہے اور یہ صور و نقوش عالم اس دریا کی لہریں ہیں۔ دریا میں جس طرح لہروں کا سلسلہ ٹوٹتا نہیں اسی طرح حق تعالیٰ کے انوار کی تجلیات عالم پہ پیہم جاری ہیں۔ عراقی کہتے ہیں:

آفتابی در ہزاراں آبگینہ تافتہ | ہر یکی بر وصف خود رنگ دگر یافتہ
جملہ یک نور ست لیکن رنگہای مختلف | اختلافی در میان ایں و آں انداختہ

پس جس نے اپنے آپ کو پہچانا خدا کو پہچانا۔ پھر کہتے ہیں کہ اسما و افعال کی حیثیت اضافی ہے۔ اگر وجود باطن کو سمجھنا چاہتے ہو تو اضافتوں کو ترک کرنا ہوگا۔ وحدت حق تعالیٰ کے افہام کے لیے موم کی مثال پیش کرتے ہیں کہتے ہیں

کہ موم اصل ہے لیکن اس سے نعبت ساز مختلف صورتیں بناتا ہے۔ اور مختلف اسموں سے یہ صورتیں مسمّٰی ہو جاتی ہیں۔ تو وہ خود گو سفند و آہو سے یہ صورتیں موسوم ہوتی ہیں لیکن اگر ان صورتوں کو محو کر دو تو یہ وہی موم ہے جو پہلے تھا۔ اضافت غیر کا اسی طور ظہور ہوتا ہے۔ اور اختلافات رونما ہوتے ہیں۔

عطار کہتے ہیں :

همان لفظ کز غیر یعنی خطا است — یقین دان کہ در ہر دو گیتی خدا است
ہر چہ بینی ذات پاک او بود — ایں چنیں دیدن تر اینکو بود

پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رأیت الاشیاء کما ہی یعنی دیدم من چیز ہا چنانچہ آں چیز است
یا ما رأیت شیئاً الا رأیت اللہ فیہ یعنی ندیدم چیزی را مگر آں کہ دیدم خدای را در آں چیز میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

خواجہ شقیق سے مروی ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی نے ان سے توحید کے معنی بیان کرنے کو کہا۔ خواجہ نے شکر منگوائی اور اس شخص سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا شکر ہے۔ خواجہ کے حکم سے اس مرد نے شکر سے کچھ صورتیں بنائیں گائے، گھوڑا، ہرن وغیرہ کی صورتیں۔ خواجہ نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے۔ اس مرد نے صورتوں کا الگ الگ نام بتایا۔ خواجہ نے جملہ صورتوں کو مٹا دینے کو کہا اس شخص نے ایسا ہی کیا اور پھر خواجہ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا کہ شکر ہے۔ خواجہ نے کہا توحید کا بیان میں نے تمام کر دیا۔

آخر میں کہتے ہیں کہ ایک ہی نور ہے جس کے لمعات سے سارا عالم روشن ہے۔ وہی قدیم بھی ہے حادث بھی ظاہر بھی ہے باطن بھی، ساجد بھی ہے مسجود بھی، شاہد بھی مشہود بھی، عابد بھی ہے معبود بھی۔

منم عاشق خویشتن غیر من — کسی نیست اندر میاں جز کہ من
دو گیتی چو آئینہ ساختم — یقیں داں کہ در ہر دو گیتی منم

اگر کلاہ فقر سر پر رکھنا چاہتے ہو تو چہار ترک کو ہمیشہ یاد رکھو، ترک دنیا، ترک نفس، ترک دین اور ترک خویش۔

⑤ رسالہ در بیان مراتب فنا:

یہ مختصر رسالہ خواجہ ابوالعلی نقشبندی کے باطنی دقت و تامل کا نتیجہ ہے۔ خواجہ ابوالعلی میر ابوالوفا حسینی کے صاحب زادے تھے۔ اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ خواجہ صاحب کی پیدائش ۱۵ مطابق ۹۹۰ ہجری میں ہوئی تھی۔ جد بزرگوار میر عبد السلام سمرقند سے ہندوستان آئے تھے۔ راجہ مان سنگھ جب حاکم بنگالہ ہوا تو خواجہ صاحب سمرا کی

کے درجہ پر ممتاز تھے۔ بعد کو ترک امارت کر کے عبادت میں مشغول ہوئے۔ اجمیر پہنچ کر روحانیت خواجہ معین الدین چشتی سے اویسی طریقہ پر فیضان حاصل کیا۔ بعد کو خواجہ امیر عبداللہ سے بیعت ظاہری بھی کی۔ خواجہ صاحب کی وفات بروز جمعہ ۹ رصفر ۱۰۶۳ ہجری مطابق ۲۱ جنوری ۱۶۶۱ء میں اکبر آباد میں ہوئی وفات کے وقت ان کی عمر ۷۰ سال کی تھی۔ آگرہ میں کربلا کے قریب مدفون ہیں۔ حضرت ابوالعلیٰ خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد میں ہیں

خواجہ صاحب نے فنا کے مراتب و مقامات کا جائزہ بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ لیا ہے۔ مسائل نکات کے اثبات کے لیے مختلف شاعروں کے حسب حال اشعار بھی شواہد کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ حمد واجب الوجود اور درود بر پیغمبر محمد صلی اللہ تعالیٰ کے بعد خواجہ صاحب اس رسالے کے موضوع و مقصد کی بابت اس طرح رقمطراز ہیں: "اما بعد می گوید فقیر حقیر دل شکستہ واز خود رستہ ابوالعلیٰ احرار الحسینی کہ این رسالہ ایست در بیان مراتب فنا و وصول الی اللہ تعالیٰ ہر طالبی کہ بدین طریق سلوک نماید و سعی بلیغ پیش گیرد امید قوی است کہ بمقصود حقیقی کہ وصول بہ حق است مشرف گردد۔"

خواجہ صاحب فنائی اعظم کے تین مراحل بتاتے ہیں۔ اوّل فنا فی الافعال دوم فنا فی الصفات اور سوم فنا فی الذات:

فنا فی الافعال سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے اختیار اور جمیع عالم کے تصور سے باہر ہو جائے اور ان حرکات و سکنات و افعال کو اس سے پہلے جو اپنی ذات اور دوسروں سے منسوب کرتا تھا انہیں حق سے منسوب کرے اپنے افعال کو حق سے اس طرح نسبت کرے جس طرح مردہ کی حرکات کی نسبت غسال سے ہوتی ہے۔ ہر حال میں کسی شئے یا حرکت کو کسی سے منسوب ہرگز نہ کرے۔ ایسا کرنا صاحب رسالہ کی نظر میں شرک ہے۔

ناوک اندر کمان خود دارد   شاہدان را بہانہ در ابرو

فنا فی الصفات کا مفہوم یہ ہے کہ سالک اپنی جملہ صفات اور دوسروں کی صفات کو حق کی صفات سمجھے۔ اپنی اور دوسروں کی تمام صفتوں کو مثلاً علم و ارادت، قدرت اور سمع و بصر و کلام کو حق سے منسوب کرے اور حق کی صفات سمجھے۔

گویم بہر زبان و بہر گوش بشنوم   این طرفہ تر کہ گوش و زبانم پدید نیست

اس سلسلے میں خواجہ صاحب نے حضرت بایزید بسطامی سے متعلق ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت بایزید جب واصل بحق ہوئے تو حق تعالیٰ نے ان سے سوال کیا کہ بایزید تم نے میرے لیے کیا لایا۔ حضرت بایزید نے کہا کہ خدا وندا میں توحید لے کر آیا ہوں۔ حق تعالیٰ نے کہا کہ اس رات کو یاد کرو جب تم نے دودھ پیا تھا اور تم درد شکم میں مبتلا ہو گئے تھے۔

ایک درویش نے جب تم سے درد شکم کا سبب دریافت کیا تو تم نے کہا "اشب شیر خوردہ بودم بنابریں شکم درد می کند" اس طرح تم نے درد شکم کی نسبت شیر سے کی پھر بھی کہتے ہو کہ توحید لایا ہوں۔ خواجہ ابو العلا کہتے ہیں جب حضرت بایزید نے ایک نسبت غیر حق سے دی تو جام توحید توڑ ڈالا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔ طریق توحید پر چلنے والے نسبتوں کو یکسر ترک کر دیتے ہیں۔

نکو گوی نکو گفتست بے لذات　　　کہ التوحید اسقاط الاضافات

فنائی الذات کے معنی یہ ہیں کہ سالک اپنی ذات اور تمام عالم کو خدا کی ذات سمجھے اور یہ یقین کے ساتھ تصور کرے کہ حق تعالیٰ نے مرتبۂ اطلاق سے نزول فرمایا اور اس طرح اس عالم کے اشکال متنوعہ میں ظاہر ہو گیا ہے

ہر چہ بینی یار است اغیار نیست　　　غیر او جز وہم و جز پندار نیست

خواجہ صاحب معرفت فنا کے کچھ اصول بتاتے ہیں۔ سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اصول و ضوابط کی پیروی کرے تاکہ خدا شناسی اور وصول الی اللہ حاصل ہو سکے۔ اول یہ کہ سالک کو چاہیے کہ عالم کو ایک آبگینہ فرض کرے جس میں عکس رخ معشوق ازلی کا وہ ہر آن مشاہدہ کرتا رہے۔ اس خیال میں اسے اس درجہ سرگرم، چالاک، مائل اور متوجہ ہونا چاہیے کہ ایک لحظہ کے لیے بھی اس کا دیدہ و دل تماشائی حق سے غافل نہ ہونے پائے۔

ای خنک حالی کہ در ہر آئینہ　　　دید روی یار خود ہر آئینہ

اگر وہ مسلسل اس خیال میں غرق رہے گا تو اسے گوناگوں لذتیں حاصل ہوں گی پھر اسی مقام سے برتر مقام پر جا پہنچے گا۔ جہاں وہ تمام عالم کو حق کے قریب پائے گا اور یہ تصور کرے گا کہ یہ سب حق ہے جو ان ان گنت صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ پس سالک کو چاہیے کہ اسی تصور میں وہ ہمیشہ ڈوبا رہے اور کوئی لمحہ بھی اس خیال سے خالی نہ رہے۔ اس لیے قیل و قال کے جھمیلے میں نہیں الجھنا چاہیے تاکہ اس کا دیدہ و دل تصور جاناں میں ہر آن مستغرق رہے۔ پھر اس مقام سے ترقی پا کر بہ مرتبہ کو پہنچے گا جہاں وہ اپنی ہستی کو مٹانے کی سعی کرے گا۔ اپنے وجود کی نفی اور اثبات حق کی کوشش کرے گا۔ آنکھیں موند کر سالک یہ تصور کرے کہ میں جسے میں سمجھ رہا تھا وہ میں نہیں تھا بلکہ عین حق ہے جو اس صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اس خیال میں محو اللیت و معیت کی صورت پیدا کرے اور اپنے آپ کو یکسر بھول جائے۔ خود کو اور عالم کو حق جانے اور حق دیکھے۔ جب اسے ایسے تصور کی سعادت نصیب ہوگی تو یہاں تک کہ اپنے آپ کو وہ بھلا دے گا تو سمجھو کہ حجاب اٹھ گیا اور وصول الی اللہ میسر آیا۔

بیخودی از خود رفتگی اور نیستی کا مفہوم یہی ہے اور طالبانِ حق کا مقصود و مطلوب یہی ہے۔ جو اس مقام کو پہنچا اسے فنافی اللہ حاصل ہوا۔

صوفی وہ نہیں جو چلے کھینچے اور خلوت گزیں ہو کر یا اصنوں میں اپنے اوقات صرف کرے صوفی وہ ہے جو فنافی اللہ کا مرتبہ حاصل کرے۔ اس رسالہ کے صفحہ آخر پر کاتب کے اختتامیہ اشارے اس طرح ہیں:

فقط بتاریخ پانزدہم شہر ربیع الثانی مطابق ماہ اگھن ۱۲۶۵ فصلی روز یکشنبہ بخط خام سید مسیح اللہ ولد نعیم اللہ بن سید ساون بن سید محمد یوسف بن حاجی سید شمس از فرزندان سید احمد جاجنیری قدس اللہ سرہ العزیز و ساکن محلہ شاہ علی من محلات قصبہ بہار

(۶) نسخۂ والدیہ:

نسخۂ والدیہ خواجہ عبید اللہ احرار کے روحانی غور و فکر کے مطالب و مفاہیم پر مشتمل ایک گراں قدر رسالہ ہے۔ اس مختصر رسالہ میں سلوک کے مراتب عالیہ اور وصول الی الحق کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ خواجہ احرار اپنے پدر بزرگوار کے حکم پر اس رسالہ کو معرض تحریر میں لائے تھے۔ خواجہ عبید اللہ احرار کی پیدائش ۱۴ رمضان ۸۰۶ ہجری میں بخارا میں ہوئی۔ خواجہ محمد یعقوب چرخی سے خلافت پائی تھی۔ خواجہ صاحب سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک جلیل القدر صوفی تھے۔ بابر بادشاہ کا دادا سلطان ابو سعید پا پیادہ ان کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ بابر کے والد عمر شیخ کو بھی خواجہ احرار سے بڑی عقیدت تھی۔ خواجہ عبید اللہ احرار کے اخلاف میں سے ایک بزرگ خواجہ یحییٰ اکبر کے زمانۂ سلطنت میں ہندوستان آئے تھے۔ ۲۱ ماہ ربیع الاول ۸۹۵ ہجری میں بروز شنبہ وفات پائی۔ مرقد مبارک سمرقند میں ہے۔

اس رسالہ کے سبب تحریر کی بابت خواجہ صاحب ابتدا میں اس طرح لکھتے ہیں:

"این مختصر آں بود کہ والد این فقیر بنا بر حسن ظنی کہ ایشان را باین فقیر بود امر کردند کہ باید کہ برای ما چیزی نویسی از سخنان اہل اللہ کہ عمل بہ آں سبب حصول مقامات عالیہ و حصول علوم حقیقت کہ خارج از طور نظر و دلائل است گردد۔"

خواجہ صاحب آداب ربوبیت کو فرض جانتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار کے حق میں عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کی ربوبیت کا اولین اثر ان کی وساطت سے ہے اور امر پدر بزرگوار کو امر حق تعالیٰ سمجھ کر اس کی تعمیل کو واجب سمجھتے ہیں پھر خوانندگان رسالہ سے عجز و انکسار کے احساسات کے ساتھ التماس کرتے ہیں کہ اس رسالہ میں جو کچھ بھی تحریر ہوا ہے

اس کا باعث و موجب ان کو نہ سمجھیں اس لیے کہ حق تعالیٰ کے قبضہ تصرف میں ان کی مثال قلم در دست کاتب جیسی ہے۔ ایسا وہ کریں گے تو اہل اللہ کے اس زمرہ میں شامل ہوں گے جنہوں نے بلا واسطہ حق تعالیٰ کے علوم حاصل کیے۔

کہتے ہیں کہ عبادت سے مراد معرفت ہے۔ عبادت کا تعلق گرچہ اعمال ظاہر سے بھی ہے لیکن اعمال ظاہر کو معرفت کے تابع ہونا ضروری ہے۔ صوفیا قولِ حق تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کو اپنے سلوک کا شعار بناتے ہیں۔ ان کی عبادات میں اعمال ظاہر و اعمال باطن ممزوج ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ان کے اوراد و وظائف معرفت کے تابع ہوتے ہیں اور معرفت کا حصول متابعت پیغمبر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ متابعت پیغمبر کی تین صورتیں ہیں، قولی، فعلی اور حالی۔ متابعت قولی یہ ہے کہ خلاف شرع کوئی بات زبان پر نہ لائے۔ دروغ و ایذا رساں کلمات سے اجتناب کرے اور تلاوت قرآن اور متابعت شریعت کی ترغیب و تشویق کے لیے اپنی زبان کا استعمال کرے اور فعلی متابعت یہ ہے کہ اپنے اعمال ظاہری کو شریعت سے قریب کرے اور آداب و سنن کو کسی طرح ترک نہ کرے۔ اور اپنے دست اور سایر جوارح سے برادران مومن کی معاونت کرے۔ خصوصاً ان فقیروں اور درویشوں کی اعانت ہونی چاہیے جن کی توجہات علی الدوام جانب حق ہوتی ہیں۔ ان کے قلوب گرچہ آئینہ جمال حق ہیں لیکن تقاضای بشریت کے سبب اکل و شرب مسکن و لباس کی احتیاج بھی درپیش ہوتی ہے جس سے ان کے مرات دل میں اغیار پیدا ہو جاتا ہے اور اسی کے سبب وہ مشہود جمال محبوب سے دور ہو جاتے ہیں۔ صاحب دولت کو ان کی احتیاجات بشری کی کفایت و کفالت کرنی چاہیے۔ مرتبہ نفس میں پیغمبر صلعم کی متابعت یہ ہے کہ جو ہوا و ہوس خلاف شرع ہو اس کی مخالفت کی جائے۔ اس حال پر مداومت ثابت رہے گی تو سالک کا نفس متابع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس سے مناسبت حاصل کر سکے گا۔ اور مناسبت کے مقدار کے مطابق ان کے نفس کی صفات سے کچھ جذب کرے گا۔ جس طرح فتیلے میں بارود ہوتی ہے اور اس بارود کے واسطے سے اسے آگ سے مناسبت ہوتی ہے فتیلہ میں جیسی اور جتنی بارود ہوگی آگ اس کے مطابق اس پر اثر انداز ہوگی۔

سالک کی متابعت جب کمال کو پہنچتی ہے تو حق تعالیٰ اسے اپنا بنا لیتا ہے اور اسے اپنے اسرار کا محرم بناتا ہے لیکن حق تعالیٰ کی یہ دوستی سالک کا صفات نبوی سے اتصاف کے سبب ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ خود کے بجز کسی کو دوست نہیں رکھتا۔ وہ صاحب جمال ہے اور دوستی اس کی اپنے حسن و جمال سے ہے جس کا وہ خود شاہد و عاشق ہے۔

حق تعالیٰ نے مرات انبیاء و اولیا میں مختلف قدروں کی استعداد بخشی اور بعض کو بعض پر اس کے آئینہ استعداد کے مطابق

فضیلت عطا کی۔ محمد رسول کریم کا آئینۂ استعداد جمیع انبیاء سے افضل تر تھا اس لیے ذات و اسماء و صفات کی تجلیات کا ظہور سبھوں سے زیادہ ان کی ذات کے واسطے سے ہوا اور اسی بنا پر رسول کریم کی امت کو خیر امت کا مرتبہ حاصل ہوا۔

غرضیکہ رسول کریم کی متابعت کے بغیر سالک کسی مرتبہ پر نہیں پہنچ سکتا اس لیے ضروری ہے کہ سالک ان کی متابعت بھی حسب کمال حاصل کرے اس طرح کہ اس کا دل غیر حق سے تعلق نہ رکھے لیکن علائق و عوائق سے انقطاع کامل طور پر بغیر محبت کے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ محبت ایک وہبی سعادت ہے لیکن سالک اگر سعی کرے تو اس کا ظہور محال نہیں۔ لیکن اس سعادت کا حصول ایک طریقہ پر منحصر ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ ابتداءً وہ محبوب کا ذکر کرے اور ایک لحظہ کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہے۔ اس کا قلب خیال غیر سے یکسر خالی ہو جائے اور صرف اندیشۂ جانان اس پر حاوی ہو جائے۔ اور اس حال کو قائم و دائم رکھنے کی سعی کرے۔ یہاں تک کہ ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ اس کا دل جملہ لذات سے بیگانہ ہو جائے اور ہر آن ذکر جاناں کی لذتوں سے حظ حاصل کرتا رہے۔ اس کا دل محبوب کی یادوں میں ہر آن اس طرح مشغول رہے۔ چنانچہ اگر تکلفاً اپنا دل کسی اور سے وابستہ کرنا چاہے تو یہ ممکن نہ ہو سکے۔ ایسے مرتبہ پر پہنچ کر اس کی گویائی شنوائی اور بینائی کا مرجع محبوب ہوگا اور اس طرح اسے ہر آن حضوری کا مرتبہ حاصل ہوگا۔ اسی صورت میں اشتغال ظاہری علائق معنوی کے لیے مانع نہ ہوگا۔ اس کا باطن حق سے پیوستہ ہوگا اور رشتہ یاد و مناجات کے حال میں ہوگا۔ جس صاحب دل کا حق سبحانہ تعالیٰ سے ایسا رشتہ استوار ہو جاتا ہے تو اس کی روح جب بند کالبد سے آزاد ہو جاتی ہے تو اسے اتصال حاصل ہوتا ہے۔ اس کا دل اگرچہ مرحلۂ حیات میں حق تعالیٰ سے نہایت قریب رہتا ہے لیکن تقاضائے بشریت کے سبب ایک حجاب حائل رہتا ہے۔ روح کا انقطاع و انفصال جب جسم سے ہو جاتا ہے تو اسے اتصال بے مانع حاصل ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ خواجہ صاحب کا خیال یہ ہے کہ حصول محبت محبوب کے نام کا ذکر و ورد کرنے سے ہوتا ہے۔ اور ذکر لا الٰہ الا اللہ جملہ اذکار میں افضل ہے۔ یہ کلمہ نفی و اثبات سے مرکب ہے۔ کائنات کے نقشہائے رنگ رنگ سالک کے لیے حجاب کے اسباب ہیں۔ ان صورتوں میں اثبات غیر مترشح ہوتا ہے اور حق کی نفی ہوتی ہے۔ سالک اگر حضوری چاہتا ہے تو اسے ماسوا کو ترک کرنا ہوگا۔ ذکر لا میں مشغول ہونے سے غیر حق کا اشتغال اس کے دل سے دور ہو جائے گا اور الا اللہ کے ورد سے مشاہدۂ حق حاصل ہوگا۔ لیکن اس مشغولیت میں مداومت ہونی چاہیے اس درجہ کہ اگر کبھی سہواً غافل ہو جائے اور پھر اسے یاد آئے تو وہ ایسا محسوس کرے کہ اس نے ایک درویش بہا گم کر دیا ہے۔ جب سالک کا دل غیر حق سے منقطع ہو جاتا ہے تو متصلاً وہ حق تعالیٰ سے از روئے نیاز کے حال میں ہوتا ہے اس کے دل پر عشق حق کا ایسا استیلا ہوتا

اور عشق کا ایسا مظہر نتیجۂ ظہور میں آتا ہے کہ ذاکر کی ہستی موہوم مذکور کی حقیقی ہستی میں گم ہوجاتی ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں ذاکر عین مذکور ہوجاتا ہے۔ یعنی عالم الاحدیۃ کا راز اس پر منکشف ہوجاتا ہے۔ آخر میں ان مراتب کے حصول کے لیے خواجہ احرار، نقشبندی معاشرت و مجاورت یا مردانِ حق کو بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ان کی توجہ سے سالک کی متابعت ثابت اور استوار رہے۔ اتمام شد نسخۂ والدیہ من تصنیف خواجہ عبید اللہ احرار۔

(۷) امواج البحار فی سر الانہار (مولانا رکن الدین عشق)

مولانا رکن الدین عشق کا یہ رسالہ ۱۶ صفحہ پر مشتمل ہے ۵ امواج اور ۵ انہار کے تحت عنوان اس رسالہ کی طبقہ بندی کی گئی ہے۔ بزرگانِ سلف کے اقوال و ارشادات کو مصنف نے انہار کے طبقات میں شامل کیا ہے اور اپنے واردات قلبی اور لمعات ذہنی کو امواج کے ابواب میں رکھا ہے۔

شیخ رکن الدین عشق ۱۱۲۰ھ میں اپنے نانا شاہ محمد فرہاد ابو العلائیؒ کے گھر میں دہلی میں متولد ہوئے۔ ان کے والد شیخ محمد کریم فاروقی تھے۔ عشق دہلی کے ایک جلیل القدر شاعر تھے۔ ان کے اشعار اردو پر محیط ہیں۔ کلیات حیات و شاعری پر تحقیقی تبصرہ کے ساتھ ڈاکٹر وحید حسین سابق پرنسپل مگدھ مہیلا کالج کی کوشش سے زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے۔

شیخ رکن الدین علوم ظاہری میں کامل دسترس رکھنے کے باوجود علوم باطنی سے بھی بطریق احسن بہرہ مند تھے۔ حضرت عشق سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک تھے۔ طریقۂ ابو العلائیہ کی تعلیم عشق کو مولانا برہان الدین خدانما سے ملی تھی۔ حضرت عشق کی روحانی تربیت ان کی ذاتی توجہ سے ہوئی۔ ان کی رہنمائی میں حضرت عشق نے مراتب سلوک کے اسرار و حقائق سے آگہی حاصل کی اور بارہ سال کی مدت تک حضرت عشق مولانا برہان الدین کی کامل شخصیت کے گوناگوں محاسن و مکارم سے استفاضہ کرتے رہے۔ بعد کو حضرت مخدوم منعم پاک کے رشتہ روحانی کے زیر اثر طریقۂ فردوسیہ کی بھی تربیت حاصل کی۔ حضرت عشق ایام شباب میں احمد شاہ درانی کی فوج کے ہاتھوں قتل و کشتار اور غارت گری کے واقعات سے بددل ہوکر شہر دہلی کو ترک کرکے مرشد آباد چلے آئے اور یہاں نواب میر قاسم کی فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے۔ کچھ دنوں تک اطمینان و عافیت کی زندگی گزارتے رہے۔ بعد کو زمانے کے بدلتے ہوئے تیور نے عشق کو عیش و عافیت کی زندگی سے یکسر بے پروا بنا دیا۔ ان کی طبیعت میں تبدیلی رونما ہوئی اور ترک ملازمت کرکے دیار وطن کی طرف لوٹ آئے۔ مولانا رکن الدین عشق کی تصانیف میں اردو کلیات، ایک دیوان فارسی اور تصوف کے موضوع پر چند رسالے تھے۔ لیکن کلیات اردو اور رسالہ "امواج البحار" کے علاوہ دوسری

تصنیفیں نہیں ملتی ہیں حضرت رکن الدین کی تاریخ وفات مرزا فدوی کے قطعہ تاریخ کے مطابق ۱۲۰۲ ہجری متعین ہوتی ہے۔
رسالہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے "الحمد للہ رب العالمین — بر آتش موہوم عاشقان را از تجلی احدیت
نیست گردانیدہ وجودی موحدان را از نور وحدت پوشانیدہ و نظری عنایت کرد کہ وجود واحد مشاہدہ نمودند
کاملان را تعلق از ہستی خویش بخشیدہ کہ در فرق و جمع خود را مشاہدہ فرمودند والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ
و اصحابہ اجمعین" یہ رسالہ مولانا رکن الدین کے وسیع و عمیق مطالعات اور وجدانی و روحانی ملاحظات کا نتیجہ ہے۔
اپنے ذہن و قلب کے ترشحات کو موصوف نے بڑے ہی وجد آفریں اور دل انگیز انداز میں پیش کیا ہے۔
سبب تصنیف کی بابت مولانا ارشاد فرماتے ہیں :

قوالی در عرس امیر علیہ السلام چند شعری از مثنوی مولوی معنوی قدس سرہ بزبان رانند و معانی
آن بر قلب پر تو افگند پیش احباب گفتہ شد مکرر بزبان آوردند کہ در قید تحریر باید آورد و نا محسوس
را محسوس باید کرد چنانچہ از کاوش مکرر ایشان تسطیر نمودم و سنان قلم فکر را بہ صفحہ دل فرسودم
و این را مسمی بہ امواج البحار فی سرالانہار نہادہ ہر عبارتی کہ از بزرگان سلف در آوردم نہر نوشتم
و ہر چہ از دریای قلب موج زدہ موج گفتیم الیوم مسنہ یک ہزار و یک صد و ہشتاد ہجری و تاریخ
بست دوم ماہ رمضان المبارک است بزمان وقت املا کردہ می آید۔

مندرجہ بالا عبارت سے مستنبط ہوتا ہے کہ مولانا جلال الدین رومی کے کچھ برگزیدہ اشعار کے معانی و مفاہیم حضرت
رکن الدین کے آئینہ قلب پر منکشف ہوئے تھے ان کو موصوف اپنے اعزہ و احباب کے پیہم تقاضا و اصرار پر
معرض تحریر میں لائے اور اس نتیجۂ فکر کا نام "امواج البحار فی سرالانہار" رکھا۔ اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے
کہ یہ رسالہ ۱۱۸۰ ہجری کی تصنیف ہے لہٰذا موصوف نے اسے اپنی وفات سے ۲۲ سال پہلے قلمبند کیا تھا۔
پہلے عرض کیا گیا کہ مولانا نے لطیفۂ "امواج" کے تحت اپنے قلبی مشاہدات و محسوسات کو بیان کیا ہے اور
"انہار" کے زیر عنوان بزرگان و مشائخ کے کلمات کو نقل کیا ہے۔ حضرت عشق فرماتے ہیں کہ راہ تقرب الی اللہ میں جو بھی غیر
دیوانگی ہے وہ بیگانگی ہے۔ شورش ایک دولت عظمیٰ اور فضیلت کبریٰ ہے۔ شورش و بیخودی ایک ہی شے ہے۔
صرف مراتب کا فرق ہے۔ بیخودی کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں خودی شریک نہ ہو اور شورش و وجد میں بھی خودی کا
وجود باقی نہیں رہتا۔ شورش زدہ شخص سے جو حرکات ظہور میں آتے ہیں وہ دراصل اس کے باطن پر غلبات محبت کے
سبب ہوتے ہیں۔ حضرت فرید الدین عطار وجد و شورش کے حال کو آگاہی کا مرتبہ سمجھتے ہیں اور خواجہ محمد پارسا قدس

نے اسے استغراق کہا ہے۔ خواجہ عبید اللہ احرار شرح مقامات میں لکھتے ہیں کہ جسے نسبت ذوقیہ نصیب ہوتا ہے۔ وہ ایک جگہ مطمئن و مقیم نہیں رہ سکتا۔ کچھ لوگ سوال کرتے ہیں موصوفوں کی حرکات ظاہرہ کس چیز کا نتیجہ ہے از خود رفتہ ہونے سے کیا فائدہ ہے اس کا جواب حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے :

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی　　تا بی خبر بمیرد در عین خود پرستی

واذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم ای اضطرب قلوبھم کا مفہوم بھی یہی ہے۔

غرضیکہ شورش و دیوانگی تمام اشتغال و اکساب کا نتیجہ ہے اور اس کا نتیجہ حصول حق تعالیٰ ہے۔ حدیث نبوی سے بھی استنباط ہوتا ہے کہ شورش و وجدان مشاہدہ تجلیوں کے سبب ظہور میں آتا ہے۔ مشاہدہ تجلیوں سے انسان حیران ہو جاتا ہے۔ تجلیات تجلیوں کو عرفا نے چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ تجلی علمی عینی ۲۔ تجلی وجودی ۳۔ تجلی شہودی ۴۔ تجلی علمی اعتقادی۔

تجلی علمی عینی اشیاء موجودات کی صورتیں معلومات و موہومات کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے۔ تجلی وجودی اشیا موجودات کی صورتوں میں شواہد کے پیکر میں ظاہر ہوتی ہے تجلی شہودی ارباب تجلی کی نظر شہود کی وساطت سے ظہور میں آتی ہے۔ تجلی علمی اعتقادی فکر کے پردے اعتقادات مقیدہ کی صورتوں میں اصحاب قلوب پر ظاہر ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ رسول اکرم انسان کامل ہیں۔ ذات محمد اسم اللہ کا مظہر کل ہے۔ اور ذات دو مرتبہ کے مطابق اسی انسان کامل کا ظہور جمیع اسمای عالم میں ہوا ہے۔ جمیع مراتب موجودات جو اسماء الٰہی کے مظاہر ہیں وہ انسان کامل یعنی ذات محمد کا مظہر ہیں۔

ز احمد تا احد یک میم فرق است　　جہانی اندر آں یک میم غرق است

اور حرف میم چالیس عدد پہ محتوی ہے اور مراتب موجودات اگرچہ از روئے جزیہ بے حد و حساب ہیں لیکن از روئے کلیہ مجموع ہیں اور چہل مراتب پہ محتوی ہیں اور یہ چہل مراتب مظہر حقیقت محمدی ہیں اور رسول کریم من حیث الحقیقت جملہ مراتب میں ظاہر و متجلی ہیں۔ اس طرح جمیع مراتب کو یہ اجزای محمدی ہیں اور یہ چہل مراتب اس طرح ہیں۔ عقل کل جو تعین اول اور روح اعظم ہے جسے ام الکتاب بھی کہتے ہیں، نفس کل جو لوح محفوظ ہے جسے کتاب مبین کہتے ہیں۔ ہیولیٰ جو کتاب مسطورہ ہے جسے ورق منشور کہتے ہیں، طبیعت کلیہ جو اسما و افعال کے مبداء و آثار ہیں۔ فلک اطلس جو عرش ہے کرسی جو فلک ثوابت ہے۔ فلک ہفتم، فلک ششم، فلک پنجم، فلک چہارم، فلک سیوم، فلک دوم اور فلک اول زحل جسے کیوان کہتے ہیں مشتری جس کا نام برجیس بھی ہے، مریخ جسے بہرام کہتے ہیں۔ آفتاب جو نیر اعظم ہے ناہید جو زہرہ

ہے۔ تیر جس کا عطارد نام ہے قمر جو تیر اصغر ہے، حمل ثور جوزا، سرطان، اسد سنبلہ میزان عقرب، قوس جدی دلو، حوت، کرہ نار کرہ ہوا کرہ آب کرہ خاک، جماد نبات، حیوان، انسانی حقیقت کل انسان کامل کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس بہ صورت عالم صغریٰ تو ئی لیس بہ معنی عالم کبریٰ تو ئی۔

جامی کہ منے دو کون را جا ست منم ۔۔۔ واں قطرہ کہ صد ہزار دریا ست منم

حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری کی کتاب ارشاد الطالبین کے حوالے سے حق تعالیٰ کے ظہور کی بابت فرماتے ہیں کہ جب ذات کبریا نے چاہا کہ اپنے آپ کو ظاہر کرے اور اپنی صفات کا مظاہرہ کرے تو اس نے اپنے نور کو عالم کی تمثیلات کی وساطت سے ظہور میں لایا اور وجود کو خلعت کا لباس پہنایا۔

چو اظہار گشتن ہمی خواستم ۔۔۔ صفتہائی خود را خود آراستم

نور مذکور کا تعلق عالم لاہوت سے ہے۔ عالم جبروت میں آ کر کسوت جبروتی اختیار کیا اور اپنا نام ارواح رکھا پھر عالم ملکوت میں آ کر اپنا نام قلب و جسم رکھا۔

کہتے ہیں کہ اگرچہ حق تعالیٰ کا وجود صورت و شکل و رنگ سے بے نیاز ہے لیکن وجود حقیقی کا ظہور کسوت اشیا موجودات کی وساطت سے ہوا ہے۔ جس طرح کلام الٰہی حرف و صوت ترکیب سے منزہ ہے لیکن قرآن کریم میں کلام حق مسطور ہے، اور اس سے کسی کو انکار نہیں اسی طرح وجود عالم موجودات کی بابت کوئی انکار کرے کہ اس کا وجود نہیں تو وہ منکر حق ہوگا۔ لیکن حق تعالیٰ نے عالم موجودات کے تعینات میں اپنے آپ کو ظاہر کیا تو اس کی ذات و صفات میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔

وهو الآن كما كان لا يتغير في ذاته بحدوث الأكوان ۔۔۔ (وہ اس وقت بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اس کی ذات میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ہے۔ موجودات کے تغیر کے سبب) کا یہی مفہوم ہے۔ ایک بزرگ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عالم عبارت ہے عین واحد میں اعراض مجتمعہ سے حقیقت ہستی یہی ہے اور اس میں ہر آن تبدیل و تجدد رونما ہوتا رہتا ہے ہر لحظہ ایک عالم معدوم ہو جاتا ہے اور اسی آن اس کی مثال وجود میں آ جاتی ہے۔

قال الله تعالیٰ بل هم في لبس من خلق جديد ۔۔۔ (بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے محض بے دلیل شبہ میں ہیں) کا یہی معنی ہے۔ کشف عوالم کی بابت لکھتے ہیں کہ مولانا عبد الغفور نے ایک بزرگ سے سوال کیا کہ ایسا کیوں ہے کہ کشف عوالم کسی کو ہوتا ہے اور کسی کو نہیں بھی ہوتا ہے اور ان دونوں میں بہتر مرتبہ کس کا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ سلوک کی دو قسمیں ہیں ایک ترتیب السلوک ہے اور ایک تو جہہ وجودی ہے

کی طریق ہے۔ ترا تیب السلوک میں کشف عوالم ضروری ہے اور توجہ بوجہ خاص کی طریق میں کشف عوالم ضروری نہیں۔ سالک کو اگر توجہ بوجہ خاص حاصل ہے تو اسے کشف عوالم نہیں بلکہ کشف حقائق الٰہیہ حاصل ہوتا ہے اور وحدت و واحدیت اس پہ مشہود ہوتی ہیں۔ چونکہ بہ وجہ خاص اسے توجہ حاصل ہوتی ہے اس لیے اپنے آئینہ قلب میں وہ اسی ذات بیچوں اور اس کی احاطت کا تصور کرتا ہے اور اس طرح عوالم کو غیر سمجھ کر اس سے اجتناب کرتا ہے لہٰذا ایسی اشیاء جنکو اس نے ترک کر دیا ہو ان کا انکشاف اس پہ نہیں ہوتا وہ ہر آن حقائق ذات باری اور اس کی وحدت و واحدیت میں مستغرق رہتا ہے۔

حضرت مسعود محمود نے مرآت العارفین میں بیان کیا ہے کہ وحدت کا مفہوم یک دیدن ہے۔

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزی نیست   بی نشان است کزو نام و نشان چیزی نیست

اور واحدیت یک شدن کو کہتے ہیں:

منم در جملہ موجودات پیدا   منم در کسوت آدم ہویدا

سماع کی بابت حضرت رکن الدین لکھتے ہیں صاحبان وجد و حال سماع کے دلدادہ ہوتے ہیں بلکہ اسے عبادات میں شمار کرتے ہیں معترض اس بناء پر سماع شورش و دیوانگی کا سبب ہوتا ہے لیکن یہ درست نہیں کہ بغیر سماع کے شورش و دیوانگی کی صورت مرتب نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سالک صادق کے اندرون قلب میں آتش شوق کی چنگاریاں اس طرح دبی ہوتی ہیں جیسے خاکستر کی تہہ میں آگ، جو ہوا کی موجوں سے شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ سماع کی مثال اس موج ہوا جیسی ہے جو سالک کے قلب کی دبی چنگاریوں کو التہاب آمادہ کرتی ہے۔ لیکن آتش کا وجود نہ ہو تو ہوا کی یہ لہریں کسے ہیجان میں لائینگی۔ بس ضروری ہے کہ آتش شوق کی آرزو ہونی چاہیے جس سالک کو یہ آگ میسر نہیں اسے مرشد سے رجوع کرنا چاہیے۔ مرشد روحانی طبیب ہوتا ہے وہ اس مرض کا علاج بتائے گا اس سلسلے میں شیخ اکبر قدس سرہ نے درست فرمایا ہے کہ جس شخص کا وجدان سماع پر موقوف ہو اس کا قلب بیمار ہے جس کا علاج ضروری ہے ورنہ دیوانے کو بس ایک ہو کافی ہے۔ اس رسالے میں اظہار کی فصلوں کے تحت مصنف نے جن مشائخ کے اقوال زریں کو نقل کیا ہے ان میں حضرت خواجہ حسن بصری، خواجہ عبداللہ احرار، شرف الدین یحییٰ منیری، امام غزالی، شیخ محی الدین عربی، مولانا عبدالغفور زیادہ معروف ہیں۔

تمام شد این نسخہ بتاریخ ہستم ذی قعدہ ۱۲۰۹ ہجری بروز شنبہ وقت چاشت نسخہ امواج البحار فی سر الاظہار تصنیف قدوۃ الکاملین زبدۃ العارفین و خلاصۃ الواصلین سر حلقۂ صوفیان اہل الیقین حضرت مولانا شاہ رکن الدین الملقب بہ عشق قدس سرہ بخط خام بیرنگی شاہ المعروف شیخ اللہ ولد شیخ اللہ بن سید نیاز من متوطن محلہ شاہ علی من محلات قصبہ بہار ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم۔

حکیم خالد جاوید شمسی
لائبریری انسپکٹر یونٹ (یونانی)
جامعہ ہمدرد دہلی

کتب خانہ خانقاہ عمادیہ پٹنہ کے دو اہم مخطوطات

۱ وجود العاشقین

سید محمد حسینی الحسنی بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف وجود العاشقین کا ایک قلمی نسخہ خانقاہ عمادیہ پٹنہ میں محفوظ ہے۔ جس کا سال تصنیف "دوشنبہ بوقت چاشت تاریخ پانزدہم شہر ربیع الاول سنہ احد جلوس حضرت ظل سبحانی فرماں روائے کارکشا ظل اللہ ہے۔ صفحہ کا سائز: "۹×"۵ متن کا سائز: "۷×"۴ تعداد اوراق ۹ صفحات۔ ابتدا اس طرح ہوتی ہے: "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سپاس بے حد ستائش بے عدد بر قادر مطلق و حاکم بر حق و جانان و عاشقان و صاحب جملہ جہاں در وے بے قیاس مر احد حق شناس را کہ محب درگاہ و محبوب شہنشاہ و معین العاشقین و مفید المحققین و دال المعین المقربین بادی آل الامجاد و سخن چند از عشق بے پایاں خاک صفوت جان پاک قلم آورد و منشور تا محبان را تحفت بیفزاید و دوستاں را دوستی نماید عبارت کا متن اس بات پر شاہد ہے کہ یہ نسخہ بندہ نواز کی ذاتی تصنیف ہے۔

آخری عبارت اس طرح ہے: "ایں مختصر را وجود العاشقین نام نہادہ بر تصنیف سید محمد حسن الحسینی بندہ نواز گیسو دراز تمام رسید روز دوشنبہ بوقت چاشت تاریخ یازدہم شہر ربیع الاول سنہ احد جلوس حضرت ظل سبحانی فرمانروا کارکشا عالم کرنائی۔ ظل اللہ"

پورے رسالے میں عشق، عاشق اور معشوق کے بارے میں خبریں دی گئی ہیں۔

اے عزیز درین جہاں... سہ چیز است عشق، عاشق، معشوق معتبر ایں دگر ہمہ فانی و ایں ہر سہ باقی و عبادت ظاہر را خلق نامند و باطن را خالق و ایں ہر دو در ذات برابر اند... بکرم محمود در صفات فرق می نمایند چنانچہ احد حرف است الف عشق حی عاشق و دال معشوق۔ و توحید ہر سہ مانند دریا و موج و کف در حقیقت ہر سہ دریا است۔

کتاب بجا بجا کرم خوردہ ہونے کے باعث کہیں کہیں پڑھی نہیں جا سکی تاہم ورق گردانی کے ذریعہ کچھ چیدہ چیدہ عبارات نقل کی جاتی ہیں

عشق آتش است و چوں افروختہ شود ہر چیزے کہ غیر حق باشد آں را بسوزاند[1]

"عشق سہ حرف است عین نفی نمودن عقل و شین نفی کردن شرم و شرک و قاف نفی نمودن قالب چو

"عشق غالب آید ایں ہر سہ خبر فنا گرداند[2]

عقل و وہم و روح و جان و علم و ہر پنج را حقیقت گویند و ایں ہر پنج پنج شاخ ظاہر شدہ اند از عقل

بینائی و از وہم شنوائی و از روح گویائی و از علم دانائی و از جان توانائی ایں را طریقت نامند[3]"

"ایں درخت فنا است کہ بقا گویند وجہ اللہ و ذات اللہ نامند فنائے ما بہ فنا سر کشید باقی شد فنا شدہ

یعنی در ایں بقائے ما و جہ ربک ذو الجلال والاکرام و ایں فنا بمعنی بقا است[4]"

"پس اے عزیز او خود بخود نگر است چنانچہ بزرگے فرمودہ اند

اے خدا چوں تو بی غم و شادی — تہمت ما و تو چہ بر بادی[5]

مخطوط کا اختتام کلام منظوم پر ہوتا ہے اشعار بغیر کسی نسبت کے نقل کیے گئے ہیں اس لیے اغلب یہ ہے کہ یہ اشعار حضرت بندہ نواز کے ہوں گے نظم سے پہلے ایک قطعہ بھی ہے۔ جس قدر پڑھا جا سکا نقل کیا جاتا ہے۔

سلطان اول چوں سایہ بر ما انداخت — چوں مہ پرتو بلاغ و صحرا انداخت

. . . . بر بزم حال اہل دل را — نا اہلاں را وعدہ وعدہ بفردا انداخت

عشق گوہر بے بہا و بے نشاں — ہر عشقش ہر دم تو جان فشاں

عشق تخم و نخل گشتہ گلعذار — عشق نور و عشق نار و عشق دار

عشق آتش عشق باد و آب و خاک — در حقیقت عشق باشد جان پاک

عشق اول عشق آخر جاوداں — با وجود خود بسازد دائما

عشق در صورت حال خود نمود — ایں ہمہ عالم ز عشقش رو نمود

بود ایں عالم ز نور او شدہ — از نمود خویش ما و تو شدہ

ما و تو فانی و او قائم مقیم — بود او قائم ہمیشہ مستقیم

اور یہیں یہ مخطوط اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

---

[1] ورق [illegible] الف سطر [illegible] ۔ [2] ورق [illegible] ب سطر [illegible] ۔ [3] الف سطر [illegible] ۔ [4] ورق [illegible] الف سطر [illegible] ۔ [5] ورق [illegible] سطر [illegible]

۲ نادر نکات

اسی خانقاہ عماد یہ پٹنہ کے ایک نادر نسخے مسمّیٰ بہ "نادر نکات" کے بارے میں جو ۵ × ۹ اور ۸ × ۴ سم سائز کے گیارہ اوراق پر مشتمل ہے۔ خط شکستہ میں یہ کرم خوردہ نسخہ جادو داس کا مرتبہ ہے۔ کاتب کا نام مذکور نہیں ہے۔

آغاز: کتاب بسم اللہ سے شروع ہوتی ہے لیکن درمیان کتب کوئی مذہبی نسبت نہیں ملتی۔ مرتب و کتاب کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات اندرون کتاب موجود ہیں۔

"ارفع درجات فائض فضل کمالات نادر نکات زبدۂ ارباب حقائق و حالات از قبیل قال ... ہوش افزا لال دیال است: زمن سجدہ و دم بزم لال راشہ گز دیا فتم لشتہ حال را" بہ سعادت مرید با اخلاص و معتقد تمام اختصاص عقیدت اساس جادو داس مہیرہ ساکن اکبر آباد و دارا شکوہی کردم و قدم بارشاد مرشد شاد است از لطف نیک نہادان صاحب سخن عرصۂ سخن وری از تصحیح ... عفو و التماس دارد و نام و خطاب این نسخہ نادر نکات یعنی نکتہ ہائے نادر انتخاب کہ بر زبان حقیقت ترجمان رفتہ رفتہ پذیر گشت از دو عالم فقط کہ بر لوح صافی از سواد علم و زبان بر آں نہاد"

چھٹے صفحہ پر مندرجہ ذیل عبارت سبب تالیف کو ظاہر کرتی ہے۔

"مخزن انوار سبحانی معدن رحم رحمانی پیشوائے گروہ انسانی راز دار رموز یزدانی واقف رمز ربانی ... سوامی لال دیال دہیان پور استانی کلانور مکانی من مضافات صوبہ دار السلطنت لاہور پنجاب کہ بر صفائے آب و تاب در عالم و عالمیان عیان است و از غایت و نہایت اس الملتے است از آنجا کہ نواب قدسی جناب مقدس القاب حقائق پژوہ محمد دارا شکوہ عرف شاہ بلند اقبال صاحب صفت درویش دوست بودند خصوصاً بخدمت سراسر سعادت ایشاں نیاز مندی می داشت کمترین بندہ ہائے عقیدت اساس جادو داس مہتری مہیرہ متوطن صوبہ اکبر آباد مشرف غسل خانۂ آں بارگاہ علیا بود و نسبت مریدی بصدق محبت و مودت اعتقاد بخدمت آں مرشد مرید نواز داشت و بخلوت خانہ والا قیام می نمود و امر لازم الاذعان شدہ بود کہ ہر گاہ انجمن آرائے زبدۂ ارباب حقیقت و حال با تحفہ جواب و سوالے کہ درمیان آید سر رشتہ آنرا بوجہ احسن نگاہ دارد و ہند بر طبق حکم حکیم ارفع درجات کہ جانہائے معتقدان عقیدت اندوز فدائے آں باد ہر گاہ مجلس سعادت بزم افروز گشتہ آنچہ شنیدہ می نوشت و در بیاض خاص می نگاشت۔

سال تصنیف کی نشاندہی مندرجہ ذیل متن سے ہوتی ہے۔

"چنانچہ روز بیست کہ جشن و بہار روزگار است چہارم بہمن ماہ... بہ دولت و کیم علوی سمت مانوس عہد ظل سبحانی دو صاحب قرانی ثانی حضرت شاہ جہانی بود نبدۃ ارباب حقائق و حال الخ"

ابتدائی چار اوراق مقدمہ کے طور پر ہیں جس میں مرتب نے حقیقی تصوف کے بارے میں دلکش خیالات کا اظہار کیا ہے واردات قلب کو الفاظ کے پیرایے میں بیان کرنا ممکن نہیں یہ وہ دنیا ہے جہاں سخن ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

"چوں رہ روان سبیل حقیقت و معرفت آنچہ گفتہ اند کردہ اند و آنچہ کردہ اند نگفتہ اند و دریں صورت از صحبت نیک سیرت مطلوب۔

نہ ہے بر تا کے دریا مبرم | کہ مجرم شود از لفظ محرم
خموشیدن بجائے نکتہ داں را | شفا انگیز بہر مرض جبرم

"در اصل گویائے حروف از لفظ واقع شد... اما ہر سخن داخل سخن و نہ ہر زبان سخنور سخن در سخن بسیار است و سخن بے شمار؟

بلکہ روح کی گہرائیوں کا ساتھ دینے سے عقل بھی قاصر ہو جاتی ہے۔

"ہر چند مہر سکوت بر زبان دانشوران مخزن اسرار است کہ عقل از راز نقل نکند با وجود آنکہ حقیقت را از م ساز است بل چراغ ہم از دم فروغ گیرد چوں افروز شد دم نامحرم است... الخ"

قومی مذہب سے بے نیاز ہو کر "انسان" اور "انسانیت" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں علوم عقلی پر روحانی کی فضیلت بیان کرتے ہوئے مرقوم ہے۔

"و آشنائی آنست کہ آں را بینائی گویند و عالم از بی علم و عمل نابینا است و الا آشنائی آن است کہ کار آشنایان را باعث مزید درجات خویش اند و خود را آشنا خوانند نہ آشنائی کہ از فروغ خود صفائے نداشتہ باشد حاکہ روشنائی آں است کہ دیگر آں دیدیم بر مجر نیست کہ از اذیت دست دیدہ کہ انسانیت را از دست دیدہ انسان را انسانیت و آدم را آدمیت مطلوب است و لغیر ازیں خصلتے انسانیت بہ نسبت حیوان را شریف از و باید دانست معذور نیست۔

مل متن ان سوالات و جوابات پر مشتمل ہے جو لال دیال کے بارے میں سنے گئے ہیں۔

"گفتم و گفتا یعنی سوال و جواب با صواب... طرفین و فریقین کہ قواعد فقر است مشہود بضمیر منیر صاف

سیر تاں .... مکشوف باد در ذکر سوال و جواب ؟

سوال و جواب مختلف مجلسوں کے حوالوں سے دیے گئے ہیں ملاحظہ ہو۔

مجلس اوّل

گفتم کہ اوّل و آخر فقر چیست: گفتا اوّل فنا و آخر آں بقا۔ گفتم کہ سربلندی فقر چیست: گفتا کہ سرنگونی۔ گفتم کہ خردمندی فقر چیست: گفتا کہ دل بحر۔ دلبر با مجلس نہ بندی۔ گفتم کہ توانائی فقر چیست: گفتا کہ ناتوانی۔ گفتم کہ ناتواں بینی در فقر چیست: گفتا کہ خود توانائی۔ گفتم کہ روسیاہی در فقر چیست: گفتا کہ خودستائی۔ گفتم کہ رنگینی در فقر چیست: گفتا خدادانی۔ گفتم کہ روشنائی فقر چیست: گفتا کہ مستغرق مراقبہ حق و بس۔ گفتم کہ ہر فقر چیست: گفتا کہ سایۂ خدا۔ گفتم کہ پیش فقر چیست: گفتا کہ پیش ہر کس رزق است۔ گفتم کہ پس ہر کس چیست: گفتا کہ موت الخ۔

خط شکست کے متن میں بے شمار چھوٹے چھوٹے سوال و جواب چھپے ہوئے ہیں جن کی گنتی متن کے بالاستیعاب مطالعہ سے ہی ممکن ہے تاہم اس ذیل میں گوناگوں مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ مثلاً فقر، کاہلی فقر، خدمت پیر، زر و دوری، گوشہ نشینی، توکل، وجود، معاش، لالچ، مفلسی، شجاعت، مجلس آرائی، عبادت و ریاضت، جلال و جمال، ثواب و عذاب، بدعت وغیرہ وغیرہ۔

اشتباہ آخری (غالباً پانچویں) مجلس میں سود کے بارے میں ایک دلچسپ سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

گفتم کہ قرض قرض چیست: گفتا کہ ادائے قرض۔ گفتم کہ اگر نماند: گفتا عاقبت مرض است و در پریشانی دواند۔ گفتم کہ گر قرض دام و گر قرض بودن برائے اسلام حرام است و بہر دم سود حلال چوں حلال شدہ گفتا کہ ہر سود بدتر از حرام است۔ گفتم کہ چوں میگیرند: گفتا کہ رواج یافتہ ایں ہمہ از بے خبری است گفتم کہ رواج از کجا یافت گفتا کہ در ملت خود بہر عذاب مکافات خیرات و عبادات است و ریاضات گفتہ اند کہ از رذائل شود و الا قرض کہ غیر آزادی مالک نجات عاقبت نیست و سود چوں حرام محض است بجہت تاکید آں آئمہ دین بر آں نمودہ اند کہ بعقد و زنگاہ دارند فی الحال عالم در غفلت شعار خود ہا ساختہ در روزگار قرار دادہ۔ اور یہیں یہ مخطوطہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا مخطوطہ ایک مجموعہ میں مجلد کیا گیا۔ دیگر مشمولات کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ تینوں کے کاتب مختلف ہیں۔

۱۔ فصوص الحکم ۲۔ رسالہ حق نما ۳۔ نسخہ وجود العاشقین۔

سہروردی

ڈاکٹر ذکی الحق
پٹنہ

طرب المجالس از میر حسینی ہروی

ایک تعارف

(احمد منزوی کی فہرست مشترک کے مطابق یہ مخطوطہ طبع ہو چکا ہے تاہم اس کی اہمیت کے پیش نظر یہ مقالہ شائع کیا جا رہا ہے۔)

"قرآن کریم میں صوفی کا اسم کہیں نہیں آیا ہے۔ اس اسم کو ترک کر کے اس کے لیے لفظ مقرب استعمال کیا گیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مقرب کے لیے لفظ صوفی بلاد اسلامیہ شرقی و غربی میں کہیں استعمال نہیں ہوتا بلکہ صرف رسمی لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جس نے صوفی کا لباس پہن لیا وہ صوفی کہلانے لگا۔ بہت سے مقربین حضرات بلاد عرب، ترکستان اور ماوراء النہر میں اس وقت موجود ہیں۔ اور وہ صوفیا کے نام سے مشہور نہیں ہیں کیونکہ وہ رسمی صوفی کا لباس نہیں پہنتے . . . پس یہ خیال رکھنا چاہیے کہ صوفیا سے ہماری مراد حضرات مقربین الٰہی ہیں۔"[1]

حضرات! مذکورہ چند جملے جو پیش کیے گئے وہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی (ولادت ۵۳۹ھ وفات ۶۳۲ھ) کی تصنیف "عوارف المعارف" سے ماخوذ ہیں۔ نفسِ مطلب بہت ہی واضح ہے، ان پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ اس مقالے کی ابتدا مذکورہ جملوں سے کی گئی ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ صوفیا اور مقربینِ الٰہی کی نسبت واضح ہو جائے۔ اسلامی معاشرے میں لفظ "تصوف" "قربتِ الٰہی" یا مقربینِ الٰہی کی نسبت کے سبب تقدس کا حامل رہا ہے۔ ایسی کل تصانیف جن کا تعلق تصوف کی پاکیزہ اور اصلاحِ نفس کی عمدہ تعلیمات سے ہے، ہمارے قابلِ فخر ورثے ہیں۔ ہمیں اس ورثے کی قدر کرنی چاہیے۔ تصوف معیار کی غرض اسی اعترافِ قدر اور احساسِ تقدس کا اظہار ہے۔ راقم الحروف کے ذاتی ذخیرہ کتب میں تصوف سے منسلک ایک مخطوطہ "طرب المجالس" مکتوبہ ۸۹۶ھ ہے۔ اس قلمی نسخہ کی اہم خصوصیات پیش خدمت ہیں۔ "طرب المجالس" کے مصنف کا نام میر حسینی سادات ہے۔ ان کا سال ولادت ۶۷۰ھ[2] اور سال وفات ۷۱۸ھ/۱۳۱۸ء[3] ہے۔ گنجینہ سہروردی میں

[1] "عوارف المعارف" از حضرت شہاب الدین سہروردی (المتوفی ۶۳۲ھ) اردو ترجمہ، ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔ [2] گنجینہ سہروردی، لطیف ۱۹۷۳ء صفحہ ۸۹ [3] ایضاً صفحہ ۹۰۔

ولادت اور وفات کے قطعات تاریخ درج ہیں، اور حاشیہ پر مختصر احوال بھی پیش ہوئے ہیں!

"نام وے حسن بن سید عالم بن ابی الحسن و لقبش از گردیز است و از علمائے وقت بود، و ارادت بخدمت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی داشت، شاعر اجل است کتاب کنز الرموز و زاد المسافرین و نزہت الارواح، و روح الارواح و صراط مستقیم و دیوان حسینی منظوم و کتاب گلشن راز از تصانیف وے است۔ بعد تکمیل در ہرات ماموریت شد و مزارش در ہرات است۔"

اسی طرح سینکڑوں سال قبل کے اکثر فقہائے دین، علمائے عظام اور شعرائے کرام کے اصل نام، جائے ولادت، سال ولادت اور سال وفات کے بارے میں مختلف روایات اور متضاد بیانات نقل ہوتے رہے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ القاب کو نام کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ میر حسینی سادات کے سلسلے میں بھی اس طرح کے اختلافات ملتے ہیں تحقیق کے مرد میدان اس طرح کی اختلافی گتھیوں کو سلجھانے کے اہل ہیں۔ آج کی اس صحبت میں حضرت میر حسینی سادات کی صرف ایک تصنیف طرب المجالس مکتوبہ ۸۹۶ھ کے مندرجات کی نشاندہی منظور ہے۔ پیش نظر نسخہ کی عبارت خاتمہ اس طرح ہے:

"فرغ من تحریر ہذا الکتاب بہاء الدین بن مرشد بن محمد درویش فی شہر رجب المرجب ۸۹۶ھ"

کتاب زیر نظر کے آخری صفحہ کے حصۂ زیرین (بجانب دست راست) کے ایک گوشہ پر شاہجہاں بادشاہ کی مہر ہے اور اس کے قریب ہی ۲ نادر عرض دیدہ تحریر ہے۔ (عرض دیدہ ۹ محرم سنہ ششم ربیع الاول سنہ ۹۴۳ و ذی قعدہ سنہ) صفحات کی مجموعی تعداد ۲۲۸ ہے۔ یعنی ۱۱۴ اوراق ہیں۔ ہر صفحہ پر ۱۲ سطریں درج ہیں۔ تقطیع خرد، قلمی نو خط مطلا، و مذہب ہے۔

"طرب المجالس" یعنی پیش نظر نسخہ کا صفحہ اول و دوم مطلا ہے ان دونوں صفحات پر صرف چار چار سطریں تحریر ہوئی ہیں۔ مذکورہ دو صفحات کے باقی ماندہ حصے نقش و نگار سے مزین ہیں اور جو مطلا ہیں نسخۂ ہذا کے پہلے دو صفحات کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و ثنائی مر خدائی جل جلالہ، و عم نوالہ را آں صانعی کہ ذرۂ خاک کثیف را از حضیض مرکز جہل طبیعت بہ نظر لطف دائرہ نقطہ علم گردانید آں عبد ہے کہ قطرہ آب ضعیف را در قعر دریائے ظلمت بشریت بنور رحمت صدف اندر معرفت ساخت جسم سقیم حیوانی مزاج را از دار الشفا کرم بواسطہ عقل صحیح مرتبہ انسانی بخشید نفس خسیس شیطانی صفت

از کارخانهٔ فضل بید روح قدس مسرت عکسی ارزانی داشت صحیفه را که دفتر آیات.....

"طرب المجالس" کے مرکزی موضوع کی طرف میر حسینی سادات کا یہ اشارہ قابلِ توجہ ہے:

"بتوفیق حق تعالیٰ چند بیان آمد که شرفِ انسان بر جمیع حیوانات معین و مقرر شود، از روی تحقیق نه از روی تقلید ارباب خود را معلوم گردد که مردم بمجرد صورت از حقیقت انسانی نصیب نیابند، آن به تبدیل اخلاق و اوصاف و اصل و فرع آنرا روش احصاف خلق نسبت داده اند، در حقیقت و مجاز این معانی هیچ دقیقه مهمل نماند۔"

میر حسینی سادات، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید اور ان کے ارشد خلفا میں تھے۔ وہ سلسلہ سہروردیہ سے منسلک تھے۔ حضرت زکریا ملتانی، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ میر حسینی سادات خود بھی ایک بلند مرتبہ شخصیت کے مالک تھے۔ ڈاکٹر عزو ربیع حکمت نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"میر سادات یکے از گرانمایه ترین حکیمان و عارفان و ادیبان پارسی زبان ایرانی است.....

.....بر پیشوایان و پیران عام دین ظاهر خرده گرفت و نکوهش و ملامت نمود، در مذمت "علمای[1] مجازی و فقرای صوری" در کتاب طرب المجالس که گران ترین نامه های او" در حکمت و دانشهای خردمندی و روانی، و فضائل آدمی در از رهای آفرینش جهان، و هم چنین سرزنش و نکوهش بر اوضاع اجتماعی و سیاسی زمان است......... میر مخصوصاً در کتاب طرب المجالس، در ضمن از اصول اخلاق و ملکات پسندیدهٔ انسانی، در چند فصل خاص، بنکوهش سران طبقات اجتماع از امیران و عالمان و زاہدان و واعظان می پردازد، و آشکارا، نیک و بد خوئی و کردار ایشان را خرده های گران می گیرد......... سر بسر سخنانش با آیات قرآنی و اخبار و احادیث، اما بموازین اندیشه های خردمندی حکیمان کهن ایران و یونان، و رفته افلاطونیان و خداوندان دانشهای عقلانی اسلامی مستدل است۔"

"طرب المجالس" پند و نصیحت، اور اخلاقیات کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ فارسی زبان میں اس موضوع پر بیشمار کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن انشا اور انداز پیشکش کے اعتبار سے سعدی شیرازی کی گلستان و بوستان کے ہم پلہ ہے۔ سعدی شیرازی اور میر حسینی سادات دونوں طریقت سہروردیہ سے وابستہ تھے۔ سعدی شیرازی

[1] رہنمائے کتاب جلد پنجم سال ۹۵-۱۹۶۲ء تہران، ایران

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیا اور آدمی کو انسان بنانے کی فکر میں اپنی پوری زندگی صرف کی۔ میر حسینی سادات نے بھی "طرب المجالس" کے اندر "مردم" کو انسانیت کا بلند مرتبہ حاصل کرنے کیلئے تبدیل اخلاق کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا ہے۔ اس تصنیف کی مختلف فصلوں میں درج ذیل عنوانات سے بحث کی ہے: آغاز و آفرینش عالم، حقیقت دنیا، صفت دنیا، مذمت و نصیحت اہل دنیا، آفرینش ابلیس، احوال ابلیس، آفرینش انبیا، آفرینش علمائے شریعت، آفرینش مشائخ طریقت، در صفت علمائے مجازی، در صفت فقرائے صوری، در صفت مذکران حقیقی، در آفرینش امرا، در مراتب قوت امارت، در بیان امرا عادل، در صفت عوام الناس، در صفت زنان، در شرف فضیلت انسان بر جمیع حیوانات۔ اس سلسلے میں چند دلچسپ ذیلی عنوانات قابل ذکر ہیں۔ مثلاً مناظرہ شیر با حکیم حجاز، مناظرہ مور با حکیم شام، مناظرہ روباہ با حکیم ترک، در مناظرہ عنکبوت با حکیم روم، مناظرہ طاؤس با حکیم ہند، مناظرہ ہمائی با حکیم خراسان۔ اس میں اخلاقیات کے موضوعات جدا جدا زیر بحث آئے ہیں۔ مثلاً علم، حلم، حیا، جود، عفو، صدق، عدل، شفقت، تواضع اسی طرح اوصاف ذمیمہ سے بھی بحث ملتی ہے۔ مثلاً ہوا، عجب، کبر، حسد، بغض، حرص، بخل، اسراف، ریا، طمع وغیرہ۔

آدمی کو انسان بنانے کے سلسلے میں اہل تصوف نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ایک حقیقت ہے، اور ان سے انکار ممکن نہیں۔

"طرب المجالس" کے موضوعات و عنوانات کی نشاندہی کے بعد آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ طرب المجالس کے دیگر نسخے کہاں کہاں دستیاب ہیں۔ میرے محدود علم میں اس اہم کتاب کے دیگر خطی نسخے درج ذیل ہیں۔

(۱) ایک نسخہ لا فیروز لائبریری میں ہے۔ اس کا سال کتابت ۱۲۰۷ھ ہے۔

(۲) دوسرا نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس میں ہے۔ اس نسخہ میں سال کتابت شاید نہیں ہے۔

(۳) تیسرا نسخہ برلن میں ہے۔ اس کا سال کتابت ۸۲۰ھ ہے۔

(۴) چوتھا نسخہ مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں ہے۔

(۵) پانچواں نسخہ کتب خانہ مجلس شورای ملی میں ہے۔

(۶) منتخب فارسی از طرب المجالس تالیف منشی یوسف علی ہے۔ یہ مطبوعہ ہے اور آگرہ

میں طبع ہوئی، سال طباعت ۱۸۹۶ء ہے۔

اہل علم و فن جمع ہیں، ان سے گذارش ہے کہ اگر "طرب المجالس" طبع نہیں ہوئی ہے تو خاکسار کو اس کی اطلاع پہنچائیں، شکر گذار رہوں گا۔ مضمون کی طوالت کے خیال سے میر عیسیٰ ساداتی کی دیگر تصانیف کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ میرا مقصد صرف "طرب المجالس" کے سلسلے کی معلومات فراہم کرنا تھا۔ اور اس سلسلے کی معلومات حاصل کرنا بھی خاکسار کا ایک مقصد تھا۔ امید ہے کہ اہل علم اور اہل بصیرت حضرات میری رہنمائی فرمائیں گے۔
آخر میں یہ عرض کر دوں کہ "طرب المجالس" کے مذکورہ ۵ نسخوں کی اطلاع مجھے کتب خانہ خدا بخش کی مختلف فہرستوں سے حاصل ہوئی ہے۔

●●

پروفیسر سید حسن
پٹنہ

رسالہ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری

آج سے تقریباً تیس سال پہلے صوفیانہ لٹریچر کی کئی کتابیں ایران میں شائع ہوئیں، اور ان کی طباعت و اشاعت میں روزافزوں ترقی ہونے لگی۔ اس رجحان کو دیکھ کر اہل علم حضرات کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ رجحان پسندانہ رجحان نہ ہو اور لوگوں میں خانقاہی زندگی کی طرف میلان نہ پرورش پانے لگے۔ اسی اندیشے کے تحت ایران کے ایک موقر رسالے "راہنمائے کتاب" نے پانچ برس بعد ایک سوال شائع کیا۔ وہ یہ کہ صوفیانہ لٹریچر کی طباعت و اشاعت اور ان کا مطالعہ مضر ہے یا مفید؟ رسالے نے اپنے قارئین کو اس مسئلے پر اظہار رائے کی دعوت دی۔ چنانچہ ایران کے کئی نامور ادیبوں اور دانشوروں نے اس بحث میں حصہ لیا اور ان میں سے اکثر نے یہ رائے ظاہر کی کہ بعض اعتبار سے صوفیانہ لٹریچر کی اشاعت مفید ہے کیونکہ ادبیات متصوفہ سے نہ صرف اخلاق حسنہ کی تعلیم و تبلیغ ہوتی ہے بلکہ ادبیات فارسی کی تاریخ میں بھی ان کی خاص اہمیت ہے۔

یہ تمہید میں نے اس لیے قلم بند کی ہے کہ اس کے پیش نظر اس وقت صوفی ادب کے اہم مخطوطات کو متعارف کرنے کی خاطر جو سیمینار ہو رہا ہے وہ یقینی فائدہ مند ثابت ہوگا اور میں یہاں کے منصوبہ ترتیب سازوں اور اس کی تنظیم کرنے والوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آمدم برسر مطلب میرا یہ مختصر سا مقالہ جس کی طرف سامعین کرام کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں ایک مختصر سے رسالے سے متعلق ہے جو ہرات کے مشہور عارف اور معروف صوفی حضرت خواجہ عبداللہ انصاری کے متعلق ہے۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری شافعی مسلک کے پیرو تھے اور ہرات میں انھوں نے اپنے مریدوں کا ایک بڑا حلقہ بنا لیا تھا جن کو وہ روزانہ صوفیانہ عقاید کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت انصاری آٹھویں صدی ہجری کے سربرآوردہ عارف باللہ تھے۔ ان کا مزار مبارک ہرات میں واقع ہے۔ یہ شہر تیموری شہزادہ سلطان حسین مرزا کے زمانے میں علم و ادب کا مشہور مرکز تھا اور اس کے علاوہ صحبت و ملازمت میں مشاہیر شعرا، ادبا اور اہل علم وغیرہ رہتے تھے۔ ہرات پہلے سلطنت ایران میں شامل تھا لیکن اب وہ مملکت افغانستان کا ایک مشہور شہر ہے جو ملک کے مشرقی سرحد پر واقع ہے۔ سنہ ۱۹۷۶ء کے اپریل مہینے میں حکومت افغانستان نے حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی کے سال ولادت کا جشن منایا اور اس موقع پر بیرون افغانستان کے دانشوروں کو شرکت کے لیے دعوت دی۔ ہندوستان کے انڈین کاؤنسل فور کلچرل ریلیشنز نے مجھے بھی نمائندہ ملک بنا کر شرکت کے لیے بھیجا تھا، چنانچہ میں نے اس تقریب میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور مہمانوں کو جب ہرات لے جایا گیا تو میں

بھی ان کے ساتھ ہرات گیا اور وہاں حضرت خواجہ پیر انصار اور ان کے جانشین بزرگوں کے مقبروں کی زیارت کی اور ان پر فاتحہ پڑھا واپس آنے پر حضرت خواجہ کے متعلق میں نے ایک مبسوط مضمون لکھا تھا جو اعظم گڑھ کے رسالہ معارف کے دو شماروں میں (ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۰ء) شایع ہوا ہے لہٰذا اس مضمون کو طول دینے کی خاطر میں ارباب بصائر کو اس مضمون کے مطالعے کی طرف بشرطیکہ وہ اس سے دلچسپی رکھتے ہوں توجہ مبذول کراتا ہوں جو مقالہ اس وقت آپ کے زیر سماعت ہے وہ بہت ہی مختصر ہے کیوں کہ حضرت پیر انصار کے ایک مختصر رسالے کے متعلق تحریر ہوا ہے۔ یہ رسالہ کتابخانہ خدا بخش پٹنہ کی ملکیت ہے اس نسخے کا Acc No 305-8 ہے اس میں ۲۰ صفحات ہیں اور ہر صفحہ ۱۲ سطروں پر مشتمل ہے۔ تقطیع چھوٹی ہے کاغذ اور انداز تحریر سے شکستہ خط میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ مخطوطہ تیرھویں صدی میں استنساخ ہوا ہے افسوس یہ کہ اگرچہ اس میں ایک ترقیمہ آخر میں موجود ہے لیکن اس میں تاریخ کتابت تحریر نہیں ہوئی ہے۔ ترقیمہ کا مضمون یہ ہے۔ تمام شد رسالہ عبداللہ انصاری بقلم ناخوانندہ میر قاضی میاں صاحب خدا و نعمت فیاض دوران فیض رسان عالیشان میر نجیب اللہ خان صاحب دام اقبالہ و افضالہ ...... مرقوم بخط خام شکستگی ...... (ناخواندہ) اتمام یافت۔

می نویسم آں چہ دیدم در کتاب   عاقبت اللہ عالم بالصواب

میں نے اس رسالہ کو ارباب نظر اور اہل علم کے سامنے اس لیے متعارف کرنے کی جرأت کی کہ اس کی ایک خاص اہمیت ہے۔
یوں تو پیر انصار متعدد رسالوں کے مولف ہیں ان کی مشہور تصانیف میں منازل السائرین ایک مشہور صوفیانہ تالیف ہے اور ایک اہم کتاب "طبقات صوفیہ" ہے جو ہجویری سے پہلے لکھی گئی ہے اور جسے حضرت نے املا کرایا تھا۔ اس کتاب کو حضرت جامی نے فارسی میں ترجمہ و ترمیم کر کے مرتب کیا اور اس کا نام نفحات الانس رکھا۔ حضرت خواجہ کی ایک خاص مشہور تصنیف مناجات تالیف ہے کابل میں جشن ولادت کے موقع پر خواجہ کی بعض تالیفات طبع کر کے ان کی کاپیاں مہمانوں میں تقسیم کی گئیں۔ چنانچہ مناجات خواجہ کا بھی ایک مختصر ایڈیشن شایع کیا گیا تھا۔ خدا بخش لائبریری میں بھی چند مجلدوں میں خواجہؒ کی مناجات خوب صورت خط میں مرقوم ہیں۔ لیکن جو مناجات زیر نظر رسالے میں موجود ہیں وہ نہ کابل کے مطبوعہ رسالے میں درج ہیں اور نہ دوسرے مجلدوں پر مرقوم ہیں اس لحاظ سے میں نے اس رسالے کو اپنے مقالے کے لیے منتخب کیا ہے

حضرت خواجہ انصار ہروی کی مناجات نہ صرف یہ کہ روحانی و عرفانی کیفیت کی حامل ہے بلکہ اس میں جو الحاح و زاری کا انداز ہے ان کی دل انگیزی و اثر آفرینی ناقابل تقلید ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کے اعماق قلب سے نکلی ہوئی صدا ہے جو آفریدگار کی درگاہ میں لگائی گئی ہے اس روحانی و عرفانی خصوصیت کے علاوہ مناجات کی ادبی اہمیت بھی ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے ہم آہنگ ٹکڑے اور موزوں الفاظ سے پڑھنے اور سننے والوں کا دل بے اختیار کھنچا چلا جاتا ہے۔

مخطوطہ زیر نظر کے شروع میں سات اشعار ہیں جو ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں

الٰہی از دوست بیدلان دلبری درمان آمدہ   یاد تو مر عاشقان را مونس جان آمدہ

صد ہزاران ہمچو موسیٰ مست در ہر گوشہ‌ای	رب ارنی گو شدہ دیدار خوبان آمدہ
سینہ ہا بینم ز سوز ہجر تو گریان شدہ	دیدہ ہا بینم ز درد عشق گریان آمدہ
عاشقانت نعرۂ الفقر فخری می زنند	بر سر کوی ملامت پائی کوبان آمدہ
صد ہزاران عاشقان سرگشتۂ بیم و امید	در بیابان محبت اللہ گویان آمدہ
پیر انصار از شراب شوق خوردہ جرعہ ای	ہم چو مجنون گرد عالم مست و حیران آمدہ

ان اشعار کے بعد نثر کا حصہ شروع ہوتا ہے نمونۂ تحریر ملاحظہ ہو۔

"اے کریمی کہ بخشیدہ عطایی و اے حکیمی کہ پوشیدہ خطایی و اے صمدی کہ از ادراک ما جدائی و اے احدی کہ در ذات و صفات بی ہمتائی و اے خالقی کہ راہ نمائی و اے قادری کہ خدائی را سزائی کہ جان ما را روشنائی خود دہ و چشم ما را بینائی خود دہ و دل ما را صفائی دہ۔"

تحریر کا ہر جگہ یہی انداز ہے۔ اکثر مقامات پر رباعیاں نقل کی گئی ہیں۔ ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

یارب دل ما را از رحمت جان دہ	درد ہمہ را بہ صابری درمان دہ
این بندہ چہ داند کہ چہ می باید خواست	دانندہ توئی ہر آنچہ خواہی آن دہ

ایک دعا اور ملاحظہ ہو۔

"الٰہی عذر ما بپذیر بر عیب ما منگر۔ الٰہی عمر خود را برباد کردم" اس کے بعد رباعی ذیل۔

پیوستہ دلم دم رضای تو زند	جان در تن ہر نفس ہوای تو زند
بر سر خاک ما گیاہی روید	ہر برگ بوی وفای تو زند

ایک مقام پر یہ رباعی نقل ہوئی جو خیام سے منسوب ہے۔

من بندہ عاصیم رضای تو کجاست	تاریک دلم نور صفای تو کجاست
من بد کردہ ام تو بد مکافات دہی	آن مزد بود لطف و عطای تو کجاست

میری رائے ہے کہ اگر مناجات خواجہ کا کوئی مکمل ایڈیشن شائع ہو تو اس مذکورہ بالا رسالے کے مشتملات کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔

جناب سید شمیم منعمی

خانقاہ منعمیہ قمریہ
میتن گھاٹ پٹنہ

الہامات منعمی

الہامات منعمی (زبان فارسی میں — الہامات پر مشتمل) ایک رسالہ ہے۔ موضوع تصوف ہے۔ وجہ تصنیف بزبان مصنف۔

"در اکثر اوقات کہ جذبات الوہیت بر انیت من غالب می آمد از خود بیخود می شدم و در جلوۂ تجلی خلوت می یافتم از افاضۂ روح القدس بقدر استعداد من تلمیذ الرحمن واردات علم لدنی رحمانی بر دل می شد و در سینۂ منورینہ می ساختم بر صفینہ آوردم و بالہامات منعمی موسوم کردم تا یادگار بر صفحۂ روزگار باشد از حضرت مجیب الدعوات و سامعین آن کلمات امید قبول دارم۔"

مصنف نے سنہ تصنیف کے لیے قطعہ تاریخ بھی کہا ہے ؎

انشا ر کلام دل کہ از فیض صمد	با فضل محمدی شدہ مستند
از در گہہ فیاض خداوند احد	الہام الغیب یافت تاریخ خرد

الہام الغیب سے سنہ تصنیف ۱۱۲۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

اب تک میرے علم میں الہامات منعمی کے چھ نسخے تھے[1]۔ تین نسخے خدا بخش لائبریری میں ہیں، ایک نسخہ خانقاہ قادریہ اسلامپور میں ہے، ایک نسخہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں ہے اور ایک نسخہ خانقاہ منعمیہ قمریہ آستانہ حضرت مخدوم منعم پاک میتن گھاٹ میں ہے۔

خدا بخش لائبریری کے تین نسخوں میں ایک نسخہ خوش خط نستعلیق میں ہے۔ اس نسخہ کو میں اپنے مقالہ میں نسخہ اول سے تعبیر کروں گا۔ نسخہ اول میں حاشیہ سونے کے پانی سے بنایا گیا ہے۔ الہام کی ذیلی سرخیاں بھی سنہرے حروف میں ہیں۔ بہ نسبت دیگر نسخوں کے نسخہ اول زیادہ صحیح اور واضح ہے۔ پورے نسخے میں نہ کہیں پر کاتب نے اپنا نام دیا ہے اور نہ سنہ کتابت اور نہ ہی کاتب نے مصنف رسالہ موصوف پر کوئی روشنی ڈالی ہے۔ بقول خدا بخش خاں صاحب:

---

[1] مقالہ کی تیاری کے بعد شائع شدہ فہرست کے ذریعہ تین (۳) اور نسخوں کا علم ہوا۔ پہلا نسخہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں، دوسرا نسخہ آصفیہ میں اور تیسرا نسخہ رضا لائبریری رامپور میں ہے۔

"گمان قوی ہست کہ بخط شاہ عزالدین خوشنویس است کہ یکی از مسترشدان حضرت منعم پاک قدس اللہ سرہ العزیز بودہ"

لیکن حضرت منعم پاکؒ اور ان کے مسترشدین میں تلاش بسیار کے باوجود ابھی تک شاہ عزالدین کا نام کہیں نہیں ملا ہے۔ مشائخین سلسلۂ منعمیہ میں ایک نام حضرت سید شاہ عزیزالدین حسین کا ملتا ہے۔ ان بزرگ کی کئی نقل کردہ کتابیں خانقاہ میتن گھاٹ میں موجود ہیں۔ ممکن ہے نام کے لکھنے میں تسامح ہوا ہو۔

لیکن محمد علی خان انصاری نے اپنی تصنیف "تالیف محمدی" میں ایک شاہ عزالدین فیض رقم قدس سرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ جو محمد اشرف کے بیٹے تھے۔ اور ان کو بیعت شاہ ناصر نقشبندیؒ سے تھی۔ ان کے خوشخطی کی صاحب تالیف محمدی نے کافی تعریف بھی کی ہے۔ ان کا زمانہ بارھویں صدی ہجری تھا لیکن ان کا کوئی ارادتی تعلق مخدوم منعم پاکؒ سے بھی تھا اس کی کوئی سند نہیں ملتی ہے۔

نسخہ اول کے ابتدا میں ایک سادہ صفحہ کے درمیان میں ایک قدیم کاغذ کا ٹکڑا چسپاں ہے جس پر نوشتہ عبارت خط شکستہ میں ہے اور پوری کتاب کے خط سے مختلف ہے۔ عبارت یہ ہے:

"اشارات چند بعبارات سودمند آوردہ شد از صاحب بصیرتان اولو الابصار چشم اصلاح دارم۔ آنانکہ
خاک را بنظر کیمیا کنند ٭ آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم"

اس عبارت کے بارے میں خدابخش خان صاحب "محبوب الالباب" میں لکھتے ہیں کہ:

"بر ورق اول این نسخہ عبارتی است بخط شکستہ بزور از قلم حضرت مصنف"

کتب خانہ خدابخش میں جو دو اور نسخے ہیں ان میں عبارت مذکورہ نہیں ہے۔ پھلواری شریف اور خانقاہ منعمیہ کے نسخوں میں بھی یہ عبارت نہیں ہے۔ لیکن خانقاہ اسلام پور کے نسخہ کے شروع میں یہ عبارت موجود ہے۔

خانقاہ اسلام پور کا نسخہ مکمل ہے لیکن الہامات کے شمار میں نسخہ اول کے پہلے الہام کو مقدمہ میں شامل کر دیا ہے جس کی وجہ کر ۹۹ الہام ہوتے ہیں۔ اس نسخہ پر بھی نہ تو کاتب نے اپنا نام لکھا ہے اور نہ سنہ کتابت۔ شاہ عبدالقادر صاحب سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور مصنف انوار ولایت کے زمانہ میں جب خانقاہ کے کتب خانہ کو از سر نو ترتیب دیا گیا تو ہر مخطوطہ پر کتب خانہ کی مہر لگائی گئی۔ اس مہر میں بھی کاتب اور سنہ کتابت کا خانہ خالی ہے۔ جبکہ مصنف کے خانہ میں حضرت مخدوم شاہ منعم پاکؒ لکھا ہے۔ یہ نسخہ تقریب ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے میں ۹ سطریں ہیں۔

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کا نسخہ چھوٹے سائز کے ۷۱ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں۔ الہامات منعمی کے ساتھ اسی مصنف کے دو اور رسالے ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے موجود ہیں۔ یہ بالترتیب الہامات منعمی اور کاشفات

منعمی اور مشاہدات منعمی ہیں۔ مکاشفات کے اخیر اور مشاہدات کے شروع میں دو دو مہریں ہیں۔ پہلی مہر جو شاید دوسری کا سے قبل کی ہے بالکل غیر واضح ہے یا غیر واضح کر دی گئی ہے۔ لیکن دوسری مہر بہت صاف ہے اور پہلی مہر سے بڑی ہے۔ اس میں "محمد وصی احمد یعنی پھلواروی (پھلواروی)" کندہ ہے۔ ہر رسالے کے مادہ تاریخ تصنیف کو حاشیہ میں مع سنہ تصنیف کے لکھا گیا ہے اور اس کے اوپر تینوں رسالہ میں یہ لکھا ہوا ہے:

"سنہ انتقال حضرت شاہ محمد منعم ۱۱۸۵ھ"

مکاشفات کے اختتام یعنی اختتام جلد میں یہ عبارت نوشتہ ہے:

"ایں جلد رسائل ثلثہ الہامات ومشاہدات ومکاشفات منعمی بوجہ الارشاد یک تقریبات بحضور پر نور اقدس مرشدی ومولائی حضرت سیدنا و مولانا شاہ محمد علی حبیب صاحب مدظلہ العالی نذر گردانیدم گر قبول افتد زہے عز وشرف التحریر بتاریخ پنجشنبہ ہفتم ماہ مبارک رمضان ۱۲۹۰ھ"

لیکن یہ نسخہ بھی کاتب کے نام اور سنہ کتابت سے محروم ہے۔ لیکن اس کے اوراق اس کی قدامت کے شاہد ہیں۔ الہامات منعمی کا پہلا ورق پوری کتاب سے مختلف حرف میں ہے اور اس کا کاغذ بھی دوسرا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ پہلا صفحہ ضائع ہو گیا ہو تو بعد میں کسی دوسرے نے اس کو مکمل کیا ہو۔ اس نسخہ میں وہ تمام الہام موجود ہیں جو نسخہ اول خدا بخش خان میں موجود ہیں۔ یعنی یہ بھی مکمل نسخہ ہے۔

میتن گھاٹ خانقاہ منعمیہ قمریہ کا نسخہ عمدہ کاغذ پر خوش خط نستعلیق میں ہے۔ نسخہ اول خدا بخش، پھلواری شریف اور اسلام پور کے نسخوں میں الہامات منعمی کے خاتمہ کے بعد ایک مختصر سا مضمون ہے۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ یہ بھی الہامات ہی کا جزو ہے) جسے میتن گھاٹ کے نسخہ میں لکھنا ضرور شروع کیا گیا ہے لیکن اختتام سے تقریباً ۱۰ سطور قبل ہی لکھنا چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس نسخہ میں بھی نہ تو کاتب کا نام ہے اور نہ سنہ کتابت۔ لیکن ایک بات جو بڑی توجہ طلب ہے وہ یہ کہ خدا بخش لائبریری میں الہامات منعمی کا جو دوسرا نسخہ ہے اس کا خط اور خانقاہ منعمیہ میتن گھاٹ کے نسخہ کا خط بالکل ایک ہے یہاں تک کہ سطریں، کاغذ اور روشنائی بھی بالکل یکساں ہے، اور یہی نہیں بلکہ دونوں نسخوں میں الہامات کے بعد والا مضمون تقریباً ۱۰ سطروں کے لیے نامکمل ہے۔ میتن گھاٹ خانقاہ منعمیہ کی خاندانی روایت کے مطابق یہ اعلیٰ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی برکاتی رحمۃ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ مبارک حسین قمری منعمی خوشنویس عظیم آبادی کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے۔ اس کی تصدیق خانقاہ موصوفہ میں کاتب موصوف کی نوشتہ دوسری کتابوں کے خط کے موازنہ سے بھی ہو جاتی ہے۔ اس نسخہ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ جیسا کہ دوسرے تمام نسخوں میں الہام کے شروع ہوتے ہی الہام لکھا گیا ہے۔ لیکن اس

نسخہ میں ہر الہام کے شروع میں الہام کی ذیلی سرخی نہیں لکھی گئی ہے صرف ہر الہام کے شروع میں ہلکا سا خلا ہے۔ شاید اس خلا میں سرخ روشنائی سے الہام لکھنے کا ارادہ رہا ہو جو کسی وجہ سے پورا نہ ہو سکا واللہ اعلم۔

خدا بخش لائبریری میں الہامات منعمی کا جو تیسرا نسخہ ہے اس کے ساتھ دو اور رسالے ہیں۔ حضرت سیدنا امیر ابو العلیٰ نفس بتلیٰؒ کا رسالہ فنا و بقا اور رقعہ یا مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین احمد یحییٰ منیری فردوسیؒ تینوں رسالے ایک ہی کاتب کے حروف میں ہیں۔ لیکن دیگر نسخوں کی طرح اس میں بھی نہ تو کاتب کا نام ہے اور نہ سنہ کتابت لیکن اختتام رسائل کے بعد دو صفحات میں شجرہ لکھا گیا ہے پہلے صفحے میں سیدنا امیر ابو العلیٰؒ سے بواسطہ مخدوم منعم پاکؒ حضرت شاہ یحییٰ علی تو آباد کا خلیفۂ مخدوم شاہ حسن علی منعمی تک کا شجرہ غلط ترتیب سے لکھا گیا ہے۔ دوسرے صفحے میں مخدوم منعم پاک، مخدوم حسن علی منعمی اور شاہ یحییٰ علی کے خلفاء کے اسمائے گرامی ہیں ان دونوں صفحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاتب کا ارادتی تعلق حضرت شاہ یحییٰ علی منعمیؒ سے تھا۔ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آگے بھی صفحات رہے ہوں گے جو استداد زمانہ کی نذر ہو گئے کیوں کہ آخری جملہ یہ ہے:

"حضرت شاہ قمر الدین دانا پوری اگر چہ بیعت نداشتند مگر روزے چند در حلقہ حضرت شاہ یحییٰ علی و دراں مجلس آمد......"

اس نسخہ میں ۹۳ الہام ہیں، یہ کاتب کا اپنا نمبر شمار ہے۔ نمبر ۹۳ الہام بھی النصف کے قریب نقل کیا گیا ہے۔ یہ نمبر ۹۳ الہام نسخۂ اوّل خدا بخش کا الہام نمبر ۹۹ ہے۔ یہ نسخہ یہیں تک ہے۔ یعنی اس کے آگے یا تو لکھنا چھوڑ دیا گیا ہے یا صفحات ضائع ہو گئے ہیں۔

الہامات منعمی میں الہامات کے سلسلہ کے شروع ہونے سے پہلے ایک مختصر خطبہ یا مقدمہ ہے جو اس طرح ہوتا ہے:

"الحمد للہ الذی اصطفیٰ نبینا علی سائر المرسلین بتعلیم علم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ اجمعین۔"

اب تک تحقیق شدہ تمام نسخوں میں یہ عبارت اور پورا خطبہ لا کم و کاست موجود ہے۔ لیکن خدا بخش خاں نے اپنی کتاب "محبوب الالباب فی تعریف کتب الکتاب" میں اس عبارت کو مندرجہ ذیل فرق یا اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے:

"الحمد للہ السابق، محمد الذی اصطفیٰ علی سائر المرسلین بالعلم الاولین والآخرین"......الخ

خدا بخش لائبریری کے نسخۂ اوّل کے مطابق پہلا الہام قطعہ تاریخ کے بعد سے شروع ہوتا ہے یعنی "یا رب الفضل بلی یا انت اللہ علی ولی فتحل بنا یا مولانا ما تفعل اللہ اعلی"

۔ خدا بخش لائبریری کے نسخہ سوم میں اسے مقدمہ کے ساتھ

شامل کر دیا گیا ہے۔ جبکہ خانقاہ مجیبیہ کے نسخہ میں اسے الہام مناجات کی سرخی دی گئی ہے۔

خدا بخش کے نسخہ اوّل اور پھلواری کے نسخے کے الہام نمبر ۷ کو بھی نسخہ سوم میں مقدمے کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

پھلواری اور خدا بخش لائبریری کے نسخہ اول میں تیسرا الہام "سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی" سے شروع ہوتا ہے۔ خدا بخش لائبریری کے نسخہ سوم میں اس الہام کو پہلا الہام شمار کیا گیا ہے۔

پانچویں الہام میں مثنوی کے کچھ اشعار ہیں۔ خدا بخش کے نسخہ اول میں اسے صرف مثنوی لکھا گیا ہے جبکہ نسخہ سوم میں اسے مثنوی المصنف اور نسخہ پھلواری میں اسے لمولفہ لکھا گیا ہے۔

نسخہ اول کا الہام نمبر ۱۷، ۲۱ اور ۴۱ پھلواری شریف کے نسخہ میں بھی علیحدہ الہام ہے جبکہ نسخہ سوم خدا بخش میں الہام نمبر ۱۷ کو ۱۶ کے ساتھ الہام نمبر ۲۱ کو ۲۰ کے ساتھ اور الہام نمبر ۴۱ کو ۴۰ کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

نسخہ سوم میں الہام نمبر ۲۲ کا ایک شعر غائب ہے جبکہ یہ شعر نسخہ اول، پھلواری اور مٹیا گھاٹ وغیرہ میں موجود ہے۔

نسخہ سوم میں الہام نمبر ۲۶ بالکل ہی غائب ہے۔

ان واضح تر فرقوں کے علاوہ مختلف جگہوں پر چھوٹی چھوٹی پھیر بدل دیکھنے کو ملتی ہے جو ان شاء اللہ کسی تفصیلی مقالے میں تفصیل سے پیش کروں گا۔

خوشگو اپنے "سفینہ" میں، صمصام الدولہ اپنے "مآثر الامراء" میں اور نظامی بدایونی "قاموس المشاہیر" جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ الہامات منعمی منعم خان خانخاناں کی تصنیف ہے۔ جبکہ شاہ عبد القادر صاحب منعمی اسلام پوری "انوار ولایت" اور "وفات نامہ" میں، شاہ امین احمد ثبات بہاری فردوسی المنعمی "روضۃ النعیم" میں، مولوی حبیب اللہ عمادی "تذکرۃ الصالحین" میں، شاہ محمد کبیر ابوالعلائی داناپوری "تذکرۃ الکرام" میں، خدا بخش خاں صاحب "محبوب الالباب" میں، مولوی عبد الحی "نزہۃ الخواطر" میں اور شاہ حسین الدین احمد منعمی گیاوی بہار میں "ابوالعلائی فیضان" میں رقم طراز ہیں کہ "الہامات منعمی" حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک دہلوی ثم عظیم آبادی کی تصنیف ہے۔

منعم خان یا بروایت سراج الدین علی خان آرزو منعم بیگ، سلطان بیگ برلاس کا بیٹا تھا۔ اس کا باپ سلطان بیگ اکبر آباد کا کوتوال تھا۔ شروع ہی سے سلطانی خدمات سے متعلق رہا۔ کہتے ہیں کہ شروع شروع میں روح اللہ خاں میر بخشی عالمگیر کے مصاحب میں شامل ہوا پھر بہادر شاہ محمد معظم کے دور شہزادگی میں ہی شہزادہ سے متعلق ہو گیا یہاں تک کہ اپنی خدمات شائستہ سے شہزادہ کو خوش کر دیا۔ شہزادہ نے وعدہ کر لیا کہ بر وقت تخت نشینی اسے عہدۂ وزارت دیا جائے گا۔ چنانچہ حسب وعدہ بہادر شاہ نے تخت نشینی کے بعد عہدۂ وزارت عطا کیا۔ ۱۱۱۹ھ میں اعظم شاہ کے خلاف بہادر شاہ کی طرف سے جی جان سے لڑا یہاں تک کہ فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں منعم خان کافی زخمی ہوا کہتے ہیں کہ آدھی رات کو بہادر شاہ کے حضور میں پہنچا تو

زخم قمیص کا رعب گرا ہے غش آ گیا۔ اسی مہینہ یعنی ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو اسے خانخاناں بہادر ظفر جنگ کا خطاب، سات ہزاری ذات سات ہزاری سوار اور بادشاہ کے حضور سے ایک کروڑ روپیہ نقد اور ایک کروڑ روپیہ کا ساز و سامان مرحمت ہوا۔

سلطنت تیموریہ کے آغاز سے کسی امیر کو اتنا بڑا عطیہ نہیں ملا تھا۔

تیسرے سال بہادر شاہی میں اسے نوبت بجانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ چوتھے سال بہادر شاہی میں اسے بقول صمصام الدولہ گرو جدا امیرائی یا بقول صاحب سیر المتاخرین گرو گوبند کے دفع شر اور گرفتاری کے لیے شہزادہ رفیع الشان کے زیر سرداری روانہ کیا گیا۔ اس مہم میں گرو جی کی چالاکی کے سبب منعم خان کو دھوکا ہوا جس کی شرمندگی اور غصہ کی وجہ کر وہ بیمار ہو گیا اور کچھ بہکے سلطان کی جانب سے مورد عتاب بھی ہوا۔ بیماری روز بروز ترقی ہی کرتی گئی یہاں تک کہ دماغی مادہ ٹپکنے اور کان کے راستے بہنے لگا اور اسی مرض میں اسی زمانہ ۱۱۲۳ھ مطابق ۱۷۱۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

مخدوم شاہ محمد منعم پاکباز صوبہ بہار کے قصبہ بیہٹ ضلع مونگیر کے صوفی خاندان میں باختلاف روایت رمضان یا شعبان ۱۰۸۲ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت مخدوم شاہ شمس الدین حقانی اپنے زمانہ کے مشہور بزرگوں میں تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد قصبہ باڑھ آ گئے اور یہاں حضرت دیوان ابو سعید محمد جعفر بن مبارک پیر جلال قادریؒ کے حلقہ درس و ارشاد میں شامل ہو گئے۔ تکمیل علوم ظاہری کے بعد جناب جعفر قادری کے صاحبزادے حضرت دیوان سید خلیل الدین قطبی قادریؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے پھر خلعت خلافت سے بھی نوازے گئے۔ چونکہ آپ کا استعداد عالی تھا لہذا بمطابق اجازت پیر و مرشد ۱۱۱۲ھ کے لگ بھگ دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور کہتے ہیں کہ تقریباً ۱۲ سالوں تک دار الخلافہ کے مختلف مدارس علمیہ سے منسلک رہے۔ اسی زمانہ میں آپ نے اپنے واردات قلبی کو جو کہ الہام، کشف اور مشاہدے کی شکل میں تھے سفینہ کی شکل دیا چنانچہ ۱۱۱۹ھ میں "مکاشفات منعمی" ۱۱۲۰ھ میں "الہامات منعمی" اور ۱۱۲۹ھ میں "مشاہدات منعمی" عالم وجود میں آئی۔

پھر شاہ فرہاد ابو العلائی قدس سرہ کے شہرہ نیک نامی کو سن کر طبیعت مائل ہوئی۔ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو پھر وہیں کے ہو رہے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین حضرت سید اسد اللہ ابو العلائیؒ کی خدمت میں حاضر رہے۔ یہاں تک کہ منظور نظر ہوئے اور اس بارگاہ سے بھی بعد سرپرستی کے بعد خرقہ خلافت عطا ہوا اور جانشین نامزد کیے گئے۔ شاہ اسد اللہؒ کے وصال کے بعد سجادہ پر بیٹھے۔ ایک عالم آپ سے سیراب ہوا۔ قطبیت کے مرتبہ پر فائض رہے۔ ۱۱۶۰ھ میں عظیم آباد منتقل ہو گئے اور یہاں سید بدیع الدین عالمگیری المعروف بہ ملا میتن کی مسجد میں سجادہ بچھایا۔ علمائے عصر اور صوفیائے زمانہ نے آپ کی طرف رجوع فرمایا اور مستفید ہوئے۔ خلفا اور مریدین کی تعداد کثیر ہوئی۔ شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی، مخدوم شاہ حسن علی، مولانا شاہ حسن رضا، صوفی دائم اللہ پھلواروی، شاہ غلام حسین داناپوری، شاہ مبارک عظیم آبادی، شاہ وجیہ اللہ طالب عظیم آبادی

شاہ محمد عظیم دہلوی اور شاہ غلام حیدر غازی پوری مشہور خلفا میں ہیں۔ باختلاف روایت ۱۱ یا ۱۲ ربیع ۱۱۵۵ھ کو وصال فرمایا۔

منعم خان خدمات سلطانی سے وابستہ کوتوال کا بیٹا تھا۔ اس نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور جیسا کہ مختلف تذکروں میں اس کی سوانح سے ظاہر ہے کہ اس نے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کی تگ و دو میں زندگی گزاری۔ ہاں ایک روایت عجیب ہے یعنی سراج الدین علی خان آرزو مجمع النفائس میں لکھتے ہیں کہ "تحصیل علوم در مدرسہ جناب افادت مآب ولایت دستگاہ حضرت کلیم اللہ قدس سرہ نمودہ" اور رتبہ اردوئے عالمگیری سے وابستہ ہوا۔ اگر یہ حضرت کلیم اللہ شاہجہاں آبادی ہیں تو ان کا کوئی مدرسہ یا خانقاہ ۱۱۰۰ھ سے قبل دہلی میں تھا یا نہیں؟ اس کی سند نہیں ملتی ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ خود ۱۱۰۱ھ کے بعد بیعت ہوئے ہیں (بقول ظہور الحسن شارب) اور رتبہ سجادہ پایا ہے۔ اور اس دور میں منعم خان پختہ عمر کا ہوگا اور ظاہر ہے برسر روزگار تھا تب "تحصیل علوم در مدرسہ" کیا معنی؟

اور جن لوگوں نے اس کو تصوف سے متعلق بتایا ہے یا میدان تصوف کی علمی و قرآنی شخصیت بتایا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ الہامات منعمی کو اس کے نام کے ساتھ فٹ کرنے کے لیے اس کی حیات میں ایسا پہلو پیدا کیا گیا ہے۔

یہ بڑی قابل غور بات ہے کہ بارہویں صدی ہجری سے آج تک جتنے بھی تذکرے تصوف سے متعلق یا صاحبان تصوف کے لکھے گئے ان میں بحیثیت صوفی یا بحیثیت مرید یا خلیفہ منعم خان خانخاناں کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ منعم خان کا تذکرہ یا تو امرا کے تذکرے میں ملتا ہے یا کسی ادبی تذکرے میں۔ صاحب مآثر الامرا لکھتے ہیں:

> "وہ (منعم خان) کسبی کمالات کا بھی مالک تھا کہ جن کو قابلیت اور استعداد سے تعبیر کرتے ہیں۔ تصوف کا بھی ذوق رکھتا تھا۔ اس نے ایک رسالہ الہامات منعمی کے نام سے لکھا تھا۔ اس کے مطالب کچھ زیادہ عمدہ نہ تھے۔ بعض نکات کو حسب حال برجستہ اشعار میں بیان کیا تھا۔ بعض بے خبر زبان معترضین نے الحاد کا اور بعض نے دعویٰ معراج کا اتہام لگایا حالانکہ ان باتوں سے وہ بالکل بری ہے۔ جس الہام میں کہ بہشت کی سیر اور وہاں سے عرش کے نیچے تک پہنچنے کا بیان کیا ہے اور اس میں لفظ رؤیا کا استعمال کیا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر ہم لفظ الہام کو اولیا کے لیے مخصوص سمجھیں تو بے معنی دعویٰ ہے اور اس سے بے ادبی کا گمان ہوتا ہے۔"

الہام کا مطالعہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ کوئی تصوف کا ذوق رکھنے والا نہیں لکھ سکتا ہے بلکہ یہ بے معنی دعویٰ ہے بلکہ بے ادبی ہے۔ یہ ایک بلند مرتبہ صوفی کے الہامات کا مجموعہ ہے۔ اب جہاں تک اس کے مطالب کے عمدہ نہ ہونے کا سوال ہے تو ایک طرف الہامات کو دیکھیے اور دوسری طرف منسوب مصنف کو جن کے بارے میں خود صاحب مآثر الامرا لکھتے ہیں کہ:

"اگرچہ وہ رزاہ کوش اور کم آزار تھا لیکن اس کو حرص اور لالچ بہت تھا، چاہتا تھا کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ باقی رہے"

تو خود بہت اچھے مطالب برے معلوم ہونے لگتے ہیں۔ یہ بڑا اہم نکتہ ہے کہ الھامات منعمی کے مصنف نے خود کو اختار زیادہ حقی رکھا ہے جو تصوف میں انتہائے انکسار کی معراج ہے کہ آج اس کتاب کی تصنیف کے ایسے دعویدار بھی نکل آئے جو شہرت اور نام کے بھوکے تھے۔ جب کہ پوری الھامات توکل سادگی اور راہ سلوک کے طے کرتے میں مندرجہ بالا خواہشات سے قطع تعلق کی تعلیم دے رہی ہے۔

صاحب مجمع النفائس کے مطابق منعم خاں شیخ محمدی سے بیعت تھا۔ ممکن ہے کہ وہ ان حضرت سے بیعت ہوا ہو۔ اس کے برعکس حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاکؒ ایک صوفی خاندان میں پیدا ہوئے صوفیانہ ماحول میں تعلیم پائی، گھر سے صوفی زادہ نکلے اور صوفی و صافی نکلے۔ تصوف کی دنیا میں رہے۔ بیعت ہوئے، خرقہ خلافت عطا ہوا۔ سجادہ پر بیٹھے، ایک عالم کو سیراب کیا۔ دنیائے تصوف میں ان کا بلند مقام ہے۔ صوفیائے عصر نے ان کو تسلیم کیا۔ وہ حیات تھے تو صوفی کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے اور بعد وصال ایک خاص صوفیانہ روش، مزاج اور تعلیمات ان کی یادگار ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ کچھ الھام کا تخاطب بھی صاحب الھام کی شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ اکثر الھام میں مریدوں، عزیزوں اور سالکان راہ شریعت کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جس سے صاحب الھام کا شیخ وقت اور مرشد مریداں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

الھام نمبر ۳۰ اسطرح شروع ہوتا ہے۔ "در مدارس علم ظاہر عمری صرف کردم، یا فتی یا فتم" مخدوم منعم پاکؒ کے احوال میں صاحب کیفیت العارفین شاہ رشید الدین عطا حسین فانی منعمی گیاوی لکھتے ہیں:

"تا مدت دو از دہ سال در مدرسہ ہائے بصحبت عالمان ظاہر حاضر بودہ علم آموختند و در سینہ گنجینہ درس کتب فقہ و فرائض اندوختند آخر الامر چوں از دنیا دیدہ طمع دوختند خرمن ناموس را در آتش تحقیق سوختند"

الھام نمبر ۲۰ میں مخدوم شاہ شرف یحییٰ منیری کا تذکرہ آیا ہے۔ جبکہ پورے رسالے میں کہیں پر کسی بھی بزرگ کا تذکرہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ کثرت سے حافظ شیراز اور مثنوی مولانا روم کے اشعار استعمال ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے صرف مخدوم جہاں کا تذکرہ مصنف سے مندرجہ ذیل رابطہ کی وجہ کر ہے جو مخدوم منعم پاکؒ کے بارے میں شاہ عطا حسین فانی منعمی گیاوی نے لکھا ہے

"وہم باعث قیام در ولایت مہ ہم جواری حضرت مخدوم شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کہ از آنحضرت عقیدت واثق بود و بسیار عقدہ ہا لا ینحل از روح طیبہ حضرت مخدوم الملک حل یافت فیض روحی بودہ۔"

الھامات منعمی اور مشاہدات منعمی میں یہ درود شریف بھی موجود ہے۔ "اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل محمد

بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ   یہ درود شریف سلسلہ منعمیہ میں شامل وظیفہ ہے۔ بلکہ بعضوں نے اسے درود سلسلہ منعمیہ کہا ہے۔
یہ درود شریف مخدوم کے دست خاص کے لکھے ہوئے دیگر سفینوں میں بھی موجود ہے۔

الھامات منعمی میں تقریباً ۲۸۰ اشعار شامل ہوئے ہیں۔ ان میں کچھ اشعار مکرر سکرر استعمال ہوئے ہیں۔

الھامات منعمی کے موضوعات کے صنف میں بحث حقائق الاشیا نزد اہل تصوف اصدر تشبیہ ارواح انسانی نزد اہل تصوف اور تجدد امثال نمایاں ہیں۔

سالک طریقت کی ہدایت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ای سالک طریق ہدایت در اول سلوک محنت خلوت و مجاہدات و ریاضات باید کشید و تنہائی و گرسنگی و درد و الم و محنت و غم باید ساخت والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا تا غول نفس سرکش از طریق بر نخیزد سالک بیچارہ بمنزل مقصود نرسد

نفس خود را کش جہانی زندہ کن   خواجہ را کشتہ است او را بندہ کن

لا واللہ ان یکون لصاحب النفس الیہ سبیلا۔ اگر کار اے عزیز را از خود تا بحق دو قدم راہ بیش نیست قدم اول از خود گذشتن و دوم بحق پیوستن دع نفسک و تعال مع تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز تا کل از خود نگذری بکلی نرسی تا موی از خود داری بوئی از خدا نیابی از مکاتیب عبدان الحق علیہ دریہم والسلام۔"

صاحب الھامات منعمی تصوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تصوف خود را صاف کردن است یعنی صاف کردن نیت و قول و فعل خود از ما سوی اللہ و این مرتبہ حاصل می شود بقرب نوافل و فرائض و مرتبہ کہ از قرب نوافل و فرائض برتر است قلم در بیانش نامحرم از مکاتیب محرم و ہو العلیم الحکیم۔"

●●

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق
شعبۂ فارسی
ایچ ڈی جین کالج، آرہ

جواہر الانوار

جواہر الانوار علم تصوف میں ایک بیحد اہم و پر ارزش رسالہ ہے جس کے مصنف بستان ابوالعلائیہ کے گل شاداب ہمارے اعلیٰ حضرت میر سید شاہ قمر الدین حسین عرف حقی البرکاتی المنعمی ہیں جن کی پیدائش آج سے دو سو سال قبل اسی شہر عظیم آباد میں ہوئی تھی۔ آپ حضرت سید شاہ شمس الدین حسین دانا پوری قدس سرہٗ کے فرزند تھے اور حضرت سید شاہ عبد المنان قادری دہلوی کے نواسے۔ رسالہ جواہر الانوار تقریباً پونے دو سو سال قبل کی تصنیف ہے مگر اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا۔ خدا بخش لائبریری ندوۃ العلماء کے علاوہ اس خانوادے کے اکثر گھرانوں میں اس کی نقلیں محفوظ ہیں مثلاً خانقاہ منعمیہ قمریہ پٹنہ، خانقاہ چشتیہ نظامیہ دانا پور، خانقاہ منعمیہ گیا وغیرہ۔ خدا بخش کا نسخہ بخط مصنف ہے۔ پیش نظر نسخہ دانا پور کے سید شاہ محمد امین دانا پوری قادری، دست خاص کا نقل شدہ ہے۔ شاہ محمد امین حقی مصنف جواہر الانوار کے بھانجے اور سید شاہ واجد حسین دانا پوری کے صاحبزادے ہیں۔ یہ نقل ۱۲۷۳ھ کی کتابت شدہ ہے۔

جواہر الانوار اپنے موضوع و مواد کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے اس میں ۲۵ جوہر ہیں اور ہر جوہر کے تحت تصوف کے نکات و مسائل شرح و بسط سے بیان ہوئے ہیں مثلاً جوہر در بیان توجہ مبتدیان و طریق نشستن آنہا۔ جوہر در بیان کیفیات، جوہر در بیان صاحب کیفیت، جوہر در بیان اوقات معمولات سالکان، جوہر در بیان واردات، جوہر در بیان مراقبات، جوہر در بیان اذکار و جوہر در بیان سماع و آداب آں وغیرہ۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ شغل و مراقبہ، ذکر و ضرب نشست و برخاست نیز دیگر طرق و قواعد جو طریقت و تصوف میں یا در پیش آتے ہیں ان کی عملی تصویر لفظوں میں کھینچ کر رکھ دی ہے مثلاً "طریق ذکر با شراکت دست چوں لا گوید ہر دو دست بردارد و و سنگ زند چنانچہ ہر دو دست برابر سینۂ خود آرد و چوں الٰہ گوید ہر دو دست را بطرف ہر دو زانو برد و بقوت و سنگ زند الا اللہ را باز دست بالا بردہ بطور اول دست بر دست زند و اگر خواہد ہر دو دست را جداگانہ بر ہر دو زانو ضرب دہد و کلمۂ آخر گوید باز اعادہ نماید و اگر خواہد از اسمائے الٰہی باین طور بعمل آرد۔"

"دیگر طریق ذکر بوسیلۂ ہر دو پائے استادہ شود و پائے راست را بردارد و گوید لا و پائے چپ را برداشتہ بقوت تمام ضرب دہد و الا گوید و باز اعادہ کند و اگر خواہد پیش و پس نماید و اگر خواہد یکجا ایستادہ ذاکر باشد و در ہر دو صورت فہم و

زبان را موافق دارد... مگر ہمہ حال تنہائی ضرور است۔"

"چہار زانوی نشیند و انگشتان پای راست را بر زانوے چپ می بندد و انگشتان چپ را بطرف راست و رگ کیماس از ہر دو انگشتان بقوت گیرد و ہر دو دست را بر زانو نہد و لا را از زانوے چپ بیدور آرد و از دوش راست بر دق رسانیدہ بزور بر قلب ضرب رساند و دیگر این کہ دو زانو نشستہ لفظ لا را از ناف بر دارد و بدماغ رساند و از آنجا لفظ الہ را بر لطیفۂ روحی ضرب دہد و الا اللہ را بر قلب اگر خواہد از لطیفۂ روحی گشتہ کند و بر قلب صنوبری رساند۔"

الغرض مصنف نے پاس انفاس، اثبات ذات، نفی اثبات، تصور اللہ، ترکیب ذکر اسم اللہ، ذکر خفی و جہری وغیرہ کی عملی صورت سے بحث کرتے ہوئے اس کے مجرب اثرات پر روشنی ڈالی ہے۔

مصنف جواہر الانوار تصوف میں مسلکاً وجودی مع الشہودی تھے آپ نے ان دونوں نظریوں کی خوبصورت تطبیق کی ہے۔ وہ اس باب میں کسی کے مقلد نہ تھے، بلکہ موحد۔ فرماتے ہیں

"باید دانست در مقام مراقبہ و مشق توحید و معمولات اوقات کہ بحسب ظاہر خلاف کتب ما تقدم کردہ ام موجب این است کہ بسبب اتفاق بسیار کہ از تفرد حضوری شیخ حیثیۃ بود بنا بر اتفاق ایجادی گشت آن عقیدہ شد... ہمیں طور موجود نوع دیگری گردیدم"

وہ لکھتے ہیں کہ ان کے استاد مولانا سید شعیب الحق مسافر وحدت الوجود کے قائل تھے اور بطور متکلمین شہود فقط ظاہر کرتے لہٰذا آٹھ برس ان کی صحبت میں آپ بھی ویسا ہی تقلیدی عقیدہ رکھتے تھے اور بزرگان عرفان کے حلقے میں آ جانے کے بعد بھی وحدت الوجود پر دل سے یقین نہ ہوتا تھا مگر آخر الامر صاحب دعویٰ ہوئے چند سال بعد شہودیوں کا عقیدہ دل پر غالب آیا اور مدت تک یہی حال رہا کہ وحدت الوجود کفر معلوم ہوتا تھا۔ پھر شیخ کے طفیل ان مہلکات سے نجات پائی اور عقیدہ وجودی مع الشہود دل پر ثابت ہوا۔ جوہر شانزدہم میں توحیدات کے بیان میں توحید ذاتی اور توحید صفاتی سے نہایت عقلی و منطقی اور مشق توحید کی عملی بحث کی ہے جو یقیناً ندرت و انفرادیت کی حامل ہے۔ ۷۰ سال کی عمر میں جواہر الانوار کے مصنف نے ۱۱۰۵ھ میں بحالت کیفیت میں انتقال فرمایا۔ اس مصرعہ پر آپ کو وجد تھا "ترے در پہ جو بیٹھے تو خوب ہوا کہ کشاکش دیر و حرم سے چھٹے" وفات سے کچھ دیر پہلے امیر خسرو کے اس شعر کی تشریح بیان فرمائی جو نبی بخش قوال نے حضرت ولی نعمت کی فرمائش پر شروع کر دی تھی:

سلطان خوبان میرود ہر سو ہجوم عاشقان
چابک سواران یکطرف مسکین گدایان یکطرف

صاحب کیفیت العارفین لکھتے ہیں کہ "حضرت میر قمر الدین کیا قدس سرہٗ خود این شعر بر زبان شریف آوردند و کیفیت در آمدند و معنی بیان فرمودند اے عزیزان سلطان خوبان چیست یعنی روح است چوں روح از جسم برود ہر سو ہجوم عاشقان گردد و ہجوم عاشقاں مراد از اعضائے بہت ست چابک سواران یکجانب و مسکین گدایان یکجانب چابک سواران مراد از اعضائے رئیسہ و مسکین گدایان از غیر رئیسہ مراد است۔"

(کیفیت العارفین ص ۲۶۶)

ڈاکٹر عبدالرشید
شعبۂ عربی
پٹنہ یونیورسٹی

خلاصت السلوک فی نیل الرفعت والسموک

یہ کتاب حاجی بن سعید القیسی کی تالیف ہے۔ کتاب کے خطبہ میں مولف نے اپنا نام اسی طرح درج کیا ہے۔ تذکرہ کی بہت سی کتابوں میں تلاش و جستجو کے باوجود مولف کی زندگی کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ کشف الظنون اور ایضاح المکنون وغیرہ میں اس کتاب کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ رضا لائبریری رامپور، جواہر میوزیم اور تذکرہ پرلپٹس کے ایک کتابخانہ میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ خدا بخش لائبریری میں اس کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ ۲۱۵۹ نمبر کے تحت محفوظ ہے مگر یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ دائیں بائیں دونوں جانب چپکانے کی وجہ سے اکثر صفحات ناقابل خواندہ ہیں۔ اس نسخہ کے کاتب عبدالرحیم بن شیخ فتح محمد ہیں۔ سنِ کتابت ۱۱۱۵ھ ہے۔ ٹائٹل پیج پر یہ عبارت درج ہے "مکتوبہ ۱۱۱۵ھ ۴۷ جلوس عالمگیر الغازی" اور زیر قید کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر اورنگ زیب کے مسندنشینی کے ۴۷ویں سال میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس نسخہ کی کتابت ہندوستان ہی میں ہوئی ہے۔ تحریر بہت بار یک مگر خوشخط ہے۔

دوسرا نسخہ ۲۳۹۱ نمبر کے تحت محفوظ ہے حروف نسبتاً جلی ہیں اور خوشخط ہے۔ ۹۷ اوراق پر مشتمل ہے — سنِ کتابت مذکور نہیں ہے۔ صفحۂ عنوان پر چار قدیم مہریں ہیں۔ دو مہر محو کردہ ہیں۔ ایک مہر میں "عبدالوہاب" اور دوسرے مہر میں "محمد عاقل" درج ہے۔ کتاب کے آخر میں تملک "الیس بن شیخ ماہ اقبال" درج ہے۔ پہلا نسخہ دوسرے نسخہ کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہے۔

پوری کتاب ۸۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے:

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وبعد فقال المفتقر الی رحمۃ اللہ القدیر حاجی بن سعید القیسی غفر اللہ لہ ولوالدیہ انی لخصت ہذا الکتاب من الحقائق لیکون ذریعۃ لمعرفۃ الدقائق وسمیتہ خلاصۃ السلوک فی نیل الرفعۃ والسموک ورتبت بنیف وخمسین بابا

حمد و صلوٰۃ کے بعد مولف نے اپنا نام اور کتاب کا نام بتلایا ہے۔ پھر حسب ذیل ۵۸ ابواب بیان کیے ہیں —
۱۔ عقل کے بیان میں ۲۔ عقلا کے بیان میں ۳۔ علم کے بیان میں ۴۔ علما کے بیان میں ۵۔ معرفت کے بیان میں ۶۔ عارف کے بیان میں ۷۔ نیت کے بیان میں ۸۔ ادب کے بیان میں ۹۔ زہد کے بیان میں ۱۰۔ زاہد کے بیان میں ۱۱۔ ورع کے بیان میں ۱۲۔ محبت کے بیان میں ۱۳۔ شوق کے بیان میں ۱۴۔ عشق کے بیان میں ۱۵۔ وجد کے بیان میں ۱۶۔ جوع کے بیان میں ۱۷۔ ریاضت کے بیان میں ۱۸۔ مجاہد کے بیان میں ۱۹۔ خوف کے بیان میں ۲۰۔ رجا کے بیان میں ۲۱۔ توبہ کے بیان میں ۲۲۔ انابت کے بیان میں ۲۳۔ فقر کے بیان میں ۲۴۔ فنا کے بیان میں ۲۵۔ قنوت کے

بیان میں ۲۶۔ رضا کے بیان میں، ۲۷۔ اخلاص کے بیان میں، ۲۸۔ یاد کے بیان میں، ۲۹۔ عزلت کے بیان میں، ۳۰۔ خلوت کے بیان میں، ۳۱۔ اولیاء کے بیان میں، ۳۲۔ کرامت کے بیان میں، ۳۳۔ توکل میں، ۳۴۔ تواضع میں، ۳۵۔ قناعت میں، ۳۶۔ استقامت میں، ۳۷۔ امر بالمعروف میں، ۳۸۔ بلا میں، ۳۹۔ قرب میں، ۴۰۔ عبودیت میں، ۴۱۔ یقین میں، ۴۲۔ تقویٰ میں، ۴۳۔ اکل حلال میں، ۴۴۔ ذکر میں، ۴۵۔ تفکر میں، ۴۶۔ فراست میں، ۴۷۔ دنیا میں، ۴۸۔ حرص میں، ۴۹۔ حسد میں، ۵۰۔ تصوف میں، ۵۱۔ مراقبہ میں، ۵۲۔ حسن خلق میں، ۵۳۔ بکاء میں، ۵۴۔ ارادہ میں، ۵۵۔ عشق بعر میں، ۵۶۔ حریت میں، ۵۷۔ رزق میں، ۵۸۔ حفظ جوارح میں۔

مذکورہ بالا ابواب سے یہ بات واضح ہے کہ مؤلف نے اپنے اس مختصر کتاب میں تصوف کے اکثر و بیشتر بنیادی مسائل پر گفتگو کی ہے۔ یہ گفتگو بہت مفید اور ایسے دلچسپ انداز میں کی گئی ہے جس سے پڑھنے والے کے دل و دماغ میں عمل کا شوق اور داعیہ پیدا ہو۔ تصوف کے پرپیچ اور نزاعی مسائل پر مؤلف نے ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے جس کے پڑھنے پر کسی طرح کی الجھن یا خلجان محسوس نہیں ہوتا۔

پوری کتاب احادیث، آثار صحابہ اور صوفیاء کرام کے ملفوظات سے بھری ہوئی ہے۔ بہت سے محدثین نے فضائل پر مشتمل احادیث کے جمع کرنے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیا ہے۔ عام طور پر یہی حال تصوف کی کتابوں میں ذکر کردہ احادیث کا ہے۔ مگر ہمارے مؤلف نے کافی احتیاط سے کام لیا ہے۔ پھر بھی بعض ایسی حدیثیں موجود ہیں جن پر گفتگو کی جا سکتی ہے۔ کہیں کہیں انبیاء سابقین کا بھی تذکرہ ملتا ہے، مثال کے طور پر تیسرے باب میں جو علم سے متعلق ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے!

"قال عیسیٰ علیہ السلام: عجبت لقانع بالجہل ویعلم آن اللہ تعالیٰ لایقبل الاعمال الا بالعلم" مجھ کو جہالت پر قناعت کرنے والے انسان پر حیرت و تعجب ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا ہے جس کو علم کی روشنی میں نہیں کیا گیا ہو۔ اسی باب میں حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے،

وقال بعض السلف: اوحی اللہ تعالیٰ الی داؤد علیہ السلام فقال یا داؤد ان الزهد لا یصلح الا بالعلم کما ان الجسد لا یصلح الا بالروح والعلم لا یصلح الا بالعمل کما ان الزرع لا یصلح الا بالماء۔

بعض سلف نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی اور ارشاد فرمایا: کہ اے داؤد زہد بغیر علم کے صحیح نہیں ہو سکتا جس طرح جسم بغیر روح کے صحیح نہیں ہوتا اور علم بغیر عمل کے درست نہیں ہوتا جس طرح کھیتی پانی کے بغیر ٹھیک نہیں ہو سکتی۔

چوتھا باب علماء کے بیان میں ہے اس باب میں حضرت لقمان علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے "وقال لقمان اقتد واالعلماء ولا تقتد بجمیع اعمالھم واقتد بفضل العباد ولا تقتد بجھلھم"

حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ: تم علماء کے علم کی اقتدا کرو اور ان کے ہر عمل کی اقتدا نہ کرو، اور تم زاہدوں کے عمل کی اقتدا کرو اور ان کے جہالت کی اقتدا مت کرو۔

معرفت کے باب میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ روایت ملتی ہے "وفی الخبر ان داؤد علیہ السلام ناجی ربہ فقال ما جزاء من عرفک وسلم نفسہ الیک فقال اللہ تعالیٰ یا داؤد جزاءہ عندی شیئان أن أجعل البلاء قیدہ والصبر وسیلۃ"

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے سرگوشی کی اور دریافت کیا کہ: اس شخص کو کیا پاداش ملے گا جس نے تمہاری معرفت حاصل کی اور اپنے نفس کو تمہارے حوالہ کردیا۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے داؤد میرے نزدیک اس کا بدلہ دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ ابتلاء و آزمائش کو میں اس کی بیڑی بنادوں گا اور دوسری یہ کہ صبر کو اس کا شکار بنادوں گا۔ آخری باب میں جو "حفظ جوارح کے بیان میں ہے" یہ عبارت ملتی ہے۔

"وعن یحییٰ بن کثیر قال قال سلیمان بن داؤد صلوات اللہ علیہما ثلثۃ لا تکون فی بیت الا نزعت منہ الملئکۃ الخیانت والزنا والرقۃ"

یحییٰ بن کثیر سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں جب کسی گھر میں پائی جاتی ہیں تو فرشتہ رحمت اس گھر سے الگ کردیے جاتے ہیں: خیانت، زنا اور چوری۔

اس کتاب میں چند اسرائیلی واقعات بھی مذکور ہیں۔

صحابہ، تابعین اور صوفیائے کرام میں حسب ذیل شخصیتوں کے اقوال بکثرت ملتے ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو درداءؓ، جعفر بن محمد الصادقؒ، عمر بن عبد العزیزؒ، حسن البصریؒ، شبلیؒ، ابو یزید البسطامیؒ، جنید بغدادیؒ، ذوالنون مصریؒ، السری سقطیؒ، ابراہیم بن ادھمؒ، فضیل بن عیاضؒ، سہل بن عبد اللہ التستریؒ اور ابو بکر الواسطیؒ وغیرہ۔

کتاب کی ترتیب کے متعلق یہ بات قابل ذکر ہے کہ مؤلف نے ہر باب یا ہر عنوان کے ضمن میں تین فصلیں قائم کی ہیں، فصل اول میں ہر عنوان کی تعریف بیان کی گئی ہے اور فصل دوئم میں صفات محمودہ کیلیے فضائل اور صفات مذمومہ مثلاً حرص و حسد وغیرہ کے لیے مذمت بیان کیے ہیں۔ اور اس فصل میں بالعموم احادیث، آثار اور ملفوظات صوفیاء سے استدلال کیا ہے، فصل سوئم میں اشارات ہیں، فصل دوئم کی طرح اس فصل میں بھی احادیث و آثار اور ملفوظات اور کہیں کہیں مختلف واقعات پیش کیے گئے ہیں جن سے ہر عنوان کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

نمونہ کے طور پر اب ہم مختلف مقامات سے چند ابواب نقل کرتے ہیں تاکہ کتاب کی صحیح تصویر ہمارے سامنے

آجائے۔ اس کتاب کا پہلا باب "عقل" سے متعلق ہے اور اس باب کی تینوں فصلیں بہت دلچسپ اور معلوماتی ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اسی باب کو پیش کیا جائے۔

باب اول عقل کے بیان میں | فصل اول تعریف میں: اہلِ عقل کا قول ہے کہ عقل ایک ایسا نورانی جوہر ہے جس کو اللہ نے دماغ میں پیدا کیا اور اس کا نور قلب انسانی میں رکھا تاکہ وہ غائب اشیاء کا ادراک کر سکے۔

اہلِ زبان نے عقل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ عقل ایک ایسی دولت ہے جو صاحبِ عقل کو دنیا کی ملامت اور آخرت کی لغزشوں سے بچاتی ہے۔ ایک حکیم صاحب کا قول ہے کہ عقل روح کی حیات ہے اور روح جسم کی حیات ہے۔

دوسری فصل فضیلت کے بیان میں | نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے جب عقل کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کہ اے عقل بیٹھ جا تو بیٹھ گئی۔ پھر ارشاد ہوا کہ کھڑی ہو جا تو کھڑی ہو گئی۔ پھر ارشاد ہوا کہ سامنے آ تو آ گئی پھر ارشاد ہوا کہ پیچھے چلی جا تو چلی گئی، پھر ارشاد ہوا کہ بول تو بول پڑی، پھر ارشاد ہوا کہ چپ تو چپ ہو گئی پھر ارشاد ہوا کہ دیکھ تو دیکھنے لگی۔ تو پھر ارشاد ہوا کہ مڑ تو مڑ گئی، پھر ارشاد ہوا کہ سمجھ تو سمجھ گئی۔ پھر ارشاد ہوا کہ تمام مخلوقات پر میری عزت وجلال عظمت کبریائی اور قدرت کی قسم میں نے کوئی ایسا مخلوق پیدا نہیں کیا جو تمہارے مقابلے میں میرے نزدیک زیادہ مکرم ہو۔ تجھی سے میں پہچانا جاتا ہوں۔ تجھی سے میں عبادت کیا جاتا ہوں اور تجھی سے میں اطاعت کیا جاتا ہوں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا ارشاد ہے کہ انسان کا قوام یا اصل جوہر اس کی عقل ہے اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جس کا قوام مفقود ہو۔ بعض صحابہ کرام کا ارشاد ہے کہ قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جس کی عقل اس کا امیر ہو اور ہوائے نفس اس کا اسیر ہو۔ ایسا شخص دنیا میں عزیز اور آخرت میں شریف ہوگا۔ قابلِ ہلاکت و بربادی ہے وہ شخص جس کی عقل اس کا اسیر ہو اور ہوائے نفس اس کا امیر ہو۔ ایسا شخص دنیا میں ذخیرہ اندوز اور آخرت میں خسارہ والا ہوگا۔

دوسرا باب عقلاء کے بیان میں | فصل اول تعریف میں: اہلِ معرفت کا قول ہے کہ عاقل وہ ہے جو اپنے رب سے خوف کھائے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے ——— کہا گیا ہے کہ عاقل وہ ہے جو قدم رکھنے سے پہلے قدم رکھنے کی جگہ کو دیکھ لے ——— اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عاقل وہ ہے جو اپنی دنیا کو آخرت کے لیے قربان کر دے۔

فصل دوئم فضیلت کے بیان میں | نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جس کی زبان سچی ہو، جس کی خاموشی دیر تک رہتی ہو اور جس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں وہ عاقل ہے۔ اگرچہ وہ کتاب اللہ کو پڑھنا نہیں جانتا ہو۔

حضرت جعفر بن محمد الصادق کا ارشاد ہے کہ آدمی کی سعادتمندی کی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا دشمن عقلمند ہو اور میرا دشمن عقلمند نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے حضرت جعفر کی مراد ان کا نفس ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کا قول ہے کہ عاقل وہ ہے جو اپنے سے بڑوں کے لیے تواضع اور انکساری کرے اور اپنے سے کمتر کی تحقیر و تذلیل نہ کرے۔ اپنے فضل کو اپنی زبان سے بچائے رہے یعنی اپنے فضل و شرافت کا اظہار اپنی زبان سے کر کے اپنے منہ میاں مٹھو نہ بنے۔ اور لوگوں کی شان کے مطابق ان سے خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

فصل سوئم اشارات کے بیان میں: عاقل وہ ہے کہ جو دنیا کو ترک کر دے اس سے پہلے کہ دنیا اسکو ترک کرے۔ قبر کو آباد کرے اس سے پہلے کہ وہ اس میں داخل ہو اور اللہ کو راضی کرے اس سے پہلے کہ وہ اس سے جا ملے۔

اہل معرفت کا قول ہے کہ جب کسی آدمی میں علم عمل اور ادب تینوں چیزیں جمع ہو جائیں تو اس کو عاقل کہا جائیگا۔ اور جب کوئی صاحب علم با عمل نہ ہو یا صاحب علم با ادب نہ ہو یا ادب کے ساتھ با عمل ہو مگر وہ صاحب علم نہ ہو تو وہ عاقل نہیں ہو گا۔

۴۴واں باب تقویٰ کے بیان میں فصل اول تعریف میں: جعفر الصادقؓ نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے دل میں خدا کے سوا کسی اور کو نہ دیکھو۔ کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم اپنے باطن کو خدا کے لیے ٹھیک اسی طرح سے آراستہ کرو جس طرح تم اپنے ظاہر کو مخلوق خدا کے لیے آراستہ کرتے ہو۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ تقویٰ خدا کے علاوہ ہر شئے کو ترک کر دینا ہے۔

فصل دوئم فضیلت میں علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ دنیا میں لوگوں کے سردار سخی لوگ ہوتے ہیں اور آخرت میں لوگوں کے سردار متقی لوگ ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی چیز سب سے زیادہ جنت میں داخل کرے گی۔ فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور حسن خلق۔

فصل سوئم اشارات میں بیان کیا گیا ہے کہ بعض صوفیا سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کب تقویٰ کے مقام تک پہنچتا ہے؟ تو فرمایا کہ جب وہ اس مقام پر پہنچ جائے کہ اس کے دل کی تمام چیزیں اگر ایک طشت میں ڈال دیا جائے اور اس طشت کو پورے بازار میں پھرایا جائے تو اس کو طشت کی کسی چیز سے شرم و حیا محسوس نہ ہو۔

اور نصر آبادی کا قول ہے کہ نفس کا توشہ تقویٰ ہے قلب کا توشہ معرفت ہے اور روح کا توشہ محبت ہے۔ پس جو شخص تقویٰ کو حاصل کرے تو وہ دنیا سے الگ ہونے کا مشتاق ہو گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور یقیناً آخرت کا گھر سب سے بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ کیا تم اس بات کو نہیں سمجھتے ہو۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے کہ تقویٰ دن کا روزہ رکھنا اور رات کا قیام کرنا اور دونوں کے درمیانی اوقات کو عبادت میں ملانا نہیں ہے بلکہ تقویٰ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ترک کرنا اور اس کے فرض کردہ اشیا کو ادا کرنا ہے۔ پھر جو شخص اس کے بعد اس کے فضل و کرم سے فیضیاب ہو تو وہ خیر کی طرف خیر کا اضافہ ہے۔

جناب عطا خورشید
خانقاہ منعمیہ، خانقاہ روڈ، رام ساگر، گیا

خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ گیا
کے
چند اہم مخطوطاتِ تصوف

دقیقۃ السالکین

حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی ابوالعلائی قدس سرہٗ داناپور کے ایک مشہور صوفی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۲۳ رمضان المبارک ۱۲۴۱ھ کو چوری گلی پٹنہ سیٹی میں ہوئی۔ آپ کے والد کا سایہ ایام طفولیت ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ آپ نے درسیات کی تکمیل اپنے چچا حکیم سید شاہ مراد علی قدس سرہٗ سے کی۔ اور اپنے جد امجد سید شاہ غلام حسین داناپوری قدس سرہٗ خلیفۂ اکمل حضرت مخدوم منعم پاکباز قدس سرہٗ سے پندرہ سال کی عمر میں بیعت کی۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد اپنے بڑے ماموں حضرت سید شاہ قمر الدین حسین قدس سرہٗ جو کہ حضرت رکن الدین عشق قدس سرہٗ کے جانشین حضرت شاہ ابوالبرکات قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور علوم باطنیہ اور اوراد و اشغال کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۲۹ سال کی عمر میں۔ ۱۲۷۰ھ میں حج کے ارادے سے سیاحی اختیار کی۔ اثنائے راہ میں مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے رہے اور فیض سے معمور ہوئے۔ ۱۲۷۲ھ میں وطن واپس لوٹے اس کے بعد ۱۲۷۵ھ میں شہر گیا میں تشریف لائے۔ اور حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؒ کی روحانیت کے اشارے سے اسی شہر میں خدمت خلق پر مامور کیے گئے اور یہیں ۱۳۱۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ کو ابتدا ہی سے تصنیف و تالیف کا ذوق تھا۔ چنانچہ مختلف موضوعات پر آپ کی ۵۰ اردو و فارسی تصنیفات ہیں۔ کچھ تو زمانہ کی دستبرد سے ضائع ہو گئیں اور کچھ آج بھی خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ (گیا) میں موجود ہیں۔ ابھی تک آپ کی صرف تین کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں (۱) کنز الانساب (۲) مثنوی ترحق اور (۳) کیفیت العارفین۔ بقیہ تمام تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔ انہیں غیر مطبوعہ تصانیف میں ایک تصنیف "دقیقۃ السالکین" ہے جو اس وقت میرا موضوع ہے۔

علم تصوف اور اس کے متعلقات پر یہ ایک مبسوط کتاب ہے۔ جہاں تک راقم السطور کی واقفیت ہے۔ یہ ایک ہی نسخہ ہے جو خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ (گیا) میں خود مصنف کے دست خاص کا لکھا ہوا موجود ہے اس لیے کافی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ نسخہ ۳۰۴ اوراق پر مشتمل ہے اس کی لمبائی ۱۱ اور چوڑائی ۷ "ہے۔ مسطر ۱۹ سطری ہے اور خط شکستہ

میں تحریر ہے سنہ کتابت کہیں بھی درج نہیں ہے لیکن مقدمہ اور سبب تالیف کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۶۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے۔ آپ نے اپنے اردو سفرنامہ ہدایت المسافرین جو کہ ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۴۲ھ کے درمیان تکمیل کو پہنچا ہے، میں اس کتاب کا جابجا ذکر کیا ہے اور سبب تالیف کے ضمن میں اس بات کا واضح طور پر اشارہ کیا ہے کہ یہ کتاب اپنے صاحبزادے سید معظم حسن عرف سید قطب الدین کی تعلیم و تربیت کے لیے لکھی ہے جن کی پیدائش ۱۲۶۰ھ میں ہوئی تھی الحاصل یہ کہ یہ کتاب ۱۲۶۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے مگر انجام کو کب پہنچی اس کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے کتاب کے آخر میں "بسبب طوالت کتاب بسیار در موز نوشتہ نہ شد" لکھ کر مضمون کو ختم کر دیا ہے۔

زیر نظر کتاب ایک مقدمہ اور ۲۲۹ دقیقہ جات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ ایمان و اسلام کے بیان میں ہے۔ اس کی ابتدا قرآن پاک کی آیت ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون سے ہوتی ہے۔ اس آیت کے بعد اس کی تفصیل میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ اس عالم میں دو طرح کی جماعتیں ہیں ——— جن اور انسان، دونوں فریق میں کافر اور مومن بھی ہیں۔ اس تفسیر میں مصنف موصوف فرماتے ہیں کہ کائنات کی ہر مخلوق ذکر الٰہی میں ہمیشہ مصروف رہتی ہے اس لیے انسان کو کبھی یاد الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ نیز ایمان اور اسلام کے مفہوم کو واضح کیا کہ ایمان کے معنی محفوظ ہونے کے ہیں اور اسلام کے معنی اللہ کے احکام کے سامنے سر جھکا دینے کے ہیں۔ فاضل مصنف نے اسلام کے پانچ بنیادی احکام کی تشریح کرتے ہوئے یہ بھی بتایا ہے کہ اسلام میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اہلسنت والجماعت کے عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے تمام صحابہ کرام کے مقامات کو متعین کیا ہے اور خلفائے راشدین سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث کو یکجا کر دیا ہے، پھر لفظ اہل سنت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اہل سنت صرف پنجتن پاک تک ہی محدود نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات نیز آپؐ کے چچا، پھوپھی اور ان کی اولاد حتیٰ کہ آپ کے غلام بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ اولیاء اللہ سے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان حضرات کا طریقہ عمل جداگانہ ہوتا ہے ورنہ اصل ایک ہی ہے۔ بعدہٗ فاضل مصنف نے اس بات کی تلقین کی کہ احکام شریعت کے حصول کے بعد انسان کو چاہیے کہ طریقت کی راہ تلاش کرے پھر مصنف مذکور نے بیعت ہونے کی تلقین کی اور بیعت کی قسمیں بتائی ہیں اور مقدمہ کے آخر میں اذکار و اشغال کی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

یہ کتاب تصوف کی مشہور و معروف کتابیں جو عہد قدیم سے دائر و سائر ہیں ان میں اپنی ترتیب اور عنوانات کے اعتبار سے ایک مزید اضافہ ہے اور اس راہ کے سالکین کے لیے ایک ہدایت نامہ اور دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔

بعض خاص خاص نکات جو اس کتاب میں دیے گئے ہیں وہ بغور مطالعہ کے مستحق ہیں اس لیے کہ اکثر و بیشتر مقامات ایسے ہیں

ایسے ہیں جو بہت ہی دقیق مضامین پر مشتمل ہیں اور ان کی تشریح کے لیے کسی کامل درویش کے تعاون کی ضرورت ہے۔ علاوہ بیانات جو اذکار و اشغال کے سلسلے میں ہیں۔ یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں مختلف سلاسل کی خصوصیات کو بھی الگ الگ دقیقوں کے ضمن میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب مختلف سلاسل کے سالکین کے لیے بھی مشعل راہ ہے۔

یہ کتاب ۲۲۹ دقیقہ جات پر مشتمل ہے اور ہر دقیقہ اپنا ایک الگ موضوع رکھتا ہے جس کی تفصیل اس وقت ممکن نہیں۔ المختصر یہ کہ اس کتاب میں سر بیعت، اقسام توبہ، اقسام مریدی، اصلیت شجرہ پیران، جذب و سلوک، بیان توجہات، قبض و بسط، وجد و حال، تجرید و تفرید، ذکر و فکر، حیات و ممات اور دیگر اصطلاحات تصوف اور مختلف سلاسل کے اذکار و اشغال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز فیوض کی ان ساری کیفیات اور مشاہدات کو بھی بیان کیا ہے۔ جو مصنف موصوف کو بزرگوں کے مزارات سے حاصل ہوئے ہیں۔

حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ کے تصنیفی کارناموں کی ابتداء ۱۲۶۰ھ سے ہوتی ہے۔ یہ وہ عہد ہے جبکہ پرانی قدروں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور جدید اذہان نئی قدروں کے فروغ کی طرف مائل و کوشاں تھے۔ اسی ضمن میں انشا پردازی بھی آتی ہے۔ اس عہد میں جو تصنیفات و تالیفات منظر عام پر آ رہی تھیں وہ صنائع و بدائع اور رنگین عبارت آرائی سے پُر تھیں۔ فقرے مقفیٰ و مسجع ہوا کرتے تھے۔ قافیہ پیمائی پر خاص زور تھا۔ اس دور کے جدید اذہان کو ایسی تحریروں نے بغاوت کرنے پر اکسایا، چونکہ یہ انداز تحریر حصول مقصود میں سد راہ بنتا تھا۔ کوہ کندن و کاہ برآوردن کے مصداق تھا یعنی الفاظ زیادہ اور مفہوم مختصر۔ یہی وجہ تھی کہ دانشمند اہل قلم نے اس روش کو بدلنا مناسب سمجھا اور سلیس نگارش کی طرف مائل ہوئے اور نتیجے کے طور پر بالکل سادہ اور سلیس طرز کی تحریریں منظر عام پر آئیں جس کے نمونے ہمیں سرسید وغیرہ کی تحریروں میں ملتے ہیں۔ یہ انقلاب صرف اردو ہی میں نہ تھا بلکہ فارسی انشاپردازی بھی انھیں مراحل سے گزر رہی تھی۔ فارسی انشاپردازی میں بھی دونوں رجحانات کے افراد موجود تھے۔ حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ کا شمار بھی انہیں انشاپردازوں میں ہے جو رنگین عبارت آرائی، صنائع و بدائع اور مقفیٰ و مسجع عبارت پر جان دیتے تھے۔ مثال کے طور پر دقیقۃ السالکین کی عبارت کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

"اے عزیز سماع سریست از اسرار الٰہی، نباشد ہر کس و ناکس را ازیں آگاہی، مکتوم ست دریں رموز نامتناہی، صوفیاں از ذی وجد دریں بجز خار بجویائی، اسرار شادری نمایند گاہی، در بحث حلت و حرمت اباحت متکلمین را صورت تقصیر تباہی، ایشاں نشنیدہ صحف سرود بجو اندوخت و آنہا طرب انگیز بر آواز معازف و ملاہی، باوجود آنکہ در علم معترض و ہر دلیف آخر دیگر گشتہ شدند حریفا، در تقریر بیجا می نوانند کوس مناہی علما ظواہر آنچہ جو یا

عکس متجسس تواز آہنگ گرکس و ناکس وصوفیان اندازچو نمردان مرد سپاہی الحاصل کیفیت حقیقت اینمعنی گنجید

درمیان کاغذ وسیاہی لذت خوردنی بود وچو نرچہ داند کسان اراہی۔"

مذکورہ بالا عبارت اور اس کے انداز تحریر سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ فاضل مصنف نے زبان و بیان کے ساتھ ساتھ انداز تحریر کو ایک نیا انداز بخشا ہے جو متصوفانہ تصنیف کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ خواجہ میر درد کے والد خواجہ عندلیب کی تصنیف میں بھی یہی انداز ہے لیکن حضرت موصوف نے ایمائیت اور رمزیت سے اجتناب کرتے ہوئے اپنی منفرد روش نکالی ہے۔ دقیقۃ السالکین کی یہ طرز تحریر دوسری تصانیف سے منفرد نظر آتی ہے اور یہی اس کی امتیازی و انفرادی شان ہے۔

ملفوظات حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی ابوالعلائی دانا پوری ثم گیاوی قدس سرہٗ

ملفوظات کے جمع کرنے کا ذوق صوفیائے کرام میں زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ یوں تو ہر سلسلہ میں بزرگوں کے ملفوظات کی کمی نہیں ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ بزرگان چشت نے اس کی طرف کافی توجہ دی ہے۔ خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ سے سید محمد بندہ نواز گیسودراز قدس سرہٗ تک کے تمام خواجگان چشت نے اپنے اپنے پیروں کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔ ملفوظات کے جمع کرنے کا محرک دراصل ان اصحاب کرام کی سنت ہے جنھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جمع کیا ہے۔

حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ صوبہ بہار کے ایک بافیض چشتی بزرگ تھے آپ کا حلقہ رشد و ہدایت بہت ہی وسیع تھا۔ آپ نے اپنے مریدوں کی تربیت اپنی لقا و صحبت کے علاوہ مکتوبات کے ذریعہ بھی کی ہے۔ ان کے صحبت یافتہ خلفا میں ایک خلیفہ حضرت سید قدرت حسین بردوانی قدس سرہٗ تھے جنھیں ان کے مرشد نے اپنے ملفوظات کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ سید شاہ قدرت حسین قدس سرہٗ حضرت غوث الاعظم محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے خلف اکبر سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کی اولاد و امجاد سے ہیں۔ آپ ۱۲۵۰ھ میں بمقام سید پور ضلع بردوان میں پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچے تو اپنے وطن سے علیحدہ ہو کر علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد پہلے حافظ داعی جمال الدین بہاری سے نقشبندیہ مجددیہ طریقہ میں بیعت کی۔ پھر پیر کے حکم کے مطابق ۱۲۹۵ھ میں حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت کی اور سلوک طریقہ ابوالعلائیہ کے حصول میں مشغول ہوئے اور کامل ۲۶ برس تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہے۔ مرشد کے وصال کے بعد ۱۳۱۱ھ میں اپنے شہر بردوان میں مسند ارشاد پر متمکن ہوگئے۔ ۶۲ سال کی عمر میں ۱۳۱۲ھ کو آپ واصل بحق ہوگئے۔

سید شاہ قدرت حسین قدس سرہٗ کو ابتدا ہی سے تصنیف و تالیف کا ذوق تھا۔ آپ کی تین تصنیفات کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ ۱۔ دستور المرشد ۲۔ مولود نبی اور ۳۔ ملفوظات عطائی جو کہ اس وقت میرا موضوع ہے۔

پیش نظر نسخہ ۱۴۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کی لمبائی "۸ اور چوڑائی "۶ ہے سطر کی کوئی قید نہیں ہے کسی

صفحہ پر ۱۸ سطریں ہیں اور کسی صفحہ پر ۲۰ سطریں لکھی ہیں۔ نسخہ پر کاتب کا نام کہیں بھی درج نہیں ہے لیکن یہ قرین اغلب ہے نسخہ مرتب کے دست خاص کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے کیوں کہ نسخہ کے صفحۂ اوّل و آخر پر ان کی مہر موجود ہے جس میں السید ندرت حسین چشتی حنفی المنعمی اور ۱۳۰۷ھ مذکور ہے۔

زیر موضوع کتاب "ملفوظات عطائی" دراصل حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی قدس سرہٗ کی ان چالیس پاکیزہ مجالس کی یادگار ہے جنہیں جمع کرنے کی ہدایت خود سید شاہ عطا حسین قدس سرہٗ نے اپنے خلیفہ سید شاہ ندرت حسین قدس سرہٗ کو دی تھی۔ چنانچہ مقدمۂ کتاب میں سبب تالیف کے ضمن میں مرتب موصوف فرماتے ہیں:

"ایما و اجازت بہ تسطیر ملفوظات خود نمودہ فرمودند کہ در طریقہ چشتیہ ما بزرگان طریقت اکثر ملفوظات پیر خود با قلم بستہ نمودہ آمدہ"

"ملفوظات عطائی" ۵ سال کے طویل عرصہ میں ترتیب دی گئی۔ اگرچہ فاضل مرتب ہر روز اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے لیکن بہ سبب طوالت تمام مجالس کو آپ نے جمع نہیں کیا ہے بلکہ ان تمام مجالس میں سے صرف چالیس اہم مجالس کا انتخاب کر لیا ہے۔ پہلی مجلس ۷ ربیع صفر المظفر ۱۳۰۰ھ کی ہے اور چالیسویں مجلس ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ کی ہے۔ ان چالیس مجالس کی تقسیم اس طرح ہے کہ ابتدائی بیس مجالس ۱۳۰۰ھ کی ہیں۔ اس کے بعد کی ۵ مجالس ۱۳۰۱ھ کی ہیں۔ پھر تیرہ مجالس ۱۳۰۲ھ کی ہیں۔ بقیہ ایک ایک مجلس ۱۳۰۳ھ اور ۱۳۰۵ھ کی ہے۔

"ملفوظات عطائی" کی تمام چالیس مجالس کا بالتفصیل جائزہ لینا تو اس مختصر وقت میں ممکن نہیں لہٰذا میں مختصراً چند مجالس کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔

پہلی مجلس میں تقویٰ اور مراقبہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں لوگ مراقبہ بھی رسمی طور پر کرتے ہیں بس ذرا دیر گردن جھکائی اور اٹھ گئے حالانکہ مراقبہ ایسا ہونا چاہیے کہ دل میں جمعیت پیدا ہو جائے اور اس وقت تک مشغول رہے جب تک ذوق و شوق نہ پیدا ہو جائے پھر اسی مجلس میں آپ نے تقویٰ کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کے لیے سب سے بدترین گناہ زنا کا ارتکاب ہے اور پھر زنا کی تفصیل بتائی کہ زنا کی چار قسمیں ہیں —— زنائے شریعت، زنائے طریقت، زنائے حقیقت اور زنائے معرفت۔ زنائے شریعت دراصل حرمت کا نام ہے اور زنائے طریقت چھو لینے کو کہتے ہیں۔ زنائے حقیقت وہ کہ شہوت کی نظر سے دیکھے اور زنائے معرفت وہ ہے کہ دل میں زنا کا خطرہ پیدا ہو۔ لیکن حد صرف زنائے شریعت میں ہے۔ نیز اسی ضمن میں آپ نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام سے بارہا گفتگو کے وقت میں نے سنا تھا کہ ابدال سے طاقت سماعت چھین لی جاتی ہے۔

دوسری مجلس تنظیم اوقات سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ جو کام تنظیم اوقات کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے اس میں استحکام اور پائداری ہوتی ہے جو لوگ منظم زندگی گذارتے ہیں ان کے کام رکے نہیں رہتے ہیں اور پابندی کے ساتھ انجام پاتے رہتے ہیں چنانچہ اعمال کے سلسلے میں یہ ایک حدیث بھی ہے کہ "بہتر کام وہ ہے جو مختصر ہی ہو مگر پابندی کے ساتھ بلا ناغہ انجام دیا جائے۔" اور یہ چیز بغیر تنظیم اوقات کے حاصل ہو نہیں سکتی۔ اس لیے اولیاء اللہ نے اوقات کی تنظیم پر بہت زور دیا ہے چنانچہ یہ مجلس بھی اسی نکتہ کی موشگافی کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "سالک اور طالب کو چاہیے کہ رات و دن اپنے اوقات کو مقرر کرلے۔ صرف بقدر ضرورت امور دنیا اور جتنی حاجت ہے معاش کے حصول میں مشغول رہے باقی اوقات کو مولا کی یاد اور آخرت کے کام میں خرچ کرے۔"

تیسری مجلس میں مرتب موصوف لکھتے ہیں کہ میں نے پیر و مرشد سے عرض کیا کہ اہل خدمت کسے کہتے ہیں اور انھیں کون سا کام سپرد کیا جاتا ہے؟ جواب میں فرمایا کہ اہل خدمت اس کو کہتے ہیں جسے کسی شہر یا جس جگہ وہ رہتا ہے اس کے ظاہری و باطنی خبر گیری کا کام تفویض کیا جاتا ہے بعض شہر میں صرف ایک ہی اہل خدمت رہتے ہیں بعض میں زیادہ رہتے ہیں۔ اسی گفتگو کے ضمن میں آپ نے آگے فرمایا کہ میرے مرشد کے زمانہ میں عظیم آباد میں تین اشخاص اہل خدمت تھے دو شخص مجذوب اور ایک فرشتہ صفت میرے مرشد سید شاہ قمر الدین حسین منعمی عظیم آبادی قدس سرہ سالک تھے۔ چنانچہ اکثر میرے مرشد (سید شاہ قمر الدین حسین قدس سرہ) فرماتے تھے کہ اس شہر پٹنہ میں ٹکیا شاہ ایک جو تاسینے والے اور ایک دوسرے شخص اہل خدمت میں اپنا نام نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ جب میرے مرشد کا وصال ہوا تو ٹکیا شاہ بہت روئے ایک دن مجھے دیکھ کر کہا "سوتن چلا گیا اب مجھ سے کچھ نہیں ہو سکے گا۔" دوسرے سال ٹکیا شاہ مجذوب بھی رحلت فرما گئے۔

بارھویں مجلس میں فرماتے ہیں کہ: "جو شخص پیر کا نکالا ہوا ہو اس کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ پیران نائب نبی ہوتے ہیں اور نبی نائب خدا ہوتے ہیں لہذا وہ مرید خدا کا راندہ ہے۔" اور یہ بھی پیر و مرشد نے فرمایا کہ اگر پیر کسی وجہ سے مرید سے ناراض ہو جائے تو مرید کو پیر کے تفضلات سے ناامید نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے تعلق قلبی کو پیر کے ساتھ قائم رکھنا چاہیے کیوں کہ یہی چیز اس کے لیے آئندہ پیر کی شفقت و کرامت کا سبب بنے گی۔"

پینتیسویں مجلس کا تعلق حضرت کے خاص مکاشفہ سے ہے جس کا اظہار انھوں نے اپنے مخصوص مرید کے سامنے ہی مناسب سمجھا ہے اور اسی میں ایک پیشگوئی بھی ہے۔ اس مجلس میں اس بات کا اظہار ہے کہ حضرت کو خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اکثر اتفاق ہوا کرتا تھا چنانچہ وہ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ تم کو اخبار سے خبریں معلوم ہو جاتی ہیں لیکن ہم کو حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جب تک کوئی کامل شخص اہل خدمت

اس شہر کے لیے رنگ برنگ کا کپڑا پہنے ہوئے میری جگہ پر نہیں آئینگے میں استعمال نہیں کروں گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا بیٹا بھی میری جگہ پر اس خدمت کے لیے نہیں بیٹھے گا۔

یہ تو معلوم نہ ہو سکا کہ وہ رنگ برنگ کا کپڑا پہنے ہوئے آنے والے صاحب خدمت کون بزرگ تھے۔ لیکن اتنی بات تو ضرور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا بیٹا میری جگہ پر جانشین نہیں ہوگا چنانچہ آپ کے صاحبزادہ قطب الدین آپ کے زمانہ حیات میں ہی رحلت فرما گئے اور اسی چیز کی طرف آپ کا اشارہ ہے۔

"ملفوظات عطائی" نہ یہ کہ حضرت سید شاہ عطا حسین قدس سرہ العزیز کے لیل و نہار کو ظاہر کرتا ہے بلکہ خود مرتب کی زندگی اور ان کی سوانح حیات کے مختلف گوشوں کو واضح بھی کرتا ہے جن کا تعلق حصول بیعت تعلیم اور اجازت و خلافت سے ہے۔

رسالہ جنونیہ (فارسی) مصنف محمد وفا : ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنی گراں قدر تحقیق تصنیف "اردو نثر کا آغاز و ارتقا" میں رسالہ جنونیہ کو اردو کی پہلی تصنیف گردانا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق اس کا واحد نسخہ بیجاپور کے سرکاری عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔ دوسرا نسخہ جو راقم کے پیش نظر ہے کتب خانہ خانقاہ منعمیہ ابو العلائیہ (رام ساگر، گیا) کی ملکیت ہے۔ یہ نسخہ نامکمل ہے۔ آخر کے صرف ۱۵ اوراق محفوظ ہیں۔ کتاب کا خاتمہ اس جملہ پر ہے۔

"تمت ایں رسالہ المسماۃ بہ جنونیہ"

پیش نظر نسخے پر نہ تو مصنف کا نام درج ہے اور نہ ہی کاتب کا نام۔ سنہ کتابت بھی کہیں درج نہیں ہے۔ لیکن اسی نسخے کے ساتھ کچھ دوسرے نسخے بھی ایک ساتھ مجلد ہیں جو ایک ہی کاتب کے نقل کردہ ہیں۔ دیگر نسخوں پر سنہ کتابت ۱۱۶۸ھ درج ہے اس لیے بہ قرین اغلب "رسالہ جنونیہ" کی سنہ کتابت ۱۱۶۸ھ ہے۔

رسالہ جنونیہ میں اردو اقوال کی تشریح فارسی میں کی گئی ہے۔ پیش نظر نسخہ میں صرف ۹۰ اقوال کی تشریح ہے۔

اس نسخے کا پہلا قول: "بات کی بات خرافات کی خرافات یعنی بجائے سخن سخن است و بجائے خرافات خرافات است۔ معنیش آں باشد کہ نزدیک عارف ہر سخن کہ عوام الناس ظاہر می شود خواہ نیک خواہ بد الیشاں ہمہ راست می شوند۔"

مکتوبات شاہ حسن علی (مصنف حضرت سید شاہ حسن علی منعمی عظیم آبادی قدس سرہ) پیش نظر نسخے پر کاتب کا نام کہیں بھی نہیں ہے اور نہ سنہ کتابت ہی درج ہے۔ یہ نسخہ ۲۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ مسطر کی کوئی پابندی نہیں رکھی گئی ہے۔ نسخہ کی لمبائی ۹ اور چوڑائی ۶ ہے۔ نسخہ کے درمیانی ۸ اوراق نہایت ہی کرم خوردہ ہیں جس کی وجہ کر مکتوبات کا صحیح شمار نہ ہو سکا۔ بہ قرین اغلب اس نسخہ میں ۶۰ سے زیادہ مکاتیب ہیں۔ جس میں ایک مکتوب شیخ سعادت علی کے نام اور دو شیخ بدیع الدین کے نام ہیں بقیہ تمام مکاتیب حکیم شاہ فرحت اللہ منعمی کریم چکی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) کے نام ہیں۔ تمام

مکاتیب میں آپ نے مکتوب الیہ کو برخوردار من برادرم حاجی حسن دوست اور برخوردار نور چشم شاہ فرحت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ جیسے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ کسی بھی مکتوب میں تاریخ نہیں ہے کچھ مکتوبات میں آپ نے ہندی دوہرے بھی لکھے ہیں۔ آپ کا ایک اردو مکتوب بنام حسن دوست بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔

معمولات اشرفی (مصنف حضرت سید شاہ عطا حسین منعمی داناپوری ثم گیاوی قدس سرہٗ) راقم کے پاس اس کتاب کے دو نسخے ہیں۔ پہلا نسخہ مصنف کے دست خاص کا تحریر کردہ ہے جو کہ ۱۲۹۳ھ کا تصنیف کردہ ہے۔ دوسرا نسخہ سید رضی الدین حسین بیتھوی کا نقل کردہ ہے جو ۱۳۶۵ھ میں نقل کیا گیا ہے۔ پہلا نسخہ ۱۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ مسطر ۹ سطری ہے اور لمبائی ۷ ½ ، چوڑائی ۴ ½ ہے۔ دوسرا نسخہ ۲۵ اوراق پر مشتمل ہے مسطر ۱۳ سطری ہے اور لمبائی ۹ اور چوڑائی ۶ ہے۔

مصنف نے اپنے مرید و خلیفہ مولوی سید عبد الفتاح المشتہر میر اشرف علی حسینی کی تعلیم کی غرض سے رسالہ کو تصنیف کیا اور "معمولات اشرفی" نام رکھا۔ اس رسالہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ہر دو حصوں کو صدف کا نام دیا۔ پہلے صدف میں اپنے معمولات کی نمازوں کی ترکیب بتائی اور دوسرے صدف کو ۷ گوہروں میں تقسیم کیا اور ہر گوہر میں اذکار و اشغال و مراقبات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اصطلاحات سلوک کی بھی تفصیل بتائی ہے۔ اور جابجا اپنے سلاسل کے بزرگوں کے واقعات کے ساتھ ساتھ اپنے تجربات بھی بیان کیے ہیں۔

امواج البحار فی سر الانہار (فارسی) پیش نظر نسخہ میں مصنف کا نام کہیں بھی درج نہیں ہے۔ یہ نسخہ ۱۵ اوراق پر مشتمل ہے اور مسطر ۱۶ سطری ہے۔ نسخہ کی لمبائی ۱۱ ½ اور چوڑائی ۶ ½ ہے۔ نسخہ پر ناقل کا نام بھی مرقوم نہیں ہے۔ یہ رسالہ ۱۱۴۰ھ میں تصنیف کیا گیا ہے۔ زیر نظر رسالہ دراصل حدیث نبوی "اول ما خلق اللہ نوری" کی تفسیر ہے یعنی مصنف نے تصوف کے اس نکتہ کی تفصیل بیان کی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر کائنات اور خلاصۂ موجودات ہیں اور باعث تخلیق کائنات ہیں۔ اس سلسلہ میں تمام کائنات ارضی و سماوی کا تفصیلی ذکر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تمام اشیاء دینی و دنیاوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جلوہ گر ہے۔

مرآۃ الحقیقت (فارسی) مصنف۔ شمس الدین محمد۔ پیش نظر نسخہ نامکمل ہے اس لیے سنہ کتابت کا پتہ نہ چل سکا۔ اوراق کی تعداد ۴۰ ہے اور مسطر ۱۶ سطری ہے۔ نسخہ کی لمبائی ۱۱ ½ اور چوڑائی ۶ ½ ہے۔ نقل کرنے میں کچھ اوراق چھوٹ گئے ہیں اور چھوٹنے کی وجہ اصل کتاب کی کرم خوردگی ہے جیسا کہ ناقل کتاب نے اپنی تحریر میں جابجا اس کا اظہار کیا ہے۔

"مرآۃ الحقیقت" کے مصنف شمس الدین محمد ولد شیخ محمد ضیائی الچشتی القادری ہیں۔ جنھوں نے اپنے صاحبزادہ سید ابراہیم کی تعلیم کی غرض سے اسے تصنیف کیا۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، پانچ حقائق اور ایک خاتمہ پر مبنی ہے۔ مقدمہ علم

کی تحقیق اور اس ضمن میں سوال وجواب اور اس کے مشکل حل کے بیان میں ہے۔ حقائق کے ضمن میں پہلی حقیقت وحدة الوجود کے بیان میں دوسری حقیقت وحدة الوجود کی عقلی اور نقلی دلائل کے بیان میں تیسری حقیقت وحدة الوجود کی تمثیلات کے بیان میں چوتھی حقیقت اہل وحدت کے احوال کے بیان میں اور پانچویں حقیقت روح کے نقل کے بیان میں ہے۔ اور خاتمہ دراصل اس شعر کی تشریح ہے۔

ز دریائے شہادت چوں نہنگ لا برآرد ہو   تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

دستور العمل (فارسی) مصنفہ حکیم شاہ فرحت اللہ منعمی المخاطب بہ حسن دوست کریم چکی قدس سرہ

پیش نظر نسخہ ۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ مسطرہ ۱۵ سطری ہے۔ نسخہ کی لمبائی ۹" اور چوڑائی ۶" ہے۔ ناقل سید رضی الدین حسین پھلواروی ہیں۔ اور سن کتابت ۱۲۹۶ھ ہے۔

حکیم شاہ فرحت اللہ منعمی قدس سرہ نے اپنے فرزندوں اور مرشدوں کو تعلیم کی غرض سے جو خطوط لکھے تھے۔ وہ حضرت سید شاہ قمر الدین حسین منعمی عظیم آبادی قدس سرہ کے پاس موجود تھے۔ ان مکتوبات کو سید شاہ عطا حسین منعمی قدس سرہ نے ترتیب دے کر کتابی صورت دیا اور "دستور العمل" نام رکھا۔ اس میں گیارہ مکتوبات شامل ہیں جو وقتاً فوقتاً حضرت شاہ فرحت اللہ قدس سرہ نے اپنے صاحبزادہ حکیم مظہر حسین صاحب اور مرید عنایت حسین صاحب اور شاہ فضل علی صاحب کو لکھے تھے۔ ان مکتوبات میں تصوف کے مختلف نکات اور منازل مثلاً ایمان، عشق، فقر، فنا وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے۔

اپنے صاحبزادہ حکیم مظہر حسین صاحب کو جو خطوط آپ نے لکھے ہیں اس میں انہیں بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ اور سلوک کے منازل کی تفصیل بتائی ہے۔ نیز اسی ضمن میں آپ نے یہ بتایا ہے: "اے عزیز! سالک کی باتیں سالک ہی کو بتائیں اور اسی پر ظاہر کریں جب تک سلوک سے وابستہ نہ ہولے ہرگز نہ جانیں کہ ایسے لوگ صادق الطریقت ہو آئے ہیں۔"

اپنے مرید عنایت حسین صاحب کو مراقبہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: (مراقبہ کے دوران) اپنے آپ کو فراموش کر دیں اور فقیر کو یاد رکھیں اپنے تمام جسم وجان کو فقیر کا جسم وجان سمجھ کر مشغول ہوں۔ جس قدر ایسا خیال غالب آتا جائے گا اپنی فراموشی حاصل ہو گی اور خود فراموشی ہی کامیابی کی ضامن ہے۔"

الغرض اسی طرح آپ نے اپنے مریدوں کو جگہ جگہ خطوط کے ذریعہ سلوک کی تعلیم دی ہے۔

●●

پروفیسر شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی
سلطان گنج، پٹنہ

مرآۃ المحققین

جس طرح ایک ہی نام کے کئی اشخاص ہوتے ہیں، ایک ہی تخلص کے کئی شاعر ملتے ہیں، اسی طرح ایک ہی نام کی کتابیں کئی اشخاص کی ہوتی ہیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ کتاب ایک ہی ہے مگر کئی اشخاص کی طرف نادانستہ منسوب کر دی گئی ہے۔ اکثر و بیشتر رسالے کٹے مخطوطات ہیں جن کی ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم۔ اسی لیے اس کی شناخت مشکل ہے۔

فہرستوں میں نام کتاب کے ساتھ اگر کتاب کی ابتدائی عبارت اور انتہائی عبارت بھی بالالتزام لکھی جائے تو فیصلہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ مرآۃ المحققین ان ہی کتابوں میں سے ایک ہے۔ فہرستوں کے مطالعہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس کتاب کے مصنف وہی حضرت ہیں جو محمود شبستری کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی مثنوی "گلشن راز" مشہور و معروف کتاب ہے جو نصاب میں داخل رہی ہے۔ محمود شبستری دراصل اسی کتاب کے سبب سے مشہور و معروف ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی مصنف کی اگر کوئی کتاب زیادہ مقبول ہو گئی تو اس کی اور تصانیف بھی جو درخور اعتنا ہوتی ہیں پس پشت پڑ جاتی ہیں۔ گلشن راز کی تابناکی نے ان کی دیگر تصانیف کی شہرت کو مدھم کر دیا۔

محمود شبستری کے عام حالات دستیاب نہیں ہوتے۔ ان کی ولادت شبستر (قریب تبریز) میں ہوئی۔ وفات ۷۲۰ھ میں واقع ہوئی۔ اپنے وقت کے بڑے صوفی فلسفی اور متبحر عالم سمجھے جاتے تھے۔ لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے اور اپنے شبہات پیش کر کے جواب حاصل کرتے تھے۔ میر حسینی سادات ایک مشہور بزرگ (زاد المسافرین والے) بھی ان سے مستفید ہوئے ہیں۔ فلسفیانہ اور متصوفانہ الجھن کو چند سوالوں کے ذریعہ ہرات سے استصواب کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔ یہ سوالات نظم میں تھے اس لیے کہا جاتا ہے کہ شبستری شاعر تھے مگر مسائل کے جواب بھی انھوں نے اشعار میں دیے۔ بیان کی قادر الکلامی کرامت تھی۔ فلسفیانہ اور غامض مسائل کی تشریح نظم میں بیان کر دینا بجائے خود ایک کارنامہ ہے۔ یہ مثنوی زیادہ ضخیم تو نہیں مگر نہ جانے سمجھدار لوگ اس کے اشعار کی تعداد بیس ہزار کے قریب بتاتے ہیں جو ناقابل قبول ہے۔ خیر یہ "گلشن راز" کی بات ہوئی۔ اب آیئے اصل موضوع کی طرف۔

شبستری نے متعدد کتابیں لکھی ہیں جن میں اکثر ناپید ہو گئی ہیں مگر چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

حق الیقین، رسالۂ شاہد، سعادت نامہ، منہاج العارفین اور مرآۃ المحققین۔

کتاب کا تعارف :- مرآۃ المحققین کا جو نسخہ خدا بخش میں ہے وہ صرف ۲۴ اوراق پر مشتمل ہے سطور ۱۵۔ خط نستعلیق۔ متن کتاب یا دیباچہ میں کہیں مصنف کا نام نہیں مگر ترقیمہ میں یہ عبارت ملتی ہے۔ "تمام شد نسخہ مرآۃ المحققین من تصنیف شیخ العارف محمود شبستری در اکبر آباد بتاریخ پانزدہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۶۰ھ بخط فقیر میر محمد علی حسینی"

موضوع کتاب :- خود مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے۔

این کتابیست در معرفت نفس و علم خداشناسی بواسطہ دیدن صنایع و بدایع و عجائب و غرائب صورت اندر عالم ظاہر و باطن۔ این را مرآۃ المحققین نام نہادم بہ جہت آں کہ مرآۃ آئینہ روشن باشد تا خود را بتواند دیدن۔ خود را بتواند دید و از خودشناسی بخداشناسی توان رسید (من عرف نفسہ فقد عرف ربہ)۔

بقول اکبر داناپوری :-

یہ جو صورت ہے مری صورت جاناں ہے یہی — یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے سامان ہے یہی

اس کتاب میں ۷ ابواب ہیں۔

(۱) دربیان نفس طبعی، نباتی و حیوانی و انسانی (۲) دربیان صفت تخلیق کائنات (۳) دربیان موجودات :- ممتنع الوجود، واجب الوجود، ممکن الوجود (۴) دربیان حکمت تخلیق کائنات و آدم (۵) دربیان عناصر اربعہ و مبداء و معاد (۶) دربیان عالم ظاہر و باطن (آفاق و انفس) (۷) برابر کردن تن مردم بہ عالم

اس کے مختلف نسخے :- ہندوستان میں تقریباً بڑے کتب خانوں میں اس کے نسخے ملتے ہیں۔ مثلاً سالار جنگ میں اس کے دو نسخوں کا حوالہ ہے مگر عجیب بات ہے کہ فہرست نگار نے عنوان کو نصیر الدین طوسی سے منسوب کر دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو غلط طور پر عزیز نسفی یا حضرت گیسو دراز سے منسوب کر دیا گیا ہے یہ سب اطلاعات غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

آندھرا پردیش کے اسٹیٹ سنٹرل لائبریری میں اس کے تین نسخے ملتے ہیں۔ فہرست نگار نے اس کے مصنف کا نام خلیل اللہ بتایا ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس فہرست میں ایک کتاب مرآۃ الصوفین بھی ہے اس کا مصنف بھی خلیل اللہ ہے فہرست نگار کو مغالطہ ہوا۔ (ابتدا و انتہا ندارد)

دو اور نسخے جو وہاں ہیں فہرست میں مصنف کا نام ندارد ہے۔ ایک نسخہ دانش گاہ بمبئی میں بھی ہے مصنف کا پتہ نہیں

پاکستان میں اس کتاب کے ۲۲ نسخے مختلف مقامات میں ہیں۔ مثلاً اسلام آباد گنج بخش ۵، کراچی میوزیم ۶، کراچی شرف آباد ۱، لاہور نیشنل لائبریری، لاہور دیال سنگھ، اٹک ۱، خیر پور ۲، شیخوپورہ ۳، ملتان ۱، راولپنڈی ۱۔

اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ حقیقتاً اس کتاب کا اصل مصنف کون ہے۔ چوں کہ مصنف نے متن کتاب میں کہیں اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔

اس لیے مختلف کاتبوں نے مختلف نام ترقیمے میں لکھ دیے ۔ جن حضرات کے نام اس کے مخطوطوں میں آتے ہیں وہ یہ ہیں ۔

(۱) نصیر الدین طوسی (۲) بوعلی سینا (۳) شاہ ولی اللہ کرمانی (۴) مخدوم شرف الدین بہاری (۵) نیز اللہ محمد ۔ مرآۃ المحققین کو شبستری کی تصنیف بتایا ہے طوسی اور رازی کے یہاں کوئی تصنیف اس نام کی ان دونوں کے نام سے منسوب نہیں ۔ جناب احمد منزوی اور عارف نوشاہی نے پاکستانی نسخوں کے تعارف میں اس کتاب کو محمود شبستری سے منسوب کیا ہے ۔ اور یہی صحیح بھی ہے ۔

ایک اطلاع یہ ملتی ہے کہ شیخوپورہ (پاکستان) میں اس نام کی جو کتاب ہے اس کی ابتدا دوسری ہے اور مصنف کا نام نہیں اسی طرح اسلام آباد کے ایک کتب خانے گنج بخش کا جو نسخہ ہے اس کی ابتدا مختلف ہے ۔ اور اس کے متعلق مشار نہیں یہ اطلاع ہے کہ کئی تین چھاپ ہو چکے ہیں اس لیے قیاس یہی ہے کہ یہ کوئی دوسرا نسخہ ہے جو طوسی کے نام سے چھپا ہے ۔

ان شواہد کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرآۃ المحققین جس کی ابتدا یہ ہے :

"حمد بے حد و ثنای بے عد حضرت ذو الجلال را ... " محمود شبستری کی تصنیف سمجھی جا سکتی ہے تا آں کہ کوئی دوسری محقق روایت اس کے خلاف نہ مل جائے ۔

یہ ایک مختصر رسالہ اس قابل ہے کہ اس کی تدوین و ترتیب کی جائے ۔

●●

کتب خانہ خانقاہ قادریہ اسلامپور کے دو اہم مخطوطات

ڈاکٹر علی ابدالی
خانقاہ قادریہ
اسلام پور، نالندہ

(۱) مصطلحات المتصوفین

حضرت شاہ فرزند علی صوفیؔ منیری اردو اور فارسی میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اردو نظم و نثر پر تحقیقی مقالات بھی شائع ہو چکے ہیں لیکن ان کی فارسی نظم و نثر پر اب تک کام نہیں ہوا ہے۔ مصطلحات المتصوفین کا ذکر تو ان کی تصانیف کے سلسلے میں کیا گیا ہے لیکن اب تک اس سلسلے میں تفصیلات نہیں پیش کی گئی ہیں۔ یہ کتاب چونکہ خالص تصوف کی اصطلاحات سے متعلق ہے اس لیے مختصراً اس کا تعارف کرا رہا ہوں۔

کتاب کا نام مصطلحات المتصوفین ہے۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب ۱۲۸۵ھ میں لکھی گئی لیکن ہمارے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ اصل نسخہ کی نقل ہے جس کی کتابت مصنف کے صاحبزادے شاہ اسد اللہ منیری نے ۱۳۲۱ھ میں کی ہے۔ اس کتاب میں کل ۱۸۴ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ میں گیارہ سطریں ہیں۔

مصنف کا مطالعہ خاصہ وسیع تھا۔ ان اصطلاحات کی تشریح کرنے میں انھوں نے بڑی محنت کی ہے اور بزرگان دین کی کتابوں اور اقوال سے استفادہ کیا ہے اور جا بجا ان کا حوالہ دیا ہے۔ ان اصطلاحات کے سلسلے میں تحریر کرتے ہیں:

> "از تحریرات خواطر قدسیہ و صادرات جواہر انفسیہ یعنی انفاس متبرکہ و کتب معتبرہ بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فراہم آمدہ" ص۵

آگے چل کر ان اصطلاحات کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہیں:

> "این اصطلاحات نہ چنان است کہ لفظے تراشند و از لفظ سوے معنی روند بلکہ معنی ورود مقدم است کہ از معنی سوے لفظ آمدند منقول است از مشائخ کبار سلف کہ موافق است بآیات و احادیث و متعلق است باحوال و مقامات و معنی لطیف وارد در عبارت شریف و چون کلمات محدد بیان نیست کردہ عاشق برگزیدہ و الفاظش منکر و ناپسندیدہ باشد" ص۶

اس کتاب میں ۲۳۳ اصطلاحات کے معنی لکھے گئے ہیں یا ان کی تشریح کی گئی ہے لیکن شاید ان تمام اصطلاحات کا ذکر نہیں کیا گیا ہے جو صوفیائے کرام کے یہاں مستعمل ہیں۔ مصنف کی وسعت معلومات کی داد دینی ہی ہوگی لیکن کہیں کہیں پر تشریح کرنے کے بجائے

اور لغوی معنی دیے گئے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی تصانیف، ملفوظات اور مکتوبات کے علاوہ مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی، مخدوم حسن بلخی، مخدوم احمد لنگر دریا بلخی، حضرت قاضی شطاری، پیر محمد لکھنوی، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور امام ربانی حضرت سید علی ہمدانی جیسے اکابر صوفیائے کرام کی تصانیف سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اور مثنوی مولانا روم، شیخ سعدی، فریدالدین عطار، عبدالرحمٰن جامی اور حافظ کے علاوہ سرمد کے اشعار بھی جا بجا لکھے گئے ہیں۔

اب آیئے دیکھا جائے کہ صوفی منیری نے ان اصطلاحات کی تشریح کس طرح کی ہے۔ آب حیات کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کنایہ از شرب عشق و شرب محبت است کہ زندگی عاشقاں بداں است و بقا از دوام آں، حافظ علیہ الرحمۃ راست شعر

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

و نیز اشارات از کلام حضرت قادر چشمۂ حیوان و جز اوست" صفحہ

اخلاص کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں: "اخلاص آن است کہ از غیر حق تبرا کند و روئے بحق تعالیٰ آرد و ہر کارے کہ کند ہر سخنے کہ گوید قطع نظر از خلق کند و طمع مدح و ذم ایشاں التفات نماند قولہ تعالیٰ الا للہ الدین الخالص۔

خلق را چوں زپیش بر داری گر در رہ دوست ایں بود اخلاص

خویش را از میانہ برگیری ایں بود صدق وصف خاص الخاص

ہر کارے کہ در نیت ہمہ للہ باشد خالص است و اگر آمیختہ اغراض نفسانی ست خالص نیست۔ اگر نیت ہمہ نیک است ہمہ ثواب است و نیت ہمہ بد است ہمہ عذاب است و اگر مخلوط است ثواب بر قدر نیت صالحہ باشد۔" صفحہ ۶

پیر خرابات، پیر مغاں اور پیر میکدہ کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"عبارت از پیر و مرشد است بدیں اعتبار کہ مرید را بترک رسوم و عادات و بخراب کردن و شکستن بنیاد صفات نفس می دارد و می فرماید پیر خرابات گویند و بدیں نظر کہ شراب عشق بمریدان صادق می دہد پیر مغاں و پیر میکدہ گویند" صفحہ ۹۹

تزکیہ کے معنی اس طرح بیان کرتے ہیں: "پاک کردن نفس از اقوال و اوصاف ذمیمہ مثل حسد و بغض و کبر و ریا و خلاف و عجب و غیر آں" صفحہ ۱۰۱

توحید کے معنی یوں لکھتے ہیں: "خواجہ جنید را رحمۃ اللہ علیہ از توحید پرسیدند گفت یقین است گفتند چگونہ گفت آنکہ بشناسی کہ حرکات و سکنات خلق فعل خداے است کہ اورا او شرکت نیست۔" صفحہ ۱۳۱

صوفی کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں: "آنکہ بفنا رسیدہ باشد و فانی فی اللہ و باقی باللہ گردیدہ" صفحہ ۲۶۳

(۲) مکتوبات مخدوم شاہ حسن علیؒ

مخدوم شاہ حسن علیؒ کے مکتوبات کا ایک نسخہ کتب خانہ قادریہ اسلام پور میں موجود ہے۔ اس کے دو اور نسخوں کا پتہ چلا ہے ایک نسخہ خانقاہ منعمیہ رام ساگر گیا میں اور دوسرا خانقاہ قمریہ منعمیہ میتن گھاٹ پٹنہ سٹی میں ہے۔ لیکن یہ دونوں نسخے نامکمل ہیں۔ پیش نظر نسخہ میں ۹۰ صفحات ہیں۔ جانشا کا نام درج نہیں ہے۔ کتابت ماسٹر عبدالرحمٰن اشرف پوریؒ نے کی ہے لیکن سنہ کتابت نہیں لکھا ہے اور نہ یہ لکھا ہے کہ اس کی نقل کہاں سے کی گئی ہے۔ گمان ہے کہ اسی نسخہ سے اس کی کتابت کی گئی ہے جو مخدوم شاہ محمد علی تو آبادی کی خانقاہ میں تھا لیکن اب وہاں اس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ مخدوم شاہ حسن علیؒ کے مکتوبات کا یہ مجموعہ اس سبب سے اہم ہے کہ اس میں ایک خط اردو میں ہے اور جا بجا اردو کے اشعار لکھے گئے ہیں۔ اردو کا وہ خط شائع ہو چکا ہے۔ اس لیے اس کے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس مجموعہ میں ۱۲۱ مکتوبات شامل ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

حکیم شاہ فرحت اللہ الملقب بہ حسن دوست کے نام	۱۰۴	مکتوبات
شیخ سعادت علی کے نام	۱	مکتوب
مولوی عبدالمغنی پھلواروی کے نام	۱	مکتوب
مولوی عمادالدین حسین کے نام	۱۹	مکتوبات
مکتوبات در احوال	۵	مکتوبات
کل	۱۳۰	مکتوبات

القاب سے پتہ چلتا ہے کہ مکتوبات در احوال حکیم فرحت اللہ کریم چکی الملقب بہ حسن دوست کو لکھے گئے ہیں۔ صہ سے صہ تک خطوط ہیں۔ صہ سے صہ تک ملفوظات ہیں۔ صہ پر مخدوم شاہ حسن علی کے وصال کا وقت تاریخ اور سنہ لکھا گیا ہے۔ صہ سے صہ تک یعنی آخری دو صفحات میں حکیم فرحت اللہ کریم چکی کے میں اشعار مراقبہ پر لکھے گئے ہیں۔

سوائے دائم شاہ متوطن عظیم پور وڈھاکہ کو چھوڑ کر جو آپ کے برادر طریقت تھے سارے مکتوب نگار آپ کے مرید یا معتقد تھے۔ ان مکتوبات میں ان لوگوں کو نصیحتیں کی گئی ہیں یا تصوف سے متعلق باتیں لکھی گئی ہے۔ اب میں چند مکتوبات کا اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مکتوب بست و کیم بنام حسن دوست:

در وقت را غنیمت شمارد کار آخرت را بر وزد وگیند وگرنہ درین راہ راہزن بسیار اند و اکثر ہمراہ

اندو خبردار باشند از فضل افضل بشر که نام پاک آں محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام است امید وار را بندہ ہم جلوہ گر خواہد شد۔" ص ۱۳

دوسرے مکتوب میں دوبارہ بھی حسن دوست کے نام ہے (مکتوب ۴۸) تحریر کرتے ہیں:

"ہر کہ از خود میرد و دانشمند مولیٰ میشود۔ لیکن علم مولیٰ شدن نہ باشد چنانچہ قطرہ بہ دریا میرود و دو در ماہی شود علم دریا شدن نباشد علم و جہل ہر دو خوب نیست۔" ص ۲۹

شاہ حسن دوست کے نام اکہترویں مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اول توحید خیالی میشود بعد ازاں صفاتی بعد ازاں ذاتی روح دیدن می گوئید روح را از روح دید یا شما دیدید چون علم باقی است خود را خود سجدہ کردم سجدہ کہ کرد کرا کرد دیگر درمیان نہ بود۔" ص ۳۱

۷۶ ویں مکتوب میں شاہ حسن دوست کو لکھتے ہیں:

"بار جود نافرمانی بندہ حق تعالےٰ مہربانی می کند بہ چیزی می رساند۔" ص ۳۹

مولوی عبد الحق جیلوادی کے نام حضرت محی الدین ابن عربی کا قول ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

"از حضرت محی الدین عربی ادراک ذات باری را لائق نیابد کہ سالک را نہ دراں دار خواہد شد و نہ دراں وارد رست و کسے را کہی شود نہ دراں دارند دریا دارو نہ خودی یا شد و نہ خدا من حیث صوحی نانی شدہ گر دیدہ دراں حالت نہ خودی باشد نہ خدا در پیدو تحمل علم معلوم کجا بود۔ قارقت دراں مقامے چنانچہ علیہ السلام می فرماید انا احمد بلا میم۔" ص ۳۹

مولوی علاء الدین حسین کے نام گیارہویں مکتوب میں لکھتے ہیں: "عاشق چیست از خود رفتن و معشوق شدن بلکہ از عاشق و معشوق ہر دو گذشتن می نسیم درمیانی را گذر نہ تن ہوا آسمان کو تو آخر عدم ہے:: یہ دونوں سے باہر جا ماتقدم ہے

در ہر یاد آیا سے کو لکھے کس کو لکھے یہاں دوئی تو ذرا نہ سمائے: یہاں تو ایک ہی ایک ہے سو بھی لکھا نہ جائے۔" ص ۴۰

جناب محبوب حسین
خدا بخش لائبریری۔ پٹنہ

زبدۃ التصوّف و ارشاد سلوک التعرّف

یہ نسخہ خدا بخش لائبریری کے قدیم خطی نسخوں میں سے ایک ہے سنہ کتابت ۸۷۰ ہجری ہے۔ اس نسخہ کی دو خصوصیت لائق ذکر ہے۔ ایک یہ کہ مخطوطہ مؤلف کے دست خاص سے مرقوم ہے۔ دوسری یہ کہ یہ واحد نسخہ ہے۔ کسی لائبریری کے کیٹلاگ میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ان دو خصوصیت کے پیش نظر یہ ایک قیمتی مخطوطہ ہوا۔ مخطوطہ دیکھنے میں تو مختصر معلوم ہوتا ہے صرف ۸۳ اوراق پر محتوی ہے۔ اور سائز بھی چھوٹا ہے مگر تصوف کے اصول نظریات اور اصطلاحات صوفیا پر یہ ایک جامع نسخہ ہے۔

اس میں تصوف کے مباحث بہت تفصیل سے درج ہیں۔ اٹھاسی ابواب پر یہ مباحث پھیلے ہوئے ہیں تصوف کے اتنے کثیر مباحث کا بیان اس مختصر نسخہ میں آگیا ہے کہ اب تصوف اور صوفیا پر کوئی گوشہ ایسا نظر نہیں آتا جس کا ذکر چھوٹ گیا ہو۔ ہر بحث کی ابتداء کلام مجید کی آیت کریمہ سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد احادیث اور صحابۂ کرام کے اقوال کو جگہ دی گئی ہے۔

مزید خصوصیت اس مخطوطہ کی یہ ہے کہ دوسری صدی سے چھٹی صدی ہجری تک کے صوفیائے کرام کے اقوال تصوف کے ہر مضمون پر اس میں موجود ہیں۔ اس واسطے تصوف کے کسی مضمون کے حوالہ کے لیے یہ ایک مفید مخطوطہ ہے۔ مجموعی طور پر ایک سو صوفیائے کرام کے اقوال مختلف مسائل تصوف سے متعلق اس نسخہ میں درج ہیں۔ مخطوطہ کے مؤلف محمد بن ہندوشاہ بن محمد الدامغانی ہیں۔ کسی کیٹلاگ میں اس مخطوطہ کا اور اس کے مؤلف کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ مخطوطہ کے ٹائٹل پیج پر کسی صاحب نے (جو مؤلف کے ہمعصر معلوم ہوتے ہیں) اس مخطوطہ کو شیخ شمس الدین محمد الدامغانی کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر ترقیمہ پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ محمد بن ہندوشاہ بن محمد الدامغانی کا ہے اور خود مصنّف کے قلم سے ہے۔ تاریخ لکھی ہے ۲۰ رمضان المبارک ۸۷۰ھ۔ کچھ مضامین کی فہرست ملاحظہ کے لیے پیش کی جاتی ہے:

معرفت اور عارف کا بیان اور علم و معرفت کے درمیان فرق۔ تصوف کے اصول اور ان کے علوم۔ تصوف کے اصول اور صوفی۔ تصوف میں داخل ہونے کی برکت اور صوفیا کے ساتھ صحبت اختیار کرنے کی برکات۔ ایسے لوگوں کا بیان جو صوفیت اور ان کے طریقہ کے مشابہ ہیں۔ فرقہ ملامتیہ کا بیان۔

اولیا کی شناخت کس طرح کی جائے گی اور ان کے وجود سے کیا برکت ہوتی ہے اس کا بیان۔ ان سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور وہ ان کرامات کے ظاہر ہونے سے خوف کھاتے ہیں اس کا بیان۔

کرامات کا غلط دعوی کرنے والے اولیاء ان کے مکر اور استدراج۔ اپنے کسی قول یا عمل سے توبہ کرنا اور اس سے رجوع کرنا۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا۔ مجاہدہ اور ریاضت کا بیان۔ سماع کا بیان جو صوفیائے کرام میں رائج ہے۔ صوفیا پر غم واندوہ کی کیفیت جو طاری ہوتی ہے اور اس کے بعد گریہ وبکا فطری طور پر ہوتا ہے اس کی توضیح وتشریح۔ صوفیا کے دلوں میں جو خوف وخشیۃ الٰہی اور خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے اس کا بیان۔ ورع وتقوی اور زہد کا بیان اور مراقبہ کی کیفیت ظاہر کرنا۔ صوفیاء کی خاص اصطلاحیں مثلاً اخلاص، توکل، تسلیم، صبر و رضا و شکر، حیا، صدق، ایثار، خلق، تواضع، انبساط، ارادۃ، آداب، الیقین، قرب، انس، ذکر اور علم لدنی کی تفصیل وتشریح اور اس کی حقیقت کا بیان۔

علم مجہول کی وضاحت، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے درمیان فرق اور ہر ایک کی وضاحت وتشریح۔ حکمت، بصیرت، فراست، سکینہ، طمانیت اور شوق وغیرہ جیسی تصوف کی اصطلاحات کی وضاحت کرنا۔ تواجد اور وجد میں فرق۔ مکاشفہ اور مشاہدہ میں فرق۔

باب چوالیس میں خلق سے متعلق آیت کریمہ سے ابتدا کرنے کے بعد مؤلف نے لکھا ہے۔ آیت کریمہ ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ اس آیت کے تحت جناب رسالت مآب کی ایک حدیث نقل کی ہے: آنحضرتؐ نے حکم فرمایا مکارم اخلاق پر عامل ہونے کے لیے اعمال ظاہری و باطنی میں مخلوق سے جو غلطیاں ہو جاتی ہیں ان سے درگزر کرتے رہنا، اخلاق کے بلند پایہ امور کی طرف توجہ دلاتے رہنا اور جو لوگ اس پر اعتراض کریں اور نہ تسلیم کریں ایسے جاہلوں سے تعرض نہ کرنا یہ سب آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ آپ نے جبریل سے اس آیت کریمہ کے مفہوم سے متعلق سوال کیا تو جبریل نے بتایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ تم سے قطع تعلق کریں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آیا کرو۔ ان لوگوں کو دیتے لیتے رہنا اور بخشش کرتے رہنا اختیار کرو۔ اور جو تم کو محروم رکھتے ہیں اور تم پر ظلم و زیادتی

سے پیش آتے ہیں ان کو معاف کرتے رہنا اور ان کے ساتھ نیکی اور اچھائی سے برتاؤ کرنا یہی آیت کریمہ کا مفہوم ہے۔

باب بیالیس میں تصوف کے اوصاف میں سے ایک صفت تواضع کی توضیح و تشریح کی ہے۔ اپنے خاص طریقے کے مطابق آیت کریمہ سے ابتداء کی ہے۔

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا الخ بتایا کہ "ہون" کے معنی سکینہ، خشوع اور وقار ہیں۔ بعض صوفیا نے فرمایا ہے کہ تواضع میں زیادہ مفید وہ ہے جو آدمی کے اندر سے کبر و نخوت کو نکال دے اور غیظ و غضب مردہ کر دے۔ ایک صوفی نے تواضع کی انتہا یہ بتائی ہے کہ جب آدمی اپنے گھر سے نکلے تو جس پر بھی نظر پڑے اسے اپنے سے بہتر خیال کرے۔ تصوف کے باب میں یقین بھی ایسی صفت ہے جس کا پایہ بلند ہے۔ مؤلف زبدۃ نے آیت کریمہ ہی سے ابتدا کی ہے: واعبد ربک حتی یاتیک الیقین ط

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی کا قول نقل کیا ہے کہ جس کا علم یقین کے ساتھ نہ ہو اور یقین خوف کے ساتھ اور خوف عمل کے ساتھ اور عمل ورع کے ساتھ، اور ورع اخلاص کے ساتھ اور اخلاص مشاہدہ کے ساتھ نہ ہو تو وہ شخص ہلاک ہونے والوں میں سے ہے یعنی وہ تصوف کی راہ میں ہلاک شدہ شمار کیا جائے گا۔ مؤلف زبدۃ نے ایک باب علم اور علماء اور عامل بالعلم پر قائم کیا ہے اور جو عمل میں کمی کرنے والے ہیں ان کو بھی اس باب میں شامل کیا ہے۔ ابتدا بحث کی حسب دستور آیت کریمہ سے کرتے ہیں:

وعلمک مالم تکن تعلم ہ اور تجھ کو سکھا دیا سب کچھ جو تو نہیں جانتا تھا۔

سفیان بن عیینہ ایک تابعی ہیں ان کا قول مؤلف نے نقل کیا ہے کہ علم نام ہے باتوں کو سن لینے کا پھر اسے ذہن میں محفوظ کر لینا پھر اسے خوب سمجھ لینا پھر اس پر عمل کرنا اور سب کے آخر میں اس کو پھیلانا یعنی دوسروں تک اس علم کی باتوں کو پہنچانا۔ مؤلف ابوالحسین الوراق کا خیال ظاہر کرتے ہیں کہ سب سے زیادہ مفید علم اللہ تبارک تعالی کے احکامات کا علم اور اس کے منہیات کا علم پھر ان چیزوں کا جاننا جن کا باری تعالی نے وعدہ کیا ہے اور جن سے خوف دلایا ہے پھر جو اشیاء ثواب و عذاب سے متعلق ہیں اور علوم میں سب سے بلند پایہ اللہ تبارک تعالی کے اسماء اور صفات کا علم ہے۔ مؤلف نے علم لدنی سے بھی بحث کی ہے۔ معمول کے مطابق آیت کریمہ سے ابتدا ہے فوجدا عبداً من عبادنا آتیناہ رحمۃ من عندنا ہ اس سلسلہ میں مؤلف نے بیان کیا ہے کہ علم لدنی تصحیح عبودیت کی میراث ہے۔ یعنی جس بندے کی عبادت صحیح طور پر انجام پا نے لگتی ہے اللہ تعالی اس کی وراثت میں علم لدنی عطا فرماتا ہے۔ اپنے خاص بندوں کے لیے یہ فضل و کرم ہوتا ہے۔

علم الاستنباط اور علم لدنّی میں فرق ہے کہ علم الاستنباط میں ظن و ریب کو پورا پورا دخل ہوتا ہے اور علم لدنّی رموز و اسرار پر بلا شک و شبہ محکم اور قطعی طور سے علم کا ذریعہ ہوتا ہے۔ چھپی ہوئی باتوں سے، جن کا شمار غیب اور پوشیدہ حقائق سے ہے علم لدنّی ان سے پردہ ہٹا دیتا ہے اور ان کو ظاہر کر دیتا ہے۔ یہ ایسے بندوں کے لیے ممکن ہے جو اپنے کو مناہی اور مخالفات سے باز رکھتے ہیں اور معروف امور پر برابر کاربند رہے ہوں۔

تصوف کے باب میں طمانیت کی بھی اہمیت ہے۔ آیت کریمہ ہے، الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ۵ اس آیت کے تحت مؤلف نے قلوب کو چار صنفوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

قلوب العامۃ، قلوب الخاصۃ، قلوب العلماء۔

قلوب العامۃ یہ تو مطمئن ہوتے ہیں اللہ پاک کے ذکر سے، اس کی تسبیح اور حمد سے اور اس کی تعریف و شنا، نعمت اور عافیت پانے پر۔ قلوب الخاصۃ اللہ کے ذکر سے ان کے اخلاق، توکل، شکر و صبر سے قلب الکا طمانیت پایا جائے گا۔ قلوب العلماء یہ اطمینان پاتے ہیں صفات، اسامی اور نعت سے یہ ملاحظہ کریں گے جو اس سے ظاہر ہوگا۔ بے موحدین کے قلوب، تو کسی حال سے ان کے دل کو طمانیت نہیں حاصل ہوتی۔

●●

جناب محمد سعید احمد شمسی
مدرس مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ
پٹنہ

الداء والدواء

ایک سو پچیس صفحات، ۸۱ فصول اور ایک باب پر مشتمل اس کتاب کے کئی نام ہیں یعنی الداء والدواء، الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی اور الجواب الشافی لمن سأل عن الدواء الشافی۔ اس کے صرف تین نسخے زمانے کے دست برد سے محفوظ رہ سکے ہیں۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ، قاہرہ اور برلن کے کتب خانوں میں ان کو دیکھا جا سکتا ہے۔

پیش نظر نسخہ خط نسخ میں ہے۔ سنہ تالیف نامعلوم، کاتب کے نام اور تاریخ کتابت پر بھی دبیز پردہ پڑا ہوا ہے۔

کتاب کا نام سنتے ہی سامع کا ذہن علم طب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ کیٹلاگ میں مندرجہ مختصر تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی جھاڑ پھونک کی کتاب ہے جس میں سورۂ فاتحہ کے خواص و تاثیرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب کے مصنف محمد بن ابی بکر الزرعی المعروف بہ ابن قیم جوزی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب شمس الدین ہے۔ آپ بتاریخ ۷ صفر ۶۹۱ھ کو عالم وجود میں آئے اور ساٹھ سال کی عمر پاکر ۱۳ رجب ۵۱ھ مطابق ۱۳۵۲ء میں واصل بحق ہوئے۔

اس دور میں اسلامی معاشرہ گوناگوں اضطراب و بے چینی میں مبتلا تھا۔ اندرونی پریشانیوں اور بیرونی حملوں کے سبب قومی زندگی خطرہ میں تھی اور نظام سلطنت کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہو چلا تھا لیکن علمی ترقی اپنے عروج پر تھی، مختلف علوم و فنون پر بے شمار تصانیف و تالیفات لکھی گئیں۔ اسی مردم خیز ماحول میں آپ نے آنکھیں کھولیں اور دکامی شریعت، علوم عربیہ، علم کلام اور تصوف کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا۔ تصوف پر آپ کی حسب ذیل تصانیف ہیں۔

۱۔ مدارج السالکین ۲۔ عدۃ الصابرین ۳۔ ذخیرۃ الشاکرین ۴۔ الفوائد ۵۔ روضۃ المحبین ۶۔ نزہۃ المشتاقین
۷۔ الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی۔

مصنف نے اپنی اس کتاب یعنی الداء والدواء میں امراض و مصائب اور ابتلاء و آزمائش پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، گناہ و معاصی کو اس کا سبب قرار دیا ہے اور اس کے عواقب و نتائج پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

تیرہویں صدی کی یہ تصنیف جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتدا

"ایک شخص مصائب و آلام میں مبتلا ہے۔ یہ بات علم میں آچکی ہے کہ اگر مرض میں اضافہ ہی ہوتا گیا تو دنیا کے ساتھ ساتھ اس کی آخرت بھی بربادی سے دوچار ہو جائے گی" سائل نے علامہ سے اس کے دفعیہ کی صورتیں اور علاج و معالجہ کی طرف رہنمائی کی درخواست کی ہے۔ سوالوں کا جواب دیتے ہوئے علامہ فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ میں یاس و ناامیدی کفر ہے۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے۔ خواہ وہ مرض جسمانی ہو یا روحانی یا قلبی اپنے اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر آیات قرآنی حدیث نبوی اور افعال صحابہ پیش کرتے ہیں۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: باری تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے" فرق صرف یہ ہے کہ بعض افراد اس سے واقف ہیں اور بعض ناواقف۔ ارشاد ربانی ہے۔ وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين بسند روایتوں سے بھی ثابت ہے کہ صحابۂ کرام نے مارگزیدگی کا علاج سورۂ فاتحہ سے کیا ہے۔"

مختصر یہ کہ آیات و اذکار اور ادعیہ سے ہر مرض کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے خیال میں دعا سب سے بہتر دوا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دعا مومن کا ہتھیار، دین کا ستون اور زمین و آسمان کا نور ہے" آپ کے نزدیک اس کی قبولیت کے حسب ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ حمد و ثنا سے ابتدا کیجائے" ۲۔ دعا ایسی ہو جو بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کر سکے۔ ۳۔ خاطر جمعی سے کیجائے" ۴۔ اور بندہ کو اس کی اجابت کا یقین کامل ہو۔ ۵۔ اکل حرام، ظلم اور ذنوب کے ارتکاب سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے" ۶۔ زود اثری کے لیے الحاح و زاری اور اوقات اجابت ضروری ہے۔

علامہ ابن قیم اس کے بعد کسی فرقہ کا نام لیے بغیر معرکۃ الآراء بحث کا آغاز ایک سوال قائم کر کے کرتے ہیں کہ اب فطری طور پر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اگر مدعویہ مقدرات میں سے ہو تو وہ اٹل ہے اس کا عمل پذیر ہونا دعاؤں پر موقوف نہیں ہے" ایک طبقہ کا اسی پر عمل ہے۔

اس خیال کو علامہ جہل و ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی بنا پر تمام اسباب کا تعطل لازم آئے گا۔ بھوکا اور پیاسا رہنا ہی اگر مقدر ہو چکا ہے تو پھر کھانا پینا عبث ہے صاحب اولاد ہونا ہی اگر لکھا ہے تو تزویج کی کیا ضرورت ہے؟

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ دعا صرف عبودیت کا اظہار ہے حصول یا عدم حصول مطلوب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض اس بات کے قائل ہیں کہ یہ تقضائے حاجات کی علامت ہے یعنی خدا جب کسی بندہ کو دعا کی توفیق دیتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اس کی حاجت پوری کر دی گئی۔

علامہ ان مختلف اقوال کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "دراصل ان مقدرات کو اسباب سے مربوط کر دیا گیا ہے اور دعا ان اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ حصول مقصود کو دعاؤں پر منحصر کر دیا گیا۔ لہٰذا اس کو بے فائدہ کہنا درست نہیں ہے۔ اسباب میں سے کوئی بھی سبب دعا سے زیادہ مفید اور حصول مطلب کے لیے زیادہ پر اثر نہیں ہے۔ حدیثوں میں آیا ہے "من لم یسأل اللہ یغضب علیہ" یعنی اللہ کی رضامندی اس سے سوال میں ہے۔ صحابہ کرام بھی اس کے ذریعہ استعانت کیا کرتے تھے۔ لیکن اس کے لیے معاصی اور گناہوں سے احتراز ضروری ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت دونوں ہی میں اس کے دور رس نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

انسان اکثر بھی خدا کے عفو پر بھروسہ، کبھی توبہ کی توفیق اور بسا اوقات مقدرات سے احتجاج و اکابرین کے اقوال و افعال سے غلط استدلال کے سبب نفس کے مغالطہ میں پڑ جاتا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ارتکاب معاصی کے بعد "قلب مغفرت" گناہوں کے اثرات کو زائل کر دیتی ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ خدا غفور الرحیم ہے۔ اس لیے جس قدر چاہو گناہ کیے جاؤ۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ گناہوں سے پرہیز حماقت ہے۔ کچھ افراد کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا گیا۔ "اللّٰھم انی اعوذبک من العصمۃ"۔ علامہ ابن قیم اس مکتبۂ فکر کے حامیوں کو احمقوں کے خطابات سے نوازتے ہوئے صرف یہ فرماتے ہیں کہ یہ خیالات ان کے ہیں جنھوں نے انسان کو مجبور محض قرار دیا ہے۔

بعض فرقوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے کہ یہ نقد ہے اور وہ ادھار۔ اس کا ذرہ ذرہ مفقود ہے اور اس کا موجود۔ لذات یقینی ہیں اور لذت دنیا عقبیٰ مشکوک اور شک یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔

ابن قیم کے نزدیک ایسے خیالات فاسد ہیں۔ علامہ نے ایسے خیالات کے حامل اشخاص و گروہ سے بہائم کو افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ان عقلمندوں سے بہائم زیادہ ہوشیار ہیں۔ کیونکہ وہ کم از کم ایسی جگہوں سے ضرور اعراض کرتے ہیں جہاں کچھ بھی مضرت کا اندیشہ ہو۔

النقد خیر من النسیہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت درست ہو سکتا ہے جب دونوں اجرت میں مساوی ہوں۔ بصورت دیگر نسیہ ہی بہتر ہے۔ بنا بریں دنیا آخرت سے بہتر کیسے ہو سکتی ہے۔

اسباب امراض: ابن جوزی کے نزدیک تمام امراض و مصائب اور ابتلا و آزمائش کا سبب معاصی گناہ ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ان کے سبب قلوب و ابدان میں ہونے والے نقصانات و امراض کا احاطہ اندازہ لگانا بہت ہی دشوار اور ناممکنات سے ہے۔ حرمان علم، نقصان رزق، تاریکی قلب، ضعف و نقاہت، عمر میں کمی اور برکتوں کا جاتا رہنا اور مثالیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انسان جب پوشیدہ طور پر گناہ کرتا ہے تو اس پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی جاتی ہے۔

نتائج معاصی۔ علامہ نتائج معاصی کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں۔ ایک گناہ دوسرے گناہ کو جنم دیتا ہے۔ معاصی کی طرف طبیعت مائل ہوجاتی ہے اور توبہ و استغفار سے گریزاں رہتا ہے۔ آہستہ آہستہ ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے کہ ارادۂ توبہ بالکلیہ ختم ہوجاتا ہے۔ احساس قبح جاتا رہتا ہے، انسان معاصی پر فخر کرتا ہے اور اس کے برملا اظہار کو ہنر سمجھنے لگتا ہے۔ ایسا شخص قابل عفو نہیں ہے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے۔ میری امت کا ہر شخص بخشا جائے گا۔ لیکن گناہوں کا برملا اظہار کرنے والے قابل عفو نہیں ہیں۔ بندۂ خدا اور اس کے رسول کی لعنتوں کا مستحق ہوجاتا ہے اور انبیاء و ملائکہ کی دعاؤں سے مستفیض نہیں ہوپاتا۔

عقوبات معاصی۔ علامہ نے ان پر بہت ہی تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک گناہوں کی سزا حسب درجات معاصی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں؛ ان کے عقوبات میں سرفہرست یہ ہے کہ احساس عبرت پذیری مفقود ہوجاتی ہے۔ حیا کی قوت ضعیف سے ضعیف تر ہوتے ہوتے اصالۃً ختم ہوجاتی ہے۔ حالانکہ یہ وہ مادہ حیات ہے جس کو ہر چیز کی اصل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ارشاد نبوی ہے "الحیاء خیر کلہ" اللہ کی عظمت و وقار کا خوف دل سے اٹھ جاتا ہے پھر کوئی چیز مانع معصیت ہوگی؟ بندہ اللہ کے دائرہ احسان سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔

قلب اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ذنوب کے سبب اس کی یکسوئی میں کمی آجاتی ہے اور بتدریج ختم ہوجاتی ہے۔ نتیجۃً خدا سے تعلق باقی نہیں رہ پاتا ہے۔ مختصر یہ کہ گناہوں سے قلوب مردہ ہوجاتے ہیں۔ معاصی کے سبب نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں اور انسان بلاء و مصیبت میں گرفتار ہوجاتا ہے کہ بقول تعالیٰ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم الآیۃ اور علی ابن طالب فرماتے ہیں۔ ما نزل بلاء الا بذنب۔ خدا گنہگاروں کے قلوب میں رعب اور خوف پیدا کردیتا ہے۔ اسی لیے وہ ہمیشہ مرعوب خائف نظر آتے ہیں۔ کیونکہ بندگی و طاعت اللہ کا ایسا قلعہ ہے جس میں جو بھی داخل ہوا دنیا و آخرت کے عقوبات سے مامون و محفوظ رہا۔

قلب صحت مند نہیں رہ پاتا غذا اور دوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ قلوب میں ذنوب کی تاثیر بدن میں امراض کی تاثیر کی طرح ہے۔ علاوہ ازیں اس کی بصیرت قلبی جاتی رہتی ہے۔ علم کی راہیں مسدود ہوجاتی ہیں اور ہدایت کے راستے محجوب۔ اللہ کے نزدیک سقوط جاہ و کرامت اور سقوط قدر و منزلت کا بھی سبب ہے۔ اس کا مرتکب ہمیشہ شیطان کا اسیر، شہوت کا بندہ اور خواہشات کا غلام بنا رہتا ہے۔ اسمائے مدح و شرف سلب ہوجاتے ہیں اور اسمائے ذم و تصغیر لازم۔ ایسی صورت میں مومن محسن اور متقی وغیرہ اسمائے مدح و شرف کے بجائے فاسق، فاجر اور عاصی وغیرہ اسمائے قبیح سے پکارا جاتا ہے۔ نقصان عقل بھی اس کے خواص میں سے ہے۔ خدا نے اہل معصیت کو دنیا و آخرت میں اسفلین میں جگہ دی ہے اور اس کے لیے ذلت و رسوائی مقرر فرمائی ہے۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الامام احمد [illegible]

اسباب امراض، نتائج و عقوباتِ معاصی کے بعد علامہ ابن قیم جوزی نے اپنی اس تصنیف میں عقوبات ذنوب کی قسموں پر روشنی ڈالی ہے اور اس کو دو قسموں میں منقسم کیا ہے یعنی شرعیہ و قدریہ پھر ان میں سے ہر ایک کی مختلف قسموں پر سیر حاصل عالمانہ گفتگو کی ہے۔ مصنف نے مفاسد کے اعتبار سے بھی ذنوب کی درجہ بندی کی ہے اور اس کے دو درجے قرار دیے ہیں۔ یعنی ایک وہ جس کا تعلق مامور کے ترک سے ہے اور دوسرا وہ ہے جو محظور کے فعل سے متعلق ہے۔

مصنف کے نزدیک مجموعی طور پر ذنوب کی دو قسمیں ہیں، صغائر و کبائر۔ آخر الذکر کو تعداد میں منحصر کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی تحصیر میں اختلاف ہے۔ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ان کی تعداد چار ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک سات اور عمرو بن العاص نے نو بتائی ہے۔ بعضوں نے گیارہ کہا ہے اور کچھ افراد نے ستر بیان کی ہے۔

گناہ صغیرہ و کبیرہ کی تعریف میں بھی اختلاف ہے۔ جس کی ممانعت قرآن کریم سے ثابت ہو وہ کبیرہ ہے اور جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ صغیرہ ہے۔ بعضوں کے نزدیک جس پر لعنت و وعید آئی ہو وہ کبیرہ ہے نہیں تو صغیرہ۔ اس طویل ترین تمہید کے بعد مصنف اس کتاب کی اکیسویں فصل میں سائل کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"اگر مبتلا، اس مصیبت سے چھٹکارا چاہتا ہے تو اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور عمل صالح اختیار کرے، سیئات کو حسنات سے بدل ڈالے غض بصر، حفظ فرج اور معاملات و مقالات میں صدق سے کام لے۔ خدا اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا کیوں کہ خود اس کا فرمان ہے ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ تو پھر اس کی رحمت سے ناامید کیوں ہوا جائے لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ، ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم"

مختصر یہ ہے کہ خدا کی اطاعت و فرمانبرداری ہی کامرانی و کامیابی کی ضامن ہے، اس کے لیے قرآن و حدیث کا علم ضروری ہے تاکہ خیر و شر میں امتیاز پیدا ہو سکے اور شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزاری جا سکے۔ علامہ ابن قیم کے نزدیک سنت پر عمل کرنا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کا اتباع ہی در حقیقت تمام امراض جسمانی و روحانی کا واحد علاج ہے اور اسی مقصد کے اظہار کے لیے الداء والدواء کی تصنیف علامہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

●●

حکیم محمد حسین خاں شفا
کیٹلاگر رضا لائبریری،
رام پور

رضا لائبریری، رام پور میں تصوف کے دس اہم مخطوطات

(۱) رسالہ در علم سلوک

کتب خانہ رضا کے یکتا نادر مخطوطات تصوف میں ایک فارسی مخطوطہ شاہ ابو اسحاق قادری لاہوری خلیفہ حضرت شیخ ابو داؤد مبلدگی شیر گڈھی کا بھی ہے۔ یہ فہرست مخطوطات فارسی نمبر ۱۹۸ فن سلوک پر درج ہے۔

اس کا نام رسالہ در علم سلوک المعروف بہ ناطقہ ہے (ایک نسخہ علی گڑھ میں مجہول المولف ہے، ذکر آگے) جو ۳۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اور چند دیگر رسائل کے ساتھ مجلد ہے۔ اگرچہ دوسرے اس مجموعہ میں شامل رسائل مختلف الخط ہیں لیکن نمبر مسلسل پڑے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ورق (۵) سے شروع ہو کر ۱۰۸ پر ختم ہوتا ہے۔ اس رسالہ کا سنہ کتابت اور مصنف کا سنہ وفات اس رسالہ کی رو سے ایک ہے (دیگر تذکرہ نگاروں نے اس سے اختلاف کیا ہے) یعنی ۱۰۴۷ھ ترقیمہ میں قطعہ تاریخ وفات مع دن و ماہ اور سنہ کو رہے۔ کاتب مصنف کا عقیدت مند ہے۔ نام کو "نور اللہ مرقدہٗ" اور دیگر تعظیمی کلمات کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ بخط شکستہ اور زبان ادق ہے۔ یہ مکمل متن ہے۔ جو حمد و نعت سے شروع ہو کر ترقیمہ پر ختم ہوتا ہے۔

شاہ ابو اسحاق کا سلسلہ قادریہ کے مشاہیر صوفیا میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن ان کی شہرت عالم دین فقیہ محدث کی حیثیت سے زیادہ ہے۔ ان کی خانقاہ دینی درسگاہ تھی جو آج مدرسہ اسحاقیہ کے نام سے مشہور ہے اور مرجع خلائق ہے۔ شاہ صاحب اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے برخلاف سماع نہیں سنا کرتے تھے اگرچہ جواز کے قائل تھے۔ انھوں نے اس رسالہ میں ایک باب سماع سے متعلق قائم کیا ہے۔ اور مشہور روایت حضرت عائشہ کے مکان پر دف پر انصار بچیوں کے گانے کی پیش کی ہے۔ شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ سماع کے اہل ظاہر یعنی علما حرمت کے قائل ہیں۔ اور اہل باطن مشروط طریقہ سے حلت کے قائل ہیں۔ تذکرہ صوفیا اور تاریخ لاہور سے متعلق اکثر کتابوں میں شاہ صاحب کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ کنہیا لال نے تاریخ لاہور میں، مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیا میں، نور احمد چشتی نے تحقیقات چشتی میں شاہ صاحب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن کوئی بھی تذکرہ نگار شاہ صاحب کے اس رسالہ سے باخبر نہیں معلوم ہوتا جبکہ اپنے موضوع اور اپنے مندرجات کے اعتبار سے یہ رسالہ بہت اہم ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے متوسطین کی طرح تصوف کی

بنیادی کتاب کا عالمانہ رکھ رکھاؤ کے ساتھ متن تیار کیا ہے۔ اور اس کو ۲۲ ابواب میں تقسیم کر کے ہر باب کو "نطق" کا نام دیا ہے۔ جس میں تصوف کی علمی و عملی تعلیمات ریاضات اخلاق و آداب' احوال اور مقامات سلوک سے متعلق ضروری باتوں کا احاطہ کیا ہے۔ زور بیان اور عبارت آرائی کے لیے اکثر جگہ اپنے اور کہیں دوسرے شعراء کے اشعار سے کام لیا ہے۔ بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے قرآن' حدیث' لمعات' کیمیائے سعادت' مجموعہ مجالس' رسالہ مکیہ' نزہۃ الارواح' تفسیر مدارک' تفسیر زاہدی' مقصد اقصیٰ' عوارف المعارف' لوائح جامی وغیرہ سے جگہ جگہ حوالے دیے ہیں جو شاہ صاحب کے تبحر علمی وسعت مطالعہ اور دقت نظر پر دال ہیں۔ اس رسالہ میں شاہ صاحب نے تصوف کے بارے میں کوئی نئی بات کہنے کے مقابلے میں اپنے خیالات کو مدلل' مختصر' مربوط اور سلیقے سے ادا کرنے اور دل نشین کرانے پر توجہ دی ہے۔

اس رسالے کے عنوانات علی الترتیب اس طرح ہیں۔

۱۔ باب اول یعنی نطق اولیٰ در بیان توبہ' ۲۔ نطق دوم در بیان خوف' اسی طرح نطق اور باب کی تکرار کے ساتھ ۳۔ رجا، ۴۔ دنیا' ۵۔ فقر و نامرادی' ۶۔ در طلب طالب و شوق غالب' ۷۔ در بیان گرسنگی' ۸۔ بیداری شب ۹۔ بیان خاموشی و فوائد' ۱۰۔ بیان خلوت' ۱۱۔ در بیان نوم' ۱۲۔ ضرورت مرشد' ۱۳۔ در بیان پیر بمنزلہ طبیب' ۱۴۔ بیان عشق' ۱۵۔ در بیان سماع' ۱۶۔ در بیان مشاہدہ' ۱۷۔ در بیان رویت' ۱۸۔ در بیان نور' ۱۹۔ در بیان نفس' ۲۰۔ در بیان روح' ۲۱۔ در بیان معرفت' ۲۲۔ در بیان توحید۔

تعلیمات تصوف سے متعلق یہ جامع متن ہے جس میں طریقت شریعت کے زیر اثر ہے۔

(۴) الشواهد المودودیه

کتب خانہ رضائیہ کے عربی مخطوطات میں تصوف سے متعلق ایک نادر مخطوطہ مصنف اہم مخطوطہ "الشواہد المودودیہ" بھی ہے۔ اس کے مصنف علی اکبر الحسینی المودودی[1] ہیں۔ جن کا ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۷ء میں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔

یہ کتاب قدیم کرم خوردہ خط نستعلیق میں ۱۲ سے ۱۵ سطری مسطر پر ۴۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ نمبر اندراج ۲۰۸۰ اور نمبر فن کتاب ۲۱۷۳ ہے۔

کتاب ہندوستانی اور کہیں کہیں فارسی میں ہے۔ اول سے تا ختم سیاہ و سرخ روشنائی سے لکھی گئی ہے۔ مصنف مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ صاحب کی اصلاح تصوف کی تحریک سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں توحید اقسام توحید کے اثرات

---

[1] علی اکبر مودودی المتخلص بہ دیگی کی شرح فصوص الحکم اور شرح مکاشفات کا مخطوطہ خدا بخش لائبریری میں ہے جس کا سال تصنیف ۱۱۹۸ھ ہے۔

نظریاتی اور عملی طور پر انسانی افعال و اقوال (جس کو مصنف نے توحید حالی اور توحید قالی سے تعبیر کیا ہے) پر بحث کی ہے۔ اس کتاب میں موجودہ صاحب وجد، حال، کشف، ذوق، سماع وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ ساتھ ساتھ منہیات تصوف اور صوفیاء میں پھیلی ہوئی عملی و نظری خامیوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ الابواب میں شیخ اکبر ابن عربی کے اقوال اور فصوص الحکم، فتوحات مکیہ کے حوالے اور شیخ محب اللہ الہ آبادی کا بھی تذکرہ آیا ہے۔

کئی جگہ مصنف نے اپنے بزرگوں اور تاریخی شخصیتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ علی اکبر حضرت خواجہ قطب الدین مودودی چشتی متوفی ۵۲۷ھ کی اولاد میں سے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

«انی قد کنت فی مجلس عرس جدنا و امامنا و مولانا قطب الحق والدین المودودی چشتی رضی اللہ عنہ»

ص ۷، اور لکھتے ہیں "روزے با جمع کثیر در مجلس شریف حاضر بودم مد ظلہ العالی۔ نواب اللہ یار خان حافظ الملک الشہید التماس نمود کہ آخوند درویزہ فرشتہ است۔" نواب اللہ یار خاں روہیلکھنڈ کی مشہور شخصیت ہیں جن کا انتقال ۱۷۸۴ء میں ہوا۔

خطبہ: الحمد للہ الطیبۃ علی الاحسان اخلاقاً اور اس کے بعد ہی تفسیر الشیخ الاکبر محی الملۃ والدین قدس سرہٗ۔

ترقیمہ: واللہ الموفق والمعین وایاہ نعبد و بہ نستعین۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں صوفیاء و تصوف روہیلکھنڈ کی تاریخ و خاندان مودودی پر کام کرنے والوں کے لیے یہ تحقیقی طور پر بیحد دلچسپ ہے۔

●●

جناب مسرت حسین آزاد
صولت پبلک لائبریری رام پور

رامپور کے دو اہم مخطوطات

(1) تذکرہ بزرگان رام پور

"تذکرہ بزرگان رامپور" سید شمس الدین رامپوری کا ذیلی سائز کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ایک مختصر سی تصنیف ہے جس میں کل ۴۴ بزرگوں کے حالات ہیں لیکن تقریباً ۲۵ ایسے صوفیاء کرام کے حالات بھی ہیں جو دوسرے شائع شدہ اور غیر شائع شدہ تذکروں میں موجود نہیں ہیں۔ اس کا ایک نسخہ رضا لائبریری میں اور دوسرا صولت پبلک لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔

رامپور کے ابتدائی دور کے دو بزرگوں حافظ شاہ جمال اللہ صاحب (۱۲۰۹ھ) اور ان کے خلیفہ حضرت شاہ درگاہی کے حالات پر "مجمع الکرامات" نام کی ایک کتاب حضرت شاہ درگاہی کے خلیفہ امام الدین خاں نے لکھی ہے جو رضا لائبریری میں پائی جاتی ہے۔ ۷۰-۷۵ سال قبل مولانا حامد حسن قادری سے اس کا ترجمہ کروا کر شائع کر دیا گیا تھا جو کسی بھی وجہ سے عوام میں نہ پھیل سکا لیکن اس ترجمہ پر پیکش اکبرآبادی نے اپنی کتاب "فرزند غوث الاعظم" میں جو رامپور کے ایک بزرگ سید شاہ بغدادی کے حالات میں تصنیف کی گئی ہے، مولانا حامد حسن قادری کے اس ترجمہ پر سخت تنقید کی ہے کہ مولانا نے جگہ جگہ متن کی عبارتوں کو چھوڑ کر کئی اہم واقعات کو [illegible] لکھنے کی سعی کی ہے جو ناگوار حد تک محسوس ہوتی ہے۔ اصل متن ابھی تک غیر شائع شدہ ہے۔

ایک اور اہم کتاب مولانا حفظ اللہ کی "بیت المعرفت" ۱۲۲۳ھ ہے۔ اس کے رضا لائبریری میں تین نسخے ہیں اور ایک نسخہ سید ایجی علی میاں رامپوری کے ذاتی کتب خانہ میں بھی دیکھا گیا۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی مرحوم نے اپنے ایک مضمون شائع شدہ "اسلام اور عصر جدید" میں اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اشاعت کی سفارش کی ہے۔ اسی ذیل کا ایک تذکرہ "تاریخ عجیبہ" کے نام سے رضا لائبریری کے مخطوطات کی فہرست میں موجود ہے جس کے مصنف سید نثار علی رامپوری ہیں۔

مطبوعہ غیر مطبوعہ تذکروں میں صوفیائے رامپور کے حالات پائے جاتے ہیں ان میں امیر مینائی کا "انتخاب یادگار" اور احمد علی خاں شوق رامپوری کا "کاملان رامپور" (۱۳۵۲ھ) ہے۔

لیکن میں نے شروع میں جس تذکرہ کا تعارف کرایا ہے اس میں ۲۵ صوفیائے کرام ایسے نظر آتے ہیں جو کسی بھی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تذکرہ میں شامل نہیں ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہی ہے کہ کاملان رامپور کے مؤلف کے پیش نظر یہ تذکرہ نہیں رہا حالانکہ یہ قبل کا ہے۔

اس تذکرہ کا مؤلف اپنے وقت کا کوئی بڑا عالم یا ادیب نہیں تھا۔ ریاست میں کسی معمولی عہدہ پر ملازم تھا۔ ملازمت جاتی رہی تو اللہ کے توکل پر زندگی بسر کی اور لاولد فوت ہو گیا۔ یہی تنہا کام اس کی یادگار ہے۔

صوفیائے کرام کے تذکروں میں عام طور پر کسی بزرگ شخصیت کا حلیہ مبارک، حال و قال کی [illegible] مجاہدات

وعظ و تبلیغ، عادات و صفات، اور ظاہری علوم جو عام طور پر تصانیف کے ذریعہ نمایاں ہوتے ہیں ایک طے شدہ ضابطوں کے تحت بیان کر دیے جاتے ہیں اور قارئین اپنے اپنے نقطۂ نظر کے تحت کسی ایک نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رامپور میں چند مزارات ایسے بھی ہیں کہ جن کے متعلق دوسرے تذکروں میں ابھی تک ایک حرف بھی نہیں لکھا گیا تھا لیکن اس تذکرہ میں کسی قدر تعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ چپ شاہ میاں اور طرارے شاہ میاں وغیرہ کے مزاروں کو تعمیر ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں اور عوام میں ان حضرات کا تاریخی اعتبار سے کوئی تعارف نہ تھا۔

ایک یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ نوابین رامپور نے صوفیاء کی قدر و منزلت میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کے اذکار و اشغال کو پنپنے اور پھلنے پھولنے کا خوب خوب موقع دیا۔ بہت سی باتیں قابل تحریر ہیں لیکن تصوف کی یہ حقیقت تو بہت ہی واضح ہے کہ روہیلکھنڈ میں اور خصوصاً رامپور میں اس تحریک نے قومی مزاج و کردار کو متمدن بنانے میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

(۴) بیت المعرفت

مولانا حفظ اللہ کی پیدائش بدایوں کی ہے تقریباً دو سو سال قبل رامپور تشریف لا کر مولانا رستم علی صاحب (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) کے شاگرد ہوئے اور بقیہ زندگی رامپور ہی میں گذاری۔ سلسلۂ قادریہ کو فروغ دیا ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں رامپور کے ایک دیہات سقوڑہ میں انتقال فرمایا اور وہیں مزار شریف ہے۔

مصنف نے اپنی اس تصنیف (۱۲۳۰ھ) میں اپنا پورا نام حفظ اللہ عباسی الہاشمی القادری لکھا ہے۔ ان کے لڑکے سید منیر علی بھی اپنے وقت کے بڑے عالم اور بزرگ گذرے ہیں۔

بیت المعرفت کے تین نسخے رامپور میں موجود ہیں ایک سید امجد علی میاں رامپور کے ذاتی کتب خانہ میں اور دو نسخے رضا لائبریری میں ہیں جو بخط کریم بخش اور بخط محمد فیاض خط نستعلیق میں ہیں۔ سید امجد علی میاں کا ذاتی نسخہ ۲۷۶ صفحات پر مشتمل ہے جس کا سائز ۹×۶ انچ ہے اور فی صفحہ ۱۵ سطریں ہیں۔

اس میں حالات آنحضرت ﷺ حالات خلفائے اربعہ حالات ائمہ مذاہب اربعہ اور حالات بزرگان قادریہ تحقیقی انداز میں لکھا ہے۔ اصل مقصد اس تصنیف کا یہ ہے کہ مصنف شاہ باقی صاحب مراد آبادی اور مولانا رستم علی صاحب اور ان کے خاندان کے بزرگوں کے حالات زندگی قلمبند کرنا چاہتا ہے اور اپنے اس مقصد میں بڑی حد تک کامیاب نظر آتا ہے۔ ان شخصیات پر کسی دوسری جگہ اتنے مستند حوالہ کے ساتھ کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی۔ اس تذکرہ کی اشاعت صوفیہ کرام کے تذکروں میں یقیناً ایک اضافہ ہوگا۔

ذخیروں کا مختصر تعارف

جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار کے شرکا سے درخواست
کی گئی تھی کہ کچھ اہم مخطوطات / کسی اہم مخطوطے کا بھرپور تعارف
کرائیں اور ——— اپنی دسترس میں موجود ذخیروں کی فہرست
عنایت کریں۔ یہ حصہ ثانی الذکر شق پر مشتمل ہے۔ یعنی
پورے ذخیرہ میں تصوف پر جو مخطوطات ہیں ان کا تعارف۔

ڈاکٹر کلیم سہسرامی
راجشاہی یونیورسٹی، بنگلہ دیش

بنگلہ دیش کے نوادر

رسالۃ الشہداء (تذکرہ) از پیر محمد شطاری ابن عاقل محمد فرخاری، مرتبہ ۱۰۳۲ھ شاہ اسمٰعیل غازی کے حالات سے متعلق، شاہ اسمٰعیل کے مقبرے، مقام کانٹادوار، ضلع رنگ پور میں دستیاب ہوا۔ آخر میں ایک قطعہ گیارہ اشعار پر مشتمل ہے جسے کسی شاعر خضری نے کہا ہے۔ (فل اسکیپ سائز، صفحات ۱۴، قطعے کے آخری دو شعر یہ ہیں:

شب جمعہ بشارت یافت خضری ز لطف شاہ اسماعیل غازی
ز سد حش یافتہ فقر حقیقت برون شد زرود از کوی مجازی

G.H.DAMANT نے اسی کا تذکرہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل، جلد ۴۳، ۱۸۷۴ء میں کیا ہے اور متن بھی پیش کیا ہے۔ کاتب لا معلوم۔

رباعیات شاہ محمد اجمل: — شاہ محمد اجمل کی رباعیات کا مجموعہ خط نستعلیق، کرم خوردہ، ۲۰ اوراق۔ اس کے موضوعات تصوف، تصور باری تعالیٰ اور اس کے جلوے ہیں۔ شاعر نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور شاہ خوب اللہ سے اپنی عقیدت کا تذکرہ کیا ہے، مثلاً

آں غوث زمانہ قطب اقطاب جہاں یکتا بذات حق عیاں و پنہاں
می گفت سخن میاں توحید وجود ز انساں کہ پیش عقل آمد آساں

کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم۔

۱۔ انتخاب رسالہ اجازت نامہ: — صوفیانہ عبادت و ریاضت کے متعلق ہدایات، مصنف نامعلوم، ۳ اوراق (۱ الف — ۳ ب)

۲۔ انتخاب از رسالہ حضرت شاہ مدار: — بقول کاتب حضرت شاہ بدیع الدین مدار کے رسالے کے اقتباسات ہیں جن کا تعلق معرفت خدا اور ریاضت توحید سے ہے۔ ۱۳ اوراق

۳۔ **انتخاب از رسالہ خواجہ بہاء الدین نقشبند:۔** ——— نقشبندی سلسلۂ تصوف کے بانی کے ملفوظات کے مختصر اقتباسات بزبان شاگرد مصنف موسوم بہ یعقوب ابن عثمان۔ ان اقتباسات کا موضوع ریاضت و عبادت ہے۔ پندرھویں صدی میلادی ۲½ اوراق (۵ ب تا ۷ ب)

۴۔ **انتخاب از رسالۂ توحید:۔** ——— مصنف لا معلوم ۱½ ورق (۸ الف۔ ۹ ب) عبادت و معرفت سے متعلق مختصر نوٹ جن کی بنیاد زیادہ تر ہندوؤں کے عقائد پر ہے اور اعضائے انسانی سے ان کا عارفانہ تعلق بتایا گیا ہے۔

۵۔ **رسالہ اسرار المشائخ:۔** ——— ایک صوفی جہانگیر یوسف کے رسالے کا انتخاب، صوفیانہ عملیات اور سانس کو کنٹرول کرنے کے مختلف طریقوں سے بحث کی گئی ہے، ۹ فصلیں ہیں لیکن پہلی ۴ فصلیں موجودہ رسالے میں نہیں ہیں۔ ۱½ اوراق (۱۲۱ الف۔ ۱۲۲ الف)

۶۔ **رسالہ وجودیہ:۔** ——— مصنف لا معلوم تاریخ ندارد تخلیق وجود سے متعلق مختصر اقتباس ۲½ اوراق (۱۲۳ ب۔ ۱۲۵ ب)

۷۔ **نقش چہار جامی:۔** ——— حضرت جامی کی تحریروں کا اقتباس تصوف سے متعلق مرتب نامعلوم ۱½ اوراق (الف۔ ۱۳ الف)

نوٹ: یہ تمام مذکورہ رسالے ایک ہی ساتھ مجلد ہیں۔ کرم خوردہ و بوسیدہ۔ ان اقتباسات میں سے بعض کے آخر میں ۱۷ سے ۲۷ جمادی الاول ۱۰۸۵ھ/ ۱۶۷۴ء تک کی تاریخیں درج ہیں۔

بیسر نامہ:۔ ——— (حضرت فریدالدین عطار) صوفی شاعر کی ایک مختصر مثنوی تصوف و معرفت سے متعلق تاریخ و کاتب لا معلوم، نستعلیق، کسی قدر کرم خوردہ، آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

من بغیر تو نہ بینم در جہاں　　قادرا پروردگارا جاوداں　　(ضخامت؟)

وفات نامہ:۔ ——— (الف) پہلی اور دوسری دونوں مثنویوں کا موضوع ایک ہی ہے۔ ڈھاکہ کے ایک بزرگ صوفی محمد دائم جو محلہ عظیم پور میں آسودۂ خاک ہیں ان کی وفات سے متعلق ہے۔ موصوف کی تاریخ وفات ۲۹ رجب ۱۲۱۴ھ/ ۱۷۹۹ء بیان کی گئی ہے، موصوف کے داماد اور شاگرد شاہ صوفی روشن علی کے ایما پر لکھی گئی ہے۔ پہلی مثنوی کے مصنف کا نام مع تخلص حافظ ہے اور تاریخ تکمیل ۱۰ رمضان ۱۲۱۵ھ/ ۱۸۰۰ء ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے:

پس از حمد خدای پاک قادر　　کہ از وصفش زبانہا گشت قاصر

(ب) دوسری مثنوی کے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف درج نہیں۔ ۲۹½ اوراق (۶۰ الف۔ ۸۹ الف)

آغاز اس طرح ہوتا ہے :

- آں چہ فرخ بود ایام سعود   دو وده شهر رجب تاریخ بود

١۔ **کبریت احمر** (تذکرہ) ۔ حالات و ملفوظات حضرت خلیق الرحمٰن قادری شطاری معروف بہ شاہ باگھو (متوفی ٢٩ ذی القعدہ ١١٩٥ھ/١٦ اکتوبر ١٧٨١ء) جو ضلع راج شاہی کے ایک دیہات باگھا میں مدفون ہیں۔ اسی کتاب میں حضرت کے خاندانی افراد اقربا اور تلامذہ کا بھی تذکرہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف ان کے ایک مرید شاہ انوری ابن شیخ عبداللہ ابن شیخ غلام علی بنگالی ہیں جو جہانگیر نگر ڈھاکہ کے باشندے تھے۔ ان کا مقبرہ ڈھاکہ کے محلہ ماگھ بازار میں اب بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ تاریخ آغاز ۶۳/۱۱۷۷ء۱۷ تاریخ تکمیل رمضان ١١٨٩/١٧٧٦ء۔ کتاب میں ایک مقدمہ، ٣ منزل اور ایک خاتمہ ہے۔

ابتدا اس طرح ہوتی ہے: "نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ۔ الخ۔ می گوید بندہ نحیف و ضعیف، قلیل البضاعت و حقیر قلیل الاستطاعت، خاک پای درویشاں احقر العباد عاصی بے سروساماں فقیر نوری ابن شیخ عبداللہ ابن شیخ غلام محمد بنگالی ۔۔۔ کہ شب دو عشرہ اواخر ماہ رمضان المبارک در سن یکہزار و یک صد و ہفتاد و ہشت از ہجرت نبوی ۔۔۔ الخ ــــــ"

کاتب و تاریخ کتابت درج نہیں۔ ۷ء اوراق (۵۶ ب - ۲۲۱ الف)

٢۔ **نامعلوم رسالہ** : ـــــ (مصنف غالباً انوری بنگالی ہیں) رسالے کا نام درج نہیں۔ تصوف کے موضوع پر مختصر سا رسالہ ہے۔ اعضاء انسانی کے مختلف حصوں کی خصوصیات اور مدارج۔ تصوف کی مختلف منزلوں سے متعلق۔ صدر الدین احمد نے اس رسالے کے مالک میر عزت علی ساکنہ ڈھاکہ محلہ مہاوت ٹولی کے لیے نقل کیا۔ تاریخ تکمیل ۸ جیسٹھ ١٢٥٥ بنگلہ سنہ، ۸ اوراق (۲۲۱ ب - ۲۲۹ الف)

١۔ **رسالۂ تصوف** : ـــــ مصنف اور رسالے کا نام، کاتب کا نام اور تاریخ تحریر درج نہیں۔ خدا کی وحدانیت اور اس کی صفات اس رسالے کا موضوع ہے۔ ۷½ اوراق (١ ب - ٨ ب)

٢۔ **رسالۂ عبادات** : ـــــ رسالے کے مرتب، مصنف کا نام اور تاریخ تحریر درج نہیں۔ دن اور رات کے مختلف اوقات میں عبادات کا بیان، نامکمل۔ ۹½ اوراق (۹ ب - ١٨ ب)

٣۔ **شرح آیات و رباعیات** : ـــــ عہد شاہ عباس اول کے صوفی شاعر سحابی (متوفی ١٠١٠ھ/) کی رباعیات کی شرح۔ سحابی کا اصل نام کمال الدین تھا بقول صاحب صحف ابراہیم وہ شوشتر میں پیدا ہوا اور

زندگی کے آخری چالیس سال نجف اشرف میں عسرت اور گوشہ نشینی میں گزارے۔ عبدالصمد خاں انصاری کے ایما پر اور اسی کی سرپرستی پر میر عنایت اللہ بلگرامی نے سحابی کی دو سو رباعیات کی شرحیں لکھیں۔ مصنف کے دست و قلم سے اس پر ساتویں ربیع الاول ۱۰۔۱۱/۱۶۹۹ درج ہے۔ لیکن ناقل کا نام نہیں ہے۔ پہلے رباعی درج کی گئی ہے اس کے بعد اس کی تشریح لکھی گئی ہے۔ ابتدا میں منظوم حمد و نعت ہے۔ ۵۵پ اوراق ۱۱ الف ۔ ۵۷ب، خط شکستہ، کافی کرم خوردہ، سرخ و سیاہ جدولیں بنی ہوئی ہیں۔ سرخ روشنائی سے عنوانات بھی قائم کیے گئے ہیں۔

رسالۂ عمل: دراصل ایک بیاض ہے علی دلاور دلاور پوری (باشندہ مقطع میمن سنگھ) کی جس میں مختلف عبادات و اسمائے حسنیٰ کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں (ورق ۸ الف۔ ۱۳ الف) مشہور صوفی میر سید علی ہمدانی کے "رسالہ اوراد فتحیہ" کی شرح کا مختصر اقتباس ہے جس کے مصنف محمد جعفر جعفری ہیں۔

○

اس فہرست کی تیاری میں پروفیسر اے بی ایم حبیب کی فہرست سے بھی مدد لی گئی ہے۔

- ارشاد الطالبین : شیخ جلال الدین بن قاضی محمد فاروق تجی تھانیسری۔
- اولیاء ڈھاکا : حکیم حبیب الرحمٰن۔
- رسالہ خلاصۃ العارفین :
- سبحات :
- شرح الفصوص الحکم : محمد حسین سلہٹی۔
- الطریقۃ المحمدیہ :
- مفتاح الفتوح : شرف الدین ابو محمد ابو عبدالرحمٰن عیسیٰ۔
- مقاصد السالکین : ضیاء اللہ۔
- مکاتیب هدایت : محمد نعیم۔
- ملفوظات حضرت اویس قرنی، رابعہ بصری، جنید بغدادی۔
- ملفوظات رکنی : امام الدین راجگیری۔
- منتخب المعروف : محمد معروف حنفی قادری۔
- مرشد الطلاب (عربی) : زین الدین بن المعبری الفنانی۔

جناب فرخ جلالی
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ایک اور مشرقی کتاب خانہ

میں
تصوف پر چند کمیاب کتابیں (ایک اجمالی جائزہ)

سرسید نے ابتداء میں اپنی تحریک کا مستقل مرکز الہ آباد کو قرار دیا یعنی سائنٹفک سوسائٹی کا مرکز الہ آباد ہوتا تو یوپی اور بہار کے وسط میں ہوتا مگر ۶۵-۱۸۶۴ء میں عنایت اللہ خاں رئیس بھیکم پور نے ایک تجویز پیش کی کہ سائنٹفک سوسائٹی کا مرکز علی گڑھ قرار دیا جائے سرسید نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔

عنایت اللہ خاں کے والد داؤد خاں تھے جو ۱۸۴۹ء میں آگرہ میں صدر الصدور تھے لیکن اپنی وسیع زمینداری اور ریاست کی وجہ سے ملازمت سے الگ ہو گئے سرسید نے علی گڑھ کی تعلیمی تاریخ میں ان کا محبت سے ذکر کیا ہے[2]۔ داؤد خاں کے بڑے بیٹے کا نام غلام احمد خاں تھا جو علمی مزاج رکھتے تھے مگر چنداں مشہور نہیں ہوئے مگر غلام احمد خاں کے بیٹے اور داؤد خاں کے پوتے نواب مزمل اللہ خاں بہت مشہور ہوئے۔

غلام احمد خاں کی نواسی کی شادی نواب حبیب الرحمٰن خاں صدر یار جنگ سے ہوئی۔ نواب صدر یار جنگ کا مشرقی کتاب خانہ بہت مشہور ہے اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے شعبہ مخطوطات کا حصہ ہے۔

نواب مزمل اللہ خاں مرتبہ کے لحاظ سے یوپی میں وزیر اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے فارسی کے شاعر تھے فارسی کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔ شعر طہرانی سے بھی استفادہ رہتا تھا۔

نواب مزمل اللہ خاں کا ایک بہت اچھا کتب خانہ تھا جس میں ان کے دادا کے زمانہ سے کتابیں جمع ہو رہی تھیں ہندوستان کے ارباب علم اور اصحاب ذوق سے ان کے گہرے مراسم تھے مگر انھوں نے اپنے کتاب خانہ کی کوئی تشہیر نہیں کی۔ ۱۹۳۸ء میں ان کا انتقال ہو گیا جوان بیٹوں کا ان کے سامنے انتقال ہو چکا

۱۔ ملاحظہ ہو راقم کا مضمون مشمولہ تہذیب الاخلاق ۱۹۸۳ء جس میں عنایت اللہ خاں کا اہمیت کے ساتھ ذکر ہے۔

۲۔ ملاحظہ ہو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس۔

تھا۔ نو برس کے ایک صاحب زادے نواب رحمت اللہ خاں شیروانی ان کے جانشین ہوئے۔ ایک بڑی ریاست جس میں سو سے زیادہ گاؤں کی زمینداری اور کئی کارخانے بھی تھے۔ سرکاری انتظام میں الجھ کر خرد برد ہو گئے۔

نواب رحمت اللہ خاں جب بڑے ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلے کتاب خانہ کی دوبارہ تنظیم کی۔ قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی فہرست سازی کی گئی سیکڑوں قلمی کتابوں کا اضافہ کیا۔ نواب رحمت اللہ خاں شیروانی نے کتابوں کے ذخیرہ کو بڑھانا شروع کیا نواب رحمت اللہ خاں شیروانی فارسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے ہیں اور ان کی عربی بھی اچھی ہے ان کی فارسی شاعری کا ذوق بہت اعلیٰ ہے مگر کتاب خانہ میں مختلف علوم کا ذخیرہ ہے۔ قلمی کتابیں شاید بارہ سو سے زائد ہیں۔ ان میں تصوف پر سو سے زائد کتابیں ہیں تصوف پر کافی کتابیں طبع ہو چکی ہیں فی الحال مندرجہ ذیل کتب کی فہرست پیش خدمت ہے۔

ترجمہ عوارف المعارف۔ داؤد خطیب اوراق ۵۰۴ سطور ۱۷ نستعلیق مکتوبہ ۱۲۴۳ھ

اس میں سندھ کے آزاد بادشاہ تاج الدین ایاز کا ذکر ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں ہے ڈاکٹر نذیر احمد نے انڈو ایرانیکا میں مضمون لکھا ہے یہ تیسرا نسخہ ہے عجیب ترشش کا دوسرا ترجمہ ہے اس کا نسخہ ذخیرہ سبحان اللہ میں ہے۔

چشتیہ نظامیہ۔ عمر الدین طالب سطور ۱۱ کاتب خواجہ سلامت اللہ احراری مکتوبہ ۱۳۰۳ ہجری نستعلیق سید محمد یحییٰ چشتی گنگوہی کے لیے لکھا گیا۔

حسنات العارفین۔ دارا شکوہ اوراق ۹۹ سطور ۱۱ کاتب سید اکبر شاہ جیو مکتوبہ ۱۲۶۱ھ

حق نما۔ دارا شکوہ اوراق ۴۹ سطور ۱۳ مکتوبہ ۱۲۰۶ھ

خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم (ملفوظات مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت) علاء الدین علی بن سعد بن اشرف حسینی اوراق ۲۳۳ سطور ۱۳ کاتب بدر الدین محمد مکتوبہ ۱۰۰۷ھ دولت آباد۔ اس کا اردو ترجمہ ملفوظ المخدوم کے نام سے ۱۸۹۱ء میں مطبع انصاری میں چھپا۔

۲۹۴۔ خلاصۃ الاسرار در کشف مشرب شطاریہ صوفی بن جوہر۔ اوراق ۶۲۔ مکتوبہ ۱۰۲۹ھ

راحت روح۔ حیدر علی کاتب حیدر علی۔

تعلیم وہبیہ بجواب رسالہ از محمد موسیٰ مانک پوری (بجواب وہبیہ)

حیات الابرار۔ محمد احسن مرادآبادی اوراق جلد ۱، ۴۰۱، جلد ۲، ۱۸۸، جلد ۳، ۴۷۸ قریب چار ہزار افراد کی تاریخ وفات اور حیات مدفن۔

رسالہ فی التصوف سید محمد گیسو دراز بندہ نواز اوراق ۸، سطور ۱۳، کاتب: بدر الدین بن احمد قریشی مکتوبہ ۱۰۶۸ھ
مقام بکرمیوریلی، بیدر۔

رسالہ تصوف اوراق ۶۸

رسالہ دربیان ترتیب اشغال رگ معین الدین چشتی، اوراق ۵

۴۴۴ رسالہ ذکر۔ تاج العارفین تاج الدین

۱۰۹۹ رسالہ عیفیہ درجواب رسالہ ولیہ۔ حافظ محمد موسیٰ مانکپوری اوراق ۸ سطور ۱۳

۱۰۹۷ زرادی۔ فخر الدین زرادی تعداد سطور ۱۳ خط نسخ

۴۹۸ رسالہ در معرفت ذات۔ بوعلی قلندر

رسالہ ذکر الٰہی

۱۰۶ رسالہ بندگی۔ خواجہ معین الدین حسن سجزی سطور ۱۳ کاتب محمد ذکر اللہ قادری مکتوبہ ۱۲۶۵ھ

۱۰۲۷ رسالہ در احوال شیخ عبدالقدوس گنگوہی، عبدالستار انصاری سطور ۱۲

۵۷۰ سطعات = شاہ ولی اللہ سطور ۲۱

۲۷۷ سراج المنیر۔ محمد شریف ابن شمس الدین محمد سال تصنیف ۱۰۲۰ھ کتابت ۳ جلوس عالم شاہی سطور ۱۳
کاتب ظالم سنگھ۔

۶۳۲ شرح لمعات۔ شیخ نظام الدین بلخی اوراق ۸۷، سطور ۱۵ مکتوبہ ۱۲۷۰ھ

۲۵۱ شرح نزہت الارواح۔ عبدالواحد شاہدی بلگرامی اوراق ۸۸، سطور ۱۹ مکتوبہ عبدالمجید

۱۰۲۶ انوار العیون۔ عبدالقدوس گنگوہی۔

۹۱ فتح العزیز۔ عبدالعزیز اوراق ۴۸ سطور ۱۶

۱۰۲۴ قواعد طریقت۔ عبدالحق محدث، اوراق ۱۵ سطور ۱۵ کاتب بدیع الدین

۴۹۴ کرامت وجودیہ۔ فرید الدین گنج شکر اوراق ۸ سطور ۱۳ قلب کاہ نگین خاکہ

۱۰۲۸ لطائف قدوسی۔ شیخ رکن الدین سطور ۱۳ مکتوبہ ۱۲۴۳ھ (مطبوعہ)

۸۲۹ مطلوب المومنین۔ مرزا علی نظام سطور ۱۲ برائے مبتدیان

۸۵۶ مظہر العجائب۔ میر سید علی قادری

۶۸۶ معرفت القلوب (رسالہ عشقیہ) حمید الدین ناگوری۔

۴۹۱ مکتوب بنام خواجہ معین۔ قطب الدین بختیار کاکی۔

۴۹/۷ مرغوب القلوب (نظم) مرغوب القلوب نام کا ایک مخطوطہ نثر فارسی میں

۵۷۲ مطلوب السالکین۔ ملا محمد مہر جان تصنیف کا سنہ ۱۰۶۰ھ

۱۰۰۵ منافع القلوب یا رسالہ فارغ شاہ

۱۰۱۶ نصائح صاحب البرکات۔ برکت اللہ عشقی

۴۹۲ نور العاشقین۔ برہان الدین (غریب)

۶۴۳ رسالہ دوایر بشاید غزالی

۶۵۱ وسیلۃ الطالبین

۶۹۷ اسکند یازدہم شری بھاگوت۔ (تصوف) سری کرشن

۱۰۳۰ اطوار در حل اسرار۔ ترجمہ جوگ بششٹ سار

۱۰۷۵ صوفی جوہر بن جھنجھانوی

۶۹۵ کشف الانوار (تصوف) سوال وجواب شیو اور پاروتی۔ دوسرا نسخہ سبحان اللہ

۶۹۳ نسخہ سوالات جوابات بابا لعل و دارا شکوہ

دوسرا نسخہ ذخیرہ اٹاوہ مولانا آزاد لائبریری

۶۹۴ محیط معرفت۔ بینی رائے سی داس

ڈاکٹر رحمت علی خاں
انچارج مخطوطات
سالار جنگ میوزیم حیدرآباد

سالار جنگ میوزیم میں تصوف کے چند اہم مخطوطات

عربی مخطوطے

۱- رسالۂ تصوف از نجم الدین کبریٰ (متوفی ۱۲۲۱ء/۶۱۸ھ) اس رسالے میں مشہور و مقبول حدیث "موتوا قبل ان تموتوا" پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے (کیٹلاگ نمبر ۸۱۴)

۲- مقالات جنید بغدادی (متوفی ۹۱۱ء/۲۹۸ھ) اس پر ایک بار پھر اسلیے غور کرنا چاہیے کہ موضوع اولین صوفیا میں سے ہیں اور اُس زمانے سے اس زمانے کے تصوف میں کافی فرق آیا ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۵۸۶)

۳- التعرف فی مذہب التصوف: از محمود بن اسحاق الحنفی (متوفی ۹۹۰ء/۳۸۰ھ) کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے اس کی کتابت بھی سترھویں صدی عیسوی کی ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۵۸۸)

۴- تبیان الطریق فی اہل الحلم: از علی بن سلطان محمد یہ ایک تنقیدی جائزہ ہے احیاء العلوم غزالی کی مختصر پر۔ پندرھویں صدی عیسوی کی تالیف معلوم ہوتی ہے۔ کتابت سترھویں صدی عیسوی کی ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۰۹)

۵- معارف فی شرح العوارف: از عبدالقدوس خراسانی (متوفی ۱۵۳۸ء/۹۴۵ھ): ایک تفصیلی شرح ہے، عوارف المعارف (شہاب الدین سہروردیؒ) کی۔ اہم اسلیے ہے کہ سکندر شاہ لودھی کے زمانے میں ہندوستان میں تصنیف ہوئی ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۱۵)

۶- الافاضات الاحمدیہ فی شرح الحقیقۃ المحمدیہ: یہ دراصل تقریر ہے شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کی تصنیف "الحقیقت المحمدیہ" پر از محمد ہاشم سندھی سولہویں صدی عیسوی کی ہندوستانی تحقیق ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۳۵)

۷- شرح العقائد الصوفیہ: از شیخ عزیز اکبرآبادی (متوفی مابعد ۱۶۸۹ء/۱۱۰۱ھ) یہ ایک کتاب عقائد الصوفیہ پر ایک اضافہ ہے۔ دیگر کتب تصوف سے مقابلے و تصحیح کے لیے بڑی عمدہ تالیف ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۳۸)

۸- کشف الغین عن کلام اہل العین یا درالثمین: ابو محمد حافظ محمد یوسف سورتی کی تالیف ہے جس میں بڑی عرق ریزی سے مشہور و مستند ۱۲۳ کتب صوفیہ سے اہم اقتباسات جمع کیے گئے ہیں۔ یہ

۷۵۸/۱۱۷۱ھ سے قبل کی تالیف ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۴۳)

۹۔ الجوابات المرتبہ: اس رسالے میں محمد بن صدیق سائی نے عفیف الدین عبد اللہ المزی کے چند صوفیانہ سوالات کے مدلل جوابات تحریر کیے ہیں۔ سترھویں صدی عیسوی کا مخطوطہ معلوم ہوتا ہے (کیٹلاگ نمبر ۱۶۴۳)

۱۰۔ الرسالۃ المغنیہ فی الاسرار الخفیہ: از احمد بن محمد قاسم (متوفی ۷۰/۱۱۹۵ھ) ایک مختصر سود ورق رسالہ ہے جس میں تصوف کے رموز بتلائے گئے ہیں (کیٹلاگ نمبر ۱۶۴۸/۳)

فارسی مخطوطات

۱۔ مقامات و مقالات خواجہ عبد اللہ انصاری (متوفی ۱۰۸۸/۴۸۱ھ) یہ مناجات اور نصائح سے الگ ایک مخطوطہ ہے جس میں حکایات کے ذریعہ صوفیہ کے مختلف احوال و اقوال کی تشریح کی گئی ہے۔ اس میں تصوف اور اس کے صفات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ تصحیح و مقابلے کے لیے بہترین چیز ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۲۰-۳۲۴)

۲۔ درر نظامی۔ ملفوظات کا اچھا مستند نسخہ ہے دہلی میں اس پر کام ہو رہا ہے۔

۳۔ جامع محمدی جہانیاں جہاں گشت چونکہ صدیوں کے فاصلے سے یہ دستیاب ہوئے لہذا مستند نہیں ہو سکتا۔

۴۔ تحفۂ شاہی۔ از تقی (اندازاً ۷۷۰-۷۷۶/۱۳۶۸-۷۲ء) تصوف کے مختلف احوال پر نایاب نسخہ ہے جس میں وجد کشف اور حال وغیرہ پر بحث ہے۔ کتابت ۹۳۰ھ/۱۵۲۴ء کی ہے شاہان ایران کا مخطوطہ ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۲۹)

۵۔ بدیع الانشاء۔ از سید علی خطاط (متوفی تقریباً ۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء) یہ اکبر اعظم کے ایک امیر شاہ ابو المعالی کے زمانے کا ترتیب شدہ نسخہ ہے جس میں صوفیا کے ان شطحیات و اقوال کو جمع کیا گیا ہے جو بظاہر تو شریعت کے خلاف ہیں لیکن باطن میں ان کے معانی کچھ اور ہوتے ہیں۔ قدیم مخطوطہ ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۳۱)

۶۔ رسائل محمد بن محمود دہدار فانی شیرازی (متوفی ۱۰۱۶ھ/۱۶۰۸ء) بھی اہم ہیں کہ ان میں عقائد صوفیہ سے بحث کی گئی ہے۔

۷۔ مکتوبات شیخ احمد فاروقی نقشبندی کا مزید یہ بھی کام ہو سکتا ہے کہ کئی غیر مطبوعہ مکتوبات جو یہاں ہیں مخطوطہ ہیں۔

۸۔ تسلیۃ المصاب از عبد الحق محدث دہلوی: اس میں تصوف کے اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں (کیٹلاگ نمبر ۳۳۲)

۹۔ معرفت السلوک از شیخ محمود چشتی۔ (تصوف ۱۸۵ کیٹلاگ نمبر ۳۳۳)

۱۰۔ مجمع البحرین از محمد دارا شکوہ (متوفی ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۸ء) (تصوف ۱۵۳ کیٹلاگ نمبر ۳۳۳)

۱۱۔ خیر البیان از میاں روشنی بایزید (متوفی بعد از ۹۸۶ھ/۱۵۷۹ء) اس لیے اہم ہے کہ اصل کتاب عربی میں ہے

اور اس کا ترجمہ فارسی، پشتو اور ہندی میں دیا گیا ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۳۴۶)

۱۲۔ **مراد المریدین و مرام المرادین:** از مراد (متوفی بعد از ۱۶۷۵ / ۱۰۸۶ء) اس لیے اہم ہے کہ اس میں بیعت، اس کے آداب، شجرہ القاب وغیرہ اور حقیقی خلافت پر بحث کی گئی ہے۔ سو سال بعد کا نسخہ ہمارے یہاں ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۳۵)

۱۳۔ **کلمات عالیات حقہ** از ارادت خاں واضح (متوفی ۱۷۱۶ / ۱۱۲۸ھ) تصوف کے ان مخطوطات میں سے ہے جنھیں درس تصوف کے نصاب میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس میں علم و عمل کا ایک وسیع دائرہ دیا گیا ہے۔ ہمارے پاس خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا نسخہ موجود ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۳۶۰)

۱۴۔ **مجالس کلیمی** از محمد کامگار: ملفوظات کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

۱۵۔ **ملفوظات شاہ نظام الدین اورنگ آبادی** از محمد کامگار: یہ بھی اس سلسلے کی ایک چیز ہے۔

۱۶۔ **رسالہ علیک بو قلمون** از ابوالحسن (متوفی بعد از ۱۷۳۵ / ۱۱۴۷ھ): اس میں تصوف کا حدیث کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۷۔ **معدن الاسرار** از اعظم الحسینی (متوفی بعد از ۱۷۷۷ / ۱۱۹۱ھ): اس میں تصوف کے اشغال، خطرات نفس، وہم، پاس انفاس، بیعت، سلوک اور سماع کے جواز و عدم جواز پر سیر حاصل بحث ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۳۷۵)

۱۸۔ **ہفت جناں** از یوسف محمد شاہی۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اس نسخے میں خواب، حقیقت انسانی، نفس و حس اور قوائے ظاہر و باطن پر بحث کی گئی ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۳۹۴)

۱۹۔ **اساس المعرفۃ** از کمال الدین صدیقی: اس میں تصوف اور صوفیا کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اصل اور نقل کے فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جبر و اختیار، حقائق اور دقائق کے عنوان سے ہمہ اوست و وحدت الوجود کو ثابت کیا گیا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کا نسخہ ہے (کیٹلاگ نمبر ۳۳۰۱)

۲۰۔ **مجموعہ:** اس میں تصوف کے تین اہم و نادر مخطوطات جمع ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

الف۔ طوالع الشموس از شمس الدین: یہ تصوف کے ان مخطوطات میں سے ہے جو ہندوستان میں مسلمانوں کے ابتدائی دور میں لکھے گئے۔ اس میں اسمائے الحسنیٰ کی تفصیل، شرح و خواص ہیں۔ ب۔ سلوک المصلاح از نصیر الحسنی: اس میں حقیقت روح کا بیان ہے۔ ج۔ المقصد الاقصیٰ از عزیز نسفی۔ اس میں تصوف کے اصول بتائے گئے ہیں۔ کتابت ۱۴۷۵ / ۸۸۰ھ کی ہے اور خط بہار میں تحریر ہے جو خالص ہندوستانی رسم الخط ہے۔ (کیٹلاگ نمبر ۳۳۱۴)

جناب اعجاز ترمذی
شیعہ ڈگری کالج۔ وکٹوریہ اسٹریٹ۔ لکھنؤ ۳

کتاب خانہ ناصریہ لکھنؤ کے بعض عربی مخطوطات

۱۔ ذوارف شرح عوارف (۲۱) ناقص الاول تعداد اوراق ۲۴۲۔ لیکن ناقص الاول ہونے کے سبب ورق ۸۸ سے ابتدا ہوئی ہے عوارف المعارف کی یہ شرح ہے۔ شارح کا نام شیخ علی پرویز گجراتی ہے اصطلاحات تصوف ان کے درجات اور اقسام کا تفصیلی ذکر ہے مثلاً ایک جگہ اقسام بکا کو لکھا ہے جن کو اس صورت سے تقسیم کیا ہے۔
۱۔ بکاء الفرح ۲۔ بکاء الخوف ۳۔ بکاء الوجدان۔ اس قلمی نسخے میں مختلف حدیثیں جو ابی وغیرہ سے مروی ہیں، بھی درج ہیں اور موضوعات سے متعلق آیات قرآنی بھی ہیں نفس روح وغیرہ کے متعلق تفصیلی بحث ہے۔ تجلی، زہد، توکل استغنا، فنا، یقین اور اخلاق صوفیہ کے بارے میں بھی بہت تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

۲۔ رسالہ ارواح (۲۳) یہ عربی مخطوط ۱۹ اوراق پر مشتمل ہے۔ مصنف شیخ روزبہان اور کاتب کا نام نور محمد صدیقی ہے۔ روح کے سلسلہ میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے اس سے متعلق آیات، احادیث، ارشادات اور اقوال ہیں ایک جگہ حضرت عباس سے روایت ہے کہ روح جب جسم سے نکل جاتی ہے تو جسد مر جاتا ہے۔
ابوبکر ابن سعد کہتا ہے کہ روحوں کو نور سے خلق کیا گیا ہے روح ایک سر مخفی ہے جس سے خدا کے علاوہ کوئی واقف نہیں۔ ابن ریوندی کہتا ہے روح جسم لطیف ہے۔ مذکورہ نسخے میں عقل پر بھی بحث ہے۔ اطبا کہتے ہیں کہ مقام عقل دماغ ہے لیکن اہل معرفت قلب کو مقام عقل قرار دیتے ہیں۔

۳ رسالۂ برزخیہ (۵۔۲۔الف) یہ مجلد عربی نسخہ ہے سائز ۲۳½×۱۳ سینٹی میٹر حوض ۲۱×۸ سطر ۲۵۔ خط شکست میں۔ مراۃ العارفین فی ملتمس زین العابدین کے ساتھ منسلک ہے مصنف کا نام الشیخ فخر الدین بن محمد العزیز ہے سنہ تصنیف گیارہویں صدی ہجری۔ آخری صفحہ پر مصنف کا نام اور سنہ تصنیف درج ہے۔
جیسا کہ رسالہ کے نام ہی سے ظاہر ہے یہ برزخ کے موضوع پر ہے، اس رسالہ میں برزخ کی تعریف اس طرح ہے کہ وہ ایک مستقل عالم ہے جو عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان ہے اور وہ قرارگاہ ارواح ہے۔ اس ضمن میں دنیا، برزخ، آخرت، پھر ملک، ملکوت، جبروت اور جسم، نفس، روح پر روشنی ڈالی ہے۔

۴ رسالۂ توحید وجود (۲۶ب عربی) اوراق آٹھ سطور ۱۷ سائز ۲۳×۱۳ سینٹی میٹر حوض ۱۸×۷ ہے

مصنف وکاتب اور سنہ کتابت نامعلوم ہے۔ مخطوطہ کرم خوردہ ہے لیکن متن محفوظ ہے۔ اس رسالہ میں مختلف پیرایوں سے فلسفیانہ انداز میں وجود خدا کو ثابت کیا گیا ہے اور جگہ جگہ پیغمبر اسلام کے بعض ارشادات جو صفات الٰہی سے متعلق ہیں، بھی موجود ہیں۔ اس کتاب میں عشق حقیقی یعنی عشق الٰہی کے مدارج اور فلسفوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۵ <u>رسالہ در بیان وحدت</u> (۲۰) عربی، سائز ۲۵×۱۶ سینٹی میٹر، حوض ۱۶×۹ سینٹی میٹر، اوراق ۸ اور سطریں ۱۶۔ اس نسخے پر کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ یہ سیاہ روشنائی سے خط نسخ میں لکھا ہوا ہے اور کرم خوردہ ہے یہ رسالہ چار فصلوں پر مشتمل ہے ۱۔ وحدت وکثرت کی ماہیت ۲۔ اقسام وحدت ۳۔ وحدت حق ۴۔ وحدات کونیہ۔ اس رسالہ میں ذات وصفات اللہ کی بحث ہے نیز اس مسئلہ پر بھی مدلل بحث ہے کہ اس کے تمام صفات عین ذات ہیں۔ رسالہ کے آخر میں عربی کی ایک مجہول الاسم کتاب کا ورق شامل ہے۔ وہ ورق مطلا اور خط نسخ میں تحریر ہے۔ سب سے آخر میں دو اوراق ایک فارسی کتاب کے بھی شامل ہیں۔

۶ <u>رسالہ روائح</u> (۳۰) ناقص الآخر عربی مخطوطہ ہے اوراق ۵ سائز ۲۳×۱۴ سینٹی میٹر اور حوض ۱۸×۸ سینٹی میٹر سطریں ۱۹ خط نستعلیق مائل بہ شکستہ میں تحریر ہے۔ مصنف کا نام محمد بن ابی سعید الحسینی ہے صفحات کرم خوردہ ہیں لیکن اصل عبارت محفوظ ہے۔ کاتب اور سنہ کتابت نامعلوم ہے۔ موجودہ رسالہ میں ۱۲ روائح ہیں۔ رائحہ کا عنوان شنگرفی روشنائی سے لکھ کر نصیحت آمیز کلمات تحریر ہیں۔ مثلاً رائحہ: جس نے چشم بصیرت اور اعتبار سے اپنے نفس کی طرف دیکھا اس کے سامنے اسرار ظاہر وباطن نمایاں ہوگئے اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے کسی شے کی معرفت نہ حاصل کی۔ تصوف کے موضوع پر یہ بہت ہی کار آمد اور مفید رسالہ ہے۔

۷ <u>شرح دُرر غزالی</u> (۳۷) ناقص الاول عربی مخطوطہ ہے۔ اوراق ۱۲۱ سطریں ۱۸۔ سائز ۱۹×۱۱ سینٹی میٹر حوض ۱۴×۶ سینٹی میٹر کتابت بخط نستعلیق۔ کوئی ترقیمہ موجود نہیں ہے۔ یہ نسخہ ورق ۹ (ب) سے شروع ہوا ہے اور اول کے گیارہ اوراق خستہ اور کرم خوردہ ہیں آخر میں رسالہ درۃ الفاخرہ کے تین صفحات بھی شامل ہیں۔ اس مخطوطہ میں حقیقت واجب الوجود ممکن الوجود پر بحث کی گئی ہے، مباحث زمان ومکان، علم عین ذات واجب ہے اور اسی قسم کے دوسرے مباحث بھی موجود ہیں۔

۸ <u>شرح کتاب کہف ورقیم</u> (۳۰) یہ مجلد عربی مخطوطہ ۳۰۰ اوراق پر مشتمل ہے سائز ۲۶×۱۷ سینٹی میٹر اور حوض ۱۹×۱۰ سینٹی میٹر ہے سطریں ۲۵۔ اس مخطوطہ کے پہلے اور آخری ورق (الف) پر امجد علی شاہ، واجد علی شاہ شاہان اودھ اور کتب خانہ سلیمان جاہ کی مہریں ثبت ہیں۔ نسخہ خط نسخ میں سیاہ روشنائی سے تحریر ہے۔ بعض

جگہوں پر بیچ بیچ میں شنگرفی روشنائی کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ کتاب بہت خستہ ہے۔ شرح کے علاوہ اس میں اصل نسخہ بہ عجب در ترتیب کے بھی دو نسخے شامل ہیں۔ علامہ محمد قلی کے اس نسخے پر دستخط ثبت ہیں اور غرہ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ تاریخ پڑی ہے۔ اس مخطوطہ میں معرفت الٰہیہ وغیرہ اور معرفت و حقیقت کے بارے میں قرآن و احادیث کے آئینہ میں بحث کی گئی ہے۔

۸ <u>مصباح الانس</u> (۶۷) یہ عربی مخطوطہ سیاہ روشنائی سے بہ خط نسخ و نستعلیق مائل بہ شکست لکھا ہوا ہے۔ ضخامت ۱۵۶ اوراق سائز ۳۰×۲۰ سینٹی میٹر حوض ۲۲×۱۳ سینٹی میٹر سطریں ۲۳۔ مصنف کا نام محمد بن حمزہ ہے۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت معدوم ہے یہ بڑے سائز میں تصوف کی اصطلاحوں پر مبنی ایک بھرپور کتاب ہے البتہ تجلید میں غفلت کی بنا پر بعض اوراق بے ترتیب ہو گئے ہیں اور ورق اول ناقص ہے۔ اس میں مقامات قرار دے کر بحث کی گئی ہے اور فصل کے بجائے اصل لکھ کر نئے موضوعات پر مباحثہ کیا گیا ہے۔ لوح، قلم، عرش، کرسی، عقل وغیرہ کی تخلیق اور اول کون وغیرہ کی بھی بحث ہے۔ پہلے ورق پر علامہ حامد حسین متوفی ۱۳۰۶ھ کی مہر موجود ہے۔

۱۰ <u>نفحات الربانیہ</u> (۷۸) یہ ناقص الطرفین عربی مخطوطہ ہے ضخامت ۳۳ اوراق سائز ۲۲×۱۴ سینٹی میٹر حوض ۱۶×۸ سینٹی میٹر سطریں ۱۹۔ مصنف کا نام محمد بن اسحٰق ہے۔ نسخہ کرم خوردہ اور بہت شکستہ حالت میں ہے۔ ابتدا میں علامہ اعجاز حسین بن علامہ مفتی محمد قلی کی ایک تحریر ہے جس پر تاریخ ۳ شعبان المعظم ۱۲۶۸ھ لفظوں میں تحریر ہے۔ جبکہ علامہ اعجاز حسین کا دور ۱۲۸۵ھ تک ہے جیسا کہ ان کی مہر "الملک للہ" پر تحریر ہے اس لیے غالباً تحریر میں "ثمانین" یعنی دوسو کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ مخطوطے کے موجودہ ورق اول (الف) پر علامہ حامد حسین کی مہر بھی ثبت ہے۔ اس مخطوطہ میں صفت محبت حمیدہ امور میں اجماعاً اور فرادی علم شہود درجات فقر معرفت الحق، اسرار الاولیاء، بعض اقسام الفاتحہ، سر الٰہی کو قوی مکان، کثرت و وحدت، غایت وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ وجوب، امکان اور بہت سے دوسرے مسائل تصوف اور اصطلاحات کی تفصیلی بحث ہے۔

مقالے کے اختتام پر یہ اطلاع دینا بھی ضروری ہے کہ بعض مفید اور کار آمد مخطوطے جو شامل فہرست تھے ان کا تذکرہ اس مقالے میں اس لیے نہ ہو سکا کیونکہ تجلید کے سلسلے میں وہ اپنی جگہ پر موجود نہ تھے۔ آخر میں یہ عرض کر دینا بھی اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ اس مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں برادر معظم محترم ادیب محقق جناب کاظم علی خاں صاحب صدر شعبۂ اردو ڈگری کالج لکھنؤ اور علامہ ادیب الہندی نے بڑی مدد فرمائی اور مجھ کو مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ہر دو حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

◉◉

ڈاکٹر کاظم علی خاں
۱-۲ وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ

کتاب خانہ ناصریہ لکھنؤ کے بعض فارسی مخطوطات

اس مقالے کی تیاری کے لیے جب میں نے جنوری و فروری ۱۹۸۶ء میں کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ کا جائزہ لیا تو اس زمانے میں بعض مخطوطات جلد بندی کے سلسلے میں متعلقہ ادارے سے رجوع ہو گئے تھے لہٰذا اس مقالے میں صرف ان مخطوطات کا تعارف کرایا گیا ہے جو جائزہ کے وقت کتب خانے میں دستیاب تھے۔ اس مقالے کے علاوہ میں نے تین اہم مخطوطات پر علاحدہ علاحدہ تین مختصر مقالے بھی لکھے ہیں۔ کاظم علی خاں

۱-۲-۳۔ **انوار الحکمۃ و دیگر رسائل (۲)**[۱]: تصوف کے تین مختلف رسائل پر مشتمل یہ قدرے کرم خوردہ مجلد مخطوط فارسی زبان میں ہے اس کی مجموعی ضخامت ۴۲ اوراق ہے اس میں رکابوں کا قدیم طریقہ ملتا ہے اوراق کے نمبر کسی نے بعد کو درج کیے ہیں۔ اس کا خط نستعلیق مائل بہ شکست ہے۔ تحریر اوراق کے دونوں جانب سیاہ روشنائی میں ہے تقطیع ۱۲×۲۰ سینٹی میٹر اور حوض ۸×۱۵ سینٹی میٹر ہے مسطر ۱۵ سطری ہے۔ ترقیمہ ورق ۴۲ سے پتہ چلتا ہے کہ ان تینوں رسائل کی کتابت سنہ ۱۲۰۰ھ میں تمام ہوئی تھی اور کاتب کا نام حافظ محمد حسین تھا۔ یہ جلد بہ تفصیل ذیل تین رسائل پر مشتمل ہے

(۱) انوار الحکمۃ۔ اوراق ۱ تا ۱۰ (ب) کتب خانے کا ریکارڈ اسے امام محمد غزالیؒ کی تصنیف قرار دیتا ہے لیکن مولانا شبلی کی کتاب الغزالی (ص ۳۱ تا ۴۳) میں امام محمد غزالی کی کتابوں کی فہرست میں انوار الحکمۃ کا نام نہیں ملتا یہ امر تحقیق طلب ہے کہ یہ رسالہ امام محمد غزالی کی تصنیف ہے یا کسی اور شخص کے قلم سے ہے۔

(۲) رسالۂ حسن و عشق۔ اوراق ۱۰ (ب) تا ۱۹ (ب)

(۳) رسالۂ تحفۃ الاخوان۔ اوراق ۱۹ (ب) تا ۴۲۔ یہ ایک عربی رسالہ کا فارسی ترجمہ ہے اس میں ایک مقدمہ، دس ابواب اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمے میں چار فصلیں اور خاتمے میں تین فصلیں ہیں۔ ان رسائل میں تصوف کی اصطلاحوں پر مباحث اور اقوال و نصائح ملتے ہیں۔

---

[۱] ہر مخطوطے کے عنوان کے بعد قوسین میں اس کا وہ نمبر درج کیا گیا ہے جس کے تحت کتب خانۂ ناصریہ کے مخطوطات تصوف کی فہرست تیار کی گئی ہے

۴ ـــــ ترجمہ اظہار الخفیہ (۲۵) تصوف کے موضوع پر یہ دراصل ایک عربی رسالے "اظہار مصطفویہ" کا فارسی ترجمہ ہے۔ اس کی تقطیع ۱۴ × ۲۱ سم، عرض ۹ × ۱۸ سم اور ضخامت ۵۰ اوراق ہے۔ ترقیمہ نہ ہونے کے باعث مترجم و کاتب کا نام اور زمانۂ کتابت نامعلوم ہے۔ ابتدا کے اندراجوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ "ناصریہ" میں ۱۶ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ کو آیا تھا۔ مخطوطہ کبھی کتب خانہ سلیمان جاہ کی ملکیت میں بھی رہا تھا۔ جیسا کہ اس کی ابتدا میں ثبت ایک مربع نگین کی مہر سے ظاہر ہوتا ہے۔ مخطوطے کے آخر میں کتب خانۂ امجد علی شاہ کی مہر بھی ثبت ہے۔ امجد علی شاہ ۱۲۵۸ھ سے ۱۲۶۳ھ تک اودھ کے حکمراں رہے تھے۔ چوں کہ رسالہ ترجمہ ہے لہٰذا اس کی زیادہ اہمیت نہیں۔

۵۔ چہل مجلس (۲۷) خط نستعلیق میں سیاہ روشنائی سے مرقوم اس فارسی مخطوطے کی ضخامت ۱۱۴ اوراق تقطیع ۲۲ × ۱۱ سم نیز عرض ۷ × ۵۰ اسم ہے۔ اس میں تصوف کے مختلف مسائل پر چوالیس مجالس ہیں۔ ہر مجلس کا عنوان شنگرفی روشنائی سے درج کیا گیا ہے۔ پہلی مجلس کا زمانہ ۷۲۴ھ ملتا ہے جو اس کے مصنف کے دورِ حیات سے مطابقت رکھتا ہے اس کے مصنف علاؤ الدولہ سمنانی نے تہتر برس کے سن میں ۲۲ رجب ۷۳۶ھ کو وفات پائی تھی (دیکھیے قاموس المشاہیر جلد دوم: نظامی بدایونی۔ بدایوں طبع ۱۹۲۶ء ص ۸۷ تا ۸۸) مخطوطہ کامل ہے مگر اس کا ترقیمہ ورق آخر سے کاٹ دیا گیا ہے، لہٰذا اس کا کاتب اور سنہ کتابت نامعلوم رہتا ہے۔

۶۔ رسالہ در توحید مع شرح (۲۸) سولہ اوراق پر مشتمل یہ مختصر فارسی رسالہ سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا ہے اس کا خط نستعلیق مائل بہ شکست اور تقطیع ۱۴ × ۲۴ سم ہے متن میں رسالہ اور حاشیے میں شرح ہے۔ ترقیمہ موجود نہیں مصنف و کاتب کا نام اور سنہ کتابت نامعلوم ہے۔ تصوف کے اس مختصر رسالے میں توحید پر مباحث ہیں

۷ تا ۸۔ رسالۂ یعقوب بن عثمان غزنوی در سیرت بہاء الدین نقشبندی (۲۹): یہ مختصر فارسی رسالہ صرف تیرہ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی روشنائی سیاہ، خط نستعلیق اور مسطر ۱۹ سطری ہے۔ اس کی تقطیع ۲۱۵ سم اور عرض ۱۰ × ۱۹ سم ہے۔ رسالے کے مصنف کا نام یعقوب بن عثمان غزنوی ہے۔ اس میں بہاء الدین نقشبندی کی سیرت بیان کی گئی ہے۔ بہاء الدین نقشبندی مشہور ولی اور نقشبندیہ سلسلے کے بانی تھے نیز انھوں نے ۷۹۱ھ میں بمقام خرقد (ایران) وفات پائی تھی (قاموس المشاہیر ۱، ص ۱۳۹)

اسی جلد میں مذکورہ رسالے کے بعد ورق ۱۰۹ سے ورق ۱۲۲ تک ایک اور فارسی کتاب بھی منسلک ہے جس میں سید محمد حسن حسینی کے مکاتیب ہیں۔ اس مخطوطے کا خط نستعلیق اور روشنائی سیاہ ہے۔ اس کا مسطر ۱۵ سطری ہے۔ اس میں مکاتیب سے قبل ایک مفصل مقدمہ بھی شامل ہے۔ مکاتیب میں تصوف کے مختلف مباحث ہیں۔ اس

مخطوطے میں جن بزرگ کے مکاتیب ہیں ان کا نام سید محمد حسنی حسینی پڑھا جاتا ہے۔ احتمال ہے کہ یہ سید محمد حسینی شاید وہی بزرگ ہیں جن کا ذکر قاموس الشاہیر جلد اول (ص ۲۰۹) میں آیا ہے اگر میرا یہ قیاس مزید تحقیق سے درست ثابت ہوا تو ان کی تاریخ وفات ۹ شوال ۱۰۸۱ھ ، ولدیت سید نجم الدین اور مدفن ہرات میں ہے۔

اسی جلد میں ورق ۲۲۵ (ب) سے ایک اور عربی رسالہ شروع ہو کر ورق ۲۳۸ پر تمام ہوتا ہے۔ یہ رسالہ تصوف کے موضوع پر نہیں ہے۔

۹۹ ۱۰۔ رسالۂ غایۃ الامکان و شرح کلمات کیمیائے سعادت (۳۱):۔ اس جلد میں دو رسائل ہیں، پہلا فارسی رسالہ ۲۵ اوراق پر مشتمل ہے اول اور آخری ورق کے علاوہ باقی اوراق کے دونوں جانب تحریر ہے۔ اس کا خط نستعلیق اور مسطرہ ۱۵ سطری ہے اس کی تقطیع ۱۸ x ۲۷ س م نیز حوض ۸ x ۱۶ س م ہے مخطوطہ قدیم اور کرم خوردہ ہے۔ اوراق کا سلسلہ کاپیوں کے پرانے طریقے پر ہے۔ سرورق پر شنگرفی روشنائی سے جو فارسی عبارت لکھی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مخطوطہ بابا افضل کاشانی[۱] کی تصنیف ہے۔ اس کی کتابت ۱۶ شوال ۱۰۷۱ھ کو مکمل ہوئی تھی اور یہ کتاب کتب خانہ سلطان شمس الدین محمد شاہ صفوی و بہادر خان میں رہ چکی ہے۔ اس میں تصوف، روح اور مکان کے مباحث ہیں۔ اسی جلد میں ورق ۲۶ ب تا ۳۲ الف دوسرا رسالہ شرح کلمات کیمیائے سعادت بھی شامل ہے جس کا خط گذشتہ رسالے سے ملتا جلتا ہے یہ خواجہ افضل الدین کاشانی کی تالیف ہے اس میں کیمیائے سعادت کے چند کلمات کی شرح کی گئی ہے اس میں چار عنوانات کے تحت خود شناسی، حق شناسی، معرفت دنیا اور آخرت شناسی کا ذکر ہے۔

۱۱۔ رسالہ مبدا و معاد (۳۲) آٹھ اوراق کا یہ مختصر فارسی رسالہ خط نستعلیق میں سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا ہے، پہلا اور آخری ورق سادہ ہے۔ بقیہ اوراق پر دونوں جانب تحریر ہے اس کی تقطیع ۱۵ x ۲۲ س م نیز حوض ۹ x ۱۵ س م ہے مسطر یکساں ہونے کی بجائے کہیں ۱۵ سطری ہے اور کہیں ۱۶ سطری ہے۔ کاغذ بوسیدہ و کرم خوردہ ہے۔ ترقیمہ نہ ہونے سے سنہ کتابت نامعلوم۔ اس کے مولف شیخ نصیر الدین طوسی مشہور شیعہ عالم تھے اور ان کا زمانہ حیات ۱۱ جمادی الاول ۵۹۷ھ سے ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ تک جاری رہا تھا (قاموس الشاہیر جلد دوم ص ۲۶۰) اس رسالے میں مبدا و معاد کے موضوع پر مباحث ہیں۔

---

[۱] بابا افضل کاشانی مشہور شاعر بھی تھا اس نے رباعیات بہت لکھی تھیں اور اس کی دوسری تالیفات بھی تھیں یہ سلطان محمود غزنوی کا مصاحب تھا محمود غزنوی کا دور حکومت ۳۸۸ھ سے ۴۲۱ھ تک جاری رہا تھا بحوالہ قاموس الشاہیر جلد اول ص ۷۱، ۲۱۱ قاموس الشاہیر جلد دوم ص ۳۰۵ لیکن وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ زیر تبصرہ تصنیف اسی شاعر کی ہے یا اس کے کسی ہم نام دوسرے شخص کی ہے۔

۱۲۔ شطحیات روزبہان (۴۳م)۔ اس فارسی مخطوطے کی تقطیع ۱۵×۲۲ س م اور مسطرہ ۱۷ سطری ہے۔ یہ خط نسخ میں سیاہ روشنائی سے تحریر ہوا ہے عنوانات شنگرفی روشنائی میں ہیں۔ مخطوطہ ناقص از اوّل ہے۔ اس کے عربی ترقیمے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتابت ۲۲، ربیع الآخر ۸۳۱ھ کو تمام ہوئی تھی اور اس کے کاتب کا نام محمد بن محمد بن محمود تھا کتاب کے آخری حصے میں یہ اطلاع بھی ملتی ہے کہ یہ تصنیف پنج شنبہ ۳، ربیع الآخر ۵۷۰ھ کو اس کے مصنف نے ۸۰ سال کے سن میں مکمل کی تھی۔ اس میں تصوف کے مختلف موضوعات پر اہل طریقت کے اقوال وغیرہ ہیں۔ شطحیات سے مراد ہیں اہل طریقت کے وہ کلمات جو شریعت کے خلاف ہوں (مہذب اللغات جلد ہفتم ص ۱۵۰)

۱۳۔ غایۃ البیان فی درایۃ المکان والزمان (۵۰م)۔ خط نستعلیق میں سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا یہ فارسی رسالہ ۳۲ اوراق پر مشتمل ہے اس کی تقطیع ۱۴×۲۴ س م نیز مسطرہ ۱۰ سطری ہے ترقیمہ نہ ہونے کے باعث اس کے مصنف و کاتب کا نام اور زمانۂ کتابت نامعلوم ہے اس رسالہ میں ایک ابتدائیہ اور چند فصلیں ہیں اس میں زمان و مکان کے موضوع پر مباحث ہیں۔[1]

۱۴۔ کشف الحقائق (۵۵م)۔ یہ فارسی مخطوطہ ۳۲۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی تقطیع ۱۲×۱۸ س م اور ۷×۱۳ س م ہے۔ اس کا مسطرہ ۱۴ سطری ہے خط نستعلیق مگر مائل بہ شکست ہے روشنائی سیاہ ہے لیکن عنوانات شنگرفی روشنائی میں ہیں۔ حوض کے چوگرد سنہری اور سیاہ جدولیں ہیں اور بعض اوراق خوشنما سنہری کام سے مزیّن ہیں۔ ترقیمے سے پتہ چلتا ہے یہ مطلاً و مذہب مخطوطہ ۲۵ شعبان ۱۰۲۶ھ کو کشمیر میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا۔ اس کے مولف شیخ عزیز تھے۔ اس مخطوطے میں تصوف سے متعلق صوفیوں کی روایتیں وغیرہ جمع کی گئی ہیں۔ مخطوطہ بہ تفصیل ذیل دس رسائل اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے:۔

(۱) پہلے رسالے میں وجودِ خداوندی پر گفتگو ہے (۲) دوسرا رسالہ بیان انسان میں ہے (۳) تیسرا رسالہ سلوک کے باب میں ہے (۴) چوتھے رسالے میں توحید کا بیان ہے۔ (۵) پانچواں رسالہ معاد پر ہے (۶) چھٹے رسالہ میں دنیا و آخرت کا ذکر ہے (۷) ساتواں رسالہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کے بیان میں ہے (۸) آٹھویں رسالے میں

---

[1] علامہ اقبال کے خطبات میں فخرالدین عراقی کے رسالۂ زمانیہ کا ذکر آیا ہے مولانا امتیاز علی عرشی نے ایک مقالے میں اس رسالے کے صحیح نام اور اصل مصنف کے بارے میں تحقیق کی ہے۔ وہ مقالہ اس وقت راقم کے پیشِ نظر نہیں ہے لیکن اس کا امکان ہے کہ یہ وہی رسالہ ہو جس کا ذکر عرشی صاحب نے کیا ہے۔

قرآن مجید پر گفتگو ہے (۹) نواں رسالہ اسلام و ایمان کی حقیقت کے بیان میں ہے (۱۰) دسواں رسالہ صاحب شریعت کے متعلق ہے خاتمہ کتاب میں ختم نبوت و ختم ولایت کا بیان ہے۔

۱۵۔ کنز الہدایات (۷۵) رحبشر کتب خانہ میں اس رسالے کی زبان عربی بتائی گئی ہے مگر یہ رسالہ فارسی میں ہے اس کے مولف محمد باقر بن شرف الدین لاہوری عباسی حسینی تھے ترقیمے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے کاتب کا نام سید عبدالواحد ابن سید محمد جان ابن سید محمد صادق الحسنی الحسینی تھا۔ رسالے کا سنہ کتابت نامعلوم ہے۔ رسالہ خاصہ قدیم اور کرم خوردہ ہے۔ کاغذ بہت خستہ ہے کاغذ کا رنگ گلابی ہے اس کی روشنائی سیاہ ہے۔ عنوانات شنگرفی روشنائی میں ہیں۔ خط نستعلیق مسطر ۱۳ سطری اور ضخامت ۱۹ اوراق ہے اس کی تقطیع ۱۴ × ۲۲ س م نیز حوض ۸ × ۱۸ س م ہے۔ اس رسالے میں مجدد الف ثانی کے مکاتیب کا خلاصہ وغیرہ شامل ہے۔ مجدد الف ثانی یعنی شیخ احمد سرہندی کا زمانہ حیات ۹۷۱ھ سے صفر ۱۰۳۴ھ تک تھا (قاموس المشاہیر جلد اول ص ۶۷)

۱۶۔ مفتاح الجنان (۶۹۷) اس فارسی مخطوطے کی تقطیع ۱۴ × ۲۳ س م حوض ۹ × ۱۶ س م نیز مسطر ۱۵ سطری ہے۔ حوض کے چوگرد شنگرفی روشنائی سے جدولیں کھینچی گئی ہیں۔ اس کا خط نسخ اور روشنائی سیاہ ہے۔ عنوانات کے لیے شنگرفی روشنائی استعمال ہوئی ہے مخطوطہ ناقص الطرفین ہے اور اس میں اوراق ۲۴۳ ہی ہیں۔ تحریر اوراق کے دونوں جانب ہے۔ ترقیمہ نہ ہونے سے اس کے مصنف و کاتب کا نام اور زمانہ کتابت نامعلوم ہے۔ ابتدائی ورق پر بانی کتب خانہ مفتی محمد قلی صاحب (متوفی سنہ ۱۲۶۰ھ) کے قلم کی دستخطی عبارت موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب میں صوفیوں سے منسوب مختلف حکایات و روایات لکھی گئی ہیں جن میں سے بعض شیعی مسلک کے منافی ہیں

۱۷۔ مکاتیب شیخ محمد چشتی (۷۲) - اس کی زبان فارسی ضخامت ۵۲ اوراق، مسطر ۲۱ سطری، خط نستعلیق، روشنائی سیاہ، تقطیع ۱۲ × ۲۱ س م نیز حوض ۷ × ۱۷ س م ہے اس کرم خوردہ مخطوطے میں ربکاروں کا قدیم سلسلہ ملتا ہے اس میں شیخ محمد چشتی کے متعدد مکاتیب ہیں۔ آخری خط کے خاتمے پر غرہ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۶ھ کا اندراج ملتا ہے جس سے مکتوب نگار کے زمانہ حیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ دوسرے خطوط پر تاریخیں درج نہیں۔ پہلے خط کی پیشانی پر شنگرفی روشنائی سے یہ عنوان مرقوم ہے:۔

"مکتوب در بیان سفر باطن و واردات آں"

ان مکاتیب میں مکتوب نگار نے کشف و سلوک معنوی کے سلسلے میں مشائخ کے احوال و اطوار وغیرہ بیان کیے ہیں۔

۱۸۔ **مکاتیب قطب الدین** (۴۳) اس مخطوطے کی زبان فارسی، تقطیع ۱۳×۲۲ س م، روشنائی سیاہ صفحات ۱۸۲ اوراق، مسطر ۱۷ سطری، حوض ۷٫۶×۱۶ س م زیر خط نسخ ہے عنوانات شنگرفی روشنائی میں ہیں۔ نسخے میں رکابیوں کا قدیم طریقہ ملتا ہے۔ مخطوطہ بہت قدیم بوسیدہ درست شدہ ہے۔ ترقیمہ ندارد اور زمانۂ کتابت نامعلوم ہے۔ مخطوطہ قطب الدین کے جن مکاتیب پر مشتمل ہے ان میں تصوف کے مختلف موضوعات پر گفتگو ملتی ہے جن میں جا بجا آیات و احادیث کے حوالے بھی ہیں۔ کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ میں چند عربی و فارسی مخطوطات تصوف کی رو میں بھی ہیں جن کے متعلق اس مختصر مقالے میں کچھ عرض کرنے کی گنجائش نہیں۔ تصوف کے اس پہلو سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کتب خانے سے رابطہ قایم کرسکتے ہیں۔

۱۹ **گنج سعادت**: ۔ کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ کا یہ مُطلّا و مذہّب فارسی مخطوطہ خوش نما سنہری کام سے مزین ہے فہرست کتب خانہ میں اس کا نمبر ۶۰ ہے اس کی تقطیع ۱۷×۲۱ سینٹی میٹر ہے اور حوض کی ناپ ½۱۰×۱۹ سینٹی میٹر ہے حوض کے چاروں طرف سنہری سیاہ اور نیلی جدولیں بتاتی ہیں کہ مخطوطہ خاص اہتمام کے ساتھ تیار کیا گیا تھا مخطوطے کی ضخامت ۱۰۸ اوراق اور مسطر ۱۲ سطری ہے۔ پہلے اور آخری ورق کو چھوڑ کر بقیہ اوراق کے دونوں جانب تحریر ہے۔ اس کا خط نستعلیق اور روشنائی سیاہ ہے عنوانات کیلئے شنگرفی روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ مخطوطہ ابتدا میں مطلّا و مذہّب ہے۔ مخطوطے کے دیباچے ورق ۲ (الف) سے علم ہوتا ہے کہ اس کے مولف معین الدین نقشبندی تھے جو خواجہ خاوند محمود کے فرزند تھے معین الدین نے زیر تبصرہ کتاب گنج سعادت دراصل امام محمد غزالی کی مشہور کتاب کیمیائے سعادت کی تحریک پر لکھی تھی جیسا کہ ورق ۱۰۲ (ب) کے اندراجوں سے ظاہر ہے امام محمد غزالی نے ۴۵۰ھ سے جمادی الآخر ۵۰۵ھ تک اپنے ۵۵ سالہ دور حیات میں مختلف اسلامی علوم و فنون پر جو درجنوں اہم کتابیں لکھی تھیں ان میں کیمیائے سعادت تصوف کا وہ یادگار کارنامہ ہے جس کی تابناکی کو صدیوں کی گرد بھی معدوم کرنے سے قاصر رہی ہے[۱]۔ کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ کے مخطوطات تصوف کی فہرست میں نمبر ۱۳ پر ایک اور رسالہ بھی موجود ہے جس میں کیمیائے سعادت کی شرح ملتی ہے[۲]۔ معین الدین کی گنج سعادت بھی ان کتابوں میں شامل ہے جو امام محمد غزالی کی کتاب

۱؎ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو الغزالی: مولانا شبلی نعمانی۔ انجح المطابع آسی پریس لکھنؤ مطبوعہ ص ۵ ص ۹ ص ۱۲ تا ۳۴ ص ۳۸ تا ۴۱ و نیز ص ۶۶ ۔

۲؎ رسالۂ غایۃ الامکان و شرح کلمات کیمیائے سعادت (قلمی) مخزونۂ کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ۔ اس قلمی نسخے پر راقم الحروف کے اسی مقالے میں گفتگو کی گئی ہے۔

۳؎ بحوالۂ قاموس المشاہیر جلد دوم: مرتبہ نظامی بدایونی۔ نظامی پریس بدایوں طبع ۱۹۲۶ء ص ۲۵ تا ۵۳

کیمیائے سعادت کے زیر اثر لکھی گئی تھیں۔ معین الدین کی کتاب گنج سعادت ۱۰۷۳ھ کی تالیف ہے جیسا کہ اس کے سال تالیف کے مندرجہ ذیل مادۂ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے:

باتعلی گفت بے ریا (۲۱۱) بشمار ہست ایں تحفۂ معین الدین
۱۲۸۴ - ۲۱۱ = ۱۰۷۳

ورق ۳ (الف) کے اس شعر کے مصرعۂ آخر کے اعداد ۱۲۸۴ میں سے لفظ "ریا" کے اعداد یعنی ۲۱۱ کا تخرجہ کرنے پر سال تالیف ۱۰۷۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ ورق ۳ (ب) سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب بہ عہد اورنگ زیب معرض وجود میں آئی تھی۔ مغل حکمراں اورنگ زیب کا عہد حکومت ۱۰۶۸ھ سے ۱۱۱۸ھ تک جاری رہا تھا۔

گنج سعادت کے ترقیمے (ورق ۱۰۸ (الف)) سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتابت چہار شنبہ ۲۵ رمضان ۱۰۸۴ھ کو مکمل ہوئی تھی گویا یہ مخطوطہ کتاب کی تالیف ۱۰۷۳ھ کے گیارہ سال بعد ۱۰۸۴ھ میں تیار ہوا تھا۔ یہ مخطوطہ بہ تفصیل ذیل ایک دیباچے، چہار ارکان، ایک خاتمہ اور ایک ختم خاتمہ پر مشتمل ہے: پہلا رکن اعتقادیات وغیرہ کے باب میں ہے۔ دوسرا رکن فقہ پر مشتمل ہے۔ تیسرے رکن میں فضائل و خصائص اور معراج و معجزاتِ رسول اسلام کا بیان ہے۔ چوتھے رکن میں تصوف و اخلاق صوفیہ کا بیان ہے۔ خاتمہ میں سلاطین کے عدل و احسان وغیرہ کا بیان ہے۔ ختم خاتمہ رحمت و مغفرت وغیرہ سے متعلق احادیث پر مبنی ہے۔

۴۔ جواہر الاسرار: کتب خانۂ ناصریہ لکھنؤ کے مخطوطاتِ تصوف کی فہرست میں نمبر ۱۰ پر جواہر الاسرار کا جو قلمی نسخہ ملتا ہے وہ فارسی زبان میں ہے اور اس کی تقطیع ۱۳×۲۰ سینٹی میٹر ہے۔ اس کی ضخامت ۹۷ اوراق ہے مگر یہ چار ابتدائی اوراق سے محروم ہے۔ تحریر اوراق کے دونوں جانب سیاہ روشنائی میں ہے لیکن عنوانات وغیرہ کے لیے شنگرفی روشنائی استعمال کی گئی ہے اس کا خط نستعلیق ہے۔ تحریر متن کے علاوہ کہیں کہیں حاشیوں پر بھی ملتی ہے۔ مخطوطہ چوں کہ چار ابتدائی اوراق نہ ہونے کے باعث ناقص الاول ہے لہٰذا اس کے مولف کے نام کو اس کے متن میں داخلی شہادتوں کی بنیاد پر تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ مولف کے نام کے مسئلے کو ہم خارجی شواہد کی مدد سے بھی حل کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم کو کسی کتب خانہ میں جواہر الاسرار کا کوئی دوسرا مکمل نسخہ مل سکے۔ مخطوطاتِ تصوف پر اس یادگار سمینار میں ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے دانشوروں کے سامنے اس مسئلے کو پیش کرنا بے محل نہ ہوگا۔

جواہر الاسرار کے ترقیمے سے انکشاف ہوتا ہے کہ اس کی کتابت عبدالوہاب صاحب یوسف الہاشمی نے پانزدہم محرم ۱۰۵۹ھ (مطابق ۱۵ جنوری ۱۶۴۹ء) کو بمقام مانکپور مکمل کی تھی (ورق ۹۷ ب) یہ شاہجہاں کا عہد حکومت تھا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ مانکپور بہار میں واقع ہے اور عہد جہانگیری کی کتاب مخزن افغانیہ (از نعمت اللہ

بھی مدلل پورے میں تحریر کی گئی تھی ۔ (دیکھئے تاریخ شاہجہاں، مصنفہ ڈاکٹر بنی پرساد سکسینہ۔ مترجمہ ڈاکٹر سید اعجاز حسین۔ ترقی اردو بورڈ نئی دہلی طبع ۱۹۷۵ء ص ۱۲) مخطوطے کے ورق ۸۰م کے حاشیے کی تحریر کے خاتمہ پر "ابوالفضل بن مبارک عفی عنہ" کا اندراج ہے جس کے متعلق کسی نے لکھا ہے: "خطِ ابوالفضل بن مبارک" میرے نزدیک اس نظریے کو قبول کرنے میں قباحت یہ ہے کہ اس مخطوطے کی کتابت جب ۱۰۵۹ھ میں مکمل ہوئی تو اس وقت ابوالفضل بن مبارک زندہ ہی نہ تھے ۔ ابوالفضل نے جمعہ ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو بہ عہدِ اکبرِ اعظم وفات پائی تھی (دیکھئے (۱) انگریزی کتاب "اکبر دا گریٹ مغل"، وی۔ اسمتھ طبع ۱۹۶۲ء ص ۳۳۶ ۔ (۲) قاموس المشاہیر جلد اول: نظامی بدایونی ۔ نظامی پریس بدایوں طبع ۱۹۲۴ء ص ۳۵ تا ۳۶) ان حالات میں میرے نزدیک اس عبارت کا ابوالفضل کے خط میں ہونے کے بجائے مخطوطے کا کاتب عبدالوہاب یوسف الہاشمی کے خط میں ہونا زیادہ قرینِ قیاس ہے لیکن وثوق کے ساتھ اس مسئلے کا فیصلہ مزید تحقیق کا طالب ہے ۔ اگر ابوالفضل بن مبارک کی کوئی مصدقہ تحریر دست یاب ہو تو اس سے مذکورہ عبارت کو ملا کر دیکھنا بھی بہتر ہوگا میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ جواہر الاسرار کا یہ مخطوطہ جس نسخے سے نقل ہوا ہو اس کے حاشیے پر ابوالفضل نے اپنی تحریر میں کوئی عبارت درج کی ہو جسے زیرِ تبصرہ مخطوطے کے کاتب نے نقل کر دیا ہو ۔ جواہر الاسرار کے اس قلمی نسخے میں ابوالفضل کا حوالہ جس انداز سے آیا ہے اس کے پیشِ نظر اس امر کی بھی تحقیق ہونا چاہیے کہ ابوالفضل کے قلمی آثار میں کہیں جواہر الاسرار کا حوالہ بھی آیا ہے یا نہیں ۔ اس فارسی مخطوطے میں بعض مقامات پر ہندی دوہرے بھی مرقوم ملتے ہیں (مثلاً ورق ۹ب وغیرہ) فارسی تحریروں میں ہندی دوہروں کا استعمال ایک ایسی روایت ہے جو ابوالفضل کے زیرِ اثر مغل حکمراں اکبر کے دور سے جاری ملتی ہے اور عہدِ اکبری کے مشہور ہندی شاعر عبدالرحیم خانخاناں نے بھی اس روایت کو تقویت دی تھی (اکبر دا گریٹ مغل ص ۳۰۲ تا ۳۰۶)

جواہر الاسرار دس فصلوں پر مشتمل ہے پہلی فصل میں روح، نفس اور باطن کے اسرار و اقسام کا بیان ہے دوسری فصل مشائخ کے منظوم کلام کے رموز و اسرار کے باب میں ہے ۔ باقی فصلوں میں بھی تصوف کے مختلف مباحث ہیں ۔

(۱) **برہان المراقبین** کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ کے مخطوطات تصوف کی فہرست میں نمبر ۴ کے ماتحت فارسی زبان میں برہان المراقبین کا جو قلمی نسخہ دست یاب ہوا ہے اس کے متعلق ضروری امور درج ذیل ہیں:

یہ مخطوطہ نستعلیق خط میں سیاہ روشنائی سے لکھے ہوئے ۱۱۳ اوراق کو محیط ہے ۔ اس کی تقطیع ۱ × ۷ انچ مع جلد

اور تقطیع ۲۰×۱۲ سینٹی میٹر ہے۔ اس کا مسطرہ ۱۵ سطری ہے۔ تحریر اوراق کے دونوں جانب ہے۔

ورق ۱۰۳ نیز ورق ۱۱۲ (ب) سے انکشاف ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کے مولف کا نام علی نقی تھا اور اس نے ۱۵ ذی الحجہ ۱۱۲۹ھ یوم شنبہ (از روئے تقویم مطابق ۲۰ نومبر ۱۷۱۷ء) کو وفات پائی تھی۔

اوراق ۱۱۲ (ب) نیز ۱۱۳ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کے کاتب کا نام قطب الدین محمد الحسینی التبریزی تھا اور اس کی وفات ۱۱۳۲ھ میں ہوئی۔ کاتب کی وفات کا علم اس قطعہ تاریخ سے ہوتا ہے جو اس مخطوطے کے ورق آخر پر کسی دوسرے شخص کے خط میں مرقوم ملتا ہے۔

مذکورہ قرائن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس مخطوطے کی کتابت اس کے مولف کی وفات (۱۱۲۹ھ) کے بعد مگر کاتب کی وفات (۱۱۳۲ھ) سے قبل مکمل ہوئی ہوگی۔ ورق ۱۰۲ (ب) کے بعض مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کا مولف شیعی عقائد کا پیرو تھا۔ تصوف کا موضوع فرقۂ شیعہ کے افراد کی دلچسپی کا مرکز کم ہی رہا ہے۔ ان امور کے پیش نظر زیر تبصرہ مخطوطہ اس لیے اہم ثابت ہوتا ہے کہ اس کی مدد سے ان شیعہ علما و مجتہدین کی نشاندہی ہوتی ہے جو تصوف کے مسلک پر تھے۔ مزید برآں اس میں ائمہ اثنا عشریہ سے صوفیوں کے استفادات کا بیان بھی ملتا ہے۔ مقدمے میں مولف کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ مخطوطہ ایک مقدمہ، پانچ فصلوں اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

مقدمہ: - اس میں تصوف کے معنی کی تحقیق اور منشائے تصوف وغیرہ کا بیان ہے۔

پہلی فصل: - اس میں آواز و غنا کے موضوع پر مباحث ہیں۔

دوسری فصل: - اس میں تصوف کی اصطلاحوں مثلاً جہر و خفا پر گفتگو کی گئی ہے۔

تیسری فصل: - یہ فصل خوف، رغبت و رہبانیت وغیرہ کے باب میں ہے۔

چوتھی فصل: - یہ فصل ائمہ معصومین (اثنا عشریہ) سے صوفیوں کے استفادات کے ذکر پر مشتمل ہے۔

پانچویں فصل: - اس میں سلسلۂ تصوف اور امام علی رضا کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

خاتمہ: - اس میں ان شیعہ علما و مجتہدین کا ذکر ہے جو تصوف کے مسلک پر تھے۔

جناب صلاح الدین محمد ایوب
صدر کتب خانہ اماانتی۔ مدراس

کتب خانہ اماانتی اور اس کے نادر مخطوطات

اس کتب خانہ کی شہرت "احکام اہل الذمہ" ابن قیم الجوزیہ کی اشاعت کے بعد عرب دنیا میں ہوگئی جبکہ پروفیسر صبحی صالح نے دمشق سے بیان گ وہاں کہا کہ دنیا کے واحد ترین نسخہ مدراس سے ایڈٹ کیا ہوں۔ "غریب الحدیث" کو دائرۃ المعارف العثمانیہ نے چار جلدوں میں شایع کی۔ "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف" جمال الدین المزی کی کتاب بارہ جلدوں میں بھیونڈی سے شایع ہوئی ہے اور ہمارا نسخہ بے حد کارآمد ہوا۔ پروفیسر یوسف ذکی بغداد سے آئے موسیقی کے مخطوطات کی تلاش میں اور انھوں نے کہا کہ قاہرہ کا نسخہ ناقص ہے اور ہمارے کتب خانہ کا نسخہ دنیا کا نفیس ترین نسخہ ہے اور مائکرو فلم لے گئے۔

عرب دنیا نے ان کتابوں کی بدولت ہمارے کتب خانہ کو بہت جلد پہچان لیا تو پھر ہمارے وطن والے بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ جیسا کہ یعنی مثل مشہور ہے گھر کی مرغی دال برابر۔ مدراس یونیورسٹی کے شعبہ عربی و فارسی واردو نے بھی دلچسپی لی۔ ریسرچ اسکالرز کو اس خزانے سے جواہر اور موتی چننے کے لیے ادھر آنے لگے۔ پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری کو جو شہرت حاصل ہوئی اسی کتب خانہ کی وجہ سے اور اس خاندان کی تاریخ لکھنے پر جو خانوادۂ قاضی بدر الدولہ کے نام سے مشہور ہے۔ ڈاکٹر وحید اشرف صاحب جو یہاں تشریف فرما ہیں اپنی علمی تشنگی کو دور کرنے کبھی کبھار اس کتب خانہ کو اپنی تشریف آوری سے رونق بخشتے ہیں

کتب خانہ اماانتی خاندان شرف الملک کی تنظیم جدید ہوئی ہے۔ یہ کتب خانہ اور دیگر چھوٹے چھوٹے کتب خانوں کا مجموعہ ہے۔ اسی کے ساتھ کتب خانہ مدرسہ محمدی بھی ہے اور اسی احاطہ میں کتب خانہ رحمانیہ بھی ہے۔

اس کتب خانہ کی تاریخ بیان کی جائے تو کافی طویل ہوگی۔ لیکن اصلاً اس کا سلسلہ نویں صدی ہجری کے آغاز سے ہی ہوجاتا ہے جب کہ ہمارے خاندان کے بزرگ فقیہ مخدوم علی (گجرات)، ملا مخدوم مہائمی (بمبئی)، ملا خلیل اور ملا حبیب اللہ بیجاپوری، قاضی محمود (گووہ)، نظام الدین احمد گیلانی بیجاپوری خاص شہرت کے حامل ہیں۔ عادل شاہی دور اور اورنگ زیب کے دور وغیرہ میں یہ خاندان کافی شہرت کا حامل رہا پھر بیجاپور سے ارکاٹ آیا اور ارکاٹ سے مدراس۔ یہاں نوابان والاجاہ نے اس خاندان کی قدر افزائی کی۔ چنانچہ محمد غوث جنہیں شرف الملک کا خطاب

دیا گیا تھا۔ نواب والاجاہ کے ہاں دیوان تھے۔ ایک بار نواب صاحب نے انگریزوں کے ساتھ کسی معاملہ کو سلجھانے کے سلسلے میں ایک لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا لیکن اس کے بجائے محمد غوث نے نواب صاحب سے کہا کہ وہ انھیں قاموس مجدالدین فیروز آبادی کا نسخہ دے دیں جو سلاطین ترک کے پاس سے ہوتے ہوئے نواب صاحب کے کتب خانہ میں پہنچا تھا۔ نواب صاحب نے بخوشی انھیں عنایت فرما دیا۔ نویں صدی ہجری سے لے کر آج تک خاندان کے افراد تصنیف و تالیف میں معروف ہیں۔ خود اس کی اگر ایک فہرست تیار کی جائے تو کافی ضخیم ہوگی۔ میرے والد محترم جو گورنمنٹ چیف قاضی آف مدراس ہیں انھوں نے اس کو مرتب کیا ہے۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تالیفات کا ذکر بھی آگیا ہے جو انھوں نے اردو، عربی، انگریزی کے علاوہ ترکی، جرمنی اور فرانسیسی زبان میں لکھے ہیں خاندان کے افراد جس کتاب کو اہم تصور کرتے تھے اور اپنے ذاتی مکتبہ میں نہیں پاتے تھے اپنے ہاتھ سے نقل کر کے کتب خانے میں داخل کر لیتے تھے اسی طرح جب حج کے لیے جاتے تھے تو وہاں سے نادر مخطوطات کو خرید کر لاتے تھے کیوں کہ علم ہی ان کی غذا ہوتی تھی یہی وجہ ہے کہ یہاں مخطوطات کا بے بہا ذخیرہ ہے۔ اب آیئے کتب خانہ امانتی شرف الملک مدراس کے نادر مخطوطات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی گفتگو ختم کردوں۔

عوارف المعارف :۔۔ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد ابن عبداللہ السہروردی۔ کتاب اور کتاب کے مولف محتاج تعارف نہیں۔ مولف کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی ہے اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مولف نے صفحہ اول پر اپنے ہاتھ سے لکھا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں اپنے شاگرد تاج المعالی کو درس دیا ہے اور اس کو روایت کرنے کی اجازت دیتے ہیں اس کتاب کے قدیم ترین ہونے کی کاغذ کے ماہرین نے کاغذ کو دیکھتے ہوئے تصدیق کر دی ہے اور خط عربی کے ماہرین نے اس خط کو دیکھ کر ساتویں صدی ہجری کے مخطوط کی تصدیق کر دی ہے اب اس کا دوسرے نسخوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد مولف کے شاگرد کے حالات زندگی پر اگر کچھ روشنی پڑ جائے اور منظر عام پر آجائے تو یقیناً ایک بہتر کام ہوگا۔

الرایات لخلفاء الراشدین والصوفیۃ العظام :۔۔ مختلف فنون کے رسائل کے مجموعہ کی جلد میں اس کو شامل کر دیا گیا ہے اس میں ۲۲ جھنڈوں کی شکل ہے آرٹسٹ کا نام سن ڈر انگ موجود نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے پر محمد رسول اللہ لکھا ہے۔ خلفاء راشدین کے جھنڈے میں عمر ائمہ اطہار اور مشہور صوفیان کرام کے اکثر کے حالات جھنڈوں کے نیچے مختصراً دیے گئے ہیں معہد المخطوطات العربیہ کویت کے مندوب نے اس کتاب کو کافی غور سے دیکھا اور اس کی طباعت کے بارے میں سوچا گیا۔

جناب شعائر اللہ خاں
انگوری باغ ــــ رامپور

رامپور میں

تصوف کے چند اہم مخطوطات

یہ چند مخطوطات جن کا میں تعارف کرا رہا ہوں ان میں سے دو (۱) وہب الزبیر (۲) وہب الجمال حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے سلسلے سے متعلق ہیں۔ اس سلسلہ کے آخری مشہور بزرگ حضرت حافظ شاہ جمال اللہ (م ۱۲۰۹ھ) رام پور میں آ گئے تھے۔

روہیل کھنڈ میں سلسلہ مجددیہ کی نشر و اشاعت حافظ جمال اللہ سے کافی ہوئی۔ حافظ جمال اللہ حضرت شاہ محمد زبیر مجددی (م ۱۱۵۲ھ) کے خلیفہ سید قطب الدین محمد اشرف حمید حسین (م ۱۱۶۸) سے بیعت تھے۔ ان کے دور تک سلسلہ مجددیہ کی فارسی میں یہ آخری کتب ملتی ہیں جو سلیس فارسی میں ہیں اور اس پر ہندوی اثرات غالب ہیں۔ اس کے بعد اردو کا دور آ جاتا ہے اور پھر سلسلۂ مجددیہ کی کوئی کتاب فارسی میں نہیں ملتی ــــ ان کتب میں مجدد صاحب کی تعلیمات اور نظریات سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ وہب الزبیر۔ مصنف قطب الدین محمد اشرف حمید حسین بن سید عنایت اللہ سائز ۲۰×۲۲ صفحات ۵۴ سطور ۱۲۔ خط روشن نستعلیق۔ کاتب رام پور کے مشہور زود نویس میاں جان خاں۔ مصنف نے اپنے پیر و مرشد شاہ محمد زبیر مجددی کے نام پر اس کتاب کو معنون کیا ہے۔ اس کا سال کتابت ۱۲۵۲ھ ہے۔

رامپور میں اس کے دو نامکمل نسخے ملتے ہیں جو کتب خانہ جامع العلوم فرقانیہ میں موجود ہیں۔ لیکن کاتب نے کہیں نہیں لکھا کہ یہ نسخے کیوں پورے نہیں لکھے گئے۔ اس کا ایک نسخہ وہاب محمد زبیر کے نام سے پاکستان میں بھی موجود ہے اور دو نسخے رضا لائبریری رامپور میں پائے جاتے ہیں۔ رضا لائبریری کے نسخۂ اول میں ۴۹ صفحات ہیں سال کتابت نہیں ہے۔ نسخۂ دوم کا سال کتابت ۱۲۷۴ھ ہے اور ۶۵ صفحات ہیں۔ خانقاہ منعمیہ گیا میں بھی ایک مکمل نسخہ موجود ہے

۲۔ وہب الجمال۔ مصنف عبد الحمید قادری سائز ۲۰×۲۲ صفحات ۳۴ کتابت روشن نستعلیق سطور ۱۲۔ سال کتابت ۱۲۵۳ھ کاتب میاں جان خاں۔ اس کتاب کے مصنف عبد الحمید حافظ شاہ جمال اللہ کے مرید ہیں اور انھیں کے نام پر اس کو معنون کیا گیا ہے۔ مصنف کا حال زیادہ نہیں ملتا سوا اس کے کہ ان کی ایک

کتاب "نسخۂ" اوراد قلمی ہے جو ٢٠×٢٣ کے سائز میں ٨١ صفحات پر محیط ہے تعداد سطور ١٨ ہیں۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ محمد علی خاں اثر رامپوری نے کیا ہے لیکن غیر مطبوعہ ہے یہ ترجمہ ١٣×٢٢ کے سائز میں ہے اس کے ٣٢ صفحات ہیں اور سطور کی تعداد ٢٣ ہے کاتب عبدالواسع حنفی ہیں۔

٣۔ اسرار العاشقین۔ اس کے مصنف شاہ محمد سرور صدیقی ہیں جو شیخ عبدالواحد کے برادرزادے ہیں ٢٦ صفحات اور ٢٣ سطور کی کتابت ہے خط نستعلیق اور سائز ١٣×٢١ ہے اس کے کاتب کرامت اللہ لکھنوی ہیں جو محلہ اکبری دروازہ میں رہتے تھے۔ انھوں نے ٢٠ ربیع الاول ١١٦١ھ کو اس کی کتابت کی ہے جو کہ احمد شاہ کے سنہ جلوس کا چھٹا سال ہے۔ یہ نسخہ رام پور کی خانقاہ زیارت تبرکا کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جس کے تنہا وارث محمود شاہ نسیم ہیں۔ فہرست عمومی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آصفیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ پایا جاتا ہے لیکن انھوں نے مصنف کو فیروز صدیقی لکھا ہے جو کہ تحقیق کا متقاضی ہے۔

یہ نسخہ تصوف کے اسرار و رموز کا ایک نادر مرقع ہے جس کے ماخذ معتبر کتب پر مبنی ہیں۔ جو مصنف کے عمیق مطالعہ اور وسیع النظری کا بین ثبوت ہے۔

٤۔ تحفۃ القادریہ۔ حضرت شاہ ابوالمعالی محمد مسلمی کی تالیف ہے جو ١٣×٢١ کے سائز میں ہے۔ ٣٩ صفحات ہیں اور ١٧ سطور۔ خط پاکیزہ نستعلیق ہے۔

کتاب میں حضرات قادریہ کے اوصاف حمیدہ معتبر کتب سے انتخاب کر کے لکھے گئے ہیں اور انھیں مختلف ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے کتاب میں چند مقامات پر منقبتی نظمیں ہیں جو مصنف کی ہیں منظومات سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ شاہ ابوالمعالی شاعر بھی تھے اور مسلمی تخلص کرتے تھے۔

کتاب کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاتب کا نام محمد اسلم ہے جنھوں نے غلام محی الدین خاں جیو کی فرمائش پر ١٦ رمضان ١١٤١ھ کو اس کی کتابت مکمل کی ہے۔

یہ نسخہ بھی خانقاہ خیرا رام پور کے ذخیرۂ محمود شاہ میں پایا جاتا ہے۔ تصوف کی یہ مشہور کتاب ہے اور اس کی کافی نقلیں ہوئی ہیں جس سے کتابت میں بہت سی غلطیاں راہ پا گئی ہیں اس لیے ایڈیٹنگ کے وقت مندرجہ ذیل نسخے نظر میں رکھے جائیں۔ ١۔ نسخۂ پھلواری شریف۔ ٢۔ نسخۂ فرقانیہ رامپور۔ ٣۔ نسخۂ شاہ ابوالخیر دہلی۔ ٤۔ نسخۂ ظل الرحمن علی گڑھ۔

٥۔ درر مجالس۔ مصنف، سیف ظفر بخاری ٢٢٨ صفحات خط شکست۔ کاتب منیر الحسن سہارنپوری ٢٢٣ ابواب میں آخری شیخ ابوسعید ابوالخیر کے تذکرہ کے لیے وقف ہے۔ (یہ معلومات برادرم ضیاء اللہ خاں کی فراہم کردہ ہیں)

جناب شوکت علی خاں
ٹونک راجستھان

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں محفوظ تصوف کے چند اہم مخطوطات

آداب الصوفیہ (عربی) آداب الصوفیہ ایک نایاب اور غیر مطبوعہ مخطوطہ ہے جس کا حوالہ بروکلمین، کشف الظنون اور الاعلام میں بھی دیا گیا ہے لیکن اس کے نسخے ہندوستان میں کہیں نہیں ہیں اور نہ ہی کسی جگہ پتہ چل سکا ہے۔ زرکلی نے وثوق سے بتایا ہے کہ یہ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین بن موسیٰ الازدی السلمی نیشاپوری المتوفی ۴۱۲ھ/۱۰۲۱ء صوفی علماء میں سے ہیں۔ امام ذہبی نے آپ کو شیخ الصوفیہ لکھا ہے۔ ان کی تصانیف ایک سو سے زیادہ ہیں۔ تبیان میں ہے کہ وہ حافظ و زاہد تھے۔ آپ باپ کی طرف سے الازدی اور نانا کی طرف سے السلمی تھے۔ موصوف نے ابتداء میں صوفیائے کرام کے آداب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد صوفیائے عظام کے مجاہدات، واردات، آداب بندگی، ریاضت، فقر و فاقہ، امید و بیم، خوف و رجاء، اخلاق و آداب، واقعات و حکایات، فرقِ کرامات و معجزات، احوال و مقامات، زہد و ورع، مشاہدات، مبتدی و سالک کی صفات، سامعین و واجدین، احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم، قرآنی آیات، اشعار، اقوال، وجد و حال، مستی و سرمستی، سکر و محو اور دیگر مقامات بڑے حسین پیرایہ میں شیریں استعاروں اور رنگین کنایوں کے ساتھ عارفین و سالکین کے لیے فرمائے ہیں۔ چنانچہ قلب عارف کی کیفیت یحییٰ بن معاذ کے فرمان ذیشان کے مطابق اس طرح ہے۔

"قلوب العارفین قنادیل الحکمۃ وحشیتھا التوفیق وزیتھا الیقین وفتیلھا المحبۃ وسراجھا
من نور الملکوت"

شناسا کے قلوب دانائی و حکمت کی قندیلیں ہیں اور ان قندیلوں کی بتی زہد و ورع ہے۔ ان کے تیل اذعان و یقین ہیں اور ان کا روغن الفت و محبت ہے اور ان کی روشنی ملکوت کا نور ہے۔ آداب الصوفیہ اٹھتر ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں کئی فصول ہیں جو مختلف آداب و اسرار پر محتوی ہیں۔

لے الاعلام جلد ششم ص ۹۹ حاجی خلیفہ جلد ششم ص ۱۱۱ میں قدرے اختلاف سے بیان کیا ہے۔

مخطوطے کے آخر میں تحریر ہے کہ اس کتاب میں تین ہزار ایک سو حکایات و اخبار ہیں۔ ایک سو سے قریب اخبار اور باقی سب حکایات ہیں اور اس کتاب میں چند مہریں ہیں۔ چنانچہ اول صفحہ پر دو مہریں ہیں — ایک مہر میں نصر من اللہ و فتح قریب ۱۲۲۳ھ اور دوسری مہر میں محمد سلیم الدین کندہ ہے۔ کتاب کے خاتمہ پر اور کتاب کی فہرست کے آغاز میں محمد سلیم الدین کے نام کی مہریں ثبت ہیں۔

شرح عوارف المعارف (عربی) عوارف المعارف شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبد اللہ الشہروردی متوفی ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء کی مذہب تصوف کی ایک طرح کی دائرۃ المعارف ہے۔ زیر نظر نسخہ اسی عوارف المعارف کی فخیم اور اہم شرح ہے جو سید محمد حسینی گیسو دراز چشتی، خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی مرہون منت ہے جس میں عوارف المعارف کے دفتر کھولے ہیں۔ انقباض کو انشراح، جلال کو جمال، قال کو حال، جذب کو کیف، کیف کو مستی، سکر کو صحو اور صحو کو استغراق کا جامہ پہنا دیا ہے۔ عوارف و معارف کی وہ نکتہ پردازیاں پیدا کر دی ہیں کہ جزئیات و مخفیات بے حجابانہ جلوہ گر ہو کر حیرت سامانیوں میں واضح ہونے لگیں۔ جہاں حیرت سامانیاں، جلوہ نمائیاں اور نیرنگیاں انوار و تجلیات بن بن کر بکھرنے لگیں اور یوں عوارف و معارف کھلنے لگے جیسے کہساروں سے آبشار پھوٹتے ہیں یا نازک شاخوں سے شوخ غنچے چٹک اٹھتے ہیں۔

شیخ شہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک و تصوف کے اسرار و انوار، رموز و نکات، جزئیات و مخفیات کو عوارف و معارف میں سمویا تھا۔ ستاون صفحات تک متن کے موضوعات اور عنوانات لکھے ہوئے ہیں۔ اول صفحہ پر سرخی لکھی ہوئی ہے جو انتہائی غور و خوض کے بعد اس طرح پڑھی جاتی ہے جس سے مخطوطے کا عنوان اور شارح کا پتہ چلتا ہے پھر بھی ایک جگہ ایک دو حرف محو شدہ، اس طرح شنگرفی نوشتہ ہے "من شرح عوارف المعارف المسماۃ ۔۔۔ معارف العوارف" تصنیف حضرت مخدوم سید محمد حسن گیسو دراز، عارف شاہباز، بلند پرواز قدس اللہ سرہٗ معارف العوارف سے پہلے کوئی حرف مقطوع نظر آتا ہے۔ اس لیے اس شرح کا نام "معارف العوارف" ہے۔ اصل کتاب کا نام عوارف المعارف ہے۔ اسی کی صوتی ہم آہنگی اور ترکیب مقلوب کا لحاظ رکھتے ہوئے شارح نے اپنی شرح کا نام معارف العوارف رکھا ہوگا، تو قرین قیاس ہے۔ ۵۷ صفحات تک بالترتیب "فا" لکھ کر مواد و متن کے بارے میں سرخیاں لکھی ہیں۔ ان میں سے ذیل میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ روحانیت: حضرت ابراہیم ادہم تلمیذ الامام الاعظم فی ترک تعلم الفقہ، حضرت احمد بن حنبل معنی صوفی تطلب عند الفقراء۔ العمل بعلم الذی اسنۃ۔ پھر علم الوراثۃ کی بحث ہے۔ طرائق الکتاب الحجاب وغیرہ۔

ان صفحات کے اوپر کہیں کہیں حواشی اور کاتب کے نوشتہ اشارے پائے جاتے ہیں۔ آخر سے ناقص ہے اس

لیے ترقیمہ وغیرہ غائب ہے۔ پھر بھی اصل متن سے تقابل کرنے کے بعد یہ پایا جا سکتا ہے کہ ایک دو صفحات نہیں ہیں۔ اس لیے کہ آخر صفحہ ۱۰۵ پر قولہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا احب اللہ عبداً الخ کی بحث ہے۔

شاہ گیسو دراز نے انہیں کیفیات جذب کیف سے بسط و شرح بیان فرمائی ہے۔ یہ عوارف المعارف کی عزیز الوجود شرح ہے جو صرف اسی ادارے کی زینت ہے۔ اس کی ابھی تک کوئی کاپی دستیاب نہیں ہو سکی ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانے میں اس کی ایک اور شرح محفوظ ہے۔ وہ بھی کافی ضخیم ہے، اور ہندوستانی صوفی عبدالقدوس بن اسماعیل غزنوی متوفی ۸۳۸ھ/۱۴۳۵ء کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ آربری نے اپنے ذخیرے کے علاوہ اس کی دوسری کاپی کہیں نہیں دیکھی اس اعتبار سے اگر انڈیا آفس میں یہ اپنی نوعیت کی انوکھی تصنیف ہے تو اس سے کہیں پہلے کی شرح ٹونک میں محفوظ ہے۔ جس کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی گلبرگہ شریف کے سجادہ نشین نے اپنے کتب خانے کے لیے طلب کی ہے۔

ہمارے نسخے کی تقطیع کلاں ہے۔ بادامی کاغذ دولت آبادی دیمک خوردہ۔ خط عربی قدیم۔ آخر سے ناقص ہونے کی وجہ سے کاتب و کتابت کا صحیح پتہ نہیں چل سکا۔ پھر بھی روش تحریر اور کاغذ کی ساخت، پرداخت، قلم کی روش، دوائر کی نشست، کرسی، رنگ، سطح اور حروف کے پیمانے اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کی کتابت دسویں صدی ہجری کے اواخر یا گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں ہوئی ہوگی۔ اس لیے کہ حروف کی کتابت کی بھی تاریخ ہے۔ ہر صدی کی روش اور ہر صدی کے امتیازات خصوصیات اپنی اپنی جگہ تاریخ لیے ہوئے ہیں۔ خط نسخ رواں ہوتے ہوئے بھی قلم کی مہارت نظر آتی ہے کہیں کہیں ثلث کے آثار نمایاں ہیں۔ ہائے مدوّر اور یائے معروف اور دوسرے حروف تو نسخ کی روش لیے ہوئے ہیں پھر بھی ر، و، ک وغیرہم کہیں کہیں ثلث کے زیر اثر نظر آتے ہیں۔

مخطوطہ کاغذ شکستہ، اخیر پیوند خوردہ اور آب رسیدہ ہونے کے باوجود نہایت صاف ہے۔ البتہ آثار خستگی سے بہت متاثر ہے۔ کل ۱۰۵ صفحات ہیں، ہر صفحہ ۱۲ سطری ہے۔ بہت کم صفحات پر حواشی چڑھے ہوئے ہیں بلکہ اول صفحے سے ثابت ہوتا ہے کہ عوارف المعارف کی ۲۰ سطور کی شرح غائب ہے۔ جو ایک دو صفحے میں ہو سکتی ہے۔ عوارف المعارف کی ایک اور شرح مناظر اخص الخواص از شیخ محب اللہ الہ آبادی مکتوبہ ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء بھی اس ذخیرے میں محفوظ ہے۔

"ترجمۃ الکتاب" (عربی) شیخ محب اللہ الہ آبادی متوفی ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء "جو بابا فرید گنج شکر کی نسل سے ہیں" اس کے مصنف ہیں۔ اپنے وقت کے ممتاز عالم اور شیخ وقت تھے۔ شیخ ابو سعید گنگوہی کے خلیفہ تھے اور کثیر التصانیف تھے۔ نسخہ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔ اس کی صرف ایک کاپی انڈیا آفس کتب خانے میں محفوظ ہے۔ ایک ورق آخر سے بعد میں شامل کیا گیا ہے اس لیے کاتب کتابت کا پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن کتابت کی روش کاغذ کی ساخت اور چند منہیات سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف

کی حیات کا نوشتہ ہے۔ ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۶ء میں محمد افضل الٰہ آبادی نے مولوی انہار الحق بن مولوی احمد عبدالحق کو دیا۔ آخری صفحہ پر مولوی انہار الحق کی مہر بھی ثبت ہے۔ مخطوط چار مراتب میں منقسم ہے اور اسی رعایت سے مصنف نے ترجمۃ الکتاب کا ایک ذیلی عنوان المراتب الاربعہ بھی دیا ہے۔ اس طرح چار ابواب ہیں اور ہر باب میں کئی فصول ہیں مرتبۂ اولیٰ عقائد سے بحث کرتا ہے۔ مرتبۂ دوم شرع سے مرتبۂ سوم سلوک احسان سے اور چہارم روحانی مکاشفات صوفیہ کے مجاہدات ومشاہدات پر مشتمل ہے۔ ان مراتب سے پہلے باقاعدہ مشکلات کی فہرست دی ہوئی ہے۔ متن سے متعلق منہیات بھی چڑھے ہوئے ہیں۔ سلوک احسان اور عقائد سے بحث کرتے ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری کے علاوہ اس نسخے کا ذکر کہیں درج نہیں ہے جیسا کہ آربری نے لکھا ہے No other copy appears to be recorded

not in Haji Khalifa. (Arberry 9.0 II pp.183-84)

اشجار الجمال یا اخبار الجمال (فارسی) یہ ایک اہم غیر مطبوعہ تذکرہ ہے۔ جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ ___ چند اوراق ابتدا و انتہا سے غائب ہیں۔ پھر بھی بنائر نظر صد یکھنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصنف کا نام محمد، تھا جنھوں نے اس تذکرے میں حضرت شیخ جمال شمس العارفین کو لوی نبیرہ شیخ نظام الدین المویّد کے احوال انساب جمع کیے ہیں۔ ۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء میں بزمانہ محمد شاہ اس کی ترتیب ہوئی ہے۔ اسی صدی کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ ___ یہ شیخ یار محمد بن شیخ عبدالاحد کے حالات پر ختم ہوتا ہے۔ اس تذکرہ میں حضرت بابا فرید گنج شکر رح کے حالات قدرے تفصیل سے درج کیے ہیں۔ حیات و تعلیمات تسبیح و تہلیل تحمید و تمجید، ریاضت النفس کشی کے واقعات، واردات کے علاوہ کشف و کرامات اور سکر و صحو قبض و بسط مشاہدہ و مجاہدہ مکاشفہ وغیرہ کے واردات بیان کیے ہیں۔ سیر الاولیاء اور راحت القلوب کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے۔ نسخہ جہاں تک پتہ چل سکا ہے ابھی تک اس کی دوسری کاپی نظر سے نہیں گزری۔ اس کی کتابت بارہویں صدی ہجری میں ہونا قیاس کی جا سکتی ہے۔

سیراب القدر (فارسی) سیراب القدر یا سیراب الصدور، صوفیائے کرام کا ایک بیش بہا تذکرہ ہے۔ اس کے مصنف مرتب کا پتہ نہیں چل سکا۔ سرسری جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرتب ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء میں پیدا ہوئے اور علی قلی خان کے بھتیجے ہیں اور دکن میں اکبر اعظم کے سفیر کبیر ہو کر گئے ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مرتب میر گلاں اسعد اور عبدالقادر بدایونی کے شاگرد ہیں۔ فاضل مرتب نے مقدمہ میں اپنے بارے میں کچھ مبہم مبہم سے اشارے دیے ہیں۔ اسی سے اتنا کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ یہ تذکرہ کافی ضخیم اور ناقص الطرفین ہے۔ اس کا طویل مقدمہ بھی نہیں ہے۔ جس کا ذکر درمیان میں کیا گیا ہے۔ اس میں بعثت اسلام سے لے کر عہد مصنف تک کے اکابر اصفیا کا ذکر کیا گیا ہے۔ پیش نظر نسخہ میں چار اوراق کے بعد شیخ عماد الدین

اسماعیل کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ آخر میں خواتین کا ذکر ہے جو بی بی فاطمہ سام کے احوال پر ختم ہوتا ہے۔ ہمارے ادارے میں اس ضخیم تذکرے کا صرف دوسرا حصہ ہے۔

طبقاتِ شاہجہانی (فارسی) از۔ محمد صادق۔ یہ کتاب شاہجہاں کے دور میں تصنیف ہوئی۔ ہندوستان میں اس کے نسخے کم ہی پائے جاتے ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا نسخہ اسی سے منقول ہے۔ اسٹوری[1] نے اس کتاب کے صرف تین نسخوں کی نشاندہی کی ہے جو آصفیہ برٹش میوزیم اور انڈیا آفس میں محفوظ ہیں۔ بڑا اہم اور نادر تذکرہ ہے۔ مرتب نے اس کتاب کو دس طبقوں پر ترتیب دیا ہے۔ ہر طبقہ کو تین بابوں پر مرتب کیا ہے۔ باب اوّل میں اس دور کے سادات و مشائخ اور اولیا و اصفیا کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ دوسرے باب میں ہر دور کے علماء و حکماء کو اور تیسرے باب میں شعراء کو بیان کیا ہے اس طرح دسوں طبقات میں اولیا و اصفیاء کا اچھا ذخیرۂ حالات جمع ہو گیا ہے۔

طبقۂ اولیٰ کے چند اولیاء کے نام یہ ہیں۔ حضرت امیر سید کلالؒ خلیفہ خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ علاء الدین، مولانا نظام الدین ہروی، مولانا زین الدین ابوبکر اوفی، شیخ امام الدین ابدال بدیع الدین شاہ مدار وغیرہم۔ طبقۂ عاشرہ میں خواجہ خاوند محمود شیخ تاج شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ۔ کل ۳۸ اکابر اصفیاء کا ذکر ہے۔ شیخ نور بخشیؒ خواجہ ابوالاعلیٰ احراری پر تذکرہ ختم ہو جاتا ہے۔

مجموعہ النور فی شرح مظہر النور (فارسی) سید قمر الدین اورنگ آبادی متوفی ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء کی تصنیف مظہر النور کی شرح ہے جو مرزا جان جاناں متوفی ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء کی توجہ خاص سے سید نور الہدیٰ بن سید قمر الدین نے لکھی۔ جس کی کتابت محمد صدر الدین نے شارح کی زندگی میں کی۔ اور بعض حواشی خود شارح کے قلم سے بھی ہیں۔

جواہر الاسرار و زواہر الانوار (فارسی) میر سید حسین خوارزمی متوفی ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء نے مثنوی مولانا روم کا دو جلدوں میں ترجمہ کیا ہے۔ جس کی کتابت شارح کی زندگی ۹۰۴ھ م ۱۴۹۸ء میں ہوئی ہے۔ مخطوطہ پر شاہی مہر اور تاریخی شواہد بھی موجود ہیں۔

خلاصۃ المعارف و اسرار العقائد (فارسی) سید شیخ آدم بنوری خلیفہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۵۳ھ کی مرتبہ ہے۔ عقائد و تصوف سے متعلق ذخیرہ ہے جو موصوف نے کتابی شکل میں اس نام سے مرتب کیا۔ ۱۱۴۹ھ کا نوشتہ ہے۔ علامہ بنوری امام جعفر صادق کی اولاد میں سے ہیں۔ بنور میں پیدا ہوئے اور مدینہ میں دفن ہوئے۔ ان کا شمار اجلۂ صوفیاء میں ہوتا ہے۔ موصوف مریدین کی تربیت میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔

---

[1] Storey, Vol.I Part II, pp.1171-72.

خلاصۃ المعارف میں علامہ شیخ بنوری نے عقائد تصوف... اسرار و معارف، اصطلاحات صوفیہ اذکار و سلوک ظاہری و باطنی پر بحث کی ہے۔

ریاض الاولیاء (فارسی) اس کا عنوان مادہ تاریخ ہے جس سے مخطوطے کا سال تصنیف ۱۰۱۹ھ/۱۶۰۹ء برآمد ہوتا ہے۔ ریاض الاولیاء بختاور خاں کا مرتبہ تذکرہ ہے جو چار چمن پر مشتمل ہے۔ پہلے چمن میں خلفائے راشدین کے احوال ہیں، دوسرے چمن میں ائمہ کرام کا بیان ہے، تیسرے چمن میں اولیاء کرام کا ذکر جمیل ہے، چوتھے چمن میں فاضل مرتب نے ہندوستانی صوفیائے کرام کے حالات سے بحث کی ہے۔

تیسرے چمن میں جو اولیاء کرام کے حالات مرقوم ہیں، وہ تذکرۃ الاولیاء، نفحات الانس اور رشحات القدس سے ماخوذ ہیں۔ ریو نے لکھا ہے کہ مرآت جہاں نما کے مرتب نے ریاض الاولیاء کو اپنے چچا شیخ محمد بقا سے منسوب کیا ہے[1]۔ اسٹوری نے اس کی ایک کاپی آصفیہ اور براؤن کلکشن میں بھی بتائی ہے[2]۔

۱- ارشاد الناقصین و تائید الکاملین (عربی) مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ مکتوبہ عکسی ایڈیشن ۱۲۹۶ھ
۲- اسرار الاحکام شرح شرعۃ الاسلام (عربی) مصنفہ محمد یعقوب بنبانی المتوفی ۱۰۹۸ھ مکتوبہ ۱۲۰۹ھ کاتب مولانا عرفان رامپوری۔ ہندوستان کے ایک مشہور عالم کے قلم سے لکھا ہوا ہے ۱۲۳۳ھ۔ ۳- اصطلاح الصوفیہ (عربی) مصنفہ فیض الحسن انور کلکشن ۲۱۷ ۴- بہجۃ الناظر المنتخب من صید الخاطر (عربی) مصنفہ محمد بن علی بن سلوم۔ مکتوبہ ۱۲۳۱ھ شارح نے صید الخاطر مصنفہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی سے اختصار کیا ہے۔ ۵- رسالہ فی بیان آداب المشایخ والمریدین ۱۲۳۱ھ۔ ۶- رسالہ فی التصوف (عربی) مصنفہ شیخ تاج الدین بن زکریا القرشی مکتوبہ ۱۰۴۳ھ ٹونک۔ ۷- سفینۃ العلوم (عربی) مصنفہ حسن بن محمد شیخ الاسلام ابوسعد المحسن بن محمد البیہقی المتوفی ۴۹۴ھ جز ثالث و رابع قدیم نسخہ ٹونک ۲۰۵ ۸- مناقب الوصیین (عربی) سید آدم البنوری۔ موصوف کے کسی شاگرد نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تھے۔ جن میں آپ سے اجازت چاہی، آپ نے منع فرمایا اور سورۂ فاتحہ کے سلسلے میں جو ملفوظات تھے اس نام سے ترتیب دیا گیا۔ ۹- اظہار المخفیہ (عربی) مرتب کا پتہ نہیں چل سکا۔ اس میں تصوف کے دو تین مسئلوں کی تحقیق ہے۔ مخطوطات (فارسی) ۱۰- تحفۂ محبوب مرتبہ مولوی محمد حسن قادری بن خواجہ عبدالوہاب قادری مشتمل بر حالات شیخ حمزہ کشمیری و اصحاب و ارباب و اوراد و اذکار۔ رسالہ در شرط خرقہ پوشی مصنفہ شیخ محی الدین۔ شائع کلکشن ۱۱- جامع الفتوح مثنوی مولانا روم منقلب ب

---

[1] ریو جلد سوم ص ۹۷۵ [2] اسٹوری۔ جلد ۱ پارٹ ۲ ص ۱۰۱۲، ۱۳، ۱۹۵۳ء

سراج المعانی۔ مترجمہ مولوی حافظ سراج الرحمٰن ٹونکی واحد نسخہ۔ نوشتہ تیرھویں صدی ہجری۔ ۱۳۔ رسالہ بیان الواصلین مصنفہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز۔ ۱۴ اورنگ گلشن ۔ ۱۳ رسالہ فوائد الاذکار از یعقوب بن عشاقی۔ اورنگ گلشن ۲۴۲۳ تکمیل الرشاد لاہل المحبۃ والوداد از مولوی محمد عاشق پھلتی عم زاد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ ٹونک ۱۲۴۱

۱۵۔ شرح حدیقہ حکیم سنائی بطرز متن و مرتب مینارہ، مولوی عبد اللطیف بن عبد اللہ عباسی بڑا نادر نسخہ ہے۔ کاتب محمد بن محمد مقیم بن عبد اللہ بن شیخ حسام الدین حنفی ہیں ۱۱ر شعبان سنہ ۴۸ جلوس عالمگیر کو طویلہ آصف جاہی میں جو شاہزادہ محمد اعظم شاہ سے متعلق تھا، اس نسخہ کی کتابت شروع ہوئی۔ اسی سال کتابت ختم ہوئی۔ شیخ فیض احمد کی کوشش سے یہ نسخہ لکھا گیا۔ ۱۵ر جمادی الثانی سنہ ۴۹ جلوس کو مرزا نجف قلی محمد اور بھائی خان خانساماں اور گل محمد کی توجہ سے اس کا جدول تیار ہوا۔ نسخہ بہت عمدہ ہے۔ ۱۷۔ شرح نزہۃ الارواح شیخ عبد الواحد بن ابراہیم بن خطیب بلگرامی المتوفی ۱۰۱۷ھ کاتب الیاس بن سید علی تاریخ کتابت ۵ شعبان ۱۲۱۳ھ بڑا نادر نسخہ ہے۔ ۱۸۔ شرح سوانح العشاق۔ شیخ عبد الکریم لاہوری مرید نظام الدین تھانیسری۔ ۲۱۔ سوانح العشاق۔ تاریخ کتابت ۱۹ جمادی الآخر ۱۱۸۳ھ ۱۹۔ کرامات الاولیاء۔ مولوی نظام الدین احمد بن محمد صالح مصنفہ ۱۰۶۸ھ مکتوبہ ۵ صفر ۱۲۷۸ھ کاتب قادر خاں ساکن بھوپال۔ اسٹوری[1] نے اس کی ایک کاپی کی نشاندہی آصفیہ کتب خانہ میں کی ہے۔ اس کی ایک کاپی برٹش میوزیم میں بھی موجود ہے۔ ۲۰۔ شموس الہم شرح فصوص الحکم۔ غلام مصطفیٰ تھانیسری کی نہایت مطلّٰے و مطلا کار۔ ۲۱۔ شرح اظہار المخفیہ من اخبار المصطفویہ اظہار المخفیہ کی فارسی شرح ہے متن اور شرح دونوں بہتر ہیں۔

۱۔ اسٹوری۔ ۱۰۵۷-۱۔ برگو ۳/۹۷۴

عمومی جائزے

تصوف کے کسی اہم نسخے کا بھرپور تعارف۔

ذخیرۂ تصوف کا دو ڈیڑھ سطری تعارف۔ یہ کام تو
پچھلے حصوں میں ہوا۔ یہ حصہ عمومی سمجھ لیجیے جس میں:

(الف) کسی ذخیرہ یا کسی ایک نسخے کے بجائے چند
اشخاص کی تصانیف سے بحث ہے۔

(ب) لطائف اشرفی پر ایک بھرپور تعارف ہے
جو اس نمونے کا ہے کہ کس طرح اس طور سے ہر اہم
کتاب کا تعارف کرایا جائے۔ انشاء اللہ ممکن ہے یہ سلسلہ
جاری رہے۔ اور آخر میں ریاض صاحب کا ایک اہم
مضمون ہے جسے بار بار جگہ جگہ نقل کیا جانا چاہیے۔

جناب محمود حسن قیصر
مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ

تصوف کے چند نادر مخطوطات

الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، مولانا عبدالحی حسنی ندوی کی ایک بڑی مفید، مشہور اور معلوماتی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے مختلف اسلامی علوم و فنون پر جتنا مواد ان کو مل سکا ہے، مختلف عنوانات کے تحت اسے جمع کر دیا ہے۔ اس میں انھوں نے صرف ہندی علما و فضلا کے کارناموں کو گنایا ہے۔ اسلامی علوم پر اور دیگر علوم پر انھوں نے جتنے کام کیے ہیں مثلاً Astronomy، فلسفہ، ہیئت اور منطق پر جتنے کام کیے ہیں۔ اسی طرح تصوف کو بھی انھوں نے چار حصوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلا تصوف دوسرا سلوک پھر مکتوبات، ملفوظات پھر اذکار و مراقبات۔ اس طرح چار تقسیمیں کی ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہندی فضلا نے اسلامی علوم و فنون پر کتنے کام کیے ہیں۔ لیکن اتنے وسیع کام کے باوجود بہت سارے مخطوطات ایسے ہیں جن پر ان کی نظر نہیں پڑی ہے۔ میں ان میں سے چند نادر مخطوطات کا تعارف کراتا ہوں۔

۱۔ **شرح لوائح الاسرار**:- اصل کتاب مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی (متوفی ۸۹۸ھ) کی ہے۔ اس کا شارح ایک ہندی فاضل شیخ فضل اللہ ہے۔ نسخہ ۱۰۸۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۲۔ **رموزات**:- اس کے مؤلف شیخ عبدالجلیل بن عمر الصدیقی ہیں جن کا سنہ وفات ۱۰۱۰ھ ہے۔ نسخہ ۱۰۱۱ھ کا لکھا ہوا ہے اور ۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ **سیر مقامات**:- یہ رسالہ بھی شیخ عبدالجلیل بن عمر الصدیقی ہی کی تالیف ہے جو چالیس اوراق پر مشتمل ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں اس کے دو نسخے ہیں۔ مؤلف الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند نے عبدالجلیل مذکور کی صرف ایک کتاب "اسراریہ" کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ **حقیقت حقیہ و تحقیق سخن بعض صوفیہ**:- نظام الدین بن عبدالشکور عمری تھانیسری (متوفی ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء) کی تالیف ہے۔ نسخہ ۱۶ اوراق پر مشتمل ہے۔

۵۔ **مبلغ الرجال**:- نسخہ ۴۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف عبیداللہ بن خواجہ محمد باقی باللہ المعروف بہ خواجہ کلاں ہیں، جن کی وفات ۱۰۷۳ھ میں ہوئی ہے۔ خواجہ خورد انھیں کے چھوٹے بھائی تھے جن کا انتقال ۱۰۷۴ھ میں ہوا ہے یعنی ایک سال بعد۔ یہ نسخہ ۱۰۶۶ھ میں یعنی مؤلف کی زندگی ہی میں لکھا گیا ہے۔ اس کا کوئی دوسرا نسخہ میری نظر سے اب تک نہیں گزرا۔

۶۔ حقیقت الحقائق :۔ اس کے مؤلف عبدالباقی بن عبدالسلام نقشبندی ہیں جو باقی باللہ کے لقب سے مشہور ہیں انکا انتقال ۱۰۱۲ھ میں ہوا ہے۔ یہ رسالہ وحدۃ الوجود کے بیان میں ہے جس میں مؤلف نے اپنے کسی مرید کو لفظ "سید" سے خطاب کر کے اس مسئلہ کی نہایت ہی خوبی سے وضاحت کی ہے۔ نسخہ ۱۲۹۰ھ کا لکھا ہوا ہے اور ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے اس کو "حقیقت تو سوے تو" کے عنوان سے رجسٹر میں اندراج کر دیا گیا ہے۔

۷۔ ضیائے توحید شرح کلمہ توحید :۔ اسکے مؤلف محب اللہ بن مبارک الہ آبادی ہیں جن کا انتقال ۱۰۵۸ھ میں ہوا ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۹۵ھ کا لکھا ہوا ہے۔ دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے پہلے ایک رسالہ "کلمہ توحید" عربی میں لکھا تھا بعد میں ضیائے توحید کے نام سے فارسی میں اسکی شرح لکھی ہے۔ اسکا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جسکی لوح پر ہلکی نیلی روشنائی سے محب اللہ الہ آبادی لکھا ہوا ہے۔

۸۔ شوارق المعرفت :۔ اس کے مؤلف شاہ ولی اللہ دہلوی بن عبدالرحیم دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) ہیں۔ یہ مخطوطہ مؤلف کے عم بزرگوار الشیخ ابوالرضا محمد (المتوفی ۱۱۰۱ھ) کی سیرت و کرامات و مناقب کے بیان میں ہے۔ سنہ کتابت گرچہ درج نہیں ہے لیکن نسخہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔

۹۔ العطیۃ الصمدیۃ فی انفاس المحمدیۃ :۔ یہ بھی شاہ ولی اللہ دہلوی کا رسالہ ہے۔ یہ شیخ محمد پھلتی کے تذکرے پر مشتمل ہے جن کا انتقال مؤلف کے قول کے مطابق ۱۱۲۵ھ میں ہوا ہے انکے حالات کے ذیل میں متعدد بزرگوں کا تذکرہ ضمناً آگیا ہے۔

۱۰۔ ملفوظات اخی جمشید راجگیری :۔ اس کا کوئی دوسرا نسخہ میری نظر سے اب تک نہیں گذرا ہے صاحب ملفوظات اخی جمشید نویں صدی ہجری کے اکابر صوفیہ میں تھے جن کا انتقال ۸۰۴ھ میں ہوا ہے شیخ جلال الدین حسین بخاری سے مدت تک انھوں نے کسب فیض کیا۔ شیخ انھیں اخی جمشید کے نام سے پکارتے تھے۔ چنانچہ وہ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ اس کے مرتب انھیں کے ایک مرید یحییٰ بن علی اصغر بن عثمان قنوجی ہیں۔ یہ ملفوظات کی جلد ۲۲۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ •

———•سوال و جواب•———

• ڈاکٹر اقتدار حسین صدیقی :۔ مبلغ الرجال کا ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں بھی موجود ہے۔ اکبر کے دور کی Religious controversy نے وجودی شہودی، اکبر کا اپنا دین الٰہی اور مہدوی تحریک اور اس کے اثرات جو اکبر کے دربار پر پڑے، اس کے بارے میں سب سے پہلے اس مخطوطے سے Information ملتی ہے اور اس کے دنیا میں اب تک صرف دو نسخے ہیں۔ اس دور میں جو مختلف مکاتب فکر کے لوگ تھے انکے بارے میں بھی کافی مواد ملتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کتاب کو اگر آپ ایڈٹ کر دیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ ••

جناب عبدالحئی فاروقی
ہمدرد لائبریری تغلق آباد دہلی

تصوف میں

ہندوستانی علماء و مشائخ کی کچھ اہم غیر مطبوعہ تصنیفات

ہندوستانی صوفیائے تصوف کا جو ادبی ورثہ ہمارے لیے چھوڑا ہے اس کا خاصا حصہ شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہزاروں سے زیادہ جواہر پارے ابھی ایسے باقی ہیں جو طبع نہیں ہو سکے ہیں اگر اب بھی ان پر توجہ نہ دی گئی تو امکان ہے کہ کہیں وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ ان غیر مطبوعہ تصانیف میں بہت سی ایسی ہیں جن کے بارے میں آج اکثر لوگ بے خبر ہیں اور کسی تذکرے میں ان کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے چنانچہ انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹری آف میڈیسن اینڈ میڈیکل ریسرچ نئی دہلی نے چند سال پہلے ہندوستان میں طب اور تصوف کی غیر مطبوعہ تصنیفات کے اعداد و شمار جمع کرائے تھے اور اس طرح ایک ضخیم فہرست تیار کرائی تھی جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابھی طب اور تصوف میں کتنی کتابیں ایسی باقی ہیں جو چھپ نہیں سکی ہیں اس کے ساتھ ہی اس فہرست سے یہ معلومات بھی ہوتی ہیں کہ یہ مخطوطات فی الحال ہندوستان میں کہاں کہاں موجود ہیں اس فہرست کے تیار کرنے میں مختلف لائبریریوں و کتب خانوں کے مطبوعہ کیٹلاگ اور بروکلمان، مارشل و احمد منزوی کی مرتب کردہ مجلدات سے استفادہ کیا گیا ہے اور جہاں سے کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ فہرست یا کیٹلاگ حاصل نہیں ہو سکا وہاں لوگوں کو بھیج کر مخطوطات کی فہرست تیار کرائی گئی ہے اور آخر میں پھر ان سب ماخذ کو سامنے رکھ کر طب اور تصوف کی غیر مطبوعہ کتابوں کی ایک جامع فہرست مرتب کی گئی ہے۔

اس مقالے میں اسی طویل فہرست سے صرف ہندوستانی مشائخ کی کچھ اہم غیر مطبوعہ تصنیفات کی نشاندہی کی گئی ہے جو آج بھی ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ امید ہے کہ اس سے تصوف کے کچھ نادر مخطوطات کا علم ہو سکے گا اور آئندہ کوئی لائحہ عمل متعین کرنے میں آسانی ہوگی۔

۱۔ خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیریؒ (م ۔ ۶۳۳ھ)

حضرت خواجہؒ سے منسوب چند کتابیں غیر مطبوعہ مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں جن میں مونس العشاق حبیب گنج کلکشن میں، "گنج الاسرار" رضا لائبریری میں، رسالہ عرفانی برٹش میوزیم میں اور آداب دم زدن کتب خانہ دانشگاہ تہران میں لائق ذکر ہیں۔ ان کی تحقیق و ترتیب کی ضرورت ہے۔

۲۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ (م ۶۴۳ھ)[1]

نام آپ کا محمد بن عطا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (م ۶۳۲ھ) سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ (م۔ ۶۳۳ھ) کے بھی محرم راز تھے۔ بغداد سے مدینہ منورہ ہوتے ہوئے دہلی تشریف لائے۔ آپ کے مسلک میں بوجہ سماع بہت غالب تھا چنانچہ علماء وقت نے آپ کے خلاف ایک محضر بھی تیار کیا تھا۔

آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ آج جن تصانیف کی موجودگی کا علم ہوتا ہے وہ یہ ہیں: رسالہ عرفانی اور خیالات عشاق کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان میں سرور الصدور (ملفوظات) مرتبہ ابن شیخ فرید الدین محمود حبیب گنج کلکشن میں اور رسالہ عشقیہ آصفیہ لائبریری اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہے۔ ہندوستان میں طبع ہو چکا ہے مگر بہت معمولی طور پر۔ ضرورت ہے کہ اس کو جدید انداز پر تصحیح اور فٹ نوٹ کے ساتھ شائع کیا جائے۔

ان میں سب سے زیادہ مقبول و مشہور تصنیف "طوالع الشموس" ہے جس میں اسماء الٰہی کی تشریح ہے۔ بقول شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ "اس میں بہت اونچی باتیں بیان کی گئی ہیں جو دل سے بہت نزدیک ہیں .... یہ وہ حقیقت درس کتاب ہے جس میں مضامین اسرار طریقت موج در موج اور معانی طریقت فوج در فوج لکھے ہوئے ہیں۔ اس میں سے اختصار و انتخاب کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس کے تمام مضامین اپنی متانت و حرارت اور ہم شکل و شباہت میں خاص خاص موضوع رکھتے ہیں۔ کتاب کے ابتدائی حصے میں اسم "ھو" کی تشریح کی گئی ہے اور اتنے زیادہ معانی لکھے گئے ہیں کہ ہم انھیں دہرا نہیں سکتے"[2] صاحب گلزار ابرار کے مطابق "سخندانی اور سخنوری میں آپ کو بہت کچھ کمال تھا۔ آپ کی تصانیف آپ کی سخندانی کی گواہ ہیں جیسے طوالع الشموس" مشتمل بر دو جلد[3]"

"طوالع الشموس کے اقتباسات شیخ محدث دہلویؒ نے کئی صفحوں میں دیے ہیں آج اس مخطوطہ کی ایک کاپی حبیب گنج کلکشن میں موجود ہے۔

۳۔ شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتیؒ (م۔ ۷۲۴ھ)

آپ مشہور مجذوب و ولی تھے۔ آپ کی نسبت طریقت صحیح طور پر معلوم نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۶۳۳ھ) کے مرید تھے اور بعض کے مطابق خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (م ۷۲۵ھ) کے مرید تھے۔ لیکن ان دونوں باتوں کی صحت کا یقین نہیں ہے۔ آپ نے "اختیار الدینؒ" کے نام سے عشق و محبت،

۱؎ اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار، محمد غوثی مندوی، صفحہ ۴۸ مطبوعہ لاہور ۱۳۹۵ھ ۲؎ اخبار الاخیار اردو صفحہ ۹۵، ۱۲۸ دار الاشاعت، کراچی ۱۹۶۳ء ۳؎ اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار، غوثی مندوی صفحہ ۴۵۔

معارف و حقائق، توحید و ترکِ دنیا اور طلبِ آخرت کی زبان میں چند خطوط لکھے ہیں اس کے علاوہ ایک تصنیف "حکم نامہ" کے نام سے بھی ہے۔ لیکن یہ دونوں تصنیفات ناقابلِ یقین ہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ اختراعی ہیں[۱]۔

ایک تصنیف "مکتوبات قلندری" کے نام سے حبیب گنج کلکشن میں ہے اور دوسری "تار العاشقین" کے نام سے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہے۔

۴۔ خواجہ ضیاء الدین نخشبیؒ (م ۷۵۱ھ)

آپ بدایوں (یوپی) کے رہنے والے ایک گوشہ نشین بزرگ تھے، خواجہ حمید الدین ناگوریؒ (م ۶۷۳ھ) کے نبیرہ و خلیفہ شیخ فریدؒ کے مرید تھے، کہتے ہیں کہ حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدینؒ (م ۷۲۵ھ) کے زمانے میں ضیاء الدین نام کے تین آدمی تھے۔ ایک ضیاء الدین سنامیؒ (م ۷۰۹ھ) جو حضرت محبوب الٰہی کے منکر و مخالف تھے، دوسرے ضیاء الدین برنیؒ (م ۷۵۸ھ) جو محبوب الٰہیؒ کے معتقد و مرید تھے اور تیسرے ضیاء الدین نخشبیؒ جو نہ منکر تھے نہ معتقد[۲]۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں سے حسب ذیل کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے:

"نسخہ گلریز" سبحان اللہ کلکشن میں، "ضیاء القلوب" مرشد آباد میں، "سراپا" نے بخش جامعہ ملیہ دہلی میں، "چہل ناموس" اکبر رضا لائبریری میں اور "سلک السلوک" جامعہ ملیہ و اسلامک انسٹیٹیوٹ دہلی میں موجود ہے۔

آپ کی تصانیف بلحاظ مضمون ایک دوسرے سے متشابہ ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور تصنیف "سلک السلوک" ہے جو اپنی شیرینی اور لطافت کے ساتھ ساتھ حکایات و کلمات مشائخ سے پُر ہے۔ آپ کو شعر و سخن پر بھی پوری قدرت تھی۔ اپنی تصنیفات میں جا بجا اشعار اور قطعات بھی درج کیے ہیں جو بہت سبق آموز اور پُر تاثیر ہیں۔ طب اور موسیقی سے بھی آپ کو بڑا لگاؤ تھا چنانچہ طب میں ابن سینا کی کتاب "القانون فی الطب" کی کتاب الکلیات کی طرز پر آپ نے بھی "الکلیات و الجزئیات" نامی ایک کتاب لکھی تھی جس میں یونانی دواؤں کے فوائد و خواص اور ساتھ ہی ان کے ہندوستانی نام بھی لکھے تھے[۳]۔

۵۔ شیخ نصیر الدین محمود المخاطب بہ چراغ دہلیؒ (م ۷۵۷ھ)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ (م ۷۲۵ھ) کے مرید و خلیفہ تھے اور بڑے جلیل القدر عالم تھے، شیخ کی وفات کے بعد دہلی کی ولایت آپ ہی کے سپرد کی گئی۔

آپ کی کسی تصنیف کا کوئی ذکر نہیں ملتا البتہ "خیر المجالس" مرتبہ حمید قلندر آپ کے ملفوظات میں مشہور ہے۔

---

[۱] اخبار الاخیار اردو ص۲۳۲ [۲] اخبار الاخیار اردو ۹۱-۱۹۰، تذکرہ علمائے ہند رحمان علی ص۹۵ نولکشور ۱۹۱۴ء
[۳] ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، مولانا گیلانی ص۲۱۶ مطبوعہ دہلی۔

لیکن آپ کی ایک تصنیف "رسالہ تصوف" کے نام سے آصفیہ لائبریری میں پائی جاتی ہے جو اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس کا حوالہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتا۔

۶۔ شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رح (م ۷۸۲ھ)[1]

آپ ہندوستان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور خواجہ نجیب الدین فردوسی رح (م ۷۶۱ھ) کے مرید و خلیفہ ہیں، آپ کی تصانیف میں آپ کے مکتوبات و ملفوظات بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ "مخزن المعانی" نام کی ایک کتاب آصفیہ لائبریری میں موجود ہے جس کو آپ کے مرید زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔ اس کے علاوہ "رسالہ عرفانی" کے نام سے ایک رسالہ اور "ارشاد السالکین" کے نام سے ایک تصنیف بھی انجمن ترقی اردو پاکستان کے ذخیرے میں محفوظ ہے۔ یہ دونوں مخطوطات اہم اور نادر ہیں۔

۷۔ سید محمد گیسو دراز چشتی دہلوی رح (م ۸۲۵ھ)

شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رح (م ۷۵۷ھ) کے مرید و خلیفہ تھے اپنے شیخ کی وفات کے بعد گلبرگہ تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کو شیخ سے بے پناہ محبت تھی اور انہی نے آپ کو گیسو دراز کا خطاب بھی دیا تھا۔ سلسلہ چشتیہ کو آپ کی ذات سے بہت فروغ حاصل ہوا۔ تصوف میں مندرجہ ذیل تصنیفات آپ کی مختلف کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں۔

آصفیہ لائبریری میں "رسالہ تصوف در اثبات توحید" "استقامۃ الشریعۃ" "آئینہ رسائل تصوف" "رسالہ در بیان اذکار و اثبات توحید" "اسماء الاسرار" "رسالہ عرفانی" "رسالہ راز" اور "رسالہ خاتمہ" موجود ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں "مکاتیب گیسو دراز" انجمن ترقی اردو پاکستان میں "شکار نامہ" "حدائق الانس" اور "شرح جام جہاں نما" موجود ہے۔ مولانا زید فاروقی کے یہاں "ترجمہ آداب المریدین" مصنفہ ضیاء الدین عبد القاہر سہروردی رح (م ۵۶۳ھ) بھی موجود ہے۔

۸۔ سید صدر الدین المعروف بہ راجن (راجو) قتال رح (م ۸۲۷ھ)

آپ حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت رح (م ۷۸۵ھ) کے بھائی تھے خرقہ اور خلافت انھوں نے اپنے بھائی اور والد دونوں سے حاصل کیا تھا۔ ہر وقت استغراق اور جذب کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ کی طرف منسوب دو کتابوں کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک "مجموعہ تکبیرات راجو قتال" جو رضا لائبریری رامپور میں ہے اور دوسری "تحفۃ النصائح" سعیدیہ کتب خانہ حیدر آباد میں ہے جو ۸۰۹ھ میں مرتب کی گئی تھی۔

---

[1] تذکرہ علماء ہند، رحمان علی ص ۹۸

۹۔ شیخ علی بن احمد المہائمیؒ (م ۸۳۵ھ)

آپ کا تعلق قوم نوائت سے تھا، متعدد تصنیفات آپ کی ہیں جن میں تفسیر مہائمی بہت مشہور ہے۔ تصوف میں آپ نے زوارف شرح عوارف المعارف ۸۱۸ھ میں تصنیف کی جو کہ خدا بخش پٹنہ میں ہے۔ دوسری تصنیف شیخ صدر الدین قونویؒ کی کتاب "نصوص" کی شرح "الخصوص علی معنی النصوص" مرتب کی ہے، یہ بھی خدا بخش میں موجود ہے۔ یہ دونوں کتابیں عربی میں ہیں۔

۱۰۔ شیخ محمد غوث گوالیاریؒ (م ۹۷۰ھ)

آپ کو خرقۂ خلافت شطاری سلسلے میں شیخ ظہور حاجی حمید حضورؒ سے ملا تھا آپ کے مریدین کا سلسلہ بہت زیادہ ہے۔ آپ کی تصنیفات میں "جواہر خمسہ" اور "کنز الوحدت" کے علاوہ تصوف میں "کلید مخازن" بھی نہایت اہم اور نادر ہے جو مبدا و معاد سے متعلق ہے، اس میں علوی اور سفلی اشیاء کی حقیقتیں توحیدی صوفیہ کے مشرب اور کشفی تحقیق کے اصول بتائے گئے ہیں نیز ارباب فنا و بقا کے مذاق کے لیے عینی اور علمی موجودات کی شناخت کشف اور معائنہ کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی ہے[1] یہ کتاب خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔

اس کی ایک شرح مع متن کے جامعہ ملیہ دہلی کی لائبریری میں بھی موجود ہے اور شارح کا نام خواجہ عبد الرحمٰنؒ ہے۔

۱۱۔ شیخ جلال الدین بن محمود تھانیسریؒ (م ۹۸۹ھ)

آپ شیخ عبد القدوس گنگوہی (م ۹۴۵ھ) کے خلیفہ تھے اور اپنے وقت کے شیخ کامل تھے۔ عبادت و ریاضت، ذکر و فکر اور وجد و سماع میں بہت غلو رکھتے تھے اور بڑے ذی علم بزرگ تھے "تحقیق اراضی ہند" اور "ارشاد الطالبین" نامی کتابیں آپ کی معروف و متداول ہیں یہ دونوں چھپ چکی ہیں۔ تصوف میں "گلزار جلالی" نامی تصنیف سبحان اللہ گلشن میں موجود ہے جو نادر اور اہم ہے۔

۱۲۔ خواجہ محمد باقی المشہور بہ باقی باللہ دہلویؒ (م ۱۰۱۲ھ)

سلسلۂ نقشبندیہ کو ہندوستان لانے والے آپ ہی تھے ظاہری علوم سے فراغت کے بعد خواجہ امکنگیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور بعد تکمیل مراتب بلند مقامات پر فائز ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ ہی کے خلیفہ تھے۔ آپ کی علمی یادگار میں "شرح رباعیات باقی باللہ" ہے۔ جس میں آپ نے خود ہی اپنی ۴۹ رباعیات کی شرح لکھی ہے۔ یہ نہایت اہم اور نادر مجموعہ ہے اور مولانا زید ابو الحسن فاروقی کے کتب خانے میں محفوظ ہے اسی طرح

---

[1] اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار۔ غوثی: ندوی ص ۳۰۰-۲۹۹

ایک "رسالہ در بیان نماز" بھی اسی کتب خانے میں ہے اور ایک رسالہ "وحدت و توحید" کے نام سے دار الکتب تاریخ میں بھی موجود ہے۔

۱۳- حضرت شیخ آدم بنوری (م ۱۰۵۳)

آپ حضرت مجدد کے خلیفہ اعظم تھے اور سلوک نقشبندیہ کی نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے آپ کی مذہبی سرگرمیوں کی وجہ سے شاہ جہاں نے آپ کو ملک بدر کر دیا تھا چنانچہ آپ مدینہ منورہ چلے گئے اور وہیں وصال ہوا آپ کی تصنیفات میں دو بہت اہم ہیں۔ اوّل "خلاصۃ المعارف" مکتوبہ ۱۰۳۵ھ مولانا زید حسن کے کتب خانہ میں ہے اور دوم "نکات الاسرار" رضا لائبریری میں محفوظ ہے یہ دونوں اہم اور نادر ہیں۔

۱۴- شیخ محب اللہ الہ آبادی (م ۱۰۵۸ھ)

مشہور عالم و صوفی بزرگ تھے، شیخ ابو سعید گنگوہی سے بیعت و خلافت حاصل تھی تصوف میں درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے شیخ محی الدین ابن عربی سے بدرجۂ غایت عقیدت تھی۔ ۱۰۵۸ھ میں الہ آباد میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے آپ کی تصنیفات میں سے حسب ذیل کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

"رسالہ ہفت احکام" "مناظر اخص الخواص" اور "رسالہ تسویہ" رضا لائبریری میں "رسالہ غایۃ الغایات" سبحان اللہ کلکشن میں "شرح فصوص الحکم" آصفیہ لائبریری میں اور "انفاس الخواص" خدا بخش لائبریری اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں موجود ہے۔

۱۵- میر ابو العلا نقشبندی اکبر آبادی (م ۱۰۶۱ھ)

آپ خواجہ عبید اللہ احرار کی اولاد میں سے تھے اور اکبر آباد میں سکونت رکھتے تھے عوام و خواص میں بیحد مقبول تھے۔ آپ کی ایک تصنیف "رسالہ تصوف" کے نام سے دہلی یونیورسٹی میں موجود ہے اور اہم ہے۔

۱۶- ملا محمود جونپوری (م ۱۰۶۳ھ)

آپ علوم حکمیہ و ادبیہ میں بلند مقام رکھتے تھے پہلے اپنے دادا مولانا شاہ محمد (م ۱۰۳۲ھ) سے اور پھر مولانا محمد افضل جونپوری (م ۱۰۶۲ھ) سے تکمیل درس کیا۔ آپ نے حکمت و معانی و بیان میں اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ تصوف میں "مکتوبات شیخ محب اللہ الہ آبادی (م ۱۰۵۸ھ)" کو مرتب کیا ہے۔ جو کافی ضخیم ہے اور سبحان اللہ کلکشن میں موجود ہے[1] اس مخطوطہ کا حوالہ غالباً کہیں اور نہیں ملتا ہے لہذا اہم ہے۔

---

[1] علی گڑھ میں اس کے دو نسخے ہیں (ادارہ)

۱۷۔ شاہزادہ محمد دارا شکوہ قادری (م ۱۰۷۰ھ)

دارا شکوہ ملا شاہ بدخشی (م ۱۰۷۲ھ) کے مرید و خلیفہ تھے اور مشہور بزرگ میاں میر قادری (م ۱۰۴۵ھ) سے بھی استفادہ کیا تھا۔ تصوف میں کئی کتابیں ان کی مقبول و مشہور ہیں۔ اورنگ زیب کے عہد میں سیاسی رقابت کا شکار ہو کر درجۂ شہادت کو پہنچے۔ آپ کی دو تصنیفات ہمارے علم میں آئی ہیں جو اب تک طبع نہیں ہوئی ہیں۔ اول "حق نما" جو ۱۰۵۶ھ میں مرتب کی گئی تھی اور اب آصفیہ میں موجود ہے اور دوم "یوگ وشسشٹ والمیک" کا فارسی ترجمہ جو سر سلیمان کلکشن میں محفوظ ہے۔ دارا شکوہ کی دو کتابوں کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔ "مجمع البحرین" کے مترجم محمد صالح بن شیخ احمد المصری الگجراتی (م ۱۱۴۷ھ) ہیں یہ مخطوطہ بوہار لائبریری کلکتہ میں موجود ہے۔ سفینۃ الاولیاء کا ترجمہ جعفر صادق العیدروس الہندی نے "تحفۃ الاصفیاء" کے نام سے کیا تھا جو رضا لائبریری میں پایا جاتا ہے۔

۱۸۔ شیخ پیر محمد لکھنوی (م ۱۱۸۰ھ)

شیخ پیر محمد بن اولیاء ۱۰۲۷ھ میں ضلع جونپور میں پیدا ہوئے۔ مانکپور، دہلی اور لکھنؤ میں کتب درسیہ کی تکمیل کی پھر شیخ عبداللہ سیاح دکنی سے طریقہ چشتیہ میں خلافت حاصل کر کے لکھنؤ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور یہاں درس و تدریس اور روحانی اصلاح کا مشغلہ جاری کیا۔ بارھویں صدی ہجری میں دیار مشرق کے مشاہیر علماء و مشائخ میں شمار کیے گئے۔ آپ کی تصانیف میں فی الحال تین مخطوطات کا پتہ چلتا ہے: "مصابیح الطالبین" حبیب گنج کلکشن میں، "منازل اربعہ" رضا لائبریری میں اور "درجات خمس" جواہر میوزیم میں موجود ہے۔ ان میں "منازل اربعہ" بہت اہم ہے۔ شیخ صاحب کی کسی مطبوعہ تصنیف کا پتہ نہیں چلتا ہے اس اعتبار سے مذکورہ بالا مخطوطات بہت اہم ہیں اور اب یہی انکی علمی یادگار ہیں۔

۱۹۔ مرزا مظہر جانجاناں شہید دہلوی (م ۱۱۹۵ھ)

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ تھے۔ سلسلۂ مذکورہ کے معاصر مشائخ میں سید نور محمد بدایونی (م ۱۱۳۵ھ) کے مرید ہوئے۔ حاجی محمد افضل (م ۱۱۴۶ھ) حافظ سعد اللہ (م ۱۱۵۲ھ) اور خواجہ محمد عابد سنامی (م ۱۱۶۰ھ) سے بھی کسب فیض کیا تھا۔ آپ کی ایک تصنیف "لب الاسرار" کے نام سے احسن کلکشن علیگڑھ میں موجود ہے۔

۲۰۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ)

آپ صاحب تفسیر مظہری تھے آپکا شمار علماء و اتقیاء وقت میں ہوتا ہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد شیخ

لے علی گڑھ میں دو نسخے ہیں۔ ابو الخیر ... میں بھی اس نام کا رسالہ ہے (ادارہ) مزید نسخے ... ابوالخیر آصفیہ سبحان اللہ میں ہیں (ادارہ) کے مزید نسخے ابوالخیر فضل الرحمن اور سبحان اللہ میں ہیں۔ (ادارہ)

محمد عابد سنامی (م ۱۱۶۰ھ) اور پھر مرزا مظہر جانجاناںؒ (م ۱۱۹۵ھ) سے بھی روحانی تربیت حاصل کی۔ مرزا صاحب نے آپ کو علم الہدیٰ کا لقب دیا تھا اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ آپ کو بیہقیِ وقت کہا کرتے تھے۔ تیس سے زائد آپ کی تصانیف ہیں۔ اکثر چھپ چکی ہیں۔ آپ کی ایک تصنیف تصوف میں "نجم الہدایت یا نجم الہدیٰ" کے نام سے کتب خانہ ناصریہ گڑھی افغانان میں موجود ہے۔ اس کا حوالہ کہیں نہیں ملتا ہے اس لیے اہم مخطوطہ ہے۔

۲۱۔ مولوی سراج احمد رامپوریؒ (م ۱۲۳۰ھ)

مولوی سراج احمد ولد مولوی محمد رشد ۱۱۵۱ھ میں سرہند میں پیدا ہوئے اور ۱۱۷۷ھ میں ان کے والد رامپور آگئے۔ وہیں ساری تعلیم و تربیت ہوئی۔ بڑے عالم و فاضل اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ حدیث میں خصوصی دستگاہ رکھتے تھے۔ ۱۲۳۰ھ میں لکھنؤ میں وفات ہوئی اور رامپور میں دفن کیے گئے۔ علم حدیث میں بھی چند تصانیف ہیں۔ خاندانِ مجددیہ کے حالات میں ایک کتاب "سیر المرشدین" بھی لکھی تھی۔[2] تصوف میں بھی آپ کی چند تصانیف کا پتہ چلتا ہے مثلاً رسالہ "فضیلت ذکر خفی" بخط مولف، "سلوک العارفین" بخط مولف اور "شراب رحیق" بخط مولف۔ یہ تینوں رسائل رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔ "سلوک العارفین" اور "شراب رحیق" کا ذکر تذکرہ کاملان رامپور میں نہیں ہے۔

۲۲۔ شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ (م ۱۲۴۰ھ)

آپ تیرھویں صدی ہجری کے نامور شیخ طریقت ہیں۔ آپ ہی کے طفیل سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیمات عالم اسلام میں پھیلیں۔ آپ کی متعدد تصانیف چھپ چکی ہیں۔ ایک مخطوطہ مولانا زید فاروقی دہلوی کے کتب خانے میں کلمات مظہری یا "ملفوظات مظہر" کے نام سے موجود ہے جو ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔ یہ بہت اہم اور نادر مخطوطہ ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اپنے قلم سے متعدد صفحات پر حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ اسی طرح "کرامات و ارشادات امام ربانیؒ" کے نام سے بھی ایک رسالہ آصفیہ لائبریری میں ہے۔ اگر یہ رسالہ وہی ہے جو "حالات و مقامات امام ربانی" کے نام سے ہے تو یہ چھپ چکا ہے ورنہ بہت اہم ہے اور قابل تحقیق و اشاعت ہے۔

۲۳۔ میاں محمد امیر شاہ بن محمد جہانگیر شاہ رامپوریؒ (م ۱۲۹۰ھ)

آپ رامپور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد میاں غلام شاہؒ (م ۱۲۴۳ھ) سے مرید ہوئے۔ مجاہدہ و ریاضت میں مشہور تھے۔ عوام و خواص میں بہت مقبول تھے۔ منشی امیر مینائی بھی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ تصوف میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ آپ کی تصنیف "تعلیم الخواص" مرتبہ ۱۲۷۷ھ رضا لائبریری میں موجود ہے جو کافی ضخیم ہے۔ اس کے علاوہ "تفسیر المومن" کے نام سے بھی ایک مخطوطہ رضا لائبریری میں ہے مگر تذکرہ کاملان رامپور میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔[3] یہ دونوں نسخے اہم ہیں اور لائق اشاعت ہیں۔

---

[1] پھلواری میں نجم الہدیٰ کا ایک مخطوطہ [illegible] مختلف ہے۔ [2] تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق ص ۱۲۹-۱۲۷ ہمدرد پریس دہلی ۱۹۲۹ء [3] تذکرہ کاملان رامپور از احمد علی خان شوق ص ۶۰ ہمدرد پریس دہلی ۱۹۲۹ء

ڈاکٹر غلام مجتبیٰ انصاری

شعبۂ فارسی
بہار یونیورسٹی، مظفرپور

شاہ عنایت حسین بھاگلپوری
اپنے مخطوطات کی روشنی میں

دریائے گنگا کے کنارے شہر حاجی پور سے دو میل کی دوری پر سیتا پور کے علاقہ میں صوفیوں کا ایک قدیم خاندان آباد تھا۔ اس دریا کے اتری کنارے پر ایک بہت بڑا خطہ آج بھی موجود ہے جہاں چھوٹے بڑے مقبرے اور مزارات نیز اینٹ کی بنی ایک بڑی سی مسجد کے کھنڈرات آثار قدیمہ کی شکل میں اپنی گذشتہ عظمت اور شان و شوکت کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ ان مزارات میں سب سے بڑا اور نمایاں مزار حضرت سید احمد پیر دمڑیا (متوفی ۹۷۲ھ) کے نام سے مشہور ہے۔ اس مزار کے تقریباً سامنے متوازی خطوں میں دریائے مذکور کے دکھنی کنارے پر یعنی پٹنہ کے مشرقی حصہ میں ایک ایسا ہی مزار موجود ہے جو سید محمد پیر دمڑیا بن سید احمد کا ہے، سطح مرتفع پر واقع ہے۔ اس مزار کے متصل ایک قدیم مسجد بھی ابھی تک قائم ہے جو پیر دمڑیا کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ "پیر دمڑیا" کا یہ لقب دو بزرگ صوفیوں یعنی باپ اور بیٹے یعنی سید احمد اور سید محمد زین العابدین کے نام سے وابستہ ہے۔

پیر دمڑیا اول یعنی جناب سید احمد کے والد کا نام سید حسن دانشمند تھا جو میرٹھ اور دہلی سے ہجرت کر کے صوبۂ بہار میں وارد ہوئے اور سارن ضلع کے نیپور مخشری محلہ میں پہنچ کر میر ملک فتح اللہ کے مشہور و معروف مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ یہ میر ملک فتح اللہ سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کی اولاد و اخلاف میں سے تھے۔ اور اپنی بزرگی اور تقویٰ کی وجہ سے عوام میں معروف و مقبول تھے۔ بقول شاہ عنایت حسین مصنف "حالات خاندان دمڑیا بابا"[1] (جو در حقیقت تذکرہ "تاج العلماء مع رحلت نامہ" مصنفہ خادم حسین کا تقریباً اردو ترجمہ ہے) ان بزرگ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کی شادی کے لیے پہلے سے انھوں نے جہیز وغیرہ کا سامان مہیا کر رکھا تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ کوئی سید زادہ کشف و کرامات کا حامل عالی خاندان کا اور صاحب علم و معرفت ملے تو اس سے صاحبزادی مذکور کو بیاہ دیں۔ اتفاق کی بات جب رات کے وقت میر صاحب کی کنیز حسب معمول طالب علموں کو کھانا دینے آئی تو اس نے دیکھا کہ سید حسن دانشمند کمرے میں ایک چوکی پر بیٹھے ہیں اور کسی درسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول

---

[1] حالات خاندان دمڑیا بابا از شاہ عنایت حسین، قلمی نسخہ، کتب خانہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ، بھاگلپور، از شاہ عنایت حسین

ہیں۔ سرہانے چراغدان رکھا ہے زیادہ رات گذر جانے کی وجہ سے ان پر غنودگی طاری ہے۔ نیند کی وجہ سے جب بھی ان کا سر چراغدان پر جھک جاتا ہے چراغدان خود بخود پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چراغدان کو کوئی پیچھے کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پھر جب یہ ہوش میں آجاتے ہیں تو چراغدان اپنی جگہ پر آجاتا ہے کنیز یہ حالت دیکھ کر نہایت حیران ہوئی اور واپس جاکر میر ملک صاحب کو اطلاع دی۔ میر صاحب فوراً تشریف لائے اور اپنی آنکھوں سے اس حالت کا معائنہ کیا۔ اس وقت تو وہ خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے مگر جب صبح ہوئی اور سید حسن دانشمند سبق لینے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ میری ایک لڑکی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کی شادی آپ سے کردوں۔ سید حسن دانشمند نے دست بستہ عرض کیا کہ یا حضرت! میں اپنی بیوی اور ایک بچی کو چھوڑ کر یہاں حصول تعلیم کے لیے آیا ہوں' اگر شادی شدہ نہ ہوتا تو آپ کے عدول حکمی کی جرأت ہرگز مجھ میں نہ ہوتی۔ میر صاحب نے فرمایا کہ بہت خوب! کل ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ کر مراقبہ کریں گے۔ اس کے بعد جیسی مصلحت ہوگی عمل کریں گے۔ غرض کہ صبح ہوئی اور سید حسن دانشمند استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں ایک ساتھ مصروف مراقبہ ہو گئے۔ حکم خداوندی ایسا ہوا کہ سید حسن دانشمند کی بیوی اور بچی دونوں رحلت کر گئیں۔ اس کے بعد انھوں نے میر ملک صاحب کی فرمائش قبول کر لی چنانچہ مبارک ساعت میں شادی انجام پا گئی۔ اس کے بعد سید حسن یہیں رہ گئے۔

اس شادی سے سید حسن دانشمند کی جو اولادیں ہوئیں ان میں سے دو لڑکے سید جنید اور سید رزاق لاولد فوت ہو گئے۔ باقی تین لڑکے سید احمد، سید مبارک اور سید حسین نے طبعی عمر پائی۔ ان تینوں کی شادیاں بہار کے شریف خاندانوں میں ہوئیں۔ سید حسن دانشمند کی وفات ۹۳۵ھ میں محلہ مذکور یعنی حسن پور عشری میں ہوئی۔ ان کا مزار بھی یہیں ہے۔ خادم حسین نے ان کا قطعہ تاریخ وفات اس طرح لکھا ہے:

بود شاہی بکشور دانش — میر سید شدہ بدار فنا
خرد دم شفقت محبّ تاریخش — واصل حق شدہ سر علما[1]

صاحب قطعہ لکھتے ہیں کہ یہ وہی سید حسن دانشمند ہیں جنھوں نے ہندوستان پر ہمایوں کی حکومت کو شیر شاہ کی حکومت پر ترجیح دی تھی اور اول الذکر کے لیے دعا کی تھی کہ ہندوستان کی حکومت اس کو پھر سے مل جائے چنانچہ جب ہمایوں شیر شاہ سے شکست کھا کر ایران چلا گیا اور وہاں سے بھاری فوج کے ساتھ آکر پھر ہندوستان کا بادشاہ بنا تو عقیدت میں سید حسن دانشمند کے مدد معاش کی خاطر ایک بڑی جاگیر دی جس پر حسن پور عشری آباد ہے۔ جاگیر میں عطا کی گئی تھی کہ آج تک اس کا نام ... کے نام پر مشہور ہے۔
سید حسن دانشمند کے مذکورہ تین لڑکوں میں سید مبارک حسن پور عشری میں سکونت پذیر رہے۔ سید حسین بھاگلپور

---
[1] تذکرہ مخدوم العلما میر رحلت نامہ از شاہ خادم حسین۔ قلمی نسخہ، کتب خانہ پیر دمڑیہ خلیفہ باغ، بھاگلپور

چلے گئے، اور سید احمد اپنے والد سے رخصت لے کر سیاحت کے لیے نکل پڑے یہ اپنے سفر کے دوران بہت سے صوفیا اور ولیوں سے شرف نیاز حاصل کرتے رہے آخر کار میتاپور حاجی پور تشریف لائے اور یہاں قیام پذیر ہوئے۔

حضرت سید شاہ عنایت حسین کا سلسلہ نسب سید حسن دانشمند کے لڑکے سید حسین عبا جہانگیر پوری سے ملتا ہے جو حسن پور جشتری سے ہجرت کر کے جہانگیر پور چلے آئے اور یہیں قیام پذیر ہوئے۔ سید شاہ عنایت حسین کی پیدائش ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۰۷ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۷۹۲ء میں جمعہ کے دن ہوئی جیسا کہ ان کے قلمی دیوان صفحہ ۵ سے ظاہر ہوتا ہے پیدائش کی یہ تاریخ "غالباً" کسی میر مظہر علی صاحب نے جنتری سے نکالی تھی۔ "میر مظہر علی صاحب از جنتری برآوردہ بودند اسنا فقط" یوم پیدائش کے متعلق بھی اسی صفحہ پر لکھا ہے: "روز جمعہ تولد سید شاہ عنایت حسین است۔"

اسی دیوان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی وفات ۱۲۹۰ھ میں ہوئی مگر یہ بھی کسی دوسرے ہی کے قلم سے بعد میں لکھا گیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو ان کی زندگی کی پوری مدت تقریباً ۸۳ سال (ہجری کے حساب سے) ہوئی ویسے ان کے کلام سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ حیات ضعیفی کی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے ہندوستان کے اکثر مقامات کا سفر بھی کیا تھا مثلاً کلکتہ پٹنہ، حاجی پور، میتاپور وغیرہ۔ کلکتہ کے دوران قیام میں چورنگی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

"ندیدم تا زمین گشتی بہ سیاحی خود اما۔ بہ چورنگی کلکتہ بہر شاہی پرستانست"

حاجی پور، میتاپور، محلہ ترن گولہ، معروف گنج، سید پور، جدوعہ وغیرہ کا ذکر اپنے قلمی رسالہ "حالات خاندانی پیر دمڑیا" میں اس طرح کرتے ہیں:

"حضرت سید احمد کا لقب اونکا پیر دمڑیا ہوا اور محلہ میتاپور میں مزار مبارک اونکا ہوا یہ فقیر باقبال وہاں جا کر مشرف ہوا ہے۔ سبحان اللہ مزار شریف ایک ڈال سنگ مرمر ہے اور آپ کی اہلیہ کا مزار بھی سنگ مرمر ہے اور میتاپور ایک موضع متعلقہ مقام حاجی پور تختگاہ شاہان قدیم در ضلع مظفر پور جو در گنگ برابر شمال پٹنہ کے معروف شہر عظیم آباد ہے اور آپ کے دو بیٹے ہوئے تمام بڑے صاحبزادے کا سید محمد ہے یہ بھی ملقب پیر دمڑیا ہے۔ مزار ان کا شہر عظیم آباد میں جو محلہ ترن گولہ اور معروف گنج معروف ہے اور اسی کو محلہ دمڑیا بھی لوگ کہتے ہیں اور چھوٹے بیٹے کا نام حضرت سید قاسم ہے مزار حضرت سید قاسم کا موضع سید پور (اسی) کے متصل مقام جدوعہ کے ہے اور میتاپور اور سید پور [illegible] ہے یہ فقیر تمام بزرگوں کے مقابر پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا ہے۔" ؎

؎ "حالات خاندانی پیر دمڑیا" (قلمی) کتب خانہ پیر دمڑیا تعلیم ... جہانگیر پور

سید شاہ عنایت حسین کے دیوان کا قلمی نسخہ کتب خانہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ، بھاگلپور میں موجود ہے جس سے ان کے احوال و آثار زندگی پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ دیوان کے صفحہ ۵ سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اپنی کچھ غزلیں جو مندرجہ ذیل مصرعوں سے شروع ہوتی ہیں کسی مُدّھو میراجی کو گانے کیلئے دیا تھا:

"دو غزلیاتی کہ بہ مُدّھو میراجی کلاونت دادہ شدہ بود ایں است" ۔

۱۔ ای کہ فرخندہ لقای تو مبارک باشد
۲۔ فقر خویشی چو بہ عرش معلی کردم
۳۔ آوازہ مرغان چمن گشتہ بپای
۴۔ میخانہ عشق من صہبای دگر دارد
۵۔ نالہ من گر اثری داشتی
۶۔ کردیم انیس خود صہبای محبت را
۷۔ من کہ مستم از می مہر شہ میم در کار نیست
۸۔ اقتدای با امام ساقی کوثر کنم
۹۔ نی طوطی ہندوستان کلام شکر خاست
۱۰۔ من رشتہ خویشی را سوی اہل نظر دارم

اسی صفحہ پر نیچے غسل کے کچھ مصرعے درج ہیں جن کے اوپر یہ عبارت تحریر ہے:

"غزلیاتی کہ بہ خانم بائی دادہ شدہ است" ۔

۱۔ ساقیا می دہ کہ یاری طبع را خوشتر کنم
۲۔ کردیم انیس خود صہبای محبت را
۳۔ ای کہ فرخندہ لقای تو مبارک باشد
۴۔ نالہ من گر اثری داشتی
۵۔ میخانہ عشق من صہبای دگر دارد

پھر اسی صفحہ پر اردو میں دو اشعار درج ہیں جن کے تخلص میں "حسین" لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اشعار شاہ عنایت حسین کے طبع زاد ہیں۔ واضح ہو کہ دیوان مذکور میں فارسی کلام کے بعد شاعر مذکور کے اردو کلام بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ بہرکیف مذکورہ اشعار اس طرح ہیں: ۔

ڈھونڈت سارا جگ پھر پایا ہم ہیں رب ؛ پایا تو اپنی ہیں میں کہ ہم ہیں ہیں سب رب
بھولے بھٹکے مت پھر را اور جیت مت کر واداس ؛ اپنے میں دیکھو حسین سائیں تمہارے پاس

دیوان کے صفحہ ۶۲ ب پر ایک قطعہ تاریخ درج ہے جو انھوں نے اپنے والد بزرگوار شاہ اسد اللہ کی وفات پر لکھا تھا اس قطعہ سے اُن کے والد بزرگوار کی وفات کی تاریخ ۱۲۴۹ھ نکلتی ہے۔ دیوان میں غزلوں کے بیشتر مقطعوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اپنے والد بزرگوار ہی کے ہاتھ پر بیعت تھے اور انھیں کو اپنا پیر و مرشد مانتے تھے مذکورہ قطعہ تاریخ وفات یوں ہے: ۔

"قطعہ تاریخ وفات شاہ اسد اللہ از حسین در ۱۲۴۹ھ"

شاہ اسداللہ قطب الدین چون رحلت نمود — ہر رقم بر ساق تا ز نخش شد زمین خاکسار
فی المدینہ آمد ہمیں مصرع ز طبع این حسین — یک ہزار و دو صد و چہل و نہ از ہجری شمار

صفحہ ۷۶ الف پر دو قطعات اردو میں درج ہیں۔ ان دونوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے خلاف کسی دشمن نے مقدمہ دائر کیا تھا۔ اس مقدمہ میں اپنی جیت کیلئے انھوں نے حضرت علی شیر خداؓ سے مدد مانگی تھی ؎

یا علی شیر خدا میری مدد کو پہنچیو — اور معارض مری درپیش تھا کے کر دو
تا کہ ہو فتح مری اور ذلالت دشمن — اتنا بھی عرض مری جلدی سے اب تم سن لو
یا علی دو فتح کی مجھ کو بشارت خواب میں — تا کہ ہوں میں سرخرو ہر شخص اور احباب میں
ہم پہ مشکل سخت ہے اور آپ ہیں مشکل کشا — کر دو مشکل میری آساں عالم اسباب میں

دیوان کا فارسی حصہ ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے اس کے علاوہ اردو اور فارسی کے ملے جلے کلام بھی دیوان کے دوسرے حصے میں دستیاب ہیں۔ فارسی کی کل غزلوں کی تعداد ۱۰۲ ہے۔ پہلی غزل کا مطلع ؎

ای کہ فرخندہ لقای تو مبارک باشد — چہرۂ جلوہ گرای تو مبارک باشد

ہے اور مقطع ؎ جای تو زیر قدوم اسد اللہ حسین — حمد للہ کہ سرای تو مبارک باشد

آخری غزل کا مطلع ؎ نگاہ من چو سوی گلعذار خواہد بود — دل رقیب ز بس بیقرار خواہد بود

اور مقطع ؎ طرح نگند چو دیوان خود حسین گریان — نگر زمین اسد یادگار خواہد بود

قصائد کی مجموعی تعداد تین ہے پہلا قصیدہ صفحہ ۸ پر ہے۔ جس میں کل ۶۸ اشعار ہیں۔ دوسرا قصیدہ صفحہ ۱۷ پر ہے اس کے کل اشعار ۲۱ ہیں اور تیسرا قصیدہ صفحہ ۱۹ پر ہے جس میں مجموعی طور پہ ۲۹ اشعار ہیں۔ رباعیات کی مجموعی تعداد تقریباً ۲۱ ہیں ایک بند دیوان کے صفحہ ۱۴ پر ہے۔ جس میں ۸ اشعار ہیں۔ صفحہ ۱۵ پر ایک سلام ۱۲ اشعار پر مشتمل ہے پھر اسی صفحے پر ایک نوحہ ہے جس میں کل ۱۴ اشعار ہیں۔ اس کے علاوہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں دیوان کے دوسرے میں قطعات کی تعداد کافی ہیں۔

شاہ عنایت حسین کا فلسفۂ عشق و محبت:۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ایک صوفی اور عارف باللہ شاعر تھے۔ ان کا کلام متصوفانہ خیالات سے لبریز ہے۔ ان کے کلام میں ایک فلسفۂ عشق ملتا ہے۔ وہی فلسفۂ عشق جس کا سراغ ہمیں حکیم سنائی، فرید الدین عطار اور مولانا روم کی شاعری میں ملتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کی پیدائش کا اصل مقصد عشق و محبت الٰہی ہے جس کو قرآن نے عبادت کے نام سے تعبیر کیا ہے اور اس کی تعلیم کی پہلی ابجد عشق و محبت ہے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ہم نے اپنی امانت کو آسمان

زمین اور پہاڑ کو پیش کیا۔ سب نے انکار کیا اور ڈر گئے لیکن آدمی نے اس بوجھ کو اٹھا لیا۔ مقصد یہ ہے کہ زمین و آسمان تکلیفات شرعیہ کی قابلیت نہیں رکھتے یہ قابلیت اور صلاحیت صرف انسان کو عطا کی گئی ہے کہ جائز، ناجائز، حلال، حرام اور نیک و بد کی تمیز رکھتا ہے اور اسی بنا پر اس کے لیے شریعت کے احکام آتے ہیں۔ صوفی حضرات کے نزدیک امانت سے مراد عشق حقیقی ہے جو انسان کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اسی لیے شاہ عنایت حسینی کہتے ہیں کہ انسان کو عشق بازی سے غافل نہیں رہنا چاہیے بلکہ اسی سے آخرت کا سامان کرنا چاہیے۔ عشق ہی ایک ایسی منزل ہے جو مردانِ کامل کو پسند خاطر ہے ؎

مشو غافل حسینی از عشق بازی ساز عقبیٰ کن　　　　کہ آں منزل شدہ خاطر پسند مرد کامل را

عشق کا شجر دنیا کے تمام اشجار سے ممتاز ہوتا ہے اس کی نشو و نما ازل سے ابد تک ہوتی رہتی ہے۔ عشق کا مرض کسی طبیب کے علاج کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس کی دوا صرف وصلِ محبوب ہے، اسی سے اس کو شفا ملتی ہے ؎

شجر عشق ز اشجار جہاں ممتاز است　　　　از ازل تا بہ ابد نشو و نما پاست درو

مرض عشق زند بیر طبیبست برون　　　　وصل محبوب دوائیست شفا پاست دیو

عاشق کا دل مخزنِ اسرارِ الٰہی ہوتا ہے لیکن اسرارِ الٰہی کی گتھیوں کو سلجھانا آسان کام نہیں۔ انھیں اچھی طرح سمجھنے کے لیے مرشد کامل کی ضرورت ہوتی ہے جو عاشق کو اسرارِ الٰہی کے سمجھنے میں نہ صرف مدد کرے بلکہ اس کی رہنمائی بھی کرے۔ مرشد کامل کے بغیر وادیِ عشق میں بھٹکنے کا اندیشہ غالب رہتا ہے۔ مرشد کامل راہ و رسم منزلِ عشق سے باخبر ہوتا ہے اس لیے ایسے مرد کامل کی رہنمائی راہِ عشق میں نہایت ضروری ہے اسی لیے شاہ عنایت حسینی لکھتے ہیں ؎

دل مخزن اسرار الٰہی است ولیکن　　　　بی مرشد کامل نشود عقدہ کشائی

تصویر نہ شد ہیئت او از کسی عارف　　　　معنی است کہ در لفظ نیاید بنمائی

در منزل تصوف اسداللہ است مرشد　　　　کن پیشوا حسینا آں پیر رہنمو را

عشق و محبت کی سرمستی و سرشاری عاشق کو اللہ کے ماسوا تمام دوسری اشیا سے بے نیاز کر دیتی ہے وہ ہمیشہ محبوب حقیقی کے خیال میں مستغرق رہتا ہے اور کسی لمحہ اس کے خیال سے جدا ہوتا نہیں ہے۔ عشق کا نشہ ہر دم اس پر مستولی رہتا ہے اسی کی وجہ سے اس کے اندر ایک قسم کی شان بے نیازی پیدا ہو جاتی ہے۔ عشق کے خمخانہ کا صہبا کچھ اور ہی ہوتا ہے سرمستوں کی اس شراب کا پیمانہ دوسرا ہی ہوتا ہے۔ دریائے عشق ناپیدا کنار ہوتا ہے اور اس کے ہر قطرے میں ایک مستقل دریا دکھائی دیتا ہے اسی لیے شاہ عنایت حسینی فرماتے ہیں ؎

خمخانہ عشق من صہبای دگر دارد　　　　وان بادہ سرمستان پیمانۂ دگر دارد

دریای محبت را ساحل نہ بود پیدا   ہر قطرۂ آن دریا دریای دگر دارد
دیگر چہ پسند خواہی زین عاشق آشفتہ   منشور جنون من طغرای دگر دارد
نقد خویش چو بر عرش معلّیٰ دارم   دل خود را بہ تماشاش تجلّیٰ دارم
ہر زمان از تو سروریست کہ داریم نہان   قلب خورشید بغیر از تو تجلّیٰ دارم

وحدت وجود کا مسئلہ بادۂ تصوف کا نشہ ہے۔ ابی سعید ابوالخیر، امیر خسرو، شیخ بوعلی سینا، حکیم سنائی، امام غزالی، فرید الدین عطار، عراقی اور مولانا روم غرض کہ یہ تمام لوگ اسی نشہ میں سرشار تھے۔ ان کا فلسفہ ہے کہ تمام اشیاء میں وہی جاری و ساری ہے اور اسی نے ہر چیز میں حسن پیدا کر دیا ہے۔ وہ قد میں جلوہ، زلف میں مشک، یاقوت میں آب اور مشک میں خوشبو ہے۔ عالم میں ہزاروں لاکھوں چیزیں جو نظر آتی ہیں وحدتِ حقیقی ہیں جو مکرر ہونے کی وجہ سے متعدد معلوم ہوتی ہیں۔ حقیقت میں وہی ایک کا عدد ہے جو ہزار لاکھ اور کروڑ بن جاتا ہے حالانکہ اکائیوں کے سوا اس میں اور کوئی چیز شامل نہیں۔ شعر   این وحدت است لیک بہ تکرار آمدہ

شاہ عنایت حسینی کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

نور احدی جلوہ کنان است بہر سو   ہر سو کہ کنم روی ہمان سوست خدای
نیست موجود ولی الکل عین الموجودات   در وجودم نگہی کن چہ تجلّی دارم
مایۂ عشرت من غیر غم و سم نبود   در سراپردہ دل خویش تجلّی دارم

تصوف میں چونکہ انسان کو اشرف المخلوقات اور عالم اکبر مانا جاتا ہے اس لیے صوفیانہ شاعری نے عزتِ نفس کا خیال پیدا کیا۔ تصوف نے بتایا کہ زمین و آسمان، کون و مکان سب انسان کے آگے ہیچ ہیں۔ تصوف نے بتایا کہ فرشتے اور افلاک انسان کا مرتبہ پہچاننے کے قابل نہیں۔ مذکورہ خیال کو شاہ عنایت حسینی نے جا بجا اپنے اشعار میں بڑے حسن و خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے ؎

بعشقم ہر کسی عاشق ندارد رتبۂ کامل   بصحرای تعشق قیس ہم طفل دبستان است
دلم در بحر جوش اشتیاق است   چو اور نگ کہ در رنگ سماق است
رجای وصل از رب جلیل است   وگرنہ خواہش گردون نفاق است

معشوق کی ادائیں بڑی جان لیوا ہوتی ہیں۔ اس کا شمار نرالا ہوتا ہے۔ بات بات میں بہانہ تراشنا اور بے توجہی برتنا اس کا شیوہ ہے۔ عاشق سے دوری اختیار کرتا ہے۔ اور مقدر کو بہانہ بناتا ہے۔ اس سے آنکھیں چراتا ہے اور

حیا کو بہانہ بناتا ہے۔ اس کو دیکھ کر بڑبڑاتا ہے اور حمد و ثنا پڑھنے کا حیلہ کرتا ہے غیر کی طرف قدم بڑھاتا ہے اور پاؤں پکڑ کر آبلہ پائی کا بہانہ بناتا ہے۔ مذکورہ مضامین کے حامل شاہ عنایت حسین کے تغزلانہ اشعار کس قدر دلکش، حسین اور برجستہ ہیں ملاحظہ فرمائیں ؎

در بحر خویش گفت و قفا را بہانہ ساخت — وز دیدہ چشم رفت و حیا را بہانہ ساخت
آں حرکت ریش بہ قدم عرتا بود — سویم چو دید مدح و ثنا را بہانہ ساخت
می رفت سوی غیر چو گفتم بیا بہ من — پا را گرفت و آبلہ پا را بہانہ ساخت

صوفیا کا شعار صلح کل ہے وہ ہر چیز سے محبت کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی محبت کا درس دیتے ہیں۔ دوستوں کے دل کو ستانا تو بہت دور کی بات ہے، دشمنوں کو بھی تکلیف میں دیکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ دوستوں سے ملنا اور ان کی خاطر و مدارت کرنا ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ شاہ عنایت حسین کی ایک رباعی اس سلسلے میں قابل ذکر ہے ؎

خاطر دوستاں مدارات است — لذت زندگی ملاقات است
گر کسی ترک ایں دو چیز کند ___ بر حیاتش حسین ہیہات است

یہ مقالہ کتب خانہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ بھاگلپور کے قلمی رسالوں تاج العلما مع رحلت نامہ مصنفہ "شاہ خادم حسین دمڑیائی" پٹنہ اور "کرامات خاندان پیر دمڑیا بابا" مصنفہ شاہ عنایت حسین بھاگلپوری نیز ایک قلمی نسخہ "دیوان شاہ عنایت حسین" کی مدد سے لکھا گیا ہے۔

تاج العلما مع رحلت نامہ کا سائز "۵×۷" ہے اور یہ رسالہ ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں ۹ سطریں ہیں یہ رسالہ بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں لکھا گیا۔ اس کا کاغذ موٹا ہے اور تحریر نستعلیق میں ہے۔ رسالہ کتب خانہ پیر دمڑیا بابا خلیفہ باغ بھاگلپور کے نجی تبرکات میں شامل ہے۔

رسالہ "کرامات خاندان پیر دمڑیا بابا" اردو زبان میں ہے جو فارسی "تاج العلما مع رحلت نامہ" کا ترجمہ ہے۔ اس کے مترجم جیسا کہ اوپر ذکر ہوا شاہ عنایت حسین صاحب دیوان ہیں۔ رسالہ مجلد ہے اور اس کا سائز "۶×۱۰" ہے۔ یہ ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے مگر اس کے کچھ اوراق غائب معلوم ہوتے ہیں ہر صفحہ میں ۱۱ سطریں ہیں۔ کتابت کا سنہ مذکور نہیں ہے۔ کاغذ موٹا اور بھورے رنگ کا ہے۔ اس کی تحریر لال روشنائی میں ہے۔ "دیوان شاہ عنایت حسین" کی تفصیلات مقالہ کے ضمن میں درج ہیں۔

●●

شاہ منتظر حسین
خلیفہ شیخ الجاجپور

خاندان پیر دمڑیا بابا کی علمی روایات

حضرت ابو حبیب مولانا سید ظہیر الدین المختار زیدی والحسینی اپنے دو بھائی سید اسد الدین و سید زین الدین کے ہمراہ وارد دہلی ۹۶۷ھ مطابق ۱۲۷۹ء میں ہوئے۔ سید اسد الدین المشہور بہ آفتاب ہند نے ظفر آباد نزد جونپور سکونت اختیار کی اور وہیں آسودہ لحد ہوئے ان کا خاندان وہیں آباد ہے۔ اور سید زین الدین کی سکونت فرخ آباد میں رہی اور وہیں آسودۂ لحد ہیں۔ لیکن مولانا سید ظہیر الدین نے حضرت سید نظام الدین اولیا سے چشتیہ سلسلہ میں بیعت حاصل کی اور بعہد غیاث الدین بلبن موضع بسار نزد جلال قلعہ سے تین چار کوس دکھن بے مقیم ہوئے۔ مولانا سید ظہیر الدین کو شعر و شاعری اور تصوف سے لگاؤ تھا۔ عہد خلجیہ میں درباری شاعروں میں آپ کا شمار تھا اور تغلقوں کے عہد میں میر منشی مقرر ہوئے۔ آپ کا ایک دیوان بھی تھا اور تصوف میں "رموز المعانی" تصنیف تھی لیکن افسوس کتب خانہ پیر دمڑیا ان کی تصانیف سے محروم ہے۔ آپ نے سہروردیہ سلسلہ میں حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانی سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ آپ کی وفات تقریباً ۷۲۵ھ ہے۔ آپ کا مزار حوض شمسی پر ہے۔ میں نے حاضری دی لیکن وہاں بتانے والا ایک سائیکل والا تھا جو صحیح طور پر بتا ندہی نہ کر سکا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ اول میر سید محمد میر علاء الدین۔ آپ محمد شاہ تغلق کے ساتھ دکن کی مہم میں گئے وہیں گلبرگہ میں جانب غرب حسین آباد میں آپ کا روضۂ اطہر ہے دوسرے صاحبزادہ سید جعفر ملقب بہ سید عطاء اللہ دہلوی آپ نے حضرت مخدوم سید جلال بخاری جہانیاں جہاں گشت سے شرف بیعت حاصل کیا اور آپ کو ان کی دامادی کا بھی شرف حاصل ہوا۔ آپ کے صاحبزادہ سید یحییٰ ملقب بہ کرم اللہ اور ایک لڑکی تاج بی بی تھیں۔ سید یحییٰ بھی دہلی میں آسودہ لحد ہیں جن کے صاحبزادہ سید حامد ملقب بہ شرف جہاں المعروف بہ سید میٹھے آپ کا مزار مبارک موضع سردھنا ضلع میرٹھ میں عیدگاہ کے پاس ایک بلند ٹیلے پر خستہ بنا ہوا ہے۔ آپ میٹھے شاہ بخاری کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے تیموری حملہ کے وقت ۸۰۱ھ میں ترک وطن دہلی کیا اور چند سال بعد میرٹھ ضلع میں انتقال فرمایا۔ آپ کے آٹھ بیٹے تھے۔ سید قاسم، سید عبدالمقتدر، سید محمد مخدوم، میر سید قطب محمد افضل عرف سید بدھن مسکین (بہرائچ میں آپ کا مزار مبارک اسٹیشن کے قریب ایک ٹیلے پر مشہور ہے) سید اسماعیل، سید محمود، سید جلال، سید طاہر ثانی۔

مخدوم سید قاسم کا مزار مبارک شہر میرٹھ میں محلہ قاسم پورہ میں جو آپ کے نام پر ہی آباد ہے عیدگاہ کے قریب مخدوم صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اور سید جلال صاحب کا مزار اسٹیشن کے قریب گھنٹہ گھر کے سامنے چھتری والے

پیر کے نام سے مشہور ہے اور آپ کے چار بھائیوں کے مزارات بھی اسی جگہ ہیں۔ مخدوم سید قاسم کے چار صاحبزادے تھے۔ اول سید حسن دانشمند جن سے خاندان پیر دمڑیا کا سلسلہ بہار میں مشہور ہے۔ دوسرے سید جلال الدین، تیسرے میر سید بار پہ یہ دونوں بھائی وادی (ضلع مظفر نگر) بھواڑہ وغیرہ کی طرف چلے گئے۔ سادات بارہ اور سادات بھواڑہ انھیں کی اولاد میں ہیں۔ قرۃ العین حیدر بھواڑہ خاندان سے میر سید جلال الدین کی اولاد میں ہیں۔ انھوں نے "کارجہاں دراز ہے" میں اپنے خاندان کا ذکر کیا اور خاندان پیر دمڑیا کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ چوتھے میر سید سلوتی مشہور و معروف بزرگ سلوتی شریف میں ہیں جو پرتاب گڑھ کے پاس ہے۔

مخدوم سید حسن دانشمند نے حسن پورہ نزد عشری سیوان شہر سے ۱۲ میل جنوب صوبہ بہار کی سرحد پر قیام کیا چوسا کی جنگ کے بعد ہمایوں کو کامیابی اور بحالی تخت کی بشارت دی۔ آپ کی وفات ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۲۹ء میں ہوئی۔ آپ کے پوتے صاحب زادہ سید احمد پیر دمڑیا ضیاپور حاجی پور میں آسودہ لحد ہیں اور سید زین العابدین عرف سید محمد پیر دمڑیا بن سید احمد نے درگاہی محلہ نزد معروف گنج پٹنہ رہائش اختیار کی اور یہیں مدفون ہوئے اور یہ محلہ پیر دمڑیا کے نام سے مشہور ہوا۔ سید شاہ جعفر حسین "بینک روڈ پٹنہ" اس خانقاہ کے صاحب سجادہ حین حیات ہیں۔ بھاگلپور میں سید حسین بن سید حسن سے سلسلہ قائم ہے۔ آپ کی شادی دریا خاں لوہانی (حاکم بہار) کی بھانجی سے ہوئی۔ آپ کو شاہان بنگال سے ۲۵۰۰ بیگہ زمین موضع سلطان پور (۱۲ میل جنوب از بھاگلپور) ملی تھی جس کی تصدیق ۱۵۷۶ء میں اکبر کی سند کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ مخدوم سید شرف الدین علی محمد پیر دمڑیا کے نام سے حسب سابق بحال رہ گئی۔

تذکرہ خاندان بھاگلپور :- مخدوم سید حسین بن مخدوم سید حسن دانشمند (سیوان) ابن مخدوم سید قاسم میر جی زیدی الحسینی دلوی واسطی کی پیدائش ۱۵۰۲ء میں حسن پورہ میں ہوئی تھی کیونکہ آپ کے والد سید حسن دانشمند میر جی سے بغرض تعلیم جونپور آئے لیکن ۱۴۹۲ء میں حسین شاہ شرقی جب سکندر لودھی سے ہزیمت اٹھا کے بعد صوبہ بہار آگیا تو جونپور جو شیراز ہند کہلاتا تھا سکندر کے ہاتھوں اس کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس لیے سید حسن علیہ الرحمۃ عشری میں میر ملک فتح اللہ کے مدرسہ میں درس کے لیے داخل ہو گئے۔ اور یہیں ۱۴۹۵ء میں آپ کی شادی میر ملک فتح اللہ کی صاحبزادی سے ہو گئی۔ آپ کو پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ سب سے بڑے سید احمد پیر دمڑیا ضیاپور حاجی پور میں جن سے سلسلہ پیر دمڑیا کی اشاعت صوبہ بہار میں ہوئی جن کا سنہ وفات ۹۷۲ھ مطابق ۱۵۶۳ء ہے۔ دوسرے سید مبارک جنھیں سیوان کی گدی کا شرف حاصل ہوا۔ اور تیسرے سید حسین ہیں جو تھے اور باقی دو صاحبزادے عہد طفلی میں فوت ہو گئے۔ ان کے مزارات والد کے پہلو میں ہیں۔ مخدوم سید حسن دانشمند کی لڑکی بی بی رانی کی شادی سید بڈھے ابن میر سید میر بارہ کے

صاحبزادہ سے ہوئی۔

۱۵۰۰ء میں حسین شاہ شرقی کا اپنے محمد حیاتہ میں جاکر انتقال ہوگیا (اس کی وفات کہل گاؤں ضلع بھاگلپور میں ہوئی) بعدہ لاش جونپور لیجائی گئی۔ ۱۵۱۷ء میں سکندر لودھی کی وفات کے بعد پوربی لشکر چھپی بہار وغیرہ میں فتنہ پھیل گیا جسکی سرکوبی کیلئے بابر پانی پت کی جنگ کے بعد ۱۵۲۶ء صوبہ بہار کی طرف متوجہ ہوا اور وہ بکسر آرہ تک پہونچا ساتھ ہی ہمایوں شہزادہ چھپرا کے علاقہ تک آیا جہاں مخدوم سید حسین دانشمند نے اسے اس کی سلطنت کی بشارت دی تھی یہ واقعہ ۱۵۲۹ء کا ہے لیکن ہمایوں اور بابر کی واپسی کے بعد پٹھانوں اور سوریوں نے مخدوم سید حسین کو پریشان کرنا شروع کیا جس کی وجہ کر مخدوم سید حسین بھاگلپور اور سید احمد و سید مبارک حاجی پور شاہجہان بنگال کی حکومتوں میں جاکر مقیم ہوگئے۔

مارچ ۱۵۲۲ء میں جب مخدوم سید حسین کی شادی دریا خاں لوحانی کی بھانجی سے ہوئی اور رجب وہ پرگنہ جہرا عرف بھاگلپور رہنے لگے تو شاہ بنگال نصیب شاہ نے ۵۰۰ بیگہ زمین موضع سلطان پور میں انھیں دی۔ موجودہ موضع سلطانپور کا رقبہ ۱۰۰۰ بیگہ ہے اور اس کے متصل ۵۰۰ بیگہ ڈوہریا کہلاتا ہے۔ لفظ ڈوہریا بابا پیر دمڑیا کے نام کی خرابی ہے۔ یہ موضع بھاگلپور اسٹیشن سے ۱۲ میل جنوب غرب ہے۔

مخدوم سید حسین علیہ الرحمۃ کی وفات ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں ہوگئی اور آپ کا مزار بستی کے مشرقی و جنوبی کنارہ پر چہار دیواری کے اندر خام ہے۔ محرم کی سات تاریخ کو عوام بکثرت چادریں چڑھاتے ہیں اور ابھی تک فیض جاری ہے۔ آپ کے صاحبزادہ سید شرف الدین علی محمد المشہور بہ پیر دمڑیا بھاگلپوری کی پیدائش جولائی ۱۵۴۴ء کو ہوئی۔ ۵ اجون ۱۵۷۵ء یعنی ۹۸۳ھ میں جب اکبری فوجوں نے داؤد خاں کو فتح پور (سبور) بھاگلپور سے ۵ میل پورب شکست دے کر اس کا سر سید عبداللہ کی معرفت آگرہ بھیج دیا تو اکبری حکم کے مطابق رمضان ۹۸۳ھ میں پیر دمڑیا کی جائیداد حسب سابق بحال رہنے دی گئی جس کا تصدیق نامہ آج بھی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اسی سال پرگنہ جہرا عرف بھاگلپور کے تمام دفاتر عمرپور (جہرا) سے منتقل کرکے بھاگلپور لائے گئے تب ہی حضرت پیر دمڑیا بھی اپنے تمام خاندان اور دوستوں کے ساتھ موجودہ بھاگلپور اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر ۳ سے متصل جنوب آکر مقیم اور اس جگہ کو اپنے والد کے نام پر حسین پور نام دے کر آباد ہوئے۔ موضع حسین پور خراجی و لاخراجی کا ذکر وقف نامہ اور خاتمہ زمینداری تک قائم تھا اسی موضع حسین پور سے ۱۹ بیگہ کاٹ کر مولانا شہباز علیہ الرحمۃ کی کفالت کے لیے ۱۶۴۲ء میں شاہجہاں نے دیا جو ملا چک کے نام سے مشہور ہے جسے مولانا شہباز نے وصیت کے مطابق اپنی اولاد میں برابر کا شریک کرکے وقف کر دیا۔ اور اس کا متولی اپنے پوتے کو مقرر کر دیا تھا۔ اسی وصیت نامہ کا ذکر شجاع کی سند ۱۰۵۶ میں بھی ہے۔

مخدوم سید شرف الدین علی محمد پیر دمڑیا بھاگلپوری کی شادی اپنی حقیقی بھتیجی زادہ یعنی پوتی دختر سید احمد پیر دمڑیا حاجی پوری سے ہوئی اس طرح سید محمد پیر دمڑیا پٹنہ اور مخدوم سید قاسم حاجی پوری آپکے سالا تھے۔ پیر دمڑیا کے دو صاحبزادے تھے۔ اول سید نظام الدین عرف سید حبیب جن کے نام پر موضع حبیب پور آج بھی اسٹیشن سے ایک میل جنوب موجود ہے۔ یہ خانقاہ وہیں مقیم تھا۔ دوسرے سید شمس الدین عرف میر سید پیر دکلاں جن سے خلیفہ باغ کا خاندان قائم ہے۔ حضرت پیر دمڑیا بھاگلپوری کی وفات بعمر ۹۰ سال ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۲ء میں ہوئی۔

آپ کے صاحبزادہ میر سید پیر دکلاں کی وفات ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۵ء میں ہوگئی۔ انکے بعد سید حسین بن میر سید میر کی وفات ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۳ء میں ہوئی۔ ان تینوں کے مزارات موضع مجاہد پور ریلوے اسٹیشن سے پورب ریلوے پل کے نیچے آستانہ پیر دمڑیا کے اندر ہیں۔

سید حسین ثانی بن سید میر بن حضرت پیر دمڑیا کے صاحبزادہ مولانا سید علی احمد نے خلیفہ باغ میں آکر قیام کیا اور یہیں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ قائم کرکے رہنے لگے۔ ۱۱۰۷ھ میں شہر بھاگلپور میں زبردست آگ لگی تھی جس میں ۱۵۱ آدمی جل کر خاک ہوگئے تھے۔ اس میں خاندان پیر دمڑیا کو بھی نقصان پہونچا تھا۔ جلی ہوئی اسناد اور جلی ہوئی کتابیں اس ثبوت کے لیے آج بھی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اور ایک شجرہ نامہ موجود ہے جن سے ان حقائق کی تصدیق ہوتی ہے۔

بہر حال مولانا سید علی احمد کی پیدائش ۱۰۵۰ھ ہے کہ جس سال مولانا شہباز کا انتقال ہوا ہے۔ مولانا علی احمد کو ان کی عمر کے اٹھارہویں برس ہی جائیداد دینی و علمی شروع ہوچکی تھیں کیونکہ اس عمر میں آپ صدر مدرس بن چکے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کانپور میں ہوئی تھی۔ ۱۱۰۷ھ میں مسجد کی تکمیل کرائی اور مدرسہ بھی اس میں قائم کیا۔ مسجد کی دیواریں کبھی کبھی طلبا کے نقوش کا ثبوت دیتی ہیں۔ بحمد اللہ آج بھی اس مسجد میں ایک چھوٹا موٹا مدرسہ قائم ہے۔ مولانا سید علی احمد کا انتقال ۱۱۰۷ھ/۱۶۹۵ء میں ہوگیا۔ آپکے صاحبزادہ میر سید بہاء الدین عرف میر سید میر زندہ پیر بہت ہی جلالی بزرگ گذرے تھے۔ ان کی وفات ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء میں ہوئی۔ اس کے بعد ان کے لڑکے سید اسد اللہ کا انتقال ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء میں ہوا۔ بعدہ شاہ محمد میر کمسنی میں گدی پر بیٹھے اور ۷۲ سال گدی نشین رہے۔ ان کی وفات ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۲ء میں ہوئی۔ شاہ محمد میر علیہ الرحمۃ کی وفات ۱۸۰۲ء کے بعد آپ کے صاحبزادہ سید شاہ اسد اللہ عرف شاہ میاں مرحوم گدی نشین آستانہ خلیفہ باغ کا دور انگریزی حکومت کے ہاتھوں کافی پریشان رہا کیونکہ اس عہد تک خاندان پیر دمڑیا بھاگلپور بہت بڑی جاگیر کے مالک بن چکے تھے جس کی فہرست (کرشی والا کاغذ) ۱۲ـ۱۵ فٹ لمبا آج بھی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس دولت و ثروت، عزت و شہرت کی وجہ کر انگریزوں کو حسد اور خطرہ محسوس ہوا اور انھوں نے طرح طرح سے پریشان کرنا شروع کیا

اسی وجہ سے شاہ جاماں صاحب نے اپنی تمام کتابیں اپنے لڑکے سید شاہ عنایت حسین کے نام ۱۸۲۲ء میں ہبہ کر دیا۔ ۱۸۲۳ء
میں شاہ جاماں صاحب کا انتقال ہو گیا لیکن وہ مقدمہ جو ان کے عہد میں پریوی کونسل میں تھا ۱۸۴۲ء میں شاہ عنایت حسین
صاحب ہار گئے جس کے ہرجانہ میں ہزاروں پونڈ اسٹرلنگ تاوان جمع کرنا پڑا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ۱۸۵۸ء میں جب
قحط پڑا تو شاہ عنایت حسین صاحب نے ایک ماہ تک تمبھاگل پور کے غربا کو اپنی جاگیر سے کھانا کھلایا جس کا ثبوت
آج بھی اخراجات کی بہی میں درج ہے۔ اور املی کا درخت جو آج مسجد کے صحن میں ہے، بیس فٹ گڈھے میں مٹی
کی پیالی اور رکابی کا ثبوت دینے کیلئے آج بھی موجود ہے۔ جو اب احاطہ مسجد میں بھر دیا گیا ہے۔

شاہ عنایت حسین نے اپنی عمر کے نوے سال پر اپنے خاندان کی بچی بچائی جائیداد انگریزوں کے مظالم سے محفوظ
رکھنے کیلئے ۱۸۷۰ء میں رجسٹرڈ وقف کر دیا جس کی دیکھا دیکھی ۱۸۷۳ء میں ٹھاکر والوں نے بھی اپنی جائیداد وقف
کر دی۔ شاہ عنایت حسین صاحب کا انتقال اسی سال ۱۸۷۱ء میں ہو گیا اور وقف نامہ کے مطابق کتابیں بھی وقف کے
اندر آگئیں۔ اپنی رشتہ داروں اور انگریزوں کے ہاتھوں تنگ آکر ان کے صاحبزادہ سید شاہ اسد اللہ عرف عبد اللہ
گوشہ نشین ہو گئے جس کی وجہ سے کتب خانہ کی عمارت شکستہ ہو گئی اور بہت سی کتابیں دیمک کی نذر ہو گئیں لیکن
۱۸۹۳ء میں انکے صاحبزادہ حافظ سید شاہ نور قطب عالم عرف فتح عالم مرحوم بعد فراغت تحصیل علم از بہار شریف واپس آکر
کتب خانہ اور جائیداد کی درستگی میں لگ گئے۔ ۱۹۰۲ء میں آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ ۱۹۰۴ء میں آپ کی شادی ہوئی
اور ۱۹۰۶ء میں سید شاہ منظور حسین عرف فخر عالم صاحب پیدا ہوئے۔ شاہ فتح عالم صاحب کا وصال ۱۹۲۹ء میں ہوا۔

حضرت مولانا سید شاہ منظور حسین عرف فخر عالم صاحب مرحوم کی تعلیم فرنگی محل میں ہوئی۔ مولانا عبد الباری
فرنگی محلی آپ کے استاد تھے جن کی وجہ کر آپ پر کانگریس کی تحریک کا کافی اثر تمام عمر رہا۔ بعد فراغت تعلیم شہر لکھنؤ میں خواجہ
سید محی الدین مرید شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سب سے چھوٹی لڑکی سے آپ کی شادی ۱۹۲۳ء میں ہوئی۔ ۲۹ ۱۹۲۴ء
مارچ میں آپ کے بڑے لڑکے حافظ مولانا الحاج سید شاہ علی احمد شرف پیدا ہوئے جو آجکل گدی نشین ہیں۔ اور ۲۳ ستمبر
۱۹۲۷ء کو بروز جمعہ راقم الحروف کی پیدائش سرائے معالی خاں شہر لکھنؤ میں ہوئی۔

شاہ فخر عالم صاحب مرحوم پچاس سال گدی نشین رہے۔ جائیداد کے استحکام کے ساتھ ساتھ آپ نے کتب خانہ
کو بھی جلا بخشی جو آج بہار کے عمدہ کتب خانوں میں سے ایک ہے۔ طلبا ریسرچ کی غرض سے برابر ریسرچ کیلئے آتے رہیں
۱۹۷۶ء کی ۱۷ مئی کو شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا جب سے یہ کتب خانہ میری نگرانی میں چل رہا ہے اور بحمد اللہ ریسرچ
کا کام بھی جاری ہے۔ کتب خانہ کی قلمی کتابوں کی ایک فہرست میں نے کتب خانہ خدا بخش کو بھیجدی تھی بزرگوں کی

تصانیف، بیاضات، دیوان اور ادعیہ اور دیگر تبرکات گدی خانہ میں علیحدہ ہیں جو عوام کی دسترس سے باہر ہیں۔

شاہ محمد عالم صاحب کی مرتب کردہ تاریخ خاندان پیر دمڑیا ۳ جلدیں اور مشاہیر بہار ۴ جلدیں، مولانا آزاد اخبارات کی روشنی میں (۷۰۰ صفحات) رسالہ نماز (۵۰۰ صفحات) وغیرہ اہم تالیفات ہیں۔ اس کے علاوہ سید احمد پیر دمڑیا کی بیاض سے لے کر تمام بزرگوں کی بیاضات آج بھی موجود ہیں۔

ذکر سلسلہ بیعت

مجھ سے لے کر مخدوم سید حسن دانشمند تک تمام بزرگوں نے اپنے والد سے بیعت حاصل کی۔ مجھے والد صاحب نے سلسلہ قادریہ میں بیعت کے لائق سمجھا لیکن باقی تمام چودہ خانوادوں کی اجازت دی۔ مخدوم سید حسن دانشمند کا سلسلہ بیعت دو سلسلہ سے سہروردیہ خانوادہ میں ہے اور دوسرے چشتیہ سلسلہ میں اور ایک سے سلسلہ قادریہ میں ہے۔ ملاحظہ ہو:

(الف) شجرہ پیران الطبقات القادری الجنیدی

۱۔ الٰہی بحرمت سید عبدالقادر عرف سید حسن بخاری دانشمند بن مخدوم سید قاسم میرٹھی۔ ۲۔ الٰہی بحرمت مخدوم شیخ یوسف علائی بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۳۔ الٰہی بحرمت مخدوم شیخ علاؤالدین بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۴۔ الٰہی بحرمت مخدوم سید صدرالدین راجو قتال بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۵۔ الٰہی بحرمت مخدوم سید السادات قطب عالم مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ العزیز۔

(ب) شجرہ پیران سہروردیہ

۱۔ مخدوم سید السادات سید حسن بن مخدوم سید قاسم قدس سرہ العزیز۔ ۲۔ مخدوم سید السادات سید محمد افضل عرف سید بڈھن سکین بہرائچی قدس سرہ العزیز۔ ۳۔ مخدوم سید السادات سید اجمل بن مجد بہرائچی قدس سرہ العزیز۔ ۴۔ مخدوم سید السادات قطب الاقطاب مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری قدس سرہ العزیز۔

(ج) شجرہ پیران سہروردیہ

۱۔ سید السادات مخدوم سید حسن بن سید قاسم میرٹھی قدس سرہ العزیز۔ ۲۔ الٰہی بحرمت شیخ محمود بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۳۔ الٰہی بحرمت شیخ سید جلال بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۴۔ الٰہی بحرمت سید محمود بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۵۔ الٰہی بحرمت شیخ سید رکن الدین بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۶۔ الٰہی بحرمت شیخ سید حامد بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۷۔ الٰہی بحرمت شیخ سید محمود بخاری قدس سرہ العزیز۔ ۸۔ الٰہی بحرمت ملک المشائخ شیخ علاء الحق والشرع والدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری۔

(د) شجرہ مشائخ چشت قدس اللہ سرہ العزیز

۱۔ الٰہی بحرمت بوقت پاک ارشد الدین خواجہ سید حسن دانشمند بن سید قاسم۔ ۲۔ الٰہی بحرمت شیخ شمس الآفاق خواجہ محمد فتح اللہ عرف سید میر ملک فتح اللہ۔ (آپ سید حسن دانشمند علیہ الرحمۃ کے احد و خرمحترم تھے) ۳۔ الٰہی بحرمت خواجہ احمد عیسیٰ تاج قدس اللہ سرہ العزیز۔ ۴۔ الٰہی بحرمت خواجہ محمد فتح اللہ نظام الدین بدایونی ۵۔ الٰہی بحرمت خواجہ احمد شہاب ناگوری۔ ۶۔ الٰہی بحرمت نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمۃ۔

(س) شجرہ مشائخ چشت قدس اللہ سرہ العزیز

۱۔ الٰہی بحرمت سید ارشد الدین عرف سید حسن دانشمند علیہ الرحمۃ۔ ۲۔ الٰہی بحرمت سید نور الحق مانکپوری قدس اللہ سرہ العزیز۔ ۳۔ الٰہی بحرمت سید راجہ حامد مانکپوری۔ ۴۔ الٰہی بحرمت شیخ حسام الدین مانکپوری ۵۔ الٰہی بحرمت شیخ نور قطب عالم پنڈوی قدس اللہ سرہ العزیز۔ ۶۔ الٰہی بحرمت شیخ علاء الحق پنڈوی قدس اللہ سرہ العزیز ۷۔ الٰہی بحرمت شیخ سراج الحق لکھنوتی قدس سرہ العزیز۔ ۸۔ الٰہی بحرمت شیخ سید نظام الدین اولیاء دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز۔

آج کل خانقاہ پیردمریا کے سجادہ نشین حاجی حافظ مولانا سید شاہ علی احمد شرف عالم ندوی ہیں۔

چند کتابوں کا تفصیلی جائزہ

جلد ۱۔ **مکتوبات شیخ شرف الحق والدین**:۔ اس مجموعہ میں وہ اٹھائیس مکتوبات ہیں جو انھوں نے شیخ مظفر بلخی مرحوم کے خطوں کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ یہ مکتوب ۲۵ سال کے عرصہ میں تحریر کئے گئے ہیں (در مدت بست و پنج سال کہ شیخ السلام شرف الحق والدین علام عراقی شیخ مظفر مرحوم جواب عرائض ارسال میفرمود) مرتب خطوط نے آگے چل کر لکھا ہے کہ مخدوم صاحب نے شیخ کو لکھا کہ یہ خطوط صرف تمہارے لیے ہیں کسی اور کو نہ دکھانا۔ (مکتوبات من ہمہ حل مشکلات و معاملات آں برادر است باید کہ کسی را ننماید کہ موجب سر افشاء ربوبیت گردد) کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ سر ربوبیت افشا ہو جائے۔ چنانچہ شیخ نے اپنی زندگی میں کسی اور کو ان خطوط کو نہ دکھایا اور وصیت کی کہ میری قبر میں ان خطوں کو دفن کر دیا جائے۔ (بہنگام رحلت شیخ مظفر مرحوم وصیت کرد کہ دروں کفن من نہند) چنانچہ حسب وصیت ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن قبر میں رکھنے سے یہ اٹھائیس خطوط بچے رہ گئے جو مرتب کے پاس موجود ہیں اور انھوں نے ان خطوط کو اس کتابی شکل میں پیش کر دیا ہے تاکہ پڑھنے اور سننے والا دین سے نفع حاصل کر سکے۔ مکتوب اول اس شعر سے شروع ہوتا ہے

بر بلا کیف قوم راحق دادہ است زیر آں گنج کرم بنہادہ است

برادر بلطف مولانا منظفر سلام و دعا۔

از عاشقش از کاتب حروف اشرف منیری مطالعہ کند و باید کہ در کار خود مردانہ بودہ از شدائد امور و از کثرت ہوا ابتلا و از امتحان گوناگون در راہ سالک است۔

علم۔ مکتوب دوم .... علم معاملات نیست از علم مکاشفات و علم مکاشفات در قلم آوردن رخصت نیست۔

صوفی مکتوب سوئم .... صوفی بخود صافی تا در کشد جامی بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

تصوف۔ مکتوب چہارم .... و هو معکم اینما کنتم تصوف این بیت را بیت رابعی گویند جز آں سہ بیت کہ معلوم و مفہوم شکالنت و بر حقیقت می رانند۔

توحی مکتوب پنجم .... (کے درمیانی حصہ سے) ای برادر توحی و منی در عالم ما است در عالم محبوب دوی نیست۔

حدیث مکتوب ششم .... (کے درمیانی حصہ سے) حدیث کے معنی میں درج کرتے ہیں کہ "من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم خاطر جمع دار و ہمیشہ لسان راست است ...... ہر کہ گل باخت گل یافت ______

پردہ۔ مکتوب ہفتم .... خواجہ عطار کی بیت درمیان خط درج ہے۔ آنچہ تو گم کردہ گر کردہ، ....

.... پردہ خود شدہ است و در پردہ خود محجوب ماندہ۔

مسلمان۔ مکتوب ہشتم .... مسلمان آنکہ مومن آنکہ تو آنکہ موحد کار برآمدہ مطلوب در بر آمدہ وایں گوشش دولت برآوردہ۔

روح مکتوب نہم .... این چہ عجب سحرہ فرعون باملاد کفر و ساحری غرق برخاستہ۔ بیشتر علما تعریف دانشمندان اسلام آنست کہ روح جسم لطیف است و لیکن در جسم کثیف و آں تن مردم است۔

فنا مکتوب دہم .... آنکہ یکی روزی نمازی کرد در وقت شروع گفت کافر شدم و زنار بر خود بسم اللہ اللہ اکبر ایں ہم کردہ است .... القضات علیہ الرحمۃ فرمودہ است کہ در فنا ہمیشہ سالکان برابر باشند امادر بقا استقامت فنا بمنزلہ .... فخر الدین و تاج الدین را اسلام و دعا برسانند۔

نگاہ مکتوب یازدہم .... موسیٰ علیہ السلام در طلب آتش قدم زدہ انی آنست نارا انگاہ علی النحج۔

مکتوب دوازدہم .... ہر حدیثی شوری و غوغائی دیگر داشت۔

انا الحق۔ مکتوب سیزدہم .... گفتہ است انا الحق گفتن منصور از تنہا کجائی بود۔

محبت، مکتوب چہاردہم... بیت سے دریای محبت بی کنار آمد الائم کشتی شد صد ہزار......

کشف، مکتوب پانزدہم..... مولانا حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ابیات کشف و گری انا بحالت کشف ہر کہ گوید از و خطا نبود.....

فقر، مکتوب شانزدہم..... نظم "فقر در ہر چہ نگہ کردم ہمہ عالم خدا دیدم یعنی با او دا دیں خود او را ہمی وید گم"

عطاء، مکتوب ہفدہم.... اللھم لا مانع لما اعطیت سے شروع ہوتا ہے۔

مکتوب ہیجدہم.... چوں سر ازل محو ابدال شود ایں قال قیل پامال شود

نفس، مکتوب نوزدہم..... از خواجہ بایزید قدس اللہ نقل است انسلخت نفسی......

قدیم، مکتوب بستم... ای برادر چوں تابوت حدوث دعوی قدم و طہارت کہ حضرت عزت او را شاید در عالم ممتنع الوجود......

دلیل، مکتوب بست و یکم... حق تعالی او دلیل است بر کشادہ شدن کار و بار مرداں کہ ہمہ را العقدم تحجاب ہمیں بود و نیست......

عشق، مکتوب بست و دوم ... مثنویات "من پاکباز عشقم تخم حرفی نکارم پشت پناہ فقرم پشت طمع نخارم"

بندہ، مکتوب بست و سوم.... از جانب بندہ است کہ بندہ چوں خدا و بندہ را دوست داشت......

محبت، مکتوب بست و چہارم..... برای تاکید محبت را بود یعنی چوں محبت بیا بود

عقل، مکتوب بست و پنجم..... گر جہان عقل را ابراہیم تہی ذرہ عشقش کند دست تہی

جمال، مکتوب بست و ششم.... آں را کہ جہاں جمال باشد گر ناز کند حلال باشد۔

در عالم خرش عاشقان را گر یار دہد جمال باشد

شناخت، مکتوب بست و ہفتم..... آنکہ خواجہ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است ہر کہ او را شناخت و بار او حال برآورد ہمیں تر یاد است۔

نور، مکتوب بست و ہشتم..... ایں دو حدیث ہر دلی را کہ بنور خود منور کردانید عدل و دل محق عین گشت خلوت و عزلت او را مسلم شد۔

اور اسی طرح ان سطروں پر اٹھائیسواں خط ختم ہو جاتا ہے "عاقبت و خاتمت بخیر باد بحرمت النبی و آلہ الامجاد والسلام"۔

جلد ۲ دوسری کتاب میں کل ایک سو ترپن خطوط ہیں۔ یہ خطوط ۷۶۹ھ میں جمع کیے گئے۔ ان کا نمبر بھی درج ہے۔ اس میں پہلا مکتوب در راہ دین، دوسرا۔ در طلب علم اور تیسرا در نیت، چوتھا۔ در نزول بلا۔ پانچواں۔ در ترک دنیا، چھٹا۔ در مریدی و مجاہدی کردن، ساتواں۔ در ہمت بلند، آٹھواں۔ در توبہ باز گشتن بخدا تعالیٰ، نواں۔ در یگانگی در حق خویش و نیک در حق دیگراں۔ دسواں۔ در محبت دنیا و مذمت آں، گیارہواں۔ در محبت عشق، بارہواں۔ در وصول الی اللہ تعالیٰ، تیرھواں۔ در اثر صحبت، چودھواں۔ در اطاعت مرید آنچہ پیر فرماید، پندرھواں۔ در صفت پیراں و مذمت حال فضولاں۔ سولھواں۔ در اخلاص خرد و صدق طلب سترھواں۔ در معجزہ انبیا و اولیا و جریان احکام خدا تعالیٰ۔ اٹھارھواں۔ در دوستی و دشمنی للہ تعالیٰ .... اس طرح فہرست مرتب کرتے ہوئے مرتب نے ایک سو پینتالیسویں مکتوب یعنی در بندگی و حضور و شکر نعمت تک فہرست لکھی ہے اس کے بعد ایک سو باون تک صرف مکتوبات کا ذکر کیا ہے۔ ان کی فہرست نہیں دی ہے۔ پہلا مکتوب بنام شیخ عمر ساکن قصبہ اسکلی سلام و دعا از کاتب حروف مطالعہ فرمایند سے شروع ہوتا ہے اور آخری خط کی سطریں اس شعر پر ختم ہوتی ہیں۔

ہر کہ او از دار دنیا پاک شد — نور مطلق گشت اگرچہ خاک شد

جلد ۲ میں مکتوبات بنام شیخ عمر برادر شمس الدین (رضی اللہ تعالیٰ) اور ملک خضر، مولانا کمال الدین سنوی، شیخ سلیمان، برادر مولانا محمود وغیرہ کے نام تحریر کیے۔

جلد اول اور جلد دوم کی کتابت کسی اور کی ہے جس نے اپنا نام تحریر نہیں کیا ہے اور نہ سنہ ہی درج ہے۔ جگہ بہ جگہ رباعی، مثنوی، مکتوب وغیرہ کے الفاظ سرخ روشنائی سے تحریر ہیں۔ ورق کا نمبر درج نہیں تھا اسے میں نے درج کیا ہے۔ البتہ ایک ورق کے خاتمہ پر دوسرے ورق کا پہلا لفظ پہلے ورق کے آخر میں تحریر ہے جس سے جز بندی میں دشواری نہ ہو۔ حروف نستعلیق ہیں۔

جلد ۳ میں سرخ روشنائی کہیں بھی استعمال نہیں ہوئی ہے۔ آخر میں کاتب نے اپنا نام عالم علی لکھا ہے مگر ٹھیک سے پڑھا نہیں جاتا، البتہ سنہ کتابت ۱۲۴۳ فصلی درج ہے اور اس کے ساتھ بخشش حسین ۱۲۲۸ اور سید جعفر علی ۱۲۳۸ کی مہریں ثبت ہیں۔ کتب خانہ پیر دمڑیا میں یہ کتاب کب اور کس دور میں آئی کہیں تحریر نہیں ہے البتہ سید جعفر علی حاجی پور تعلقہ پیر دمڑیا خاندان کے افراد میں ایک صاحب گذرے ہیں۔

جلد ۳ تیسری کتاب میں مکتوب کی جگہ رقعہ اول دوم درج ہے (رقعات شیخ شرف الدین منیری) رقعہ اول بنام محمد لطیف اور رقعہ اس طرح شروع ہوتا ہے: "آں محمد لطیف بداند کہ جملہ عالم مظہر لطیف است..."

آں محمد لطیف را باید کہ بدیدہ لطیف راببند کہ لطیف در لطیف است گاہے لطیف است و گاہے کثیف است۔

رقعہ دوم بجانب محمد تقی آں محمد تقی بداند کہ تقی بمعنی پرہیزگار ست و پرہیز آنرا گویند کہ از خود پرہیز کند نہ کہ از دیگری از خود پرہیز کردن.....

رقعہ سوم بجانب میر سید صابر آں میر کبیر سید صابر بداند کہ صابر آنرا گویند کہ از جملہ تغیرات و حادثات احوال خود را متغیر نگرداند.....

رقعہ چہارم بجانب محمد عابد آں محمد عابد بداند کہ عابد از معبود است و عبادت در شام اوست کہ عابد آمدہ است پس آں محمد عابد را باید کہ عبادت معبود جہاں آرد کہ عابد و معبود ہر دو محو گردند نہ عابد ماند نہ معبود چوں ہر دو یکذات..... نہ خود ماند نہ خدا.....

رقعہ پنجم بجانب شیخ عزیز اللہ القریشی العباسی العزیز بداند کہ بے طمع آنرا گویند کہ از خود بے طمع گردد نہ کہ از دیگرے چوں از خود بے طمع گردد نہ ایں داند نہ آنکار خود را بخدا سپارد۔

رقعہ ششم بجانب سید طاہر آں سید طاہر بداند کہ طاہر بمعنے پاک و صاف بودن است یعنی پاک آنرا گویند کہ از جملہ کدورات بشریت پاک و صاف گردد کہ بوئے خودی در روں ماند۔

رقعہ ہفتم بجانب شیخ طیب آں شیخ طیب بداند کہ طیب بمعنی پاک بودن است یعنی طیب آنرا گویند کہ خود را از خود پاک دارد و ولذات حواس خمسہ مطلق دور کند۔

رقعہ ہشتم بجانب میر سید شریف آں میر سید شریف بداند کہ جملہ مظہر ذات شریف است و لقد کرمنا بنی آدم دریاب اوست و شریف آنرا گویند کہ خود را اکثر مخلوقات داند.....

رقعہ نہم بجانب دوستاں مقبول راہ درویشے معروفست ہر سالکی را کہ سیر معہودی نمودے داد فارغ از اسم و رسم شد۔

رقعہ دہم بجانب شیخ سفر العزیز بداند کہ سفر آنرا گویند کہ در ملک وجود خود سفر کند چوں سفر وجود بجا آرد آنگاہ در سفر فوائد نیست آری ہر در سفر زوائد بسیار است۔

رقعہ یازدہم بجانب عزیز اللہ آں عزیز اللہ بداند کہ مسلمان آں نیست کہ کلمہ گو مسلمان باشد مسلمانی ایںست کہ بجمیع قول خود مسلمان ماند و تعقیکہ مسلم ماند.....

رقعہ دوازدہم بجانب سید حسن العزیز بداند کہ حسن آنرا گویند کہ از جملہ بدیہائے خود پاک گردد حسن

نیکوئے ورآید بدی چہ کہ ماسوا اللہ را در بحر احدیت از دو جہاں غرق سازد۔

رقعۂ سیزدہم، در بیان برزخ۔ اے عزیزاں برزخ بر دو نوعیت یکی صغیر دوم کبیر آنرا گویند۔

رقعۂ چہاردہم، بجانب شہباز منگلی۔ چہار منزل اینست یکی ناسوت دوم ملکوت سوم جبروت چہارم لاہوت۔

رقعۂ پانزدہم، بجانب قلندر بیگ آں قلندر بیگ باشد کہ قلندر آنرا گویند کہ ہمیشہ حال لاالٰہ الااللہ گفتہ اند چنانچہ ذات واحد بچہ واحد کردہ۔

رقعۂ شانزدہم، بجانب سید جمال، کہ جمال آنرا گویند کہ در مرات جمال عالم جمال خود بیند زیرا کہ مقصود جمال دیدن است۔

رقعۂ ہفدہم، بجانب محمد لطیف۔ کہ محمد آئینہ لطیف است وآں سرور کائنات خود خبر می دہد۔

رقعۂ ہیزدہم، بجانب شیخ نور اللہ۔ کہ ہمہ عالم نور اللہ است..... اللہ نور السموات والارض۔

رقعۂ نوزدہم، بجانب شیخ بہادر المریدے۔ بہادر آنرا گویند کہ دشمناں خود را بکشد و خود را اتفاق ہستی رساند......

اقتلوا انفسکم بسیف المجاہدات والمخالفات۔

رقعۂ بستم، بجانب شیخ آدم مونگیری۔ کہ ملاقات بر دو نوع است یکے حاضری دوم غائبی کہ حاضری آنرا گویند۔

رقعۂ بیست ویکم، بجانب شہباز خان منگلی۔ ذکر کلمہ طیب بر چہار نوع است یکی ناسوتی دوم ملکوتی

سوم جبروتی، چہارم لاہوتی۔

رقعۂ بیست و دویم، بجانب شیخ علاؤالدین وہلوی۔ کلمہ محمدیت باید کہ خود را بکلمہ محمدی سپارد کہ افضل الذکر

است لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

رقعۂ بیست و سوم، بجانب محمد مومن۔ حق تعالیٰ در وجود آدم دو دم آفرید یکے نفی دویم اثبات

اہل صوفیہ قرار دادہ اند۔

رقعۂ بیست و چہارم، بجانب محمد صادق۔ در بیان توحید۔ کہ توحید بدو صفت تا نفسانی کی توحید وجودیہ دوم

توحید شہودیہ بشنو توحید وجودیہ صفت بشری بحال خود می ماند اگرچہ وجود حقیقی می شود۔

رقعۂ بیست و پنجم، بجانب درویشاں۔ در بیان دنیا۔ کہ مراد از دنیا ہستی است و مراد از عقبےٰ نیستی پس سالک

را باید کہ از جمیع مرادات وجود برخیزد۔

رقعۂ بیست و ششم، بجانب محمد مومن۔ در بیان چہار منزل۔ چوں اللہ تعالیٰ خواست کہ از خزانہ کنت کنزاً مخفیاً

فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف خود را اظہار سازد۔

رقعۂ بیست و ہفتم، بجانب میر سید حیدر۔ اللہ تعالیٰ ایشاں را آئینہ صورت خویش گردانیدہ است و در آں آئینہ

شدہ بر صورت خویش تحویش مشاہدہ میماند۔

رقعہ بیست و ہشتم، بجانب سید محمد۔ حضرت میر سید محی الدین قدس اللہ سرہ العزیز می فرمایند

محی الدین محا ندم شدم من خدائے   خدائیم خدائے

رقعہ بیست و نہم، بجانب میر سید شاہ برو۔ اللہ تعالیٰ گنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف فرمودہ است مراد از گنج مخفی عدم است۔

یہ کتاب انتیس (۲۹) رقعات کے بعد ان سطروں پر ختم ہو جاتی ہے۔ "این ذرع عین اصل است و اصل عین فرع از سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز در باب قول محبت۔

(عنوانات جو حاشیہ پر درج ہیں ان کی سرخی منظر حسین نے ترتیب دی ہے۔)

جلد ۴ کتاب شمارہ ۲، جلد ۱ شمارہ ۱ کا دوسرا نسخہ ہے اس لیے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔

جلد ۴ کتاب شمارہ ۳، مکتوبات مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری علیہ الرحمۃ متوفی ۷۸۵ھ یہ مکتوبات تعداد میں پینتالیس (۴۵) ہیں اور بجانب مولانا عز الدین تحریر کیے گئے ہیں۔

یہ نسخہ کتب خانہ پیر دستگیر کے لیے ۱۱۱۲ھ میں بہ زمانہ میر سید میراں مولانا علی احمد کے ہی دوسرے سے مقابلہ کر کے تحریر کیا گیا ہے۔ ان مکتوبات کا مرتب (تمام کرم خوردہ ہونے کی وجہ کر دستیاب نہیں) موضع سلطان پور من مضافات دہلی کا رہنے والا ہے اور اس نے یہ مجموعہ ۷۸۲ھ میں یعنی عین حیات مخدوم جہانیاں مرتب کیا۔ مرتب لکھتے ہیں کہ یہ مکتوبات در برادر طرف مولانا عز الدین رسانیدہ اجابت نمودہ در مطلوب فرزندی بر خویش واجب کردہ شد۔

مکتوب اول کی شروعات اس طرح ہوتی ہے۔ "مکتوب معزز فرزندی باد بر ہمہ منشور را نصیحت از حضرت رسالت محمد رسول اللہ صلی اللہ و علی آلہ وسلم فرستد۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مکتوبات جامع نصیحت ہیں۔ کلام پاک، حدیث شریف اور خلفائے کرام اولیا عظام کی ہدایات کے دائرہ میں اتنی موثر تلقین ہے گویا مکتوب کا ایک پیرا بہار گلستاں ہے اور ہر خط ایک تختۂ گل معلوم ہوتا ہے۔ قرآن، حدیث، فقہ، شریعت کے گلہائے ثلاثہ کی رنگینی و پاکیزگی صوفیانہ معلوم ہوتی ہے اور عشق رسول، محبت خدا، اولیا کا پرچم طریقت کی چوٹی سے جھلکتا معلوم ہوتا ہے۔ یہ تمام مکتوبات راہ سلوک میں چراغ راہ ہیں۔

جلد ۴ کتاب ۴، مکتوبات عبد الجلیل۔ منقول مکتوبات در کیا الاعلیٰ اصحاب السالکین۔

مکتوب اول۔ در شناخت نفس بجانب میر سید جلال۔ ای جان من شناخت نفس بہا قسمت از شناخت روح...

الحمد للہ علی ذٰلک الجلال کہ بدیں صفت جلال جلال است۔

مکتوب دوم:۔ در بیان تعرف ذات و بے اختیاری صفات بجانب میر سید جلال۔

مکتوب سوم:۔ در بیان معیت عبد و رب از جانب فقیر عبد الجلیل بجانب میر سید حامد۔

مکتوب چہارم:۔ در بیان واشق حجاب وگسستن طلب از جانب فقیر بجانب سید حامد آں دل باید کہ بچشم ضمیر مطالعہ کند۔

مکتوب پنجم:۔ در بیان حقیقت محمدی بجانب ملک خواجہ و ہمیں آں ملک بچشم ملک مطالعہ کند۔

مکتوب ششم:۔ بجانب حسن صاف است۔

مکتوب ہفتم:۔ در بیان مکاشفہ بجانب میر سید جلال مرقوم است۔

مکتوب ہشتم:۔ بجانب فقیر نور اللہ مرقوم یافت۔ اس خط میں "شاہ شرف بو علی قلندر فرمودہ اند کہ تبارک و تعالیٰ فرق خود مرا بخشندہ است و محمد رسول اللہ سنت خود بخشندہ اند۔"

مکتوب نہم:۔ بجانب میر سید حامد مرقوم است۔ اس خط میں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی تشریح ہے۔

مکتوب دہم:۔ در بیان کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بجانب سید جلال مرقوم است۔ لا الٰہ از برائے اثبات ذات است یعنی ہستی ہیچ کس بجز اللہ۔ و محمد رسول اللہ بدل اسم ذات است کہ خود بود و پیغمبر شدہ۔ "انا احمد بلا میم"

مکتوب یازدہم:۔ بجانب سید حامد مرقوم است کہ محمد و محمود از حامد پیدا گشتہ معبود معدوم است۔

مکتوب دوازدہم:۔ بجانب میر سید ابو البقا تحریر یافت آں بقا بلا انتہا و بقا از بقا است پس بقا را باید کہ دریں عالم حدوث آں بقا بجز بقا نماند......

مکتوب سیزدہم:۔ دوست را از دوست مرقوم و دستخط با مغز و پوست روا نیست۔

مکتوب چہاردہم:۔ بجانب عبد المومن تحریر یافت کہ آں محمد مومن بداند کہ محمد آئینہ مومن است چوں ذات پاک بکیف خواست کہ خود را بیند صورتے نداشت کہ دید بہ شود۔

مکتوب پانزدہم:۔ نور العین میر کبیر بن سید الشریفین النقی الحسن و الحسین اعنی میر سید جلال و الد مرقوم یافت۔

مکتوب شانزدہم:۔ بجانب حسن است۔ چوں حسن از بے حسین شد حسن حسن شد۔

مکتوب ہفدہم:۔ بجانب شیخ الشیوخ است۔ آں شیخ الشیوخ بداند کہ شناختن تاریخ شیوخ شناخت شیخ شیوخ است۔

مکتوب ہژدہم:۔ در بیان بزرگی آفتاب توحید بجانب سید حامد مرقوم یافت۔ کہ بزرگی آفتاب توحید بر ۲ قسم کردہ شد۔

مکتوب نوزدہم:۔ بجانب شیخ سلطان مرقوم است۔

مکتوب بستم :۔ از جانب ہم اسم بجانب ہم اسم مرقوم است کہ لاالہ الا اللہ معلوم است قل ھو اللہ احد اللہ الصمد مفہوم است

مکتوب بست و یکم :۔ از جانب ہم اسم بجانب ہم اسم تحریر یافت۔ ملاقات بدو نوع است یکی ظاہر و دوم باطنی۔

(باب ملاقات کے لیے رقعہ نمبر ۲ مخدوم الملک کا موازنہ علیحدہ کاغذ پر مطالعہ کریں) از مبتکر۔

مکتوب بست و دوم :۔ حافظ را اعلام آنکہ دراں وقت حاضر باشند۔

مکتوب بست و سوم :۔ بجانب جانی بیگ مرقوم است ــ جاناں عین جان است۔

مکتوب بست و چہارم :۔ بجانب عبد المومن مرقوم است ــ حدیث المومن مرات المومن است۔

مکتوب بست و پنجم :۔ از جانب ہم اسم بجانب ہم اسم مرقوم است۔ آں دل پذیر بچشم تخمیر تصویر ضمیر وجود معلوم کند۔۔۔

مکتوب بست و ششم :۔ بجانب درویشاں مرقوم است۔ معہد وصیت ہر سالکی کہ از مستحق خویش معہد دوم نکرد۔۔۔

مکتوب بست و ہفتم :۔ بجانب عبد السلام مرقوم است کہ دانستی عبد و سلام اسلام عام است و علم الیقین عبارت۔۔۔ ماز ین مقام۔۔۔

مکتوب بست و ہشتم :۔ عبد الحق را از جانب حق مرقوم است۔ کہ با حق حق حقا کہ حق نباشند چوں بر حق باشد۔۔۔

مکتوب بست و نہم :۔ بجانب ایمان محمد است کہ دانستی عبد و جلیل ایمان محمد است خود ش فرمودہ اند۔۔۔

مکتوب سی ام :۔ بجانب شیخ عبد القادر مرقوم است۔ آں قادر بقدرت خویش چناں مقدور است

مکتوب سی و یکم :۔ بجانب میر سید حامد است۔ صحبت حامد و محمود چنانست بجانکہ اسم عبد و جلیل در اسم عبد الجلیل تہ یافت۔

مکتوب سی و دوم :۔ بجانب شیخ میاں عبد الفتاح مرقوم است۔ جام بدل معلوم باشد کہ قرینہ بدل مفہوم باشد لا باید بدل کردن۔۔۔

مکتوب سی و سوم :۔ از جانب جلیل بجانب جلیل مرقوم است۔ آں جلیل را معلوم است کہ پید الشی عالمیان یکیک مظہر جلیل است اللہ لاالہ الا ہو۔۔۔۔۔۔ نیست۔

مکتوب سی و چہارم :۔ باشارت از جانب جلیل بجانب جلیل است۔ آں جلیل بداند کہ میاں جلیل و جلیل فرقے

مکتوب سی و پنجم :۔ بجانب شیخ محمد مرقوم است۔ راہ درویشی معلوم است و آں نیست کہ کاری از کاری توفیق نکنند و چیزی از چیزی ترغیب نکند۔

مکتوب سی و ششم :۔ ملک خواجہ دیں مرقوم است۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ می فرماید ؎

در تصوف رسم حسینی خندہ کردن بر خود است ــــ تیغ گردن خاک کردن بر سر است

مکتوب سی و ہفتم :۔ بجانب میاں حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ مرقوم است ؎

غیر نقش غرور جہاں نگذاشت ــــ لاجرم عین جملہ اشیا شد

مکتوب سی و ہشتم:۔ در بیان سلوک بجانب میر سید حامد تحریر یافت۔ عزیز من سلوک عبارتست از ترک ظاہری

و باطنی یعنی ترک ظاہر چہ کہ خود را از نہی باز دارد۔

مکتوب سی و نہم:۔ بجانب شیخ محمود پوری تحریر یافت کہ حقیقت آنست تا آنکہ کہ جملہ آنست اگرچہ در بیان عالم صورت

مکتوب چہلم:۔ در بیان سکنت بجانب حسن صاحب مرقوم است۔ سکنت آنکہ گوید کہ از جملہ مخفیات

بے تعین باشد یعنی نہ وصال داند نہ فصل نہ قرب۔

عبد الجلیل صاحب کون بزرگ ہیں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ نہ ہی ان کا عہد معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیخ احمد سرہندی عہد اکبری و جہانگیری تک حیات تھے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بزرگ سترھویں صدی کے آخر میں گذرے ہوں۔ یا اٹھارویں صدی کے اوائل میں رہے ہوں۔ مکتوبات جس کاغذ پر نقل ہے اسے دیکھتے ہوئے ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کاغذ انیسویں صدی کا ہے۔ سید شاہ عنایت حسین مرحوم متوفی ۱۸۷۷ء کے نوٹ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ نام مولف و مصنف پیدا نیست۔ کتاب کرم خوردہ ہے مگر استعمال کے لائق ہے۔ موازنہ مکتوبات عبد الجلیل اور رقعات شیخ شرف الدین بہاری علیہ الرحمہ صفحہ ۱۰۰ پر ہے اور اس میں انھیں رقعات کا موازنہ ہے جس میں بیانات تحت رکھتے ہیں۔ جیسے حسن: ملاقات، انکحہ وغیرہ۔ ________ مکتوبات سید محی الدین عبد القادر جیلانی جلد ۲۳ پر رگیس شمارہ ۲۱ میں تمام خطوط انہی عزیز کر کے مخاطب کئے گئے ہیں۔ کسی خاص شخص کے نام خط نہیں ہے۔ ان مکتوبات کا شروع ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

"مکتوب بندگی حضرت ملک المشائخ والسادات سراج العاشقین قدوۃ العارفین شیخ محی الدین سید عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز" کاتب نے آخر میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے "بخط خام خادم الامام فدوی غلام شرف تاریخ بقعدہم شہر ربیع الاول ۱۸ جلوس عالم شاہ بادشاہ۔"

جلد ۳ پر رگیس نمبر ۱۹۵ "مونس الفقراء" اس کتاب کے ورق دو پر درج ہے کہ "... بعد الحمد کہ دو بصلوات و ادعیہ تقدیم یافت و کیفیت ہا موقوف نمانند باشد کہ در ہمہ لفظ و معنی آن تجا تجا یا بد این فقیر سید محمد عزیز بود معتقدان از این فقیر در و دو لا کمر شما کہ این فقیر بدان موجب نمودہ است از آن کردہ خواہد بود وقت فرزند دیدہ بیک دیدہ ترا امام اجل علم با عمل مولانا حسام الملت والدین کہ از ملک پور بقصد ارادت و صحبت بدین فقیر پیوستہ بہ تحریر از فرزند نمودہ باعث اجابت موکد و مزید گشت مستعینا باللہ تعالیٰ و متوکلا علی اللہ در اجابت آن شروع کردم نامش مونس الفقراء نہادم۔

(ورق ۲؎) ایں مجموعہ را بہ بیست و نہ[29] فصل مرتب کردانیدم۔

فصل اول در ذکر حضور دل در نماز۔ ۲؎ در ذکر خواندن اوراد وقت صبح پیش از سنت فجر و بعد از سنت فجر و وقت رفتن بہ مسجد۔ ۳؎ در ذکر اوراد بعد از نماز فجر تا اشراق آمدہ است۔ ۴؎ در ذکر نماز اشراق و ادعیۂ آں۔ ۵؎ در ذکر نماز چاشت و ادعیۂ آں۔ ۶؎ در ذکر نماز ظہر و نوافل و ادعیۂ آں۔ ۷؎ در ذکر نماز عصر و ادعیۂ آں کہ بعد عصر است۔ ۸؎ در ذکر نماز مغرب و اوابین و نوافل دیگر و ادعیۂ آں۔ ۹؎ در ذکر نماز عشاء و نوافل و ادعیۂ آں کہ بعد عشاء است۔ ۱۰؎ در ذکر نماز و دعا قضائے حاجات و کفایت مہمات۔ ۱۱؎ در ذکر نماز تہجد و نوافل دیگر و ادعیہ کہ بعد تہجد است۔ ۱۲؎ در ذکر نماز و ادعیہ کہ برائے دیدن جمال با کمال رسول خداوند ذوالجلال حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۳؎ در ذکر فضائل روز جمعہ۔ ۱۴؎ در ذکر وظائف در روز جمعہ و ذکر ساعت موجودہ۔ ۱۵؎ در ذکر توبہ و شرائط آں۔ ۱۶؎ در ذکر ارادت و شرائط مرید و تعریف شجرہ و شرائط شجری۔ ۱۷؎ در ذکر بیان دلائل شرائط خلوت و عزلت۔ ۱۸؎ در ذکر خلوت و عزلت و اربعین۔ ۱۹؎ در ذکر فضائل ذکر۔ ۲۰؎ در ذکر اختیار ذکر و کیفیت گفتن ذکر۔ ۲۱؎ در ذکر نفی خواطر۔ ۲۲؎ در ذکر تجسس و تحقیق احوال دل۔ ۲۳؎ در ذکر علاج تفرقۂ دل۔ ۲۴؎ در ذکر فقر و قناعت۔ ۲۵؎ تجرید و تفرید و وصال و انفصال۔ ۲۶؎ نفس و دل و روح و سر۔ ۲۷؎ ذکر سماع و وجد و رقص۔ ۲۸؎ ذکر شرائط و آداب سماع و ذکر تحریق ثوب و احکام خرقۂ مسقوط در سماع۔ ۲۹؎ ذکر گرفتن فتوح و جائزہ از سلطان و غیر وی خوردن و بخشیدن آں۔"

فصل بست و ششم میں جو شجرہ چشتیہ ورق ۸۰؎ الف پر درج ہے اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

"مشائخ کبار را از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ثم و ثم بایشاں رسیدہ است و ایں فقیر را خرقہ و اجازت از پیر دستگیر خود شیخ تاجدار و مقتدائے روزگار شیخ علاء الحق والشرع والدین عمر اسعد لاہوری و ایشاں را از قدوۃ المحققین امام شیخ الاسلام والمسلمین شیخ سراج الحق والشرع والدین عثمان اودہی ...... ہمیں طریق سلسلہ چشتیہ اہل بہشت ...... و ایشاں را از سید کائنات خلاصہ موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پس ہر کہ شجرہ ارادت و اجازت ثم و ثم تا بحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبود ارادت بدوی جائز نباشد گفتہ اند۔

موازنہ رقعات شیخ شرف الدین منیری و مکتوبات عبدالجلیل کے وہ مکتوبات جن کے عنوانات ایک ہیں۔
مثلاً جلد ۱ پروگریس ۱۵۲ ، جلد ۲ پروگریس ۱۵۰۔

موضوع	شرف	جلیل
حسن	حسن آنرا گویند که از جملہ بدیہائے خود بار کردہ بحسن نیکوئے درآید (رقعہ دوازدہم)[14]	چون حسن بے حسین شد حسن حسن شد (مکتوبات شانزدہم)
ذکر کلمہ طیبہ	بر چہار نوع است یکی ناسوتی دوم ملکوتی سوم جبروتی چہارم لاہوتی (رقعہ بست ویکم)[21]	لا الٰہ از برائی اثبات ذات است یعنی نیست ہیچکس بجز اللہ (مکتوب دہم)
ذکر کلمہ محمدیہ	کلمہ محمد است باید که خود را بکلمہ محمدی سپارد که افضل الذکر است لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (رقعہ بست و دوم)	محمد رسول اللہ بدل اسم ذات است که خود بودہ دریغہ شدہ (مکتوب دہم کا دوسرا جزو ہے) انا احمد بلا میم
بیان برزخ	برزخ بر دو نوعیت یکی صغیری دوم کبیری آنرا گویند (رقعہ سیزدہم)	برزخ تاب قوسین بر سہ قسم کردہ شد (مکتوب سیزدہم)
راہ درویشی	مقبول راہ درویشی معدوم نیست ہر سالکی را که سیر معنوی روے دادہ فارغ از اسم و رسم شدہ (رقعہ ہفتم)	راہ درویشی معلوم است و آنیست که کاری از کاری تفریق نکند و چیزی را از چیزی ترغیب نکند (مکتوب سی و پنجم)
آئینہ	که محمد آئینہ لطیف است و آن مرد کائنات خود خبری دہد (رقعہ ہفدہم)	حدیث المومن مرآت المومن است (مکتوب بست و چہارم)[24]
صورت	اللہ تعالی آنرا آئینہ صورت خویش گردانیدہ است و در آن آئینہ شدہ بر صورت خویش خویش را مشاہدہ می نماید (رقعہ بست و ہفتم)	که محمد آئینہ موصوف است چونکہ ذات پاک بے کیف خواست که خود را بیند صورتے نداشت که دیدہ شود (مکتوبات چہاردہم)
ملاقات	که ملاقات بر دو نوع است یکے حاضری دوم غائبی حاضری آنرا گویند (رقعہ بستم)	ملاقات بر دو نوع است یکی ظاہری دوم باطنی (مکتوب بست و دوم)
توحید	توحید بر دو صفت نامند و آنند یکی توحید وجودیہ دوم توحید شہودیہ (رقعہ بست و چہارم)	لا الٰہ الا اللہ معلوم است قل ھو اللہ احد اللہ الصمد مفہوم است۔

جلد عـ۱۹ پروگریس عـ۱۸۲ **شطحیات دارا شکوہ**۔ کاتب اسد اللہ تعصب تحریر شد ۱ مورخہ ۸ شوال.....

(یہ حصہ کرم خوردہ ہے)

اپنی عمر کے اڑتیسویں سال یعنی ۱۰۶۲ھ میں دارا شکوہ نے یہ کتاب تحریر کی اور وجہ تالیف کے سلسلہ میں اس نے لکھا کہ: جب لوگوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا تو میں نے مسلمانوں کے عارفوں کے ان اقوال کو جو متشابہات و شطحیات میں داخل ہیں کفر کا فتویٰ دینے والوں کی بصیرت کے لیے اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت اویس قرنؓ، حضرت امام زین العابدین، حضرت جعفر صادق، حضرت ابراہیم ادھم۔ حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ، حضرت شمس تبریزؒ، حضرت معروف کرخی۔ اسرافیل رحمت اللہ علیہ، حضرت ذوالنون مصری، حضرت یحییٰ بن معاذ رازی۔ حضرت ابو علی سندھی، حضرت ابویزید بسطامی۔ حضرت ابو حفص حداد نیشاپوری۔ حضرت سہیل ابن عبداللہ تستری۔ حضرت سہیل عبداللہ، حضرت ابوالحسن بنان۔ حضرت ابوحمزہ خراسانی۔ حضرت ابراہیم خواص۔ حضرت ابوالحسن نوری۔ حضرت ابوجعفر جلدی، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی، حضرت سمنون محب۔ حضرت امام موحد ابوبکر واسطی۔ حضرت ابوالعباس بن عطا۔ حضرت ابو محمد مرتعش۔ حضرت ابوالحسن بزمی - حضرت تاج عارفاں۔ شیخ ابوبکر شبلی۔ شیخ ابوبکر ازموی۔ شیخ ابوالعباس القصاب آملی۔ شیخ ابوجعفر حداد۔ ابوالعباس سیاری۔ ابوالخیر سیاق اقطع جعفر جلدی۔ فارس بن عیسیٰ بغدادی۔ ابوالحسن حضری۔ ابوالخیر مالکی۔ عبداللہ خفیف۔ ابو عبداللہ قصمی۔ عباس بن یوسف اشکلی۔ ابویعقوب کوفی۔ مظفر کرمانشاہی۔ ابوالعباس نہاوندی۔ لقمان سرخی۔ پیر ابوالفضل سرخی۔ ابوسعید ابوالخیر۔ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری۔ شیخ الاسلام احمد جام۔ ابوالعباس قصاب آملی۔ احمد غزالی۔ محمد رحمت اللہ برکہ۔ عین القضات ہمدانی۔ حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی، قطب البیان موصلی۔ ابوالسعود بیلی۔ ابو مدین مغربی۔ ابن العربی۔ نجم الدین کبریٰ۔ سعدالدین حموی۔ خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت فریدالدین گنج شکر۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین۔ شیخ عبداللہ طبانی۔ مولانا جلال الدین رومی۔ شیخ صدرالدین عمر صوفی۔ شیخ شرف الدین مانی معنی۔ حضرت بوعلی قلندر۔ شمس الدین محمد کشی۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبند۔ خواجہ عبداللہ احرار۔ بابا لال۔ حضرت میاں میر۔ پھر بعد میں اپنے دور کے بزرگوں اور پنڈتوں سے متشابہات جو سنے تھے ان کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ (نقل از نوٹس سید شاہ منظور حسین عرف فخر عالم مرحوم) جلد عـ۲۹ پروگریس عـ۱۹۲

جو رسالہ مبدا و معاد مرتبہ عزیز بن محمد النسفی دو باب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب معرفت عالم کبیر تین اصولوں پر مبنی ہے۔ اول اہل شریعت، دوم اہل حکمت، سوم اہل وحدت۔ باب دوم
عالم صغیر بھی تین اصولوں پر مبنی ہے۔ اول انسان و مراتب آں، دوئم انسان عالم صغیر است، سوم سلوک چیست

جلد ۳ یہ دو گریس ۱۹۲ رسالہ وجودیہ مؤلفہ عبدالجلیل۔ یہ رسالہ در بیان اذکار و مراقبہ و مشاہدہ و
مقامات و شرائطہا۔ فصل اول در شرائط۔ دوئم اذکار، سوم مراقبہ، چہارم مشاہدہ، پنجم مقامات، ششم سلوک، ہفتم
حجاب و مقام، ہشتم نیت سالک چیست۔ نہم نصیحت درویش۔ آخر کے اوراق سوختہ ہیں (بقلم شاہ فخر عالم مرحوم)

جلد ۶ یہ دو گریس ۱۹۶ جوابات مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال بخاری، مرتبہ رفیع سمرقندی
مکتوبہ نسخہ ۱۰۷۰ھ۔ اس نسخہ میں سید یوسف محمود نے پچیس سوالات کئے تھے جس کا جواب حضرت مخدوم نے جو کچھ دیا ہے
مرتب نے ان جوابات کو مع سوال کے اس نسخہ میں جمع کر دیا ہے۔ فہرست سوال و جواب حسب ذیل ہے:

۱ روح کہاں رہتی ہے۔ ۲ جس جگہ روح رہتی ہے وہ آزاد ہے یا مقید۔ ۳ نبیوں اور شہیدوں کی
روحیں ایک جگہ رہتی ہیں یا علاحدہ۔ ۴ روحیں آپس میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں یا نہیں۔ ۵ عذاب و ثواب روح کو ہوتا
ہے یا بدن کو۔ ۶ روح کو زندگی کی خبر رہتی ہے یا نہیں۔ ۷ روح اپنے عزیزوں کی روحوں کو پہچانتی ہے یا نہیں۔
۸ کھانا یا تلاوت قرآن اگر کسی روح کے نام سے دیا جائے تو ان تک یہ چیزیں کس صورت میں پہنچتی ہیں۔ ۹ روح کیا
ہے اور لوگوں پر جو روحیں مسلط ہوتی ہیں ان کی اصلیت کیا ہے۔ ۱۰ قیامت کے دن تمام اقربا ایک جگہ جمع ہونگے یا نہیں
۱۱ اگر کسی کا حق کسی پر رہ جائے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے اور قیامت کے دن کی پرسش سے بچنے کی کیا
صورت ہے۔ ۱۲ کسی قبر کی زیارت کو جائیں تو کیا پڑھیں کیا کریں۔ ۱۳ کہا جاتا ہے کہ حرام کھانے سے دعا قبول
نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں حرام خور دعا کرے یا نہ کرے۔ ۱۴ بسا اوقات لوگوں کو دقتوں اور خوف کا سامنا ہوتا ہے
ایسا کیوں ہے۔ اور اس وقت کیا کرے۔ ۱۵ دین و دنیا کی پریشانیوں میں کیا کریں جو ان پریشانیوں سے نجات ملے
۱۶ بعض لوگوں پر سکوت کی حالت طاری ہوتی ہے اس کے بعد وہ لوگوں کی حالتوں کو بتانا شروع کرتے ہیں یہ ٹھیک ہے یا غلط۔
۱۷ اکثر جسم کے حصے پھڑکنے لگتے ہیں اس سے اچھے و برے کے متعلق اندازہ لگانا درست ہے یا نہیں اور ان باتوں پر عقیدہ رکھنا
چاہیئے یا نہیں۔ ۱۸ مردوں کی روحیں جمعرات کی شب میں اپنے گھر اور قبر پر آتی ہیں یہ صحیح ہے یا غلط۔ ۱۹ مردوں سے جو سوالات
ہوتے ہیں وہ روح سے سوال ہوتا ہے یا بدن سے۔ ۲۰ مردوں سے سوالات مرنے کے بعد ہی ہوتے ہیں یا دفن کے بعد
۲۱ جو لاشیں جل جاتی ہیں یا غرق ہو جاتی ہیں ان سے کس طرح سوال ہوتا ہے۔ ۲۲ جو خودکشی کرتا ہے اس کے اسلام کا
کیا ہوتا ہے۔ ۲۳ جو عورتیں بیوگی کے بعد یا طلاق کے بعد دوسری شادی کرتی ہیں وہ قیامت کے دن کس شوہر کے ساتھ

رہیں گی۔ ع۲۴ مُردوں سے جو خواب میں ملاقات ہوتی ہے اس سے ان ارواح پر کیا اثر ہوتا ہے۔ ع۲۵ مُردوں کو جو خواب میں کوئی دیکھتا ہے کہ تکلیف یا راحت میں ہیں، کیا یہ درست ہوتا ہے؟

جلد ع۲۵ پروگریس ع۱۹۳ **واردات الٰہی** مؤلفہ محمد علی بن لطف اللہ۔ اس نسخہ کے اوراق آخر میں غائب ہیں (فخر عالم)، یہ کتاب انتیس ۲۹ ابواب پر مشتمل ہے۔

ع۱ در بیان اول مخلوقات و افضل موجودات ع۲ معراج نبی کریمؐ ع۳ نعت سید المرسلین ع۴ ولایت آنحضرت صلعم ع۵ در صفت مومن و حقیقت ایمان ع۶ زیادت و نقصان ع۷ حقیقت اسلام ع۸ طہارت، غسل وضو اور نماز ع۹ معرفت ذات و صفات و اسماء و افعال و اشیاء ع۱۰ وطن اصلی ع۱۱ لذت فراق و کیفیت وصل ع۱۲ ذکر قضاء و قدر ع۱۳ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید و رفع اعتراض بعضے ع۱۴ جملہ عالم بیک صورت حق است ع۱۵ تجلی و مراتب ع۱۶ حجب و کیفیت ع۱۷ ...... کرم خوردہ ع۱۸ تارکیت و شناخت حلال و حرام ع۱۹ احوال دنیا ع۲۰ حکایات سلطان ابراہیم ادہم ع۲۱ طلاق ع۲۲ مقام رضا ع۲۳ مرتبہ تسلیم ع۲۴ تفسیر حدیث عرفت ربی ع۲۵ حال عاشق ع۲۶ تفسیر نفخ فی الصور فصعق ع۲۷ صدور و صعیت ع۲۸ ذکر سماع و سرور ع۲۹ خاتمہ کتاب۔ افسوس کہ موجودہ نسخہ میں صرف باب نو ع۹ تک ہی موجود ہے۔ باقی اوراق غائب ہیں (نوٹ از فخر عالم)

جلد ع۲۶ پروگریس ع۲۱ **عین الحیات** مترجم محمد موسیٰ کالوانی عبدالرزاق۔ مترجم کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت ابوبکر مسعود نے اشارہ فرمایا کہ میں عین الحیات جو عربی میں تھی فارسی میں ترجمہ کروں کیوں کہ اس کتاب کا متن عربی میں تھا جو سنسکرت سے ترجمہ کی گئی تھی جس کا ہندی نام کام روبیجا انکا تھا۔ عربی میں ترجمہ کی حکایت عجیب نقل کی ہے لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے شہر لکھنوتی (مالدہ) کو فتح کیا اور علم اسلام وہاں گڑا تو ایک برہمن پنڈت وہاں کے جنگل سے نکل کر علمائے اسلام کے پاس مباحثہ کی غرض سے آیا جس کا نام بھوجو برہمن تھا۔ وہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں آیا اور علماء سے سوال کیا کہ تمہارا سردار کہاں ہے۔ لوگوں نے قاضی القضات رکن الحق والدین سمرقندی کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے ان سے سوال کیا کہ تم کس کی پوجا کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ خدا کی۔ پھر اس نے پوچھا تمہارا امام کون ہے؟ جواب ملا محمد رسول اللہ ﷺ پوچھا تمہارے امام نے روح کے بارے میں کیا کہا ہے؟ جواب ملا کہ روح کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ علم خداوندی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ اسلام لے آیا اور بولا کہ یہی برہما جی اور موسیٰ صلوات اللہ علیہما نے فرمایا ہے۔ اسلام لانے کے بعد وہ قاضی صاحب کے پاس تحصیل علم میں مشغول ہو گیا اور اتنا علم دین حاصل کیا کہ اس کو فتویٰ دینے کی اجازت دی گئی۔ اسی پنڈت نے قاضی صاحب کو اس کتاب کے

مطالعہ کی طرف متوجہ کیا جو اس وقت تک ہندی میں تھی جس کو عربی میں منتقل کیا جو دس ابواب پر مشتمل ہے۔
باب اول :۔ در معرفت و کیفیت عالم خورد۔ باب دوم :۔ در معرفت اشرا عالم خورد
باب سوم :۔ کیفیت دل۔ باب چہارم :۔ ریاضت نفس۔ باب پنجم :۔ کیفیت نفس۔ باب ششم :۔
محافظت آب باطنی۔ باب ہفتم :۔ دیم۔ باب ہشتم :۔ علامت موت۔ باب نہم :۔ مسخر گردانیدن
روحانی۔ باب دہم :۔ حکایت نفس۔

آخر میں لکھا ہے کہ اس کتاب کو نا اہلوں اور دنیا داروں کو پڑھنے اور دیکھنے کے لیے نہیں دیا
جائے، کیونکہ ایسے لوگ اسکے مطالعہ سے ذلیل و خوار ہونگے۔ (نوشتہ از فخر عالم مرحوم) ●

سوال و جواب

● جناب شاہ اسمٰعیل : مکتوبات عبد الجلیل کا ایک نسخہ علی گڑھ میں ہے اور وہاں عبد الجلیل عرف صدیقی کے نام سے ہے۔

●●

ڈاکٹر سید وحید اشرف
مدراس یونیورسٹی مدراس

تصوّفِ اسلامی پر ایک ہندوستانی کتاب

(لطائف اشرفی)

فارسی میں ملفوظ نگاری زیادہ تر صوفیہ کی مرہونِ منت رہی ہے۔ فارسی میں تصوف پر پہلی دو کتابوں میں سے ایک ملفوظات ہی پر مشتمل ہے، جو طبقات الصوفیہ ہروی (املائی شیخ عبداللہ انصاری ہروی متوفی ۴۸۱ھ) کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن املائی شیخ انصاری بھی ملفوظ کا پہلا نمونہ نہیں ہے، اس سے پہلے بھی اس کے نمونے ملتے ہیں۔[2] ملفوظ نگاری کی روش ہندوستان میں سب سے زیادہ

---

[1] فارسی میں تصوف کی پہلی کتاب کشف المحجوب قرار دی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مؤلف شیخ علی ہجویری کی تاریخ وفات ۴۶۵ھ مشہور ہے جبکہ شیخ عبداللہ انصاریؒ کی وفات ۴۸۱ھ میں ہوئی لیکن شیخ علی ہجویری نے کشف المحجوب میں شیخ انصاری کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" استعمال کیا ہے جو ایسے اشخاص کے لیے مخصوص ہے جن کا وصال ہو چکا ہو۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ ہجویریؒ ۴۸۱ھ تک بقید حیات تھے اور شیخ انصاریؒ کی وفات آپ سے قبل ہو چکی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے سے ملاقات کا موقع نہیں ملا اور نہ ایک دوسرے کی کتاب ہی کا علم ہو سکا۔ کشف المحجوب اور طبقات الصوفیہ ہروی کے صحیح سنہ تصنیف بھی نہیں معلوم، اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کونسی کتاب مقدم ہے اور کون مؤخر۔
(تفصیل کے لیے دیکھئے اورینٹل کالج میگزین لاہور فروری ۱۹۳۲ء، تاریخ وفات ہجویری از محمد شفیع)

[2] مثلاً امالی ابو علی قالی اور امالی ابو اسحاق زجاج (دیکھئے تاریخ ادبیات ایران، ج اول، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا)

مقبول ہوئی جس کی ابتدا ساتویں صدی ہجری میں حسن سجزی سے ہوئی جنھوں نے سب سے پہلے شیخ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کو فوائد الفواد کے نام سے ترتیب دیا، اگرچہ اس سے پہلے کے بھی کچھ ملفوظ کے نام لیے جاتے ہیں لیکن وہ مشتبہ اور ناقابلِ اعتبار ہیں، فوائد الفواد کے بعد یہاں بہت سے ملفوظات مرتب ہوئے[1]۔ آٹھویں صدی ہجری کے تصوف پر اہم ترین کتاب لطائف اشرفی ہے جو حضرت سید اشرف سمنانیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

لطائف اشرفی کا پورا نام یوں ملتا ہے: "لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی"، حالانکہ عربی ترکیب کے اعتبار سے اسے یوں ہونا چاہیے "اللطائف الاشرفیہ فی بیان طوائف الصوفیہ"۔ عام طور پر یہ لطائف اشرفی کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب دوبار ہندوستان میں سید محمد اشرف اور سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی فیض آبادی کی کوششوں سے نصرت المطابع دہلی سے چھپ چکی ہے پہلی بار ایک جلد میں ۱۲۹۵ھ میں اور دوسری بار دو جلدوں میں ۱۲۹۸ھ میں، جو نہایت مغلوط ہے، اسی مغلوط نسخہ کی بنیاد پر اس کے چند لطائف کا اردو ترجمہ حکیم سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی نے کیا، جسے برکاتِ چشتیہ کے نام سے سید محمد محدث کچھوچھوی نے رسالۂ اشرفی کچھوچھہ میں بالاقساط شائع کیا تھا، اسی متن کا دوسرا ملخص ترجمہ سیرت الاشرف کے نام سے شائع ہوا ہے، ان ہی نسخوں کی بنیاد پر حضرت سید اشرفؒ کی سوانح حیات پر مشتمل کئی کتابیں بھی مرتب ہوگئیں، جو غلط اطلاعات اور روایات سے پُر اور تحقیق کے معیار سے ساقط ہیں،

اس کتاب کو حضرت سید اشرفؒ کے مرید و خلیفہ نظام الدین یمنی نے مرتب کیا، یمنی نے اپنا نام نظام غریب یمنی بھی لکھا ہے، یمنی کے لفظ سے دھوکا ہوتا ہے کہ آپ یمن کے رہنے والے تھے، لیکن قیاس یہ ہے کہ ایران ہی کے باشندہ تھے، یہ ممکن ہے کہ یمنی الاصل رہے ہوں۔ لطائف اشرفی

---

[1] کچھ ملفوظات کا ذکر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے "خیر المجالس" کے مقدمہ میں کیا ہے۔

سے آپ کے بارے میں صرف اس قدر اطلاع ملتی ہے کہ آپ کی ملاقات حضرت سید اشرف سے یمن میں [illegible]ھ میں ہوئی اور اسی وقت سے وہ آپ کے ساتھ رہنے لگے[1]، یہاں تک کہ تیس سال کا عرصہ مسلسل آپ کی معیت میں گذارا[2]، آپ کو فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی، لطائف اشرفی کے بعض ابواب اور تمہید آپ ہی کی تصنیف ہیں، آپ فارسی کے خوشگو شاعر بھی تھے، آپ کے متعدد اشعار لطائف اشرفی میں موجود ہیں۔

نظام یمنی تمہید میں لکھتے ہیں:-

"مدتی مدید و عہدی بعید قریب سی سال در طریق قویم و سبیل مستقیم آنحضرت در ملازمت معتکفان آستانۂ ارادت و ملازمان جناب مودت ہم کاسہ سکان اودیایوم"

اس تیس سال سے مراد غالباً [illegible]ھ سے [illegible]ھ تک کا زمانہ ہے جو مسلسل سفر میں گذرا، کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی آپ اپنے مرشد کے ساتھ رہے تھے، لطائف اشرفی صرف [illegible]ھ تک کے ملفوظات کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ اس کے بعد کے بھی ملفوظ اس میں شامل ہیں، نظام یمنی تمہید میں لکھتے ہیں:

"در اثنای این ...... در ضمیر دل ...... القا کرد کہ بعضی از نفائس نقیبہ ذوالفقار متبرکہ و شمہ ای از لطائف معارف و ظرائف کو اشف و احوال مقامات شریفہ و اثر ال کرامات عجیبہ حضرت قدوة الکبریٰ از ابتدا تا انتہا احصاء یافت ......

بیان بازید کرد"

اس میں کچھ ابواب ایسے بھی ہیں جو حقیقت میں حضرت سید اشرف کے ملفوظ نہیں ہیں اور آپ کی وفات کے بعد اضافہ کیے گئے ہیں، لیکن یہ بھی آپ کے اقوال سے بالکل ہی خالی

---

[1] لطائف اشرفی ج اول ص [illegible] [2] ایضاً ج دوم ص [illegible]

نہیں ہیں، یہ ابواب آپ کی بیماری اور وفات اور آپکے چند مشہور خلفاء کے تذکروں پر مشتمل ہیں[1]،

یہ کتاب ایک تمہید کی باب، مقدمہ اور ساٹھ[۶۰] ابواب پر مشتمل ہے جنھیں لطائف کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تتمہ بھی تھا جو اب نہیں پایا جاتا،

مکتوبات اشرفی (جو حضرت سید اشرفؒ کے خطوط کا مجموعہ ہے) سے پتہ چلتا ہے کہ لطائف اشرفی ۸۰۸ھ سے قبل اس نام سے وجود میں آگئی تھی اور آپکے ملفوظ کی ترتیب مختلف لطائف کے تحت دیدی گئی تھی، اگرچہ اس میں اضافہ آپ کی وفات اور اسکے بعد تک ہوتا رہا، کیونکہ ان خطوط میں لطائف اشرفی کا جگہ جگہ حوالہ ملتا ہے اور یہ خطوط ۸۰۸ھ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں[2]، ان خطوط میں مریدین کو تصوف اور شریعت کے مسائل میں لطائف اشرفی سے رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لطائف اشرفی آپ کی زندگی ہی میں ملک کے مختلف حصوں میں پہنچ گئی تھی، آج بھی اگرچہ اس کا کوئی قدیم اور کلیۃً معتبر نسخہ دریافت نہیں ہو سکا ہے لیکن اس کے متعدد نسخے ملک کی مختلف لائبریریوں نیز شخصی ملکیت میں موجود ہیں[3]،

کتاب کی تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کوئی مسئلہ پیش کرتا اس کے جواب میں حضرت سید اشرفؒ جو کچھ ارشاد فرماتے نظام یمنی اس کو قلمبند کر لیتے اور حضرت سید اشرفؒ

---

[1] نظام یمنی خود تمہید میں لکھتے ہیں: "تتمہ بیان سیرت و روش مرضیہ و احوال و مقامات و خوارق عادات حضرت مخدوم زادہ زادہ اللہ تعالیٰ اعتقادہ و خوارق و ارادت حسب سجادہ کہ بعد از رحلت حضرت قدوۃ الکبریٰ صادر شدہ در ذیل ایں لطائف شریفہ و ظرائف لطیفہ در آوردم......"

[2] مثلاً مکتوب نمبر ۹، ۱۹، ۳۲، ۲۰ وغیرہ [3] مقدمہ مکتوبات اشرفی

کے سامنے پیش کر دیتے، آپ اس کی تصدیق فرما دیتے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیتے، اس طرح یہ کتاب آپ کی براہِ راست تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ نظام یمنی تمہید میں لکھتے ہیں:-

".....آنچہ قابلِ ضبط ذہن و حاملِ فکر ایں ممتحن بود در قیدِ کتابت آوردہ منظورِ اطلاع انظار مخدومی و بحضور استماع احضار معصومی گذرانیدہ و از اول تا آخر ورق بعد ورق گردانیدہ بلکہ اکثر عین الفاظ شریفہ و اقوال صریحہ ایشان با مضمون منقولہ بنوک قلم رسانیدہ......"

اس کتاب میں بنیادی طور پر تصوف کے مسائل پر بحث ہے، لیکن ادبی اور تاریخی اعتبار سے بھی وہ خاص اہمیت کی حامل ہے۔ تصوف اور شریعت کے مسائل کی تشریح قرآن و حدیث کی روشنی میں کی گئی ہے، اس طرح یہ کتاب اس اصول کی تفسیر پیش کرتی ہے کہ طریقت شریعت سے الگ نہیں، اپنے نظریہ کی تائید میں حضرت سید اشرفؒ نے صوفیہ اور علماء کے اقوال بھی پیش کیے ہیں، متنازعہ مسائل کے بارے میں دلائل کے ساتھ اپنے نقطۂ نظر کی توضیح اور عقیدۂ وحدت الوجود کی پرزور حمایت کی ہے۔ صوفیہ اور کچھ صوفی شعرا کے تذکروں پر مشتمل الگ الگ باب ہیں، دو ابواب تصوف کی اصطلاحات اور کچھ پیچیدہ صوفیانہ اشعار کی تشریح پر ہیں۔ اس کتاب سے امرا اور بادشاہوں سے حضرت سید اشرف کے تعلقات پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے۔ اس طرح یہ کتاب صوفی، عالم، تاریخ ادبیات فارسی اور ہندوستان کے قرونِ وسطیٰ کی تاریخ کے طالب علم کیلئے بھی دلچسپ اور مفید ہو گئی ہے۔

تصوف اور شریعت کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے قرآن و حدیث، فقہ اور کتب صوفیہ سے دلائل پیش کیے گئے ہیں، بعض تاریخی کتابوں کے حوالے بھی ملتے ہیں، مثلاً تاریخ طبری، طبقات ناصری، اور ترجمہ او شیر ملک، مباحث ضمن میں شعرا کے کلام بھی بکثرت پیش کئے گئے ہیں، ان میں حافظ، سعدی، مولانا روم، نظامی گنجوی، ابو سعید ابی الخیر

نجم الدین دایہ رازی، عراقی، محمود شبستری کے اشعار زیادہ نظر آتے ہیں، یہ کتاب تصوف کی مستند کتابوں پر مبنی ہے۔ تصوف کی بعض کتابیں اس کے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، بعض ماخذ کی حیثیت سے دوسرے درجہ پر رکھتی ہیں اور بہت سی کتابیں ایسی ہیں جن سے کچھ اقتباسات پیش کیے گئے ہیں یا ان کے حوالے دیے گئے ہیں۔ دوسری اور تیسری قسم کی کتابوں کی ایک طویل فہرست ہے، ان میں سے قابلِ ذکر یہ ہیں:

بزدویین از ابو العسر علی بن محمد بزدوی، جامع العلوم از امام فخر رازی، شرح فصوص الحکم از مؤید الدین جندی، نوادر الاصول از محمد بن علی الحکیم ترمذی، اعلام الہدی از شہاب الدین سہروردی (؟)، تالیف حضرت بہاء الدین نقشبندی (کتاب کا نام نہیں دیا ہے)۔ فوائد الفواد مرتبہ حسن سجزی، مطلع الایمان، شیخ صدر الدین قونیوی، قواعد العقائد امام غزالی، مرصاد العباد نجم الدین دایہ، صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی، تذکرۃ الاولیاء عطار اور لمعات عراقی وغیرہ۔

وہ کتابیں جو لطائف اشرفی کے اصل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے:

(۱) رسالۂ قشیریہ:۔ تصوف اور تذکرۂ صوفیہ پر بنیادی کتابوں میں سے ایک ہے، جو ۴۳۸ھ میں لکھی گئی، اس کے مؤلف امام ابو القاسم عبد الکریم[1] بن ہوازن القشیری ہیں۔

---

[1] عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک بن طلحۃ النیساپوری القشیری، بنی قشیر ابن کعب سے تھے، کنیت ابو القاسم اور زین الاسلام و شیخ خراسان کے القاب سے معروف تھے، سلطان الپ ارسلان آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا، آپ ابو المعالی جوینی استاد امام غزالی کے استاد تھے، اور شیخ ابو علی دقاق کے شاگردوں میں تھے، رسالۂ قشیریہ کے علاوہ آپ کی دوسری تصانیف یہ ہیں: لطائف الاشارات، التیسیر فی التفسیر، التفسیر الکبیر، آپ کی تاریخ پیدائش ۳۷۶ھ اور تاریخ وفات ۴۶۵ھ ہے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۱۱: ۸۳، الاعلام للزرکلی ۴: ۱۸۰، نفحات الانس ۳۱۳، لطائف اشرفی لطیفہ ۳ دوم)

اس کی کئی حکایات اور بہت سے اقتباسات لطائف اشرفی میں موجود ہیں، اس کتاب میں ۵۴ ابواب اور تین فصول ہیں، ایک فصل تذکرۂ صوفیہ پر مشتمل ہے، جن میں تراسی صوفیہ کے تذکرے ہیں۔

رسالۂ قشیری کے فارسی ترجمے بھی پائے جاتے ہیں، اس کا ایک ترجمہ امام قشیری کی زندگی ہی میں ان کے شاگرد خواجہ امام ابو علی بن احمد عثمانی نے کیا تھا جس کے قلمی نسخے اب بھی موجود ہیں، اس کی زبان نہایت سقیم ہے، اس لیے اس کے سلیس ترجمہ کی طرف توجہ کی گئی اور چھٹی صدی ہجری میں ابوالفتوح عبدالرحمٰن بن محمد نیشاپوری نے اس کا دوسرا ترجمہ کیا۔[1]

اس رسالہ کی کئی شرحیں لکھی گئیں، جن میں سے ایک شرح زکریا انصاری نے "احکام الدلالۃ علی تحریر الرسالۃ" کے نام سے لکھی اور دوسری سدید الدین بن عبد المعطی نے "الدلالۃ علی فوائد الرسالۃ" کے نام سے۔ اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی ہوا ہے جو ۱۹۱۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ **عوارف المعارف** :- یہ شیخ شہاب الدین سہروردی[2] کی تصنیف ہے، یہ کتاب بھی

---

[1] دیکھئے تاریخ ادبیات ایران ج اول از ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، القاموس الاسلامی ج ۲ از احمد عطیۃ اللہ

[2] شہاب الدین سہروردی کے نام سے دو شخصیتیں مشہور ہیں، ایک عوارف المعارف کے مصنف شیخ الاسلام شہاب الدین عمر (۵۳۹ھ - ۶۳۲ھ)، دوسرے شہاب الدین ابو الفتح یحییٰ بن حبش بن امیرک جو شیخ اشراق اور شیخ مقتول کے نام سے مشہور ہیں، ان کا شمار چھٹی صدی ہجری کے اشراقی حکماء میں ہوتا ہے، اپنے فلسفیانہ افکار کے جرم میں ۵۸۷ھ میں قتل کر دیئے گئے، کتاب حکمۃ الاشراق، تلویحات، مطارحات، ہیاکل النور آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ دیکھئے وفیات الاعیان ۲: ۱۷۲، مرآۃ الجنان ۳: ۴۳۴ و اعلام النبلاء ۴: ۲۹۳، نمبر ۵)

(باقی حاشیہ ص ۴۳۶ پر)

تصوف اسلامی پر بنیادی اہمیت کی حامل ہے، صوفیہ کے تمام حلقوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے، اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، حضرت سید اشرفؒ نے بھی اس کی شرح لکھی تھی، آپ نے اس کتاب کے فارسی ترجمے بھی پڑھے تھے، مثلاً عز الدین محمود کاشانی کا ترجمہ موسوم بہ مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ اور نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی کا ترجمہ معارف العوارف۔ اول الذکر ترجمہ سے لطائف اشرفی میں بہت استفادہ کیا گیا ہے، جس کا ذکر آئے گا۔

ان دونوں ترجموں کے علاوہ بھی اس کتاب کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں، جن میں سے دو سب سے زیادہ قدیم ہیں، ایک ترجمہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی وفات کے دس سال کے اندر اُچہ میں ہوا، اور دوسرا تقریباً ۳۰ سال بعد غالباً اصفہان میں ہوا،

اول الذکر ترجمہ سب سے قدیم ہے، مترجم کا نام قاسم داؤد ہے، یہ ترجمہ سلطان تاج الدین ابوبکر

(بقیہ حاشیہ ص ۴۴۲) شیخ شہاب الدین سہروردی کا شمار بزرگ ترین صوفیہ میں ہوتا ہے، آپ شافعی مسلک کے پیرو تھے، سلسلۂ نسب خلیفۂ اول تک پہنچتا ہے، اپنے چچا شیخ عبد القاہر ابو النجیب سہروردی (م ۵۶۳ھ) سے علوم ظاہری اور باطنی کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ فقہ اور حدیث میں ابو القاسم بن فضلان و ابو المظفر ہبۃ اللہ و معمر بن فاخرہ و ابو زرعہ مقدسی اور ابو الفتوح طائی وغیرہ سے بھی تلمذ حاصل ہے، طریق تصوف میں شیخ عبد القادر جیلانی (م ۵۶۱ھ) اور شیخ ابو السعود بغدادی (م ۵۷۹ھ) سے بھی فیض حاصل کیا، شیخ سعدی آپ کے معتقدین میں تھے، عوارف المعارف آپ کی مشہور ترین تصنیف ہے، اس کے علاوہ آپ کا ایک رسالہ "جذب القلوب الی مواصلۃ المحبوب" بھی طبع ہو چکا ہے، دوسری تصانیف "نخبۃ البیان فی تفسیر القرآن" اور "السیر والطیر" (رسالہ) ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ (دیکھئے وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۸۰، شذرات ج ۵ ص ۱۵۳، طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۱۴۳ وغیرہ)

(۶۳۹ھ - ۶۴۳ھ) کے حکم اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی (م ۶۶۶ھ) کی اجازت سے بظاہر ۶۴۲ھ اور ۶۴۳ھ کے درمیان اُچہ میں ہوا، جو تاج الدین ابوبکر کا مستقر تھا۔ اس ترجمہ کا واحد نسخہ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

دوسرا قدیم ترجمہ ۶۶۵ھ میں ہوا، مترجم کا نام اسمٰعیل بن عبدالمومن بن ابی منصور اصفہانی ہے، اس کا واحد نسخہ برٹش میوزیم میں نئے حاصل کیے ہوئے مخطوطات میں ہے، مترجم شیخ المشائخ زین الدین حجۃ الاسلام عبدالسلام کا مرید تھا، یہ مخطوطہ ۱۲۳ اوراق پر مشتمل اور ۶۳ ابواب (اتنی ہی تعداد عوارف میں بھی ہے) میں منقسم ہے۔[1]

عوارف المعارف کا ایک ترجمہ ظہیر الدین عبدالرحمٰن بن نجیب الدین بزغش شیرازی (م ۷۱۶ھ) کے پوتے جنید بن فضل اللہ نے بھی کیا تھا جس کا ایک مخطوطہ برلن میں ہے۔[2]

(۶) **طبقات الصوفیہ** ۔ اس نام کی متعدد کتابوں کا ذکر ملتا ہے، جن میں سے دو سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ ایک عربی میں عبدالرحمٰن سُلمی[3] کی تالیف ہے اور دوسری

---

[1] دیکھئے فکر و نظر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جولائی ۱۹۶۳ء "عوارف المعارف کے قدیم فارسی ترجمے" از پروفیسر نذیر احمد

[2] کیٹلاگ مخطوطات فارسی دانشگاہ کیمبرج ص ۹۰۰

[3] محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ ازدی سُلمی نیشاپوری، کنیت ابو عبدالرحمٰن، خراسان کے مشہور مفسر و محدث اور صوفی تھے۔ ۳۳۰ھ میں نیشاپور میں پیدا ہوئے اور ۴۱۲ھ میں وفات پائی۔ ۳۵۰ھ کے بعد پچاس سال سے زیادہ عرصہ تالیف و تصنیف میں گزارا۔ تصانیف کی تعداد ایک سو سے زیادہ بتائی جاتی ہے، جن میں سے حسب ذیل چھپ چکی ہیں:

طبقات الصوفیہ (۳۵۰ھ کے بعد کی تالیف ہے)، کتاب الاربعین فی الحدیث، اور رسالۃ الملامتیہ۔ دوسری تصانیف یہ پائی جاتی ہیں:

حقائق التفسیر، مقدمہ فی التصوف، مناہج العارفین، رسالہ فی غلطات الصوفیہ، آداب الفقر والشرائطہ، بیان زلل الفقراء، مناقب ابراہیم، الفتوۃ، آداب الصحبۃ (باقی ص ۴۴۹ پر)

فارسی میں ابو اسمٰعیل[1] عبداللہ انصاری کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے ان کے کسی مرید نے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲۷) السوالات، سلوک العارفین، عیوب النفس ومداواتہا، الفرق بین الشریعت والحقیقت، آداب الصوفیہ، درجات المعاملات۔ (دیکھئے طبقات الصوفیہ مقدمہ نور الدین شریبہ، مفتاح السعادت ج۱ ص ۱۵۴، میزان الاعتدال ج۲ ص ۴۱، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۴۸)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبداللہ بن ابی منصور محمد الانصاری ہروی ۲ شعبان ۳۹۶ھ کو ہرات میں پیدا ہوئے، اور ۲۲ ذی الحجہ ۴۸۱ھ میں وہیں وفات پائی، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابو ایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے، جو حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہرات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، آپکا شمار خراسان کے بزرگ ترین صوفیہ اور علماء میں ہوتا ہے، خود آپکے قول کے مطابق آپ کو تین لاکھ حدیثیں ہزاروں ہزار اسناد کے ساتھ یاد تھیں جنھیں آپنے تین سو محدثین سے نقل کیا تھا، آپنے نیشاپور کے قاضی ابوبکر حیری سے کوئی حدیث صرف اسلئے قبول نہیں کی کہ وہ متکلم اور اشعری مسلک سے تعلق رکھتے تھے، علم تفسیر میں آپ خواجہ امام یحییٰ عمار کے شاگرد تھے، خود فرماتے ہیں کہ اگر خواجہ عمار نہ ہوتے تو علم تفسیر میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا، جب آپ کی عمر ۱۴ سال کی تھی خواجہ عمار نے آپکے بارے میں فرمایا تھا "ازوی بوی امامی می آید"۔ آپ کو کم وبیش ایک لاکھ اشعار شعرائے عرب کے زبانی یاد تھے، تحصیل علم سے شغف کا یہ عالم تھا کہ صبح کو ناشتہ کرکے مطالعہ وتحریر میں اس طرح غرق ہوجاتے کہ اکثر کھانے کا خیال نہ رہتا اور تحریر کے دوران آپ کی ماں آپ کے منہ میں لقمے ڈالتی تھیں، عربی اور فارسی میں متعدد تصانیف اور اشعار آپ سے منسوب ہیں، بعض تالیفات ملفوظات کی شکل میں مدون ہوئیں، ان میں سے ایک طبقات الصوفیہ ہروی ہے، آپ کی تفسیر قرآن کشف الاسرار وعدۃ الابرار بھی چھپ چکی ہے،

(نفحات الانس، تنجیم صمدی توحید پور ص ۳۳۱، طبقات الصوفیہ ہروی مقدمہ عبدالحی حبیبی)

جمع کیا، یہاں موخر الذکر سے مراد ہے۔ لطائف اشرفی میں اس کتاب سے بہت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔

طبقات الصوفیہ ہروی بھی تصوف کی بہت سی کتابوں پر مبنی ہے، اس کا اصل ماخذ طبقات الصوفیہ سلمی ہے، لیکن جن دوسری کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے: تاریخ سلمی، کتاب زہد از سہل بن عاصم، کتاب احمد بن الحواری، جزو در نکتہ ہائی توحید از ابوسعید ابن الاعرابی، محبت الظراف از ابوعمر نوقانی، اعتقاد از ابراہیم خواص، اسامی مشائخ فارس از ابوعبد اللہ خفیف، تاریخ ابوبکر مفید، تاریخ النخاس و کتاب محبت و اربعین صوفیان از ابومنصور معمر اصفہانی، اربعین مشائخ از شیخ ابوسعید مالینی، مقامات شیخ الاسلام انصاری (یہ شیخ انصاری کی تالیف تھی جس کے بہت سے مضامین ابن رجب نے طبقات الصوفیہ میں شامل کر دیے تھے) تاریخ و حکایات از ابوبکر محمد باکویہ معاصر شیخ الاسلام (متوفی ۴۲۸ھ)، سیرت شیخ کبیر ابوعبد اللہ محمد بن الخفیف متوفی ۳۷۱ھ تالیف ابوالحسن علی بن محمد دیلمی شاگرد ابن خفیف، یہ کتاب اواخر قرن چہارم میں لکھی گئی اور فارسی میں اس کا ترجمہ رکن الدین یحییٰ بن جنید شیرازی نے کیا۔[1]

(۴) **کشف المحجوب**۔ تصوف کی اہم ترین کتابوں میں ہے، شیخ علی ہجویری[2] کی تالیف ہے

---

[1] طبقات الصوفیہ ہروی کا مقدمہ عبد الحی حبیبی [2] ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابی الہجویری الغزنوی قرن پنجم ہجری کے اکابر صوفیہ میں سے تھے، طریقت میں ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی کے شاگرد تھے۔ ابوالعباس شقانی سے بھی کسب علم کیا، شقانی ان مشائخ میں سے تھے جو منصور حلاج کے طرفداروں میں ہیں اور جلابی نے بھی منصور حلاج کی پرزور حمایت کی ہے، آپ نے ابوالقاسم گرگانی، ابوالقاسم قشیری اور ابو احمد المظفر بن حمدان سے بھی فیض صحبت حاصل کیا تھا، کشف المحجوب آپ کا آخری شاہکار ہے (دیباچہ، حاشیہ ص ۳۵۰ ب)

لطائف اشرفی کے بعض ابواب کشف المحجوب ہی کے بیان پر مبنی ہیں، یہ کتاب ابوسعید ہجویری کی استدعا پر لکھی گئی تھی، اس کتاب کی تصنیف میں قرآن و حدیث کے علاوہ بہت سے صوفیائے کرام کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، اور ان کے حوالے دیے ہیں، مثلاً تاریخ اہل صفہ ازعبدالرحمن سلمی، طبقات الصوفیہ سلمی، کتاب سماع سلمی، رسالہ قشیریہ، کتاب محبت عمرو عثمان مکی، کتاب اللمع ابونصر سراج، تاریخ المشائخ محمد بن علی ترمذی، تصانیف پنجگانہ حسین بن منصور حلاج، تصحیح الارادہ جنید بغدادی، کتاب رعایت حارث محاسبی وغیرہ[1]

(۵) احیاء العلوم:- یہ امام غزالی[2] کی مشہور ترین تصنیف ہے، یہ کتاب دمشق یا بیت المقدس

(بقیہ حاشیہ ص ۴۴۹) اس کتاب سے آپ کے متعدد منثور و منظوم آثار کا پتہ چلتا ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

دیوان شعر، کتاب فنا و بقا، اسرار الخلق والمؤنات، الرعایہ بحقوق اللہ تعالیٰ، کتاب البیان لاہل العیان، نحو القلوب، منہاج الدین، ایمان، فرق فرق۔ (کشف المحجوب مقدمہ ژوکوفسکی)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] کشف المحجوب مقدمہ ژوکوفسکی، [2] امام ابوحامد محمد غزالی الطوسی ۴۵۰ھ میں طوس میں پیدا ہوئے، والد محمد بن محمد بافندگی کا پیشہ کرتے تھے، ان کے دوسرے بیٹے کا نام احمد تھا، باپ کی وفات کے بعد ان دونوں نے ابوحامد احمد بن محمد رادکانی کے زیر تربیت تعلیم پائی، پھر امام الحرمین ابوالمعالی جوینی شافعی کی شاگردی اختیار کی، چھتیس سال کی عمر میں ۴۸۴ھ سے چار سال تک بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں درس دیتے رہے، پھر یہ مشغلہ ترک کرکے دس سال تک شام و حجاز اور بیت المقدس میں رہے اور زہد و ریاضت اور تالیف و تصنیف میں مصروف رہے، احیاء العلوم اسی سفر کی یادگار ہے، ۴۹۹ھ میں طوس واپس ہوئے اور سلطان سنجر کی درخواست پر نیشاپور میں درس دینا منظور کرلیا، لیکن دو سال کے بعد پھر درس و تدریس ترک کرکے طوس میں عزلت نشین ہو گئے اور وہیں ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔ (دیکھئے غزالی نامہ جلال ہمائی، تاریخ ادبیات ایران ج اول ذبیح اللہ صفا، الغزالی شبلی نعمانی وغیرہ)

میں شام اور بیت المقدس کے سفر میں لکھی گئی، یہ چار حصوں میں منقسم ہے، عبادات، عادات
مہلکات اور منجیات، ہر حصے میں دس فصلیں ہیں، شروع ہی سے اس کتاب کے مخالفین
اور موافقین کی جماعتیں پیدا ہونا شروع ہو گئیں، اس کتاب کی تلخیص، شرح، اس پر اعتراضات
اور اعتراضات کے جواب میں متعدد کتابیں لکھی گئیں، اس کا خلاصہ سب سے پہلے خود امام غزالی
نے المرشد الامین الی موعظۃ المتقین کے نام سے کیا، اس کے بعد ان کے بھائی احمد غزالی
نے لباب الاحیاء کے نام سے اس کا خلاصہ کیا، پھر متعدد خلاصے لکھے گئے۔

اس کتاب پر اعتراضات کے جواب میں سب سے پہلے خود امام غزالی نے کتاب الاملاء
علی مشکل الاحیاء، اور کتاب الانتصار لما فی الاحیاء من الاسرار لکھیں، اس کے بعد قطب
شعرانی نے کتاب الاجوبۃ المرضیہ، ابن قیم کے اعتراضات کے جواب میں لکھی۔

اس کتاب کی تائید میں اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، اس کی نقل کردہ احادیث
کی شرح میں امام زین الدین ابو الفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی نے حمل الاسفار لکھی،
ان کے شاگرد شہاب الدین بن حجر عسقلانی نے اس پر استدراک لکھا، تحفۃ الاحیاء فیما فات
من تخریج الاحادیث الاحیاء از شیخ قاسم حنفی، کتاب اتحاف السادۃ المتقین از سید محمد حسینی
معروف بہ مرتضیٰ زبیدی (۱۱۴۵ھ - ۱۲۰۵ھ) (یہ کتاب دو بار قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے
پہلی بار تیرہ جلدوں میں اور دوسری بار دس جلدوں میں)، کتاب روح الاحیاء از
ابن یونس وغیرہ لکھی گئی۔[1]

(۹) **فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ**: یہ دونوں کتابیں شیخ محی الدین اکبر[2] (م ۶۳۸ھ)

---

[1] غزالی نامہ جلال ہمائی [2] محمد بن علی بن محمد ابن العربی، ابو بکر الحاتمی الطائی الاندلسی المعروف
محی الدین، الملقب بالشیخ اکبر، مرسیہ میں ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے، وہاں سے اشبیلیہ آئے اور شام،

(باقی حاشیہ ص ۴۵۲ پر)

کی تصانیف ہیں، اور دونوں تصوف کی اہم ترین کتابوں میں ہیں، فتوحات مکیہ ضخیم کتاب ہے
جو ۶۲۹ھ میں تکمیل کو پہنچی، فصوص الحکم وحدۃ الوجود پر عقیدہ رکھنے والے صوفیوں کے لیے
تصوف اسلامی پر بنیادی کتاب ہے، اس کتاب کے متعلق بھی صوفیہ میں بڑے اختلافات
رہے ہیں، اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، اس کتاب پر مبنی حضرت سید اشرفؒ نے ایک
کتاب مرآۃ الحقائق کے نام سے تالیف کی تھی جو اب نایاب ہے، نظام یمنی نے اس کتاب کے
کچھ اجزاء لطائف اشرفی میں اصطلاحات صوفیہ کے نام سے شامل کیے ہیں، اس کے
علاوہ بھی اس سے متعدد جگہ استفادہ کیا گیا ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۱) روم، عراق، و حجاز کا سفر کیا، آپ کے بعض شطحیات کی وجہ سے آپ کے بہت سے
مخالفین پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے آپ کو قید و بند کی مصیبت جھیلنی پڑی، پھر ایک شخص
علی بن فتح البجائی کی کوششوں سے قید سے رہا ہوئے، اس کے بعد دمشق میں مقیم ہو گئے اور
وہیں وفات پائی، نسبت ارادت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے حاصل کی، آپ کا شمار ائمہ متکلمین
میں ہوتا ہے، ذہبی نے آپ کو قدوۃ القائلین بوحدۃ الوجود لکھا ہے، آپ کی تصنیفات کی تعداد
باختلاف روایت چار سو سے پانسو تک پہنچتی ہے، جن میں مندرجہ ذیل کتابیں طبع ہو چکی ہیں:-
(۱) الفتوحات المکیہ (دس جلدوں میں) (۲) محاضرۃ الابرار و مسامرۃ الاخیار (دو
جلدوں میں) (۳) دیوان شعر (۴) فصوص الحکم (۵) مفاتیح الغیب (۶) التعریفات (۷) عنقاء مغرب
(۸) انشاء الدوائر (۹) کنہ ما لا بد للمرید منہ (۱۰) مواقع النجوم و مطالع اہلۃ الاسرار و العلوم
(۱۱) الانوار (۱۲) شجرۃ الکون (۱۳) فتح الذخائر و الاغلاق (۱۴) عقلۃ المستوفز
(۱۵) التجلیات (۱۶) الاربعون صحیفۃ من الاحادیث القدسیہ۔ (دیکھئے فوات الوفیات
ج ۲ ص ۲۴۱، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۰۸، لسان المیزان ج ۵ ص ۳۱۱، شذرات الذہب
ج ۵ ص ۱۹۰، مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۱۰۰

(۷) ترجمۂ عوارف:- اس سے مراد مصباح الہدایہ ومفتاح الکفایہ ہے، اگرچہ اس کتاب کا نام لطائف اشرفی میں نہیں ملتا لیکن لطائف اشرفی کا اس کتاب سے مقابلہ کرنے پر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ترجمۂ عوارف سے مراد ترجمۂ عزالدین محمود کاشانی[1] ہے جو مصباح الہدایہ ومفتاح الکفایہ کے نام سے موسوم ہے، اس کے بعض ابواب کی عبارتیں لطائف اشرفی میں لفظ بلفظ ملتی ہیں۔

مصباح الہدایہ کا ذکر عوارف المعارف کے فارسی ترجمہ کی حیثیت سے کیا جاتا ہے لیکن دراصل یہ کتاب اس کا براہ راست ترجمہ نہیں ہے، بلکہ اس کے اکثر مضامین اس میں شامل ہیں، کہیں صرف ترجمہ ہے اور کہیں اس کے مطالب کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہیں ایجاز ہے اور کہیں اطناب، شیخ سہروردی کی بیان کردہ حکایات اور روایات کو بھی اکثر نظر انداز کر دیا گیا ہے، کتاب کی ترتیب اور فصول کے قائم کرنے کا طرز بھی جداگانہ ہے۔

---

[1] شیخ عزالدین محمود بن علی کاشانی (م ۷۳۵ھ) کا شمار ایران کے آٹھویں صدی ہجری کے مشہور علماء وصوفیہ میں ہوتا ہے۔ آپ سہروردی سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں اور مشہور بزرگ نورالدین عبدالصمد ابن علی الاصفہانی نطنزی (م ۶۹۹ھ) کے شاگرد اور خلیفہ ہیں۔ آپ نے شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن ابن شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی (م ۷۱۶ھ) سے بھی فیض صحبت حاصل کیا۔ (نفحات الانس، تصحیح مہدی توحیدی پور، ص ۴۸۱)

شیخ نورالدین عبدالصمد اور شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن دونوں ہی شیخ نجیب الدین علی بن بزغش شیرازی کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور شیخ نجیب الدین شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۳۹ھ - ۶۳۲ھ) کے شاگردوں میں سے تھے۔

(نفحات الانس ص ۴۰۰، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰)

(۸) چہل مجلس اور العروہ :- العروہ کا پورا نام "عروہ لاہل الجلوہ والخلوہ" ہے یہ شیخ علاء الدولہ[1] سمنانی کی تصنیف ہے، جو ۷۲۲ھ میں لکھی گئی۔ چہل مجلس شیخ علاء الدولہ سمنانی کے

---

[1] احمد بن محمد بن احمد بن محمد بیابانکی ملقب بہ علاء الدولہ و رکن الدین و ابوالمکارم، سمنان کے ایک قریہ بیابانک میں ذی الحجہ ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۷ سال کی عمر میں ۲۲ رجب ۷۳۶ھ کو وفات پائی، اور سمنان کے قریہ صوفی آباد میں مدفون ہوئے۔ ان کے والد محمد ملقب بہ ملک شرف الدین، غازان خان (۶۹۴ھ۔۷۰۳ھ) کے عہد حکومت میں ذی الحجہ ۶۹۴ھ سے ذیقعدہ ۶۹۵ھ تک وزارت کے عہدہ پر فائز رہے، چچا ملک جلال الدین اور ماموں رکن الدین صائن، ارغون خان (۶۸۳ھ-۶۹۰ھ) کے زمانہ میں تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں شیخ علاء الدولہ اپنے چچا ملک جلال الدین کے توسط سے ارغون خان کے دربار میں داخل ہوئے اور دیوانی کے فرائض انجام دینے لگے، اپنی لیاقت اور فرض شناسی کے سبب بادشاہ کے خاص منظور نظر ہو گئے۔ ۶۸۳ھ میں ۲۴ سال کی عمر میں شاہی ملازمت ترک کر کے راہ سلوک اختیار کی، ۶۸۹ھ میں شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنی سے نسبت ارادت حاصل کی۔

آپ کا شمار وقت کے مشاہیر صوفیہ میں تھا، اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں:-

ہر رند کہ در مصطبہ مسکن دارد — بوئی ز دل سوختہ خرمن دارد
ہر جا کہ سیہ گلیم و آشفتہ دلی ست — شاگرد من است و خرقہ از من دارد

آپ کی متعدد منثور و منظوم تصنیفات ہیں، الدرر الکامنہ میں آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو تک بتائی گئی ہے، جن میں سے صرف یہ کتابیں پائی جاتی ہیں:-

(۱) مطلع النقط و مجمع اللقط (عربی) اس میں قرآن کی بعض سورتوں کی تفسیر صوفیانہ انداز میں کی گئی ہے، (۲) سرالبال فی اطوار سلوک اہل الحال (فارسی) مختصر رسالہ ہے، (۳) صلوٰۃ العاشقین (فارسی) ایک مختصر رسالہ ہے، (۴) مشارع ابواب القدس و مراتع الانس (عربی) اس کا موضوع حکمت و کلام ہے۔

(باقی حاشیہ ص ۲۵۵ پر)

ملفوظات کا ایک مختصر مجموعہ ہی جسے انکے مرید شیخ اقبال سیستانی نے جمع کیا۔ اپنی ابتدائی زندگی میں حضرت سید اشرف خود شیخ علاء الدولہ سمنانی کی صحبت میں رہ چکے تھے، اور آپ نے ان سے سلوک کی تعلیم بھی حاصل کی تھی، لطائف اشرفی میں شیخ علاء الدولہ کے جو اقوال و بیانات ہیں وہ شیخ کی دونوں مذکورہ کتابوں میں لفظ بلفظ ملتے ہیں، اگرچہ ان دونوں کتابوں کا کہیں نام نہیں لیا گیا ہے، البتہ العروہ کا نام صرف ایک جگہ آپ کے مکتوب میں ملتا ہے[1]

(۹) **روض الریاحین فی حکایات الصالحین**:- یہ امام عبد اللہ یافعی[1] کی تصنیف ہے، لطائف اشرفی میں صرف مصنف کا نام لیا ہے، تصنیف کا نام نہیں بتایا گیا ہے، لیکن لطائف اشرفی اور روض الریاحین کے تقابلی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام یافعی کی کتاب سے مراد روض الریاحین ہی ہے، اس کتاب کے اقتباسات لفظ بلفظ لطائف اشرفی میں ملتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۴۵۴) (۵) مناظر المحاضر لمناظر الحاضر (عربی) یہ رسالہ واقعہ غدیر خم وغیرہ پر لکھا گیا ہے، (۶) العروہ لاہل الخلوة والجلوة (فارسی) تصوف پر ہے، (۷) چہل مجلس (فارسی) ملفوظات کا مختصر مجموعہ ہے۔

(دیکھئے العروہ فصل اول باب ششم، تاریخ گزیدہ تلخیص و ترجمہ انگریزی از براؤن ص ۴۴۶، حبیب السیر ج ۳ ص ۲۰۲ الدرر الکامنہ ابن حجر عسقلانی، شرح احوال علاء الدولہ سمنانی از سید مظفر حیدر وغیرہ)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] عبد اللہ ابن اسعد بن علی الیافعی عدن میں پیدا ہوئے، یافعی بنی یافع سے منسوب ہے، آپ شافعی مسلک کے پیرو تھے۔ ۷۶۸ھ میں وفات پائی، حضرت سید اشرف نے آپ سے ملاقات کی تھی اور کسب علم و استفادہ بھی کیا تھا، آپ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے کچھ یہ ہیں،

مرآۃ الجنان، الدر النظیم فی بیان فضائل القرآن العظیم، نشر المحاسن الغالیہ فی فضل المشائخ الصوفیہ واصحاب المقامات العالیہ، اسنی المفاخر فی مناقب شیخ عبد القادر، اور روض الریاحین فی حکایات الصالحین۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۲۴۷، شذرات الذہب ج ۶ ص ۲۱۰، طبقات الشافعیہ ج ۶ ص ۱۰۳ وغیرہ)

اگرچہ لطائف اشرفی میں بنیادی طور پر تصوف کے مسائل سے بحث ہے، لیکن ان مسائل
کے ضمن میں بہت سے صوفیہ کے تذکرے بھی آگئے ہیں، اس کے علاوہ ایک باب صرف صوفیہ
کے تذکروں ہی پر ہے، جس میں ہندوستان کے صوفیہ کا بھی ذکر ہے، ہندوستان کے صوفیہ کے
تذکرے کے لحاظ سے یہ کتاب قدیم ترین تذکروں میں شمار کیے جانے کے قابل ہے۔

لطائف اشرفی مختلف صدیوں میں تصوف اور تذکرۂ صوفیہ کی کتابوں کا ماخذ رہا
ہے، جس سے اس کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، ان میں سے دو کتابیں خاص طور
سے قابل ذکر ہیں، ایک نفحات الانس اور دوسری مرآۃ الاسرار۔

نفحات الانس مولانا جامی کی مشہور تالیف ہے جو ۸۸۳ھ میں مکمل ہوئی، اگرچہ جامی
نے لطائف اشرفی کا کہیں نام نہیں لیا ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ جامی کے پیش نظر
یہ کتاب تھی، اور انھوں نے اس سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے، اس مسئلہ پر راقم الحروف
نے تفصیلی بحث کی ہے، جو مجلہ معارف جنوری، فروری ۱۹۶۶ء میں شائع ہو چکی ہے، اس بحث

سے چند باتیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں :

(۱) لطائف اشرفی، نفحات الانس سے کوئی سو برس پہلے وجود میں آچکی تھی۔ اس کا مخطوطات حضرت سید اشرفؒ کے خطوط سے ملتا ہے، اور اس بات کے قرائن موجود ہیں کہ اس زمانے میں اس کا ہرات تک پہنچنا بالکل ممکن تھا۔

(۲) لطائف اشرفی اور نفحات الانس میں بعض ان صوفیہ کا ذکر یکساں الفاظ میں ملتا ہے، جو حضرت سید اشرف کے معاصرین و مصاحبین میں تھے، اس لیے ان صوفیہ کے تذکرے کے اصل اور قدیم ترین مآخذ کی حیثیت لطائف اشرفی کو حاصل ہونی چاہیے، نہ کہ نفحات الانس کو۔ مثلاً

(الف) شیخ ابو الوفا خوارزمی (م ۸۳۵ھ) جو مدت دراز تک حضرت سید اشرف کی صحبت میں رہے تھے، ان کے بارے میں نفحات الانس اور لطائف اشرفی میں یکساں الفاظ میں ذکر ملتا ہے۔

(ب) حضرت سید اشرفؒ ایک عرصہ تک شیخ علاء الدولہ سمنانی کی صحبت میں رہ چکے تھے، اور سلوک کی ابتدائی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی تھی، شیخ علاء الدولہ سمنانی کے بارے میں لطائف اشرفی میں جو بیان ملتا ہے تقریباً وہی بیان ان ہی الفاظ میں نفحات الانس میں بھی موجود ہے، اس کے علاوہ لطائف اشرفی میں مسئلۂ وحدۃ الوجود پر ایک بیان شیخ علاء الدولہ سمنانی کی کتاب العروہ لاہل الخلوہ والجلوہ سے ماخوذ ہے، مگر یہاں لطائف اشرفی کی زبان العروہ سے مختلف ہے، یہی مسئلہ نفحات الانس میں بھی منقول ہے، اور اس کی زبان لطائف اشرفی کی زبان سے ملتی ہے نہ کہ العروہ کی زبان سے۔ اگر جامی کے سامنے العروہ ہوتی تو اس کی زبان العروہ سے ملتی چاہئے تھی نہ کہ لطائف اشرفی سے۔ واضح رہے کہ حضرت

سید اشرفؒ نے العروہ کا ذکر اپنے مکتوب میں کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے العروہ کا مطالعہ کیا تھا۔

(۳) شیخ علاء الدولہ سمنانی اور شیخ عبد الرزاق کاشانی میں مسئلہ وحدۃ الوجود پر شدید اختلاف تھا۔ اس مسئلہ پر دونوں میں خط و کتابت ہوئی تھی۔ شیخ کاشانی نے شیخ علاء الدولہ سمنانی کے عزیز خلیفہ شیخ اقبال سیستانی سے مسئلہ وحدۃ الوجود اور شیخ ابن العربی کے متعلق شیخ علاء الدولہ کی رائے دریافت کی۔ اس مذاکرے میں حضرت سید اشرف خود موجود تھے، اس گفتگو کی جو تفصیل حضرت سید اشرف نے بیان کی ہے بعینہ وہی نفحات الانس میں بھی ہے، اس لیے اسکے اصل ماخذ ہونے کا دعویٰ لطائف اشرفی ہی کر سکتی ہے۔

(۴) متعددہ نفحات الانس کی تمام عبارتیں لطائف اشرفی کے مختلف لطیفوں میں ملتی ہیں اور نفحات میں صرف ان ہی ماخذ کا ذکر کیا گیا ہے جن کا ذکر لطائف اشرفی میں ملتا ہے، اور جن ماخذ کے بارے میں لطائف اشرفی خاموش ہے، وہاں نفحات نے بھی خاموشی اختیار کی ہے۔ یہاں یہ کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ لطائف اشرفی ہی کی عبارتیں الحاقی ہوں، محض ایک گمان ہے جو کسی دلیل پر مبنی نہیں، اور یہ یقین کرنے کے لیے کہ نفحات الانس میں لطائف اشرفی سے خوشہ چینی کی گئی ہے، قرائن موجود ہیں۔

متعددہ نفحات الانس کی عبارتیں لطائف اشرفی میں مربوط انداز میں کسی ایک لطیفہ میں نہیں ہیں بلکہ مختلف لطیفوں میں مختلف سوالات کے جوابات کے طور پر مندرج ہیں، اس لیے اگرچہ یہ عبارتیں منتشر انداز میں ہیں لیکن برمحل ہیں، ان تمام عبارتوں کو لطائف اشرفی جیسی ضخیم کتاب میں الحاقی قرار دینا بعید از قیاس ہے، ان تمام عبارتوں کا ٹھیک ٹھیک اپنی جگہ پر ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مصنف کی عبارتیں ہیں، اس کے برعکس نفحات الانس کا متعددہ ترتیب دینے کے لیے لطائف اشرفی کے منتشر مضامین کو یکجا مرتب کر دینا آسان تھا اور یہ بات

بعید از قیاس بھی نہیں۔

دوسری اہم کتاب مرآۃ الاسرار ہے جو شاہجہاں (م ۱۰۷۶ھ) کے عہد میں ۱۰۶۵ھ میں مکمل ہوئی، اس تصنیف کا آغاز ۱۰۴۵ھ میں ہوا، مؤلف کا نام عبدالرحمٰن چشتی ہے[۱۵] جو ردولی کے رہنے والے تھے، مؤلف نے بادشاہ وقت کا نام اس طرح لیا ہے:

"تا امروز یکجائی او (تیمور گورگان) سلطان العادل و باذل و عادت شمائل لدنہ محمد شاہ جہاں بادشاہ غازی خلد اللہ بر بانہ در مملکت موروثی متصرف است از آنجہت بخطاب صاحبقران ثانی موسوم گشت" (ورق ۷)

مؤلف نے اپنی کتاب کے ماخذ میں ۶۴ کتابوں کے نام لیے ہیں، ان میں سے ایک رسالہ ۔۔۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، ۲۳ طبقات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں محفوظ ہے، اس نسخہ میں کل ۳۶۲ اوراق ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن چشتی بن عبدالرسول بن قاسم بن شاہ بدھ عباسی العلوی ردولی کے شیخ احمد عبدالحق خلیفہ شیخ جلال پانی پتی (م ۷۶۵ھ) کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔[۱۶]

---

[۱۵] معارف: اس بیان میں مضمون نگار سے کئی تسامح ہوئے ہیں، شیخ عبدالرحمٰن چشتی کا وطن نہ ردولی تھا اور نہ وہ شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے خاندان سے تھے، ان کا اصل وطن سترکھ (بارہ بنکی) تھا، چشتی اور رسولپوری ۔۔۔ سے بھی ان کا تعلق رہا، ردولی اور شیخ احمد عبدالحق ردولوی سے ان کا تعلق صرف یہ تھا کہ وہ مخدوم ۔۔۔ ردولوی کے پچھلے سجادہ نشین شیخ حمید کے مرید و خلیفہ تھے، ان سے کوئی نسلی تعلق نہ تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن عباس بن علی کی اولاد سے یعنی علوی تھے اور مخدوم ۔۔۔ ردولوی حضرت عمر کی اولاد سے یعنی فاروقی تھے، یہ تمام حالات مرآۃ الاسرار میں موجود ہیں، معلوم ہوتا ہے مضمون نگار نے اس کو غور سے نہیں پڑھا یا ریو کے بیان پر اعتماد کر کے لکھ دیا ہے، جو غلط ہے اور خود مرآۃ الاسرار سے اس کی تردید ہوتی ہے، اس کا قلمی نسخہ دار المصنفین میں بھی موجود ہے۔

عبدالرحمٰن چشتی نے ۱۰۳۰ھ میں خود حضرت سید اشرف کے مقبرے کی زیارت کی اور وہاں کے بعض مشاہدات اپنی کتاب میں قلمبند کیے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ایک بزرگ صوفی تھے۔ اس وقت کچھوچھہ میں سید حسن شریف بن سید علی بن سید محمود بن سید حاجی بن سید جعفر عرف شاہ لاڈ بن حضرت میر سید حسین بن سید عبدالرزاق نور العین سجادہ نشین تھے۔ (مرأۃ الاسرار، ورق ۳۴۰)

عبدالرحمٰن چشتی لکھتے ہیں کہ سید حسن شریف نے نماز تہجد کے وقت انھیں ایک خرقہ عنایت کیا، جو حضرت سید جلال بخاری سے حضرت سید اشرف کو ملا تھا، اسکے بعد ایک خرقہ اور عنایت کیا اور بتایا کہ یہ خرقہ حضرت سید اشرف کے زمانے سے ابتک بطور امانت چلا آرہا تھا، شب میں ان کے والد سید علی نے خواب میں انھیں ہدایت کی کہ یہ خرقہ عبدالرحمٰن کی امانت ہے، اسے ان کے حوالے کر دو۔ (مرأۃ الاسرار، ورق ۱۳۴۱)

مرأۃ الاسرار وہ قدیم ترین کتاب ہے جس میں کچھوچھے کے کچھ بزرگوں کا ذکر ملتا ہے

مرأۃ الاسرار کے علاوہ عبدالرحمٰن چشتی کی دوسری تالیفات یہ ہیں:

"مرأۃ مداری (سوانح شیخ بدیع الدین مدار)، مرأۃ مسعودی (سوانح سید سالار مسعود غازی) اور سنسکرت سے کچھ یونانی اشعار کا فارسی میں ترجمہ (فارسی مخطوطات برٹش میوزیم مرتبہ چارلس ریو ج اول ۱۹۹۹، ۱۵۵ء)

ہندوستان میں لکھی گئی تصوف کی کتابوں میں صرف لطائف اشرفی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ تصوف کے تقریباً تمام مسائل پر حاوی ہے، اس کے علاوہ اس کی بعض اور خصوصیات بھی ہیں، جن کی بنا پر یہ تصوف کی دوسری کتابوں سے ممتاز ہے۔ تصوف کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں بادشاہوں کے فرائض اور ذمہ داریوں پر کسی قدر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب Some Aspects of Religion and Politics in India during 13th century p.248 میں سیر الاولیا کے حوالے سے شیخ صوفی کے عرف وجہ تسمیہ نقل کی ہے (اردو حاشیہ میں ... ہیں)

جہاں اس طرح کے افکار سے صوفیہ قطعی بے اعتنائی برت رہے ہوں، حضرت سید اشرف کا خصوصیت سے اس طرف توجہ کرنا آپ کی فعال شخصیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کے ارشادات کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

"سلطنت کے امور میں رائے دینے کے لیے ایک مجلس مشاورت ہونی چاہیے جو ملک کے اصحاب رائے اور سربرآوردہ لوگوں پر مشتمل ہو۔ مشورہ کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ عقلا کے مشورے سے خیر ظاہر ہوجاتا ہے، کیونکہ عقول انسانی میں تفاوت کا ہونا ضروری ہے اور اختلاف رائے سے جو تدبر حاصل ہوتا ہے ان سے ان امور کی عقدہ کشائی ہوجاتی ہے جہاں تلوار کام نہیں دیتی اور اگر رائے کی احتیاج نہ بھی ہو تب بھی عوام کو مطمئن کرنے کے لیے ان کے سربرآوردہ لوگوں سے رائے لینا ضروری ہے۔"

طرز جہانبانی میں حضرت سید اشرف کی رائے موجودہ جمہوریت کے منافی ہے۔ ان کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کو مجلس مشاورت کی اکثریت کے ذریعہ طے شدہ رائے کا پابند ہونا ضروری نہیں ہے۔ نظام یمنی لکھتے ہیں:

"بعض عقلا کا خیال ہے کہ مشاورت میں نقصان ہے، کیونکہ اس سے افشائے راز ہوتا ہے، حالانکہ یہی عین کتمان ہے، کیونکہ اختلاف رائے کی موجودگی میں کسی کو نہیں معلوم ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کس رائے پر عمل کرے گا۔"

"چار چیزوں سے ملک میں فساد برپا ہوتا ہے: اول بادشاہ کے عیش پرستی سے، دوسرے مقربین کے ساتھ بدخلقی سے پیش آنے سے، تیسرے مجرموں کو سزا دینے میں مبالغہ کرنے سے مثلاً ایک مجرم تازیانہ کا مستحق ہو لیکن اسے قتل کا حکم دیدیا جائے، چوتھے رعایا پر مسلسل ظلم سے

(بقیہ حاشیہ ص ۳۴۸) کہے ہیں جو ملکی سیاست سے تعلق رکھتے ہیں: (۱) ملک بوزیر خدا ترس ضبط کن و دبیر دانا (سیر الاولیاء ص ...)
(۲) حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میفرماید اگر پیرزنی در بلاد مملکت بفاقہ بخسپد، روز قیامت آن شاہ و حمد تنا
دامن والی خود بگیرد (سیرالاولیاء ص ۴۱۳)

اس کے بعد ترجمۂ اردشیر بابکان[1] سے یہ عبارت نقل کی ہے:

لا ملک الا بالرجال ولا رجال	یعنی آدمیوں کے بغیر ملک کی کوئی حیثیت نہیں
الا بالمال ولا مال الا بالعمارۃ	اور آدمی مال و دولت ہی سے مل سکتے ہیں
ولا عمارۃ الا بالعدل ولا عدل	اور مال و دولت ملک کی آبادکاری ہی سے
الا بالسیاست	حاصل ہو سکتی ہے اور آبادکاری عدل و انصاف
	کے قیام سے ہوتی ہے، اور عدل و انصاف
	کا قیام سیاست سے ہوتا ہے۔

بادشاہ کے روزمرہ کے مشاغل کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"بادشاہ کو صبح کی نماز کے بعد دن چڑھے تک یادِ الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے، پھر علماء اور صلحاء سے ملنا چاہیے، اور ان سے عدل و احسان کے متعلق استفسار کرنا چاہیے، اس کے بعد وزراء اور ندماء کو باریابی کا حکم دینا چاہیے، اور ان سے ان کے فرائض اور ملکی احوال کے بارے میں اطلاعات حاصل کرنا چاہیے، اس کے بعد اگر کسی دوسری مملکت کا کوئی امیر ملنا چاہتا ہو تو اسے ملنے کی اجازت دینی چاہیے لیکن حتی الامکان اس سے بالمواجہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے بلکہ درمیان میں کوئی واسطہ ہونا چاہیے، بادشاہ کا سارا مال صرف رعایا کی بہبودی کے لیے ہے، رعایا کی بہبودی میں خدا بھی تسلی

---

[1] اردشیر بابکان صوبۂ فارس میں ایک چھوٹی سی ریاست کا حاکم تھا، ۲۲۴ء میں اس نے اشکانیوں (۲۴۹ قم تا ۲۲۴ء) کے خلاف بغاوت کر دی اور تھوڑے ہی دنوں میں ایران کے تمام مشرقی صوبوں پر قابض ہو گیا، ۲۲۶ء میں اشکانی پایۂ تخت طیسفون پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا، ۲۴۱ء تک بقید حیات رہا، اس میں جہاں داری کا خداداد ملکہ تھا، اس کے کارناموں کے متعلق ساسانیوں کے آخری عہد میں ایک تاریخ مرتب کی گئی تھی جس کا نام کارنامک ارتخشتر پاپکان ہے، جسے موجودہ فارسی میں کارنامہ اردشیر بابکان کہتے ہیں، اس کتاب کا پہلوی نسخہ موجود ہے۔ (دیکھئے تاریخ ایران ج اول ص ۳۹۲ و ۳۹۸ از سائیکس (انگریزی)

نہیں کرنا چاہیے۔[1]

یہ صحیح ہے کہ دوسرے صوفیہ کی طرح حضرت سید اشرف بھی ملوکیت کے خلاف کچھ کہنے سے خاموش نظر آتے ہیں، لیکن جہاں ملوکیت کے خلاف کسی رائے کا اظہار ناممکن ہو اور اس سے بجائے صلاح کے فساد کا امکان ہو، تو صرف یہی ایک صورت رہ جاتی ہے کہ بادشاہ کی اصلاح کی جائے تاکہ مملکت اصلاح پذیر ہو سکے، حضرت سید اشرف بھی اسی اصول پر عمل پیرا تھے، ہوشنگ خاں شاہ مالوہ کے نام آپ نے جو خط[2] لکھا ہے اس سے اس کا پتہ چلتا ہے، اس خط میں اور بھی زیادہ تفصیل سے ہوشنگ خاں کو بادشاہ کے فرائض سے آگاہ کیا گیا ہے، ابراہیم شاہ شرقی جس کے دور کو مورخین نے عدل و سیاسی استحکام، امن اور علم و فضل میں سلطنت شرقی کا سنہری دور لکھا ہے، حضرت سید اشرف کا نہایت معتقد تھا، اور آپ سے اس کی خط و کتابت بھی تھی، مکتوبات اشرفی میں ابراہیم شرقی کے نام تین خطوط ملتے ہیں، ایک خط[3] ابراہیم شاہ کے اس سوال کے جواب میں ہے جس میں اس نے دریافت کیا تھا کہ علاء الدین خوارزمشاہ کی شکست کے کیا اسباب تھے، اور چنگیز خاں نے کیوں حملہ کیا تھا۔ دوسرا خط[4] اس کے اس خط کے جواب میں ہے جس میں اس نے بنگال کے راجہ کنس پر چڑھائی کے بارے میں اجازت طلب کی تھی، کنس کے مظالم حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے، اس لیے آپ نے اس کے ظلم

ہوشنگ خاں

[1] لطائف اشرفی جلد دوم ص ۱۲۵ تا ۱۲۸ ۔ [2] مکتوبات اشرفی مکتوب نمبر ۴۸ ، یہ خط ہوشنگ کی رسم تاجپوشی کے بعد لکھا گیا ہے ، اس کی تخت نشینی کا سال ۸۰۸ھ یا ۱۴۰۵ء ہے ، دیکھئے طبقات اکبری ج ۳ ص ۲۹۱ ۔ ۲۹۰ اور تاریخ فرشتہ ج ۲ باب پنجم ۔ [3] مکتوبات اشرفی مکتوب نمبر ۲۴

[4] مکتوبات اشرفی مکتوب نمبر ۴۵ ، یہ خط ۸۱۶ھ اور ۸۱۸ھ کے درمیان لکھا گیا جو کنس کا دور حکومت ہے ، کنس کے دور حکومت کے لیے دیکھئے تاریخ بنگال ج ۲ ص ۱۲۶ ۔ ۱۲۹ از جادو ناتھ سرکار نیز مجلہ معارف مارچ ۱۹۷۶ء "تاریخ پیدائش و وفات سید اشرف سمنانی" (سید وحید اشرف)

کے قلع قمع کرنے پر اصرار کیا اور فتح کے لئے دعائیں دیں۔[1]

صوفیہ میں عام طور پر مشہور ہے کہ "بئس الفقیر علی باب الامیر و نعم الامیر علی باب الفقیر۔"

یعنی وہ فقیر بہت برا ہے جو امیر کے در پر جائے اور وہ امیر بہت اچھا ہے جو فقیر کے در پر جائے، اس لیے عام طور پر صوفیہ بادشاہوں اور امیروں سے ملنا فقر کے منافی سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت سید اشرف فرماتے ہیں کہ یہاں دراصل طمع سے منع کیا گیا ہے، اور وہ فقیر ہی نہیں جو طمع رکھتا ہو، کیونکہ یہ توکل کے منافی ہے، اور جہاں تک امیر کا تعلق ہے فقیر سے ملنا اسکے لیے لازم ہے، کیونکہ یہ اکتساب سعادت ہے۔ حضرت سید اشرف ایک صوفی کا بادشاہ اور امرا سے ملنا ضروری سمجھتے تھے، اپنے نظریہ کی حمایت مختلف دلائل سے پرزور انداز میں کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ یا عادل ہوگا یا ظالم۔ اگر عادل ہوگا تو اس سے ملنا عین سعادت ہے اور اگر ظالم ہے تو اس سے ملنا اور اس کی اصلاح کی کوشش کرنا واجب ہے۔[2]

---

[1] جادوناتھ سرکار نے اپنی کتاب تاریخ بنگال (ج دوم ص ۱۲۲ - ۱۲۹) میں گنس کے نام اور اسکے مظالم کا زور دیکر انکار کیا ہے، اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ کوئی ہندو اپنے بیٹے کا نام گنس نہیں رکھ سکتا، یہ لفظ گنیش ہوگا جسے غلطی سے گنس پڑھ لیا گیا لیکن مکتوبات اشرفی جادوناتھ سرکار کے اس بیان کی تردید کرتی ہے، حضرت سید اشرف نے مکتوبات اشرفی (مکتوب نمبر ۳۸) میں شیخ نور پنڈوی کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں، جن میں گنس کے مظالم کا تذکرہ ہے، اس میں گنس لفظ استعمال ہوا ہے، ممکن ہے کہ اس کا نام گنس نہ رہا ہو اور اسکے مظالم کی وجہ سے وہ گنس کے خطاب سے مشہور ہو گیا ہو، اس نظم کے چند اشعار یہ ہیں:

چراغ دین و اسلام و ہدایت — کہ می افروختہ ہر گوشہ از نور
نشست از باد کفر گنس رائی — فروزاں از حسرت اخیار و منصور (کذا)
بنوعی میرسد بہ ہر کسی جور — کہ نادر کرد و شرحش خامہ مذکور

[2] لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۰۴

تصوف وسلوک کی راہ اور ریاضت و مجاہدہ کی مشق آپ کی عملی سرگرمیوں میں حارج نہیں تھی، بلکہ آپ کا یہ نظریۂ تصوف ہی تھا جس نے آپ کو عملی زندگی میں بھی لا کر کھڑا کر دیا تھا، آپ کے خلفاء میں علماء، صوفیہ، امراء اور غرباء سبھی شامل تھے، اور آپ کی تعلیم ہر ایک کے حسب حال ہوتی تھی، آپ کا قول ہے کہ حشمۃ الملوک ظل من الالوھیۃ اسی لیے جب بعض حاکموں نے امارت ترک کر کے فقیری اختیار کرنی چاہی تو آپ نے منع کیا اور فرمایا کہ دولت وجاہ راہ معرفت میں ہمیشہ حارج نہیں ہوتے۔[1]

آپ کے صوفیانہ افکار کا اس مضمون میں احاطہ کرنا نہ مقصود ہے اور نہ یہ ممکن ہے، اس لیے یہاں آپ کے ان اقوال میں سے صرف چند کو پیش کر دینا نامناسب نہ ہوگا، جو آپ کے فکری رجحان اور عملی زندگی کے رخ کو پیش کرتے ہیں۔

تمام اکابر صوفیہ نے علم شریعت کا حاصل کرنا ضروری قرار دیا ہے لیکن آپ نے یہاں تک اس کی تاکید فرمائی ہے

(۱) اگر کسی بداند کہ در عمروی بیش از یک ہفتہ نماندہ است میباید کہ بعلم فقہ اشتغال نماید چہ دانستن یک مسئلہ از علوم دین بہتر از ہزار رکعت نماز نافلہ است۔[2]

یعنی اگر کسی کو یہ علم ہو جائے کہ اس کی زندگی میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا ہے تو اسے تحصیل علم فقہ میں مشغول ہو جانا چاہیے، کیونکہ علم دین کا ایک مسئلہ جاننا ہزار رکعت نفل نماز سے بہتر ہے۔

(۲) ولی کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ وہ قول، فعل، اور اعتقاد میں رسول کا تابع

---

[1] لطائف اشرفی، اول لطیفہ پانزدہم [2] ایضاً

"یکی از اہم شرائط ولی است کہ تابع رسول علیہ السلام قولاً و فعلاً و اعتقاداً بود۔"[1]

(۳) طریقت عین شریعت ہے

"حضرت قدوۃ الکبریٰ می فرمودند اتفاقاً در ملک روم با یکی از معاندان مذہب اہل سنت وجماعت و مخالفان مشرب صفا و بیدین و دیانت ملاقات شد، او ترجیح طریقت کردی بر شریعت، در جواب او گفتہ شد کہ اے عزیز اگر شما یک لفظ یاد کنید کہ در شریعت نباشد ما اقرار نمایم کہ شریعت غیر طریقت است۔"[2]

(۴) فقر کے لیے کسب معاش ضروری ہے۔

"مراد از قطع تعلقات و عدم تملکات کہ مشائخ فرمودہ اند مراحل ارشاد را ترک زیادتی اموال و اذخار منال است نہ آنکہ مجرد شیخ چنان باید کہ محتاج بود چہ آنقدر کہ محتاج اصحاب و طلاب است مہیا داشتن شیخ را اہم است تا تفرقہ در کار نبود و جمعیت وابستہ بجمعیت خاطر از ممر ماکولات و ملبوسات است۔"[3]

(۵) وصول الی اللہ کا مطلب کمال قرب و نیابت الٰہی ہے، نہ کہ اسکی ذات میں تصرف۔

"مقصود سالکان معارج تحقیق و رہ نوردان مدارج توفیق این نبود کہ در دریای احدیت مستغرق گردند و راہ صحرای الہیت مطلق سپرند بلکہ کمال در سلوک آنست کہ سالک چنین ذریعۂ خود و مقصود علیہ خود را باحکام جاریۂ او شناسی گردد چنانچہ در سلطنت مجازی کہ ہر چند قرب حضوری کسی را پیش پادشاہ زیادہ بود و با مصاحبت حضور آمادہ مقصود آن مقرب آن نبود کہ در ذات او متصرف شود بلکہ کمال قرب و نتیجۂ وی آن بود کہ بمنصب وزارت و نیابت یا صدارت مشرف گردد

۱؎ لطائف اشرفی ج اول ص ۱۲۱ ۲؎ ایضاً ۳؎ ایضاً ص ۱۸۶

وایں منصب خاص عرفا باست. پس وصول بذات عرفت از پیچان تصو باید کرد"[1]

(۶) محبت خلق عقیدۂ وحدۃ الوجود کا لازمی نتیجہ ہے۔

"اظہار خوارق ایں طائفہ باختیار نفرمودہ اند مگر آنکہ از بہر اطمینان قلب طالب وشعار خود فنا زد، چوں بر وحدت وجود رسیدہ و قطرت ایذا بر کند وبار محنت بر دل کدام کس نہند"[2]

لطائف اشرفی کے کئی اور اہم پہلو ہیں جن کا مطالعہ مختلف نقطۂ نظر سے کرنے کی ضرورت ہے، اس مضمون میں ہمارا مقصد صرف تصوف کی کتاب کی حیثیت سے اس کی امتیازی خصوصیات پر روشنی ڈالنا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) لطائف اشرفی تصوف کی مستند کتابوں پر مبنی، تصوف کی تمام بنیادی کتابوں کی جامع اور ان کے تقریباً تمام اہم مسائل پر حاوی ہے۔

(۲) لطائف اشرفی میں صوفیہ کے تذکرے بھی ہیں اور یہ کتاب ہندوستانی صوفیہ کے قدیم ترین تذکروں میں شمار کیے جانے کے قابل ہے۔

(۳) لطائف اشرفی تصوف اور تذکرے کی کتابوں کا ماخذ بھی رہی ہے جن میں نفحات الانس اور مراۃ الاسرار شامل ہیں۔

(۴) یہ تصوف کی پہلی ہندوستانی کتاب ہے جس میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بادشاہوں اور امرا کے فرائض سے بحث کی گئی ہے۔ ●●

---

[1] لطائف اشرفی جلد ا ص ۱۰۹ [2] ایضاً ص ۴۷

(بشکریہ ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ)

پروفیسر ریاض الاسلام
[illegible]

صوفیانہ ادب کے لیے ایک منہاجِ تحقیق کی ضرورت

ملفوظات اور تذکروں کے لطائف کے حوالے سے

صوفیانہ ادب میں لطیفہ کیا چیز ہے؟ دراصل کسی بھی چیز کی اصطلاحی تعریف کرنا ایک مشکل کام ہے۔ لطیفہ کی تعریف کرنا بھی آسان نہیں۔ خود صوفیانہ ادب میں یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں یہ اصطلاح جس معین اور محدود معنی میں استعمال کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ لطائف وہ باتیں ہیں جو صوفیہ کے ملفوظات میں یا ان کے تذکروں میں یا اصول تصوف کی کتابوں میں بطور سوانح شخصی واردات یا بطور قصہ بیان کی گئی ہیں۔ جہاں گفتگو یا بیان غیر شخصی رنگ اختیار کر لیتا ہے اور پیرایہ بیان خالص علمی ہو جاتا ہے تو یہ بیانات "لطیفہ" کی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں۔

لطائفی ادب:- یہ مضمون صوفیانہ ادب کے ان لطائف پر مرکوز ہے جو اوپر دی ہوئی تعریف کے حدود میں آتے ہیں۔ ملفوظات اور تذکروں میں خصوصاً اور اصول تصوف کی کتب میں عموماً لطائف کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ بعض ملفوظات کا بڑا حصہ لطائف پر ہی مشتمل ہوتا ہے، مثلاً حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات "فوائد الفواد" اور ان کے خلیفہ اعظم شیخ نصیر الدین چراغؒ کے ملفوظات "خیر المجالس"۔ بعض دیگر ملفوظات کی ترتیب علوم کی شاخوں کی مناسبت سے ہوئی ہے اور ان میں لطائف کا عنصر محدود ہے۔ مثلاً مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے ملفوظات "سراج الہدایہ"۔ تصوف کی اصولی کتابیں مثلاً "کتاب التعرف" (کلاباذی)، "کتاب اللمع" (ابو نصر سراج)، "رسالہ قشیریہ" اور "کشف المحجوب" (ہجویری) میں لطائف کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ صوفیانہ مطالعات کے فروغ کے باوجود لطائف کے خصوصی مطالعے پر کما حقہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔ لطائف کی تاریخ پر غور کیا گیا ہے نہ ان کے سوابق اور لواحق پر، نہ ان کی حیثیت ترکیبی پر اور تجزیہ کا عمل تو لطائفی ادب کو چھو کر بھی نہیں گیا۔ جب صوفیانہ ادب کا ایک معتد بہ حصہ لطائف پر مبنی ہے تو کیا لطائف کے ناقدانہ تجزیہ اور ایک منضبط منہاج تحقیق Methodology کے بغیر کس طرح حق مطالعہ ادا کیا جا سکتا ہے؟

لطائفی ادب کے مسئلہ پر کئی زاویوں سے نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ اس صنف کا آغاز خود ایک دلچسپ موضوع ہے۔ لطائف کی ماہیت پیش نظر رکھتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی عنوان سے اس کا تعلق قصص کی روایت سے ہے۔ اسلامی مذہبی ادب میں انبیاء کے قصص کو ایک اہم مقام حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک امر مسلمہ ہے کہ روایاتی قصص انبیاء میں معتد بہ مواد ایسی قبیل سے ہے جسے "اسرائیلیات" سے موسوم کیا جاتا ہے اور جسے اب لائق اعتماد نہیں سمجھا جاتا۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنی کتاب "قصص القرآن"

جیسا بار اس امر پر تاسف کیا ہے کہ بعض مفسرین نے "اسرائیلی خرافات" اور "اسرائیلی بقولات" کو قرآنی قصص کی تفسیر میں شامل کر لیا ہے۔ بہرحال صوفیانہ لطائف اور روایاتی قصص الانبیاء کے روابط کا مسئلہ تحقیق طلب ہے اور یہ مختصر مضمون اس پہلو کا اجمالی احاطہ بھی کرنے سے قاصر ہے۔

لطائفی ادب مختلف الالوان عناصر کا مجموعہ ہے۔ اس میں روحانیت اور حکمت کے ہیرے جواہر بھی ملیں گے اور علاوہ لطائف کے تیر و طراری بھی۔ خلق، اتفاق، ایثار اور انسانی ہمدردی کے اعلیٰ ترین نمونے بھی اور نفس کشی اور کسر نفسی کے قصے بھی۔ لطف یہ ہے کہ صوفیوں کی ہمدردی صرف مسلمانوں اور صرف انسانوں تک محدود نہیں تھی، ان میں جانوروں سے ہمدردی کے ایسے حیرت انگیز قصے ملتے ہیں جن میں یہ اشارہ ثابت کر دیا۔ جانوروں کی دیکھ بھال تمام عبادات اور زہد و ورع سے بلند تر مقام رکھتی ہے۔ جہاں تک لطائف میں رشد و ہدایات کے اسباق کا تعلق ہے تو صوفیانہ تعلیمات کا شاید ہی کوئی پہلو ہو جو لطائف میں کسی نہ کسی شکل میں پیش نہ کیا گیا ہو۔

لطائف میں چند عناصر ایسے بھی ہیں جن کا تواتر بھی زیادہ ہے اور انھیں علمی مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں مزید حزم و احتیاط بھی ضروری ہے۔ ان میں پہلے تو کرامات اور خصوصاً تقابلی کرامات کے لطائف ہیں۔ تقابلی کرامات سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ شیخ یہ کچھ کر سکتا ہے تو یہ شیخ اس سے زیادہ کر سکتا ہے۔ اگر اس کا چہرہ دیکھ کر جنت جانا یقینی ہو جاتا ہے تو اس کی بستی سے صرف گزرنا ہی اس مقصد کے لیے کافی ہے۔ تقابلی کرامات کے ساتھ تعلی کی چاشنی آنا لازمی ہے۔

دوسرا عنصر شطحیات کا ہے۔ شطحیات وہ اقوال یا باتیں ہیں جو صوفی حضرات سکر اور جذب کی حالت میں کہہ گزرتے ہیں۔ شطحیات گوئی میں بلند پایہ شیوخ بھی ہیں اور ان سے کم درجے کے بزرگ بھی شامل ہیں۔ شطحیات میں صوفیہ نے کیا کچھ نہیں کہا۔ ان شطحیات کی توضیح بھی کی گئی، اور ان توضیحات نے ایک نئی صنف کی شکل اختیار کر لی۔ لیکن ایسے اقوال بھی ہیں جن پر توضیح کی چادر چھوٹی پڑ جاتی ہے۔

غرض یہ کہ تقابلی کرامات، تعلی، شطحیات اور لطائف المجاز (یعنی عشق و محبت کے واقعات جو بسا اوقات توضیحی مثال کی طرح استعمال کئے گئے ہیں) نے لطائفی ادب کو مجموعی طور پر ایک ایسی صنف کا مواد بنا دیا ہے جس کو علمی سطح پر استعمال کرنے میں بڑی شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔

لطائفی ادب کی مقبولیت:- لطائفی ادب میں بڑی دلآویزی ہوتی ہے اور اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کا سبب بیان کرنا مشکل نہیں۔ دلیل چاہے فقہی ہو یا اصول تصوف کی ہو، اس کا سمجھنا عام آدمی کے لیے محال ہے اور پڑھے لکھے لوگوں کی اکثریت کیلئے بھی کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن اسی بات کو لطیفے میں لپیٹ کر بیان کر دیجئے

تو اس کا ہر شخص دلچسپی سے سنے گا۔ عام لوگ اس کے سیدھے سادے معنی سمجھ جائیں گے اور خاص لوگ لطیفے کی معنویت پر غور
کریں گے۔ صوفیہ کا واسطہ چونکہ ہر طبقے کے لوگوں سے ہوتا تھا اور بعض صوفیانہ سلسلے عوام سے قریبی رابطہ رکھتے تھے اس لئے
انھوں نے لطائف کو اپنی تعلیم و تبلیغ کے ذریعے کے طور پر اختیار کیا اور ابلاغ کے وسیلے کی حیثیت سے اس کی تاثیر کو درجۂ
کمال تک پہنچایا۔ بعض اکابر صوفیہ نے لطیفہ بیان کرنے کا بڑا دلنشین پیرایہ وضع کیا۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے
لطائف جو ان کے ملفوظات "فوائد الفوائد" میں دیے گئے ہیں۔ ان میں بڑی شگفتگی و دلآویزی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کی
شخصیت کے جمال کے آئینہ دار ہیں۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ اس عہد کے صوفیانہ ادب میں لطائف عنصر کا فروغ ایک طرف
مذہبی اور روحانی تقاضوں کی پیداوار تھا تو دوسری طرف لطائف نے تصوف کے ابلاغ کی ضرورت کو بھی باحسن وجوہ پورا کیا۔

لطائف کی پرکھ :- اب مسئلہ یہ ہے کہ جب لطائف کا عنصر صوفیانہ ادب میں اتنا اہم ہے تو اسے کس طرح پرکھا
جائے؟ کیا تمام لطائف کو جو قابل اعتبار یا قریب الاعتبار ملفوظات میں پائے جاتے ہیں صحیح مان لیا جائے؟ کیا صحیح ماننے کے معنی
یہ ہیں کہ ان لطائف کے مندرجات کو تاریخ میں گذرے ہوئے واقعہ کی طرح سمجھا جائے؟ یا اس امر کا امکان ہے کہ بعض
یا بہت سے لطائف کسی خاص نکتہ کو اجاگر کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں؟ مراد یہ ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ لطیفے کی روایت
صحیح ہے یعنی جس بزرگ سے منسوب ہے انھوں نے کم و بیش انہی الفاظ میں بیان کیا تھا جو ملفوظ یا تذکرہ میں دیے گئے ہیں
تو کیا یہ ضروری ہے کہ لطیفہ میں بیان کردہ واقعات کو اصولاً صحیح سمجھا جائے؟ دراصل جس طرح تاریخی واقعات کے پرکھنے
میں اعتبار اور بے اعتباری کی کئی سطحیں آتی ہیں، اسی طرح لطیفوں میں درجۂ اعتبار متعین کرنا یا کم از کم متعین کرنے کی کوشش
کرنا ضروری ہے۔

لطائف اور تمثالیہ :- یہ بات خاص طور سے توجہ اور تحقیق کے لائق ہے کہ کوئی لطیفہ
سے کتنا قریب ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں اس لفظ کے معنی یہ بتائے گئے ہیں "مفروضہ واقعات کا بیان کسی اخلاقی یا روحانی
بات کو بطور مثال سمجھانے کے لئے۔" اس معنی کے لحاظ سے تمثالیہ میں بیان کردہ واقعات مفروضہ نوعیت کے ہوتے ہیں۔ چیمبرز
ڈکشنری میں دیے ہوئے معنی کسی قدر مختلف ہیں: "کہانی یا قصہ جس میں بیان کردہ باتوں میں سے ہو سکتا ہے کہ واقعۃً ہوئی
ہوں، اور جو کسی عقیدے، نظریے کو بطور مثال سمجھانے کے لئے یا کسی ڈیوٹی یا فریضہ کو واضح کرنے کے لیے بیان کیا جائے۔" اس
دوسرے معنی میں یہ گنجائش ہے کہ PARABLE کا کچھ حصہ واقعتاً بھی صحیح ہو لیکن دونوں لغات میں زور مقصد پر ہے بیان
کردہ قصے کی صحت پر نہیں۔ لطائف کی چند مثالوں سے زیر بحث نکتہ واضح ہو جائے گا۔ رسالہ قشیریہ میں یہ لطیفہ درج ہے کہ
"ایک شخص نے ایک لونڈی بطور تحفہ جنید بن حکیم کے پاس بھیجی۔ اس وقت وہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے

کہا کہ یہ تو بہت بری بات ہے کہ تمہاری موجودگی میں لے اپنے لئے لے لوں اور میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کسی خاص ایک شخص کو دوں جبکہ تم میں سے ہر ایک کا حق اور احترام ہے۔ مگر لونڈی تو تقسیم نہیں ہو سکتی، وہ سب اتنی آدمی تھے، چنانچہ انھوں نے ہر ایک کو ایک ایک لونڈی بخش دی تھی۔" یہ لطیفہ صوفیوں کے جود و سخا کے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر اسے واقعہ مان لیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ صوفی موصوف کے پاس اتنی باندیاں ہونے کا کیا جواز تھا۔ اور اگر الفاظ کے معنی کو کھینچ تان کر کے یہ سمجھا جائے کہ صوفی نے اسّی کنیزیں خرید کر لانے کا حکم دیا تو یہ بات بجائے خود احسن نہیں اور سوال پیدا ہوگا کہ صوفی کے پاس اتنے مال و دولت کا کیا کام؟ لیکن اگر اس لطیفہ کو مثالیہ PARABLE گردانا جائے تو پھر اس میں جو مبالغہ کا عنصر ہے وہ ٹھیک پیمانے پر آجاتا ہے۔ اس لئے کہ مثالیہ میں مبالغہ کی گنجائش ہوتی ہے۔ PARABLE میں یہ بھی گنجائش ہوتی ہے کہ کوئی انوکھی بات کہی جائے جو حیرت کا موجب ہو۔ مثلاً "رسالہ قشیریہ" ہی میں بیان ہے کہ "ایک شخص نے ایک عورت سے رشتہ کیا۔ قبل اس کے کہ وہ اس کے گھر آئے اُسے چیچک ہوگئی اور ایک آنکھ جاتی رہی۔ مرد نے جب یہ سنا تو اس نے بھی کہا میری آنکھ میں درد ہے، پھر کہا کہ میں نابینا ہو گیا ہوں پھر وہ عورت اس کے گھر آگئی اور بیس سال اس کے گھر رہی، پھر مر گئی، تب اس شخص نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا میں نے دانستہ اپنے آپ کو اندھا بنا لیا تھا تاکہ اس عورت کو میری طرف سے کوئی فکر نہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ تو جوانمردی میں سب پر سبقت لے گیا۔"

یہ لطیفہ بھی ایثار کے مثالیہ کے طور سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اسے اصل واقعہ ماننے سے اشکال پیدا ہوگا۔

ایسے لطائف بے شمار ہیں جو بین طور پر مثالیہ ہیں۔ مثالیہ کی ایک اچھی مثال حسب ذیل ہے۔ سیر محمدی جو خواجہ گیسو دراز کے "احوال و افعال و اقوال" پر مشتمل ہے اور خواجہ کی وفات کے صرف پانچ سال بعد مرتب ہوئی، اس میں درج ہے کہ جامع مسجد دہلی کے سامنے سے گزر رہے تھے تو انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو قے کر رہا تھا اور اس کے منہ سے بھنگی (شراب) اور گوشت کے ٹکڑے نکل کر باہر آرہے تھے اور ایک خارش زدہ کتا اسے کھا رہا تھا اور جو لوگ وہاں سے گزر رہے تھے وہ اس شخص پر لعن طعن کر رہے تھے۔ حضرت مخدوم کو اس شخص کی پیشانی پر نعمت کے آثار نظر آئے۔ وہ جب وہاں سے چلا تو آپ اس کے پیچھے ہو لئے وہ شخص ایک حوض پر گیا اور اس نے وضو کیا اور دیر تک مشغلہ (مراقبہ) کرتا رہا۔ پھر اس نے دوگانہ ادا کیا۔ حضرت بندگی مخدوم نے اسے بڑی سخت قسم دے کر پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے ناچار ہو کر بتایا کہ میں ابدال ہوں، میرا نام رکن الدین ہے۔ میں یہاں سے ہزار کوس دور ایک جگہ پر تھا، مجھے حکم ملا کہ جامع مسجد دہلی کے دروازہ پر ایک خارش زدہ کتا ہے جو کمزوری کے باعث چل پھر نہیں سکتا، تم وہاں جاؤ، بھنگی اور گوشت خریدو اور کھاؤ اور پھر اس کتے کو کھلاؤ۔"

خواجہ گیسو دراز کا ہی بیان کیا ہوا ایک اور لطیفہ "جوامع الکلم" (مخطوطہ برٹش میوزیم) میں دیا ہوا ہے جس کی تفصیلات

بڑی دلچسپ ہے۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ خدا نے ایک زاہد کو خبردار کیا کہ وہ شہر پر آگ کا عذاب نازل کرنے والا ہے اور تمام شہر میں صرف ایک گھر محفوظ رہے گا اور وہ ایک فاحشہ عورت کا ہے۔ زاہد نے اس فاحشہ کے گھر جا کر پناہ لی۔ بعد میں یہ راز کھلا کہ اس شہر میں ایک خارش زدہ کتا تھا جسے ہر شخص دھتکار کر بھگا دیتا تھا۔ صرف اس عورت نے اس کی خبرگیری کی تھی۔ تمام اہل شہر جل کر خاک ہو گئے اور زاہد بھی اپنے زہد کے باوجود صرف اس طرح بچ سکا کہ رات فاحشہ کے سایہ حفاظت میں گذاری۔[۶]

یہ دونوں لطیفے واضح طور پر تمثیلیں ہیں اور ان کا پیغام یہ ہے کہ خدا کی کمین ترین مخلوق بھی ہمدردی اور رحم کی مستحق ہے۔ دوسرے لطیفے میں تاکید مزید اس پر ہے کہ اس ہمدردی کے بغیر عمر بھر کا زہد بے سود ہو سکتا ہے اور یہ ہمدردی ہو تو عمر بھر کا عصیان بھی قابل معافی ہے۔ پہلے لطیفے میں یہ پیغام بھی ایسا ہوا ہے کہ بندہ کو اپنے رزق کے لیے خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے جو مرے ہوئے کتے کے لیے بھی ہزاروں میل دور سے کسی کو بھیج کر انتظام کر سکتا ہے۔

اس نوع کے لطیفے تصوف کی اصولی کتب اور تذکرہ و ملفوظ میں پائے جاتے ہیں اور ان کا مقصد ظاہر ہے۔ یہاں یہ وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ مذہبی کتب میں تمثیل یہ PARABLE کی ہمیشہ بڑی اہمیت رہی ہے، اور اکثر الہامی کتب مثلاً عہد نامہ ہائے عتیق و جدید میں اسے اخلاقی سبق اور مذہبی ہدایات کے ابلاغ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اس سیاق و سباق میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ صوفیانہ ادب میں بہت سے لطائف کو بطور واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ابدال رکن الدین سے ملاقات اور گفتگو کی جزئیات اس کی شاہد ہیں کہ انھیں بطور امر واقعہ پیش کیا گیا۔

ایک اور پہلو:- کسی لطیفے کی اہمیت اور اعتبار کو جانچنے کے لیے ایک اور پہلو یہ ہے کہ آیا اس نوع کے لطیفے پہلے بھی آ چکے ہیں؟ تلاش کیا جائے تو ایسے لطائف خاصی تعداد میں ملیں گے جن سے ملتے جلتے لطیفے پیش رفتہ ماخذ میں موجود ہیں۔ اس کی سب سے دلچسپ اور نمایاں مثال حسب ذیل ہے۔ "رسالہ قشیریہ" میں ہے کہ شقیق بلخی نے جعفر بن محمد الصادق سے فتوت کے بارے میں معلوم کیا۔ انھوں نے شقیق سے کہا پہلے تم بتاؤ۔ شقیق نے کہا اگر (دینے والا) دیتا ہے تو ہم شکر کرتے ہیں۔ نہیں دیتا تو صبر کرتے ہیں۔ جعفر نے کہا کہ "ہمارے یہاں مدینے کے کتے بھی یہی کرتے ہیں۔" شقیق نے دریافت کیا کہ "اے ابن رسولؐ! پھر فتوت کیا ہے؟" انھوں نے فرمایا "اگر دیتے ہیں تو ایثار کر دیتے ہیں، نہیں دیتے تو صبر کرتے ہیں۔"[۷] پھر شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی نے "طبقات صوفیا" میں بیان کیا ہے کہ شقیق بن ابراہیم بلخی نے ایک وقت ابراہیم ادہم سے کہا کہ آپ معاش کس طرح کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ "جب مل جاتا ہے تو خدا کا شکر کرتے ہیں اور نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں۔" شقیق نے کہا کہ خراسان کے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔[۸] ابوحامد غزالی کی "احیاء العلوم" جلد چہارم میں بھی ابراہیم بن ادہم اور شقیق بلخی کی گفتگو قدرے مختلف پیرایہ میں دی ہے لیکن زیادہ اہم فرق یہ کہ "بلخ کے کتے" والا فقرہ یہاں ابراہیم ادہم کہتے ہیں۔[۹] یہ روایت ...

میں ہے کہ اسی قسم کا ایک جواب ایک نوجوان صوفی نے بایزید بسطامی کو دے کر انھیں لاجواب کر دیا تھا۔[۹]

یہ ایک ہی لطیفے کی چار شکلیں ہیں۔ بنیادی بات ایک ہی ہے لیکن افراد بدلتے جاتے ہیں۔ "احیاء العلوم" اور "طبقات الصوفیہ" میں افراد ایک ہی ہیں لیکن ان کے رول برعکس ہیں۔ گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مل جائے تو شکر کرنا اور نہ صبر کرنا تو معمولی درجہ کی بات ہے، صوفی کو اس سے کچھ زیادہ کرنا چاہیے۔ صوفیوں کے اوصاف میں یہ لطیفہ ایثار کے ماتحت جگہ پائے گا۔

ایک ہی قصہ کی چار مختلف شکلیں دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک اصل ہوگا، اور بقیہ تین اس کی بدلی ہوئی شکلیں ہوں گی یعنی اصل واقعہ کو صحیح مان لیا جائے تو باقی تین روایتیں وضعی ہیں۔ یہ امکان بھی خارج از بحث نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس نوع کا اصل لطیفہ ان چار لطائف سے پہلے موجود رہا ہو! اور کوئی متجسس اسکالر طلیطلہ یا بویہ میں اس کا کھوج لگائے پھر یہ چاروں لطائف وضعی ہو جائیں گے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ اس نوع کے اولین لطیفہ میں صرف اتنی بات کہی گئی ہو کہ قوت لایموت ملنے پر شکر اور نہ ملنے پر صبر عام درجہ کی بات ہے۔ یعنی ناکافی ہے لیکن لطیفہ نگار نے بات میں تیکھا پن پیدا کرنے کے لیے کتوں کی مثال کا اضافہ کر دیا ہو۔ اگر یہ آخری گمان صحیح ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ لطیفہ نگار نے ایک روایت کو ایک مثالیہ PARABLE میں تبدیل کر دیا۔

مماثل لطائف کی ایک اور بہت اچھی مثال "شیر و گلاب" والے لطیفے ہیں۔ اس عنوان کا پہلا لطیفہ جہاں تک میرے علم میں ہے، سب سے پہلے شیخ عبدالحق دہلوی کی کتاب "اخبار الاخیار" میں ملتا ہے جس کا رائج سنہ ۹۲-۱۵۹۱/۱۰۰۰ کے چند سالوں کے اندر مرتب ہوا۔ بیان ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی جب ملتان میں مستقل قیام کے لیے آئے تو شیوخ ملتان کو ان سے حسد پیدا ہوا اور انھوں نے بطور کنایت دودھ سے بھرا پیالہ شیخ کی خدمت میں بھیجا، مراد یہ تھی کہ شہر میں کسی اور کی گنجائش نہیں۔ شیخ یہ بات سمجھ گئے اور انھوں نے دودھ کے پیالہ پر ایک پھول رکھ کر واپس کر دیا۔ مراد یہ تھی کہ شہر میں اس طرح رہوں گا جیسے دودھ کے پیالہ پر پھول تیرتا ہے۔ مشائخ ملتان اس ادا کی لطافت سے حیران رہ گئے اور شیخ کے مطیع ہو گئے۔" "اخبار الاخیار" بڑی تلاش و تحقیق کے بعد لکھی گئی ہے اور اس کا عام انداز سنجیدہ ہے اور یہ لطیفہ لطافت سے خالی بھی نہیں۔ طبع سلیم اسے تسلیم کر سکتی ہے۔ اس کے ماننے میں اگر تامل ہوتا ہے تو اس لیے کہ یہ بات شیخ کے وصال (قریب ۱۲۶۷ء) کے قریب سوا تین سو سال بعد ضبط تحریر میں آتی ہے، اور اس کا استناد بھی نامعلوم ہے۔ مزید براں فضل اللہ جمالی جو اصلاً سہروردی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اور خود شیخ کے آثار کی تلاش میں ملتان گئے تھے، انھوں نے بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا۔

اب اس لطیفہ کی دوسری شکل دیکھئے۔ الہ دیا چشتی نے خواجہ شمس الدین ترک ؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب وہ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق پانی پت پہنچے تو انھوں نے وہاں کے بزرگ شیخ شرف الدین بو علی قلندر ؒ کو اپنے ملازم کے ہاتھ دودھ سے بھرا پیالہ سلام کے ساتھ بھجوایا۔ قلندر صاحب یہ دیکھ کر مسکرائے اور انھوں نے گلاب کا پھول جو سامنے رکھا تھا، دودھ پر ڈال دیا اور پیالہ سلام کے ساتھ واپس بھجوا دیا۔ جب یہ پیالہ واپس پہنچا تو خواجہ صاحب بھی اسے دیکھ کر مسکرائے۔ حاضرین نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میری طرف سے پیالہ شیر بھیجنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ ملک (یعنی علاقہ) مجھے میرے مرشد نے عطا کیا ہے اور یہ میری ولایت سے معمور (یعنی پُر) ہو گیا ہے۔ اور برادرم قلندر نے جو پھول ڈال کر پیالہ واپس کیا تو اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ انھیں میری ولایت سے کوئی تعلق نہیں اور وہ گل کی مانند اس شہر میں رہیں گے۔ پھر لوگوں نے قلندر صاحب سے پوچھا تو انھوں نے بھی یہی معنی بتائے۔[۲۸] "سیر الاقطاب" کا یہ لطیفہ مبینہ وقوعہ کے قریب تین سو سال بعد تحریر میں آیا۔ الہ دیا چشتی نے اس کا ماخذ تو نہیں بتایا لیکن وہ پانی پت کے خاندانِ شیوخ سے اپنا رشتہ بتاتا ہے اور گمان ہوتا ہے کہ اگر یہ لطیفہ اس کی اپنی ایجاد نہیں تھا تو اس نے اس کی روایت اپنے خاندان والوں سے سنی ہوگی۔ یہ بات تو بہر حال ظاہر ہے کہ یہ ملتان سے متعلق لطیفہ کا ہی چربہ ہے۔ اس دوسری شکل میں شیر اور گلاب کی ترسیل میں ترتیب بدل کر لطیفہ کو ایک نئی شکل دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ لطیفہ کی یہ دوسری روایت ناقدانہ نظر رکھنے والوں کو مطمئن نہیں کر سکتی۔ اب لطف کی بات یہ ہے کہ مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم نے اپنی کتاب "بزم صوفیہ" میں ملتان والے لطیفہ کا ذکر تو نہیں کیا لیکن پانی پت والے کا کیا ہے۔[۲۹]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شیر و گلاب کے پہلے لطیفہ کے صحیح ہونے کا امکان ہے اگرچہ اس کا استناد ضعیف ہے اور دوسرا لطیفہ ساقط الاعتبار معلوم ہوتا ہے۔

ایک اور نوع کے لطیفے جو ملفوظات اور تذکروں میں بڑے تواتر سے نظر آتے ہیں، ان کی جانب ایک اجمالی اشارہ کافی ہے۔ "رسالہ قشیریہ" میں بیان ہے کہ ابراہیم ادہم کو ایک وقت کشتی میں بیٹھنا تھا جس کا کرایہ ایک دینار تھا، اور ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے کہا کہ مجھ سے رقم مانگ رہے ہیں جو میرے پاس نہیں۔ آن واحد میں تمام ریت دینار کے ڈھیر میں بدل گئی۔[۳۰] "رسالہ قشیریہ" سے پہلے ایک ایسا ہی لطیفہ "کتاب اللمع" میں ابو الحسین بصری کے حوالے سے ایک سیاہ فام فقیر کے بارے میں آتا ہے۔[۳۱] اس قسم کے "دریا سے زر" والے لطائف شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور بہت سے دیگر شیوخ کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں۔ دراصل ان لطائف کا ایک بڑا واضح مقصد تھا اور وہ یہ کہ عوام، امراء، حکام، غرض سب کو متنبہ کیا جائے کہ شیخ ان کی

رقوم کے محتاج نہیں، ان کے لیے زمین اور آسمان کے خزانے کھلے ہوئے ہیں (یہ الفاظ ایک لطیفہ کی عبارت سے لیے گئے ہیں)۔ اور کوئی شخص اگر کوئی پیر پیشکش کے لیے لاتا ہے تو اس سے شیخ کی امداد نہیں ہوتی بلکہ دینے والے کی اپنی بھلائی ہوتی ہے۔ ان لطائف کا تواتر ہی ان کا اعتبار بڑھانے کے لیے کافی ہے۔

لطائف کی زمرہ بندی:-

صوفیانہ لطائف کی اہمیت اور معنویت کو پوری طرح سمجھنے اور ان کا اعتبار کو پرکھنے کے کام میں ایک طریقہ جو بے حد مفید اور موثر ثابت ہو سکتا ہے وہ لطائف کی زمرہ بندی ہے اور بعض صورتوں میں ذیلی زمرہ بندی کا ہے۔ اس طریقہ کار کو اب تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ سائمن ڈگبی نے اپنے مضمون Qalandars and Related Groups میں قلندروں کے بارے میں لطائف کے چھ زمرے قائم کیے ہیں۔ یہ زمرہ بندی ایک رہنما کوشش کی حیثیت سے اہم ہے، لیکن لطائف کی صرف ایک نوع سے مربوط ہے۔ بطور مجموعی صوفیانہ لطائف کے لیے زیادہ وسیع بنیادوں پر زمرہ بندی درکار ہوگی۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ایک اسکالر کی وضع کردہ زمرہ بندی دوسرے اسکالر کی زمرہ بندی سے مختلف ہو سکتی ہے۔ ہر اسکالر اس کام کو اپنے نقطہ نظر، موضوع تحقیق اور مقاصد کار کے لحاظ سے ترتیب دے گا۔ البتہ اس کا امکان ضرور ہے کہ لطائف کی زمرہ بندی کے کام میں کچھ پیش رفت کے بعد وہ مرحلہ آجائے جب ایک بنیادی زمرہ بندی قائم ہو جائے جس میں ہر اسکالر اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ضروری رد و بدل کر سکے۔

تصوف پر تحقیق کرنے والے علماء نے بالعموم ہر لطیفہ کو ایک وحدانیہ سمجھ کر استعمال کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہر لطیفہ کو تاریخی شہادت کی طرح مان لیا جائے تو تصوف کی عجیب و غریب تاریخ مرتب ہوگی۔ زمرہ بندی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہر لطیفہ کو ایک جداگانہ اکائی کی طرح رکھا اور پرکھا جائے، اسے اپنی نوع کے لطائف کے ساتھ رکھ کر اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح دو باتیں تو فوراً سامنے آسکتی ہیں۔ اول یہ کہ لطیفہ نگار کے پیشروؤں نے اس لطیفہ کو کس طرح اور کس مقصد کے لیے پیش کیا اور لطیفہ میں کون سا پیام لپٹا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ زیر مطالعہ لطیفہ نگار نے لطیفہ کہاں سے لیا ہے، اس میں کتنا تصرف کیا ہے اور کس مقصد کے لیے مختلف طور سے استعمال کیا ہے اور اس کا پایۂ اعتبار کیا ہے۔

یہ بات بھی زیادہ وضاحت طلب نہیں کہ مختلف بنیادوں پر مختلف زمرہ بندیاں مرتب ہو سکتی ہیں مثلاً ایک عام زمرہ بندی اسی بنیاد پر ہو سکتی ہے کہ لطائف میں تاریخیت کتنی ہے، یعنی کون سے لطائف خالص یا بڑی حد تک تاریخی ہیں، کون سے ایسے ہیں جن میں تاریخی اور غیر تاریخی عناصر خلط ہیں، اور کون سے ایسے ہیں جو محض خیالیہ ہیں۔ ایک زمرہ بندی موضوعاتی ہو سکتی ہے، یعنی موضوعات کی ذہنی اہمیت کے لحاظ سے زمروں کی

فہرست قائم کر کے ان کے ماتحت لطائف کی صف بندی کی جائے۔ مثلاً فقر کے لطائف، ورع کے لطائف، حج کے بارے میں لطائف، فتوح کے لطائف وغیرہ وغیرہ۔ ایک محدود لیکن دلچسپ زمرہ بندی ایسی ہو سکتی ہے جو علامتی نشانات کے ماتحت ہو جیسے "شیر و گلاب" کے لطائف "دریائے زر" کے لطائف یا "لطائف المجاز" جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

راقم الحروف کی توجہ فی الوقت صوفیانہ سلسلوں کی تعلیمات، اور معاشرہ اور معاش پر ان کے اثرات پر مرکوز ہے۔ اس نقطہ نظر سے میں نے جو زمرہ بندی کی ہے۔ اس کے کچھ عنوانات حسب ذیل ہیں:۔

• انفاق، ایثار اور خیرات (داد و دہش) اور فیاضانہ مہمانداری کے وصف میں لطائف • فتوحات کے رد و قبول کے بارے میں • فتوحات کی تقسیم اور استعمال کے بارے میں • شیخ کے یا دیگر شیوخ کے جلالی انداز کے لطائف یعنی تلطف، مہربانی، عفو، رحم کے قصے • خوابوں کی تعبیر کے قصے • ایسے لطائف جن میں گنہگار بندوں پر رحمت خداوندی کے نزول کا اور زاہدوں کا رحمت و نعمت سے محرومی کا ذکر ہے • کرامات کے لطائف، خصوصاً "دریائے زر" والے قصے۔ کرامات کی کئی ذیلی زمرہ بندیاں ممکن ہیں • فقر کے لطائف اور ان میں خصوصاً فاقے کے لطائف • اہل و عیال کی ذمہ داری پوری کرنے کے لطائف (ان کی تعداد زیادہ نہیں) • توکل، فقر، زہد، تجرد، ازدواج اور کسب کے بارے میں لطائف • لطائف المجاز: حسن و عشق کے لطائف، بیشتر عشق حقیقی کے مسائل سمجھانے کے لیے • مرشد اور مرید کے روابط اور طریقہ تربیت کے لطیفے • قلندروں سے، مردان غیب سے، علماء سے، مجذوبوں سے، غلاموں سے، اور جوگیوں سے روابط کے قصے • تعلّی آمیز لطائف۔ یوں تو انکسار اور نفس کشی تصوف کے اولین اوصاف میں ہیں پھر بھی صوفیانہ لطائف تعلّی سے یکسر خالی نہیں۔ (د، ر، الف) • دوسرے شیوخ سے یا جوگیوں وغیرہ سے مسابقت کے قصے • یکبارگی موت واقع ہونے کے قصے • لطائف جن سے معاشی یا سماجی حالات پر روشنی پڑتی ہے • لطائف جن میں تاریخی مواد ہے یا نظام حکومت پر روشنی پڑتی ہے • کتابوں اور کتابی علم کے خلاف اور عقل و فلسفہ کے خلاف لطائف • علم کے حق میں لطائف۔

ان زمروں کے ذیلی زمرے بھی قائم کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً گنہگاروں پر نزول رحمت کے مختلف اسباب قائم کیے جا سکتے ہیں، جن میں ایک سبب کسی انسان یا جانور سے رحم کا برتاؤ ہو سکتا ہے۔ کرامات کے ذیل میں بہت سے عنوان قائم کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً دست غیب، دریائے زر، علم غیب یا پیشگی علم، مسیحائی، ہدم وغیرہ وغیرہ۔ غلاموں کے تعلق سے کئی ذیلی زمرے قائم کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً غلاموں کے ساتھ برتاؤ، غلاموں کو آزاد کرنا، غلاموں کی کمائی پر جینا، بھاگے ہوئے غلاموں کی بازیابی۔ یہ ذیلی مدیں صرف مثال کے لیے دی گئی ہیں کہ کس طرح ایک ہی

سے کئی مدیں نکل سکتی ہیں۔

جلالی لطیفے:۔ جلالی نوعیت کے لطیفوں کی شیوخ کے ملفوظات اور تذکروں میں کوئی کمی نہیں۔ کسی بزرگ کے حالات میں ان کا عنصر زیادہ ہے اور کسی میں کم۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ بزرگ جو محبت شفقت اور رأفت کا نمونہ تھے ان کے یہاں بھی جلالی لطیفے ناپید نہیں۔ ایک دو مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ "خیر المجالس" میں شیخ نظام الدین اولیاء کی زبانی یہ لطیفہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ فرید کی خدمت میں ایک درویش حاضر ہوا۔ شیخ نے اسے کوئی چیز دلوا دی اور اس سے واپس جانے کے لیے کہا۔ وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ شیخ وہ کنگھا مجھے دیدے۔ شیخ خاموش رہے۔ درویش نے پھر یہی بات کہی۔ شیخ اب بھی خاموش رہے۔ تیسری بار درویش نے آواز اونچی کر کے کہا کہ شیخ کنگھا دے تو تجھے برکت ہوگی۔ شیخ نے کہا کہ وہ برکت میں نے تیرے لئے پانی میں روانہ کر دی۔ وہ درویش وہاں سے جانے کے بعد بستی کے نزدیک ایک جگہ پانی میں غسل کرنے کے لیے اترا۔ پانی پایاب تھا لیکن اس شخص کا پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ حال کے ایک مورخ نے شیخ فرید پر اپنی تصنیف میں اس لطیفہ کو اس نقطہ پر ختم کر دیا ہے جب شیخ نے کہا "آں برکت ترا در آب روان کردیم" اور درویش کے انجام کا ذکر صرف نظر کر دیا جس سے لطیفہ کی جلالی شان واضح ہوتی۔ "خیر المجالس" میں ہی بابا فرید کا ایک اور جلالی لطیفہ درج ہے کہ جس میں شیخ کے لڑکوں کی شکایت پر اجودھن کے متصرف کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ "خیر المجالس" کے مؤلف نے فردوسی سلسلہ کے شیخ عماد کے دو نوجوان لڑکوں کے جمنا میں ڈوب جانے کو شیخ نظام الدین اولیاء کی کرامات سے منسوب کیا ہے۔ ان نوجوانوں نے قبلاً شیخ کے بارے میں بے ادبانہ الفاظ ادا کیے تھے[۲۷]

جلالی لطائف کی بھی زمرہ بندی کی جا سکتی ہے جس سے ایک نوعیت کے جلالی لطیفوں کی صنف بندی سے ان کے تناظر یا محل پر روشنی پڑ سکتی ہے اور اس طرف بھی رہنمائی ہو سکتی ہے کہ کون سا لطیفہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ شیخ کے جلال کے نتیجے میں معترضین کے پیٹ میں درد، سر درد، بینائی کے زوال، اور اسی قبیل کی زحمت کے لطائف چشتی اور سہروردی بزرگوں کے حالات میں بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ بالکل ایک جیسے لطائف مختلف بزرگوں کے حالات میں ملیں تو یہ واضح اشارہ ہے کہ لطائف نگار کی کوشش تھی کہ اس کے ممدوح پیر کا پلڑا اس کمال میں نیچے نہ رہ جائے۔ اس بات سے تو شاید زیر تحریر مضمون کے ناقد بھی متفق ہوں گے کہ جلالی لطیفوں کا درجہ اعتبار کچھ کم ہو جائے تو تاریخ تصوف کے حق میں بہتر ہی ہوگا۔ لیکن "خیر المجالس" میں بیان کردہ جلالی لطائف کی صحت کو تو غالباً تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔

لطائف حسن و عشق:۔ صوفیانہ ادب میں عشق مجازی کے قصوں کی چاشنی وافر مقدار میں موجود ہے بلکہ بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ اس قبیل کے قصوں کا تناسب توقع سے کہیں زیادہ ہے۔ کچھ قصے تو اس قسم کے ہیں جو عشق و محبت الٰہی کے نکات کو عشق مجازی کی مثال دے کر نوآموز سالکین کو سمجھانے کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔ پھر بعض قصے حضرات صوفیہ کے واردات مجاز کے بارے میں اور بعض غیر صوفیہ لوگوں کے بارے میں ہیں۔

صوفیانہ ادب میں لطائف الجمال کو جمع کیا جائے تو خاصی تعداد ہو جائے گی۔ یہاں ان سب کا حال پھیلا کر بیان کرنا مقصود ہے اور نہ بات کو طول دینا۔ البتہ غور کرنے والے اسکالر کے ذہن میں ایک دو باتیں ضرور کھٹکیں گی۔ ایک تو یہ کہ صوفیانہ لطائف میں مجازی عشق کے قصوں کا اتنا مواد کیوں ہے۔ کیا ان کے بغیر بات کو سمجھنا بالکل ناممکن تھا؟ اس آخری سوال کا جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ محبت چونکہ بشری زندگی میں ایک آفاقی جذبہ ہے، ہر شخص اس سے واقف ہے اور تھوڑا بہت تجربہ رکھتا ہے۔ اس لیے عشق الٰہی کے معاملات و مقامات کو سمجھنے کا کام مجاز کے حوالے سے کچھ آسان تر ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس تمام مسئلہ پر علم نفسیات کا ماہر نظر ڈالے تو عین ممکن ہے کہ اسے کوئی ایسا پہلو نظر آئے جو تاریخ کے طالب علموں کی نظر سے پوشیدہ ہے۔

آخر میں قارئین کی دلچسپی اور تفہیم کے لیے اس قبیل کے دو لطیفے بیان کیے جاتے ہیں۔ اولیا کی موت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ "موت کے وقت اولیاء کی حالت وہی ہوتی ہے کہ جیسے کوئی شخص بستر میں سو رہا ہو اور اس کا معشوق اس کے بستر میں آ جائے اور اس آدمی کی آنکھ کھل جائے اور وہ معشوق کو اپنے بستر میں دیکھے جس کی اسے ایک عمر سے طلب تھی تو تم جانتے ہو کہ اسے کیا خوشی اور فرحت حاصل ہو گی۔" اس لطیفہ میں خوبی یہ ہے کہ اس کے استعارہ کی توجیہ اور مقصد آخری جملہ میں موجود ہے۔ موت کے بعد واصل بحق ہونے کی لذت بے حساب کی توقع کو ایک ایسی مثال سے سمجھایا گیا جسے لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ ("دانی او را چہ شادی و فرحت آید")۔

دوسرا لطیفہ "رسالہ قشیریہ" سے لیا گیا ہے۔ "یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں جو شخص نا اہل لوگوں میں اپنی محبت کا ذکر کرے وہ اپنی محبت میں جھوٹا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرد نے کسی سے اپنی دوستی کا دعویٰ کیا۔ اس جوان نے اس مرد سے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے میرا بھائی مجھ سے بہتر اور زیادہ حسین ہے۔ اس شخص نے سر موڑ کر (اس کے بھائی کی طرف) دیکھا اس لیے کہ اس وقت وہ دونوں (بھائی) چھت پر تھے۔ اس جوان نے اس مرد کو چھت سے (نیچے) پھینک دیا اور کہا کہ جو کوئی بھی مجھ سے دوستی کا دعویٰ کرے اور دوسرے پر نظر ڈالے اس کی سزا یہی ہے۔"[33]

فوری موت کے قصے:۔ فوری موت کوئی انہونی بات نہیں۔ آجکل بھی ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ

کسی غیر معمولی صدمہ (اور بعض اوقات غیر معمولی اور غیر متوقع خوشی) کے باعث موت واقع ہو جاتی ہے۔ صوفیوں پر جو شدید روحانی اضطراب کی کیفیت طاری ہوتی رہتی تھی وہ جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے وصال کا واقعہ معروف ہے۔ قوالی کے دوران قوال سے یہ شعر سن کر ان کی حالت غیر ہو گئی ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تین روز کے مسلسل اضطراب کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ اس شعر کے معانی میں فنا اور بقا کے مضمون کو جس خوبصورتی سے سمو دیا گیا ہے، اسے الفاظ کے حسن اور شعر کی غنائی تاثیر نے دوبالا کر دیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ چھوٹی بحر کا یہ شعر ان کے لیے نشتر کا کام کر گیا۔ اس واقعہ کو قبول کرنے میں اس لیے بھی تکلف نہیں ہوتا کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات "فوائد الفواد" میں اس کا ذکر ہے[۲۲]۔ اور مزید یہ کہ شیخ کاکی کا انتقال فوری طور سے واقع نہیں ہوا بلکہ تین روز کی اضطرابی کیفیت کے بعد ہوا۔ لیکن جب ہم "گلزار ابرار" میں پڑھتے ہیں کہ نہروالے کے سید احمد حامد نے جوش و خروش کی کیفیت میں قوالوں سے وہی غزل گانے کی فرمائش کی اور جب قوال اس شعر پر پہنچے (کشتگان خنجر الخ) تو اضطرابی کیفیت بڑھ گئی اور وہ اذان سن کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور سجدہ میں جا کر ابدی وصال حاصل کر لیا[۲۳]۔ تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضرت کاکی کے واقعہ کا چربہ تو نہیں؟

فوری موت کا ایک عجیب و غریب واقعہ جس کا جہانگیر بادشاہ خود عینی گواہ تھا ملا علی احمد مہر کن کا ہے۔ اس کا حال جہانگیر نے خود اپنی تزک میں لکھا ہے[۲۴] اور اس کے بیان پر شبہ کرنے کا کوئی سبب نہیں۔ مختصراً واقعہ اس طرح ہے کہ شاہی محفل میں قوال قوالی گا رہے تھے جس میں ٹیپ کا بند یہ مشہور شعر تھا جس کا پہلا مصرع شیخ نظام الدین اولیاء سے منسوب اور دوسرا امیر خسرو سے:

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

جہانگیر نے دوسرے مصرع کے معنی پوچھے۔ ملا علی نے اس شعر سے منسوب واقعہ بیان کیا اور جب دوسرا مصرع پڑھا تو پڑھتے ہی گر گئے اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت کاکی اور ملا علی کے واقعات کی صداقت پر شبہ کرنے کا کوئی سبب نہیں، لیکن صوفیہ کے لطائف میں فوری موت کے واقعات کی جو کثرت ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بات لطیفہ کی تاثیر بڑھانے کے لیے تو استعمال نہیں کی گئی۔ اس قبیل کے سب واقعات اگر ناقابل یقین نہیں تو سب لائق یقین بھی نہیں۔

لطائف کا استناد اور اعتبار: کتاب اللمع، طبقات الصوفیہ (ابو عبدالرحمن سلمی) اور رسالہ قشیریہ

میں بہت سے لطائف کی سند بلکہ سلسلہ اسناد بھی دیا گیا ہے جس سے اس حد تک اطمینان ہو جاتا ہے کہ جو بات لکھی گئی وہ کسی نہ کسی معروف ذریعہ سے مؤلف تک پہنچی ہے۔ اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ بیان کیا ہوا واقعہ بالذات صحیح ہے، لیکن صحت عدم صحت کے بارے میں کم از کم مؤلف کی ذمہ داری کم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ابو عبدالرحمٰن سلمی کے رسالہ "ملامتیان و صوفیان و جوان مردان" کے فاضل مصحح ڈاکٹر ابوالعلا عفیفی نے یہ رائے بڑی مضبوطی سے ظاہر کی ہے کہ حدیث کے معاملہ میں سلمی شائستۂ اعتبار نہیں اور انھوں نے صوفیہ کے مقاصد کی تائید میں حدیثیں وضع کی ہیں[۲۷]۔ لازماً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حدیث کے معاملہ میں اس پایہ کے مصنفین نے یہ رویہ اختیار کیا ہے تو پھر خود صوفیہ کی روایات میں کس حد تک احتیاط برتی ہوگی۔ اس امر کے پیش نظر سائمن ڈگبی نے خانقاہوں کے حوالے سے جو اختراعی فضا (inventive atmosphere) کا ذکر کیا ہے وہ بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا۔

جنوبی ایشیا کے حوالے سے شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظ "فوائد الفواد" مرتبہ حسن دہلوی اور کسی درجہ کم پر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے ملفوظ مرتبہ حمید قلندر کو تمام ملفوظات میں سب سے مستند سمجھا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں ملفوظات کی تحریر میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور سلطان المشائخ اور چراغ دہلوی نے وہ حصے قلمزد کر دیے جن میں ان کی غلو آمیز مدح تھی یا ان کی کرامات کا ذکر تھا۔ ان تمام احتیاط کے باوجود ان دونوں میں فوق العادت واقعات کا معتد بہ مواد ملتا ہے۔ امیر خورد کرمانی کی "سیر الاولیاء" میں یہ مواد کچھ اور بھی زیادہ ہے۔ "فوائد الفواد" اور "خیر المجالس" میں جو واقعات سلطان المشائخ اور چراغ دہلوی کے اپنے اپنے مشاہدہ کے حوالے سے لکھے گئے ہیں ان میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں، لیکن ایسے واقعات جو براہ راست مشاہدہ پر مبنی ہوں ان کا تناسب کم ہے اور بیشتر لطائف و واقعات دوسروں کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں۔

شیخ شرف الدین منیری کے ملفوظات میں لطائف کا عنصر کم ہے اور مجموعی طور سے ان کے ملفوظات کا پایہ اعتبار بلند ہے۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات میں مختلف الالوان لطائف ملتے ہیں اور مزید براں الحاقی مواد کا پتا چلتا ہے۔ "سراج الہدایہ" کے فاضل مصحح قاضی سجاد حسین صاحب نے تلاش و تجسس کے بعد ثابت کیا ہے کہ سراج الہدایہ میں دوسروں کی تصنیف کے رسالے نقل ہیں اور جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں وہ بیشتر موضوعی ہیں[۲۸]۔ لیکن مخدوم کا دوسرا ملفوظ "جامع العلوم" زیادہ وقیع اور لطائف سے بھی پر ہے۔

ملفوظات کی صحت اور درجہ اعتبار کے بارے میں کچھ ذکر مضمون کے اختتامیہ میں آئے گا۔

حرف انتباہ: کچھ انواع کے لطائف اور قصوں کی طرف سے محقق کو خصوصاً ہوشیار رہنا ضروری ہے

ان میں سے اولاً تو ایسے لطیفے ہیں جنھیں مہتم بالشان الفاظ میں ڈھالا گیا ہے۔ اسکالر کو اس کا امکان ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایسے الفاظ برمحل نہیں کہے گئے بلکہ ان کی تراش خراش میں ایک ہنرمند لطیفہ نگار کا بھی حصہ ہے۔ یہی معاملہ ایسے لطائف کا ہے جن میں عناصر کا توازن قائم کرکے اور نوک پلک سنوار کے انھیں منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا گیا ہے۔ ایسے لطیفوں کی مثالیں ہر دور کے ملفوظات اور تذکروں میں ملتی ہیں۔ اس نوع کی ایک مثال رسالۂ قشیریہ میں ملتی ہے جو حسب ذیل ہے:

"ایک صوفی کا قول ہے کہ تیس سال میری یہ حالت رہی کہ میری زبان جو کچھ سنتی دل کی طرف سے سنتی، اس کے بعد تیس سال ایسے گذرے کہ دل جو کچھ سنتا زبان کی طرف سے سنتا۔"[۲۹]

اس میں جس طرح دو باتوں کو متوازن کیا گیا ہے اس میں آورد کی کیفیت نظر آتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بعض اشخاص میں یہ غیر معمولی مادہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہیں وہ یادگار ہو جائے، پھر بھی محقق کے لیے سلامتی اس میں ہے کہ ایسے بیانات سے ہوشیار رہے۔ قشیریہ ہی میں ایک عظیم صوفی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ "میں بارہ سال تک نفس کا لوہار رہا اور پانچ سال تک اپنے دل کا آئینہ رہا اور ایک سال آئینہ میں دیکھتا رہا، میں نے دیکھا کہ میری کمر پہ ظاہری زنار ہے، میں نے بارہ سال اس زنار کو کاٹنے میں لگائے، پھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ زنار میرے باطن میں ہے۔ پانچ سال اس کوشش میں لگے کہ اسے کسی طرح سے کاٹوں۔ پھر تمام معاملہ کشف کے ذریعہ ظاہر ہو گیا۔ میں نے مخلوق کی طرف دیکھا تو انھیں مردہ پایا۔ لہٰذا میں نے مخلوق پر (جنازہ کی) چار تکبیریں کہیں (یعنی انھیں خیرباد کہا)"[۳۰]۔ ان لطائف میں تعلّی کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

یہی کیفیت برجستہ جواب کی یا برجستہ کہے گئے الفاظ کی ہے۔ "سیرالاولیاء" میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ جب انھیں علاء الدین خلجی کا یہ پیام ملا کہ وہ جماعت خانہ میں حاضر ہونا چاہتا ہے تو انھوں نے فرمایا کہ "میرے گھر کے دو دروازے ہیں، سلطان ایک سے داخل ہوگا تو میں دوسرے سے باہر چلا جاؤں گا"[۳۱]۔ اس قول کے تیور ایسے تھے کہ اس کا مشہور ہو جانا لازمی تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ امیر خورد کرمانی کی اختراع ہے۔ ہم عصر مورخ ضیاء الدین برنی جو خود شیخ کا مرید تھا اور شیخ کے حلقہ کی نمایاں شخصیتوں میں سے تھا، سلطان علاء الدین خلجی کی بدنصیبی پر رونا روتا ہے کہ شہر میں اتنا بڑا بزرگ موجود ہے اور سلطان کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ یہی بیان تاریخی ہے۔ لیکن دروازوں والی بات پرلطف تھی اس لیے اس نے قبولیت پائی، حتیٰ کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے محتاط تذکرہ نگار نے بھی اسے "اخبار الاخیار" میں شامل کیا ہے۔[۳۲]

حرفِ آخر: — اوپر دی ہوئی بحث میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ صوفیانہ لطائف کے ادب کو بغیر تنقید اور تجزیہ کے استعمال کرنے میں کن غلطیوں کا امکان ہے اور ان غلطیوں سے بچنے کے لیے کیا کیا تدابیر کی جا سکتی

پھر ان میں سب سے موثر تنقید پر لطائف کی زمرہ بندی اور ذیلی زمرہ بندی ہے۔ زمرہ بندی کے فوائد میں اہم ترین یہ ہے کہ اگلے پچھلے ماخذ لطائف کا تقابلی مطالعہ کر کے لطیفہ کی قدامت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ اس نے بعد میں کیا کیا شکلیں اختیار کیں۔ اس طرح لطیفہ کا درجہ اعتبار قائم کرتے میں مدد ملتی ہے۔ مزید یہ کہ بعض انداز کے لطائف کو پرکھنے میں بڑی ہوشیاری اور استعمال میں احتیاط مزید کی ضرورت ہے۔ ان لطائف میں ایک تو وہ ہیں جو از قسم مثالیہ PARABLE ہیں اور دوسرے وہ جو مبہم بالشان معلوم ہوتے ہیں۔

اختتامیہ:۔ یہ مضمون اصلاً "فکر و نظر" اسلام آباد کے اس شمارہ میں شائع ہونے کے لیے لکھا گیا تھا جو مرحوم مولانا صباح الدین عبدالرحمن سے منسوب تھا۔ اس مناسبت کے پیش نظر مولانا کی نگارشات پر تبصرہ و تحسین کے چند جملے بے محل نہ ہوں گے۔ یہ اجمالی تبصرہ اس مضمون کے بعض پہلوؤں سے بھی مربوط ہے

راقم الحروف کی نظر میں صوفیانہ مطالعے کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کا سب سے اہم کارنامہ ان کا وہ مضمون ہے جو انھوں نے بزم صوفیہ کے آخر میں بطور ضمیمہ کے دیا ہے اور جس کا عنوان "ملفوظات خواجگان چشت" ہے[۳۲]۔ مرحوم پروفیسر محمد حبیب نے اب سے کوئی اڑتیس سال پہلے ایک بڑے اہم اور تاریخ ساز مضمون[۳۳] میں قدیم چشتی ملفوظات کو جعلی قرار دیا تھا۔ ان میں منجملہ دوسرے ملفوظات کے شیخ عثمان ہرونی، شیخ معین الدین اجمیری، شیخ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ فرید شکر گنج کے ملفوظات جو علی الترتیب ان کے خلفائے اعاظم سے منسوب تھے شامل ہیں۔ ان کتابوں پر پروفیسر صاحب مرحوم نے یہ اعتراض کیے کہ ان میں بے سر و پا باتیں ہیں، کرامات کی بھرمار ہے اور صاحب ملفوظ سے ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں جو ناقابل تصور ہیں کہ انھوں نے کہی ہوں۔ مولانا صباح الدین عبدالرحمن مرحوم نے اپنے مضمون میں اسی قسم کے اعتراضات ان ملفوظات پر وارد کیے ہیں جنھیں عموماً معتبر سمجھا جاتا ہے، خصوصاً "فوائد الفواد" اور "خیر المجالس" پر مولانا نے ان کا تنقید کر کے بالتفصیل بتایا ہے کہ ان میں بھی اسی قسم کی بے سر و پا اور غیر المعقول باتیں ہیں جن کی بنا پر قدیم ملفوظات کو بے اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ شیخ نصیر الدین چراغ کے ملفوظات "خیر المجالس" (مرتبہ حمید قلندر) کے بارے میں مولانا مرحوم نے نشاندہی کی ہے کہ سید محمد گیسو دراز کے بیان کے مطابق جب "خیر المجالس" کا ایک جزو صاحب ملفوظ کو دکھایا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ "من چیزے دیگر گفتہ ام، مولانا حمید الدین چیزے دیگر نبشتہ است" اور یہ کہہ کر وہ جزو باہر پھینک دیا۔

مولانا نے "فوائد الفواد" اور "خیر المجالس" کی جو تنقید کی ہے اس سے صرف ایک بات نکل کر آتی ہے اور وہ یہ کہ ان ماخذ کو حزم و احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے اور یہ موقف عالمانہ ہے، معاندانہ نہیں۔ یہ وہ بنیادی بلکہ ابتدائی احتیاط ہے جو تاریخ کے ہر طالب علم کو چاہے وہ کسی درجہ کا ہو ہر تاریخی ماخذ کے بارے میں برتنا پڑتی ہے چاہے وہ کسی

نوعیت کا ہو۔ صوفیانہ ادب میں مثالیات، کرامات، شطحیات اور اعتراضی مواد کے شامل ہونے کے باعث احتیاط مزید کی ضرورت ہے۔

پروفیسر حبیب نے قدیم چشتی ملفوظات کی تنقید کے سلسلے میں ایک بڑی پتے کی بات کہی ہے کہ "تاریخی زمانہ کے بارے میں کوئی کرامات نہیں ہو سکتیں۔" ان ملفوظات قدیم میں چونکہ ایسے اشخاص کو جن کے زمانوں میں ایک صدی کا، دو صدی کا اور تین صدی کا فرق ہے یکجا اور ہم کلام دکھایا گیا ہے، اس لئے اس اصول کے مطابق یہ ملفوظات لائق اعتبار نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جس ملفوظ پر یہ اعتراض صحیح ہے اور کسی غلط فہمی پر مبنی نہیں ہے، وہ درجۂ اعتبار سے ساقط ہو جائے گا۔ دراصل ضرورت اس بات کی ہے کہ اس معیار کو مرکزی موضوع بنا کر سارے صوفیانہ ادب کی چھان بین کی جائے۔ "کشف المحجوب" میں جو تصوف کی معتبر ترین کتابوں میں ہے بایزید (وفات ۲۶۱ھ/ ۸۷۵-۸۷۴ء) کو ایک پختہ عمر کا انسان دکھایا گیا ہے جنھوں نے شقیق بلخی (وفات ۱۹۴/ ۸۰۹-۸۱۰) کو اس طرح کا مشورہ بلکہ ہدایت بھیجی جیسا کہ بزرگ اپنے سے عام لوگوں کو بھیجتے ہیں۔[۲۶] حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شقیق بلخی کی وفات بایزید کی وفات سے ۶۷ سال پہلے واقع ہوئی تھی۔ خود "خیر المجالس" میں رابعہ بصری (وفات ۸۰۱م) اور خواجہ حسن بصری (وفات ۷۲۸م) کو ہم کلام دکھایا گیا ہے اگرچہ دونوں کی تاریخ ہائے وفات میں قریب پون صدی کا فرق ہے اور موضوع گفتگو بھی ایسا ہے کہ اس کا یہاں نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے۔[۲۷] "جوامع الکلم" اس سے بھی ایک قدم آگے ہے۔ اس لئے کہ اس میں خواجہ حسن بصری، رابعہ بصری، ابراہیم ادھم (وفات ۷۷۶ یا ۷۹۰)، اور ذوالنون مصری (وفات ۸۵۹م) کو یکجا دکھایا گیا ہے۔[۲۸] حالانکہ اول الذکر اور آخر الذکر کے سال ہائے وفات میں ۱۳۱ سال کا فرق ہے۔ اسی طرح "جامع العلوم" میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے روایت ہے کہ منصور حلاج (مقتول ۳۰۹/ ۹۲۲) کے قتل کا فتویٰ قاضی ابو یوسف (وفات ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء) نے دیا تھا۔[۲۹] یہ بات بھی سالوں کے تفاوت کے باعث ناممکن الوقوع ہے۔

یہ مثالیں ایسی ہیں جو اتفاقاً نظر پڑ گئیں۔ تلاش کی جائے تو اس قسم کی غلطیاں کم و بیش ان تمام ملفوظات، تذکروں اور اصول تصوف کی کتب میں ملیں گی جو مقابلتاً زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ اور یہی مرحوم مولانا صباح عبد الرحمٰن کے محولہ بالا مقالہ کا اصل سبق کہا جا سکتا ہے کہ کسی ملفوظاتی ماخذ کو مستند نہیں فرض کر لینا چاہیے اور قدیم چشتی ملفوظ کی طرح دیگر ملفوظات کو بھی تنقید کی خوردبین کے نیچے رکھ کر جانچنا ضروری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قصص القرآن، ناشر محمد سعید اینڈ سنز کراچی، سال ندارد (طبع چہارم)، ج ۱، ص ۵۰۶-۵۰۹، ج ۲، ص ۱۸۱، ۲۵۶-۲۶۰۔

Also see Fazlur Rahman, Islam, London, 1966, P. 133.

۲۔ "صوفیانہ لطائف اور "اسرائیلیات" کے نکتۂ اتصال کی ایک اچھی مثال حضرت داؤد علیہ السلام اور اوریا کی داستان کا ذکر ہے۔ جو سید محمد گیسو دراز کے ملفوظات "جوامع الکلم" میں دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو "جوامع الکلم" مرتبہ سید محمد اکبر حسینی، مخطوطہ برٹش میوزیم۔ شمارہ ۲۵۲ OR ورق ۱۲۶، الف و ب۔

۳۔ ابوالقاسم قشیری، رسالہ قشیریہ، ترجمہ فارسی، با تصحیحات بدیع الزمان فروزانفر، تہران، ۱۳۴۵ شمسی ۱۹۶۶ء، ص ۴۱-۵۰۔ اردو ترجمہ اسلام آباد ۱۹۸۴ء (مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن) اس کا ترجمہ مختلف ہے۔ اس مضمون میں قشیریہ کا اردو ترجمہ دیتے وقت فارسی ترجمہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور عربی متن پر انحصار کیا گیا ہے۔

۴۔ ترجمہ رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۳۵۹-۳۶۰۔

۵۔ "سیر محمدی" مولفہ محمد علی سامانی، مخطوطہ فارسی نیشنل میوزیم کراچی، شمارہ ۲۴۷-۱۹۷۰ء، این۔ ایم ورق ۲۷، الف و ب

۶۔ "جوامع الکلم" از ملفوظات سید گیسو دراز، مرتبہ سید محمد اکبر حسینی، مخطوطہ فارسی برٹش میوزیم، شمارہ ۲۵۲ OR ورق ۲۰، الف و ب۔

۷۔ ترجمہ رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۳۶۳-۳۶۴۔

۸۔ خواجہ عبد اللہ انصاری ہروی، طبقات الصوفیہ، تصحیح حبیبی، کابل ۱۳۴۱ ش۔ ص ۶۷۔

۹۔ غزالی، احیاء العلوم (اردو ترجمہ) جلد چہارم، مکتبہ رحمانیہ لاہور، سال ندارد۔ ص ۳۵۳۔

۱۰۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ عوارف المعارف، اردو ترجمہ، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۷ء، ص ۲۰۰۔

۱۱۔ Muhammad Saleem Akhtar (Editor), Kalimat al-Sadiqin of Muhammad Sadiq Dihlawi, Lahore, 1988, Editor's Introduction, PP. 83-85.

۱۲۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ "اخبار الاخیار" مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء، ص ۷۴۔

۱۳۔ اللہ دیا چشتی، سیر الاقطاب، مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء، ص ۱۸۹

۱۴۔ سید صباح الدین عبد الرحمٰن "بزم صوفیہ" طبع سوم، اعظم گڑھ ۱۹۷۹ء، ص ۲۵۵-۲۹۶۔

۱۵۔ ترجمہ رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۶۶۲۔

۱۶۔ شیخ ابو نصر سراج، "کتاب اللمع فی التصوف" اردو ترجمہ از سید اسرار بخاری، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۸۴ء، ص ۴۲۱

۱۷۔ حمید قلندر "خیر المجالس" با تصحیح خلیق احمد نظامی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۵۹ء، ص ۲۵۶۔

Muhammad Habib, 'Chishti Mystic Records of the Sultanate Period', in <u>Politics and Society during the Early Medieval Period</u>, being the Collected works of Professor Muhammad Habib, Vol. I, Edited by Prof. K.A. Nizami, New Delhi, 1974. The article referred to occurs on PP. 385-433. It appeared originally in <u>Medieval India Quarterly</u>, Aligarh Vol. I, No. 2, October 1950. ۲۲

'Ali b. 'Uthman al-Hujwiri, <u>Kahsf al-Mahjub</u>, tr. R.A. Nicholson Islamic Book Foundation, Lahore, 1976, PP. 358-59. ۲۳

۲۴ "خیر المجالس"، ص ۲۰۰-۲۰۱

۲۵ "جوامع الکلم" نسخہ برٹش میوزیم، ورق ۳۲، الف و ب

۲۶ پروفیسر محمد اسلم "الدر المنظوم کی تاریخی، مذہبی اور سماجی اہمیت" اقبال ریویو، جولائی ۱۹۸۳ء، صفحہ ۳۳
بحوالہ الدر المنظوم، ملتان ۱۳۱۲ھ، ص ۱۳۳۔

(بشکریہ فکر و نظر، اسلام آباد)

●●
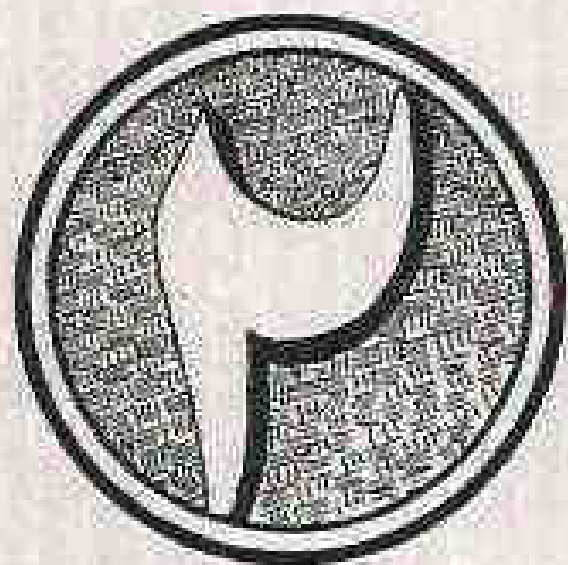
هندستان کے کتب خانوں میں

مخطوطاتِ تصوّف

فارسی و عربی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

اس فہرست میں ہندوستان کے جن ذخیروں کا احاطہ کیا گیا ہے، ان کی فہرست درج ذیل ہے:

آرکائیوز الٰہ آباد = اسٹیٹ آرکائیوز، یو۔پی، الٰہ آباد۔

آزاد = مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

آصفیہ = اورینٹل مینوسکرپٹس لائبریری (آصفیہ لائبریری)، حیدرآباد۔

ابوالخیر = درگاہ شاہ ابوالخیر، چتلی قبر، دہلی۔

اسلام پور = خانقاہ اسلام پور، پٹنہ۔

ایشیاٹک = ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ۔

برقی = ڈاکٹر محمود شیری برقی، دیناپور کا ذاتی ذخیرہ۔

بلخیہ = خانقاہ بلخیہ، فتوحہ، پٹنہ۔

بوہار = نیشنل لائبریری، بوہار کلیکشن، کلکتہ۔

بھوپال = کتب خانہ حمیدیہ، بھوپال۔

پٹنہ یونیورسٹی = پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، پٹنہ۔

پیر دمڑیا = خانقاہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ، بھاگلپور۔

پھلواری = کتب خانہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

تحقیقات = ادارہ تحقیقات اردو، کلیکشن، خدا بخش لائبریری، پٹنہ۔

ٹونک = عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، راجستھان۔

جامع مسجد = کتب خانہ جامع مسجد، بمبئی

جامعہ = ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

جمال پاشا = پاشا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سیوان (بہار)۔

جواہر = مولانا آزاد لائبریری، جواہر کلیکشن، علی گڑھ۔

جیسوال = کے۔پی۔ جیسوال ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لائبریری، پٹنہ۔

حبیب/حبیب گنج = مولانا آزاد لائبریری، حبیب گنج کلیکشن، علی گڑھ

خدا بخش = خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔

دہلی = دہلی یونیورسٹی لائبریری، دہلی۔

دیوبند = کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، یو۔پی

رحمانیہ = کتب خانہ رحمانیہ، مدرسہ محمدی، مدراس۔

رضا = رضا لائبریری، رامپور، یو۔پی۔

سالار = سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد

سبحان اللہ = مولانا آزاد لائبریری، سبحان اللہ کلیکشن، علی گڑھ۔

شانتی نکیتن = سنٹرل لائبریری، شانتی نکیتن، وشو بھارتی، کلکتہ

شبیر عطا = کتب خانہ سلونی، لکھنؤ۔

صولت = صولت پبلک لائبریری، رامپور۔

ظل الرحمٰن = حکیم ظل الرحمٰن، علی گڑھ، کا ذاتی ذخیرہ۔

عبدالحی = مولانا آزاد لائبریری، عبدالحی کلیکشن، علی گڑھ۔

عبدالسلام = مولانا آزاد لائبریری، عبدالسلام کلیکشن، علی گڑھ۔

علیگڑھ/علیگڑھ (بقیہ) = مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ۔

عمادیہ = خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ سٹی۔

فوت = کتب خانہ بندہ نواز گیسو دراز، گلبرگہ۔

فتوحہ = خانقاہ بلخیہ، فتوحہ، پٹنہ۔

فرقانیہ = جامع العلوم فرقانیہ، رامپور، یو۔پی۔

کشمیر = ریسرچ لائبریری، سری نگر، کشمیر۔

گیا = خانقاہ منعمیہ، گیا۔

محمدی = کتب خانہ [illegible]، مدرسہ محمدی، مدراس۔

مدراس = گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹس لائبریری، مدراس۔

مزمل = مزمل اللہ خاں لائبریری، علی گڑھ۔

ملا فیروز = ملا فیروز لائبریری، بمبئی۔

منعمی = خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سٹی۔

مونگیر = خانقاہ رحمانیہ، مونگیر۔

ناصریہ = ناصریہ لائبریری، لکھنؤ۔

ندوہ = شبلی لائبریری، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

نیشنل/نیشنل میوزیم = نیشنل میوزیم، دہلی۔

ہمدرد = کتب خانہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ہمدرد نگر، دہلی۔

یو۔پی۔ آرکائیوز = اسٹیٹ آرکائیوز، یو۔پی، الٰہ آباد

یونیورسٹی کلیکشن، علی گڑھ = مولانا آزاد لائبریری، [illegible] علی گڑھ

حرف آغاز

جنوبی ایشیائی علاقائی سمینار کے پہلے اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۸۴ء میں جو طب مخطوطات کے موضوع پر تھا،
کے بعد اس سلسلہ کا دوسرا سمینار تصوف کے مخطوطات پر مارچ ۱۹۸۵ء میں منعقد ہوا۔ اس سلسلہ کی اہم ترین کڑی تصوف
پر عربی و فارسی کے اہم مخطوطات کی جامع فہرست پیش خدمت ہے۔

یہ تصوف پر ہندوستان کے غیر مطبوعہ فارسی، عربی ذخیرہ کی ایک جامع فہرست ہے۔ جس میں معروف کتب خانوں
کے ساتھ نجی و غیر معروف ذخائر کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔

سمینار میں جو فہرست بحث کے لیے پیش کی گئی تھی اس میں سمینار میں گفتگو کی روشنی میں جا بجا ترمیم و اضافہ
کیا گیا ہے۔

اور اب اگلا مرحلہ شروع ہوتا ہے کہ ان مخطوطات میں اہم ترین کا انتخاب کرکے تدوین، اگر ممکن ہو تو ترجمے کا آغاز کیا جائے۔
پیش نظر فہرست میں یہ بھی عرض کر دیا جائے، بہت سے اہم نام نہیں ملیں گے محض اس لیے کہ وہ طبع شدہ
ہیں۔ یہ نکتہ بھی سامنے لے آیا جائے کہ اکثر طبع شدہ متون نولکشوری حیثیت رکھتے ہیں اور اس کے مستحق ہیں کہ انھیں بھی مدون کیا
جائے، لیکن کام اتنا بڑا اور پھیلا ہوا ہے کہ ترجیحات ذہنی ہی ہوں گی۔ اور یہ محض ترجیح ہی ہے اور طوفانی رفتار سے وقت
کے اڑتے ہوئے لمحات کا جبر جو ہمیں پابند کرتا ہے کہ نولکشور نے جا بجا کتابت کے اغلاط کے ساتھ ہی سہی کچھ پیش تو کر دیا جبکہ
سیکڑوں و شاید ہزاروں متن جو اس قابل ہیں کہ انھیں بھی سامنے لایا جائے صدیوں سے کتب خانوں میں مدفون پڑے ہیں، تو پہلے
انھیں لے لیں، دوران میں بھی اہم ترین کو پھر طبع شدہ کا نمبر بھی آ ہی جائے گا۔

علم کی اشاعت ـــ اگر مقصدِ اولین ہے تاکہ اس روشنی میں ہم ایک بہتر سماج اور ایک برتر آدم کی تشکیل کر سکیں تو ذاتی نام اور شہرت کے خول سے نکل کے ٹیم ورک کی منزل کے کام کی عادت پیدا کرنی ہوگی۔ ان مخطوطات کی تدوین کے پیچھے یہ جذبہ کام کرنے لگا تو مجھے امید ہے ہم تقریباً سو برس کا کام چار یا پانچ برس میں انجام دے سکیں گے۔

اب جو با صلاحیت اسکالر بھی اس کام میں ہاتھ بٹائیں، خدا بخش کی طرف سے انھیں خوش آمدید کہا جائے گا ہر ممکن تعاون کیا جائے گا اور اس امید کے ساتھ کہ دوسرے تمام ادارے اور افراد بھی اس کارِ خیر میں اسی جذبے کے ساتھ شرکت کریں گے۔

ـــ عابد رضا بیدار

فارسی مخطوطات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱	آداب	شیخ الکبیر	مدراس	
	آداب خلوت		پٹنہ یونیورسٹی	
	آداب الذکر	جعفر محمد ابو سعید قلندری	ایشیاٹک	
	آداب السالکین	محمد بن جلال الدین کاشانی	خدا بخش، ہمدرد، رضا	
	״ ״	قاسم اودھی	پٹنہ یونیورسٹی، سہارنپور	
	״ ״	مولانا محمد محسن ابن مرتضیٰ کاشی	رضا	
	آداب الصالحین		سالار	
	آداب الصدیقین / رسالۃ الصدیقین	احمد بن جلال الدین کاشانی	ہمدرد، خدا بخش	
	آداب طریقت	خواجہ عبد الخالق	آصفیہ	
۱۰	آداب الکاملین	محمد حیان	آرکائیوز الٰہ آباد	
	آئینۂ جمال در مرثیہ سید محمد قادری	احمد بن محمد القریشی	حبیب	
	آئینۂ جہاں نما / چراغ دین	سراج الدین حسین	آصفیہ، رضا	
	آئینۂ حق نما / آئینۂ حقائق نما		رضا، آصفیہ، مدراس	
	״ = شرح جام جہاں نما	ابراہیم شطاری	محمدی پھلواری، سالار	
	ابجد عشق	محمد یزدی	ایشیاٹک، آرکائیوز الٰہ آباد	
	ابواب المعرفت	چرتر ل	آصفیہ	
۱۶	اثبات سماع الغنا	شیخ جمال محمد	ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
١٧	اجازت نامہ (در مجموعہ رسائل)	امیر ہمدانی	دیوبند	
-	اجازت نامہ خلافت پیر دھوڑیا		پیر دھوڑیا	
-	اعمال شاہ پیر محمد لکھنوی	شاہ پیر محمد لکھنوی	علیگڑھ	
-	اجوبہ قادریہ	شرف الدین یحییٰ منیری	بلخیہ	
-	احتجاج نامہ	—	ایشیاٹک	
-	احسن الاذکار (حالات پیران پیر)	نواب محمد علی خاں	عبدالسلام	
-	احسن الاقوال ملفوظات برہان الدین غریب	حماد بن عماد کاشانی	علی گڑھ	
-	احسن السیر (تاریخ خواجہ اجمیری)	محمد اکبر خاں	عبدالسلام	
	احسن القصص	شیخ محمد رضا	ابوالخیر	
-	"	احمد بن عباس بخاری	سبحان اللہ	
٢٧	احسن المجالس	محمد سجاد جعفری	خدابخش	
-	احوال اولیاء و درویشاں		"	
-	احوال شاہ جمال الحق معشوق ثانی		آصفیہ	
-	" علیم الدین بلخی	غلام مظفر بلخی	بلخیہ	
	احوال شیخ صاحب		[illegible] الٰہ آباد	
-	احوال و اقوال حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی		آصفیہ	
-	احوال و کرامات شیخ نورالدین نورانی		علی گڑھ	
-	اخبار الاصفیا	عبدالصمد بن افضل محمد الصادقی	"	
-	اخبار الابرار	محمد شاہ عطا کریمی	دیوبند	
-	اخبار الاولیا	قاضی محمد اسمٰعیل	بلخیہ	
٣٧	اخبار الجمال	راجی محمد بن راجی یار محمد	حبیب	
-	اختصار حیات		ایشیاٹک	
-	اختصار مقامات ابی سعید		رضا	
٤٠	اخص الخواص	مخدوم حسین بلخی	بلخیہ، خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۴۱	ادب الآداب	دین محمد باقر بہار گڑھی	صولت، علی گڑھ	
-	اذکار قادریہ	جمال الدین موصلی	ایشیاٹک	
-	اذکار قادریہ قیصیہ وارشیہ	غلام شبلی پھلواروی	پھلواری	
-	اذکار یحیاویہ (اذکار شیخ یحییٰ چشتی و شیخ رکن الدین چشتی)	محمد فاضل	آصفیہ	
	اساوۃ الدقائق شرح مرآۃ الحقائق	عبد النبی شطاری	خدا بخش / ٹونک	
	ارادۃ العارفین وارشاد الطالبین فی سلوک العارفین	محمد بن ابی الحسن الحسینی	ٹونک	
-	ارشاد الاخوان	سید اشرف جہانگیری سمنانی	علیگڑھ، اشرفی	
!	ارشادات حامدی (در بیان توحید)	حامد حمید	"	
-	ارشادات صاحب سوات ارشادات عزیزہ	سید عبد اللہ نعیم الدین	آصفیہ، سالار [illegible] رضا	
۵۱	ارشاد خواجہ بہاء الدین نقشبندی		[illegible] یونیورسٹی	
-	ارشاد الرحمٰن		حبیب	
-	ارشاد السالکین		پیر [illegible]، آصفیہ ۲ ابوالخیر پھلواری	
	"	" عبد الجلیل بن صدر الدین	حبیب	
	"	" ولی محمد	آصفیہ	
	"	" اعظم الحسینی	سالار	
	"	" بہاء الدین ناتھو	ایشیاٹک	
	"	" محمد بن ابو سعید حسین	جامعہ	
-	"	" کریم الدین نقشبندی	مدراس	
-	"	" خیر الدین	ایشیاٹک	
۶۱	"	" عبد الرحمٰن بن قاسم الاسودی	رضا	
۶۲	"	" محمد صادق لطیفی "	مدراس تحقیقات	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۶۳	ارشاد السالکین	خواجہ گیسو دراز	حبیب	
	ارشاد الطالبین		چھتہ بازار، یونیورسٹی حیدرآباد	
	″ ″	شاہ برہان الحق	علیگڑھ	
	″ ″	شاہ کبیر شطاری	″	
	″ ″	ناصر جمال قریشی	مدراس	
	ارشاد العاشقین	محمد رضا شطاری	رضا	
	ارشاد المحبوبین	شمس الدین حسینی	ایشیاٹک	
	ارشاد المریدین		آصفیہ	
	″ ″	حسین خوارزمی	ایشیاٹک، سبحان اللہ، ندوہ	
	ارشاد الموقنین	محمد بن محمد	آصفیہ	
۷۳	اقص الحقیقہ	فاخر الہ آبادی	ہمدرد	
	ازالۃ الخفا عن رسالۃ الفنا	محمد افضل عباسی الہ آبادی	رضا، علیگڑھ	
	ازالۃ القناع عن وجوہ السماع	محمد نور اللہ بن حکیم الدین	علیگڑھ، ایشیاٹک، شبلی	
	اساس المعرفت	کمال الدین صدیقی	آصفیہ، سالار جنگ	
	اسباب ثلثہ	محمد چشتی بن حسن محمد	حبیب	
	اسباب المنیۃ لمعرفۃ العصاۃ	شرف الدین یحییٰ منیری	مجیبیہ (پھلواری)	
	استعداد الآخرۃ	—	″	
	استقامۃ الشریعۃ	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	اسرار الاقطاب	حسام الدین قاضی منور صدیقی	″	
	اسرار الاولیا		″	
۸۳	اسرار النبی	زین العابدین بن حسام سمنانی	ہمدرد	
	اسرار الحق		آصفیہ	
۸۶	اسرار الذاکرین	امین بن غلام محمد ابو مسلمی المروزی	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۸۴	اسرار السالکین	شاہ محی الدین ...	ابوالخیر	
	اسرار الشہود	محمد یحیٰ بن علی جیلانی	علی گڑھ	
	اسرار الصلوٰۃ	فرحت اللہ (حسن دوست)	بلخیہ، ندوہ	
	اسرار العارفین	شرف الدین بوعلی قلندر	مدراس یونی	
	اسرار العاشقین	محمد فیروز صدیقی	آصفیہ	
	اسرار العالیہ فی مناقب الوالیہ	عبد الغفار بن عبد الجامع فرنگی محلی	جواہر	
	اسرار الغیبیہ/اسرار المدینہ		عبد السلام	
	اسرار قمریہ (ملفوظات شاہ قمر الدین حسینی)		منعمی گیا	
	اسرار المشائخ	جہانگیر یوسف	رضا، ایشیاٹک	
	اسرار مومنین	سید شاہ قطب الدین	خدابخش ۲	
۹۷	اسرار وحی		آصفیہ	
	اسم اعظم (حالات پیران پیر)	غلام احمد	عبد السلام	
	اسرار السلطان	عبد القادر	ایشیاٹک	
	اسم اللہ مع چند دیگر رسائل تصوف	حضرت مخدوم قادری	آصفیہ	
	اسناد اشغال شطاریہ	ملا جعفر	ایشیاٹک	
	اشارات حامدی	کمال برہان الدین احمد حامد حمید	خدابخش، ایشیاٹک	
	" مخدوم بہاری	شرف الدین یحیٰ منیری	" ۲ گیا	
	اشجار الجمال / اشجار الجمال	(محمد یار محمد خان الحسنی)	خدابخش، ٹونک، علی گڑھ	
	اشراق النیرین	خواجہ دہدار	خدابخش، رضا، علی گڑھ	
	اشعاب الشفق	غلام محی الدین قریشی	دیوبند	
۱۰۷	اشعۂ ربانیہ		پھلواری	
	اشعۃ اللوائح شرح اللوائح	عبد الملک بن عبد الغفور بابی (بر شرح جامی)	سالار جنگ، [illegible]	
	اشغال الصوفیہ	عبد الغنی بن احمد بن عبد القدوس گنگوہی	رضا	
	اصطلاحات صوفیہ	عبد الرحمن جامی	آصفیہ	
۱۱۱	"	قمر الدین	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۲	اصول الایمان	محمد سالم	ظل الرحمٰن	
	اصول حافظیہ		پیک	
	اصول السعادت	سید محمد خواجہ عرف سید اللہ	عبدالسلام	
	اصول معارف	شاہ تراب علی	ایشیاٹک	
	اصول المقصود	شاہ تراب علی	خدا بخش، آرکائیوز، الہ آباد	
	اصول تعشقیہ	علی بن حسین کاشفی	علی گڑھ	
	اطلاع نفس الامری و اسرار محمدی	احمد الدین	سبحان اللہ	
	اعتبار العارفین	عظمت اللہ قادری	سالار	
	اعراس شیوخ محمدیہ	محمد حمزہ بلگرامی	ایشیاٹک، آزاد علی گڑھ	
	اعمال شاہ میر محمد لکھنوی = نمبر ۲۲			
۱۲۳	اعمال مختصر ترتیب از رسالہ پاس انفاس	معین الدین اجمیری	علی گڑھ	
	افادات شاہ ولی اللہ / القول الجلی	محمد عاشق پھلتی	خدا بخش، کاکوری	
	اقتباس مشکوٰۃ ولایت	جلال ہروی	آصفیہ	
	اقرب الطرق ادلہ پر عبدالرزاق	سید علی ہمدانی	رضا	
	اقسام راہ حق		حبیب گنج	
	اقلیم الاسلام	امام غزالی	آصفیہ	
	اقلیم الاسلام	محمد بن عبداللہ شیخ الحکلی	ذخیرہ سید	
	اقوال بزرگاں		[illegible]	
	اقوال صوفیہ	وحید الدین	بھوپال	
	اقوال مرویات صوفیائے کرام		خدا بخش	
۱۳۲	اقوال و نکات بزرگان سلف		جواہر	
	اکسیر عبادات مذہب	غلام حیدر		
	اکسیر سعادت		ایشیاٹک، عبدالسلام	
	اکمل الموحدین		حبیب	
۱۴۰	الہامات الاعظم / الہامات قدسی	سید محمد / بہاء الدین	آصفیہ، نیشنل میوزیم، دہلی	
	الہامات فی بیان عرفیات	محمد حسینی بن حسن محمد	حبیب	
۱۳۸	″ ″ اسماء ذات و صفات	محمد علی اکبر قیمودی	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۳۹	الہامات قدسی		خدا بخش ۲	
	الہامات قدسیہ	محمد بایزید قادری	رضا	
	الہامات منعمی	شاہ نعمان	نیشنل	
	الہامات منعمی	منعم خان خانان	آصفیہ، رضا	
	الہامات منعمی	محمد منعم/منعم پاکباز	خدا بخش، منعمی ۲، اسلام پور	
	الہی نامہ	وحدت اللہ/گرو نانک	آصفیہ ۲	
	امثال		پھلواری	
	ام الصحائف فی عین المعارف	مسعود بک	آصفیہ	
	امواج البحار من سر الانہار	شاہ رکن الدین عشق	بانکی پور، گیا؛ منعمی اسلام پور	
	"			
۱۴۹	امیر الکوثر	ولی اللہ غلام قادر سہروردی	پھلواری	
	انبلاء مانند سبق	شاہ محمود الحق پھلواروی	عمادیہ	
	انساب شرفی	شجاعت حسین طالب علی شرفی	بانکی پور	
	الانسان الکامل (ترجمہ)	امیر الدین/نواب محفوظ خان بہادر شجاعت جنگ	مدراس، آصفیہ	
	انسان نامہ	ہمدانی	رضا	
	انس الطالبین	ابو نصر احمد	ایشیاٹک	
	انوار کریمی مناقب پیران چشت	مظہر علی راجگیری	پھلواری	
	انفاس قدسیہ	سعید الدین کاشغری	رضا	
	انفاس نفیسہ	یعقوب بن عثمان غزنوی	حبیب	
	انوار الاولیا		آصفیہ	
۱۵۹	انوار تجلیات	محمد حمید	سالار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۶۰	انوار تحقیق	علی بن طیفور بسطامی	سالار	
		عبد اللہ انصاری	ایشیاٹک، آصفیہ	
	" "			
	انوار حکمت	امام غزالی	رضا، مدراس، آصفیہ	
	انوار در کشف اسرار	صوفی شریف	حبیب، میرٹھ	
	انوار طریقہ	نور الحسن	عمادیہ	
	انوار المجالس	محمد عظیم	آصفیہ	
	انوار محمدی من فیضان احمدی	شیخ محمد تھانوی	خدابخش ۲	
	انوار مشتاق		عزیزانیہ	
	انوار الہدایت / انوار الہدیٰ	برہان الدین ارزانی	آصفیہ	
	انوار الآیات من اصل الثابت	میر محمد یوسف بلگرامی	سبحان اللہ	
۱۷۰	انواع عارفین		دیوبند	
	انہار ابرار	خواجہ بہاء الدین نقشبندی	آصفیہ، ندوہ	
	انہار المفاخر	محمد غوث بن ناصر الدین محمد النائطی	"	
	انیس الارواح		"	
	انیس الصالحین	امام الدین	"	
	انیس الطالبین	صلاح بن مبارک	خدابخش ۲	
	انیس الطالبین (انتخاب)	عبد الرحمن جامی	خدابخش، ابوالخیر، ٹونک	
	انیس العارفین	حبیب اللہ قنوجی	رضا، بھوپال	
	انیس العاشقین	مجتبیٰ بن مصطفیٰ لاہر پوری	حبیب، رضا، ٹونک، بیروشیا، عمادیہ، پھلواری	
	انیس الغرباء		خدابخش، ابوالخیر، علیگڑھ	
	" "	شاہ نور الحق	بہار، ایشیاٹک، رضا، مراد	
۱۸۰	انیس الفقراء	قاضی حمید الدین ناگوری	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۸۴۰	انیس المریدین و شمس المجالس	عبداللہ انصاری	علی گڑھ، بھوپال	
	انیس النفیس	عبدالرحمن بن میر سید محمد خواجہ رسولدار قنوجی	خدابخش ۲	
	اوراد الاوراد		ایشیاٹک	
	اوراد شیخ شہاب الدین سہروردی		پھلواری	
	اوراد قادری	شیخ محمد	ایشیاٹک	
	اوراد مخدوم شرف الدین احمد منیری	قاضی بن علا بن عالم منیری	پیرو شریا	
	اوراد یوسفی	یوسف بن رکن الدین	ایشیاٹک	
	اورنگ وحدت	محرم اللہ	سالار	
	ایراد الحالات الفصیحۃ فی شرح قولہ علیہ السلام الدین النصیحۃ	عبدالحق محدث دہلوی	خدابخش	
	ایمان المحققین	میاں پیر	سالار	
	(ب)			
۱۹۳	باریہ	احمد بن جلال الدین	رضا	
	باعث الوصول (شرح عقائد صوفیہ)	فقیر حسن محمد بن شیخ عبداللطیف	آصفیہ	
	باہر الانوار	سید اکبر بن سید حامد قتال	ظل الرحمن	
	بحار المعانی (شرح بعض ابیات مثنوی شریف)	سید المرتضیٰ زین العباد حسینی	آصفیہ	
	بحر الاسرار	فرید الدین عطار	جامعہ، آصفیہ	
	بحر الاسرار		آصفیہ	
	بحر الاسرار و الانوار	محمد بن قطب الاولیاء	محمودات	
	بحر الاسرار الحسینیہ		رضا	
۲۰۰	بحر الانوار	شیخ عیسیٰ شطاری	خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۰۱	بحر الحقائق موسوم بہ جواہر الاسرار	حمزہ بن علی الطوسی	آصفیہ	
	بحر الحقائق	قطب الدین بختیار کاکی	دیوبند	
	بحر الحقائق	الله نور	ایشیاٹک	
	بحر الحیات		مدراس	
	بحر الحیات	بدر الدین بن جمیل الدین حسینی	ایشیاٹک	
	بحر الحیات : ترجمہ امرت کنڈ	غوث گوالیاری	آصفیہ، عبدالسلام، بدر رود، علی گڑھ	مجلد دوم میں ایک اور حوض الحیات کے نام سے ملتی ہے
	بحر السعادۃ	تاج الدین محمد عبد الرحمن بن محمد ابراہیم	دیوبند، رضا، ایشیاٹک	
	بحر العلم (ترجمہ علق العلم)	محمد طاہر بدر بن سعید بیگم صاحب	رضا	
	بحر المراقبات		رضا	
	بدایۃ الہدایہ (ترجمہ) (امام غزالی)		آصفیہ، دیوبند	
۲۱۱	بدر الضیا فی تفسیر سورۃ والضحیٰ	میر مظہر علی راجگیری	پھلواری	
	برزخیہ		ایشیاٹک	(در مجموعہ)
	برہان الذاکرین علی المعاندین	علی اکبر مودودی	مد	
	برہان الربانیین		ناصریہ	
	برہان العارفین	شیخ الشیوخ	علیگڑھ	
	برہان العاشقین	شاہ پیر محمد	بیجاپور	
	برہان الفقرا	محمد طاہر علی قادری	مدراس	
	برہان المعرفۃ	شیخ برہان بن سید محمد برہان	رضا	
	برہان وحدت الله	علی محمد شوق الله حسینی	علی گڑھ	
	بست مجالس		آصفیہ	
	بشارات مظہریہ در فضائل حضرات طریقہ مجددیہ	نعیم الله بہرائچی	علی گڑھ ۲، ابوالخیر	
	لطیفہ (رسالہ)	احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا	
۲۲۲	بہجۃ المباہج	ابوالحسین بن حسین شیرازی	علیگڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۲۲	بیاض	محمد غوث گجیا لیاری	علی گڑھ	
	بیاض (مولانا) حسن رضا راشے پوری		بلخیہ	
	بیاض شاہ غلام مظفر بلخی		"	
	بیاض شاہ محمد تقی بلخی		"	
	بیاض شاہ مخدوم منعم پاک		"	
	بیاض غلام حسن عظمی		عظمی	
	بیان آواز پر جبرئیل	شہاب الدین سہروردی	خدابخش	
	بیان الاحسان لاہل العرفان		رضا	
	بیان العارفین و تنبیہ الغافلین	سید عبدالکریم	"	
	بیان واقع	مخدوم دستگیر	"	
۲۲۳	بیان واقع		ایشیاٹک	
	(پ)			
	پاس انفاس	صوفی شریف	علیگڑھ، رضا	
	پاس انفاس (منتخب اعمال متفرقہ)	معین الدین اجمیری	علیگڑھ	
	پاس انفاس	محمود الحسینی	سالار	
	پردۂ عشق	خواجہ خورد	بلخیہ	
	پردہ برانداخت و پردگی شناخت: در توحید	خواجہ خورد	علیگڑھ، رضا، ابوالخیر	
	پیالۂ مریدی		پیرو مرا	
	پیام عشق	محمد یار رسا	آصفیہ	
	پیران کلیر شریف	سلطان محمد	عبدالسلام	
	(ت)			
	تاریخ خاندان پیر دھڑیا		پیر دھڑیا	
۲۲۴	تاریخ سید سالار غزنا مسعود	عنایت حسین بلگرامی	عبدالسلام	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۴۵	تاریخ مختصر خلافت		بلخیا	
	تازیانہ نفس امارہ	محمد احمد نگرامی	ایشیاٹک، علی گڑھ	
	تبصرۃ الاصلاحات	خواجہ صدر الدین ابوالفتح	آصفیہ	
	تبصرۃ اصطلاحات صوفیاں	محمد اکبر بن سید یداللہ بن محمد الحسینی	"	
	تبصرۃ الخوارجات گیسودراز حسینی	فرزند گیسو دراز سید بن اللہ بن علی اللہ محمد حسینی	آصفیہ ۲۔ حبیب	
	تبصرۃ الخوارجات	خواجہ ابوالحسن علی بن ابی فتح محمد	آصفیہ	
	تبصرۃ المتبدعات تذکرۃ المنتہی	صدر الدین محمد القونوی	رضا، آصفیہ، ندوہ	
	تجلیات رحمانی	سید محمد ابن سید عبدالرحمن	یونیورسٹی، مدراس، محمدی ایشیاٹک، آصفیہ، سالار	
	تجلی انوار	سید نور اللہ بن جمال الدین	آصفیہ	
	تحذیر		خدابخش	
۲۵۵	تحصیل الکمال الابدی باختیار الفقر المحمدی	عبدالحق محدث دہلوی	"	
	تحفۃ الاحباب	جرجانی م ـــ	آصفیہ، شیرانی، شفیع	
	تحفۃ الاخیار		رضا	
	تحفۃ اعظم	سید احمد بن سید درویش	یونیورسٹی	
	تحفۃ انوار		ایشیاٹک	
	تحفۃ الجمال	شیخ جمال اللہ	خدابخش	
	تحفۃ الجمال خزانۃ الاحوال	شاہ غفار احمد	رضا	
	تحفۃ حسینیہ فی الصلوۃ التعلیمیہ	مرتضیٰ بن محمد	"	
	تحفۃ الذاکرین	جعفر عبدالسلام خالدی	آصفیہ	
	تحفۃ السالکین	حبیب اللہ بن زکی الدین	رضا	
	تحفۃ السالکین	محمد شریف	آصفیہ	
	تحفۃ السرائر		"	
	تحفۃ السرائر	محمد غزنوی	مدراس	
	تحفۃ السرائر	عبداللہ حسینی	آصفیہ	
۲۶۹	تحفۃ الطالبین (ترجمہ شرح کبیر)		"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۷۰	تحفۃ العاشقین	ہاشم بن حسن بخاری	عظیمیہ پھلواری	
	تحفۂ عیسیٰ		پھلواری	
	تحفۃ القادریہ	شاہ ابوالمعالی	ٹونک، پھلواری، ابوالخیر، علی گڑھ	
	تحفۃ القادریہ	شیر محمد لاہوری	دیوبند	
	تحفۃ القادریہ		خدا بخش، آصفیہ	
	تحفۃ القادریہ	کرامت علی شاہ لاہوری	"	
	تحفۃ القلوب		علی گڑھ	
	تحفۃ المحاسنین	آزاد بلگرامی	بھوپال	
	تحفۃ المحبین	احمد بن محمد علی اصفہانی	پنجاب یونیورسٹی	
	تحفۂ محبوب	محمد حسن بن عبدالوہاب قادری	ٹونک	
۲۸۰	تحفۂ مرسلہ	ابو سعید مبارک مخزومی	پھلواری، مجیبیہ	
	تحفۂ مرسلہ		آصفیہ، پھلواری ۲	
	تحفۃ الرشد و حکایات الصالحین	عبداللہ یافعی	پنجاب یونیورسٹی	
	تحفۃ المسلمین	جان محمد القادری	دیوبند	
	تحفۂ ملوک		رضا	
	تحقیقات	خواجہ محمد پارسا	خدا بخش، رضا، آصفیہ	
	تحقیقات در بیان موجودات	شمس گیلانی	ٹونک، کشمیر	
	تحقیقات سر وحدت		آصفیہ	
		محمد صالح جعفر	حبیب	
	تحقیقات المعانی		خدا بخش	
	تحقیقات المعانی الموسوم مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری	شیخ اکوں	مجیبیہ	
	تحقیق المیر سید احمد محقق	محمد احمد سیاح	حبیب	
	تحلیل المعضلات			
۲۹۲	تذکرۃ الابرار	ملا اسد اللہ جعفری	پھلواری	
		آخوند درویزہ پشاوری	رضا، سالار جنگ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۹۳	تذکرۃ الواصلا		آصفیہ	
	تذکرۃ الاولیا		پھلواری، دیوبند	
	تذکرۃ الاولیا	حسین بن واعظ کاشفی	پنجاب یونیورسٹی	
	تذکرہ خواجہ عبید اللہ احرار		حبیب	
	تذکرہ خواجہ یوسف ہمدانی		سبحان اللہ	
	تذکرۃ الشیخ والمقدم	صورت سنگھ بن دوسا چند	یونیورسٹی کلکشن علی گڑھ	
	تذکرۃ الفقرا	محمد اختر گورگانی	عبدالسلام	
	تذکرہ قادریہ		جیبوال	
	ترتیب نقشبندیہ	جمیلی	انڈیا آفس	
	ترجمان العرفان	سید نصیر الدین محمود	رضا	
۳۰۲	ترجمہ آداب المریدین		رضا، ابوالخیر	
	ترجمہ اصول السماع		آصفیہ	
	ترجمہ اقوال واصلی		انڈیا آفس	
	ترجمہ حکایات شیخ عبدالقادر		ٹونک	
	ترجمہ خلاصۃ المفاخر الیافعی		حبیب، انڈیا آفس، ابوالخیر	
	ترجمہ رسالہ برہان التکلیف	قاضی سید قاسم	مدراس	
	ترجمہ رسالہ شہاب الدین سہروردی		عبدالسلام	
	ترجمہ رسالہ مطلع الوجود	شیخ ابراہیم کردی	مدراس	
	ترجمہ رسالہ حاجب وحدت وجود		آصفیہ	
	ترجمہ السبعیات فی مواعظ البریات	بادشاہ خواجہ بن میر (ندیم)	رضا	
	ترجمہ شہاب محمد قرشی مواعظ البریات		آصفیہ	
	ترجمہ فتوح الغیب		سالار	
	ترجمہ الکبریت الاحمر فی علوم الشیخ الاکبر	محمد غفران بن محمد فاروق چشتی	رضا	
۳۱۶	ترجمہ کتاب تصوف	امیر محمد معصوم ثانی بن میر سید صفا ترمذی	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۳۱۷	ترجمہ المنحوت علی ...	فیض اللہ بن زین العابدین	رضا	
	ترجمہ مقامات العارفین للسہروردی		"	
	ترجمہ مقالۃ الوزیر الدمشقی	شیخ ابو یزید الفارسی	"	
	ترغیب السعادة علی تکثیر الصلوٰة	عبدالحق محدث دہلوی	پھلواری	
	ترغیب الصلوٰة		"	
	ترکیب دعوات بزرگان	نصیر الدین سیہ پوش	خدابخش	
	ترکیب الصحبت و تالیف المحبت	حسن بن عبدالرزاق	رضا	
	تسبیح الصلوٰة و الاستخارہ		ایشیاٹک	
	تسخیر روحانیان	یاکر پنڈت	پیر دستگیر	
	تسلیۃ الاکمد عن تذکرۃ مولانا خواجہ احمد	مولوی عبداللہ	ٹونک	
۳۲۷	تسلیۃ الصحاب بتقبیل الاحجار و الثواب	عبدالحق محدث دہلوی	خدابخش، آصفیہ، مجیدی، دیوبند	
	تسنیم المقربین فی شرح منازل السائرین	شمس الدین محمد طوسی	خدابخش، رضا	
	تصحیح مثنوی شرح مثنوی مولانا روم	میر محمد ہاشم	ٹونک	
	تصرفات جامی	عبدالرحمٰن جامی	علی گڑھ	
	التعرف فی علم التصوف (ترجمہ)		مونگیر	
	تعلیقات حواشی مثنوی شریف	محمد نور اللہ احراری	آصفیہ	
	تعلیقات نفحات الانس	عبدالغفور لاری	حبیب	
	تعلیمات تصوف امام غزالی		خدابخش	
	تعلیم الخواص	محمد امین بن محمد جہانگیر شاہ	رضا	
	تعلیم نامہ محمدیہ	محمد بلگرامی	ایشیاٹک، علی گڑھ	
	تفسیر آمنت باللہ بطریق تصوف		پھلواری	
	تفسیر الرموز المعروف بہ کاشف الرموز	محمد امین بن محمد جہانگیر شاہ دہلوی	رضا، ٹونک، عبدالسلام	
	تفہیم	میر شہاب الدین ہمدانی	خدابخش	
	تقریظات	میر بشارت علی	علی گڑھ	
۳۳۱	تکبیرات	شیخ راجو قتال	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۳۴۴	تکمیل العرفان	محمد ماہر علوی	حبیب، آصفیہ	
	تکملہ امام عبداللہ الیافعی	میران محی الدین	آصفیہ	
	تکملہ نفحات الانس	عبدالغفور لاری	جامعہ، سیار، تیوڑہ	
	تکملہ دلکشات		علی گڑھ	
	تلاوۃ الوجود	منتخب الدین قادری	حبیب	
	تلاوۃ الوجود	محمد یوسف ترکستانی	آصفیہ	
	تلقین	محمد رضا قادری	خدابخش	
	تلقین مریدان		دیوبند	
	تمہید عاشر		پھلواری	
	تنبیہ الاحبہ فی علامات المحبۃ	علی بن حسام الدین	ابوالخیر	
۳۵۳	تنبیہ الاخوان	سید اشرف جہانگیر	علی گڑھ	
	تنبیہ الغافلین	سید احمد شہید رائے بریلوی	رضا	
	" "		سبحان اللہ	
	تنبیہ المحجوبین	ابوالمکارم الشریحی	"	
	تنویرات طیبات	ظہور الحق پھلواروی	ٹونک، عمادیہ پھلواری	
	التنویر فی اسقاط التدبیر		آصفیہ	
	توحیدیہ		ایشیاٹک	
۳۵۹	التوسل فی التفضیل والتوکل	علی المتقی	ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٣٦٠	توضیح در تحقیق مسئلۂ غیبت و غیرت		مدراس	
	(ث)			
	ثمرات الحیات	علی عسکری بن محمد تقی [illegible]	آصفیہ، حبیب، علی گڑھ، سالار، ٣ ایشیاٹک	
	"	محمد ہادی الدین جونکیر	آصفیہ، ایشیاٹک	
	ثمرات مکیہ	محمد رفیع الدین شمس الدین	آصفیہ، ایشیاٹک، محمدی	
	ثمیر	عباس بن شاہ عبد الرحمن سہروردی	سالار	
	(ج)			
	جادۃ العاشقین (ملفوظات حضرت شیخ نوازی)	شرف الدین حسینی	سبحان اللہ	
	جام جہاں نما	سید محیی بن سید کمال الدین	مدراس، آصفیہ، بوہار، ایشیاٹک	
	جام جہاں نما (زبدۃ الدقائق شرح مرآۃ الحق)	محمد محیی الدین بن یوسف عبد النبی ستطاری	خدا بخش، ٹونک، علی گڑھ	
	جامع الاسرار و منبع الانوار		[illegible]	
٣٧٠	جامع الانوار	سید محیی الدین الحسینی	آصفیہ	
	جامع البطنین	محمد اعظم چشتی یکم ذی قعدہ ١١٣٨ھ	حبیب	
	جامع الحقائق	شاہ محمد اورنگ آبادی ١١٢٥ھ		
	جامع السعادات		خدا بخش	
	جامع الشروح (شرح مثنوی)	سراج الرحمن ٹونکی	ٹونک	
	جامع الطرق البرہانیہ بشجرۃ النورانیہ	احمد بن محی الدین	خدا بخش	
	جامع الفوائد، شرح رسالۂ قشیریہ		علی گڑھ	
	جامع المتفرقین		دیوبند	
	جامع محمدی	محمد شاہ بن محمد یوسف	سالار	
	جامع المقامات	ابو البقا ابن خواجہ بہاؤ الدین	آصفیہ	
	الجانب الغربی فی حل مشکلات الشیخ محی الدین ابن عربی	ابو الفتح محمد یحیی	[illegible]، ایشیاٹک، سالار، علی گڑھ	
	جاودان نامہ	افضل الدین محمد کاشی	خدا بخش، ایشیاٹک	
٣٨١	جریدۂ انوار حکمت		آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۳۸۴	جعفریہ	محمد صالح بن محمد باقر قزوینی	رضا	
	جلاء مرآۃ العارفین	محمد صالح قزلبادی	علی گڑھ	
	جمال الصالحین	حسن ابن عبد الرزاق	خدابخش	
	جواب اعتراض شیخ احمد سرہندی		آصفیہ	
	"	شاہ ولی اللہ	"	
	جواب اعتراضات شیخ عبد الحق محدث بر مجدد الف ثانی	شاہ غلام علی	ابوالخیر	
	جواب سوالی	محمد عادل قادری	آزاد	
	جواب مکتوب شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری		خدابخش	
	جوابات سوالہا		ایشیاٹک	
	جوابات مخدوم جہانیاں	رفیع سمرقندی	پیر محمد شاہ	
۳۹۲	جوامع الکلم	علی متقی	ایشیاٹک	
	"	عبد الخالق غجدوانی م ۵۷۵ھ	حبیب	
	جوامع الہدایت	احمد ابو الحسن کالپوی	علی گڑھ	
	جواہر الاسرار	اسرار اللہ	حبیب	
	"	عبد اللطیف بھکری	خدابخش	
	جواہر الاسرار	شاہ چاند قطب عالم	پیر محمد شاہ	
	جواہر الاسرار	فخر الدین حمزہ آذری	خدابخش، رضا، آصفیہ، سبحان اللہ، پیر محمد شاہ، ابوالخیر، ایشیاٹک ۴	
	جواہر الاسرار		دیوبند	
	جواہر الاسرار و زواہر الانوار	کمال الدین حسین خوارزمی	ایشیاٹک، دیوبند	
	جواہر علی	شیخ الہ دیا	ابوالخیر	
	جواہر الانوار	شاہ قمر الدین ابو العلائی	خدابخش، محمودیہ، مفتی، عمادیہ، پیر محمد شاہ	
	الجواہر التمیمیہ	علی متقی عبد اللہ انصاری	مسلم یونیورسٹی، ندوہ، کشمیر، آصفیہ، بھوپال	
	جواہر الحسینی	سید ابراہیم	خدابخش	
۴۰۵	جواہر القرآن		ناصریہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۴۰۶	جواہر الطالبین	علی رضا شاہ	آصفیہ	
	جواہر الطالبین	رضا شاہ	"	
	جوزنیہ	محمد رضا	"	
	(چ)			
	چار پیر و چہاردہ خانوادہ	زین العابدین	خدابخش، آصفیہ، رضا، ٹونک، گنجینہ، دیوبند	
	چراغ دین	سراج الدین حسن جہاں آبادی	آصفیہ، گنجینہ پیر دہلی	
	چشتیہ	محمد رفیع الدین بن شمس الدین	"	
	چشتیہ بہشتیہ = فرزند سید قدسیہ	بہاء الدین چشتی / علاء الدین چشتی	" / علی گڑھ	
	چند مکتوبات سرور غوث پاک		علی گڑھ	
	چہاردہ خانوادہ = نمبر ۴۰۷			
	چہل اسم باری تعالیٰ		آصفیہ	
۴۱۶	چہل مجلس	(ملفوظات علاء الدولہ سمنانی)	ناصریہ، علی گڑھ	
	(ح)			
	حاشیہ اشعۃ اللمعات	عبد الغفور	رضا	
	حاشیہ بدیع الزمان		ناصریہ	
	حاشیہ رسالہ معرفت الخالق والخلق	سلطان محمد حلیبری	سبحان اللہ	
	حاشیہ رسالہ قدسیہ خواجہ محمد پارسا	شیخ جلال الدین	آصفیہ	
	حاشیہ لامعہ علی لیفن اللوامع	محمد بن شیخ فضل اللہ	"	
	حاشیہ نفحات الانس	عبد الغفور لاری / دیدار	عبد الحی، ٹونک، سبحان اللہ، آصفیہ، دیوبند، ناصریہ	
	حاشیہ نفحات		خدابخش، آصفیہ	
	حاصل الحیات	ابو القاسم بن درویش محمد البصری	رضا	
	حالات حضرت شاہ علیم الدین بلخی	شاہ غلام مظفر بلخی	گنجینہ	
	حالات مولانا آسی و مکاتیب شاہ عبد العلیم		پھلواری	
۴۲۷	حالات و کرامات حضرت شاہ صفی صاحب	شاہ فیض اللہ	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۲۸	حب الطالبین	محمود عاقل	عبدیال	
	حبل المتین فی تقویۃ الیقین	عبدالوہاب بن ولی اللہ	آصفیہ	
	حبیب الرازع	حبیب علی شاہ	سالار	
	حبیب الطالبین	حبیب علی شاہ	سالار	
	حجۃ الحق فی دفع اعتراضات شیخ عبدالحق	شیخ محمد (نبیرہ محمد التفتازانی)	ہمدرد	
	حجۃ الذاکرین در طرفداری ذکر جہر	محمد شریف حسینی علوی	آصفیہ، انڈیا آفس	
	حجۃ العارفین	شاہ حیات اللہ منعمی	ہلمیہ، اسلامیہ	
	حجۃ المتین (فی السماع)	محمد حیات بن شیخ صدیق نقشبندی	ہمدرد	
	حجۃ الہند	عمر محرابی	علی گڑھ	
	حدائق الانس	خواجہ گیسو دراز	انڈیا آفس، گیسو دراز	
۲۳۸	حدائق الحقائق فی کشف اسرار الدقائق	ملا مسکین	علی گڑھ	
	حرز السلطان در رسالہ حرز الایمان	حافظ عنایت اللہ اکبر آبادی	رضا ۲	
	حرز الشیطان		ناصریہ	
	حق الخاتم شرح خاتم گیسو دراز	باسط جعفری	حبیب	
	حسن العقیدہ	محمد سالم	فضل الرحمٰن	
	حضرات خمسہ	سید شاہ حسینی	آصفیہ	
	حضرات خمس	حسینی نوشہ توحید بلخی	بلمیہ	
	حقائق الاعمال	محمد اعظم شاہ بن داؤد المجاہد	خدابخش	
	حقائق التوحید		آصفیہ	
	حقائق المعارف	ہاشم	خدابخش	
۲۴۸	حق الیقین ترجمہ مرآۃ العارفین	محمد اللہ یار حسینی	ہمدرد	
	حق الیقین مع شش رسائل دیگر	مرزا ایزد بخش	آصفیہ	
	حق الیقین	محمود شبستری	۳۰ اچی گوٹھ	
۲۵۱	حقیقۃ الاعیان در طریق اشتغال مراقبہ	محمد عبدالرزاق	عبدالحی	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۲۵۲	حقیقت ترابیت سنت	سید حسن رسول نما	علی گڑھ بھیکم	
	حقیقت محمدی		آصفیہ	
	حقیقت المحمدیہ (ترجمہ)	عبدالعزیز	خدا بخش، سالار	
	حکایات اولیاء صالحین		آصفیہ	
	حکایات درباب درویشی	زخمی	عمولت	
	حکم نامہ	بو علی قلندر پانی پتی	رضا، علیگڑھ، ایشیاٹک	
	حل سوالات سرّیات	محمد خلیل اللہ اثنا (اللہ)	آصفیہ	
	حل الشکوک الواردۃ علی وحدۃ الوجود		ایشیاٹک	
	حل مثنوی (شرح مثنوی)	محمد افضل الہ آبادی	ٹونک	
	حل مشکل		ایشیاٹک	
۲۶۲	حل مشکلات فصوص الحکم	سید علی	جامعہ ملیہ، ایشیاٹک، حیدرآباد (متعدد)	
	حل المغلقات		دیوبند	
	حواس خمسہ		آصفیہ	
	حوائیہ	خواجہ عبیداللہ احرار م ۸۹۵	علی گڑھ قدیم	
	حوض الحیات (ترجمہ امرت کنڈ)		خدا بخش، ہمدرد	
	حیات جاوید	حسینی شاہ حقیقت	مدراس	
	حیات القلوب	سید محمود بن محمد الشیبانی	ہمدرد	
	(خ)			
	خاتمہ / خاتمہ آداب المریدین	خواجہ گیسو دراز	ایشیاٹک، رضا، علی گڑھ، آصفیہ، سالار، ٹونک	
	خاصیت حرز یمانی		دیوبند	
	خزاں و بہار	محمد شریف بن شمس الدین محمد	رضا	
	خزانہ جلالی	ابوالفیض بن ضیا عباسی	ایشیاٹک	
	خزانۃ السلوک الفقراء والملوک	ضیاء الدین یوسف	سالار	
	خزینۃ العرفانی	عزیز الدین قادری	حبیب	
۲۷۵	خط ارشاد	حاجی محمد بن حمید شاہ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۴۷۵	خطبۂ کتاب سلسلۃ الذہب	فریدالدین عطار	مدراس	
	خلاصۃ الاخبار		خدابخش	
	خلاصۃ الاخبار فی بیان احوال الاخیار	غیاث الدین محمد بن محمود خوندمیر	جواہر	
	خلاصۃ الاسرار در کشف مشرب شطار	صفی بن جوہر جھنجھانی	مزمل، رضا	
	خلاصۃ الاعمال	پیر محمد لکھنوی	آصفیہ	
	خلاصۃ الالفاظ / جامع العلوم	جلال الدین بخاری / ابوعبداللہ علاء الدین	ایشیاٹک، علی گڑھ، نیشنل میوزیم	
	خلاصۃ الاوراد	شہاب الدین	،،	
	خلاصۃ الترجمان فی تاویل خطبۃ البیان	محمد بن محمود دہدار	خدابخش، سالار	
	خلاصۃ التصانیف	امام غزالی	دیوبند	
	خلاصۃ الجواہر	شیخ شہاب الدین شیخ محمد	سالار	
۴۸۶	خلاصۃ السلوک	ابونصر طاہر بن محمد	آصفیہ، رضا	
	خلاصۃ العارفین		حبیب	
	خلاصۃ تورج العجیبہ		رضا	
	خلاصۃ الفوائد	[خواجہ نور محمد]	قرطاسیہ، اسمبلا، نیدو	
	خلاصۃ القادریہ	ابوالفتح محمد	پھلواری	
	خلاصۃ الکلام فی شرح اسماء العظام	محمد سالم	فضل الرحمٰن	
	خلاصۃ اللطائف الطوائف		سالار	
	خلاصۃ المعارف و اسرار العقائد فی شرح الحقائق	آدم بنوری م ۱۰۵۳ھ	آصفیہ، ٹونک، آزاد، ابوالخیر، رضا، علی گڑھ	
	خلاصۃ المعارف		ناصریہ	
	خلاصۃ المعانی شرح مثنوی	غلام مرتضیٰ الہ آبادی	ٹونک	
	خلاصۃ المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادر	ابومحمد عبداللہ یافعی (مصنف)	مزمل، آصفیہ ۲، علی گڑھ، حبیب، ابوالخیر	
	خلاصۃ نزہت الارواح		آصفیہ	
	خوارق بندہ نواز	عبدالعزیز بن شیر ملک	حبیب	
	خوارق عادتہ	محمد صادق لطیفی قادری	آصفیہ، مدراس، محمدی	
۵۰۰	خوب ترنگ		خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۵۰۹	خیالات نادرہ	شہاب الدین کبیر شطاری	علی گڑھ	
	خیالات عشاق		ایشیاٹک	
	" "	مسعود بیگ	خدابخش، رضا	
	خیر البیان در بیان تعرفات شاہ عبد الرزاق	جلال جھنجھانوی	دیوبند، آصفیہ	
	خیر البیان	میاں روشن بایزید	سالار	
	خیر المسالک	امیر محمد طاہر بن سید غلام جیلانی	ٹونک، ندوہ	
	خیر المقال	محمد الغزالی	عبد السلام	
	(د)			
	دافع الخواطر	محمد عاشق	رضا	
	دافع الملحدین	ابراہیم بن فضل اللہ	ایشیاٹک کلکتہ	
	درایات الاسرار	محمد عاشق الیار جوی	رضا	
۵۱۰	رسالہ در بیان سماع و وجد و غیرہ (باب پنجم)	محمد علی کرمانی	آصفیہ	
	" در بیان طریقہ ذکر و افکار		خدابخش	
	" در بیان عقائد صوفیہ			
	درجات فقر	محمد بن ابو سعید حسینی	جامعہ ملیہ	
	درجات العلیٰ	پیر محمد لکھنوی	ابوالخیر، جواہر عالیہ	
		محمد سالم	ظل الرحمٰن	
	الدرجات المقامات / روضۃ النواظر...		خدابخش	
	دردنامہ	علی بن محمود جاندار	سالار	
	درر المجالس	سیف الظفر نوبہاری	خدابخش، جامعہ، علی گڑھ، صولت، فرنگی محل، سالار	
	دردنامہ اشرف خانی			
	درویش نامہ		لوہارو، ایشیاٹک	
۵۱۱	دریائے معرفت	خان ایرجی	علیہ	

(ر)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۵۴۵	راحت الروح	حیدر علی طبیب	مرحل	
	راحت الارواح و مونس الاشباح	حسن سبزواری	علیگڑھ	
	راحت الانفاس	رفیع الدین بن شمس الدین	آصفیہ	
	راحت القلوب	عبدالغنی بن مبارک سنامی	رضا ، علیگڑھ	
	″ ″	محرم علی ابن محمد علی اصفہانی	رضا آصفیہ	
	راحت الواصلین	محمد واصل	″	
	راز و نیاز	عبداللہ انصاری	عبدالسلام	
	″ ″ مع کشف الغین فی شرح العین	شاہ نیاز احمد	″	
	راہنمائے عقدہ کشا	شیخ جلال	آصفیہ	
۵۵۵	رد منکرین	ملا علی محمد ختن	ایشیاٹک	
	رسالہ	عبدالقادر جیلانی	خدابخش ۲	
	″	محمد باقر لاہوری	سبحان اللہ	
	″	شہاب الدین سہروردی	پھلواری	
	″	نجیب الدین فردوسی	بلخیہ پھلواری	
	″	دارا شکوہ	ہمدرد	
	″	عبداللہ انصاری	جامعہ ملیہ اسلامیہ ادبی کتابخانہ	
	″	بابا عمر امیہ	رضا	مخطوطہ محمود حسنی لاہوری
	″	سید حسین بادشاہ قادری	آصفیہ	
	″	غوث حنیف	دیوبند	
۵۶۵	″	پیر محمد حسن	آصفیہ	
	″	حاتم اصم	علیگڑھ	
	″	حسین نوشہ توحید گنج	پھلواری	
	″	ابوالحسن خرقانی	ایشیاٹک	
۵۶۹	″	شمس الدین علی	پیر دھوڑیا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۵۷۰	رسالہ	محمد رفعت بن عتیق اللہ خاں	״	
	״	ابو سعید مجددی	آصفیہ	
	״	ابو العلا احراری الحسینی	״	
	رسالہ آداب مرید کردن و شجرہ طریقت	—	خدابخش	
	رسالہ آداب السماع	شیخ محمد بن شیخ محمد حسن	آصفیہ	
	رسالہ آئینہ	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	رسالہ آئینہ حیدری در بیان قواعد سلوک	مرزا بیدل	پھلواری	
	رسالہ ابراہیمی	محمد وارث بن نور محمد	سبحان اللہ	
	رسالہ ابو العلاء و اجابات صوفیا	شیخ ابو العلا احراری حسینی	خدابخش	
	رسالہ اثبات الواجب	—	پھلواری	
۵۸۰	رسالہ اجوبہ اسئلہ (کلاں)	شرف الدین احمد منیری	بلخیہ	
	رسالہ ״ ״ (خورد)	״ ״	״	
	رسالہ اجوبہ	״ ״	خدابخش، بلخیہ، مونگیر، پھلواری، ایشیاٹک	
	״ ״		رضا	
	״ ״	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک	
	״ اذکار و اوراد		خدابخش	
	״ ״ بمراقبہ اشغال		آصفیہ ۳	
	״ ״ والمراقبات	شیخ محمد بن شیخ حسن محمد	״	
	״ ارواح العارفین	جمال الدین حسینی	خدابخش	
	״ از گفتار حضرت خواجہ معین الدین سنجری	״	ابو الخیر	
	״ از گفتار گنج شکر		رضا	
۵۹۱	״ استوا		آصفیہ، ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۵۹۲	رسالہ اسرار النکاح	احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا، علیگڑھ	
	″ اسراریہ	نظام الدین عمری	حرم	
	″ اسم اللہ	شاہ سید اسد اللہ	آصفیہ	
	″ ″	—	ایشیاٹک	
	″ اشارات	شرف الدین احمد یحییٰ منیری	خدابخش، پھلواری	
	″ اشغال وغیرہ	—	آصفیہ	
	″ اصطلاحات / مصطلحات صوفیہ	حضرت مخدوم	آصفیہ ۲۱ / ٹونک / آزاد / انڈیا آفس / رشید یونیورسٹی	
	″			
	″ اصطلاحات صوفیہ		علیگڑھ	
	″ الاعتقادیہ الامیریہ	—	سبحان اللہ	
	″ افادۂ عام	—	آصفیہ	
۶۰۲	″ افغانیہ	—	ایشیاٹک	
	″ الہامات	شیخ حسن	صولت	
	″ امام فخر الدین رازی	—	سبحان اللہ	
	″ امامت و خلافت در خانوادۂ صوفیا و احکام بیعت	—	علیگڑھ	
	الرسالۃ الاوابیہ	—	رضا	
	رسالہ ایزد شناخت	شہاب الدین مقتول	عبدالحی، رضا	
	″ بابت تصور شیخ	سر سید احمد خاں	علیگڑھ	
۶۰۹	″ بایزید بسطامی	—	پیر دمرطیا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۶۱۰	رسالہ برزخ و مراقبہ	شاہ عیسیٰ جند اللہ	جواہر، پیر دھڑیا، علیگڑھ	
//	بر مکتوب قاضی نصیر برہان پوری	ملا عبد الحکیم سیالکوٹی	خدابخش	
//	بزدلی	شاہ مدار	عبد السلام	
//	بست رقم	—	رضا	
//	بسم اللہ		آصفیہ	
//	بعض مصطلحات اہل شطار		خدابخش	
//	بعض نکات معنی و اسرار دقت در عالم باطنی	نظام الدین اولیا	علیگڑھ	
//	بکائیہ	شیخ احمد بن جلال الدین	خدابخش، رضا	
//	بندگی	گنج شکر فرید الدین مسعود اجودھنی	سبحان اللہ	
//	بو علی شاہ قلندر	—	خدابخش، جامعہ، پٹنہ یونیورسٹی، آصفیہ، علیگڑھ	
۶۲۰	بہائیہ فی مقامات بہاء الدین نقشبند	ابو القاسم بن محمد	سبحان اللہ	
//	بیعت		آصفیہ	
//	پاس انفاس	محمد رفیع الدین	//	
//	تازیانہ	عبد اللہ شاہ پوری	خدابخش	
//	تبصرہ	نجم الدین کبریٰ	بخیہ	
//	تحفہ / تحفہ	—	آصفیہ، ایشیاٹک	
//	تسویہ / شرح تسویہ	محب اللہ الہ آبادی	خدابخش، علیگڑھ، آصفیہ، جامعہ، پھلواری، رضا	
//	تصور اسم ذات علی الوجود / تصور	—	آصفیہ / پیر دھڑیا	
//	تصور شیخ	—	آصفیہ	
۶۲۹	رسالہ تصوف	(بلا مصنف)	خدابخش[۳۱] جامعہ[۳] / حرملی / آزاد / بوہار / پھلواری / مدراس / ایشیاٹک[۱۳] / بخیہ ۶ / یوپی ارکائیوز[۵] / ملا فیروز ۲ / تحقیقات ۷ / رضا ۹ / آصفیہ ۳۴ / ظل الرحمن ۱۸ / سبحان اللہ ۲ / ٹونک ۱ / علیگڑھ ۱ / ناصریہ / بمقام الحق۔	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٦٣٠	رسالہ تصوف	حسن بصری	خدابخش	
	//	ابوالحسن قادری	آصفیہ	
	//	شمس الحق قادری	ظل الرحمن	
	//	میر احسن اشرف	آصفیہ	
	//	بایزید بسطامی	سالار	
	//	شیخ ابوالحسن خرقانی	//	
	//	خواجہ باقی باللہ	رضا ۲/ [illegible]	
	//	عبدالقاہر	نخبل	
	//	خواجہ دیدار	رضا	
	//	تاج الدین احمد بن عطاء اللہ شاذلی	//	
٦٤٠	//	جلال ہروی	//	
	//	جلال الدین	//	
	//	امیر خسرو	//	
	//	حسام الدین	//	
	//	حسین بن حسن	//	
	//	سید علی ہمدانی	رضا	
	//	عبدالحق محدث دہلوی	آصفیہ	
	//	عبدالرحمن	//	
	//	عبدالرحیم بن صاحب علی گورکھپوری	علیگڑھ	
	//	شیخ عبدالرحیم بن وجیہ الدین	رضا	
٦٥٠	//	// //	آصفیہ	
	//	عبدالعلی	//	
	//	عبدالعلیم نصر اللہ خان	//	
	//	عبدالکریم لاہوری	//	
	//	غلام احمد	//	
٦٥٥	//	فریدالدین گنج شکر	//	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٦٥٦	رسالہ تصوف	فضل اللہ بن محمد جون پوری	آصفیہ	
	// //	کمال الدین (شاگرد جامی)	//	
	// //	کمال الدین صدیقی	//	
	// //	محمد ابراہیم خلیل اللہ	//	
	// //	محمد علی رفعت	فرقانیہ	
	رسالہ تصوف / رسالہ فخر الحسن	محمد فخر الدین	آصفیہ / ابوالخیر	
	رسالہ تصوف	معین الدین چشتی	آصفیہ	
	// //	خواجہ عبید اللہ احرار	رضا	
	// //	نجم الدین عمر نسفی م ۵۳۷ھ	آصفیہ، دیوبند	
	// //	عبد الرحمن جامی	رضا	
٦٦٦	// //	ولی اللہ	ایشیاٹک	
	رسالہ تصوف و شجرات نقشبندیہ و چشتیہ	شاہ غلام علی دہلوی	آصفیہ	
	رسالہ تطبیق النفس و آفاق	عظمت اللہ	علیگڑھ	
	// تعلیمات تصوف	—	خدابخش	
	// تلقینیہ	عبد الرحمن بن ابراہیم / سیالکوٹی	رضا، ٹونک، رضا اسلامیہ	
	// توبہ و ارادت	ابو الحسن خرقانی	آصفیہ	
	// توحید	شرف الدین احمد منیری	پھلواری	
	// توحید / توحید خاص / وجود اول و بدایت آن	حسین نوشہ توحید بلخی	بلخیہ، خدابخش	
	رسالہ توحید	علی اکبر شاہ	آصفیہ	
٦٧٦	// //	محمد چشتی بن حسن محمد	حبیب	
	// //	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	// //	ابراہیم ادہم بلخی		
	// //		صولت	
	// توحید در بیان توحید خالص	حسن بن حسین نوشہ توحید	خدابخش	
٦٨٠	رسالہ جات	عبد الحق محدث دہلوی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۶۷۹	رسالہ جام جہاں نما	شاہ وجیہ الدین	ابوالخیر	
	" "		سبحان اللہ	
	" جام گیتی نما	میر حسین	علیگڑھ	
	" جامیہ	—	"	
	" جونیہ	محمد وفا	رضا اٹک	
	" جواب وسوال	میر ظہور الدین	آصفیہ	
	" جواہر	—	ایشیاٹک	
—	" جواہر الانوار = جواہر الانوار			
	" جودیہ	فریدالدین گنج شکر	خدابخش، رضا	
	" چشتیہ	رفیع الدین	"	
۶۸۹	" حب ایمان	ابوسعید مبارک	عمادیہ	
	" حبس نفس	—	پھلواری	
	" حجر المطر	—	علیگڑھ	
	" حسن بصری	خواجہ حسن البصری	"	
	" حسینیہ	ابراہیم بن ولی اللہ	پیر دمڑیا	
	" حقائق	خواجہ محمد دیدار	حبیب	
	" حقیقت نوری	محمد ابراہیم خلیل اللہ	"	
	" حلیہ جلیلہ	—	ناصریہ	
	" حیدری	حیدر علی شاہ سنبھلی	ٹونک	
	" خانوادہ	سید قطب الدین قادری	آصفیہ ۲	
۶۹۹	" خانوادہ و اذکار و اشغال صوفیہ کرام		"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	مصنف
۷۰۲	رسالہ خانوادہ صوفیہ	—	پٹنہ یونیورسٹی	
"	خانیہ فی اقسام السلوک	سید محمد اشرف	آصفیہ	
"	خلت	شاہ عبد العزیز محدث	دیوبند، آصفیہ	
"	خوارق	خواجہ عبید اللہ احرار	خدا بخش	
"	حضرت خواجہ معین الدین بنام خواجہ قطب الدین دہلوی		خدا بخش، بلیلہ	
"	خوارق قادریہ	خیر الدین محمد الہ آبادی	عبد السلام	
"	خواص المومنین	—	پھلواری	
"	خیالات عشاق	عین القضاۃ ہمدانی	بلیلہ	
"	داؤدیہ	سید علی بن شہاب ہمدانی	رضا	
"	در آداب طاعت	—	حبیب	
۷۱۲ "	در آداب شرائط شیخ و مرید	مرید خواجہ عبید اللہ احرار	رضا	
"	در اثبات وجود	—	رضا، آصفیہ	
"	در احوال خواجہ شمس الدین ترک	—	حلل الرحمن	
"	" " معین الدین چشتی	—	"	
"	" " " " وبختیار کاکی وحمید الدین ناگوری	—	خدا بخش	
	رسالہ در احوال وملفوظات خواجہ باقی باللہ	رشیدی	ابو الخیر	
	رسالہ در اذکار و اشغال	شیخ بہاء الدین	ٹونک	
"	در اذکار قلندریہ	—	ایشیاٹک	
"	در اسرار ارادت	—	رضا	
"	در اشغال تصوف	—	"	
"	در اشغال طریقۂ قادریہ	—	خدا بخش	
۷۲۳ "	" " طریقۂ نقشبندیہ	—	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۴۳۲	رسالہ در الٰہیات	محمد بن محمود دہدار	سالار	
	؍؍ در انفاس	—	علیگڑھ	
	؍؍ در اوراد و وظائف	—	بخیہ	
	؍؍ در ایمان	—	ایشیاٹک	
	؍؍ در ایمان فرعون تائید قول شیخ اکبر	محقق دوانی	پھلواری	
	؍؍ درباب آیۂ یداللہ	سید ابوالحسن قادری	آصفیہ	
	؍؍ درباب اباحت السماع	شیخ محمد چشتی	؍؍	
	؍؍ در ہدایت حالی	شرف الدین احمد منیری	بخیہ	
	؍؍ دربیان ابدال	—	ایشیاٹک	
	؍؍ دربیان اذکار سلوک	محمد امین بن نور محمد گجراتی	حبیب	
۴۳۴	؍؍ دربیان ارواح	خواجہ معین الدین چشتی	؍؍	
	؍؍ دربیان اسرار روح	—	ٹونک	
	؍؍ دربیان اشارات اشعار مثنوی رومی	—	پھلواری	
	؍؍ دربیان بعض اذکار و مراقبات	یعقوب بن حسن کشمیری	رضا	
	؍؍ دربیان بیعت و توبہ و شجرہ منظوم	—	خدابخش	
	؍؍ دربیان تربیت جوگ	خواجہ معین الدین چشتی	علیگڑھ	
	؍؍ دربیان تصوف	نجم الدین عمر نسفی	دیوبند، علیگڑھ	
	؍؍ دربیان توبہ و واردات	سید قطب الدین قادری	آصفیہ	
۱۰	؍؍ دربیان توبہ و اعمال طریقۂ خواجہا	خواجہ ناصر الدین عبداللہ	رضا	
	؍؍ دربیان توحید	خواجہ محمد بن خواجہ محمود شیرازی دہدار	؍؍	
	؍؍ دربیان چہار کلمہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	
۱۰۰۲	؍؍ دربیان حقوق شخص		پھلواری، ابوالخیر	
۴۳۶	؍؍ رسالہ دربیان حقیقت رویا	میرزا حسن بن عبدالحق دہلوی	خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۴۴۷	رسالہ دربیان دہ قاعدہ درویشیہ	سید علی ہمدانی	ٹونک	
	" دربیان ذات و وجود نفس	—	علیگڑھ	
	" دربیان ذکر	شرف الدین احمد منیری	بلخیہ	
	" دربیان سلسلہ خواجگان	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش	رضا
	" دربیان سلسلہ صوفیہ	—	ٹونک	
	" دربیان صلوٰۃ بر رسول از خداوند کریم		آصفیہ[۲]	
	" دربیان طریق سلوک و طریقت	—	حبیب	
	" دربیان طریقہ درویشی		علی گڑھ [؟]	
	" دربیان عشق		پھلواری	
	" دربیان عشق و معشوقیت	صاحبزادہ ابوالاعلیٰ چشتی	"	
۴۵۷	" دربیان مراتب فنا	—	دیوبند	
	" دربیان عقل و عشق	نجم الدین احمد بن عمر خوارزمی	رضا	
	" دربیان عوالم برزخیہ	—	حبیب	
	" دربیان فرائض	عبدالرحمٰن جامی	آصفیہ	
	" دربیان الفقر سواد الوجہ فی الدارین	احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا	
	" دربیان قضا و قدر	مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی	بلخیہ	
	" دربیان مراقبہ	میر سید محمود	خدابخش	
	" دربیان مسالک مخدوم شیخ حسین نوشہ توحید	—	بلخیہ	
	" دربیان و تشریح کلمۂ توحید	محمد واعظ حسنی	خدابخش	
	" دربیان وجود	—	ایشیاٹک	
۴۶۷	" دربیان وحدت	—	ناصریہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۷۶۸	رسالہ در بیان وصول الی اللہ	—	رضا	
	″ در بیان ہشت چیز	—	بلخیہ	
	″ در تاریخ نقشبندیہ	سید علی بن ابراہیم	مدراس	
	″ در تحقیق چہار پیرو چہاردہ خانوادہ	عبدالرحمن چشتی	پھلواری	
	″ در تحقیق روح وجسد	—	علیگڑھ	
	″ ″ سلسلہ فردوسیہ	—	پھلواری	
	″ در تصوف	عبدالحکیم	خدابخش	
	″ در تصوف / رسالہ ابراہیم بلخی	ابراہیم ادہم	ٹونک / علیگڑھ	
	″ در تصوف	عبید اللہ بن محمود شاشی	خدابخش	
	″ ″	شیخ محمد رفیع الدین	حیدرآباد	
۷۷۸	″ ″	سیف الدین قلندر رستی	بلخیہ	
	″ ″	خواجہ خورد	ٹونک	
	″ ″	—	پیر دستگیر یا وقف علی الرحمٰن	
	″ ″	یعقوب چرخی	عمادیہ	
	″ ″	فیض اللہ	رضا	
	″ ″	تاج الدین شرف الدین	″	
	″ ″	ابوالحسن علی بن محمد بن علی الحسینی	″	
	″ ″	ابواللیث سمرقندی	حیدرآباد	
	″ ″	خواجہ اسحاق مغربی	رضا	
	″ ″	عبدالرزاق	مدراس	
۷۸۸	″ ″	نورالدین عبدالرحمٰن کسرقی الخراسانی	رضا	
	″ ″	عزیز بن محمد نسفی	بحوالہ علیگڑھ	
	″ ″	شہاب الدین فضل اللہ	رضا	
	″ ″	شیخ رشید	″	
۷۹۳	″ ″	رضی الدین ابوالعلا علی بن سعید	″	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۷۹۴	رسالہ تصوف	امام غزالی	رضا	
//	//	خواجہ عبداللہ انصاری	//	
//	//	مولانا فضول بغدادی	//	
//	//	مخدوم جہانیاں	سبحان اللہ	
//	//	فضل اللہ	//	
//	//	مفتی شرف الدین رام پوری	ٹونک	
//	// در سلوک	عبدالرحیم وجیہ الدین	حبیب	
//	//	عبداللطیف شاہ	علی گڑھ	
//	//	علی اکبر مودودی	ایشیاٹک	
//	//	عبدالعلی (بحرالعلوم)	مدراس	
۸۰۳ //	//	علی حمزہ	سبحان اللہ	
//	//	عین القضاۃ ہمدانی	پھلواری	
//	//	معین الدین بن شاہ کبیر شطاری	علیگڑھ	
//	//	نجیب الدین سہروردی	نجمیہ	
//	در تصوف (مرغوب القلوب)	—	//	
//	// از اقوال ابن عربی	—	//	
//	در تصوف و رسالہ مقصد اقصیٰ و چند مکتوب یحییٰ منیری		عبدالحی	
//	در توحید	—	ایشیاٹک کلکتہ	
//	در حقائق اسمار عظام	سید لطیف ابن سید صفی بن سید جلال	رضا	
//	در حلت و اباحت سماع	ظہیر الدین کیرانوی (مترجم)	علی گڑھ	
//	در خرقہ پوشانیدن	شاہ ظہور الحق پھلواری	عمادیہ	
۸۱۴ //	در ذکر	—	خدابخش، رضا، ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۸۱۵	رسالہ در ذکر خفی	عبدالرحمٰن جامی	ابوالخیر	
	// در ذکر شیخ بہاؤالدین	یعقوب بن عثمان غزنوی	ناصریہ	
	// در ذکر فردوسیہ	شرف الدین احمد منیری	رضا، پھلواری	
	// در ذکر بیع حاشیہ ملا غلام یحییٰ بہاری	—	بلخیہ	
	// در ذکر وجود	مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی	//	
	// در ذکر وجود اوّل و بدایت آں و بیان معرفت عالم و نہایت آں	// // // //	//	
	// در ذکر وجود مطلق		ایشیاٹک	
	// در سلوک	نورالدین علی بن حسام الدین	رضا	
	// //	شیخ فرید	علیگڑھ	
	// //	امیر ابوالعلیٰ اکبرآبادی	پھلواری	
۸۲۵	// //	عبدالکریم (مرید میاں جیو)	خدابخش، ٹونک	
	// در سماع و غنا	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	پھلواری	
	// در شرح چہل کاف	عبدالحکیم فرنگی محلی	//	
	// در شرح دل و ماہیت آں	فرید مسعود ابوبکر عمر صلاح	آصفیہ	
	// در شرف و بزرگی انسان کامل	شاہ ابو نجیب	رضا	
	// در شروط خلوت و جلوت	یعقوب بن حسن کشمیری	//	
	// در صدق طلب شرط طالبان	شرف الدین احمد منیری	پھلواری	
	// در ضروریات تصوف	—	جواہر	
	// در طریقت	—	خدابخش	
	// در طریقہ بیعت	—	ٹونک	
۸۳۵	// در طریقۂ دوام حضور	خواجہ گیسو دراز	رضا	
	// در عالم امر و عالم خلق	—	//	
	// در عشق	ابوالفتح محمد بن السید یوسف الحسینی	رضا، آصفیہ	
	// //	عبدالجلیل چشتی لکھنوی	رضا	
۸۳۹	// در عقائد مجدد الف ثانی	—	علیگڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۸۴۰	رسالہ در علم درویشی	مظفر شمس بلخی	بلخیہ	
	″ در علم معرفت لا ادری		آصفیہ ۲	
	″ در فضائل اذکار و ادعیہ	خواجہ محمد معصوم بن مجدد الف ثانی	رضا	
	″ در فضیلت حق	سراج احمد سرہندی	″	
	″ در تفضیلت شب معراج	فرید گنج شکر	پھلواری	
	″ در فقر	امام جعفر صادق	خدا بخش	
	″ در فوائد ذکر و قواعد آن	شرف الدین احمد منیری	پھلواری، بلخیہ	
	″ در فوائد سورۂ والتین	جلال الدین تھانیسری	خدا بخش	
	″ در کرامات صوفیہ	—	صولت	
	″ در کیفیت سلوک (ترجمہ)	حسین بن علی تبریزی	خدا بخش	
[illegible]	″ در مباحث احاطہ و معیت	شاہ علیم اللہ	ٹونک	
	″ در بحث عدم و وجود	شاہ ابو نجیب	رضا	
	″ در مراتب نزول و عروج	محمد ولی اللہ قادری	ایشیاٹک، جامعہ	
	″ در مراقبہ و مشاہدہ		ٹونک	
	″ در مسالک صوفیائے کبار		علیگڑھ	
	″ در مصطلحات صوفیہ	فخر الدین ابراہیم بن شہریار	رضا	
	″ در معرفت دنیا	علی متقی	ایشیاٹک	
	″ در معرفت ذات	بو علی قلندر	علیگڑھ	
	″ در معنی الحروف	شاہ وجیہ الدین	ایشیاٹک	
	″ در مقامات سالکان	علاء الدین سمنانی	رضا	
۸۶۰	″ در مناقب شیخ عبد القادر جیلانی	محمد صادق	ابو الخیر	
	″ در نصیحت و تبصرہ	نجم الدین کبریٰ	خدا بخش	
	″ در نماز	—	ایشیاٹک	
۸۶۳	″ در وجد و ادب	خواجہ معین الدین چشتی	دیوبند	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۸۶۴	رسالہ در دو علامۃ از تہجد	عبد اللہ بن عبد الحکیم سیالکوٹی /...	ٹونک، [illegible] پھلواری، حیدرآباد	
"	در وصول الی اللہ (ترجمہ)	نجم الدین کبریٰ	ایشیاٹک، آصفیہ	
"	در وحدت	—	رضا	
"	در وحشی	—	خدا بخش	
"	دفع اعتراضات	شاہ عبد العزیز دہلوی	دیوبند	
"	دقائق در ذکر و اشغال	—	پھلواری	
"	دقیقہ	شاہ عیسیٰ جند اللہ	آصفیہ، رضا، ٹونک	
"	دہ اصل	خواجہ محمد باقی بن قاضی عبد السلام	رضا	
"	الذکر	تاج الدین تاج العارفین	علیگڑھ	
"	ذکر	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدا بخش، رضا	
۸۶۷ "	ذکر الصالحین	سوانحی	آصفیہ	
"	ذکریہ	سید علی ہمدانی	رضا، علیگڑھ، کشمیر	
"	ذوقیات	خواجہ محمد بن خواجہ محمود شیرازی (دہلی)	خدا بخش، رضا، علیگڑھ	
"	راز	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
"	رزاقیہ	محمدی شاہ بریلوی	عبد الحی	
"	رشیدیہ		عمادیہ	
"	رموزات	دارا شکوہ /...	ایشیاٹک، پیرس، برٹش، ٹونک	
"	رموز الواصلین		آصفیہ	
"	روح	سلطان سید عبد الرحمن /...	آصفیہ، پیرس، برٹش	
"	"	محمد بن سلیمان البغدادی	خدا بخش	
"	روضۃ الذاکرین	—	آصفیہ	
"	رؤف احمد	رؤف احمد	"	
۸۶۸ "	رویت برزخ	—	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۸۸۷	رسالہ زبدۃ الواصلین	—	پھلواری	
〃	سلسلۃ الالفت	محمد محسن ابن مرتضیٰ کاشی	رضا	
〃	سلطانیہ	بہاء الدین ابراہیم	ایشیاٹک	
〃	سلوک حضرات نقشبندیہ	شرف الدین محمد بن یحییٰ نقشبندی	آصفیہ	
〃	سلوک	شرف الدین احمد منیری	پیر دہ مریا، سہارنپور	
〃	〃	—	خدا بخش، پیر دہ مریا، پھلواری	
〃	سلوک قادریہ	محمد رفیع الدین ابن محمد شمس الدین	آصفیہ ۲	
〃	سماع	جمال الدین	برلن، ٹونک	
〃	〃	ابو عبد اللہ شجاع الدین	جواہر	
〃	سماعیہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	ہمدرد، علیگڑھ	
۸۹۷	الرسالۃ السنیۃ الشریفۃ فی کشف اسم الجمیعہ	خواجہ محمد باقی باللہ بن قاضی عبد السلام	رضا	
	رسالہ سواطع	عبد الرحمن جامی	آصفیہ	
〃	سوال و جواب	فقیر پیران	مدراس، پھلواری	
〃	〃 〃	مولا بخش علی احمد	پیر دہ مریا	
〃	〃 〃	—	آصفیہ، ایشیاٹک، پیر دہ مریا، پھلواری	
〃	〃 〃	شاہ مدار	پیر دہ مریا	
〃	〃 〃 اعرابی و سلطان	بایزید بسطامی	آصفیہ	
〃	سوانح	—	ملا فیروز	
〃	سیر مقامات	عبد الجلیل چشتی لکھنوی	رضا، سبحان اللہ، آصفیہ ۲	
〃	شارق المعرفت	ابو الفضل ناگوری	〃	
〃	شاہ اشرف	شاہ اشرف نقشبندی	مدراس	
〃	شاہ باقی باللہ	—	ایشیاٹک، ٹونک	
〃	شاہ کریم اللہ قادری	—	فضل الرحمن	
۹۱۰ 〃	شاہد	محمود شبستری	بوہار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۹۱۱	رسالہ شاہ رفیع الدین دہلوی	—	علیگڑھ	
	" شاہ عالم محبوب عالم	—	آصفیہ	
	" شاہ عبد العزیز دہلوی	—	علیگڑھ	
	" شاہ غلام علی		ظل الرحمٰن	
	" شاہ محمد خاموش و رسالہ حضرت گیسو دراز	شاہ محمد خاموش	آصفیہ	
	" شرح حضرات خمس	حسین نوشہ توحید بلخی	"	
	" شرح کنت کنزاً مخفیاً	—	علیگڑھ	
	الرسالۃ الشریفۃ من مقالات خواجہ ابو الوفا	خواجہ ابو الوفا خوارزمی صوفی	رضا	
	رسالہ شطاریہ	بہاء الدین بن ابراہیم انصاری	رضا، علیگڑھ، عبد الحی، ایشیاٹک، آصفیہ (تعدد)، اسلام آباد رشیدیہ، عموی	
	رسالہ شغل و سلوک نقشبندی	خیر الدین نقشبندی	علیگڑھ	
۹۲۱	رسالۃ الشواہد	شاہ عبد اللہ بن سید عبد اللطیف	رضا	
	رسالہ شواہد التجدید	—	ابو الخیر	
	رسالہ شہاب الدین دولت آبادی	—	آصفیہ	
	" شہود	فرید الدین عطار	خدا بخش ۲	
	رسالۃ الشہودیہ	صادق محمد فتح اللہ	ابو الخیر	
	الرسالۃ "	شرف الدین علی المنیروی	رضا	
	" "	—	تحقیقات	
	رسالہ شیخ ابو الحسن خرقانی	ابو الحسن خرقانی	آصفیہ	
	" شیخ بجہ لہائی	—	بجنیہ	
۹۳۰	" " عبد الرزاق کاشی	عبد الرزاق کاشی	آصفیہ	

سنہ تصنیف	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۹۳۱	رسالہ شیخ عبدالوہاب	عبدالوہاب نوری	دیوبند	
	رسالہ صمدیہ	عبدالقادر جیلانی	پھلواری، الخیر	
	رسالہ ظاہریہ	امیر ابوالقاسم	ابوالخیر	
	رسالہ صوفی حمید الدین ناگوری	صوفی حمید الدین ناگوری	پھلواری	
	رسالہ صوفیہ شطاریہ	امین الدین بن سراج الدین صوفی	خدابخش	
	رسالہ طریقہ نقشبندیہ		علی گڑھ	
	رسالہ طریقہ دعوت	عبدالرزاق کاشی	آصفیہ	
	رسالہ عارف		ابوالخیر	
	رسالہ عالم صغیر و کبیر		جواہر	
	رسالہ عبدالغفور لاری	عبدالغفور لاری	آصفیہ	
۹۳۱	رسالہ عزیزان علی رامیتنی		ابوالخیر	
	رسالہ عشق حقیقی	گیسو دراز	آصفیہ	
	رسالہ عشقیہ		خدابخش	
	رسالہ عشقیہ = دریائے معرفت	شیخ عثمان بیگ	خدابخش، جامعہ، پیر محمد شاہ	
	رسالہ عشقیہ / عشقیہ / حیات العشاق	حمید الدین ناگوری	نیشنل، آصفیہ، جامعہ، فرقانیہ، قادریہ، رضا، علی گڑھ، دیوبند، جواہر، ایشیاٹک، ٹونک، سالار، ندوہ	
	رسالہ عرفی	افضل الدین کاشی	ایشیاٹک	
	رسالہ عقائد صوفیہ	شاہ بابا شیخ محمد شاہ حبیبی ۱۔	آصفیہ، دیوبند، محمدی	
	رسالہ عقائد صوفیہ	محمد بن محمود دہدار	سالار	
	رسالہ عقبات	السید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	رسالہ عقلیہ	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	رسالہ عقیدہ صوفیہ در وحدۃ الوجود		پھلواری	
۹۵۳	رسالہ علم سلوک و اذکار	عبدالجلیل بن صدر الدین الہ آبادی	جواہر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۹۵۳	رسالہ علم الیقین عین الیقین حق الیقین	خواجہ محمد باقی بن قاضی عبدالسلام سمرقندی	رضا	
	رسالہ علی ہمدانی	سید شہاب الدین علی	الیشیاٹک	
	رسالہ خاتمۃ الامکان = ص ۱۷	شمس الدین محمد شاہ عوفی	ناصریہ	
	رسالہ غوثیہ	میاں ملوک شاہ قادری	خدابخش، رضا	
	رسالہ غوثیہ (ترجمہ)		خدابخش، الیشیاٹک، انجمن، ٹونک	
	رسالہ غوثیہ مع شرح		آصفیہ	
	رسالہ فاتح البرکات = فاتح البرکات			
	رسالہ الفتح		آصفیہ	
	رسالہ فتوحیہ	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	رسالہ فردیہ شرح صمدیہ	جعفر محمد بن مبارک قادری	انجمن	
۹۶۳	رسالہ فرید الدین گنج شکر		خدابخش	
	رسالہ فضل اللہ بن محمد	فضل اللہ بن محمد	آصفیہ	
	رسالہ فقرنامہ		رضا، ٹونک	
	رسالہ فقریہ	سید علی ہمدانی	ر	
	رسالہ فنا	محمد بن ابو سعید حسینی	جامعہ	
	رسالہ فنا و بقا و وصول الی اللہ / در بیان مراتب فنا و بقا / مراتب فنا و وصول الی اللہ	ابو العلی اکبر آبادی	انجمن، صفی، ابو تراب سالارجنگ، خدابخش، الیشیاٹک، رضا	
	رسالہ فنا فی اللہ	محمد اکرام	علی گڑھ	
	رسالہ فوائد اسحاق مغربی		انجمن	
	رسالہ فی اقسام اشراک	سید محمد اشرف	آصفیہ	
	رسالہ فی التصوف و العقائد	جامی	خدابخش	
۹۷۳	رسالہ فی التصوف	فرید الدین عطار	خدابخش ۲	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۹۷۳	رسالہ فی وحدت الوجود	اسحٰق بن علی المستقی	خدابخش	
	رسالہ فی ذکر وغیرہ	محمد بن قطب الدین اوالیا	حبیب گنج	
	رسالہ قادریہ	عبدالقادر جیلانی ؒ	آصفیہ / گیا	
	رسالہ قدسیہ		علی گڑھ	
	رسالہ قدسیہ	عبدالقدوس گنگوہی	جامعہ	
	رسالہ فی طریقۃ النقشبندیہ	عبدالرحمٰن جامی	مدراس	
	رسالہ قضا و قدر	محمد علی	سبحان اللہ	
	رسالہ قطب جمال ہانسوی	جمال الدین ہانسوی	جامعہ	
	رسالہ قطب عالم	برہان الدین گجراتی	حبیب	
	رسالہ قطبیہ	خواجہ معین الدین چشتی	ابوالخیر	
۹۸۳	" "	محمد شریف عباسی	خدابخش	
	رسالہ قل و دل	میر عظمت اللہ بلگرامی	آصفیہ	
	رسالہ قوت القلوب فی بیان السلوک المحبوب (ترجمہ)	سید نصیر الدین	ابوالخیر	
	رسالہ کشف اسمی شرح اسمائے حسنیٰ		پھلواری	
	رسالہ کشف حقائق در بیان توحید	ابو الفتح علی قریشی	آصفیہ	
	رسالہ کشف النکات	رضا ابن محمد کاظم	"	
	رسالہ کلمات		دیوبند	
—	رسالہ کلمات اسرار و رقعات میر ابو العلی	عظمت اللہ بیخبر		
	رسالہ کلمات خواجہ محمد پارسا		ابوالخیر	
	رسالہ کلام حق موسوم بہ چند کلمہ		دیوبند	
	رسالہ کنز رموز		علیگڑھ، آصفیہ	
	رسالہ کیمیائے ذات	شاہ راجو	آصفیہ	
	رسالہ گفتار	خواجہ عبداللہ انصاری	علی گڑھ	
	رسالہ گفتار فرید الدین گنج شکر		آصفیہ	
۹۹۸	رسالہ گل نوروز	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۹۹۹	رسالہ حضرت گیسو دراز	خواجہ گیسو دراز		
	رسالہ لمعات	شیخ عراقی	آصفیہ، سبحان اللہ	
	رسالہ مبدا و معاد	السید مبارک	خدابخش، پیرس، برٹش ۲	
	رسالہ مبداء و معاد	مجدد الف ثانی	رضا، طاقیروز، محمودی، پیرس	
	رسالہ متعلق سماع		بمبئی	
	رسالہ مجددیہ	رؤف احمد	آصفیہ	
	رسالہ محلکہ	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک	
	رسالہ محبوب الصمد لقیقی		سبحان اللہ	
	رسالہ محبوبیہ	خواجہ محمد پارسا	خدابخش، علیگڑھ، رضا	
	رسالہ محققین (انتخاب)	سید شاہ برکت اللہ مارہروی	جواہر	
۱۰۰۹	رسالہ محمد غوث	محمد غوث الہ آبادی	عزیزی	
	رسالہ مختصر مجمع البحرین فی سلوک الطریقین	غلام اولیاء فصیح الدین	علی گڑھ	
	رسالہ مخبر الواصلین	محمد فاضل ابن سید احمد محمد عبد اللہ	پٹنہ یونیورسٹی	
	رسالہ مخدوم آموی	مخدوم آموی	خدابخش	
	رسالہ مخدوم ساری	مخدوم ساری	آصفیہ	
	رسالہ مراتب ستہ	عبد الواحد الحکیم	آصفیہ	
	رسالہ 〃 〃 نزولیہ	شیخ مبارک	عماد	
	رسالہ مراتب الوصول	شاہ رؤف احمد	ابوالخیر	
	رسالہ مراقبہ		آصفیہ	
	رسالہ مرتبۃ الوحدیت		ابوالخیر	
۱۰۱۹	رسالہ مرقع		دیوبند	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۰۲۱۸	رسالہ مسترشد	حکیم شاہ فرحت اللہ	منیری	
	رسالۃ المسعودی	منصور طبانی	ایشیاٹک	
	رسالہ مسکین شاہ	مسکین شاہ	آصفیہ	
	رسالہ مشتمل بر مراقبہ		بانکی پور	
	رسالہ مشتمل بر مواعظ سلوک	امام غزالی	ٹونک	
	رسالہ مشتمل بر ہدایت و طریقت	شیخ حسین معتز تمی	بانکی پور	
	رسالہ مشکل و حل مشکل	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک	رضا، کشمیر، اسلام آباد
	رسالہ مشتمل بر مراقبہ و طریقہ بر زخ		بانکی پور	
	رسالہ مصباح العاشقین در کتاب قلندریہ	عبدالرحمٰن گجندوی	پھلواری	
	رسالہ مظاہر الوجود ؟	محمد شفیع اللہ بن سید شاہ ابوالحسن	آصفیہ	
۱۰۲۳۰	رسالہ مظہر الاسرار	شاہ فرحت اللہ (محسن دوست)	خدا بخش، بانکی پور	
	رسالہ معرفۃ الدنیا	علی متقی	عبدالسلام (علیگڑھ)	
	رسالہ معرفت کسب نفس	خواجہ معین الدین چشتی	ایشیاٹک	
	رسالہ معرفت لا ادری		آصفیہ ۲	
	رسالہ معرفۃ النفس و معرفۃ الرب		آصفیہ	
	رسالہ معرفت نفس		"	
	رسالہ مطلوبات اسرار القلوب و مخصوصات انوار الغیوب		سبحان اللہ	
	رسالہ مغز المعانی		خدا بخش	
	رسالہ مفتاح طلسم القلوب و الارواح	مولانا علی اکرم	پھلواری	
	رسالہ مکاتیب	عبدالحق محدث دہلوی	خدا بخش ۲	
	رسالہ مکالمہ روح و عشق و عقل	نعمت خان عالی	خدا بخش	
	رسالہ مکیہ	شرف الدین احمد منیری	بانکی پور، پھلواری	
	رسالہ مکیہ	قطب الدین دمشقی	دیوبند، پھلواری	
	رسالہ ملفوظات مخدوم بہاری		خدا بخش	
۱۰۲۴۴	رسالہ مناقب زندہ از دنیا	عبدالوہاب بن شیخ احمد صدیقی	خدا بخش ۳	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۰۴۵	رسالہ مناجیہ	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک، رضا، اسلام پور	
	رسالہ موجز در وجود	فرید گنج شکر	آصفیہ	
	رسالہ مشارب الاذواق	علی بن شہاب ہمدانی	ٹونک	
	رسالہ میر ابوالعلی	امیر ابوالعلا	خدابخش	
	رسالہ نازو نیاز	جامی	؍؍	
	رسالہ ناظر المحققین سراج الواصلین	جعفر محمد قادری	بلخیہ	
	رسالہ ناطقہ	شیخ ابواسحاق بن حسین ترک لاہوری	رضا، علیگڑھ	
	رسالہ نامحو	خواجہ عبداللہ انصاری	جامعہ	
	رسالہ ناطق مشتمل بر ہدایت طریقہ شیخ حسین معز بلخی		بلخیہ	
	رسالہ نجات التعلیہ		خدابخش	
۱۰۵۵	رسالہ نجم الدین کبریٰ	نجم الدین کبریٰ	آصفیہ	
	رسالہ نزول و عروج		ایشیاٹک	
	رسالہ نسبیہ		علی گڑھ	
	رسالہ نفسیہ	سید علی ہمدانی	رضا	
	رسالہ نفائس السلوک (انتخاب)	ماہیر ابوالخیر	خدابخش	
	رسالہ نقشبندیہ	احمد بن عبدالاحد فاروقی	آصفیہ، مدراس، ٹونک	
	رسالہ نوربخش	نوربخش	آصفیہ	
	رسالہ نوریہ	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر	
	رسالہ واردات	؍؍	رضا، ٹونک، کشمیر، اسلام پور	
	الرسالۃ الوالدیہ	خواجہ عبید اللہ احرار	رضا، علیگڑھ، ایشیاٹک، ادبیات فارسی	
	رسالۃ الوجود	سید ابوالقاسم الراشدی	آصفیہ	
۱۰۶۶	رسالہ وجود	شیخ محب اللہ	آصفیہ ۲	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
١٠٧٦	رسالۂ وجودیہ عاشقین		پھلواری، آصفیہ	
	رسالۂ وجود مطلق	محب اللہ الہ آبادی	پھلواری	
	رسالۂ وجودیہ	خواجہ معین الدین چشتی	آصفیہ، علی گڑھ	
	رسالۂ وجودیہ / کرامات وجودیہ	فرید الدین گنج شکر	خدا بخش، مزمل	
	رسالۂ وجودیہ	فرید الدین عطار	آصفیہ، عبدالسلام، دیوبند، فضل الرحمٰن	
	" "	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر، اسلام پور	
	" "	احمد بن جلال الدین کاشانی	" ، علی گڑھ	
	" "	نظام الدین اولیاء	مدراس، ٹونک	
	" "	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	" "		پیر دھڑیا	
١٠٧٧	" "	سید صفی اللہ	علیگڑھ، صولت، ٹونک، آصفیہ، پیر دھڑیا ٢	
	" "	شاہ برہان الدین قادری	آصفیہ، انجمن	
	" "	عبدالجلیل	پیر دھڑیا	
	رسالۂ وجودیہ جیخ گفتار [?]	شاہ ملا	پیر دھڑیا	
	رسالۂ وحدت	نظام الدین تھانیسری	جواہر	
	رسالۂ وحدۃ الوجود	شیخ فرید الدین عطار	آصفیہ	
	" "	عبدالفتاح الحسینی المشرقی	خدا بخش	
	" "	شاہ رفیع الدین	دیوبند	
	" "	محمد حسن	نیشنل	
	" "	ملا صدرا	علیگڑھ، آصفیہ، جامعہ	
١٠٨٧	رسالۂ وحدت الوجود فی مراتب ستہ		آصفیہ	
	رسالۂ وحدت در کثرت	خواجہ معین الدین چشتی	پیر دھڑیا	
	رسالۂ وصل حق	عبدالقادر جیلانی	اسٹیٹ آرکائیوز الہ آباد، پیر دھڑیا	
	رسالۂ وصول	خوب محمد م ١٠٢٣ھ	علی گڑھ	
١٠٩١	رسالۂ وصول الی اللہ	شیخ شرف الدین احمد منیری / تلخیص الغنیہ برہان الدین الطاوی م ١٢٣٥ھ	بلخیہ ٣، ابوالعلائیہ، پیر دھڑیا، علیگڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۰۹۲	رسالہ وصول الی اللہ	بہاء الدین نقشبند	پیر محمد شاہ	
	رسالہ وصیت	احمد بن جلال الدین کاشانی	رضا	
	رسالہ وصیت نامہ	برہان الدین راز الٰہی	آصفیہ	
	رسالۃ الوصیۃ	عبدالحق محدث دہلوی	رضا	
	رسالہ وظائف نوافل	شرف الدین احمد منیری	پھلواری	
	رسالۃ الولد سر ابیہ	احمد بن جلال الدین	رضا	
	رسالہ حضرت شاہ بوعلی قلندر		آصفیہ	
	رسالہ ہشت زکی		پیر محمد شاہ	
	رسالہ ہفت شغل		رضا	
	رسالہ ہمدانیہ امیریہ	سید علی ہمدانی	رضا	
۱۱۰۲	رسائل اہل تصوف		فیروز	
	رسائل برزخ و اذکار و نسب نامہ وغیرہ		آصفیہ	
	رسائل تصوف	میر ظہور الدین محمد کریم اللہ حسینی	؍؍	
	؍؍	خواجہ عبداللہ انصاری	؍؍	
	؍؍	خواجہ باقی باللہ	سالار	
	رسائل سبعہ در بیان چہار پیر و چہاردہ خانوادہ		دیوبند	
	رسائل سلوک / رسائل گیسودراز / مجموعہ	خواجہ گیسودراز	آصفیہ، ایشیاٹک، آصفیہ	
	رسائل سماع	مکتوب بر خواجہ عبداللہ احراری	آصفیہ	
	رسائل شاہ رفیع الدین	رفیع الدین	آصفیہ	
	رسائل شاہ غلام علی	شاہ غلام علی	دیوبند	
۱۱۱۲	رسائل طریقہ نقشبندیہ		آصفیہ	
	رسائل عبداللہ انصاری	خواجہ عبداللہ انصاری	دیوبند	
	رسائل عبداللہ خویشگی	عبداللہ خویشگی قصوری	ایشیاٹک	
	رسائل عزیز نسفی	عزیز نسفی	؍؍ علی گڑھ	
۱۱۱۶	رسائل و ملفوظات خواجگان چشت		دیوبند	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۱۷	رسائل و ملفوظات خواجگان چشت	قطب الدین بختیار کاکی	دیوبند	
	رسائل محمد چشتی	ابو صالح محمد	،، علی گڑھ	
	رسائل نعمت اللہ ولی	نعمت اللہ ولی	ایشیاٹک ۲	
	رسائل در جامع		سالار ۵۱	
	رسائل و رسائل تصوف وغیرہ	محمد رفیع الدین	آصفیہ ۳	
	رسائل و مکاتیب در سلوک	عبدالحق محدث دہلوی	خدابخش	
	رشحات جامی	عبدالرحمن جامی	علی گڑھ خدابخش پھلواری	
	رشحات	عبدالخالق غجدوانی	جواہر	
	رشد نامہ	عبدالقدوس بن اسمٰعیل گنگوہی	علیگڑھ ٹونک	
	رفیع الدرجات و اذکار صوفیہ		آصفیہ	
۱۱۲۴	رفیق العارفین	فرید بن سالار محمد عراقی	پھلواری	
	،، ،،	،، ،،	آصفیہ	
	رشد المجالس	عزیز اللہ		
	رقعات بایزید بسطامی		سالار	
	رقعات حضرت میاں جیو	شہاب الدین	جمال	
	رقعات خواجہ باقی باللہ		ابوالخیر	
	رقعات شاہ پیر محمد سلونی		علی گڑھ	
	رقعات مولانا فخر الدین		آصفیہ، علی گڑھ	
	رقعات یحییٰ منیری		،،	
	رمز العشق		آصفیہ، مزمل	
	رموزات	عبدالجلیل لکھنوی	علیگڑھ، رضا، ایشیاٹک، پیرو مرشد	
	،،	خواجہ باقی باللہ	رضا	
	،،		ابو یار سبحان اللہ	
۱۱۳۰	رموزات جہاد و منزل	عبدالجلیل ولی	مزمل	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۳۱	رموز اشراقیین		پیرس، برٹش، انڈیا آفس	
	رموز الرسالت	ابوالفیض میر محمد قاسم	ٹونک	
	رموز العارفین	سلطان صلابت خاں	حبیب	
	رموز عاشقانہ	قربان علی شاہ	آصفیہ	
	رموز الفقراء	محمد ظاہر علی قادری	مدراس	
	رموز الواصلین	محی الدین علام	آصفیہ	
	روائح		علی گڑھ	
	روائح (شرح لوائح)	محمد شریف الدین	رضا	
	روائح (عشق نامہ)	مسعود بیگ	علی گڑھ	
	روایات شمس الدین		خدا بخش	
۱۱۵۱	روح روح فی معرفۃ القلوب	شرف الدین تبلی	علی گڑھ	
	روضات		رضا	
	؍؍	عبدالحق محدث دہلوی	جواہر	
	روضۃ الاقطاب	صدیق علی	عبدالسلام	
	روضۃ الذاکرین		آصفیہ	
	روضۃ الریاحین فی حکایات الصالحین		آصفیہ	الہ آباد
	روضۃ السالکین (ملفوظات عبدالخالق غجدوانی)	علی بن محمود	حبیب	
	روضۃ العارفین: الحق الیقین		پشاور یونیورسٹی، رضا	
	روضۃ القلوب		رضا	
	روضۃ القیومیہ	شیخ احسن نبیرہ مجدد الف ثانی	جواہر	
	روضۃ العارف	ناصر علی	آصفیہ	
	رویت خدا و ذکر کریم		ایشیاٹک	
	ریاض الاولیاء	بختاور خاں	ٹونک	
	ریاض السالکین فی شرح صحیفۃ زین العابدین	احمد بن نظام الدین	پھلواری	
۱۱۶۵	ریاض الصالحین	محمد بن شیخ محمد زنجانی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۲۹۹	ریاض العارفین	سید عبد القادر	ابوالخیر	
	ریاض العاشقین	شاہ ریاض الدین محمد صدیقی	علی گڑھ	
	ریاض عباسی شرح پنجہات	نجم الدین بن عباس العباسی	آصفیہ	
	ریاض القدس	شیخ نصیر الدین	جامعہ ملیہ	
	(ز)			
	زاد آخرت	محب اللہ (سرشتہ دینی)	ٹونک	
	زاد الآخرہ	محمد وحید الحق پھلواروی	رحمانیہ	
	زاد الآخرہ (تذکرہ صوفیا)		علیگڑھ	
	زاد السالک	محمد بن مرتضیٰ المحسن الکاشانی	رضا	
	زاد الفقراء	شمس الدین محمد شریف	عبد السلام	
	زاد الطالبین	محمد مخدوم قادری	ایشیاٹک، مدراس	
۱۱۷۴	زاد الفقرا	نور الحق قادری	آصفیہ	
	زاد الفقرا (ملفوظ محمد غوث)	محمد غوث قادری	"	
	زاد المسافرین			
	"	علی محمد و مولانا بنی اسرائیل	بھوپالی	
	"	صالح	آصفیہ	
	"		آصفیہ، ملا فیروز	
۱۱۳۲	زاد المتقین	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	آصفیہ، ٹونک، صولت	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۸۳	زاد الموحدین	شاہ راجو بن سیف اللہ	سالار جنگ	
	زبدۃ الاسرار	مولانا محمود دہدار	آصفیہ	
	زبدۃ الحقائق	عزیز نسفی	رضا	
	زبدۃ السالکین	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدا بخش	
	زبدۃ الخافقین	میر حسن	״	
	زبدۃ العارفین ترجمہ مرآۃ العارفین	غلام احمد	״	
۱۱..	زبدۃ الغرائب	سید محمد رضا اصفہانی	ذخیرہ سبحان گلشن علیگڑھ	
		عمر سہروردی		

(س)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
	سبحات دلیضاعت تحریر	عبدالقادر فخری کا	آصفیہ، سالار جنگ	
	سبیل الرشاد الی الجنۃ والوداد	محمد عاشق پھلتی	ٹونک، ابوالخیر، حبیب، رضا	
	سبیل الرشاد	شاہ ظہور الحق	عمادیہ	
۱۱۹۳	سبیل المحققین		آصفیہ	
	سبیل الوصول	سید ہاشمی	״	
	سراج السالکین		״	
۱۱۹۶	״ ״	سراج الدین دہلوی	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۱۹۷	سراج الطارقین		رضا	
	سراج العشق	علی صاحب ابن شاہ بابا	آصفیہ	
	سراج القلوب	ابو نصر بن اسعد بن محمد القطان	خدابخش	
	سراج القلوب	نور محمد	بیرو ٹریا	
	سراج المنیر	محمد شریف الدین محمد کاشف	دیوبند، رضا ۲	
	"		بیرو ٹریا	
	سراج ہدایت	سراج الدین ابن بہاء الدین شاہ جہاں پوری	رضا ۴، آصفیہ	
	سر الاسرار	لطف اللہ	دیوبند	
	" "	غلام النظام	"	
	سر الانسانیۃ		بیرو ٹریا	
۱۲۰۷	سربال البال لذوی الحال	علاء الدولہ سمنانی	دیوبند	
	سر الخلافۃ	شیخ فخر الدین ابو بکر بن عبد اللہ العلاری	آصفیہ	
	سر رشتۂ دولت (طریقۂ بزرگان خواجہ بہاء الدین نقشبند)	عبد الرحمن جامی	نجیبیہ، ٹونک	
	اسرار الظاہرہ فی معرفۃ ترقی الاکابر	محمد عثمان بن محمد ابو بکر (میرغنی)	ہمدرد	
	سر قضا و قدر در نحو و حشر	محسن بن حسین قمی	خدابخش	
	سعید نامہ	سعید بن ابی بکر	ایشیاٹک	
	سفینۂ حضرت عبید اللہ متوفی ۱۱۹۳ھ	فضل حسن رضا سنبھلی	نجیبیہ	
۱۲۱۵	سفینہ فی المصطلحات الصوفیہ	نور الحق بن عبد الحق دہلوی	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۳۱۶	سفینۃ النجاۃ	محمد انعام الشقین بن ابی اللہؒ	پھلواری	
	ساقی نامہ	بابا عمر امیہ	رضا	
	سلوک العاشقین	محمد بن محمد	آصفیہ	
	سلسلۂ خواجگان نقشبندیہ	محمد بن حسین عبد اللہ قزوینی	"	
	سلسلۃ الذہب		علی گڑھ، آصفیہ	
	سلسلۂ شاہ غلام علی	شاہ غلام علی	آصفیہ	
	سلسلۃ العارفین سلسلۃ الصادقین	محمد بن برہان الدین القاضی نقشبندی	" علی گڑھ سبحان اللہ	
	سلسلۂ مشائخ چشتیہ			
	سلک جواہر	احمد کلیمی	بنگال ایشیاٹک	(شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے خطوط)
	سلک الجواہر	سید عبد الرزاق بن تاج الدین	سالار	
۱۳۲۹	سلک السلوک		پھلواری [illegible]	
	سلوک حقیقی	شاہ مصطفیٰ قادری	آصفیہ	
	سلوک العارفین	عبد الحق محدث دہلوی	ٹونک، رضا	
	سلوک نقشبندیہ	محمد رفیع الدین نقشبندی	آصفیہ	
	سند طریقت آداب بیعت	میر جعفر محمد حسینی	انجمن	
	سلوات التقیا	بدر الدین سرہندی	دیوبند	
	سواد الوجہ	احمد بن علاء الدین کاشانی	خدابخش	
	سوالات و جوابات		رضا	
	سوالات دارا شکوہ و جوابات		سالار	
	سوال و جواب	قطب العالم	علی گڑھ	
۱۳۳۶	سوال و جواب شیخ عبد الجلیل در رسالت عبد الجلیل الہ آبادی		[illegible]	
	سوال و جواب موسیٰ از خداوند تعالیٰ		آصفیہ	
	سوانح صوفیہ (شرح رسالہ غوثیہ)	بہلول صوفی شطاری	رضا	
	سیراب النفس (تذکرۃ الاولیا جلد دوم)		ٹونک	
۱۳۴۰	سیر السالکین	مرزا آقا عبد الصمد	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۳۲۱	سیر محمدی / سیر محمدی فی احوال حضرت شاہ گیسو دراز	محمد علی سامانی / محمد علی شاہ	حبیب، آصفیہ	
	(ش)			
	شوارق المعرفت	ابو الفضل	آصفیہ	
	شاہد نامہ	بابا عمر اسید بن الضمیر	رضا	
	شواہد الوجود		سالار ۳	
	شاہزدہ شجرات		ابو الخیر	
	شجرات حافظ محمد ناصر بہادر		فضل الرحمٰن	
	شجرات قادریہ		دیوبند	
	شجرات قادریہ چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و مداریہ	عظیم الدین	آصفیہ	
	شجرۂ ابو العلائی نقشبندی کا	علیم الدین بلخی	ابو الخیر	
	شجرۃ الانوار نقریہ	رحیم بخش	حبیب	
۱۳۵۱	شجرۃ الاولیا		پٹنہ یونیورسٹی	
	شجرہ بہار فیض مطلوب (شجرۂ نقشبندیہ)	سعد اللہ غازی پوری	علی گڑھ، دیوبند	
	شجرۂ پیران اولیا چہاردہ خانوادہ			
	شجرۂ پیران چشت	علیم اللہ حسنی	حبیب	
	شجرہ سید شاہ محمد ابو سعید حسنی حسینی		پٹنہ یونیورسٹی	
	شجرہ سید غلام محی الدین حسینی الکریانی			
	شجرہ صوفیان و بیان اذکار	مخدوم سید محمد حسینی	خدا بخش	
	شجرۂ طریقت		پٹنہ یونیورسٹی	
	شجرۂ طیبہ	قمر الدین ناصری	حمیدیہ، ٹونک	
	شجرۂ عالیہ قادریہ محمودیہ جمالیہ احمدیہ	وزیر محمد خان رامپوری	فرقانیہ	
			ایشیاٹک	
۱۳۶۱	شجرۂ قادریہ			
	شجرۂ قادریہ	قمر الحسن ابو الفیاض		
	شجرہ مخدوم اعظم زبیدی		ابو الخیر	
۱۳۶۳	شجرہ مخدوم شاہ یحییٰ علی		بلخیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۲۶۵	شجرہ ہائے سلاسل مختلفہ / شجرہ طریقت		انجمن ترقی، اردو / یونیورسٹی	
	شجرہ ہائے طریقت و نقوش و بیاض وغیرہ		آصفیہ	
	شجرہ ہائے نسب اولاد شاہ محمد عقیل و پیر جنگ جوت و دیگر بزرگان		"	
—	شموس الہم ـ شرح فصوص الحکم			
	شراب رحیق	سراج احمد سرہندی	رعنا	
	شرائط وصول الحق	نصیر الدین چراغ دہلی	حبیب ۲، جامعہ	
	شرح آمنت باللہ	شیخ برہان الدین جنگیر	انجمن ترقی، سبحان اللہ	
	شرح آمنت باللہ		سالار	
	شرح آمنت باللہ	رستم خان	علی گڑھ	
	شرح ابیات خاتمہ مثنوی	جلال الدین الہروی	آصفیہ ۲	
	شرح اسرار الاسرار		"	
۱۲۸۵	شرح اسماء حسنیٰ	عبد الرزاق	عبد الحق	
	شرح اسماء القادریہ	شاہ حسینی القدس حیدرآبادی	سالار	
	شرح اشارات		پھلواری	
	شرح الجواہر المخفیہ من اسرار المسطورہ		ٹونک	
	شرح اعتصام	ولی محمد عاشق	آصفیہ	
	شرح اعمال	مخدوم دروازہ تنگہاری	"	
	شرح امامی	ولی محمد بن ملوک شاہ	آصفیہ ۲	
	شرح انفاس	محمد بن عیسیٰ	عبد السلام	
	شرح مرج البحرین (عبد الحق دہلوی)	عبد القادر صدیقی	آصفیہ	
	شرح بیتین مثنوی	عبد الرحمٰن جامی	خدا بخش، ٹونک	
۱۲۸۵	شرح بیم کہانی		آصفیہ ۳	
	شرح تحفۃ الاحرار	محمد رضا قادری بن محمد اکرم	ٹونک	
	شرح تحفۃ المرسلہ		ایشیاٹک	
	شرح تحفۃ المرسلہ	محمد بن فضل اللہ	"	
۱۲۶۹	شرح تسمیہ		"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۲۹۰	شرح تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	شرح جام جہاں نما	ابو سعید مبارک	خدابخش، پیرس، برٹش، حمادیہ	
	شرح جام جہاں نما	وجیہ الدین علوی بن نصر اللہ گجراتی احمد آبادی	پشاور یونیورسٹی، رضا، خدابخش، علی گڑھ، سالار جنگ، پیرس، برٹش، ندوہ، عبدالسلام، ابوالخیر، دیوبند، آصفیہ	
	شرح جام جہاں نما	اللہ نور	آصفیہ، رضا	
	شرح جام جہاں نما	خوب محمد چشتی	آصفیہ	
	شرح جواہر ستہ	محمد اکرام بن شیخ محمد مکی	"	
	شرح چہل اسم باری تعالیٰ	شہاب الدین سہروردی	"	
	شرح حدیث عماد	عبدالرحمن جامی	ابوالخیر	
	شرح حدیقہ حکیم سنائی	مولوی عبداللطیف بن عبداللہ عباسی	ٹونک	
	شرح حدیقہ حکیم سنائی		آصفیہ	
۱۳۰۰	شرح حقیقت محمدیہ	شیخ محمد بن شیخ حسن محمد	دیوبند	
	شرح حقیقت محمدیہ	شاہ ولی الحق واحد علی تاتاری	آصفیہ	
	شرح خمر شرح العین	نیاز احمد علوی	علی گڑھ	
	شرح خوب ترنگ	شیخ محمد گجراتی	آصفیہ، دیوبند	
	شرح دیوان حافظ	کمال الدین حسینی	ٹونک ۲	
	شرح غزلیات دیوان حافظ	سید علی ہمدانی	آصفیہ	
	شرح دیوان حافظ		ٹونک	
	شرح دیوان حافظ	عبیداللہ عبداللہ بن عبدالحق افغان	ٹونک ۲	
	شرح رباعی ابو سعید ابوالخیر	آخوند ملا / عبداللہ بن محمود الشاشی	خدابخش، ملیہ	
	شرح رباعیات		ایشیاٹک	
	شرح رباعیات	خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی / مجدد الف ثانی	ٹونک، ایشیاٹک	
	شرح رباعیات		آصفیہ	
	شرح رباعیات در اثبات وحدۃ الوجود		ابوالخیر	
۱۳۱۳	شرح رباعیات در اثبات وحدۃ الوجود	عبدالرحمان جامی	ٹونک، ندوہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۳۱۴	شرح رباعیات وحدت (بحوالہ مراتب شہود)		خدابخش	
	شرح رسالہ در بیان توجہ اسم	رضی الدین عبد الغفور الانصاری	رضا	
	شرح رسالہ در وجود حرف ہجا			
	شرح رسالہ قشیریہ	خواجہ گیسو دراز	پھلواری	
	شرح رسالہ محقق دوانی		عبد السلام	
	شرح رسالہ مراتب ستہ	جامی	خدابخش	
	شرح رسالہ مجمع السلوک والفوائد	قاضی یاسین بن محمد آبادی	رضا	
	شرح رسالہ نجم الدین کبری	ملا عبد الغفور لاری	ٹونک	
	شرح سبحۃ الابرار	محمد بن غلام محمد		
	شرح سوانح العشاق	عبد الکریم لاہوری	ٹونک	
۱۳۲۴	شرح السوانح فی العشق		رضا	
	شرح شبستان نکات	محمد بہرام بن اخوند قطب زادہ	آصفیہ	
	شرح شرح جواب سوال کمیل بن زیاد	محمد صالح بن محمد شریف خیرآبادی	رضا	
	شرح شرح لمعات		عبد السلام	
	شرح شمس العین	غیاث محمد قادری	خدابخش ۲	
	شرح عوارف المعارف	خواجہ گیسو دراز		
	شرح عین العلم	محی الدین محب اللہ بن نور اللہ دہلوی	خدابخش، رضا، آصفیہ، ٹونک، ابوالخیر	
	شرح غنیۃ الطالبین		ہمدرد	
	شرح (رسالہ) غوثیہ	عبد الرحمٰن حسن بن علی مکی الحسینی الجیلانی	رضا	
	شرح (قصیدہ) غوثیہ	غلام محی الدین	جامعہ	
۱۳۳۴	شرح (قصیدہ) غوثیہ	داؤد بن خلیفہ فتح علی	آصفیہ	
	شرح (قصیدہ) غوثیہ	محمد فاضل الدین بٹالوی	آصفیہ ۲	
	شرح (رسالہ) غوثیہ	ملا محمد بن ملک شاہ	خدابخش ۵، رضا، آصفیہ ۳، راشد، ٹونک ۲، علاوہ	
۱۳۳۷	شرح (قصیدہ) غوثیہ	ابراہیم بن بدھ	ابوالخیر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۳۳۸	شرح غوثیہ	عبد اللہ بن حسین علی الحسینی جیلانی	پھلواری	
	،، فتوح الغیب		،، ۲	
	،، فصوص		،، ۲	
	،، ،،	ملا علیم اللہ رشیدی	پھلواری	
	،، فصوص الحکم	شمس الدین محمد بن مصلح الدین تبریزی	بھدرک	
	،، ،،	عبد القاہر بن عبد اللہ سہروردی	آصفیہ ۲	
	،، ،،	—	،،	
	،، ،،	—	ایشیاٹک	
	،، ،، : شرح فصوص الحکم	غلام مصطفی بن محمد اکبر تھانیسری	حبیب گنج، آصفیہ	
	،، ،،	میر سید حسین خوارزمی	ٹونک	
۱۳۳۸	،، ،،	سید علی ہمدانی	آصفیہ ۲	
	،، ،،	—	آصفیہ، رضا	
	،، ،،	محب اللہ آبادی	خدابخش ۳، حبیب گنج، رضا، آصفیہ، جواہر، سالارجنگ، ندوہ	
	،، ،،	حسام الدین محمد حسینی عثمانی لکھنوی	ٹونک	
	،، ،،	نعمت اللہ	آصفیہ	
	،، قصیدہ امالی	—	پھلواری	
	،، قصیدہ امالیہ	محمد امام بن شاہ محمد صلاح الدین	،،	
	،، قصیدہ شیخ فرید الدین عطار	—	سبحان اللہ، آصفیہ	
	،، ،، الخمریہ الغوثیہ		پھلواری	
	،، القصیدہ الغوثیہ	شاہ فاضل الدین	،،	
۱۳۵۸	،، قصیدہ مغلقہ	شاہ آیت اللہ پھلواروی	پھلواری	
	،، ،، میمیہ خمریہ	—	آصفیہ	
	،، ،، ہمزیہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	پھلواری	
	،، کافیہ بطرز تصوف	عبد الواحد ابراہیم	پھلواری، آصفیہ، ندوہ	
۱۳۶۲	،، کبریت احمر	کمال الدین محمد سہالوی	علیگڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۲۶۳	شرح کلام ابن حاجب وغیرہ (۲۸۳)	عبد الواحد بلگرامی	خدابخش	
//	کلمۃ التوحید	عبد الرحمٰن	ہمدرد	
//	الکبیرۃ و الوجیزہ فی التصوف	محمد بن مرتضیٰ	مرکزی	
//	گلشن راز		آصفیہ	
//	لب لباب	—	خدابخش	
//	لمعات		آصفیہ	
//	//	شیخ نظام الدین بن عبد الشکور الحمرہ	دیوبند، جامعہ	
//	//	عبد القدوس گنگوہی	جامعہ	
//	//	علی بن یوسف اکبر کبری	//	
//	//	شاہ نعمت اللہ ولی	رضا، آصفیہ	
۱۲۷۳ //	لمعات		آصفیہ[۲]، مرکزی، علی گڑھ	
//	//	جلال ہروی	آصفیہ	
//	لوائح	فضل اللہ	سبحان اللہ	
//	// //	شیخ محمد بن شیخ فضل اللہ	آصفیہ[۲]	
//	// // (جامی)		آصفیہ، مدراس	
//	// //	—	آصفیہ	
//	مثنوی	ابو سعید ابو الخیر	منشی	
//	مثنوی غنیمت	محمد غیاث الدین	دیوبند	
//	مثنوی مولانا روم	عبد الحمید الحسینی	//	
۱ //	// //		آصفیہ[۲]	
۱۲۸۳ //	// //	ولی محمد اکبر آبادی (اکبرآبادی)	آصفیہ[۲]، بورڈ، ٹونک	
//	// //	—	//	
//	مثنوی	شاہ مصطفیٰ قلی	عمادیہ	
۱۲۸۶ //	// //	عبد الواحد بن شاہ عبد القادر بن نظام الدین فاروقی	ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
١٣٨٧	شرح مثنوی مولانا روم	یعقوب صرفی	ٹونک	
	// // //	میر نور اللہ احراری	//	
	// // //	شاہ بہلول جالندھری (وکل بیگ)	//	
	// // //	—	//	
	// مجمع البحرین	غلام معین الدین ناصحی	جامعہ	
	// حجت نامہ جامی	نظام الدین احمد	عبدالسلام	
	// مخزن الاسرار		حبیب	
	// //	شیخ ابراہیم ٹھٹوی	ٹونک ۳	
	// //		آصفیہ، ٹونک	
	// //	عبدالعزیز جون پوری	//	
١٣٩٧	// مخزن الاسرار نظامی گنجوی	محمد بن قوام بن رستم	//	
	// ورد التقرب وحرب التوسل الی سید الانبیاء والرسل	محمد ولی اللہ بن احمد علی	علیگڑھ	
	// مرآۃ القلندر = مسئلۃ الاولیا	شاہ علی قلندر	رضا	
	// مراتب ستہ		علیگڑھ	
	// // //	شیخ محمد لاہوری	آصفیہ	
	// مطلع الانوار	محمد بن غلام محمد	ٹونک	
	// مفتاح		پھلواری	
	// //		//	
	// ملفوظات عبدالقادر جیلانی	محی الدین قادری	آصفیہ ۳	
	// // شیخ مرتعش		حبیب	
١٤٠٧	// منازل السائرین تعلیم المقربین	شمس الدین محمد القنبارکانی	خدابخش	
	// مناقب رزاقیہ		پھلواری	
	الشرح المنیر فی مسائل الخطیر	یار محمد حسین	علیگڑھ	
١٤٢٠	شرح نزہت الارواح		[illegible] فیروز، سالار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۳۱۱	شرح نزہۃ الارواح	عبد الواحد بن ابراہیم بن خطیب بلگرامی	خدا بخش، انڈیا آفس، بوہار، آصفیہ، برٹش میوزیم، علیگڑھ، ایشیاٹک، رضا، ندوہ	
—	” قفحات یہ مکاشفات علی اکبر	علی اکبر بن مرزا اسد اللہ مودودی ←	خدا بخش	
”	وردالمریدین	داؤد بن حسن خاکی	خدا بخش	
”	وصایائے مجددانی	خوب اللہ الہ آبادی	رضا، ندوہ	
”	وصیت نامہ شاہ ولی اللہ دہلوی	شاہ اللہ پانی پتی	حبیب گنج	
”	ہفت تعلیم رسالہ در سلسلہ طریقت		دیوبند	
	شرف السادات		آصفیہ	
	شرف المناقب	محمد بن احمد بن عثمان	خدا بخش	
”	و دیگر ہفت رسائل	—	خدا بخش	
	شطحیات	روزبہان	ناصریہ	
	شطرنج نامہ	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ، علی گڑھ	
۱۳۲۱	شق قمر	صائن الدین اصفہانی	ایشیاٹک	
	شکرستان	میر محمد مومن عرشی	آصفیہ	
	شمائل الاتقیا	—	خدا بخش	
	شمائل العارفین و سیر المتقین	محمد معصوم فاروقی	عبد الحی	
	شمس العین مع تعلیق و حواشی	نیاز احمد علوی سرہندی	دیوبند	
	شوارق المعرفہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	آصفیہ، علی گڑھ	
۱۳۲۷	شواہد مجیبی	شاہ محمد مجیب الدین	علیگڑھ	

نمبر مجلد	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
	(ص)			
۱۳۲۸	صادقہ مصدقہ	رؤف احمد مجددی	آصفیہ	
	صحائف اسرار	صالح محمد کرمانی	بھوپال	
	صحائف المعرفۃ	ابو عبداللہ عبدالرزاق بن احمد رازی	آصفیہ، ظل الرحمن	
	الصحیفۃ الآصفیہ	قاضی حمید الدین ناگوری	ایشیاٹک	
	صحیفۂ عشق		آصفیہ	
	صحیفۂ عمل	محمد افضل الہ آبادی	"	
	صد اقوال خلفاء اربعہ	—	خدابخش	
	صدور الصدور (در تعبیر الصدور)	حمید الدین ناگوری	حبیب	
	صراط التکمیل	—	پیرو دریا	
	صراط التوحید	شیخ بایزید (پیر روشانی)	رضا	
۱۳۳۸	صراط القلوب		ٹونک	
	صراط مستقیم	نظام الدین قلندر	علیگڑھ	
	" "	محمد خاموش	رضا	
	صراط المستقیم	خوب محمد چشتی	آصفیہ	
	" "	شیخ جمال الدین ابو الفضل محمد بایزید حسینی	"	
	صفت الایمان		پیرو دریا	
	صفات الشرح بتعین ذات	محمد حسن	آصفیہ	
	صفوۃ العارفین	—	ایشیاٹک	
	صفیر مرغ	شہاب الدین سہروردی	خدابخش	
[illegible]	الصلوٰۃ المعکوسیہ	عبدالقادر جیلانی		
۱۳۴۸	صلوٰۃ مقربہ و درود مستعان	عز الدین محمد ظریف	ایشیاٹک	
	صولت مسعودی	عبدالغنی شاہ	عبدالسلام	
	(ض)			
۱۳۵۰	ضرب الاقدام	عبدالحق محدث دہلوی	ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۳۵۱	ضیاء التوحید	محب اللہ الہ آبادی	علیگڑھ	
	″ ″ ″	محمد عبد الجلیل	خدا بخش	
	(ط)			
	طالبین در اذکار		دیوبند	
	طبقات الصوفیہ	عبد الرحمن جامی	پٹنہ یونیورسٹی	
	طراز حقیقت	شاہ بو علی قلندر رہ	آصفیہ ۲	
	طریق السالم	محمد سالم	ظل الرحمن	
	طریق الطالبین		پیر دھوڑیا	
	طریق المؤمنین	منعم بیگ	آصفیہ	
	طریقہ بیعت ارشاد در سلسلہ قادریہ	قمر الحسن ابو الفیاض		
	طریقہ چشتیہ قادریہ	حسن ابن ابراہیم ابن غیاث الدین ابن محمد شریف	آصفیہ	
۱۳۶۱	طریقہ منیفہ حضرت خواجگان		صولت	
	الطریقۃ السنیۃ فی فضل الاصحاب ذوی المناقب العلیہ	محمد سالم	ظل الرحمن	
	طریقہ قادریہ	—	جامعہ	
	الطریقۃ القویم فی طلب الصراط المستقیم		مدراس	
	طوالع الشموس	قاضی حمید الدین ناگوری	حبیب گنج، ایشیاٹک	
	(ظ)			
	ظفر المرام ما تمناہ	رضی الدین ابو الخیر بن عبد المجید ٹونکی	رضا	
۱۳۶۷	ظہیر الایمان	محمد ظہیر الدین بلگرامی	″	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
	(ع)			
۱۲۶۸	عجائب الاسرار	علی محمد بن پیر محمد	آصفیہ	
	" الافکار	صوفی شریف	"	
	" العجائب و جامع العجائب	حسین بن علی محمد فقیر	آصفیہ	
	عجوبۃ الفوائد	شاہ عبداللہ مصری	ٹونک	
	عرس نامہ		آصفیہ	
	عرضداشت و مکتوبات	مجدد الف ثانی	پھلواری	
	عروس عرفان	محمد بن باقر محمد	ایشیاٹک	
	"	قاضی محمود بحری	آصفیہ، سالار	
	العروۃ الوثقیٰ		آصفیہ	
	عشرہ کاملہ	شیخ دہدار	رضا، علی گڑھ	
۱۲۷۸	عشقیہ / عشق نامہ / عشق حقیقی وجود العاشقین / محبت نامہ	گیسو دراز	آصفیہ ۲، ایشیاٹک علی گڑھ ۲، آصفیہ ندوہ	
	عشقیہ	ضیاء الدین نخشبی	رضا	
	عطیہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش	
	العطیۃ الصمدیۃ فی انفاس المحمدیۃ	شاہ ولی اللہ دہلوی	علیگڑھ	
	عقائد صوفیہ	میر امداد علی	آصفیہ، پھلواری	
۱۲۸۳	عقائد الصوفیہ	شیخ محمد برہان پوری	خدابخش، دیوبند	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۲۸۴	عقد الجواہر والدرر فی ذکر مشاہیر القرن الحادی عشر	محمد بن ابوبکر باعلوی	عبد السلام	
	عقیدۂ صوفیہ	ولی محمد	آصفیہ	
	علم الیقین		آصفیہ	
	عنایات الٰہیہ	شمس الدین	جواہر	
	عوارف المعارف مسمیٰ بعوارف العوارف / ترجمہ عوارف المعارف / شرح العوارف		سبحان اللہ، رضا، علی گڑھ	
	عوارف ہندی	برکت اللہ بن روشن بلگرامی	[illegible] حبیب	
	عین التوحید	مظہر الحق چشتی رامپوری	آصفیہ	
	عین الجمال	شیخ علی شاہ بن شیخ محمود کریا		
	عین الحیات	محمد موسیٰ گالونی	پیرو ثریا	
	عین الحباب	عبد الرزاق کاشی		
۱۲۹۴	عین العلم (ترجمہ)	رفیع الدین مراد آبادی (مترجم)	آصفیہ، ابوالخیر، دیوبند، پھلواری، ملا فیروز، رضا، دیوبند	
	عین العلم فی التصوف	محمد بن عثمان بن عمر البلخی ؟	عبد السلام، دیوبند	
	عین القضاۃ ہمدانی (کذا)		آصفیہ	
	عین الیقین	خواجہ گیسو دراز		
	غایۃ التحقیق	مخدوم قادری	ایشیاٹک مدراس	
	غایۃ الغایات	محب اللہ الہ آبادی	سبحان اللہ	
	غرائب الاطوار فی کشف الاسرار	صوفی شریف	حبیب	
	غزوات		علی گڑھ	
	غنیۃ الطالبین (ترجمہ)	عبد الحق محدث دہلوی	عبد الحئی	
	غنیۃ الطالبین (ترجمہ)	عبد الحکیم سیالکوٹی	عبد الحئی، پیرو ثریا، ایشیاٹک، رضا، [illegible]	
۱۵۰۴	غنیمت الوقت	مخدوم الاولیاء	آصفیہ مدراس	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۵۳۸	فضائل الانام من رسائل حجۃ الاسلام	(امام غزالی) احمد غزالی	رضا، علی گڑھ	
	فضیلۃ الصلوۃ		آصفیہ	
	فقرہ حقانی در بحر المعارف در معانی	سید جمال الدین (شاہزادہ)	"	
	فقیر نامہ		خدابخش، ٹونک، [illegible]	
	فقیر نامہ	(شیخ ابوالحسن)	آصفیہ	
	فواتح الانوار	عبدالنبی شطاری	سالار	
	فواتح خیر	حسینی بن معین الدین الجنیدی	آصفیہ، علی گڑھ، حبیب گنج، ندوہ	
	فواتح شرح لمعات	ملا عبدالغفور لاری	آصفیہ، ٹونک	
	فوائد الاسرار (شرح دیوان حافظ)	شاہ بہلول کردی بن حاجی احمد	ٹونک	
	فوائد الجواہر ترجمہ قلائد الجواہر	حسین بن صابر قادری	علیگڑھ شیفتہ	
۱۵۳۸	فوائد رکنیہ / ملفوظات رکن الدین شطاری	شیخ رکن الدین شطاری	خدابخش	
	فوائد السالکین (ملفوظات قطب الدین بختیار کاکی)	فرید الدین گنج شکر	رضا، دیوبند، آصفیہ، ٹونک، ابوالخیر، ندوہ، حبیب گنج	
	"	"	خدابخش ۲، آصفیہ، پھلواری، اسٹیٹ لائبریری، رضا، دیوبند	
	فوائد السعادہ		[illegible]	
	فوائد شرح الصلوٰۃ دعا سیفی	محمد امیر	دیوبند	
	فوائد فخریہ ملفوظ حضرت پیر بدیع الدین	مرتضیٰ علی	آصفیہ	
	فوائد المریدین	محمد ادہم بہاری	خدابخش ۲، اسلامیہ کالج	
	"	"	خدابخش، پھلواری	
	فوائد	خواجہ حسن مودودی	خدابخش	
	فوائد ابوسعیدی کلیات	شاہ محمد یوسف بن شاہ محمد عبداللہ	"	
۱۵۳۹	فوائد السلوک فی علم التصوف		آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۵۵۰	فی بیان السماع	امام غزالی	جامعہ	
	فیض اعظم	سید محمد الموسوی	آصفیہ، سالار	
	فیض لاریب	غلام الحق	ایشیاٹک	
	(ق)			
	قبض و بسط		ایشیاٹک	
	قرۃ العیون	مولانا نصیر الدین بن شیخ محمد	آصفیہ	
	قرع الاسماع باختلاف اقوال المشائخ وھو الرخص السماع	عبد الحق محدث دہلوی	خدا بخش، علی گڑھ	
	قصیدۂ خمریہ (ترجمہ)	محمد عاشق	خدا بخش	
	قطرات الحیات	شیخ محمد امین نادر نقشبندی	خدا بخش، رضا	
	قطرۃ النجات	ضیاء الدین بلخی	خدا بخش	
	القول الفصل فی ارجاع الفروع الی الاصل	شرف الدین محمد	آصفیہ	
۱۵۶۰	قوت الحارثین		عثمانیہ	
	" [illegible]		جامعہ، فرقانیہ	
	(ک)			
	کارنامۂ راز و نیاز (گلگشت راز)	نذیر احمد شاہ مودودی	خدا بخش	
	کاشف الاستار (مکتوبات)	سید حمزہ بلگرامی	عبد السلام، رضا	
	کاشف اسرار و دقائق	غلام محمد	خدا بخش ۲، علی گڑھ	
	کاشف الاسرار		رضا، دیوبند	
	کاشف السماع	محمد اعظم	آصفیہ	
۱۵۶۷	کامل العبر	حسن بن محمد	سبحان اللہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۵۶۸	کتاب الاوراد	عبدالحق محدث دہلوی	خدابخش	
	کتاب التدبیریہ		پھلواری	
	کتاب عین القضاۃ ہمدانی		ابوالخیر	
	کتاب تصوف		مدراس مدرسہ رحمانیہ جابر علی الرحمن ناصریہ	
	کتاب تصوف	ابراہیم فردانی	آصفیہ	
	کتاب تصوف و اذکار		ایشیاٹک	
	کتاب التنزیل	عزیز نسفی	رضا	
	کتاب جزئیات و کلیات	ضیاء نخشبی	پھلواری	
	کتاب در بیان ارباب طریقت و بیان سلوک	نجم الدین بن عبداللہ	دیوبند	
	کتاب در بیان شریعت طریقت و حقیقت	حسین کاشمیری	خدابخش ۳	
۱۵۷۸	کتاب در بیان عبادت		دیوبند	
	کتاب در تعویذ و ادعیہ	شاہ محمد تقی بلخی	بلخیہ	
	کتاب در سلوک و تصوف		پھلواری	
	کتاب السلاسل (احوال پیران چہار خانوادہ)		پٹنہ یونیورسٹی	
	کتاب عمدۃ المرشدین و عمدۃ المسترشدین	شہاب الدین احمد	بلخیہ	
	کتاب الکشف و البیان فی معرفۃ حقیقۃ الایمان	الامی بن الصدیق	"	
	کرامات القادریہ من روایات الاولیاء		پٹنہ یونیورسٹی	
	کشف القناع عن وجوہ السماع (ترجمہ)	ظہیر الدین کیرانوی	دیوبند	
	کشکول در اذکار		"	
	کتاب سرمایہ سالکان		ملا فیروز	
	کتاب السعادۃ فی معرفۃ العبادۃ	امام غزالی	مزمل	
۱۵۸۹	کتاب ستین		ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۵۹۰	کتاب التوحید	عبدالقادر جیلانی	ٹونک	
	کتاب معرفۃ سلوک		جامعہ	
	کحل الجواہر	عبدالاحد	ابوالخیر ندوہ	
	کحل الجواہر فی مناقب عبدالقادر	عفیف الدین عبدالقادر بن [illegible] سید محمد قریف	آصفیہ	
	" "	عبدالقادر کشوری	"	
	کحل العینین فی تفضیل غوث الثقلین	محمد اسماعیل	خدابخش	
	کحل العیون	اصغر حسین	جامعہ	
	کرامات الاولیاء	میر ابوالقاسم خان تمکین	آصفیہ ۲	
	" "	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	علیگڑھ، رضا	
	" "	نظام الدین احمد بن محمد صالح	عبدالسلام، ٹونک	
۱۶۰۰	کرامات پیران پیر	حکیم سید قدرت اللہ قاسم	حبیب	
	کرامات و ارشادات مجدد الف ثانی	غلام اللہ صورت بن غلام علی	آصفیہ ۲	
	کشف الآثار	محمد صبغۃ اللہ بن شیخ محمد اکبر آبادی	آصفیہ، مزمل	
	کشف الاسرار	خواجہ معین الدین چشتی	جامعہ	
	کشف الاسرار بتوفیق الملک الستار		رضا	
	کشف الانوار ترجمہ [illegible]		سبحان اللہ	
	کشف اسرار معنوی شرح ابیات مثنوی	عبدالحمید بن معین الدین محمد بن ہاشم الحسینی	ٹونک	
	کشف الانوار	عبدالغنی عثمانی	سالار	
	کشف البیان فی طرق وصول الرحمان	سید عبداللہ بن سید عبدالرحیم القادری	رضا	
	کشف الحقائق	شیخ محمد صادق	آصفیہ	
۱۶۱۰	" "	علی بن شہاب ہمدانی	دیوبند	
	"	عزیز نسفی	رضا، سالار، علی گڑھ	
	کشف الحقائق ملفوظات حضرت شیخ عیسیٰ	ملا عیسیٰ بن شیخ قاسم	آصفیہ	
	کشف حقائق در بیان توحید	ابوالفتح علی قریشی	"	
۱۶۱۳	کشف الحقیقۃ	محمود شبستری	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
١٦١٥	کشف الرموز	غیاث الدین چشتی	خدابخش	
	کشف السلوک	خواجہ محمد فرخ بن محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی	رضا	
	کشف العوالم	برہان الدین بن میران جی شمس الدین	حبیب گنج	
	"	سید عبد اللہ	علی گڑھ	
	کشف الغطاء عن اذہان الاغبیا	خواجہ محمد فرخ بن محمد سعید بن شیخ سرہندی	رضا	
	کشف القلوب فی شرح واجب الوجود	سید محمد ابن سید محمد ہاشمی	رضا	
	کشف القناع	محمد سالم	خلیل الرحمٰن	
	کشف الحقیقت	سعد الدین احمد	سالار	
	کشف المقامات	محمود چشتی	جامعہ	
	کشف النکات	رضا بن محمد کاظم	آصفیہ	
	کشکول	فاضل خان رازی	ایشیاٹک	
١٦٢٥	کشکول صوفیا	خواجہ اسحٰق ختلی	خدابخش	
	کشفیہ	میاں محمد امیر شاہ بن محمد حبیب اللہ شاہ	رضا	
	کفایۃ الساحین	رضا علی خان	آصفیہ	
	کلام الکمال کمال الکلام	شاہ کمال الدین بخاری	مدراس	
	کلمات	خواجہ دیدار		
	کلمات تورات		[illegible]	
	کلمات چند از حضرات نقشبندیہ		جامعہ	
	کلمات الحق	غلام یحییٰ بن نجم الدین بہاری	رضا، دیوبند، خدابخش، ندوہ	•
١٦٣٣	کلمات الحقائق	محمد قاسم عرف سید محمد حسینی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۶۳۴	کلمات شاہ نعمت اللہ	شاہ نعمت اللہ	آصفیہ	
	کلمات عالیہ	مبارک اللہ	سالار	
	کلمات الوبیہ فی شرح رسالہ غوثیہ	ملا خلیل نقشبندی	بہار	
	کلمات غوثیہ		پھلواری	
	کلمات قدسیہ	سعد الدین کاشغری	رضا	
	کلمات کمالیہ	کمال الدین	آصفیہ	
	الکلمات الموقفة فی المقاصد المختلفة	محب اللہ الہ آبادی	رضا	
	گلزار چند از کلمات فرید الدین عطار		پھلواری	
	کلید بہشت		رضا	
	کلید توحید	باہو سلطان	خدا بخش	
۱۶۴۴	کلید دانش	اشرف علی	خدا بخش ۲	
	کلید مخازن	غوث گوالیاری م ۹۷۰ھ	خدا بخش، سبحان اللہ، رضا، آصفیہ، ندوہ	
	کمال الکلام		آصفیہ	
	کنز الاسرار		علیگڑھ حبیب گنج شیرانی	
	کنز الاسماء شرح اسماء الحسنیٰ	صفی بن ولی قزوینی م ۱۰۹۲ھ	پھلواری	
	کنز جلال	خواجہ حسین بن امیر عماد	ایشیاٹک	
	کنز الجواہر	جوہر بن امیر محمد	سالار	
	کنز الارشاد		خدا بخش	
	کنز الرموز	سید احمد حسن الدین الحسینی	خدا بخش، علیگڑھ جواہر	
	کنز السالکین	عبد اللہ انصاری	ایشیاٹک، علیگڑھ، آصفیہ، بہار، تحقی	
	"		علیگڑھ	
	کنز السعادت	خواجہ معین الدین بن خواجہ خاوند نقشبندی	رضا	
۱۶۵۶	کنز العاشقین	محی الدین جلوی / طوسی	آصفیہ، ایشیاٹک، قادریہ، دیوبند، ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۲۵۷	کنز العاشقین	امام غزالی	رضا	
	کنز العباد فی شرح الاوراد	علی بن احمد الغوری	آصفیہ	
	کنز الہدایات	مجدد الف ثانی	ایشیاٹک	
	کنوز جلالی	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	ناصریہ	
	〃 الحقائق - جواہر الاسرار	کمال الدین حسین خوارزمی م ۸۴۰ھ	دیوبند	
	(گ)			
	گفتار حضرت خواجہ معین الدین		خدابخش میں وقائع ابوالخیر	
	گفتار شاہ عیسیٰ جند اللہ	ابوالبرکات عیسیٰ	ایشیاٹک	
	گل بکاؤلی	عزت اللہ بنگالی	ندوہ	
	گلبن اسرار		سبحان اللہ	
	گلدستہ چمن		برق	
۱۶۶۷	گلدستہ حقیقت		آصفیہ	
	گلزار ابرار	غوثی شطاری	حبیب	
	گلزار جلالی	جلال الدین	سبحان اللہ	
	گلزار حالی	بھوانی داس دہلوی	برقی	
	گلزار چشتیاں	سید ابراہیم عارف اللہ شاہ چشتی	آصفیہ	
	گلشن اسرار	سید علی ہمدانی	〃	
	گلشن توحید	شاہدی	〃	
	〃 〃		خدابخش	
	گلشن راز		ٹونک	
	گلشن ناز و نیاز	شاہ محب اللہ موہانی	〃	
۱۶۷۷	گنج ارشدی	محمد ارشد	سبحان اللہ	
	〃 (انتخاب)		مجیبیہ	
	گنج اسرار	شیخ فرید مسعود گنج شکر	خدابخش، حبیب، رضا، علیگڑھ، آصفیہ	
۱۶۸۰	〃 (ملفوظات شاہ ہاشم حسینی)	سید محمد فہیم اللہ	سالار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۶۸۱	گنج راز	عبدالرحمٰن خاص پوری	حبیب	
	گنج سعادت	عفیف الدین بن سراج الدین	ایشیاٹک، ناصریہ	
	گنج فیاضی	غلام رشید جونپوری	خدابخش	
	گنج لا یخفیٰ	مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی	بجنور، پھلواری خدابخش	
	گنج مخفی	میر سید صدر الدین علی	سالار	
	گنج نامہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، حیدر، رضا	
	گوشوارہ سماع	لطیف	آصفیہ	
	گوہر ستان (انتخاب)	عزیز اللہ بنارسی	بجنور	
	(ل)			
	لباب الاسرار	شاہ سعید الدین	آصفیہ	
	لبوب الاخبار		ابوالخیر	
۱۶۹۱	لسان الذاکرین	محمد ہادی بن ابوالحسن	علیگڑھ	
	لطائف		سبحان اللہ	
	لطائف الاسرار	محمد سالم	فضل الرحمٰن	
	لطائف الاسلام فی ارشادات الالہام	شیخ عبدالرزاق کاشی	آصفیہ	
	لطائف التہذیب		سالار	
	لطائف الحدائق	عبداللطیف عباسی	جواہر	
	لطائف الحیات	ابوالقاسم ساسانی	خدابخش	
	لطائف حمد	شاہ رفیع الدین	دیوبند	
	"	ابوسعید مجددی	آصفیہ	
	لطائف شاہی	محمد بن جنان	ایشیاٹک	
۱۷۰۱	لطائف القدسی فی معرفۃ لطائف النفس	شاہ ولی اللہ	آصفیہ	
	لطائف اللطیف	سید علی الموسوی	"	
۱۷۰۳	لطائف لطیفی	سید عبداللطیف غلام محی الدین	مدراس	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۷۰۴	لطائف المعارف	شیخ فضولی	فرنگیہ	
	لطائف المعنوی	جان محمدی	غازیہ	
	لطائف الرطائف	محمد رضا	ایشیاٹک	
	لطف المعانی	محمد طاہر	سالار	
	لطیفہ غیبی	ملا شاہ محمد	مدراس	
	لطیفہ غیبیہ	محمد ناصر بن محمد علی	سالار	
	لطیفۃ المعانی		خدابخش	
	لفت ملفوظات الشریف	عبد القادر	ایشیاٹک	
	لمعات اسرار عشق	خلیفہ پیر محمد	آصفیہ	
	لمعات الظاہریہ	غلام علی	ایضاً	
۱۷۱۴	لمحات من نفحات القدس	محمد العالم الصدیقی	دولت	
	(م)			
	مأۃ الفوائد	ابو العباس شہاب الدین احمد	پھلواری	
	مانقیہ علیہ الصوفیہ	نظام الدین محمد انصاری	فرنگی، خدابخش	
	ماہیت الاسرار		خدابخش	
	ایضاً ایضاً	محمد اعظم شاہ بن شاہ عبد المجاہد	ایضاً	
	مبدا و معاد	عزیز نسفی	رضا، ایشیاٹک، پیرس، مرقیا، علی گڑھ	
	مبلغ الرجال	خواجہ کلاں بن خواجہ باقی باللہ		
	مثال نور تعویذ قادریہ	میر جعفر محمد حسینی	بلخیہ	
	مثنوی میر مظہر علی راجگیری		پھلواری	
	مجلس آب و گل	مرزا بیدل	حبیب	
۱۷۲۴	مجالس		رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	مصنف
۱۸۳۵	مجالس الکاملین	مرزا سلطان	عبدالسلام	
	مجالس کلیمی	محمد کامگار	مسلم یونیورسٹی، سالار	
	مجمع اسرار شرح لوائح الانوار		آصفیہ	
—	مجمع الاشعار۔ مجموعہ رسائل تصوف		″	
	مجمع البحرین (ترجمہ)	رکن الدین گنگوہی	ہمدرد	
	مجمع البحرین	میر ابو صالح سراج الدین محمد	خدا بخش	
	مجمع الحکم	ابو سعید علاء الدین قریشی	دیوبند	
	مجمع السلوکین	محی الدین ابن شیخ محمد زاہد نقشبندی	آصفیہ	
	مجمع السلوک	معین الدین فاضلی	ہمدرد	
	مجمع الکرامات	امام الدین خان الور	فرنگی محل، رضا	
	مجمع المنفعت		خدا بخش	
۱۸۳۵	مجموع الاشباہ والاشیا	منتخب الدین قادری	حبیب، آصفیہ	
	مجموعہ	شرف الدین	ایشیاٹک	
	″	شاہ عنایت اللہ قادری	″	
	مجموعہ اقوال اولیاء اتقیا		علیگڑھ	
	مجموعہ اوراد و مجاہدات الصوفیہ	جعفر محمد قادری	انجمن	
	مجموعہ تصوف عقد الحسنہ	احمد جان	عبدالسلام	
	مجموعہ تقریر شاہ عبدالعزیز (در وحدت وجود و شہود)	شاہ عبدالعزیز دہلوی	رضا	
	مجموعہ چند مکاتیب		پھلواری	
	مجموعہ خطوط	محمد حسینی	آرکائیوز الہ آبادی	
	مجموعہ در تصوف	شیخ نیک عالم	جواہر	
	مجموعہ (سیزدہ) رسالہ تصوف	مخدوم ساوجی وغیرہ	آصفیہ	
۱۸۳۶	مجموعہ رسالہ تصوف	خواجہ باقی باللہ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۵۴۷	مجموعہ (نوزدہ) رسائل تصوف	مخدوم ساوجی وغیرہ	آصفیہ	
	مجموعہ (۵) رسائل تصوف	شاہ برہان الدین وغیرہ	"	
	مجموعہ رسائل در عشق	عبد الجلیل چشتی لکھنوی	رضا	
	مجموعہ رسائل	علی ہمدانی	حبیبیہ، دیوبند، آصفیہ	
	مجموعہ رسائل	محمد بن محمد حسن الطوسی	عبد السلام	
	مجموعہ رسائل	محمد عبد الرزاق خان بن عبد العزیز خان رامپوری	رضا	
	" "	خواجہ خرد	ابو الخیر	
	" " (۱۰۲ رسائل)	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی	خدا بخش	
	مجموعہ رسائل تصوف	حسن ابن حسین بلخی	"	
	مجموعہ رسائل تصوف	سید آدم بنوری	آصفیہ	
۱۵۵۴	" "	محمد شریف تبریزی	"	
	" / رسائل تصوف	احمد بن جلال الدین کاشانی	حبیبیہ، رضا، خدا بخش	
	مجموعہ اکیس دلبت و پنج رسائل تصوف	شاہ نعمت اللہ ولی	آصفیہ	
	مجموعہ رسائل تصوف	عزیز بن محمد النسفی	"	
	" "	حضرت شاہ عبد الحق عرف دستگیر	"	
	" "	محمد ذہدار	"	
	" "		"	
	" "	علی متقی بن حسام الدین	حبیبیہ	
	مجموعہ (۱۵) رسائل تصوف و مکاتیب	عبد الحق	آصفیہ	
	مجموعہ رسائل تکمیل العرفان	میر سید محمد	"	
۱۵۶۷	مجموعہ رسائل سلسلہ نقشبندیہ	میرزا لطیف صاحب جی	"	
	مجموعہ رسائل عبد الحق محدث	عبد الحق محدث دہلوی	دیوبند	
	مجموعہ ہشت رسائل و تاریخ وغیرہ		آصفیہ	
	مجموعہ رسائل مع بابا فرید	سید محمد صبغت اللہ قادری	"	
	مجموعہ سبحات و دیگر رسائل	عبد القادر تبریزی	"	
۱۵۶۳	مجموعہ سیتیں رسائل		ابو الخیر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۷۷۳	مجموعہ سیزدہ رسائل	درویش احمد	آصفیہ	
	مجموعہ شرح الحدیث این کان ربنا ان یخلق الخلق	نور الدین ابو یوسف	رضا	
	مجموعہ فوائد		ایشیاٹک	
	مجموعہ تعلیقات	خواجہ محمد فتوح الحسینی	آصفیہ	
	مجموعہ مرآۃ الحقیقۃ	امان اللہ عبد الملک بن عبد الغفور الانصاری	رضا	
	مجموعہ معرفۃ المذاہب	امام غزالی	آصفیہ	
	مجموعہ مکاتیب التصوف		جامعہ	
	مجموعہ مکتوبات و ملفوظات (خواجہ معین الدین چشتی)		خدا بخش	
	مجموعہ مکتوب خواجہ		رضا	
	مجموعہ ملفوظ انوار الرحمن و جامع الشواہد	نور اللہ	[illegible]	
۱۷۸۳	مجموعہ ملفوظ جلال الدین بخاری	احمد برنی	آصفیہ	
	مجموعہ منازل طریقت	ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد الانصاری		
	مجموعہ النصائح	مجلس رائے ولد شتاب رائے	خدا بخش	
	مجموعہ ہفت رسائل	محمد بن الحافظ البخاری (خواجہ پارسا)	آصفیہ	
	محافل عارفاں لب لباب مثنوی	جے سنگھ رائے	عبد السلام	
	محاکمۃ السعادتیہ		آصفیہ	
	محبت نامہ	خواجہ گیسو دراز	//	
	محبوب السالکین		حبیب	
	محبوب العارفین	خواجہ علی رامیتنی (خواجہ عزیزاں)	رضا	
	محبوب العاشقین		رضا	
۱۷۹۳	محبوب القلوب		[illegible] یونیورسٹی	
	محرم الاسرار	عبد الکریم بن ابا فرید الانصاری	ایشیاٹک	
	مخزن العارفین	دارا شکوہ	علیگڑھ	
	محک الطالبین		آصفیہ	
۱۷۹۷	محمود ثانی	شیخ محمود	//	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۷۹۸	مجموعہ معرفت		ملا فیروز، سٹرل	
	مخازن القادریہ	شمس الدین بن ولی اللہ	آصفیہ، عبدالحی	
	مختار الاختیار علی مذہب المختار	اختیار بن غیاث الدین	علی گڑھ	
	مختارات الصوفیہ	عبدالباقی	عبدالسلام	
	مختصر تحفہ قادریہ	شاہ عبدالمعالی محمود	ابوالخیر	
	مختصر الحقائق		بیرو دھڑیا	
	مختصر رسالہ	مخدوم احمد جیم چشتی	نجمیہ	
	مخرج عرفان	حکیم علی بن حکیم محمد لقا خان	خدابخش، دیوبند	
	مخزن الاسرار صفی احمدی (کشف الاسرار مجددی)	صفی اللہ بن شیخ غلام محمد	علی گڑھ	
۱۸۰۷	مخزن الاسرار فی ذکر سلاسل الکبار		"	
	مخزن الاعراس	شرف الدین بن شاہ محمد شیخ محمد شہر علی	پیشکار، نیویورک	
	"	محمد نجیب قادری ناگوری	ایشیاٹک	علی گڑھ
	مخزن الامین	امین الدین علی تانی	آصفیہ	
	مخزن جواہر الاسرار فی حل غوامض جواہر الشطار	شیخ علاء الدین محمد عادل خان عثمانی	رضا	
	مخزن دعوت	اسماعیل بن محمود	ایشیاٹک	علی گڑھ
	مخزن السالکین	برہان چشتی	"	
	مخزن السلاسل الچشتیہ	محی الدین اشرف قادری	آصفیہ	
	مخ الفصوص	عباس بن شاہ عبدالرحمن	سالار	
	مدارج السالکین	امام الحافظ محمد	رحمانیہ مونگیر	
۱۸۱۷	مدارج الکمال		ایشیاٹک	
	"	افضل الدین کاشانی	خدابخش، آصفیہ	
	مدارج المعارج الی معرفۃ الاخلاق الکاملہ	خان علی حسین	آزاد، علی گڑھ	
	مدارک الاسرار		ایشیاٹک	
	مدائن الملعین	رحمت اللہ دہلوی	عبدالسلام	
۱۸۲۲	مذاق الصوفیہ	شیخ حبیب اللہ قنوجی	ہمدرد	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۸۲۳	مرآۃ الاسرار	شیخ سعید الدین	ارکاٹ، مجوزہ، الہ آباد	
	مرآۃ الاسرار و منقولات		خدابخش	
	مرآۃ الاسرار	عبدالرحمٰن چشتی بن عبدالرسول بن قاسم العلوی	خدابخش ۲، ٹونک، ابوالخیر، رضا، آصفیہ، علی گڑھ	
	مرآۃ الصفا	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	
	مرآۃ الافراد		سبحان اللہ، رضا	
	مرآۃ العارفین		دیوبند، ٹونک	
	مرآۃ المحققین		ایشیاٹک	
	مرآۃ مداری	عبدالرحمٰن چشتی	خدابخش، دیوبند، علی گڑھ	
	مراتب محمد	فتح محمد	ابوالخیر، ایشیاٹک، ظہیر، داعوز، علی گڑھ	
	مراتب الوجود	محمد بن نورالدین	خدابخش، ایشیاٹک، ابوالخیر، پیر، دھرم، علی گڑھ	
۱۸۳۳	"	اقدس کرکی	ابوالخیر	
	"		ایشیاٹک	
	مراتب الوصول	محمد سالم اللہ بن مسعود احمد	رضا	
	"	شاہ رؤف احمد رافت مجددی	ابوالخیر	
	مرآۃ التائبین	سید علی ہمدانی	رضا، اسلام پور	
	مرآۃ الحق	جمال محمد جعفری	رضا، آصفیہ، ندوہ	
	"	جمال محمد جعفر	آصفیہ	
	مرآۃ الحق و الیقین	علاء الدین بن شمس الدین	ٹونک، ایشیاٹک	
	مرآۃ الحقائق	عبدالرحمٰن بن عبدالرسول چشتی	علی گڑھ	
	"	ابوسعید مبارک ۱۰۴۳ھ	عمادیہ	
۱۸۴۳	مرآۃ الحقیقت		رضا	
	مرآۃ الروح		آصفیہ	
	مرآۃ الرویہ		"	
	مرآۃ الرویتہ	محمد ہاشم بن محمد قاسم	"	
	مرآۃ الصوفیہ	شاہ درویش محمد قادری	علی گڑھ	
	مرآۃ ضیائی	رحمت علی ضیائی	حبیب	
۱۸۳۹	مرآۃ العارفین فی وصف المرآۃ	غلام قادر شاہ	"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
١٨٥٠	مرآۃ العاشقین	محمد رضا	آصفیہ، [illegible]	
	مرآۃ الطلاب	احمد بن یوسف	״	
	مرآۃ الغیوب	حبیب اللہ نوشہری	رضا	
	مرآۃ القلوب	محسن بن صالح بن داؤد قندھار	آصفیہ	
	مرآۃ القلوب در صحبت ناکملان العارفین		״	
	مرآۃ المستوفین	محمد خلیل اللہ بن ابراہیم	آصفیہ، ٹونک	
	مرآۃ المحققین	محمد خلیل اللہ	خانقاہ مجیبیہ پھلواری، آصفیہ، عبدالسلام، سبحان اللہ	
	״	شرف الدین احمد منیری	مجیبیہ، اسلام پور	
	مرآۃ المخلوقات	عبدالرحمن چشتی	ہمدرد، حبیبیہ	
	مرآۃ المروجین		آصفیہ	
١٨٦٠	مرآۃ المسعودی	عبدالرحمن چشتی	عبدالسلام، علی گڑھ، جواہر، آصفیہ	
	مرآۃ الموحدین	ولایت اللہ باقی	عبدالسلام	
	مرآۃ الواصلین	محمد صالح حسینی	سالار	
	مرآۃ الوحدت	شیخ سیف الدین الہروی	رضا، فرنگیہ	
	״	خواجہ محمد عبداللہ باقی باللہ	رضا	
	مرادات الفاظ خواجہ حافظ	شیخ محمد عبدالکریم	علی گڑھ	
	مراد المثنوی خورد شرح مثنوی	سید مراد علی	ٹونک	
	مراد المریدین عمل صالح المرادین	خواجہ گیسو دراز	آصفیہ	
	مراد المریدین	محمد مراد علی بن شرف الدین	ہمدرد	
	مراقبات و مکتوبات سید عبدالجلیل بلگرامی		جواہر	
١٨٧٠	مرشد السالکین	احمد بن جلال الدین الکاشانی	خدابخش، رضا، علی گڑھ	
	مرشد المحققین	ابوالمعالی عبدالقادر	سالار	
	المرصد فی الوحدت والکثرت		دیوبند، آصفیہ، ایشیاٹک، ابوالخیر، ہمدرد	
	مرغوب الطالبین	سید مرتضیٰ	آصفیہ	
	مرقات الاصول		دیوبند	
	مرقع	مرزا ضیاء اللہ شاہ	آصفیہ	
	مسافرنامہ	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	[illegible]	
١٨٨٠	مستطرف در حکمت و تصوف		پھلواری	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۸۷۸	مسلک الاخیار	شیخ یعقوب صرفی بن حسن	اصفیہ	
	مشاہدات صوفیہ	سید احمد بن محمد الحسینی گوالیاری	علی گڑھ	
	" " (انتخاب)	سید محمد امام شاہ گدا	بجواہر	
	مشرب شطاریہ	عبدالرحمن عصام الدین صدیقی	بیرو مرٹیا	
	مشہد الوجود عین المقصود	فرید الدین	ایشیاٹک	
	مصابیح القلوب	ابو سعید حسن بن حسین الشیعی السبزواری	رضا	
	مصابیح الطالبین		ابوالخیر	
	" "	پیر محمد لکھنوی	علی گڑھ، حبیب	
	" "	عبدالرسول گجدوانی	حبیب، رضا	
	مصباح الفلاح	زین العابدین حسینی	پیر محمد یونیورسٹی	
۱۸۸۸	مصباح الشریعہ	امام جعفر صادق؟	ناصریہ، پھلواری	
	مصباح العارفین	قطب الدین بختیار کاکی	رضا	
	مصباح الہدی	بنواری رام ولی	ندوہ	
	مصبح الواصلین	جمالی حسینی	ایشیاٹک	
	مصطلحات صوفیہ	غلام اعظم نقشبندی	ہمدرد، نجیبیہ	
	مطارحات	عبدالرزاق کاشانی	"	
	مطالبات صوفیہ		خدابخش	
	مطالب الطلاب شرح آداب المریدین		ٹونک	
	مطالع الایمان	عبدالرحمن احمد الشیبانی	رضا	
	مطلع النجم		ایشیاٹک	
۱۸۹۸	مطلوب السالکین	محمد لطیف بن محمد علی بن محمد شاہ [illegible] البیرمی	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۸۹۹	مطلوب السالکین	ملا محمد میر جان	علی گڑھ	
	مطلوب الطالبین	محمد ابوالفتح دہلوی م ۱۰۱۹ھ	آصفیہ، عبد السلام	
	" "		خدا بخش	
	مطلوب العاشقین	منصور شاہ زادہ حیدر شاہ حسینی	آصفیہ	
	مطلوب المبارک	مبارک شاہ	پھلواری	
	" "	شاہ احمد آموی	خدا بخش	
	مظاہر اسرار	ابو الحسین عبد الرزاق	عبد السلام	
	" "	شاہ عظمت اللہ قادری	ایشیاٹک، آصفیہ	
	" "	شاہ عزت اللہ کریم بیگی	منشی، بنجیہ	
	مظہر الحقائق (شرح مثنوی)	سید مظفر علی بن سید میر علی رضوی	ٹونک، علی گڑھ	
۱۹۰۹	معارج الکمال	اسماعیل بن شاہ عبد العزیز	خدا بخش	
	معارج الملوک	سلطان حسین خاموش شیانی	ایشیاٹک	
	معارف الحکایات	احمد رومی	آصفیہ	
	معارف العوارف	ابو عبد الرحمن بن علی عشق شیرازی	حبیب	
	معدن الاسرار	شیخ قاضن شطاری	بنجیہ	
	" "	اعظم الحسینی	سالار	
	" "	حسین اللہ بن زین العابدین بن حسام نیشاپوری	ٹونک، رضا، ذہبی یونیورسٹی	
	معدن الاسرار فی بیان خاندان شریف شطار	علی بن محمد العلوی	ٹونک	
	معدن الجواہر		خدا بخش	
	معدن السلوک	شاہ میر لطف اللہ	سالار	
	معدن المعانی		خدا بخش	
	معراج السالکین	اعظم حسینی چشتی	آصفیہ	
	" "	عبد الرزاق قادری	علی گڑھ	
۱۹۲۲	معراج العاشقین		"	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۹۲۳	سراج العاشقین	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا	
	معراج نامہ	فرید الدین	ایشیاٹک	
	معرفت النفاس		ایشیاٹک	
	″ ″	محمد اسحٰق	″	
	معرفت الدنیا	علی متقی بن حسام الدین	علی گڑھ	
	معرفۃ الاجابۃ	خواجہ محمد قاسم	خدابخش	
	معرفۃ السلوک		پھلواری	
	″	شیخ محمود چشتی شاہ پوری	رضا، سالار جنگ میوزیم	
	″	شاہ محمود خوش دہان	آصفیہ	
	معرفت صفات ربانی (کشف الحقائق)	ابو سعید مجددی	″	
۱۹۲۴	معرفت القلوب	قاضی حمید الدین ناگوری	علی گڑھ	
	المعرفۃ النجرۃ	محمد فیروز صوفی	ایشیاٹک	
	معرفۃ المذاہب	ابی سراج	پھلواری	
	″	محمد طاہر غزالی	علی گڑھ، ندوہ	
	معرفت نفس و رب	—	حبیب	
	معرفت النفس والخالق	احمد بن جلال الدین کاشانی	″	
	معیشت نامہ	عبد الحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ	عبد الحی	
	مغز المعانی	سید شہاب الدین	انجمن، آصفیہ	
	مفاخر الابرار	محمد غوث بن ناصر الدین محمد	آصفیہ	
۱۹۲۳	مفتاح الاسرار	غلام محی الدین سید عبد اللطیف	مدراس	
	″ ″	سماء الدین ابراہیم بن سید عطا عن شیخ ادہ ملتانی م ۹۰۱ھ	حبیب	
	″ ″ الابرار	—	جواہر	
	مفتاح الانوار فی لطائف الاسرار	محمود ابن علی بن محمود حلوانی	پھلواری	
	مفتاح التفاسیر ؟		مدراس	
	مفتاح التوحید در حل مشکلات	شیخ خوب محمد چشتی	آصفیہ ۲	
۱۹۲۹	مفتاح الجنان	محمد وجیہ الدین	رضا، آصفیہ، حبیب	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۹۵۰	مفتاح الجنان	—	پھلواری، ناصریہ، علی گڑھ	
	مفتاح القرآن	شاہ اشرف	مدراس	
	" "	خوب محمد	حبیب	
	مفتاح الخیرات	اسمٰعیل بن لطف اللہ الباخرزی	علی گڑھ	
	مفتاح الدقائق	حاجی عبد اللہ افغانی	رضا	
	مفتاح السلوک: شرح لوائح جامی	عماد	آصفیہ	
	مفتاح الطالبین	کمال الدین محمود غجدوانی	" / سالار، ندوہ	
	" " (ملفوظات متعلق خواجہ شمس)	قطب الدین بختیار کاکی	علی گڑھ	
	" "	حضرت شیخ بادشاہ	سبحان اللہ	
	مفتاح العارفین	عبد الفتاح بن محمد نعمان	دیوبند۲	
۱۹۶۰	مفتاح فتوح الغیب	غلام محی الدین	ایشیاٹک	
	مفتاح الفتوح، شرح فتوح الغیب	سید عبد القادر	آصفیہ۲	
	مفتاح الفیض	حسن الطاہر محمد نیموری م ۹۰۶ھ	علی گڑھ	
	مفتاح المطالب	قاضی حمید الدین ناگوری	ایشیاٹک	
	مفتاح المعارف	شیخ عبد القادر در فخری	آصفیہ، مدراس، محمدی	
	مفتاح المعانی	محمد ابراہیم ولد شیخ شرف الدین	پٹنہ یونیورسٹی	
	" (شرح مثنوی مولانا روم)	سید عبد الفتاح العسکری الحسینی	آصفیہ، ٹونک	
	" " (")	ابو محمد حبیب اللہ ہدایت اللہ	آصفیہ، حبیب گنج	
	مفتاح النجات	ابو النصر احمد بن ابی الحسن النامقی الجامی	رضا	
	مفتاح وحدت کشف	شیخ عبد اللہ صوفی شطاری	دیوبند	
	مفتاح ہدایت		آصفیہ	
۱۹۷۱	مفرح القلوب (ترجمہ مثنوی الٰہ بخش)	تاج محمد مفتی الملک	جواہر، ندوہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۹۸۲	مقاصد الاولیا	محمود بن احمد بن الحسن	پٹنہ یونیورسٹی، بہار	
	مقاصد السالکین	مولانا ضیاء اللہ	رضا	
	مقاصد قادریہ	شاہ ابراہیم عرف مخدوم جی قادری	آصفیہ	
	مقاصد العارفین	محمد قاسم ابن خواجہ دیوانہ	ریاست ٹونک	
	المقالات المرضیہ	شاہ ولی اللہ دہلوی	مدراس	
	المقالات الوفیۃ فی التصوف والابیۃ		رضا، ندوہ	
	مقالات ابی سعید	شیخ سعید فضل اللہ بن ابوالخیر	〃	
	مقامات امام ربانی	شاہ غلام علی	دیوبند	
	مقامات خواجہ بہاء الحق والدین	خواجہ پارسا	آصفیہ	
	مقامات در تصوف	ابوبکر بن محسن	ہمدرد	
۱۹۸۳	مقامات شاہ غلام علی	شاہ عبدالغنی مجددی	علی گڑھ	
	مقامات معصومی	صفیر احمد فضلی	ابوالخیر	
	مقدمہ اشعۃ اللمعات ؟	عبدالرحمن بن احمد الشیبانی	رضا	
	مقدمہ در بیان طریق سلوک		ابوالخیر	
	مقدمہ فی اصطلاحات الفصوص = شرح مشکلات فصوص		〃	
	(۔۔ مقرر نامہ سفرنامہ	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	سبحان اللہ	
	المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	—	ظل الرحمن	
	مقصد اقصیٰ در شرح اسماء الحسنیٰ	محمد اسلم	〃	
	المقصد الاقصیٰ	کمال الدین حسین خوارزمی	آرکائیوز، الہ آباد	
۱۹۹۱	〃 〃	محمد آصفی	یوپی، آرکائیوز	
	〃 〃	عزیز بن محمد النسفی	آصفیہ	
	مقصد عشق	سید اشرف بن محمد الحسینی	ایشیاٹک	
	مقصود الصالحین	خواجگی درویش	آصفیہ	
	مقصود العاشقین	ابوداؤد بن صدیق بن داؤد بن قطب الدین حسین	ہمدرد	
	مقصود القاصدین	بدرالدین قریشی	پھلواری ۲	
۱۹۹۷	مقولات	خواجہ عبداللہ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۹۹۸	مکاتیب	قطب الدین	ناصریہ	
	〃	امیر ابوالعلی اکبر آبادی	پھلواری	
	〃	سید امین الدین و میر سلامت علی	علی گڑھ	
	〃 دارا شکوہ و شیخ محب اللہ		〃	
	〃 شاہ عشق	شاہ اسحاق عرف پیرو مرشد یا	خانقاہ پیرو مرشد یا	
	〃 شاہ ولی اللہ		دیوبند	
	〃 شیخ عبدالقادر جیلانی	علی متقی	جامعہ ملیہ	
	〃 شیخ محمد چشتی		ناصریہ	
	〃 غوث اعظم		پھلواری ۲	
۲۰۰۷	〃 تنبیہ ؟	شیخ احمد سرہندی	علی گڑھ	
۲	〃 و رسائل عبدالحق	عبدالحق محدث دہلوی		علی گڑھ
	مکاشفۃ الاسرار		آصفیہ	
	مکاشفات رضوی شرح مثنوی	محمد رضا	آصفیہ ۲	
	مکاشفات غیبیہ	حضرت مجدد الف ثانی	رضا، ایشیاٹک، ندوہ	
	〃 〃 منعمی	منعم پاک	حبیب خدابخش / منعمی	
	〃 〃	منعم خانخاناں	سالار	
	مکاشفۃ القلوب		آصفیہ	
	مکتوب بنام بختیار کاکی	معین الدین چشتی	حبیب، ملیہ، ٹونک	
۲۰۱۶ 〃	〃 حسن علی	حسن مودودی	〃	
	〃 〃 خواجہ معین الدین چشتی	قطب الدین بختیار کاکی	خدابخش، علی گڑھ	
	〃 توحیدی	—	خدابخش	
	〃 حضرت ابوالعلی / مکتوبات ابوالعلی		〃 ۳	
	〃 حضرت نظام الدین اولیا	—	ندوہ، دیوبند	
	〃 خواجہ برہان الدین	—	〃	
۲۰۳۲ 〃	خواجہ بہرام	—	سبحان اللہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۰۲۳	مکتوب دربیان توحید	نظام الدین اولیا	دو بنڈل علی گڑھ طبیہ	
	" در تحقیق روح		ایشیاٹک	
	" شاہ خوب اللہ	ابن حبیب	خدابخش	
	" قطب المحی	عبداللہ قطب المحی	سالار	
	" نظام الدین	نظام الدین اولیا	ایشیاٹک ۲	
	" ولی اللہ دہلوی		"	
	" ہشتم		"	
	مکتوبات		سبحان اللہ	
۲۰۳۱	"	عبدالقادر جیلانی	حبیب، ایشیاٹک	
	"	شیخ احمد سرہندی	جامعہ، ابوالخیر	
	" (ناقص الاوّل)		آصفیہ	
	"	علاء الدین قریشی	"	
	" (دو رسالہ)		آرکائیوز الہ آباد	
	" ابوالفضل		پھلواری	
	" اشرفی (اشرف جہانگیر سمنانی)	عبدالرزاق	ٹونک، علی گڑھ، مشکوٰۃ	
	" بزرگان پھلواری	شاہ بدرالدین، شاہ محی الدین، " قمرالدین، " نظام الدین، " امان اللہ		
	" بنام شیخ پیر محمد		← پٹنہ یونیورسٹی	
۲۰۳۰	" " بندگی میاں	بندگی میاں مصطفیٰ	آصفیہ ۳	
	" حاجی شیخ سرور سعد الدین	حاجی سیاح سرور سعد الدین رتاجی	"	
	" حضرت حسام الدین		پٹنہ یونیورسٹی، علی گڑھ	
	" " دیوان جیو		خدابخش	
	" " رسول نما بنارسی در حضرت تاج العارفین		جامعہ، آصفیہ	
۲۰۳۵	" خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی		خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۳۰۱۲۶	مکتوبات حضرت سراج الدین عبداللہ شطاری	مجہول (؟)	آصفیہ	
//	// شاہ عبدالرزاق	شاہ عبدالرزاق	خدابخش	
//	// شاہ علی عاشقاں	شاہ علی عاشقاں	آصفیہ	
//	// محبوب سبحانی	شہاب الدین سہروردی (؟)	//	
//	// مخدوم جہاں	مظفر بلخی (مرتب؟)	خدابخش	
//	// شاہ نور قطب عالم پنڈوی (۱۳ مکتوب)		بلخیہ	
//	// مولانا مظفر بلخی	شیخ حسین معز بلخی (مرتب؟)	//	
//	// حسین معز بلخی		آصفیہ [illegible]	
	// خواجہ معین الدین چشتی / مکتوب خواجہ		آصفیہ، لنڈن، رضا، جامعہ، ایشیاٹک	
۳۰۵۵	// خواجہ یحییٰ چشتی	خواجہ یحییٰ چشتی	خدابخش	
	// در تحقیق وحدت احدی	خواجہ محمد ناصر دہلوی	پھلواری	
	// سید احمد بریلوی	سید احمد بریلوی	ٹونک	
	// سید سعید الدین رفاعی		حبیب	
	// سید عبدالرحمٰن		ایشیاٹک سوسائٹی	
	// شاہ احمد سعید مجددی	حاجی دوست محمد قندھاری	ابوالخیر	
	// شاہ بوعلی قلندر		دیوبند [illegible]	
	// شاہ پیر محمد	ابوالمکارم	حبیب	
	// شاہ خوب اللہ الہ آبادی	محمد اسلم الہ آبادی	دیوبند	
	// شاہ سعد اللہ سہروردی	—	علی گڑھ	
	// شاہ عاشقاں	—	آصفیہ	
۳۰۶۰	// شاہ عبدالرزاق	—	پیر دھریا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۰۶۷	مکتوبات شاہ علیم الدین بلخی	شاہ غلام مظفر بلخی	بلخیہ [۲]	
"	شاہ فرحت اللہ کریم چکی		منعمی	
"	شاہ قمر الدین حسین		"	
"	شاہ مجتبیٰ لاہر پوری	تراب علی بن شاہ محمد کاظم قلندر	آصفیہ [۲]	
"	شاہ مظہر حسین منعمی / کریم چکی		بلخیہ	
"	شاہ نیک عالم		جواہر [۲]، آصفیہ	
"	شیخ شہاب الدین سہروردی	عبدالقادر جیلانی	آصفیہ	
"	شیخ عبدالجلیل	شیخ عبدالجلیل	پیرو شریف [۲]، آصفیہ، علیگڑھ [۲]، آرکائیوز، آزاد، سبحان اللہ، ٹونک، بلخیہ، یونیورسٹی	
۲۰۷۵ "	شیخ عبدالحق	عبدالحق دہلوی	آصفیہ، ابوالخیر، علیگڑھ	
"	شیخ عبدالکریم		آصفیہ	
"	شیخ غلام رشید عثمانی		خدابخش	
"	شیخ محمد علا عرف قادر ستاری		بلخیہ	
"	صد و پنجاہ مکتوب (؟)		پھلواری	
"	عبدالرزاق کاشی و علاؤ الدین سمنانی		ایشیاٹک	
"	عبداللہ قطب	عبداللہ قطب	ایشیاٹک [۲]	
"	غوث پاک و مرید (مترجم)	علی بن حسام الدین	علیگڑھ	
"	غوث الثقلین	ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی	عبدالسلام	
"	فرخ شاہ محمد		خدابخش	
"	فرید الدین عطار		آصفیہ [۲]	
۲۰۸۶ "	محب اللہ الہ آبادی	ملا شیخ محمود جونپوری	سبحان اللہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۰۸۸	مکتوبات محمد مخدوم سامری	محمد مخدوم سامری	مدراس	
″	مخدوم جہانیاں جہاں گشت		پیر دمڑیا	
″	مکتوبات مظفر بلخی		خدابخش	
″	مولانا اسمٰعیل شہید		ٹونک	
″	میر ابو العلا	میر ابو العلا اکبر آبادی	[illegible]، آصفیہ	
″	ناصری		پھلواری	
″	نظام الدین اولیا		مدراس، دیوبند	
″	″ قلندر		آصفیہ	
″	و رسائل اشرفی	سید اشرف جہانگیر سمنانی	علی گڑھ، ٹونک	
۲۰۹۶ ″	و رقعات مولانا فخر الدین	عوض علی	حبیب	
	ملفوظات		علیگڑھ	
″	رسالہ در بیان مراتب فنا	گیسو دراز	جامعہ، دیوبند	
	ملفوظات	خواجہ محمد پارسا	حبیب	
″	″	حسام الدین جونپوری	جامعہ	
″	بابا فرید	بابا فرید گنج شکر	جمال پاشا	
″	برہان الدین جنیدی	سید ابو الحسن قادری (مرتب)	آصفیہ	
—	″ ″ راز = ← انوار الہدیٰ			
″	″ شطاری		حبیب	
″	بہاؤ الدین نقشبندی	محمد بن محمد [illegible]	حبیب، آصفیہ، دیوبند، ٹونک	
″	جلال الدین رومی		علیگڑھ	
۲۱۰۶	″ حضرت بہاء الدین		حبیب، آصفیہ، دیوبند	
″	″ حسام الدین مانکپوری		پھلواری، ہمدرد	
″	″ خواجہ خورد	سلام اللہ	آصفیہ	
″	″ قطب الدین بختیار کاکی	—	جواہر	
″	″ ″ محمد علی ترمذی		حبیب، آصفیہ، دیوبند	
۲۱۱۱ ″	″ شاہ ابو البرکات الہلالیؒ	شاہ قمر الدین حسین	نجفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۱۱۳	ملفوظات حضرت شاہ راجو قتال	—	آصفیہ	
،،	،، شاہ سلیمان	ابو احمد یار محمد ابن تاج محمد	،،	
،،	،، مجدد الف ثانی	—	،،	
،،	،، محمد زمان	ابراہیم بیگ	علی گڑھ	
،،	خواجگان چشت		دیوبند	
،،	خواجہ اویس قرنی		پیر دھریا	
،،	خواجہ بندہ نواز	گیسو دراز	آصفیہ ایشیاٹک	
،،	،، حسن اجمیری	محمد مہدی	بوہار	
،،	خواجہ عبید اللہ احرار		حبیب پھلواری	
۲۱۲۱ ،،	،، عثمان ہارونی		عمادیہ، دیوبند	
،،	،، میر درد		،،	
،،	،، ہاشم علوی	مراد بن سید جلال	آصفیہ	
،،	رزاقیہ	محمد خان رزاقی	،،	
،،	سلسلۂ سہروردیہ و اوراد		پیر دھریا	
،،	سید حسن رسول نما		پھلوری	
،،	شاہ پیر محمد		جمال پاشا	
،،	،، صبغۃ اللہ	عبد الفتاح حبیب اللہ	آصفیہ	
،،	شاہ عالم	شاہ عالم سراج الدین	علی گڑھ	
،،	،، عبد الرحمٰن	غلام حیدر	فضل الرحمٰن	
۲۱۳۱ ،،	،، غلام حسین قرہ	—	منشی	
،،	،، غلام شاہ	محمد امیر	،، ۲	
،،	،، محمد سلیمان تونسوی	امام الدین	علی گڑھ	
،،	،، نظام الدین	خدمتگار محمد نور الدین	آصفیہ، سالار	
۲۱۳۵ ،،	،، وجیہ الدین علوی	شاہ وجیہ الدین علوی	،، یونیورسٹی علی گڑھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۱۳۶	ملفوظات شیخ ابو نجیب سہروردی		پیرس ، برٹش میوزیم	
″	″ شیخ احمد عبد الحق		آصفیہ ، سالار	
″	″ شیخ بہائی		آصفیہ	
″	″ شیخ حسن		بلگیہ	
″	″ شیخ سلیم چشتی	ابراہیم	جواہر	
″	″ شیخ عبد الحق	عبد القدوس اسمٰعیل بن صفی حنفی	عبد السلام ، آصفیہ	
″	″ شیخ علی متقی		آصفیہ	
″	″ / فوائد رکنی	امام الدین راجگیری	خدا بخش	
″	″ شیخ نظام الدین تھانیسری	نظام الدین بن عبد الشکور	آصفیہ	
″	″ شیخ نعمت اللہ		″	
۲۱۴۶	″ شیخ شاہ ہاشم علوی	مراد بن سید جلال الدین	حبیب ، آصفیہ	
″	″ عبد اللہ غزنوی		آصفیہ	
″	″ فخر الدین المسمٰی بہ فخر الطالبین	سید نور الدین حسین فخری	″	
″	″ قادریہ		عبد السلام ، ایشیاٹک	
″	″ کمال الدین کاشانی		دیوبند	
″	″ مخدوم اخی جمشید راجگیری	یحییٰ بن علی اصغر جمالی	علی گڑھ	
″	″ شرف الدین یحییٰ منیری		بلگیہ	
″	″ وجیہ الدین گیرانوی	مولوی نصر اللہ	دیوبند	
″	″ مغربی	محمد شیریں مجذوب تبریزی	بہدرد	
″	″ مولانا فخر الدین		آصفیہ	
۲۱۵۶	″ میر بدیع الدین	میر محمد بن علی	″	
″	″ و حالات بہاء الدین نقشبندی	یعقوب بن عثمان	دیوبند	
″	″ و مکتوبات	—	خدا بخش	
″	″ شاہ علیم الدین بلخی		بلگیہ	
″	″ یک از اولیاء کاملین		آصفیہ	
	ملفوظ السفر	شیخ احمد شرف الدین منیری	بلگیہ	
۲۱۶۳	ملفوظ کبریٰ	—	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۱۶۳	ملفوظ کلیم اللہ حسینی	کلیم اللہ حسینی	آصفیہ	
	〃 حضرت مخدوم بہاری		پھلواری	
	〃 منعمیہ		〃	
	منابع الحکمۃ (شرح عین العلم)		ٹونک	
	منازل اربعہ	پیر محمد لکھنوی	ایشیاٹک، درگاہ شاہ ابوالخیر اسلام پور، آصفیہ، سبحان اللہ، رضا	
	منازل السالکین	شیخ ابوعلی احمد بن الحسین القزوینی	رضا	
	منازل السائرین	عزیز نسفی	آصفیہ، رضا	
	منازل العارفین	شیخ ابوسعید عرف جعفر بہاری	رضا	
	مناظرات خمس	علاء الدین اصفہانی	ایشیاٹک	
۲۱۷۴	مناظر اخص الخواص	محب اللہ الہ آبادی	ایشیاٹک، رضا، ٹونک، ندوہ	
	مناقب احمدیہ مقامات سعیدیہ	شاہ محمد مظہر	ابوالخیر	
	〃 حضرت شیخ جیو	عبدالحلیم	آصفیہ ۲	
	〃 خواجہ احرار		ایشیاٹک	
	مناقب السادات	شہاب الدین دولت آبادی	علیگڑھ	
	〃 سید محمد قادری اچھری	علی شیر شیرازی	خدابخش پٹنہ یونیورسٹی	
	〃 عارفین	شمس الدین افلاکی	عبدالسلام	
	مناقب	حبیب اللہ قادری قنوجی	جواہر	
	مناقب غوثیہ دا عمال / اذکار قادریہ	محمد صادق شہابی	خدابخش، آصفیہ، حبیب، علی گڑھ، عبدالسلام، آصفیہ، پھلواری	
۲۱۸۴	مناقب مخدوم جہانیاں	—	ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۱۸۲	منابع الانوار		رضا	
	منابع السالکین	خواجہ قاسم خان	رحمانیہ	
	منارج الشطار	امام الدین راجگیری	خدابخش	
	منارج الطالبین و مسالک الصادقین	میر علی ہمدانی کشمیری	دہلی	
	منارج العباد الی المعاد	محمد بن احمد المعروف بالسعید الفرغانی الصوفی	علی گڑھ	
	منابع الفاضلین		سالار	
	منبع الاسرار	شیخ باب اللہ مشہدی	رضا	
	" "	محمد اعظم	خدابخش	
	" "	شیخ محمد عظیم لاہوری	رضا	
	" "	سید معین الحق بن شہاب الحق	خدابخش	
۲۱۹۲	منتخب مصالح الصالحین	پیر محمد بکھلوی	رضا	
	" نسخہ فردوسیہ	—	حبیب	
	منتہائے وحدت	خواجہ معین الدین چشتی	دیوبند	
	منشور الخلافۃ و دستور الاجازۃ	حسام الدین محمد	ایشیاٹک	
	منظومۃ الطریقت	سید سعد الدین سیفی	"	
	منہاج العابدین (")	شیخ یوسف بدھہ	خدابخش	
	منہاج العارفین	سید علی الہمدانی	رضا	
	" "	عبد اللہ انصاری	علیگڑھ	
	منہاج الغافلین	محمد بن اسحق الخوی	"	
	منہاج النجاح فی ترجمہ مفتاح الفلاح	علی بن طیفور بسطامی	پنجاب یونیورسٹی	
	موارد الشریعۃ	—	ٹونک	
	مواطن	شرف الدین علی	ایشیاٹک	
۲۲۰۲	مواہب الرحمن ترجمہ جواہر الرحمان	—	ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۲۰۵	مواہب قادریہ	محمد صادق لطیفی	مدراس	
	موہبی المشفر	سید عبدالجبار عرف خواجہ میر	صولت	
		یحییٰ بن حبش سہروردی		
	مونس الفقراء	امیر ہمدانی ←	عبدالسلام، پیر محمد شاہ	
		حسام الدین مانک پوری	پیر محمد شاہ	
	مونس القلوب	—	خدا بخش	
	مونس المریدین	—	پھلواری	
	موہبۃ الزبیر / وہب التیر	قطب الدین محمد اشرف	ابوالخیر	وقفیہ نقل الوصفی تذکرہ لیا گیا ہے
	میزان الاحوال	عبدالواحد بلگرامی	خدا بخش	
	میزان التوحید	—	آصفیہ	
	میزان المعانی	—	مدراس	
	(ن)			
۲۲۱۵	نادر النفوس	محمد اکبر اسداللہ قادری	رضا	
	نادر نکات	جادو داس	عمادیہ	
	ناموس اکبر / جلیل ناموس	ضیاء الدین نخشبی	پھلواری، خدا بخش، رضا، [illegible] ۲ الہ آباد	
	نامۂ الٰہی	—	← خدا بخش	
	نامہ شاہ جلال الدین		الجمعیہ	
	ن والقلم	خواجہ دہدار	رضا	
	نثار العاشقین	شرف الدین حسین	ایشیاٹک	
	نجات المریدین در حالات غوث اعظم	شیخ علی محمد بن عبدالحق محدث دہلوی	حبیب	
	نجم الثاقب	نجم اللہ صدیقی	آصفیہ	
	نجم الہدیٰ	—	پھلواری	
۲۲۲۵	نخل الفردوس	حسن الدین ابدال اقدس کرکی	ابوالخیر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۳۳۶	نسائم القادریہ		خدابخش، پٹنہ یونیورسٹی	
	نسب نامہ حضرت سید شاہ اسمٰعیل		آصفیہ	
	" غوثیہ	محمد بن درویش علی	حبیب	
	نسخۂ الابرار	—	عمادیہ	
	نسخۂ اصطلاحات صوفیہ	—	بلخیہ	
	نسخۂ اوراد	عبد المجید قادری	فرقانیہ	
	نسخۂ ارشاد	—	پیر و مرشد پٹنہ	
	نسخۂ متبرک	—	پیر و مرشد پٹنہ	
	نسخۂ ارشاد	عبد الحق شیخ احمد قانی	"	
۲۳۳۵	نشاط العشق (ملفوظات عبد القادر جیلانی)		سالار	
	" "	عبد اللہ بن حسن	ایشیاٹک	
	" "	شاہ میراں جیو	"	
	نصائح	خواجہ عبد اللہ بن محمد انصاری	رضا، محمد بیگ، علی گڑھ	
	نصائح الآخرویہ	شاہ حفظ اللہ	آصفیہ	
	نصائح شاہ عبد اللہ ملتانی	محمد مستقیم بن عنایت اللہ	رضا	
	نصائح مخدوم جہانیاں	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	مدراس	
	نصیحت نامہ	شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبد اللہ بن محمد انصاری	رضا	
	نفاست المراکم	عاقل خاں رازی	فرنگی محل، لکھنؤ	
	نفحات العشق	میر محمد عسکری بن محمد تقی	رضا	
۲۳۴۵	نغمۂ عندلیب	محمد باقر آگاہ	آصفیہ	
	نغمۃ العشاق، المعروف نغمۂ قدسی	محمد نور اللہ حسینی الصابری		
	" عشاق در ثبوت سماع	محمد نور ابن محمد مقیم الدین چشتی صابری	پھلواری	
	" (ازالۃ القناع عن وجہ السماع)	محمد نور اللہ اعظم پوری	دیوبند	
	نغمۂ وحدت	خواجہ معین الدین محمد بن غیاث الدین	رضا	
۲۳۴۷	نفائس الانفاس	شیخ خواجہ محمد بن خواجہ محمود شیرازی	رضا، حبیب، ندوۃ العلماء	
		محمد بن محمود دہدار		

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۳۲۴۸	نفائس الافکار	حسین بن عالم	حبیب	
	نفائس الانفاس[۱]	—	ہمدرد	
	نفائس الحقائق	امیر سید شریف الحسینی	آصفیہ	
	نفحات السالکین / نصیحت السالکین	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش، رضا، حبیب	
	نفس رحمانی	شیخ موسیٰ بن شیخ داؤد	خدابخش، آصفیہ، ایشیاٹک، سالار، ندوۃ العلماء	
	نقد مقامات تصوف		علی گڑھ	
	نقلیات اصغری	شیخ علی اصغر	"	
	نکات الاسرار	عبد القادر	[illegible]	
	" "	اسماعیل بن سہدا	خدابخش، سالار	
	" "	معز الدین ابو عبد اللہ السید آدم	رضا، آصفیہ	
۳۲۵۷	" شاہ میاں ملتانی	شاہ میاں ملتانی	آصفیہ	
	نکات العارفین	قادری	پٹنہ	
	" "	صادق بیگ	[illegible]	
	نکتہ	خواجہ خورد پسر خواجہ باقی باللہ	علی گڑھ	
	نگارستان	امیر اسماعیل المعروف بہ سعید خاں	آصفیہ	
	نوادر الصغر	—	"	
	نوازش نامہ			
	نود و دو سخن	محمد حسن میر نظام الدین (انجو)	خدابخش	
	نود و نہ نام حضرت غوث الاعظم در شرح قصیدہ سریانی	حضرت غوث الاعظم	آصفیہ	
	نور الابصار	—	مدراس	
	" "	محمد سالم	ظل الرحمن*	
	نور الایمان	ابوالخیر محمد سالم اللہ بن شیخ الاسلام البخاری		
	نوادر المعارف	خواجہ محمد بن خواجہ عیسیٰ	دیوبند	
۳۲۶۰	نور العاشقین	برہان الدین غریب	مزمل	

۱؎ غالباً برہان الدین غریب کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور رکن الدین کاشانی کا مرتبہ ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ کیفیت
۲۲۸۱	نور علی نور	محمد یوسف المتخلص بہ نکہت	رضا
	نور القلوب	سید نور الاصفیا	آصفیہ
	نور الکریمتین		؍؍
	نور مطلق / نور مطلق کی ترجمہ محمد ابن	نور اللہ بن مقیم الدین	دیوبند، ندوہ
	نور المریدین و فضیحۃ المارقین	ابو ابراہیم اسمٰعیل بن محمد	علی گڑھ
	نور من النظر		؍؍
	نور وحدت / رسالہ نور وحدت	خواجہ خورد	جامعۃ الجلیلیہ، رضا، آصفیہ، علی گڑھ، جواہر، انجمنیہ
	؍؍ (انتخاب)	نصیر الدین چراغ دہلوی	دیوبند
	نور وحدت	خواجہ معین الدین بن غیاث الدین حسینی	رضا
	نور الوحدت	برہان الحق	آصفیہ
۲۲۸۱	ن یاب	ابو الحسن فرغانی	حبیب
	نہج الرشاد	احمد بن علی الدین القادری	خدا بخش
	نہج السالک الی شرف المسالک	شیخ نور الدین ابن علی بن خلیل	آصفیہ
	نہج العارفین	محمد خاں	خدا بخش
	نیاز العاشقین	بو علی قلندر	برقی
	(و)		
	واردات	سید علی ہمدانی	رضا، کشمیر
	واردات الٰہی	محمد علی ابن لطف اللہ	پیر دمڑیا
	واردات باطن		آصفیہ
	واردات محمد مسمی بہ آغاز و انجام	محمد لاہجی نوربخشی	رضا
	واقعۃ الحقانیہ	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدا بخش
	وجود العاشقین		رضا
	؍؍	خواجہ گیسو دراز	خدا بخش، آصفیہ، انجمن اشاعت، عادیہ، حبیب، علی گڑھ، ہمدرد، سالار جنگ، ندوہ، پھلواری، ایشیا

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کس کتب خانہ	کیفیت
۲۲۹۳	وجود مثال نے بدست ثانیؒ		آزاد	
	وحدت الوجود	—	خدابخش	
	وسیلۃ الطالبین	کمال	ناصریہ	
	وسیلۃ النجات	—	خدابخش	
	ورشتۃ الحق	شاہ حافظ	سالارجنگ	
	وصایا حضرت مخدوم بہاری	—	پھلواری	
	وصایا شیخ الاسلام	—	خدابخش	
	وصایا الوزیر علی طریقۃ البشیر والنذیر	محمد وزیر خاں	دیوبند	
	وصول الی اللہ	عبدالکریم بن عبدالرزاق عباسی	سالار	
	وصیت السہروردی	شہاب الدین سہروردی	رضا	
۲۳۰۴	وصیت نامہ		رضا، آصفیہ	
	″ ″ حضرت رسولؐ		آصفیہ	
	″ ″ خواجہ بندہ نواز	خواجہ گیسو دراز	روضۂ گیسو دراز	
	″ ″ شاہ ولی اللہ	—	دیوبند	
	وصیت البہاری		″	
	وصیت ہای خاصہ از کلمات اکابر سلاسل	نعیم اللہ بہرائچی	ابوالخیر	
	وظائف احمد سرہندی	شیخ احمد سرہندی	علی گڑھ	
	ولوا...	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش	
	وصیت الاکبر	ابن العربی	فرقانیہ	
	وصیت ایمانی	شاہ غلام احمد	رضا، فرقانیہ	
	وصیت الزبیر ... الزبیر			
	ہدایت الاعمیٰ	فقیر حسین ...	آصفیہ، دارالشفاء ... اکسیر	
	ہدایت درویشی	مظفر شمس بلخی	بلخیہ	
	ہدایت السالکین	مظہر بن ... جلال آبادی	آصفیہ	
۲۳۱۶	ہدایات شاہ عبدالحق	نعیم الدین مجددانی	حبیب	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۳۱۷	ہدایۃ الطالبین	علامت الفقر (فیض اللہ قادری)	رضا	
	"	جمال محمود لد یاد محمد شاہ جہاں پوری	"	
	ہدایۃ القلوب	سید شیخ زین الحق	آصفیہ، حبیب	
	ہدایۃ المخلصین	میر حیدر گجراتی	خدا بخش، کشمیر	
	ہدایۃ المخلوق	محمد بن اسحٰق	پیر محمد شاہ	
	ہدایۃ المشیخۃ بعنایۃ اللہ الصمدیۃ	محمد چشتی بن محمد حسن	حبیب	
	ہدایۃ الاخیار و مفتوح الاسرار	جمال الدین یحییٰ بن علی بن داؤد	رضا	
	ہدایت نامہ	ملا ادھم ابو اعلا قریشی	"	
	ہدی اللہ		ایشیاٹک	
	ہدی الطالبین	نجم الدین محمود الاصفہانی	خدا بخش	
۲۳۲۴	ہشت رکنی	—	پیر محمد شاہ	
	ہشت مسائل و رسالہ ہشت مسائل	گیسو دراز	حبیب / آصفیہ	
	ہفت احباب	قاضی حمید الدین ناگوری	علی گڑھ	
	ہفت سنابل ؟	عبد الواحد بلگرامی	[illegible]	
	ہواتف فی سلوک العارف	—	آغا فیروز	

(ی)

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
	یقظۃ الغافلین	محمد حامد سودائی برگامی	رضا	
	ینابیع الحکمت ترجمہ عین العلم	شیخ محمد عمر	آصفیہ، ٹونک	
۲۳۳۲	ینابیع الحیوۃ الابدیہ	شیخ ابو الحسن	"	

عربی مخطوطات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱	الآداب الدینیہ	امین الدین ابو علی حسن بن الفضل الطبرسی	رضا	
۲	آداب الصوفیہ	ابو عبد الرحمن محمد بن حسین بن موسیٰ النیشاپوری	ٹونک	
	آیات القدر	سیدی محمد الفضل بن عمر المکی	رضا	
	اتحاف المرید بشرح جوہرۃ التوحید	عبد السلام ابن اللقانی م ۱۰۷۸ھ	[illegible]	
	اتحاف الفریدین	ابراہیم بجوری	″	
	اتحاف الذکی (شرح تحفۃ المرسلۃ)	ابراہیم الکورانی المدنی	آصفیہ	
	اتحاف السائل بجواب المسائل	عبد اللہ ابن عباد الخفری	خدا بخش، عمدہ	
	اتحاف الندیم	—	مدراس	
	اثبات النبوۃ	شیخ احمد سرہندی	حبیب	
۱۰	اجازات و اذکار حضرات نقشبندیہ		آصفیہ	
	اجازۃ	احمد الحموی	خدا بخش	
	الاجازۃ القادریہ	حسن ابن ابراہیم	ایشیاٹک	
	احاسن المحاسن	ابو اسحاق ابراہیم بن احمد الرقی	″	
	احسن التلقی	زین العابدین محمد بن محمد الغمری	″ رضا	
	احوال النباتیۃ الآدمیۃ	علی اقتضاۃ الہمدانی	″	
۲	اختصار فتوحات مکیہ	عبد الوہاب الشعرانی	پھلواری	
	اختلافات فی حق ابن عربی	ابن الخیر عبد الرحمن ابن محمد الحارث	آصفیہ	
	اختیار الرفیق لطلاب الطریق	شہاب الدین احمد بن سلامۃ المقدسی	خدا بخش	
	الاخلاق الروحانیہ	الحسین بن علی الحائری	رضا	
۲۰	الاخلاق الصوفیہ	—	″	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۳۱	الاخلاق المتبولیہ	عبدالوہاب الشعرانی	مدراس	
	ادراک الدقائق شرح مرآۃ الحقائق	—	پیر محمدی	
	اربعون حکایت فی صاحب غوث الاعظم	—	جامع مسجد	
	ارتیاح الارواح	بدرالدین ابو محمد الحسین بن عبداللہ البیلی	رضا	
	ارتیاح الاکباد	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی	حبیب	
	الارجوزۃ المصطفیہ	مصطفیٰ بن کمال الدین البکری	خدابخش، الیشیاٹک	
	ارشاد الاولیا	زین الدین بن علی المعبری	آصفیہ	
	ارشاد الالباء فی ہدایۃ الاذکیاء	—	״	
	ارشاد تحفۃ العباد	سلیمان بن حنیف الفاروقی	رضا	
	ارشاد الناقصین و تائید الکاملین	ثناء اللہ پانی پتی	ٹونک	
۲۳۲	ارواح المریدین	ابوالقاسم العارف	پیر محمد شاہ	
	ازالۃ الاشکال	—	رضا	
	اسانید الصوفیہ	محمد بن خلیل القاوقجی الطرابلسی	الیشیاٹک	
	استنشاق نسیم الانس من نفحات ریاض القدس	ابن رجب الحنبلی	״ ندوہ	
	اسرار الاحکام شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب البنانی	ٹونک	
	اسرار الخلوۃ / الکتابۃ الخلوۃ	ابن العربی	رضا / خدابخش	
	اسرار الخلوۃ رسالۃ السلوک	حسن محمد ابن شیخ احمد	آصفیہ	
	اسرار الصلوٰۃ	—	الیشیاٹک	
	اسرار العارفین	—	״	
	اسرار العارفین و سیر الطالبین	علی بن حسام الدین الحنفی	خدابخش	
	الاسفار الاربعۃ	شمس الدین محمد بن احمد الحضری	رضا	
	اسنی الطرق الی اللہ	عبدالقادر الجیلانی	علی گڑھ	
	الاشربۃ النفیسۃ	عبداللہ میرغنی	״	
۲۳۳	الاشارہ	ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم	״	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۴۵	اشعة اللمعات ؟	—	آصفیہ	
	اصطلاحات خصوص	—	"	
	اصول الطریق	شیخ احمد المغربی الجنیدی	بہار	
	الاصول العشرة	نجم الدین الکبری	رضا	
	" "	احمد سلیمان الحنفی	"	
	الافاقة الاحمدیة فی شرح الحقیقة المحمدیة	سید دائم محمود کریم اللہ الحسینی	آصفیہ	سالار جنگ، علی گڑھ
	اظہار الخفیة من اخبار المصطفویة (الاحادیث الاثریة)	—	ٹونک	
	اعانة الرجا الاقتدا بالقضا	علی اکبر بن اسد اللہ المودودی محمد علی القادری	خدا بخش	[illegible]
۵۳	اعلام الہدی وعقیدة ارباب التقی	شہاب الدین السہروردی	جامع مسجد بمبئی	
	الافادہ لمن اراد الاستفادہ	ابن العربی	خدا بخش، رضا	
	الاقوال الجیدة والاحوال الخیریة من الاحادیث واقوال الاولیا	—	عبدالحی	
			"	
	الالہامیة	عبدالقادر الجیلانی	جامعہ	
	الامثال لاہل الحقائق	محمد ابن علی الحکیم الترمذی	ایشیاٹک	
	امحاض النصیحة الصحیحة عن امراض باطل النصیحة المنطیحة	علی بن احمد المہائمی	خدا بخش	
	الامدادات السنیة من الحضرات الکمالیة	محمد عثمان بن محمد الشریف المیرغنی	ایشیاٹک	
	انس الابرار وطرائق الاخیار	ابو عبد اللہ ابو الفرج ابن الجوزی	حبیب	
	انشاء القدوسیہ	علی بن شہاب الدین	رضا	
	الانصاف فی بیان طریق النجاة	خواجہ حبیب اللہ النوشہری	"	
۶۳	انفاس الخواص	محب اللہ الہ آبادی	خدا بخش، رضا، علی گڑھ	
	انہار الابحاث (فارسی الحمدیہ ابی حمید محمدی) انیس المتقین	محمد بخش ... [illegible] عبد الصمد بن [illegible]	ایشیاٹک رضا، آصفیہ، ندوی	
	انیس المنقطعین وانس المتقطعین	ابو محمد عثمان بن اسماعیل الشیبانی	جامع مسجد، رضا	
	الاوراق الخضر / رسالہ فی الصلوٰة	—	خدا بخش	
	الاوراق المنقولة من حق الاولیاء	—	"	
۷۰	ایضاح اسرار علوم المقربین ...	جمال الدین محمد بن عبد اللہ ...	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
(ب)				
۷۱	البادرات العینیۃ فی النادرات الغیبیۃ	عبد الکریم الجیلی	خدابخش، آصفیہ	
	البدرجات الالٰہیۃ فی مقامات الصوفیۃ	شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی	خدابخش	
	بحر الاسرار	محمد جان بن محمد صدیق ابن حافظ	آصفیہ	
	بحر الحقیقۃ والطریقۃ	—	جامع مسجد بمبئی	
	البحر اللاہوت	عبد اللہ الشاہ العارف	خدابخش، ایشیاٹک	
	بحر الوقوف فی علم الاوفاق والحروف	عبد الرحمٰن بن محمد الجردتی	خدابخش	
	البرزۃ الخلق	الغزالی	جامع مسجد	
	البرق اللامع المغرب	قاسم ابن ابی الفضل السعدی	آصفیہ	
	برہان التکلیف	—	مدراس	
	بشارۃ الحبیب	عبد الوہاب بن ولی اللہ المکی	رضا	
۸۱	بغیۃ السالک الی اشرف المسالک	ابو عبد اللہ محمد بن محمد الساحلی	ٹونک	
	بلغۃ الغواص	ابن العربی	رضا	
	بلغۃ المرید	سید مصطفیٰ البکری	آصفیہ	
	بوارق الالماع	احمد بن محمد بن محمد الغزالی م ۵۲۰ھ	مدراس، آصفیہ	
	البوارق النوریۃ فی بوارق الانوار	عبد الحمید حسین بن محمد باشم الفتریری	خدابخش، ایشیاٹک، ندوہ	
	بہجۃ الناظر المنتخب من صید الخاطر	شیخ محمد بن علی بن سلوم	ٹونک	
	بہجۃ النفوس والاحداق	عبد الوہاب الشعرانی	آصفیہ	
	بیان الاسرار (الفصل الثالث العشرون)	محمد یوسف	خدابخش	
	بیان کلمۃ التوحید	خلیل محمد بن شیخ عبد اللطیف		
(ت)				
	التالیف الرشیدی	قاضی کمال الدین حسین بن معین الدین	رضا، ایشیاٹک	
	تبعید العلما	ملا علی القاری	رضا	
	تنبیہات الطریقۃ لاہل العلم	ملا علی القاری	سالار	
۹۳	التجرید فی کلمۃ التوحید	مجد الدین ابو الفتوح احمد	رضا، آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۹۴	تجلیۃ التقدیس	محب اللہ الہ آبادی	عبد الحی	
	تحذیر ذوی الشیخ عن الاشتغال بالاکبر	ابن العربی	آصفیہ، رضا	
	تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف	عبد الحق الدہلوی	عبد الحی، سبحان اللہ، رضا، ٹونک، جواہر	
	تحفۃ الاحباب	الشیخ محمد مراد البخاری النقشبندی	رضا، ایشیاٹک	
	تحفۃ الاجواد	غیاث الدین	خدابخش	
	تحفۃ الاخوان	—	رر	
	تحفۃ الاستاذ فی آداب الطریقۃ	شیخ احمد الدردیری	آصفیہ	
	تحفۃ الخاقان	محمد جعفر بن شیخ البلاقی	جامع مسجد	
(۲)	تحفۃ السالکین	—	آصفیہ	
	تحفۃ السفرۃ	قوام الدین عبد اللہ الشافعی	رضا	
	التحفۃ الشافیۃ لاہل القلوب الصافیۃ	صدیق بن المعروف القرنی	آصفیہ	
۱۰۵	تحفۃ الصالحین		ٹونک	
	تحفۃ الطالب المبتدی	موسیٰ بن داؤد	خدابخش	
	تخریج احادیث الاحیاء	—	رضا	
	تذکرۃ الخواص وعقیدۃ اہل الاختصاص	ابن العربی	ٹونک، رضا	
	ترجمہ ابن فارض	—	جواہر	
	ترتیب السلوک الی ملک الملوک	محمد بن عمر بن المبارک الحضرمی	ایشیاٹک	(۹۳۵ھ)
	ترجمۃ الکتاب	محب اللہ الہ آبادی	رضا، ٹونک	
	ترجمہ مجمع البحرین	محمد صالح المصری	بدایوں	
	تسنیم فی التصوف		عبد الحی	
۱۱۴	تصنیف الکردوس من حیاۃ ابن العیدروس	—	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۱۵	تشیید الارکان من لیس فی الامکان ابدع مما کان الغزالی	جلال الدین السیوطی	رضا	
	تشیید فی معانی کلمۃ التوحید	—	عبدالحی	
	تصفیۃ القلوب	یحیٰی بن حمزہ	آصفیہ	
	تصنیفات الحکیم الترمذی	محمد بن علی الترمذی	ایشیاٹک	
	التعلیقات علی الابیات العیدروسیہ	ابن العیدروس	ایشیاٹک	
	تفریح القلوب وتفریج الکروب	عمر بن السقاف بن محمد العلوی	رضا	
	تفریح القلوب لمن رتھیب	—	جامع مسجد	
	تفسیر آیۃ شہد اللہ	—	آصفیہ	
	تلخیص الخصال المکفرہ	جلال الدین السیوطی	آصفیہ، تذکرہ	
	تلویحات	—	//	
۱۲۵	التلویحات الصوفیہ	صوفی بن محمد بن العجمانوی	خدابخش	
	تنبیہ الخواطر	ابوالحسین ورام بن ابی الفراس الحلی	//	
	تنبیہ السالک علی مظان المہالک	تقی الدین ابوبکر بن محمد بن عبدالمومن الحصنی	رضا	
	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف	عبدالحق محدث الدہلوی	//	
	تنبیہ العقول	برہان الدین ابراہیم بن حسین الکردی	//	
	التنبیہ العلیہ (اسرار الصلوٰۃ)	زین الدین محمد بن علی العاملی	//	
	تنفیر الشہوات	ملک احمد بن ملک میر محمد الفاروقی الحسنی	//	
	التواصی بالصبر والحق	محی الدین ابومحمد مصطفیٰ البکری	//	
	توبۃ الشوکانی؟	قاضی محمد بن علی الشوکانی	حبیب	
	التوحید الاتم	صدر الدین ابوالمعالی محمد بن اسحاق القونوی	رضا، ایشیاٹک	
	التوحید الاعظم	صفی الدین احمد بن علوان	خدابخش	
	تہذیب الاخلاق		رضا	
۱۳۷	تہلیلیہ شرح کلمۃ الطیبہ	شیخ احمد سرہندی	حبیب	تذکرہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
	(ث)			
۱۲۸	ثلج الفواد فی لبس السواد	جلال الدین السیوطی	آصفیہ	
	ثمرۃ الحقیقۃ	شہاب الدین ابو العباس احمد ابن عمر الواسطی	"	
		—		
	(ج)			
	جامع الاخبار		جامع مسجد	
	جامع السبحی لدعوات النبی		سبحان اللہ	
	جامع الطرق الربانیۃ فی لباس فرق المشائخ الصوفیۃ الربانیۃ	احمد بن محی الدین بن محمد الحسینی / زاد اللہ ابن سید علی محمد الحسینی	خدا بخش، آصفیہ	
	جامع المعجزات	شیخ محمود منظور دہلوی	جامع مسجد	
	جلاء القلوب	محی الدین محمد بن پیر علی البرکلی	رضا	
	جمع الموارد	محی الدین ابو محمد مصطفی البکری	"	
	جنۃ المعارف	شمس الدین ابو عبد اللہ	جامع مسجد	
	الجوابات المرضیۃ عن السؤالات الصوفیۃ	—	سالار	
	جواہر الحقائق	شمس الدین ابو عبد اللہ	آصفیہ، مجری	
۱۲۹	الجواہر الخمسۃ	صبغۃ اللہ بن روح اللہ سید جمال الدین گجراتی	ٹونک	
	الجوہر الفرید فی آداب الصوفی والمرید	رضی بن رضی العامری م ۷۲۰ھ	خدا بخش، ایشیاٹک	
	جید المقال	—	آصفیہ	
	(ح)			
	حادی القلوب الی لقاء المحبوب	ناصر الدین ابو المعالی محمد بن عبد الکریم	خدا بخش، رضا	
	حاشیۃ التوراد	شیخ ابن الیاس الشہیر بہ ملا شیخ الکردی ۹۷۲ھ	آصفیہ	

۱۵۲

آصفیہ، رضا

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۱۵۵	الحاشیۃ العجیبۃ اللامعۃ	محمد بن فضل اللہ	خدابخش	
	الحاشیۃ علی الدرۃ الفاخرہ جامی	رضی الدین عبد الغفور الانصاری م ۹۱۲ھ	رضا ۳	
	الحاشیۃ علی عین العلم	جمال الدین محمد بن اسحاق	رر	
	الحبل المتین	علی بن عبد اللہ العشاقی	آصفیہ	
	حجۃ الوداد	اوحد الدین	محمد ہادی	
	الحدائق لاہل الحقائق	ابو سعید الحسن بن علی الواعظ	علی گڑھ	
	الحدیقۃ الانیقۃ فی شرح البردۃ الوثیقۃ	—	ایشیاٹک	
	حرز الایمان (تعقب علی رسالۃ التسویۃ)	ملا محمود جونپوری م ۱۰۶۲ھ	رضا، عبد الحی	
	حسن التلطف فی الوعظ والتصوف	—	رضا	
	حسن التوسل فی آداب زیارۃ افضل الرسل	—	خدابخش	
۱۶۵	الحصن الحصین	احمد بن محمد الغزالی	رر	
	حقائق التوحید فی شرح تحفۃ المرید	عبد اللہ بن عیدروس	آصفیہ	
	الحقیقۃ الانسانیۃ الکاملۃ	صوفی بن جواہر الجیانوی	رضا	
	حقیقت محمدیہ	وجیہ الدین العلوی	جامع مسجد	
	الحقیقۃ الموافقۃ الشریعۃ / شرح التحفۃ المرسلۃ	محمد بن فضل اللہ	مدرسہ رضا، ایشیاٹک، خدابخش، محمدی جامع مسجد	
	حقیقۃ الیقین / حقیقۃ الحقائق	عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی	خدابخش، آصفیہ	
۲	حکایات الصالحین	—	سبحان اللہ، آصفیہ، رضا، سالار ۲	
	حکایات وغیرہ	—	آصفیہ	
	الحکم العرفانیہ	علاء الدین علی ابن حسام الدین	رضا، سالار	
	حلیۃ البنات والبنین	جمال الدین محمد بن عمر	آصفیہ	
	حلیۃ التلاوۃ وصفات اہل المعروف	—	ایشیاٹک	
۱۶۶	حلیۃ الناسک فی المناسک	شہاب الدین السہروردی	رر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
	(خ)			
		—		
۱۸۴	الخاتمۃ فی الذکر والمراقبۃ والتوجہ		ایشیاٹک	
	الخالفۃ الجامع بین اللائم	—	//	
	خزینۃ التصوف	—	ندوۃ العلماء	
	خصائص الساعات	—	جامع مسجد	
	الخصوص الی معنی النصوص / خصوص النعم شرح فصوص الحکم	علاؤ الدین علی بن احمد المہائمی م ۸۳۵ھ	خدا بخش، آصفیہ	
			دیوبند	
	خلاصۃ الحقائق خلاصۃ الحقائق	عماد الدین ابو القاسم محمد بن احمد بن حسین الفاریابی	رضا، ایشیاٹک	
	خلاصۃ السلوک فی نیل الرفعۃ والسموک	الصوفی حاجی ابن سید حلیمی	خدا بخش، رضا، آصفیہ، جواہر	
	خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر	عفیف الدین الیافعی	سالار	
	(د)			
۱۸۵	الداء والدواء	ابن قیم الجوزی م ۷۵۱ھ	//	
	داحضۃ المبتدعین	حسن بن خرقت التبریزی السغناقی	//	
	الدرۃ المضیئۃ فی زیارۃ المصطفویۃ	ملا علی القاری	//	
	الدر الثمین فی مناقب الشیخ محی الدین	علی بن ابراہیم بن عبد اللہ القادری الفلاحی	// ۲	
	دستور العمل			
	دقائق الحقائق فی کیفیت الخلائق	ابو البرکات بن عبد الوہاب	ایشیاٹک	
		الغزالی ؟	جامع مسجد	
	(ذ)			
	ذخر العابدین			
	ذخیرۃ الملوک فی علم السلوک	محمد بن عبد اللطیف وابن فرشتہ کرمانی	ایشیاٹک	
	ذکر بعض الاسرار	احمد بن محمد بن مظفر الرازی	//	
		—		
۱۹۲	ذکر الحق باسم راشد	سید بن عقیل بن عمر العلوی م ۱۲۷۰ھ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۱۹۵	ذکر وفاۃ الیمن	سید محمد فضل بن عمر العلوی	رضا	
	ذو ابدت اللطائف و شرح الولادۃ	علی بن احمد المہائمی م ۸۳۵ھ	خدا بخش، رضا، آصفیہ	
	ذیل کتاب العزلۃ (ابن عساکر)	رضی الدین احمد بن محمد السمرقندی	رضا	
	ذیل مرتبۃ الوجود	ملا علی القاری	خدا بخش	
	(ر)			
	رحیق مختوم	شہاب الدین سہروردی	آصفیہ	
	رد خطبہ بشکر اللہ مخاطب بہ فضل خان		سبحان اللہ	
	الرسالہ	نجم شاہ	خدا بخش	
	رسالہ	جلال الدین الدوانی	خدا بخش، ابوالخیر	
	رسالہ	باقر مجلسی	سبحان اللہ	
	رسالہ	ملا علی القاری	"	
۲۰۵	رسالۃ الابراج (الکلمات الذوقیہ)	شہاب الدین ابوالفتوح یحییٰ السہروردی المقتول ۵۸۷ھ	رضا	
	رسالۃ اتحاد الکونی	ابن العربی ۶۳۸ھ	آصفیہ	
	رسالۃ احسن التقویم	—	"	
	رسالۃ الارشاد الی سبیل الرشاد	ابن العربی	ٹونک	
	رسالۃ الاستدراج	الغزالی	آصفیہ، رضا	
	" "	عبداللہ حسینی بن حسین	آصفیہ	
	رسالۃ الاعتدال		جامع مسجد	
	رسالۃ الاشتغال بذکر اسم الجلال	شاہ غلام علی	ابوالخیر	
	رسالۃ الی کشف اللہ	علی بن حسین زکریا القریشی	رضا	
	رسالۃ السعیدیہ و رسائل متعددہ	ابوالحسن البکری	آصفیہ	
	رسالۃ تتعلق بمشائخ الطریقۃ واحوالہم	عبدالوہاب الشعرانی	ٹونک	
۲۱۶	رسالۃ التسنیم	شیخ کلیم اللہ	آصفیہ	

مطبوعہ بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۱۴	رسالۃ التسویہ / رسالۃ فی تحقیق بیان سوالروح	الغزالی	خدابخش، ایشیاٹک	
	رسالۃ التسویہ بین الافادہ والقبول	محب اللہ الہ آبادی م ۱۰۵۸ھ	دیوبند، رضا، عبدالحی	
	رسالۃ تصوف / رسالۃ فی السلوک	الغزالی	آصفیہ٢ / رضا	
	رسالۃ تصوف	ابوالفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر الشریحی الکندری	رضا	
	" "	تاج الدین احمد بن عطاء اللہ الشاذلی	آصفیہ	
	" " (رسالۃ شریعت وطریقت)	تاج الدین ابی زکریا ابن سلطان	"	
	" "	عارف اللہ	ٹونک	
	" "	محب الشکور	"	
	" "	عبدالکریم لاہوری	آصفیہ	
	" "	الغزالی	"	
۲۲۷	" "	محی الدین ابن ابی الحسن بن سعید جودہ	"	
	رسالۃ حاجی کیماش ولی	فیض اللہ حسینی	"	
	الرسالۃ المجددیہ / الرسالۃ فی التصوف	مہذب الدین احمد بن عبدالرضا الدریانی	رضا٣	
	رسالۃ فی الحقیقۃ المحمدیہ	—	خدابخش	
	رسالۃ حکیم بن عطا	تاج الدین احمد الشاذلی	جواہر	
	الرسالۃ الخلقیہ (الطلعیۃ المحمدیہ)	باقر داماد (م ۱۰۴۱ھ)	رضا	
	رسالۃ خلق الاعمال	مولانا جلال	آصفیہ٢	
	رسالۃ [فی التصوف]	ابوالفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر الشریحی الکندری	رضا	
	رسالۃ سلوک نقشبندیہ / رسالۃ نقشبندیہ / رسالۃ شریعت وطریقت	شیخ تاج الدین بن زکریا ابن سلطان	ابوالخیر، ٹونک، آصفیہ	
	رسالۃ السیر والسلوک الی ملک الملوک	شیخ قاسم خانی	"	دیوبند ع ۱۲۲۰
	رسالۃ شیخ حبیب اللہ (ملقب رسالۃ التسویہ)	حبیب اللہ	عبدالحی	
	الرسالۃ الشریفیہ	مولانا حیدر	خدابخش	
	" "	—	حبیب	
۲۳۰	رسالۃ شطاریہ / الرسالۃ [illegible] شامیہ	—	[illegible]	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۲۴۱	رسالۃ الصلوٰۃ فی باطنیۃ الصلوٰۃ*	ابن سینا م ۴۲۸ھ	خدا، رضا، علی	
	رسالہ طریقۂ نقشبندیہ	فخر الدین بن شیخ محمد زاہد نقشبندی	آصفیہ	
	رسالۃ العبادلہ / کتاب العبادلہ	ابن العربی	خدابخش	
	رسالۃ العینیہ	الغزالی	آصفیہ	
	رسالۃ الغوثیہ	عبدالقادر الجیلانی	خدابخش ۲، علیگڑھ، آصفیہ، رضا، جامع مسجد	
	الرسالۃ الغیبیہ	ابوالطاہر بن احمد قزوینی	رضا	
	رسالہ فضیلت رمضان	—	آصفیہ	
	رسالہ فی آداب الطعام	—	رضا	
	رسالہ فی آداب المرید	—	خدابخش	
	رسالہ فی آیۃ التوحید	مفتی الخادم	ایشیاٹک	
۲۵۱	رسالہ فی اثبات	شاہ احمد سعید مجددی	ابوالخیر	
	رسالہ فی اثبات السماع	ابو الحسن البصری	ٹونک	
	رسالہ فی اجوبۃ اسئلۃ تتعلق بالکلمۃ الطیبۃ	محمد بن یوسف المقدسی	؍؍	
	رسالہ فی اداء حقوق الاخوان	—	رضا	
	رسالہ فی اسرار الروح / روح الارواح و راحۃ الارواح	ابن العربی م ۶۳۸ھ	رضا، مجاہد	
	الرسالہ فی اصطلاحات الصوفیہ = رسالہ فی التصوف	ابو یحیی زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری (م ۹۲۶ھ)	خدابخش	
	الرسالہ فی الاقطاب والاوتاد	نجم الدین ابو المواہب محمد بن احمد الغیطی م ۹۸۱ھ	رضا	
	رسالہ فی ایام الدہر	ابن العربی م ۶۳۸ھ	؍؍	
	الرسالہ فی ایضاح طریق الحق	—	ایشیاٹک	
	رسالہ فی بعض الاسماء السریانیہ فی سر الحروف	—	سبحان اللہ	
	رسالہ فی بیان آداب المشیخہ والمرید / آداب المریدین	تاج الدین بن زکریا النقشبندی	ٹونک، ایشیاٹک	
	رسالہ فی بیان اقرب الطرق الی اللہ	نجم الدین الکبری م ۶۱۸ھ	خدابخش، جامعہ	
	رسالہ فی بیان الوان الرویۃ النبی	ابوالاخلاص حسنی الشافعی	؍؍	
۲۶۳	رسالہ فی بیان اوجہ الاذکار	—	رضا	

* مطبوعہ بنام اسرار الصلوٰۃ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۴۳	رسالہ فی بیان الروح	—	خدابخش	
	رسالہ فی بیان روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم	—	״	
	رسالہ فی بیان علم الیقین	ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین بن محمد السلمی	رضا	
	الرسالہ فی بیان عیوب النفس	״ ״ ״ ״	ابوالخیر، رضا	
	رسالہ فی بیان الفوائض	ابو سعید حسن بن یسار البصری	رضا	
	رسالہ فی تحقیق افضل الذکر	—	خدابخش	
	رسالہ فی تحقیق بیان معنی الروح = الرسالہ فتو	الغزالی		
	رسالہ فی تحقیق مذہب الصوفیہ والمتکلمین		جامع مسجد	
	رسالہ فی تحقیق وجود الواجب		خدابخش	
	رسالہ فی التصوف (بلا مصنف)		خدابخش، آصفیہ، مدراس، رضا، ٹونک، جامع مسجد، علیگڑھ، ایشیاٹک	
	رسالہ فی التصوف	شیخ احمد الحموی	خدابخش	
۲۴۴	״ ״	زین الدین الرازی	جامعہ ملیہ	
	״ ״	عمر بن محمد بن عبد اللہ السہروردی	خدابخش، ندیہ ایک	
	״ ״	قاضی ابوبکر العربی المالکی	״	
	״ ״ (کشف الرشف)	عبد الرزاق کاشانی	ایشیاٹک	
	״ ״	محمد بن سید محمد القنوجی	خدابخش	
	״ ״	عبد اللہ ابن احمد بن محمد المقدسی	״	
	״ ״ (دلیل السالک)	ابوالحسن علی بن عبد البر المکی ۱۱۷۷ھ	رضا	
	״ = رسالہ فی التوکل			
	״ ״	عثمان بن سند البصری ۱۲۵۰ھ	خدابخش ״	
	״ ״	عبد الرحمن الجامی	״	
	״ ״	احمد بن محمد بن عثمان الازدی	ایشیاٹک	
۲۸۴	رسالہ فی تعریف کلمات خواجہ نقشبند	شیخ احمد الاجمل	ٹونک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۸۵	رسالہ فی تعریف الروح	محمد مراد البخاری النقشبندی م ۱۱۳۲ھ	رضا	
	رسالہ فی التصوف	زین الخوافی	ایشیاٹک	
	رسالہ فی تعریف طریق السلوک	—	رضا	
	رسالہ فی تفسیر آیۃ اللہ نور السموات	صدر الدین شیرازی	ٹونک	
	״ ״ بعض مقامات العوارف	شہاب الدین عمر بن شمس الدولت آبادی	رضا	
	رسالہ فی تعریب مکتوبات الامام الربانی	—	خدابخش	
	رسالہ فی التوحید	—	رضا	
	رسالہ فی التوکل ، رسالہ فی التصوف	عیسٰی بن عبدالرحیم	خدابخش	
	رسالہ فی الحث علی الذکر	ابن سینا	رضا	
	رسالہ فی الحروف وخواصہا	—	خدابخش	
۲۹۵	رسالہ فی حق السلوک	محمد مراد البخاری النقشبندی	رضا	
	رسالہ فی خواص الحروف	—	سبحان اللہ	
	الرسالہ فی خرقۃ الصوفیۃ	محمد حسین بن عبداللہ برزنجی	ایشیاٹک	
	الرسالہ فی الذکر	السہیلی بن مسعود کیلانی	״	
	رسالہ فی الذکر	شیخ العبد مسعود کیلانی	آصفیہ	
	״ ״	—	ایشیاٹک	
	رسالہ فی ذکر الموت	الغزالی	آصفیہ	
	رسالہ فی رابطۃ المرید مع الشیخ و آدابہا	—	ایشیاٹک	
	رسالہ فی رد الرسالۃ فی کلمۃ التوحید	شاہ عبدالعزیز	رضا	
	رسالہ فی رد شارح التصوف	خواجہ خورد بن خواجہ باقی باللہ	״	
	رسالہ فی الرد علی الوجودیہ	—	ایشیاٹک	
	رسالہ فی الریاضۃ	شیخ احمد الحموی	خدابخش	
	رسالہ فی سر القدر	ابن سینا	رضا	
	رسالہ فی سلاسل الصوفیہ	عبدالوہاب بن عبدالغنی بن عبداللہ	ایشیاٹک ، علی گڑھ	
۳۰۹	رسالہ فی السلسلۃ النقشبندیہ (سلسلۃ الذہب)	محمد مراد البخاری	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۳۱۰	رسالہ فی السلوک	ابو مدین شعیب المغربی التلمسانی م ۵۹۴ھ	رضا	
	"	محمود الاسکداری م ۱۰۳۶ھ	"	
	رسالہ فی السلوک الشاذلیہ		ایشیاٹک	
	رسالہ فی شرح اسماء الحسنیٰ	سلیمان بن علی ابی عبداللہ التلمسانی	خدابخش	
	رسالہ فی شرح بعض الاشعار	شیخ احمد العلاق	ٹونک "	
	رسالہ فی الشریعۃ والطریقۃ	—	خدابخش	۱
	رسالہ فی شعار المشائخ	ابن تیمیہ	رضا	
	رسالہ فی شعب الایمان	شجاع الدین	حبیب گنج	
	رسالہ فی صفۃ الدنیا	الحسن بن مسلم الکاتب	رضا	
	رسالہ فی صفات القطبیہ	ابن العربی م ۶۳۸ھ	"	
۳۲۰	رسالہ فی قرب الطالب	—	آصفیہ	
	رسالہ فی طریق الشاذلیہ	سید احمد عثمان	آصفیہ	
	الرسالۃ فی الطریقۃ النقشبندیہ	ابوسعید بن صفی الاحمدی الدہلوی	رضا، آصفیہ	
	الرسالۃ فی عقاید الصوفیہ	—	"	
	الرسالۃ فی العقوبات	—	رضا	
	رسالہ فی علم التوحید والتصوف وآداب المرید	—	خدابخش	
	رسالہ فی العلم والحکیم	ابن سینا	رضا	
	رسالہ فی فضل عشر آیات	ابن العربی	ٹونک	
	رسالہ فی کلمۃ التوحید	عبدالرحمن محمد الکندی	رضا	
	رسالہ فی کلمۃ التوحید	احمد الغزالی	ٹونک، آصفیہ	
	الرسالۃ " "	صدرالدین بن الحسام البنانی	ایشیاٹک	
	رسالہ فی کتاب فصوص الحکم	التفتازانی	سبحان اللہ	
	رسالہ فی کیفیۃ الزیارۃ وحقیقۃ الدعا	ابن سینا	رضا	
	رسالہ فی لبس الخرقۃ	عبدالحق دہلوی	"	
۳۳۴	رسالہ فی محبوب اللہ	—	خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۲۳۰	رسالہ فی محاطبۃ الارواح عند مفارقۃ الاشباح	السید شمس الدین الکسی	آصفیہ ۲	
	رسالہ فی مراتب المعلومات (رسالہ فی بیان الوجود)	—	خدابخش	
	رسالہ فی مراتب الوجود		رضا، ٹونک	
	رسالہ فی معرفۃ اللہ تعالیٰ	ابن العربی	خدابخش	
	رسالہ فی معرفۃ خواص اسماء اللہ الحسنیٰ	التبریزی	//	
	رسالہ فی المعرفۃ والمحبۃ	ملا علی القاری	ٹونک	زائدہ
	رسالہ فی معرفۃ الشیخ	محمد صدیق بن محمد شریف	خدابخش	
	الرسالہ فی مناقب الامام الغزالی	محمد بن الحسن	//	
	رسالہ شیخ محمد (ترکی صوفی)	محمد بن مصطفیٰ بن سید حبیب اللہ (م ۱۱۴۳ھ)	//	
	الرسالہ فی معرفۃ ذات اللہ ومعرفۃ النفس	الغزالی	ایشیاٹک	عربی ترکی سنہ ۹۵۶ھ
۲۳۵	رسالہ فی مقامات اہل تصوف / کتاب المقامات	ابن العربی (واقفیؒ) / ابن العربی	سبحان اللہ، رضا	
	رسالہ فی النعوت الالٰہیہ	ابن العربی	رضا	
	الرسالہ فی النور	علوان الحموی	ایشیاٹک	
	الرسالہ فی الوجود	—	خدابخش، ایشیاٹک	
	رسالہ فی وجود الحق	ابن العربی	رضا	
	رسالہ فی الہیکل الانسانی	کمال پاشا زادہ	ایشیاٹک	
	رسالہ فی وحدۃ الوجود	شاہ ولی اللہ الدہلوی	رضا	
	// // //	—	ایشیاٹک	
	رسالہ کبرویہ	نجم الدین الکبری	آصفیہ	
	الرسالۃ الکبری فی وحدۃ الوجود	عبد العلی فرنگی محلی	رضا	
	رسالہ کسر اصنام الجاہلیۃ فی ذم المتصوفین	صدر الدین محمد الشیرازی	خدابخش	
	رسالہ کشف وکرامات حضرت قادر ولی		آصفیہ	
	الرسالۃ الکمیلیہ	عبد الرزاق الکاشانی	ایشیاٹک	
	رسالہ جعفر الصادق	—	//	
۲۵۹	الرسالۃ المحرریۃ فی الرد علی السعدیہ	شمس الدین محمد بن عثمان البکری	رضا	

= ۳۳۴

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
—	الرسالۃ المرشدہ المرشدہ	..		
۳۶۰	رسالۃ المرید المبتدی	عبدالوہاب الشعرانی	ٹونک	
	رسالۃ المذاکرۃ مع الاخوان والمحبین من اہل العزۃ والدین	عبداللہ الحداد	بوہار	
	رسالۃ المعاونۃ المظاہرۃ	عبداللہ الحداد	بوہار	
	رسالۃ المعید [illegible]	نظام الدین دستگی	ابوالخیر	
	رسالہ مقابلہ عالم اکبر و اصغر	نجم الدین الکبری	آصفیہ	
	الرسالۃ المکیہ / الرسالۃ المکیۃ فی الخلوۃ الصوفیہ	قطب الدین عبداللہ بن محمد بن امین الاصفہیدی	خدابخش، رضا، دیوبند، علیگڑھ	
	رسالہ منقول من امالی ابی المعالی	محمد بن محمد زید الحسینی	خدابخش	
۳۶۸	رسالۃ اللمعات	جمال الدین الخانسوی	ابوالخیر	
	رسالۃ من کلام محی الدین ابن عربی	ابن عربی	آصفیہ	اشتغال
	رسالۃ موعظۃ النفس	—	ٹونک	
	الرسالۃ النافعۃ	محمد البکری الصدیقی	ایشیاٹک	
	رسالہ وجودیہ	دستگی	ٹونک	
	رسالہ وجودیہ : علم حقائق	...	جامع مسجد آصفیہ	
	رسالتین فی تحقیق لا الہ الا اللہ		سبحان اللہ آصفیہ	
	رشف المعین من رشح بحر الیقین فی کشف معنی القدرۃ		آصفیہ	
۳۷۶	ہدم رواق الاوہام		رر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
ـــ	روح الراح وراح الارواح = رسالہ فی اسرار الروح			
ـــ	روض العلیا = روضة العلیا			
٣٧٧	روضة الانوار فی ایضاح المبدا والمعاش والمعاد والاسرار	عبد الرسول بن محمد خان	بوہار	
	روضة السالکین	ابن حجر مکی الهیتمی م ٩٧٣ھ	آصفیہ	
	روضة العلیا / روض العلیا	ابو الحسن علی بن یحیی الزندویسی البخاری	بوہار، خدا بخش، دیوبند، رضا	
	رونق المجالس	عمر بن الحسین النیشاپوری	صولت، علی گڑھ	
	رئیس المتقین	عبد الصمد بن فقیہ حسین	حبیب	
	ریاحین الانفاس		جامع مسجد	
	ریاض عباسی شرح منہیات	نجم الدین بن عباس العباسی	آصفیہ	
	(ز)			
٣٨٣	زاد الآخرة	الغزالی	پھلواری	
	زاد الطالبین	علی بن حسام المتقی الحنفی	خدا بخش	
	زاد العاشقین	عبد اللطیف بن جمال الدین	"	
	زبدة التصوف وارشاد سلوک التعرف	شمس الدین محمد بن سید دستاد (؟) الداعنانی	"	
	زبدة الرسائل الفاروقیة وعمدة المسائل الصوفیة	شیخ یونس النقشبندی	"	
	ذخیرة الریاض	تاج الاسلام سلیمان بن داؤد السقینی م بعد ١٠٠٠ھ	رضا	
٣٩٠	الزهر الفائق	عبد الله میر غنی م ١٢٠٧ھ	رضا، ایشیاٹک	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
	(س)			
۳۹۱	سبیل الاذکار والاعتبار	عبداللہ بن محمد الحداد	خدابخش	
[۳۹۲]	سراج القلوب	احمد بن محمد بن عبدالملک التبریزی	رر	
[۳۹۳]	سراج المریدین فی سبیل الدین	—	آصفیہ	
[۳۹۴]	السر المظروف فی علم البسیط الحروف	محمد الحلبی المالکی	خدابخش	
[۳۹۵]	سلام التوفیق الی محبۃ اللہ علی التحقیق	—	رر	
[۳۹۶]	سفینۃ العراقیہ	محمد بن عراق	ایشیاٹک	
[۳۹۷]	رر العلوم	ابوسعد عبدالمحسن بن محمد کرامہ البیہقی	ٹونک	
۳۹۸	سلسلۃ الجواہر الجلالیہ	عبداللطیف بن عبدالسلام	رضا	
[۳۹۹]	سلسلۃ الخواجگان فی آداب عبودیۃ الباقیان	—	ایشیاٹک	
[۴۰۰]	سلسلہ سید عبدالوہاب	عبدالرحمٰن القرشی الشاذلی	آصفیہ	
[۴۰۱]	سلسلہ قادریہ	شاہ غلام علی	رر	
[۴۰۲]	سلک التوفیق بسواء الطریق	عبدالقادر بن محمد بن عمر القادری	خدابخش	
[۴۰۳]	سلم التوفیق	عبداللہ بن حسین باطاہر العلوی	ایشیاٹک	
[۴۰۴]	سلوۃ المحزون وعروۃ المشجون	—	آصفیہ	
[۴۰۵]	سلوۃ العارفین	حسین بن اسمٰعیل الشجری	ایشیاٹک	
[۴۰۶]	السلوک القویم والصراط المستقیم	مصطفیٰ نیازی النقشبندی	رر، آصفیہ	
[۴۰۷]	تسلیۃ الاعمیٰ	ملا علی القاری	رضا	
[۴۰۸]	سمط الصدور وحاویۃ النور	عبدالقادر بن محمد بن عمر القادری	خدابخش	
[۴۰۹]	سنن الہدیٰ فی متابعۃ المصطفیٰ	عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی الدمشقی م ۹۹۱۲ھ	رضا / [illegible]	
[۴۱۰]	سوال حضرت رسول اللہ صلعم وجواب ابلیس	—	آصفیہ	
۴۱۱	سواء السبیل	شیخ کلیم اللہ جہان آبادی م ۱۱۴۲ھ	رضا، آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۳۱۴	السیر والسلوک الی اللہ	شیخ احمد المغربی الحفیدی	ہمدرد	
	(ش)			
	شجون المسجون وفنون المفتون	ابن العربی	آصفیہ	
	الشجرۃ المبارکۃ السہروردیۃ والکبرویۃ	عبدالرشید الجیدری	ابوالخیر	
	شجرۃ قادریہ		جامع مسجد جواہر	
	" " وچشتیہ	شاہد اللہ	پٹنہ یونیورسٹی	
	شرح آداب المریدین	ملا علی القاری	عبدالحی	
—	شرح اسرار الخلوۃ = شرح الانوار			
	شرح اسرار الوحی	محمد بن محمود الاقسرائی	ایشیاٹک	
	شرح اسماء اللہ تعالیٰ	—	خدابخش	
	شرح اسماء الحسنیٰ	الفارابی	"	
	شرح " "	عبداللہ بن ابی بکر بن حسن النودی	"	
	شرح اغاثۃ الاحیاء	علی اکبر بن اسد اللہ المودودی	ایشیاٹک	
	شرح ام البراہین	عبداللہ الکمسائی ابن محمد بن منصور بہدی	آصفیہ ۲	
۳۲۲	شرح الانوار فی ما یفتح علی صاحب الخلوۃ من الاسرار (شرح اسرار الخلوۃ)	عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی	خدابخش، ایشیاٹک وغیرہا	
	شرح بدایۃ الہدایۃ	عبدالقادر بن احمد الفاکہی	خدابخش	
	شرح برزخ	ابوالشکور السالمی	سبحان اللہ	
	شرح بعض ابیات التائیۃ لابن الفارض	احمد بن محمد بن علی الحموی	خدابخش	
	شرح بعض عبارات		ابوالخیر	
	شرح بعض کلام شیخ محی الدین ابن العربی	صفی الدین احمد بن محمد المدنی	آصفیہ	
۳۳۰	شرح التحفہ	احمد الصاوی	ایشیاٹک	
—	شرح التحفۃ المرسلۃ = اتحاف الذکی			

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
—	شرح التحفۃ المرسلۃ الحقیقۃ الموافقۃ الشریعۃ			
۴۳۱	شرح تکملۃ الاحکام	جمال الدین علی بن زید الاصفہانی م [illegible]	رضا	
	شرح الجواہر الخمس	احمد بن عبد القدوس الشناوی المصری م [illegible]	؍؍	
	شرح الحجب والاستار فی مقامات اہل الانوار	ابو محمد صدر الدین	حبیب	
	شرح حکمۃ الاشراق	محمود بن مسعود الشیرازی	ایشیاٹک	
	شرح الحکم العطائیہ	علوان الحلوانی	؍؍	
	شرح الدرۃ الفاخرہ		رضا، ایشیاٹک	
	شرح رسالۃ التسویۃ	عز الدین امان اللہ البدخشی م [illegible]	رضا، حمید [illegible]	
	شرح الرسالۃ العقائد الصوفیہ لفیروز الصوفی اکبر آبادی		علیگڑھ، ایشیاٹک، سالار [illegible]	
	شرح الرسالۃ فی التصوف		ایشیاٹک	
	شرح رسالہ قشیریہ	محمد گیسو دراز حسینی	آصفیہ	
۴۳۱	شرح رسالۃ کمیل	کمال الدین عبد الرزاق الکاشی	رضا	
	شرح رمز الفتوحات		ایشیاٹک	
	شرح الزوراء	محمد بن عطا	رضا	
	؍؍ ؍؍	کمال الدین بن محمد بن فخر بن علی	خدا بخش	
	شرح سلک العین = نور العین شرح سلک العین	علوان بن علی بن عطیۃ الحموی	؍؍	
—	شرح شرعۃ الاسلام = اسرار الاحکام = مفاتیح الجنان			
	شرح الضابطۃ لاصول الطریقۃ	شہاب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ الفاسی زروق م ۸۹۹ھ	رضا	
	شرح طریقہ محمدیہ		ٹونک	
۴۳۸	شرح عقیدۃ الغیب	محمد تقی الدین	ایشیاٹک	
—	شرح عوارف = العوارف			

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
—	شرح عوارف المعارف = ذوارف اللطائف[کشف]			
۲۴۹	شرح عین العلم المسمی بہ نجم العلم	نجم الدین بن عباس بن قاضی نصیر الدین	ٹونک	
	شرح الفتوحات المکیۃ / شرح مشکلات	عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی	خدابخش	
	شرح فصوص الحکم	صدر الدین القونوی م ۶۷۲ھ	"	
	" "	عفیف الدین سلیمان بن علی التلمسانی م ۶۹۰ھ	"	علی گڑھ
	" "	—	ایشیاٹک، علی گڑھ، حبیب گنج، دیوبند	
	" "	اسمٰعیل التبریزی	حبیب	
	" "	عبد العلی فرنگی محلی (م ۱۲۲۵ھ)	رضا	
	شرح فصوص الحکم	علیم اللہ الحسینی	جامعہ	
	شرح "	نعمت اللہ ولی الکرمانی	آصفیہ	
	شرح قصیدۃ البردہ	جمال الدین الجبانی	عبد الحی	
	شرح القصیدۃ التائیۃ (ابن الفارض)		آصفیہ	
	شرح کاسرۃ الاسنان	یوسف علی	رضا	
۲۶۱	شرح کلمۃ الجیلانی فی الفتوح	ابن تیمیہ	"	
	شرح اللمعات	عبد الرحمٰن الجامی	خدابخش	
	شرح محاسن المجالس	ابو اسحٰق ابراہیم بن یوسف ابن دہاق ابن المرأۃ	"	
	شرح المشاہد	ابن العربی	رضا	
	شرح تائیۃ ابن فارض	—	آصفیہ	
	شرح النقشبندیہ	—	ایشیاٹک	
	شرح نقش الفصوص	عبد الرحمٰن الجامی	خدابخش	
	شرح وصیۃ سید ابراہیم المتبولی	عبد الوہاب الشعرانی	"	
	شرح الوصیۃ فی ادب السلوک	علی بن عبد اللہ المصری	رضا	
	شرح ہیاکل النور	جلال الدین محمد	بوہار	
	شرعۃ الاسلام	محمد بن ابی بکر الزاہد	حبیب گنج	
	الشفاء للادواء الوبا	عصام الدین ابو الخیر احمد بن مصطفیٰ [الحق تعلیق]	رضا	
۲۷۳	الشمائل القادریۃ	محمد ابن یعقوب الفیروز آبادی	ایشیاٹک	

ملہ طاش کبری زادہ م ۹۶۸ھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۳۸۳	شوارق النصوص	محمد حسین بن مفتی محمد تقی	علیگڈھ	
-	شواکل الحور	غیاث الدین محمود	مدراس	
	الشواہد المودودیہ	علی اکبر الحسینی المودودی	رضا	
	السیوح المتجلی	جلال الدین السیوطی	رضا	
	الصراط السوی	صلاح الدین عارف الدری	رضا	
-	صراط العزیز الحمید		رضا	
-	صفات العارفین		آصفیہ	
-	صلاۃ اہل دلالۃ الطریق	عبد اللہ بن الحسین بن طاہر بن محمد باعلوی	آصفیہ	
-	الصوارم الہندیہ	علی بن احمد الانصاری الشافعی	رضا	
-	صورۃ اجازۃ الخرقہ		خدابخش	
۳۸۴ -	ضابط التلقین	————	آصفیہ	
۱-	ضوء البارق فی ذکر امام جد الخلائق	شہاب الدین احمد المدنی	"	
-	طبقات الخواص اہل الصدق والاخلاص	زین الدین احمد بن عبد اللطیف الزبیدی	بانکی پور	
-	طراز الحور		"	
-	طریقۃ السادتی	شیخ تاج الہندی	مدراس	
-	الطریق الجادہ الی نیل السعادۃ	احمد بن الشاذلی	ایشیاٹک	
-	طرق السادۃ الخلوتیہ	عبد العزیز بن احمد الدیری	خدابخش	
-	طرق السادۃ النقشبندیہ	تاج الدین السنبھلی	ایشیاٹک مدراس	
-	عجالۃ مختصرۃ من القواعد الحکمیۃ		آصفیہ	
-	عجالۃ ذوی الانتباہ فی تحقیق لا الہ الا اللہ	ابراہیم بن حسن الکردی الکورانی	"	
—	عجائب العجائب جامع الغرائب عدم الشک در تذکرۃ الاستاد	حسین بن علی محمد فقیر	"	
	العروۃ الوثقی	محمد بن عمر بحرق الحضرمی	آصفیہ	
۳۹۶	عشرہ کاملہ	شیخ کلیم اللہ جہان آبادی م ۱۱۴۰ھ	خدابخش، آصفیہ، رضا، علی گڈھ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتابخانہ	کیفیت
۴۹۷	عطائیہ فی شرح حکم العطائیہ	علی بن جمال الدین محمد بن علی	آصفیہ	
	عجائب الجواہر	عبدالقادر آبادی	خدابخش، سالار، رضا	
	العقد النبوی والسر المصطفوی	ابن العیدروس	ایشیاٹک	
	العقیدۃ السنوسیۃ		ایشیاٹک	
	عقید مختصر العقیدۃ المختصرۃ المفیدہ	[ابن العربی]	خدابخش، آصفیہ	
	علق النفیس	الغزالی	خدابخش	
	العہد نامہ تزکیۃ النفس	ابن سینا	رضا	
	علم الحیاۃ (ترجمہ المستحبات)	محمد مراد	آصفیہ	
	علم العلم		ندوہ، [illegible]	
	علم العلم	رکن الدین خلیل الرحمن	خدابخش، پیر محمد شاہ	
۵۰۷	علم العلم	جمال الدین محمد بن اسحٰق	رضا	
	عین الفصوص شرح الفصوص	شرف الدین الداودی م ۹۹۰ھ	آصفیہ	
	عنوان الاجوبۃ فی فنون الاسولۃ	عبدالکریم بن ہوازن القشیری	حبیب	
	غایۃ العلوم والاسرار	الغزالی		
	الغایات القصوی فی معرفۃ الدنیا	جلال الدین السیوطی م ۹۱۱ھ	خدابخش، رضا، ندوہ	
	غایت المطلوب	عبدالرحمن بن علی بن محمد الشیبانی	ایشیاٹک، سالار	
	غنیۃ ارباب السماع	قطب الدین عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی م ۸۳۲ھ	رضا	
	(ف)			
	فاتحۃ الفاتحۃ	ابن العربی	رضا	
	الفتاوی المتعلقۃ بالتصوف	جلال الدین السیوطی	خدابخش، ندوہ	
	فتح باب المواہب	ابوبکر بن سالم بن عبداللہ	حبیب	
	فتح المتعال فی مدح النعال	احمد بن محمد المقری م ۱۰۴۱ھ	سبحان اللہ	
۵۱۸	فتح الرب لباب الحب	ابوالبقاء حسن بن علی العجیمی م ۱۱۱۳ھ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
۵۲۹	الفرعات الالٰہیۃ فی توجہات الروحیۃ	محمد بن عبدالکریم المدنی السمان ۱۱۸۹ھ	خدا بخش	
	الفرح و شفاء القلوب بحر فرح	احمد بن علوان الیمنی	ایشیاٹک	
	فرحۃ الاولاد	شیخ محمد	فرنگی محل	
	الفرح الفائق	شہاب الدین احمد	جامع مسجد	
	فرج الاسماع برخص السماع	ابو المواہب محمد بن احمد بن محمد التونسی	آصفیہ	
	الفریدۃ النادرۃ فی شرح الدرۃ الفاخرۃ	محمد معصوم السمرقندی	خدا بخش	
	الفصول الفقہیۃ	حسین بن علی بن عبداللہ العقربی م ۷۹۶ھ	ایضاً	
	الفصول العلمیۃ	ابو محمد حبیب الاشعری	رضا، محمودی	
	الفقرات من کلام الصوفیۃ	غیاث الدین حسینی	خدا بخش	
	الفقر المحمدی	عماد الدین ابو العباس احمد بن ابراہیم الحنبلی	رضا	
	فکوک الفصوص	صدر الدین القونوی	خدا بخش، علیگڑھ، رضا	
۵۳۰	الفوائح	خواجہ خورد عبداللہ بن عبدالباقی م	علیگڑھ	
	الفوائد	قطب الدین عبدالکریم بن ابراہیم	رضا	
	الفوائد	ابو صالح عبدالقادر الجیلی ۵۶۱ھ رمضان بن عطان رمضان	خدا بخش	
	فوائد الجواہر	محمد بن یحییٰ التادفی الحنبلی	ایضاً	
	الفوائد الوافیۃ فی شرح رسالۃ الوجودیۃ لجامی		رضا	
	فوز النجات	ابو الفضل الہ آبادی ۱۱۳۲ھ	علیگڑھ، محمود، رضا	
	فیض الکریم	ابو الفضل احمد الاسکندری ۷۰۹ھ	رضا	
	فیوض المدنیۃ فی السلوک النقشبندیۃ	رفیع الدین بن محمد شمس الدین	خدا بخش	
	الفیوضات الاحمدیۃ فی المراقبات الاحمدیۃ	شاہ غلام علی	ابو الخیر	
	(ق)			
	القاعدۃ فی التوحید و الاخلاص و التوکل	ابن تیمیہ	رضا	
	قبس الانوار و جامع الاسرار	جمال الدین یوسف ... م ۹۰۹ھ	ایضاً	
۵۳۱	قبضۃ السیف و غیرہ	سیدی عقیل بن عمر العلوی م بعد ۳۵ھ	ایضاً	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۵۴۴	قواعد التحقیق فی اصول الطریق	محمد بن خلیل الطرابلسی	ایشیاٹک	
	قواعد العقائد		بوہار، آصفیہ	
	تحویذ السدید (شرح مسوید)	خواجہ خورد	عبد الحی، ایشیاٹک	
	القول فی انواع الالفاظ		رضا	
	القول المبین	عبد الوہاب الشعرانی	”	
	القول المعصوم	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	مدراس	
	(ک)			
	کاسرة الاسنان اعلام الشل	عبد الرحمٰن بن محمد حسن البسدی م۱۲۳۵ھ	خدابخش، رضا	
	الکبریت الاحمر	عبد اللہ بن العید روسی	آصفیہ، بوہار	
	کتاب الاخوان	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی (ابن ابی الدنیا) م۲۸۱ھ	رضا	
	کتاب الارکان فی صفة الانسان		علیگڑھ	
	کتاب اطراف عجائب الآیات (خلاصة المغاص)	ابو محمد عبد اللہ الیافعی م۷۶۸ھ	رضا	
۵۵۳	کتاب الامان من اخطار الاسفار والزمان	ابو القاسم علی بن موسیٰ الحسینی م۶۶۴ھ	رضا	
	کتاب الامر المربوط		آصفیہ	
	کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی (ابن ابی الدنیا)	رضا	
	کتاب الانس (انیس) المنقطعین بسبیل المتقطعین			
	کتاب الانوار کشفایة السلوک	ابن العربی	”	
	کتاب التحصین وصفات العارفین	احمد بن محمد بن فہد الحلی	ایشیاٹک	
	کتاب تصوف	ابن سینا	آصفیہ	
	کتاب التعرف فی الاصلین والتصوف	ابن الحجر المکی الہیثمی	خدابخش	
۵۶۰	کتاب تحفة الاحکام	احمد بن یحییٰ بن المرتضیٰ الزیدی الیمنی م۸۴۰ھ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٥٦١	کتاب التمییز	حسین بن فخر الدین حسن قرتماش ابن محمود م ١٠٩١ھ	رضا	
	کتاب التوحید الاعظم	ابو الحسین احمد با علوان	خدا بخش، جامع مسجد	
	کتاب التجلیات و الخلاصہ : کتاب الازل	ابن العربی	آصفیہ	
	کتاب الحج	ابن العربی	ٹونک، آصفیہ	
	کتاب الخلوة	ابن العربی	خدا بخش	
	کتاب الدعوة التامة (الوصیة الحدادیہ)	ابو محمد حبیب الحداد با علوی م ١١٣١ھ	رضا	
	کتاب الدلیل و البرہان	محمد بن حامد المصعدی	خدا بخش	
	کتاب الرضا بالقضا	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید	رر	
	کتاب السبعیات	ابو نصر محمد بن عبد الرحمن الہمدانی	رضا	
	کتاب سعد الدین الحموی الی ابن العربی		ایشیاٹک	
٥٧١	کتاب السلوک		خدا بخش، پھلواری	
	کتاب شجرة الوجود	ابن العربی	رضا	
	کتاب الصعود فی علم امور الشاذلیہ	احمد بن محمد عباد الشافعی	آصفیہ	
	کتاب العزلة	ابن العساکر الدمشقی م ٥٧١ھ	رضا	
	کتاب العشرة		رر	
	کتاب الفوائد	عبد اللہ بن حسن طاہر	رر	
	کتاب فی السماع		جامعہ	
	کتاب فی مراتب علوم الوہب او مراتب الوجود	ابن العربی	خدا بخش، ٹونک، رضا، آصفیہ	
	کتاب قصار الامل	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی	رضا	
٥٨٠	کتاب قمع الحرص بالزہد و القناعة	القناعة الی الدنیا شمس الدین ابو عبد اللہ الانصاری م ١٢٨١ھ	رر	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۵۸۲	کتاب ما لا بد للمرید	ابن العربی	آصفیہ	
	کتاب ماہیۃ القلب	ابن العربی	رضا	
	کتاب [illegible]	ابن العربی	رضا	
	کتاب المجاہدۃ	سیدی عقیل بن عمر العلوی	رضا	
	کتاب محاسبۃ النفس	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی ابن ابی الدنیا		
	کتاب المحبۃ و وصول العبد الی ربہ		آصفیہ	
	کتاب المرائی	(سیدی عقیل بن عمر العلوی)	رضا، ایشیاٹک	
	کتاب بیان الشافی فی معرفۃ بیان من کل بیان	یوسف بن محمد المکی	ایشیاٹک	
	کتاب معرفۃ المشکلات		خدا بخش	
۵۹۲	کتاب المشاہدات	ابن العربی	رضا	
	کتاب المقامات الاخرۃ	محمد پیر علی البرکلی م [illegible]	〃	
	کتاب من عاش بعد الموت	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی ابن ابی الدنیا	〃	
	کتاب موازرۃ الاخوان	شرف الدین الطیبی الحمیری	〃	
	کتاب نسیم السحر	عبد الکریم بن ابراہیم الجیلی	خدا بخش	
	کتاب النصائح	عبد اللہ بن علوی بن محمد الحداد باعلوی	آصفیہ	
	کتاب النفوس	ابن العربی	رضا	
	کتاب النفحات	صدر الدین القونوی م ۶۷۳ھ	بحر العلوم	
	کتاب الفتی	ابن العربی	آصفیہ	
	کتاب مستجاب الدعوات	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی	رضا	
	کتاب الاشراط [illegible]		خدا بخش	
	کرامات شیخ [illegible]	[illegible] صدیقی	[illegible]	
	کنز [illegible]		آصفیہ	
	کشف الحقائق	عزیز الدین نسفی	[illegible]	
۶۰۲	کشف الرموز	غیاث الدین [illegible]	خدا بخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
٦٣٨	لطائف المعارف	ابو الحسن علی القریشی	پٹنہ یونیورسٹی	
	لؤلؤ الحسن الساطعة فی بعض مناقب ذی الاخلاق الرائقة (حیات عثمان المرغنی)		ایشیاٹک	
	لوائح البرق الموہن	قطب الدین عبد الکریم بن ابراہیم بن سبط عبد القادر الجیلی م ۸۳۲ھ	آصفیہ، رضا	
	لوامع الغیب	سید صدر الدین القونوی	آصفیہ	
	اللوامع المشرقیہ بمافی العدد من الاسرار المولفة		״	
	(م)			
	المآبد منہ فی التصوف	شاہ کلیم اللہ صدیقی	جامع مسجد	
	ما الابد منہ	ابن العربی	خدا بخش	
	المجالس المحمدیہ		جامع مسجد	
	مکارم الاخلاق	ابو نصر الحسن بن الفضل الطبرسی	رضا	
	مجمع الاسرار و کشف الشام بشرح رسالۃ اقدام	شمس الدین محمد عمر دمشقی	آصفیہ	
٦٤٨	مجمع السلوکین	خیر الدین بن محمد زاہد النقشبندی	״	
	مجموعۃ الرسائل	محمد ابن اسعد	ابو الخیر	
	مجموعۃ رسائل فی التصوف (۲۴ رسائل)	ابن العربی	آصفیہ	
	مجموعۃ الرسائل فی التصوف	محمد ابن محمد الجزری	״	
	مجموعہ رسائل قونوی	صدر الدین القونوی	״	
	مجموعۃ فی التصوف	احمد بن محمد	سالار جنگ ۳	
	مجموعۃ الرسائل	الغزالی	״	
	مجموعۃ منشورات		ایشیاٹک	
	مجموعۃ فاتحۃ العلوم		آصفیہ	
۴—	مجموعہ منہیات وغیرہ منہیات	ابن حجر العسقلانی	״	
	المجموعۃ فی محب اللہ ۵ رسالے فی مجموعۃ			
	محاکمۃ النعاذیۃ		آصفیہ	
	مختصر الاخیار	ابو زکریا یحیٰ بن محمد بن موسیٰ	خدا بخش	
٦٥٠	مختصر شرح فصوص الحکم	محب اللہ الہ آبادی م ۱۰۵۸ھ	رضا	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
٦٥١	مرآة العارفين	حسين ابن علی	آصفیہ	
	مرآة العارفين فی ملتمس زين العابدين		آصفیہ، مدراس، ایشیاٹک	
	مرآة العارفين فی تمیز زين العابدين		خدابخش	
	مرآة الشاہدين		مدراس، بمبئی	
	مرآة المعانی الی ادراک العالم الانسانی	ابن العربی	آصفیہ	
	المرشد	صدر الدين القونوی	ند، ایشیاٹک	
	مرشد الانام الی دار السلام بشرح شرعة الاسلام	محمد ابن عمر خورد آفندی	ٹونک	
	مرشد الطلاب	محی الدين ابو محمد مصطفی البکری م ١١٦٢ھ	رضا	
	مرشد الطلاب الی الكريم الوہاب		ایشیاٹک	
	مسائل الرہبان	ابو يزيد البسطامی	آصفیہ	
٦٦١	مسائل حاتم	ابو عبد الرحمن حاتم بن عنوان الاصم م ٢٣٧ھ	رضا	
	مسائل الحق		آصفیہ	
	مسائل الحقائق			
	مسائل علم التوحيد	عبد الغنی بن اسماعيل النابلسی	خدابخش	
	مسكن الفواد	زين الدين محمد بن عبد الله العاملی	رضا	
	مسلک الاتقيا شرح قصيده ہداية الاذكيا	شيخ احمد المعبری	آصفیہ	
	المسلک المختار	ابراہيم بن حسين الكردی م ١١٠٢ھ	رضا	
	مسئلۂ صفات الذاكرين	ابو عبد الرحمن محمد بن الحسين بن محمد السلمی م ٤١٢ھ	"	
	مشارع ابواب القدس	عبد الكريم بن ابراہيم		
	مشارق الانوار فی فضائل الورع من السنة وكلام الاخيار	علی بن محمد معروف باحمد كوبا شاہ	آصفیہ	
	مشاہد الاسرار القدسيہ	ابن العربی	خدابخش، رضا	
	مشرع الورود	ابراہيم بن حسين الكردی الكورانی م ١١٠١ھ	"	
	مصائد الشيطان	ابن تيميہ	"	
٦٧٠	مصباح الانس شرح مفتاح الانس	شمس الدين محمد بن حمزه الفناری م ٨٣٤ھ	خدابخش، آصفیہ	بوہار، ندوه، [illegible]

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	کیفیت
٦٧٥	مصباح الانس شرح مفتاح الغیب	ابو المعالی محمد بن اسحق بن محمد	آصفیہ	
	مصباح السالکین	محمد علی اکبر شاہ م ١١٢٥ھ	رضا	
	المقصود فی علم الظاہر والباطن	ابن العربی	رضا	
	مطلع الجود	ابراہیم بن الحسین الکردی م ؟	رضا، ایشیاٹک	
	مطلع النیرین	ابو عبد اللہ محمد عاشور البخاری	،،	
	مظاہر النور (شرح مظہر النور)	نور الہدی بن قمر الدین اورنگ آبادی	آصفیہ، رضا، ٹونک	
	مظہر النور	قمر الدین حبیب اللہ اورنگ آبادی	آصفیہ	
	معارج الالباب فی کشف معاملة العشق والفناء		ایشیاٹک	
	المعارف فی شرح الصحائف	عبد القدوس بن اسماعیل الگنگوہی	دیوبند، ایشیاٹک، مسالک، آصفیہ	
	معاشر الحق شرح معالم منہاج العارفین	ابو القاسم ...	ایشیاٹک	
٦٨٥	معالی الہمم ومعالی الہمم	جنید البغدادی	رضا، جامع، علیگڑھ، آصفیہ	
	المعانی المتحققة الوفیة فیما یلزم لنقباء السادة الصوفیة	شیخ الاسلام محمد بن شعیب	آصفیہ	
	معدن الجواہر ونزہة الخواطر	ابو الفتح محمد بن علی بن عثمان م ٢٩٢	رضا	
	المعدن العدنی فی فضائل اویس القرنی	ملا علی القاری	خدا بخش	
	مغالطة العامة	محب اللہ الہ آبادی م ١٠٥٨ھ	رضا	
	مفاتیح الخزائن العلیة	ابو الحسن علی بن محمد الشاذلی م ...	،،	
	مفاتیح الجنان فی مصابیح الجنان (شرح شرعة الاسلام)	یعقوب بن سید علی	ٹونک	
	مفاتیح الغیوب	عبد الوہاب بن ولی اللہ المکی م ١٠٨٨ھ	رضا	
	مفاتیح الفصوص	صدر الدین القونوی	ابو الخیر	
	مفاوضات الفرغانیہ	صفی الدین بن حسین ابن حسن بن کمال الفیا	آصفیہ	
	مفتاح الاسرار فی بیان کلمة التوحید	عبد الرحمن	ٹونک	
	مفتاح الجنان		خدا بخش، ٢ عربیہ	
	مفتاح السرائر وکنز الذخائر	ابو بکر بن سالم ... م ٩٩٢ھ	دیوبند، آصفیہ، مسلم	
٦٩٨	مقدمة الربانیة	کمال الدین محمود الفرجوانی	آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۱۳۹۹	مفتاح غیب الجمع والوجود		آصفیہ	
	مفتاح الغیب شرح فتوح الغیب			
	مفتاح الفلاح	بہاء الدین العاملی	سبحان اللہ، رضا	
	المقاصد السنیۃ فی آداب السادۃ الصوفیۃ	محمد بن خلیل بن ابراہیم الطرابلسی	ایشیاٹک	
	مقاصد منہاج العابدین	عبد الوہاب الشعرانی	خدابخش	
	مقدمات العشرۃ	ابن الغفاری	ایشیاٹک	
	المقصد الاقصیٰ	الغزالی	آصفیہ	
	المکاتبۃ بین ابی الغیث وابن علوان	ابو الغیث بن جمیل الیمنی، صفی الدین احمد بن علوان الیمنی	رضا	
	المکاتیب والوصایا	سید شریف عبد اللہ بن علوی، ۱۱۳۲ھ	مدراس	
	المکتوبات	عبد القادر الجیلانی	خدابخش	
۱۴۰۹	مکتوب الشیخ العارف النقشبندی	خالد الکردی	ابو الخیر	
	المکشوفات الوحیدانیہ	محمد کریم الدین بن محمد حسن خیر آبادی	سالار	
	منتخب الاذکار		یونیورسٹی	
	ملفوظات ومعقولات		خدابخش، ابو الخیر، ندوت، آصفیہ، پشاور یونیورسٹی، ایشیاٹک	
	منازل الابرار		جامع مسجد	
	منازل السائرین	علی بن شہاب الدین الہمدانی ۷۸۶ھ	رضا، آصفیہ	
	مناقب احمد بن ادریس		ایشیاٹک	
	مناقب الشیخ عبد القادر الجیلانی	محمد حسینی	جامع مسجد	
	المنجیات	رمضان بن عطاء بن رمضان	خدابخش	
	منتخب مختصر المعانی	حارث بن اسد المحاسبی	ایشیاٹک، آصفیہ	
۱۴۱۹	المنتخب من نثر اللآلی	رمضان آل رقیبی رمضان	خدابخش	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۴۲۰	المنتخب من تزيين المجالس	جلال الدين السيوطي	خدابخش	
	المنتقى من كتاب [التقوى في الجهاد واربيان] [وحسن التوسل بالشافع]	ابوبكر عبد الله بن محمد بن عبيد البغدادي (ابن ابي الدنيا)	رضا	
	منتهى البيان في كشف تاريخ الاستاذ	علي بن عشاق	انڈیا آفس	
	منزل السائرين في التقربات بالفتوحات والاحوال	عبد الكريم بن ابراهيم الجيلي	آصفیہ	
	المنثورة المنظمة	شاہ محمد پوری	آصفیہ	
	المنح العطائية في شرح حكم العطائية	نور الدين التحتي		
	منهاج العارفين		خدابخش، رضا	
	منهج السالك الى اشرف المسالك	زين الدين بن علي بن خليل المرصفي	آصفیہ	
	المنهل العذب السائغ	محمد علي بن كمال الدين (البكري)	انڈیا آفس	
	ميزان الطالبين	عبد الحميد بن عبد الرحمن الاشعوري	رضا	
۴۲۱	مواعظ الاتقياء وزواجر الاغنياء		جامع مسجد	
	المواعظ الحسنة	ابن العربي	رضا	
	مواقع الالهام مع شرح رسالة الشيخ رسلان	ابن سينا	آصفیہ	
	المواهب الفتحية على الطريقة المحمدية	محمد بن علي بن محمد بن علان البكري	خدابخش	
	موعظة المريد ونصيحة التلميذ	الغزالي	آصفیہ	
	الميزان الخضرية	عبد الوهاب الشعراني	انڈیا آفس	
	الميل المتين	علي الغماري بن عبد النبي المشاقي	انڈیا آفس	
	(ن)			
	نافع السالكين	محمد امين الكافي بن ابي الفتوح بن عبد الصمد الكشميري	رضا	
	النبذة في رجوع بعض [illegible] النفس			
	نبذة من احوال الشيخ بهاء الدين النقشبندي		ابوالخير	
	النبذة من كتاب [illegible]	يحيى بن عبد الرحيم الخطيب	خدابخش	
	نجاة الفقراء		آصفیہ	
۴۲۲	النجوم في الحكم العلية	محمد بن مرتضى بن شاه محمود الكاشاني		

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۷۴۳	نسبۃ الخرقۃ وشروطہا	ابن العربی	خدابخش، آصفیہ	
	النسبۃ المرتبۃ فی الخرقۃ والصحبۃ	ملا علی القاری	خدابخش	
	نسخۃ الحق الحق	ابن العربی	״	
	نشر المحاسن الغالیۃ فی فضل مشایخ الصوفیۃ	عبداللہ بن اسعد الیافعی الشافعی		
	النصائح الدینیۃ	ابو محمد حبیب الحداد الاشعری	رضا	
	النصوص	صدر الدین القونوی	״	
	[illegible]	شہاب الدین احمد بن ...	آصفیہ	
	نفائس الرواشح	ابو اسحاق احمد	جامع مسجد	
	النفائس العلویۃ	احمد بن زین الحبشی باعلوی	رضا	
	النفحات الالٰہیۃ	صدر الدین القونوی	خدابخش، آصفیہ	
۷۵۳	نفحات صمدیہ		مدراس	
—	نفحات عطائیۃ فی شرح البدایۃ = الکفایہ			
	نقش الفصوص شرح فصوص	شمس الدین بن شرف الدین الدہلوی	آصفیہ	
—	نور العین = شرح مسلک متین			
	النہج الاتم فی تبویب الحکم	نور الدین علی بن حسام الدین المتقی ۹۷۵ھ	رضا	
	نہج السلوک فی سیاسۃ الملوک (ق)	عبدالرحمٰن بن نصر	محمدیہ	
	الواردات الالٰہیۃ	بدر الدین محمود بن اسرائیل ابن قاضی سماونہ	رضا	
	الواردات القلبیۃ	محمد بن ابراہیم البنا المصری	״	
	واردات الہمدانی والمکاشفات الرحمانیہ	بابا طاہر عریان الہمدانی	رضا	
	وجود الحق المشاہد فی کل الاشیاء	عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی	جواہر	
	وحدۃ الوجود	ملا علی القاری	دیوبند	
	ورد علی الہمدانی		ایشیاٹک	
۷۶۳	ورد عبدالقادر الجیلانی		ایشیاٹک، آصفیہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	کیفیت
۷۶۳	وصایا السالکین		آصفیہ	
-	وصایا العارفین	عبدالوہاب الشعرانی	رضا	
-	الوصایا القدسیہ	زین الدین ابوبکر محمد بن محمد الخوافی م	"	
-	الوصیۃ	شہاب الدین السہروردی	خدابخش	
-	الوصیۃ	عفیف الدین عبداللہ بن عبدالرحمن	"	
-	الوصیۃ	عبدالقادر الجیلانی	خدابخش	
-	الوصیۃ	صدرالدین القونوی	رضا	
-	الوصیۃ	ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی	خدابخش	
-	وظائف النبی	عبدالغنی بن احمد الدمشقی	[illegible]	
-	وظیفۃ العارف باللہ	علوان الحموی	ایشیاٹک	
۷۷۰	الوعاء المختوم علی السر المکتوم	ابن العربی	خدابخش	
-	وقایۃ السالک من الآفات والمہالک	الغزالی		
	(ہ)			
-	ہدایۃ الاذکیاء الی طریقۃ الاولیاء	زین العابدین بن علی بن احمد المعبری	خدابخش، ایشیاٹک	
-	بدایۃ التوفیق	شیخ احمد الحموی	خدابخش، ایشیاٹک	
-	ہدایۃ المتحیرین	محمد بن مرتضیٰ المتخلص بہ محسن	آصفیہ	
-	الہدایۃ الرحمانیہ	قطب الدین محمد بن عبدالرحمن الملکی	رضا	
-	ہدایۃ السالکین	محمد خواجہ بن عبدالرحمن القندھی	"	
۷۸۱	الہدیۃ الاوزیۃ		ایشیاٹک	

ضمیمہ

ہندستانی کتابخانوں میں

مخطوطات تصوّف

فارسی و عربی

اخیر میں چند باتیں مزید:

● ہندستان کے کتب خانوں میں موجود مخطوطات تصوف (فارسی و عربی) کی فہرست سمینار سے قبل طبع ہو چکی تھی اور سمینار میں اسی فہرست کو سامنے رکھ کر گفتگو ہوئی، جس کے بعد بیشتر جگہوں پر حذف و ترمیم کی ضرورت محسوس کی گئی، اور جہاں جہاں ممکن ہوا اسی فہرست میں سمینار کے فیصلے کے مطابق حذف و ترمیم کردی گئی۔ یہ صفحہ ایک تا ۴۴۳ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ بحث کے نتیجے میں جو نئی باتیں سامنے آئیں انھیں اضافہ شدہ مواد کو ضمیمہ کے طور سے پیش کردیا گیا ہے۔

● باوجود کوشش کے کچھ مخطوطات، کچھ فہرستیں، کچھ اطلاعات فہرست کی طباعت کے بعد موصول ہوئیں۔ ایسے مخطوطات کو ضمیمہ میں شامل کرلیا گیا ہے۔ دوسرے، جن کتابوں کے نام جامع فہرست میں آچکے ہیں لیکن ان کی موجودگی سے متعلق بعض کتب خانوں کے نام آنے سے رہ گئے تھے، انھیں بھی ضمیمہ میں شامل کردیا گیا ہے۔

● جامع فہرست مختلف کتب خانوں کی مطبوعہ فہارس یا مختلف اصحاب کی مرتبہ اور مرسلہ خطی فہرستوں کی بنیاد پر ترتیب دی گئی ہے اور مختلف فہرستوں میں بہ قرینہ غالب ایک ہی کتاب کے مختلف نام یا ایک ہی مصنف کے مختلف اسما یا القاب کا اندراج ممکن ہے۔ بعض جگہوں پر کتاب کے معروف ہونے کے باوجود مصنف کا نام چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان صورتوں میں جن مآخذ سے یہ فہرست مرتب کی گئی ہے ان کے اندراجات میں حتی الوسع کوئی ترمیم نہیں کی گئی ہے، اس لیے کہ بغیر تحقیق کے ان کی مطبوعہ و مرسلہ خطی فہرستوں میں ترمیم کرنا مناسب نہ تھا۔

● مندرجہ ذیل صاحبوں نے اپنی دسترس میں مخطوطہ ذخیروں اور کتب خانوں کی فہرست ارسال کی اور جامع فہرست کو مکمل کرنے میں جو معاونت کی اس کے لیے فرداً فرداً ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے:

● ڈاکٹر شمس الدین، شعبہ فارسی، کشمیر یونیورسٹی (شعبہ تحقیق و اشاعت کشمیر یونیورسٹی) ● صلاح الدین عمادی صاحب (کتب خانہ امامی مدراس) ● کتب خانہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد ● ڈاکٹر محمد صابر بیتاب، مرحوم، ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، کلکتہ (نقشبند لائبریری، کلکتہ) ● شاہ امین اللہ پھلواری، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (کتب خانہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ) ● سید شاہ محمد اسماعیل [illegible] ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، کلکتہ ● ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری، سری نگر (ریسرچ لائبریری سری نگر) ● حکیم سید ظل الرحمٰن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (ذاتی ذخیرہ) ● کاظم علی خاں، [illegible] شریف، لکھنؤ (کتب خانہ ناصریہ، لکھنؤ) ● ڈاکٹر ظہور ضوی برق، دانشگاہ [illegible] آرہ (ذاتی ذخیرہ) ● سید شاہ تمیم منعمی، خانقاہ منعمیہ، [illegible] (کتب خانہ خانقاہ منعمیہ، پٹنہ سیٹی) ● سید شاہ

منظر حسین، خانقاہ پیر دمڑیا، خلیفہ باغ، بھاگلپور (کتب خانہ خانقاہ پیر دمڑیا، بھاگلپور) • ڈاکٹر رحمت علی خاں (سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد (سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد) • ڈاکٹر عطا کریم برق (گرین گلشن کلکتہ) • محمد عارف عمری (خدا بخش لائبریری (ونگ، استحقاق، مولانا آزاد لائبریری، علیگڑھ) • ڈاکٹر تنویر احمد علوی (کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی؛ ہردیال، ہارڈنگ لائبریری، دہلی؛ دہلی یونیورسٹی لائبریری، دہلی؛ درگاہ شاہ ابوالخیر، چتلی قبر، دہلی؛ مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ، ضلع مظفر نگر؛ گورنمنٹ اورینٹل لائبریری، آندھرا پردیش) • مفتی محمد ظفیر الدین (کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، سہارنپور) • عبدالرزاق فاروقی ڈپٹی ریزیڈنٹ روضہ (کتب خانہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) • اعجاز ترمذی لکھنؤ (کتب خانہ ناصریہ، لکھنؤ) • محمود حسن قیصر علیگڑھ (مولانا آزاد لائبریری علیگڑھ) • سید نظام الدین کاظمی (لائبریری انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، دہلی — رضا لائبریری، رام پور۔ کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد۔ کتب خانہ ابوالحسن زید فاروقی۔ نیشنل میوزیم، دہلی۔ ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ۔ کتب خانہ مدرسہ محمدی، مدراس) • حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی، علیگڑھ (ذاتی کلکشن) • انور شاہ، علیگڑھ (جواہر میوزیم، علیگڑھ) • مظفر شاہ بن عظیم الدین بلخی (ذخیرہ بلخیہ، فتوحہ، پٹنہ) • رئیس احمد نعمانی (ندوۃ العلماء لکھنؤ) • عطا خورشید (خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ، گیا (کتب خانہ خانقاہ منعمیہ ابوالعلائیہ، گیا) • مجتبیٰ علی خاں (مدرسۃ الواعظین، لکھنؤ (مدرسۃ الواعظین، لکھنؤ) • ڈاکٹر رفیقی (شعبۂ تاریخ، کشمیر یونیورسٹی؛ اورینٹل ریسرچ ڈپارٹمنٹ، سرینگر) • ڈاکٹر محمد افضل اقبال (کتب خانہ سعیدیہ، حیدرآباد) • ڈاکٹر سید وحید اشرف (دانشگاہ مدراس (کتب خانہ گورنمنٹ، مدراس)

• مختلف حضرات سے درخواست کی گئی تھی کہ اس فہرست سے متعلق اجمالی طور پر یا تفصیلی طور پر اپنی رائے پیش کریں تاکہ ان کی آرا کی روشنی میں تصحیح کا کام کیا جا سکے۔ ہم مندرجہ ذیل لوگوں کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے اجمالی/تفصیلی رائے سے معاونت کی: محمود حسن قیصر صاحب۔ ڈاکٹر میر نجم الدین علی خاں صاحب۔ ڈاکٹر رحمت علی خاں صاحب۔ ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب۔ ڈاکٹر وحید اشرف صاحب اور ڈاکٹر ریاض الاسلام صاحب۔ آخر الذکر دونوں فاضلوں نے اپنے دو مطبوعہ مقالے بھی عنایت کیے، جن کا اس مجموعے میں اضافہ کر دینا بہت مناسب لگا۔

• بعض کتاب خانوں/ذخیروں کی فہرستیں بعد میں موصول ہوئی ہیں اس لیے فہرست مخففات میں ان کی تفصیل شامل نہیں کی جا سکی، ذیل میں درج کی جاتی ہے:

سعیدیہ = کتب خانہ سعیدیہ، حیدرآباد
شبلی/ندوہ = شبلی لائبریری، ندوۃ العلماء، لکھنؤ
کاندھلہ = مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، مظفر نگر

سہارنپور = جامعہ مظاہر العلوم، سہارنپور
کاکوری = خانقاہ کاظمیہ، کاکوری شریف
ہندو یونیورسٹی = بنارس ہندو یونیورسٹی، بنارس

••

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۵۳۸	کلمۃ الحق	حکیم محمد نذیر حسن رضوی	گیا
	الکلم الطیب تحقیق البرزخ والروح	حبیب اللہ الہ آبادی	علیگڑھ
	کلمات الاسرار	عطاء اللہ بے خبر	خدابخش
	کنز الدقائق	جمال الدین احمد اردستانی	علیگڑھ
	کنز الہدایات	محمد باقر بن شرف الدین ملا لاہوری	”
	کنز الغنائم	نور محمد بدایونی	دیوبند
	گل و نوروز	احمد بن جلال الدین کاشانی	خدابخش
	گنج عشق	فرید الدین عطار	ٹونک
	گنجینۂ اسرار	شاہ محمد تقی بلخی	بمبئی
	لب الاسرار	مرزا مظہر جان جاناں	علیگڑھ
۲۵۴۹	لطائف الحقائق		ٹونک
	لطائف السلوک المحمدیہ	غلام جیلانی	علیگڑھ
	لطائف شاہدیہ		”
	لطائف المرید المراد	غلام جیلانی	”
	مبادی موجودات نفسانی	خواجہ افضل کاشانی	خدابخش
	مجالس السید	محمد چشتی	علیگڑھ
	مجالس العشاق	حسین مرزا (م ۹۱۰ھ)	”
۲۵۵۵	مجامع ریاض		خدابخش
	مجمع الاولیاء	علی اکبر حسینی اردستانی	علیگڑھ
	مجموعۂ مکاتیب		پھلواری
	مجموعۂ راز	میر محمد صالح کشفی (م ۱۰۶۰)	دیوبند
	مجموعۂ رسائل (مکتوبات)	شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۱۰۸ مکتوبات)	دیوبند
	مجموعۂ رسائل (۱۵ رسالے)		”
	مجموعۂ رسائل (۱۲ رسالے)		”
	مجموعۂ رسائل (۸ رسالے)		”
۲۵۶۳	مجموعۂ رسائل	سید علی ہمدانی	”

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۵۶۴	مجموعۂ رسائل		ٹونک
	مجموعۂ رسائل	عبد اللہ انصاری	علیگڑھ
	مجموعۂ رسائل		”
	محبوب الصدیقین	جلال الدین احمد اردستانی	”
	مخزن احمدی	محمد علی	” دیوبند
	مرآۃ النور	علی اکبر مشتاق الحسینی	علیگڑھ
	مرآۃ الخافقین [illegible] کرامات احمدی	احمد قلندری	”
	مرآۃ العاشقین	حافظ کرمانی	خدابخش
	مرآۃ مداری	عبد الرحمن چشتی	علیگڑھ، خدابخش
	مرشد السالکین	ابو محمد عبد اللہ بن محمد تقی	
۲۵۷۳	مرغوب الحسنات شرح جواہر الغیبیات		پھلواری
	مرغوب القلوب	شمس تبریزی	(علیگڑھ، ٹونک، رضا لائبریری)
	ایضاً	نظام الدین اولیا	علیگڑھ
	مرغوب القلوب		خدابخش
	مسلک العارفین	خواجہ محمد پارسا	علیگڑھ
	رسالہ مشارب الاذواق	سید علی ہمدانی	ٹونک
	مشیر الانوار	ضیاء الدین احمد	”
۲۵۸۰	مصباح الارواح		علیگڑھ
	مطلوب العشاق	غلام بخش قادری	ٹونک
	مظہر الحق فی بیان اسرار السلوک	کمال الحق حسینی	علیگڑھ
	[illegible] العرفان	عبد القدوس گنگوہی	ٹونک
	معارف [illegible]	محمد حسین نقشبندی	گیا
	معدن الاسرار	[illegible] الدین فرخ علی	خدابخش
	معرفت الارواح		علیگڑھ
	معرفت النفس		”
۲۵۸۹	معلومات اسرار القلوب مجموعہ انوار الغیوب	جلال الدین احمد اردستانی	”

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتاب خانہ
۲۵۹۰	ملفوظات اشرف	سید شاہ عطا حسین فانی گیاوی	گیا	۲۶۱۵	مکتوبات حضرت شاہ ابوالبرکات منعمی	شاہ ابوالبرکات منعمی	گیا
	معنی الحیہ		خدابخش		مکتوبات رضائی	سعید الدین بن نظام الدین	علیگڑھ
	مفتاح الروح (احوال خواجہ بختیار کاکی)	نور محمد چاندپوری	دیوبند		مکتوبات شاہدی	(امیر عبدالواحد بلگرامی (م ۱۰۱۷ھ)	”
	مفتاح القرآن (شاہ عبدالرزاق اور بزرگوں کے ملفوظات)	شاہ نثار علی بخاری	ٹونک		مکتوبات شرف الدین احمد یحییٰ منیری		”
					مکتوبات شاہ حسن علی	مخدوم شاہ حسن علی منعمی گیاوی	گیا اصلاحیہ
	مفتاح العاشقین (ملفوظات نصیر الدین چراغ دہلی)	محب اللہ	علی گڑھ		مکتوبات شیخ مسعود (بنام قاضی جیحنہ)		علیگڑھ
	مقالات شاہ عبدالعزیز دہلوی		ٹونک		مکتوبات شیخ نظام الدین شطاری		خدابخش
	المقصد الاسنیٰ	علی المتقی (م ۹۷۵ھ)	علیگڑھ		ملفوظات حضرت انصاری		ٹونک
	مقصد تحریر در کتاب	شاہ حبیب اللہ قنوجی	”		ملفوظات حضرت ہاشم		”
	مکاتبات کاشی دستانی	علی ابوالودود (مرتب)	”		ملفوظات سید احمد سرہندی		”
	مکاتیب		”		ملفوظات شاہ نظام الدین تمنائی گیاوی	مرتبہ سید شاہ عطا حسین فانی گیاوی	گیا
۲۶۰۰	مکاتیب (پانزدہم)		فضل الرحمن	۲۶۲۶	ملفوظات خواجہ خورد (ف ۱۰۱۲ھ)		علیگڑھ
	مکاتیب شیخ محمد عشقی		ناصریہ		ملفوظات شیخ زین (م ۱۲۳۹ھ)		”
	مکتوب بحوالہ مجدد الف ثانی	محمد فرخ	علیگڑھ		ملفوظات شیخ عبداللطیف ثانی (م ۱۰۰۰ھ)		”
	مکتوب حکیم صاحب برکت	سید سلطان	”		ملفوظات محمد زماں	ابراہیم بیگ	”
	مکتوب بنام میر محمد اشرف	برکت اللہ عشقی	”		مناجات عبداللہ انصاری		خدابخش رضا لائبریری
	مکتوب خواجہ گیسو دراز		”		مناقب الاسرار	عنایت اللہ بن محب اللہ (م ۱۰۳۹ھ)	علیگڑھ
	مکتوب در عشق	نظام الدین اولیا	”		مناقب شیخ عبدالقادر جیلانی		”
	مکتوب شاہ عطار		”		مناقب المرشدین وتذکرۃ الواصلین	عبدالقادر بن محمد غوث شہاب جونپوری	”
	مکتوب شیخ عبدالاحد		ٹونک		منتخب سراج الہدایہ	احمد برقی	ٹونک
	مکتوب غوث الاعظم		شیرانی، خدابخش		المنتخب المعروف	محمد معروف	علیگڑھ
	مکتوب محمد صادق سرہندی		علیگڑھ		موصل الطالبین	محمد بن برہان بن محمود بن جلال البخاری	”
	مکتوب مخدوم الملک شرف الدین بہاری		خدابخش		المیزان شرح التعلیم	ابوالمعالی	”
	مکتوبات (کتابت ۱۰۷۸)		علیگڑھ		نذر تیکرہ امنی معرف خواجہ بحقیقت خواجہ	حکیم محمد زبیر حسین بلسوی	گیا
	مکتوبات امام ربانی	یار محمد قشی	”		نسخہ ارشاد نامہ		خدابخش
۲۶۱۲	مکتوبات مظہر جان جاناں	نعیم اللہ بہرائچی	دیوبند، علیگڑھ	۲۶۴۰	نسخہ زیارت روضہ		حیدرآباد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۲۶۴۱	نسخۂ قلندریہ		ٹونک	۲۶۵۱	ہوا دولت فخر الدین	بدر الدین (مولوی)	ٹونک
	نصائح شیخ واذکار و اشغال		”		وصیت ارشادات	(خواجہ اجمیری)	”
	نصیحت دل پذیر	محمد بن سعید کالپوی	علی گڑھ		وصیت نامہ	شیخ قطب الدین منور ہانسوی	گیا
	نصیحت السالکین	احمد بن جلال کاشانی	”		ہدی الطالبین	نجم الدین محمود اصفہانی	خدا بخش
	نقد اسرار	شاہ غلام حسن مشتی	آصفیہ		ہشت بہشت	خواجہ گیسو دراز	علی گڑھ
	نفحات سوانح کا منتخبات علی اکبر		خدا بخش		ہیئت احکام	محب اللہ الہ آبادی	رضا، علی گڑھ، بڑودہ
	نکات سینیہ	حسین بن علم	ٹونک		ہیئت اورنگ	جامی	ٹونک
	نکات		علی گڑھ		ہیئت تسبیح	خواجہ محمد علی الحکیم الترمذی	علی گڑھ
	نکتہ ہای وحدت		دیوبند	۲۶۶۰	ینبوع الحیاۃ	خواجہ افضل الدین کاشانی	خدا بخش
۲۶۵۰	نور الابصار احوال خواجہ باقی باللہ	نور محمد جانڈ پوری	دیوبند				

عربی مخطوطات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
۸۰۲	الاجوبۃ اللائقۃ	ابن عربی	آصفیہ		اسئلۃ ابن المنیر الاسکندری فی شرح سلوک محی الدین عبد اللہ الحسنی	ابو العباس احمد بن علی بن یوسف البونی (م ۶۲۲ھ)	”
	الاحادیث المسموعۃ من کتاب ابی الطیب حسان البندری	وجیہ الدین عبد الرحمن	علی گڑھ				
	احکام الدلائل	زکریا بن محمد الانصاری	آصفیہ		اقرب الطرق الی اللہ	نجم الدین الکبری	خدا بخش
	الاربعین فی التصوف		سالار		انوار العشرۃ و شرحہا	ابو العباس احمد بن علی البونی	علی گڑھ
	ارشاد السلوک فی مناقب احمد کبیر الرفاعی		علی گڑھ		بدایۃ السالکین	خواجہ محمد بن ابو الحسن الحسینی	رضا
					بدائع التشریح	عبد اللہ بن شیخ محمد سعید (م ۱۰۰۰ھ)	علی گڑھ
	ارشاد المریدیت	ابن عربی	”		البرہان الاوفی فی شرف التقوی	علی المتقی	”
	ارشاد المریدین	ابو حفص عمر بن عبد اللہ بن عمویہ السہروردی	خدا بخش	۸۲۰	البرہان الجلی فی معرفۃ الولی	علی المتقی (م ۹۷۵ھ)	”
	اسرار النقطہ	سید علی ہمدانی	اسلامپور		التحفۃ المرسلۃ	ابو سعید مبارک مخزومی	آصفیہ
	اصطلاحات الصوفیہ	ابن عربی	علی گڑھ		تحفۃ النعم والعطایا فی العمل الذی یکفی الفقر والبلایا	علی المتقی (م ۹۷۵ھ)	علی گڑھ
	ایضاً		آصفیہ		تقریب بعید الکبیر	محمد ماشق محبلی	رضا
	ایضاً	فیض الحسن	ٹونک		جامع الرموز	الغزالی	ٹونک
۸۱۳	اشتیاق رسول اللہ من عشق الکہم	ابن عربی	علی گڑھ	۸۲۵	النفحات الوثابیۃ	عبد اللہ بن شیخ محمد سعید الیمانی	علی گڑھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
٨٠٧	الجوهر اللدنی فی تنبیه جهود القشاقی	استاد حسین البریدی	علیگڑھ
	جوامع الکلم	علی المتقی م ۔ ۹۷۵	رضا
	جواهر الخمس	حرم ابیت الشریف روح الشرح ۹۷۵	علیگڑھ
	الجوهر اللدنی لمعرفة الخلائق	استاد حسین البریدی	"
	حجة القائلین بحرمة السماع والجواب الاولیٰ		"
	رسالة فی حقوق الاخوان		رضا
	رسالة فی التوحید	عبدالحمید گنگوہی	ٹونک
	رسالة الارواح	روزبہان	ناصریہ
	رسالة اسرار الارواح	ابن عربی	ٹونک
	رسالة اصطلاحات صوفیہ		ناصریہ
	رسالة التحیر فی تحیه		"
٨١٧	رسالة التصوف		آندھرا
	رسالة تشریح رسالہ		ٹونک
	رسالة الصوفی فی نصرة الوجود	بحر العلوم	رضا
	رسالة الطیر	الغزالی	ٹونک
	رسالة فی بطلان وحدة الوجود نقض ابن عربی تکفیرہ		علیگڑھ
	رسالة فی التصوف	محمود الطیر	"
	رسالة فی الرد علی کتاب فصوص الحکم ونقضها	التفتازانی م ۔ ۷۹۱ھ	"
	رسالة فی السلوک	الغزالی	رضا
٨٢٥	رسالة فی تحقیق السلسلة النقشبندیة		آصفیہ
	رسالة فی معانی التصوف		رضا
	رسالة فی تحقیقات اہل تصوف		علیگڑھ
	رسالة قدسیہ	ابن عربی	ٹونک
	رسالة المخاطبات الارواح بمقامات الاشباح		آصفیہ
٨٣٠	رسالة سبق الخطائیہ		"
٨٣١	رسالة ابن عربی	ابن عربی	علیگڑھ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
٨٣٢	الرد علی اهل النفاق	ابو مدین شعیب بن عبدالعزیز	رضا
	زوارق الطائف فی شرح عوارف المعارف		آصفیہ
	سبیل الحمیدة فی آداب المرید	شیخ محمد البکری	علیگڑھ
	سلوک الطریق فی نصرة الطریق	علی المتقی م ۔ ۹۷۵ھ	"
	سوالات تصوف مع جوابات	قونوی	ناصریہ
	شجرة الاولیا	الامیر	علیگڑھ
	شرح الفاظ العشرة	محمد بن یعقوب قونوی م ۔ ۷۰۰ھ	"
	شرح فصوص	شمس الدین بن شرف الدین	آصفیہ
	شرح کتاب التجلیات		ٹونک
	شرح کتاب تصوف	صاحب تنویر	ناصریہ
٨٤٢	شرح مقامات التوحید	عبدالحکیم بن محمد الدمشقی	ٹونک
	شواهد الربوبیة فی المناهج السلوکیة	صدرالدین شیرازی م ۔ ۱۰۵۰ھ	علیگڑھ
	طریقت نامہ		خدابخش
	عرف التعریف بمذهب اهل التصوف	محمد بن محمد الزبیدی	آصفیہ
	عقائد الصوفیہ	فیروز الصوفی م ۔ ۱۰۶۵ھ	رضا
	عقد ابو عمر الخمیس فی التذکیر الطرق الالباس والتلقین		علیگڑھ
	غایة الصوفی فی معرفة الدنیا	علی المتقی	"
٨٤٩	فواتح الوصال ونفوذ الهلال	نجم الدین کبریٰ	رضا
	فوائد من کلام الجیلی		علیگڑھ
	قلادة الطریق النقشبندی	احمد بن ابراهیم الواسطی	"
	القصد الی الله	ابوالقاسم محمد الجنید البغدادی م ۔ ۲۹۷ھ	"
	قواعد العقائد	الغزالی	آصفیہ
	الکنز المغیث فی تلبیس ابلیس	ابن عربی	آصفیہ
	لید صید الخاطر	ابن الجوزی	رضا
٨٥٧	کتاب آداب شریعة الادب فی الدین	الغزالی	"

مجال ؟ • ص۹۵/ ۲۰۴۹، شہاب الدین سہروردی - مرتب ؟ • ص۹۹/ ۲۰۷۳، مکتوبات شیخ شہاب الدین سہروردی غالباً بنام شیخ شہاب الدین سہروردی • ص۹۶/ ۲۰۷۸، شیخ محمد ظریف قادری شطاری ۔ شیخ محمد ظاہر عرف قاضن شطاری • ص۹۷/ ۲۰۸۷، سامری ۔ ساوی • ص۹۷/ ۲۰۸۹، مکتوبات ۔ × • ص۱۰۲/ سطر چار ۔ یحییٰ بن حبش سہروردی خارج عبدالسلام ۔ خارج • ص۱۰۳/ ۲۲۵۸، آدم ۔ آدم بنوری • ص۱۰۵/ ۲۲۹۲، وجود العاشقین تالیف خواجہ گیسو دراز مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۶ھ • ص۱۰۶/ ۲۳۱۰، الولد سرابیہ ۔ مزید دیکھئے رسالہ الولد سرابیہ۔

عربی مخطوطات : ص۱۰۹/ ۱۳، احسن المحاسن • ص۱۱۱/ ۹۵، عن الاشتغال بالاشیر • ص۱۱۳/ ۱۱۴۔ تشفیف الکروس ... خارج • ص۱۱۵/ آخری سطر ۵ خارج آصفیہ ۔ رضا خارج • ص۱۱۶/ ۱۵۷، جمال الدین محمد بن اسحاق (عثمان) البلخی الہندی ۔ محشی عبداللہ بن سعید • ص۱۱۹/ ۲۳۳، خارج • ص۱۲۰/ ۲۹۲، قنیمی ۔ قنیمی • ص۱۲۱/ ۲۷۰ الغزالی ۔ خارج • ص۱۲۳/ ۳۱۹، م ۳۲۸ ۔ م ۳۳۸ • ص۱۲۴/ ۳۴۳، شیخ محمد ترکی صوفی م ۔ ۹۵۶ھ) پچھلی سطر سے خارج • ص۱۲۴/ آخری سطر ۳۴۳، خارج • ص۱۲۵/ ۳۶۱، رسالۃ المرید ۔ رسالۃ المرید المبتدی • ص۱۳۱/ ۴۸۷، ۔ آصفیہ • ص۱۳۴/ ۶۰۱، مستتباب ۔ مجاب • ص۱۳۵/ ۵۶۱، ابن مجس ۔ ابن معن • ص۱۳۰/ ۶۰۵، علی بن بہاء الدین بن علاء الدین بن الحاج مزید (رضا) ۔ محمد بن محمد البخاری (ٹونک) • ص۱۳۶/ ۶۰۱، البغدادی ۔ البغدادی ابن ابی الہیثام ۳۸۱ھ • ص۱۳۸/ ۶۸۵، الہم ۔ الہم • ص۱۴۳/ ۱۴۶، آصفیہ • ص۱۳۹/ ۶۶۳، مصباح الانس شرح مفتاح الانس ۔ مصباح الانس بین المعقول والمشہود فی شرح مفتاح الغیب جمع الوجود • ص۱۴۰/ ۶۷۵، خارج • ص۱۴۱/ ۶۸۰، مظا ۔ مظا، شرح مظہر شرح مظہر • ص۱۴۰/ ۶۸۱، مظہر ۔ مظہر، قمر الدین حبیب ۔ قمر الدین بن منیب •

اشاریہ مصنفین

مخطوطات تصوف

فارسی و عربی

اشاریہ مصنف (فارسی مخطوطات)

اشاریہ مصنف (عربی مخطوطات)

پاکستان میں
تصوف کے مخطوطات

پاکستان میں تصوف کے مخطوطات

احمد منزوی

مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

یہ پاکستانی کتابخانوں میں محفوظ تصوف کے مخطوطات کی فہرست ہے جو فی الحال صرف فارسی مخطوطات پر مشتمل ہے (الا ماشاء اللہ' صفحہ نمبر میں دارالعلوم پشاور کی فہرست عربی کر چھوڑ گئے!)۔ اس کے لیے ہم احمد منزوی اور مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان' اسلام آباد کے ممنون ہیں جنہوں نے 'فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان' کے نام سے حال ہی میں گیارہ (۱۱) ضخیم جلدوں میں متعدد فنون کو سمیٹ لیا ہے۔ تصوف (عرفان) کے لیے دو ہزار ایک سو چونتیس (۲۱۳۴) صفحات کی پوری ایک جلد مختص کر دی گئی ہے۔ جس میں ۳۸۰۰ مخطوطات کے ۱۱۵۷۲ نسخوں کا ذکر ہے۔

ہم نے منزوی کی متعلقہ جلد (پنجم) کو سامنے رکھ کر وہ تمام مخطوطات لے لیے ہیں جو طبع نہیں ہوئے اور صرف پاکستان میں موجود ہیں۔

ادارہ ——

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	آثار احمدی	عنایت حسین بن فتح محمد مارہروی
۲	آداب اہل تصوف	عزیز نسفی
۳	آداب بیعت	
۴	آداب بیعت و مریدی	
۵	آداب الخلوۃ: خلوت	عزیز نسفی
۶	آداب درویشی: معروف	
۷	آداب صوفیہ: اصطلاحات صوفیہ: فرقہ	نجم الدین کبری
۸	آداب الطالبین	
۹	آداب طریقت	محمد حسین زکوری
۱۰	آداب طریقۂ رفاعیہ	محمد رفیع الدین قندھاری
۱۱	آداب طریقت: سلسلۂ طریقۂ نقشبندیہ	
۱۲	آداب طریقت: آداب سجادہ نشینی: طریقت نامہ	
۱۳	آداب الفقر و شرائطہ	شیخ ابو عبدالرحمان
۱۴	آداب مبتدی: تلقینیہ	میر سید علی ہمدانی
۱۵	آداب المریدین	پیر محمد راشد
۱۶	آداب المریدین	عبید اللہ خان قریشی
۱۷	آداب المریدین	سید علی شیرازی جھنجھوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۸	آداب المریدین: شرح...	عبدالقادر سہروردی
۱۹	آداب المریدین: حاشیہ شرح...	
۲۰	آداب مریدین	
۲۱	آداب مریدی	شاہ طٰہٰ رضا شطاری
۲۲	آداب مریدی	
۲۳	آفاق و انفس: معروف نامہ: معارف	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
۲۴	آفرینش ارواح و اجسام (بیان... ارواح و اجسام)	عزیز نسفی
۲۵	آئینہ جلی	
۲۶	ابطال الباطل	فتح علی گردیزی
۲۷	اجتناب الفقر	کبیر احمد بن ابی السلیم جمال الدین
۲۸	اجوبۂ اعتراضات دہلوی	شاہ عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی
۲۹	احادیث اوائل: بیان...	عزیز نسفی
۳۰	احسن الشمائل	محمد کامگار
۳۱	احیاء القلوب	
۳۲	اخبار السالکین	قادری
۳۳	اخلاق العارفین	شاہ عنایت اللہ صادقی
۳۴	اذکار: کتابی در تصوف	
۳۵	الاذکار و الانوار علی الابصار	شیخ محمد چشتی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۶	ارتج منازل: منازل اربع	پیر محمد
۳۷	ارشادات صاحب: ارشادات گردیزی	سید فتح علی حسینی معروف بہ فتح اللہ گردیزی
۳۸	ارشاد السالکین	محمد رضا صدیقی دہلوی
۳۹	ارشاد السالکین	شیخ قاسم اودھی
۴۰	ارشاد السالکین: وحدت وجود، عقاید صوفیان	سید محمد بن فضل اللہ برہانپوری از شیخ فتح محمد محدث برہانپوری
۴۱	ارشاد السالکین	یوسف بن شیخ محمد
۴۲	ارشاد الصالحین	شاہ محمد رضا شطاری
۴۳	ارشاد الطالبین	لطف اللہ بن شیخ عبداللہ قادری
۴۴	ارشاد الطالبین	شاہ میرا
۴۵	ارشاد الطالبین	
۴۶	ارشاد العارفین	شاہ ابراہیم گزالہی
۴۷	ارشاد العاشقین	شاہ محمد رضا شطاری لاہوری
۴۸	الارشاد فی اسناد الاوراد	جمال الدین عبداللہ بخاری
۴۹	ارشاد المبتدی	حافظ عبداللہ قصوری
۵۰	ارشاد المحققین	محمد آصف الدین
۵۱	ارشاد المریدین	سید چراغ گیلانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۲	ارشاد المریدین	شاہ محمد رضا شطاری لاہوری
۵۳	ارشاد مستقیم	امان الحق بن شیخ نور الحق،
۵۴	ارشاد نامہ	عبدالکریم دیروی معصومی
۵۵	ارشاد نامہ: اجازت نامہ، طریق بیعت	فتح علی حسینی
۵۶	ارشاد نامہ: شرح	
۵۷	ارض آگاہی	
۵۸	ارکان اربعہ	
۵۹	ازالۃ شبہات نجدیہ	غلام نبی للہی نقشبندی
۶۰	اسباب المحبۃ	
۶۱	اسباق الطریقۃ نقشبندیہ	فضل محمد معصومی
۶۲	اسرار الحقیقۃ	غلام محی الدین قصوری
۶۳	اسرار حقیقت	مولانا ہاشم
۶۴	اسرار الحقیقۃ	
۶۵	اسرار خلوت: سیر و سلوک	متن از ابن عربی
۶۶	اسرار الدعوات	سراج الدین عبداللہ شطاری
۶۷	اسرار الصلاۃ	حسام الدین علی ترک خجندی
۶۸	اسرار الطریقت: رسالۂ غوثیہ، رسالہ در کسب سلوک	شاہ محمد غوث قادری لاہوری
۶۹	اسرار العاشقین	سید محمد شیخ الہند گیلانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۰	اسرار العاشقین	شیخ عبدالقادر گیلانی
۷۱	اسرار الفقر	شیخ عبدالاحد (تسبیحی)
۷۲	اسرار قادر	محمد جان بن مولوی عبدالغفور
۷۳	اسرار قادری	سلطان باہو
۷۴	اسرار قادری: نصائح	شمس الدین بن حامد محمد گیلانی
۷۵	اسرار المشائخ	سید یوسف
۷۶	اسرار الواصلین: مکتوبات خواجہ معین الدین	خواجہ معین الدین
۷۷	اسراریہ: اسرار جلالیہ	شیخ عبدالجلیل لکھنوی چشتی
۷۸	اسم ذات	حضرت شاہ اسد اللہ
۷۹	اسناد الاشجار	غلام جیلانی دھنگی
۸۰	اسوۃ الکسوۃ	شاہ داعی شیرازی
۸۱	اشارات العرفان	محمد اسماعیل بن محمد امین افغانی
۸۲	اشارات فریدی: مقابیس المجالس	خواجہ غلام فرید چشتی
۸۳	اصطلاحات رضوی: اصطلاحات صوفیان	میر کمال الدین احمد رضوی
۸۴	اصطلاحات سلسلۂ مجددیہ: ایضاح الطریقہ	شاہ غلام علی دہلوی
۸۵	اصطلاحات صوفیان	منسوب بہ ابوسعید ابوالخیر
۸۶	اصطلاحات صوفیان	نورالدین جعفر بدخشی
۸۷	اصطلاحات صوفیان: مصطلحات صوفیہ	شاہ داعی شیرازی
۸۸	اصطلاحات صوفیان	محمد صابر بن یعقوب صوفی (جامع)؟
۸۹	اصطلاحات صوفیان	غلام قادر شاہ
۹۰	اصطلاحات صوفیان	میر سید علی ہمدانی
۹۱	اصطلاحات صوفیان	محمد فرخ شاہ نقشبندی
۹۲	اصطلاحات صوفیان	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۹۳	اصطلاحات صوفیان	
۹۴	اصطلاحات صوفیان	عبدالرحیم بن عبدالکریم
۹۵	اصول: فردوسیہ	شاہ نعمت اللہ ولی
۹۶	اصول خمسہ	شیخ محمد صالح
۹۷	ترجمۂ اصول السماع	متن عربی از فخر الدین زرادی دہلوی ترجمہ فارسی از ظہیر الدین
۹۸	اطوار شش گانہ	—
۹۹	اطوار ثلاثہ	صائن الدین ترکہ خجندی
۱۰۰	اعتقادات اہل حق	ملا احمد جنیدی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۱	اعتقاد نامہ	عبدالکریم دیروی
۱۰۲	اعتقاد نامہ، تحقیق الاسلام: راہ اہل سنت: اعتقادات	شاہ نعمت اللہ ولی
۱۰۳	الاعتنا فی تحقیق نحو الاستوا	ابو تراب محمد راشد اللہ
۱۰۴	اعجوبۃ العشق	شیخ محمد چشتی احمد آبادی
۱۰۵	افادۃ السالکین	شاہ دوست محمد بن شیخ لطف اللہ
۱۰۶	افسانہ دیوانہ	خواجہ محب چشتی حیدرآبادی
۱۰۷	افضل الطریق	شیخ احمد کشمیری
۱۰۸	افکار مجددیہ	امام الدین مجددی
۱۰۹	اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۱۱۰	اقرب الطرق	نور الدین علی برہانپوری
۱۱۱	اقوال بزرگان نقشبند	
۱۱۲	الفاظ چند در عشق و معرفت و تحقیق	غلام محی الدین قصوری
۱۱۳	الٰہی نامہ	شیخ عبدالاحد
۱۱۴	ام الصحایف فی عین المعارف	مسعود بیگ نخشبی البخاری
۱۱۵	امیر الکونین	سلطان باہو
۱۱۶	انتظام السلوک	یکدل
۱۱۷	انسان الکامل	عزیز نسفی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۸	انوار: نوریہ	سید علاء الدین محمد
۱۱۹	انوار الاذکار: رسالۂ اذکار	ملا یعقوب کشمیری
۱۲۰	انیس العاشقین	ضیاء الدین نخشبی
۱۲۱	انیس العاشقین	مجتبیٰ بن مصطفےٰ لاہرپوری
۱۲۲	انیس المحبین	عبداللطیف بن محمد ہدایت اللہ
۱۲۳	انیس الموحدین	ولی محمد بن نواب محمد خاں
۱۲۴	اوراد: مائۃ فوائد	حاجی غلام حسین بالرای سندی
۱۲۵	اوراد: شرح	
۱۲۶	اوراد چشتیہ	عبدالرحمن چشتی صابری
۱۲۷	اوراد خویشگی	عبداللہ خویشگی قصوری
۱۲۸	اوراد روحی	شیخ محمد عرف شیخ لدھا بلگرامی
۱۲۹	اوراد صغیر: مختصر اوراد قادریہ شطاریہ	
۱۳۰	اوراد ہمدانی	شیخ جمال بن سید حسین قادری
۱۳۱	شرح اوراد فتحیہ	متن از ہمدانی شرح از نا شناس
۱۳۲	اوراد نصیریہ	ملفوظات شیخ نصیر الدین محمود
۱۳۳	اوراد و اذکار	کمال حسن کرہ ای

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۳۴	اوراد و اشغال و مراقبات	شاہ عبدالعزیز دہلوی
۱۳۵	اوراد و حرز ہا	محمد بن المؤید الحموی البحرآبادی
۱۳۶	اوہام احمدی	
۱۳۷	ایمان: رسالہ.....	محمد چشتی احمد آبادی
۱۳۸	بازار عاشقان	سید محمد بن خضیر شاہ گنجی
۱۳۹	باغ دنیا	شاہ محمد رضا شطاری قادری
۱۴۰	باقر الانوار و مرادات الاسرار	سید علی اکبر قتال
۱۴۱	بایدوالنست	
۱۴۲	بحر التصوف: شرح سوانح	متن از غزالی شرح از نظام الدین تھانیسری
۱۴۳	بحر المعرفہ	خورشید احمد مجددی
۱۴۴	بدرقۃ السالکین	غلام رسول نقشبندی
۱۴۵	برکات اعظم	
۱۴۶	برہان السامعین	
۱۴۷	شرح برہان العاشقین	متن از گیسو دراز شرح از عبدالغفور چشتی
۱۴۸	بستان الاوراد: وظائف نوشاہی نتائی	حافظ فاضل محمد نوشاہی
۱۴۹	بستان معرفت	سید محمد شاہ قصوری
۱۵۰	ترجمہ بوارق الالماع فی تکفیر من یحرم السماع	از عبداللہ شطاری لاہوری
۱۵۱	بہرام شاہیہ	میر سید علی ہمدانی
۱۵۲	بہشت و دوزخ: در بیان	عزیز نسفی
۱۵۳	بیان شریعت	محمد صالح بن میر محمد امین مودودی
۱۵۴	بیان عناصر: ملفوظات خواجہ احرار	
۱۵۵	پیرادیہ	اللہ بخش بن سید صدر الدین
۱۵۶	بیعت: اقسام	
۱۵۷	پاس انفاس	منسوب بہ خواجہ عبیداللہ احرار
۱۵۸	پاس انفاس: سررشتہ طریق خواجگان	عبدالرحمن جامی
۱۵۹	پاس انفاس: بہشت اشغال	شاہ محمد شطاری قادری
۱۶۰	پاس انفاس: دم و قدم: ہوش در دم	خواجہ عبدالخالق غجدوانی
۱۶۱	پنج گنج	حامد محمد شمس الدین گیلانی
۱۶۲	پنج معرفت: معرفت	محمد جعفر حسنی
۱۶۳	تاج نامہ	شاہ داعی شیرازی
۱۶۴	تبیین الطریق	شیخ علی بن حسام متقی
۱۶۵	تجلی خداوند بر کوہ طور: کوہ طور	
۱۶۶	تحریر الوجود المطلق	شاہ داعی شیرازی
۱۶۷	تحفہ: منتخب ملفوظات ابراہیمی	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۶۸	تحفۂ ابراہیمیہ	حسین علی محمد بن عبداللہ
۱۶۹	تحفۂ احمدیہ	شیخ احمد کشمیری
۱۷۰	تحفۃ الاخوان	شہاب الدین سہروردی
۱۷۱	تحفۃ الاذکار	بہاء الدین شطاری
۱۷۲	تحفۂ بدیع و ہدیۂ قادریہ	عبداللہ خویشگی قصوری
۱۷۳	تحفۂ دستگیریہ	مولانا غلام دستگیر قصوری
۱۷۴	تحفۃ السلوک	خواجہ محمد نقشبندی
۱۷۵	تحفۂ سماویہ	ملک جامی
۱۷۶	تحفۃ الصلوات: صلوات بر رسول	کمال الدین حسین واعظ الکاشفی
۱۷۷	تحفۂ فرقانیہ: مکتوبات ملی (المعی) دہلی	قطب بن یحییٰ الیمنی
۱۷۸	تحفۃ المبتدی	نعمت اللہ عطاء اللہ
۱۷۹	تحفۂ محمدیہ	میاں حافظ یار بیگ افغان
۱۸۰	ترجمہ و شرح تحفۂ مرسلہ	متن از شیخ محمد مترجم عبدالغفور
۱۸۱	تحفۃ المعصوم	غیاث الدین بن میرک البوجی البدخشی
۱۸۲	تحفۂ نوریہ: شرح تحفۂ سریہ	متن و شرح از عبداللہ قصوری خویشگی
۱۸۳	تحقیقات	منسوب بہ شیخ عبدالصمد مجددی
۱۸۴	تحقیقات	شاہ نعمت اللہ ولی
۱۸۵	تحقیق الایمان: رسالہ در بیان ایمان	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۱۸۶	تحقیق تقدیس الوکیل، التقدیس الوکیل	غلام دستگیر قصوری
۱۸۷	تحقیق حقیق	میاں غلام قادر
۱۸۸	تخلیق اللسان: رسالہ در...	
۱۸۹	تخم و برگ	
۱۹۰	تذکرۃ الذاکرین	
۱۹۱	ترتیب السلوک	عبدالکریم لاہوری
۱۹۲	ترجمہ رسالۂ محی الدین	شاہ داعی شیرازی
۱۹۳	ترجمہ الیاقوت: ملفوظات شیخ عبدالقادر جیلانی	محمد یاقوت خان قادری
۱۹۴	ترجمہ یوسفیہ	
۱۹۵	ترغیب العباد علی تکثیر الاوراد	زین العابدین معصوم
۱۹۶	تزکیۃ الانفاس	حامد محمد شمس الدین گیلانی
۱۹۷	تسکین القلوب	مرزا جاناں
۱۹۸	تسنیم المقربین فی شرح منازل السائرین	خواجہ عبداللہ انصاری
۱۹۹	تشریح حروف محمد صلی اللہ علیہ وسلم	
۲۰۰	تفریحات مجید	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۰۱	تصفیۃ القلب تجلیۃ الروح	
۲۰۲	تصوف نامہ	خواجہ ملا خدا بخش ملتانی
۲۰۳	تصوف و حروف مقطوعات (...)	علاء الدین محمد غجدوانی
۲۰۴	تقریب الالحان لمناصحۃ الخلان	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۲۰۵	تعلیم السالک	مولوی احمد بن اسماعیل ابدالی محمد بخاری
۲۰۶	تعلیم المرید	ملا نور محمد آخوند زادہ
۲۰۷	تعویذ القادریہ	
۲۰۸	تفسیر لا الہ الا اللہ: جاروب تہلیلہ	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۲۰۹	تقاریر عرفانی	آخوند درویزہ ننگرہاری
۲۱۰	تقسیم الاوراد: الاوراد	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۲۱۱	تلقین مرید	حاجی محمد حنیف
۲۱۲	تلاوت الوجود	شیخ منتجب الدین قادری
۲۱۳	تلقین ذکر	خواجہ حسن عطار
۲۱۴	تلقینیہ: آداب مبتدی	میر سید علی ہمدانی
۲۱۵	تن آدمی: دربارہ	
۲۱۶	تنبیہات	عادل عاشق محمد
۲۱۷	تنبیہ الغافلین	آخوند درویزہ
۲۱۸	تنبیہ الغافلین والیقاظ النائمین	
۲۱۹	تنزیل	عزیز نسفی
۲۲۰	تنظیم الاولیاء	حسن محمد نقشبندی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۲۱	تنویر القلوب فی لطائف المحبوب	احمد بن زین الابرار میر عالم
۲۲۲	توبہ و ذکر	خواجہ خورد
۲۲۳	توبہ و ذکر	
۲۲۴	توجہ: رسالہ دربیان ...	اسعد الدین کاشغری
۲۲۵	توجہ اتم: کیفیت توجہ اتم: ترجمہ	متن از صدر الدین قونوی ترجمہ از عبد الغفور
۲۲۶	توحید: رسالہ در	عصام الدین ابراہیم اسفرائنی
۲۲۷	توحید: مختصر بیان توحید	خواجہ باقی باللہ
۲۲۸	توحید: نامہ در ...	شیخ حسام الدین
۲۲۹	توحید: سوال و جواب دربارہ ...	شاہ عبد العزیز دہلوی
۲۳۰	توحید: رسالہ در ...	محمد بن بہرام احمد
۲۳۱	توحید: اثبات واجب: توحید استدلال	محمد بن محمود دہدار
۲۳۲	توحید: مراتب ...	
۲۳۳	توحید: رسالہ در ...	
۲۳۴	توحید ثلاثہ	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۲۳۵	توفیق الہدایت	سلطان باہو
۲۳۶	توفیقیہ	خواجہ ملا خدا بخش ملتانی
۲۳۷	شرح توفیقیہ	متن از خدا بخش شرح از ملا عبید اللہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۳۸	تہنیت: رسالہ	شیخ حسین قادری لاہوری
۲۳۹	تیسیر الشاغلین	جمال الدین ابو الحسن
۲۴۰	تیغ برہنہ	سلطان باہو
۲۴۱	جام جہاں نما	محمد شیرین مغربی
۲۴۲	جام جہاں نما و آئینہ گیتی نما	
۲۴۳	جامع الاسرار	سلطان باہو
۲۴۴	جامع العلوم	گل محمد بن محمد شیخ اللہ
۲۴۵	جامع السایرین: ترجمہ منازل السائرین	متن از خواجہ عبد اللہ انصاری ترجمہ ؟
۲۴۶	جامع الفواید	محمد اشرف بن یونس لاہوری
۲۴۷	جامع الفیوضات: ملفوظات محمد راشد اللہ	یکی از مجموعہ ملفوظات راشد اللہ
۲۴۸	رسائل جامیہ: جامیہ	سید حسین اخلاطی
۲۴۹	جماعت مسافران: تحفہ...	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۲۵۰	جنت العارفین	خواجہ ثناء اللہ خراباتی
۲۵۱	جوامع الاسرار	سید حافظ محمد برخوردار
۲۵۲	جوامع الکلام	سعد الدین کاشغری
۲۵۳	جواہر الاسلام	عبد اللطیف بخاری
۲۵۴	جواہر الاشارات	
۲۵۵	جواہر البدایع	ملفوظات پیر صاحب لنواری شریف سندھی
۲۵۶	جواہر جلالیہ	حسین بن احمد بن حسین حسینی
۲۵۷	جواہر جہاں نما: جواہر سبعہ	
۲۵۸	جواہر زواہر	
۲۵۹	جواہر ستہ	محمد اکرم بن محمد علی چشتی
۲۶۰	جواہر الکنوز: شرح رباعیات حموی	شاہ داعی شیرازی
۲۶۱	جوہر ملفوظات: ملفوظات دوست	محمد عادل بن فیض محمد کاکتری
۲۶۲	جہاد اکبر	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
۲۶۳	چراغ العاشقین	جلال الدین
۲۶۴	چمنیہ	شاہ حسین
۲۶۵	چند افسانہ	شیخ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
۲۶۶	چہار بہار	شیخ محمد ہاشم نوشاہی
۲۶۷	چہار چمن	شیخ عبد الاحد سرہندی
۲۶۸	چہار کلمہ: طریقہ نقشبندیہ	خواجگی احمد کاسانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٢۶٩	چہار کلمہ و چہار مقام	
٢٧٠	چہار مطلب	شاہ داعی شیرازی
٢٧١	چہل اسم سیفی	
٢٧٢	چہل اسم استاد	فخر الدین ابو المکارم (مترجم دیباچہ)
٢٧٣	چہل الہام	شیخ کلیم اللہ
٢٧۴	چہل کاف: شرح ...	متن از شیخ عبدالقادر شرح از محمد حسن بجانی مجددی
٢٧۵	چہل کاف: شرح ...	متن از جیلانی شرح از شاہ وجیہ الدین
٢٧۶	چہل کاف: شرح ...	متن از جیلانی شرح از شیخ عبدالحق محدث دہلوی
٢٧٧	چہل کاف: شرح ...	متن از جیلانی شرح از خواجہ علی محمد نعمت اللہ
٢٧٨	چہل کاف: شرح ...	متن از جیلانی شرح ؟
٢٧٩	چہل مقام صوفیاں: مقامات صوفیاں	میر سید علی ہمدانی
٢٨٠	چہل مکتوب	شیخ احمد سرہندی
٢٨١	چہل نام و شرح: دعوات الاسماء و شرح اسماء اللہ	متن عربی از سہروردی و منقول، شرح از فخر الدین ابو المکارم

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٢٨٢	چہل نام	
٢٨٣	حدائق	
٢٨۴	حدائق الاخیار	محمد صادق بن عبد الباقی
٢٨۵	حدائق العشاق: روح و بدن	
٢٨۶	حدیقۃ الحقیقۃ: شرح	
٢٨٧	حدیقۂ قادریہ	رمضان بن شیخ حاجی بن عبد الواحد
٢٨٨	حرز الایمان من فتن الزمان	کاشفی بیہقی
٢٨٩	حروف: رسالہ در	ہمایون الدین علی خجندی
٢٩٠	حروف رسالہ در بیان ...	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
٢٩١	حروف: علم	
٢٩٢	حروف: رسالہ در	
٢٩٣	حسنات الحرمین: ترجمہ لواقیح الحرمین	متن عربی خواجہ معصوم ترجمہ فارسی از محمد شاکر
٢٩۴	حسنات العارفین	مولوی محمد عمر خان
٢٩۵	حسیات: حواس ظاہر و باطن و نکات	شاہ نعمت اللہ ولی
٢٩۶	حفظ الایمان من شنارۃ الشیطان	
٢٩٧	حقائق	
٢٩٨	حقائق الآثار	سید جمال اللہ قادری نوشاہی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۹۹	حقائق الایمان و دقائق العرفان: وصیت نامہ خواجہ عبد الخالق	خواجہ عبد الخالق غجدوانی
۳۰۰	حقائق سلوک: رسالہ...	شیخ محمود میاں بن حسام الدین
۳۰۱	حق المبین	حافظ اللہ بخش ملتانی
۳۰۲	حقیقت: رسائل....	
۳۰۳	حقیقت: رسالہ خواجہ عبد الشہید نقشبند	خواجہ عبد الشہید نقشبند
۳۰۴	حقیقت الاسلام: حقوق الاسلام	خواجہ ثناء اللہ (خراباتی) پانی پتی
۳۰۵	حقیقت ایمان	میر سید علی ہمدانی
۳۰۶	حقیقت العشق	پیر علی
۳۰۷	حقیقت الفتوح: حقیقت المفتاح	
۳۰۸	حقیقت نماز: بیان...	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
۳۰۹	حقیقت وجود: وجودیہ	
۳۱۰	حق الیقین: مرآت حق الیقین	میر سید علی ہمدانی
۳۱۱	حکمۃ اللہ البالغہ در اظہار حقائق انسانیہ	مولانا احمد علی مرحوم
۳۱۲	حلال و حرام	
۳۱۳	حل المعما	ملا خدا بخش ملتانی
۳۱۴	حل المغالطات فی رد علی اہل الضلالات	محمد اشرف بن محمد معصوم مجددی
۳۱۵	حلیہ	خواجہ سید محمد گیسو دراز
۳۱۶	حورائیہ: شرح رباعی ابو سعید	شرح از خواجہ عبید اللہ احرار
۳۱۷	حورائیہ: جمالیہ: شرح رباعی ابو سعید	شرح از یعقوب چرخی
۳۱۸	حورائیہ: شرح رباعی ابو سعید	شرح از شاہ نعمت اللہ ولی
۳۱۹	حورائیہ: شرح رباعی ابو سعید	شرح ؟
۳۲۰	حیات الفردوس	نجم الدین
۳۲۱	خزانہ جواہر جلالی: خزانہ جلالی: جواہر جلالی	ملفوظات سید جلال الدین حسینی جہانیاں جہاں گشت
۳۲۲	خزانۃ الفوائد الجلالیہ	” ”
۳۲۳	خزینۃ الفوائد و تمام الفوائد	یوسف حسام کمال
۳۲۴	خزینۃ الاسرار: سر الاسرار	شیخ محمد عمر بن محمد ابراہیم پشاوری
۳۲۵	خزینۃ الفوائد	محمد حسین قادری
۳۲۶	خزینۃ المعارف: مکتوبات مروج الشریعہ	مکتوبات خواجہ محمد عبید اللہ مجددی
۳۲۷	خلاصۃ الاوراد	برہان مسکین
۳۲۸	خلاصۃ التوحید موحدین: خلاصۃ العرفان موحدین	خواجہ ثناء اللہ خراباتی پانی پتی
۳۲۹	خلاصۃ الرقم	حقائقی بن احمد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۳۰	خلاصۃ السلوک	منشی غلام حسن شہید ملتانی
۳۳۱	خلاصۃ العارفین	تقریرات خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی
۳۳۲	خلاصۃ الفوائد	قاضی محمد عمر حکیم سید پوری
۳۳۳	خلاصۃ القادریہ	شہاب الدین بن شاہ فتح محمد برہانپوری
۳۳۴	خلاصۃ المطالب	عبد اللہ حنفی قادری
۳۳۵	خلاصۃ معارف صوفیہ: تحقیق معرفت اللہ	
۳۳۶	خلاصۃ موجودات	خوب محمد چشتی
۳۳۷	خلاصۃ النوافل	عبید اللہ لاہوری قادری
۳۳۸	خلافت	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۳۳۹	خلق و خالق: خلقت آدم: فضیلت اسما و صفات	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۳۴۰	خلوت: آداب خلوت	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۳۴۱	خلوت: رسالہ در آداب ..	
۳۴۲	خلوت: آداب خلوت ..	
۳۴۳	خلوت و جلوت: خلوت در جلوت	شیخ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
۳۴۴	خمس جواہر	
۳۴۵	خمسہ لطایف	مجدد الف ثانی
۳۴۶	خواتیم خواجگان	علی محمد بن نعمت اللہ نقشبندی
۳۴۷	خواطر: توبہ	رضا جواد بن صفیہ بیاتو
۳۴۸	خواطریہ: خواطر خیر و شر	
۳۴۹	خیابان وحدت	عبد الاحد مجددی
۳۵۰	خیر الاذکار	محمد بن غلام محمد
۳۵۱	خیریہ: شرح کلمات غوث اعظم	خیر الدین خالدی
۳۵۲	داؤدیہ: آداب سیر الی الکمال	میر سید علی ہمدانی
۳۵۳	در البحر: رسالہ	شاہ داعی شیرازی
۳۵۴	درود چکنی	صاحبزادہ چکنی
۳۵۵	درود شیخی	
۳۵۶	دریائے شہادت	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۳۵۷	در تقسیم	محمد بن محمود دہدار
۳۵۸	دستور الانام	ابراہیم بن ادریس
۳۵۹	دستور السالکین	کبیر الدین مرید شرف الدین محمد شاہی
۳۶۰	دستور السعادۃ فی معرفۃ النبوۃ والرسالۃ والولایۃ	محمد عارف عبد النبی شطاری
۳۶۱	دستور العمل	شاہ محمد عنایت اللہ
۳۶۲	دستور العمل سالکان: رسالہ نجم الدین کبریٰ	نجم الدین کبریٰ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۶۳	دعوت اسم باسط	
۳۶۴	دقایق	شاہ عیسیٰ جند اللہ برہانپوری
۳۶۵	دقایق الحقایق	
۳۶۶	دقایق الحقائق: حقایق الدقایق	مولانا ابا الفضل رومی
۳۶۷	دقایق الحقایق	شیخ فیض محمد صاحب
۳۶۸	دقیقۃ الدقایق	سیف اللہ بن نظام الدین احمد
۳۶۹	دلایل البینۃ فی رد مذہب المتحیرۃ:	شاہ فقیر اللہ جلال آبادی
۳۷۰	دلایل البینۃ فی المذاہب المتحیرہ	
۳۷۱	دل و جان	منسوب بہ خواجہ عبید اللہ شہروی
۳۷۲	دوگانہ میراں: رد منکرین دوگانہ میراں	یار محمد مدرس ملتانی
۳۷۳	دولت قاہرہ: غنیۃ الطالبین، ترجمہ	
۳۷۴	دوم و کرامات: رسالہ در....	عبدالرحیم بن عبداللہ ضیائی
۳۷۵	دہ اصل	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
۳۷۶	دہ اصل: سلوکیہ	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۳۷۷	دہ نامہ	خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری
۳۷۸	دیباچہ دیوان کرمانی	شاہ داعی شیرازی
۳۷۹	دیباچہ ہائے حدیقۃ الحقیقہ	عبداللطیف عباسی کبیر یزدی گجراتی
۳۸۰	دین المریدین	محمد جلالی شاہی رضوی
۳۸۱	دیوان القلوب	شیخ محب اللہ الہ آبادی
۳۸۲	ذات نامہ	
۳۸۳	ذات و صفات خدا: معرفت	ابو علی قلندر پانی پتی
۳۸۴	ذات و نفس و وجد: گفتار صوفیان دربارۂ...	عزیز نسفی
۳۸۵	ذریعۃ السعادات: کبریت احمر، شرح	سعید کشمیری
۳۸۶	ذکر: رسالہ در....	
۳۸۷	ذکر بلند	
۳۸۸	ذکر جہر	شیر محمد بن شیخ محمد قریشی فاروقی
۳۸۹	ذکر خفی: رسالہ در فضائل ذکر خفی و منع از ذکر جلی	محمد امام معصومی احمدی سرہندی
۳۹۰	ذکر سلسلہ قادریہ چشتیہ: رسالہ در....	
۳۹۱	ذکر قلبی و تلقین: رسالہ ذکر	خواجگی احمد کاسانی
۳۹۲	ذکریہ: ذکر امیریہ	میر سید علی ہمدانی
۳۹۳	ذوق نامہ: رند نامہ	کرمانی
۳۹۴	ذوق الشہود فی دایرۃ الوجود	—
۳۹۵	ذوقیات: الہامات	کرمانی
۳۹۶	ذوقیات: وجدانیات و ذوقیات	دہدار
۳۹۷	ذوقیات: عشقیہ، نیاز الاشتیاق	ناگوری
۳۹۸	ذوقیہ: رسالہ ...	ملا عبید اللہ ملتانی
۳۹۹	رابطہ خواجہ حضرت صوفیہ صافیہ، رسالہ	شاہ احمد سعید مجددی
۴۰۰	راحت الارواح	حافظ محمد سعید بن حافظ کرم اللہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۰۱	راحت العاشقین	نظام الدین احمد بدایونی
۴۰۲	راحت المریدین	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
۴۰۳	راز و نیاز	منسوب بہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی
۴۰۴	راہ روشن	شاہ داعی شیرازی
۴۰۵	رجال الغیب : رسالہ در بارۂ…	
۴۰۶	رد اعتراض بر سید آدم : کعبہ و حقیقت محمدی	
۴۰۷	رد البہتان	عبد الحی تخلص
۴۰۸	رد مجدد الف ثانی	شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۴۰۹	رزاقیہ	
۴۱۰	رسایل ۱۳	علی متقی
۴۱۱	رسایل ۱۴	میر سید علی ہمدانی
۴۱۲	رسایل ۳۵	خواجہ محمد چشتی
۴۱۳	رسایل ۳۹	شاہ نعمت اللہ ولی
۴۱۴	رسالۂ احقاق : احقاق	خواجہ ثناء اللہ پانی پتی
۴۱۵	رسالہ احمد جند	مولانا احمد جند
۴۱۶	رسالۂ اذکار : انوار الاذکار	صرفی کشمیری
۴۱۷	رسالۂ بابا کشمیری	رسول بابا کشمیری مجددی
۴۱۸	رسالۃ البیان : بیانات	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۴۱۹	رسالۂ حضرت خواجہ محمد پارسا	خواجہ محمد پارسا

نمبر شمار	نام کتب	نام مصنف
۴۲۰	رسالۂ خواجہ عبید اللہ احرار	خواجہ عبید اللہ احرار
۴۲۱	رسالۂ خواجہ عبد اللہ شہید : حقیقت	خواجہ عبد اللہ شہید
۴۲۲	رسالۃ الدخان	ملا عبید اللہ ملتانی
۴۲۳	رسالۂ شاہ برہان	شاہ برہان : برہانپوری
۴۲۴	رسالۂ شاہ محمد فرخ	شاہ محمد فرخ مجددی
۴۲۵	رسالۂ شطاریہ : اعمال شطاریہ	
۴۲۶	رسالۂ شطاریہ	
۴۲۷	رسالۂ عرفان : لب الالباب	سعید بن یوسف بن محمود
۴۲۸	رسالۂ عرفانی	شیخ محمد اسد اللہ
۴۲۹	رسالۂ عرفانی	نور الدین احمد بن جمال الدین شیرازی
۴۳۰	رسالۂ عرفانی : رسالۂ عقاید	سید محمد اکبر حسینی چشتی
۴۳۱	رسالۂ عرفانی	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
۴۳۲	رسالۂ عرفانی	متن از بیجو برہمن (؟) ترجمہ از محمد مومن
۴۳۳	رسالۂ عرفانی : رسالہ در علم تصوف	محمد حسین بابا کشمیری
۴۳۴	رسالۂ عرفانی	مولانا حمید الدین
۴۳۵	رسالۂ عرفانی	میر محمد راشد اللہ نقشبندی
۴۳۶	″ ″	شاہ رؤف احمد مجددی
۴۳۷	″ ″	سرور الحق چشتی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۳۸	رسالۂ عرفانی	شیخ سعد الدین کاشغری
۴۳۹	〃 〃	مرزا محمد شفیع
۴۴۰	رسالۂ عرفانی : رسالۂ صوفیہ	شہاب الدین سہروردی
۴۴۱	رسالۂ عرفانی	ضیاء الدین نخشبی
۴۴۲	〃 〃	سید شاہ عباس قادری
۴۴۳	〃 〃	سراج الدین عبد اللہ شطاری
۴۴۴	〃 〃	شیخ عبد الرحمٰن بخاری
۴۴۵	〃 〃	شیخ عبد الرحیم بلخی
۴۴۶	〃 〃	علیم رضا
۴۴۷	رسالۂ عرفانی : درویش نامہ	میر سید علی ہمدانی
۴۴۸	رسالۂ عرفانی	میر سید علی ہمدانی
۴۴۹	〃 〃	غلام قادر شاہ
۴۵۰	〃 〃	میاں غلام مرتضیٰ
۴۵۱	رسالۂ عرفانی : سلوک	شاہ محمد غوث قادری لاہوری
۴۵۲	رسالۂ عرفانی : توحید و	مجدد الف ثانی
۴۵۳	وحدت وجود	
۴۵۴	رسالۂ عرفانی	〃 〃
۴۵۵	رسالۂ عرفانی : شرح ...	متن از شیخ مجد الدین شرح ؟
۴۵۶	رسالۂ عرفانی	محمد حسینی
۴۵۷	رسالۂ عرفانی	میرزا مظہر جانجاناں
۴۵۸	〃 〃	مخدوم محی الدین
۴۵۹	〃 〃	معین الدین بغدادی
۴۶۰	〃 〃 (۱)	شرف الدین یحییٰ منیری
۴۶۱	〃 〃 (۲)	〃 〃 〃
۴۶۲	〃 〃	محمد منیف
۴۶۳	〃 〃	نظام الدین
۴۶۴	〃 〃	خواجہ نظام الدین اولیاء
۴۶۵	〃 〃	میر محمد نعمانی
۴۶۶	رسالۂ عرفانی : رسالۂ در سلوک	نور بخش قاینی ، سید محمد
۴۶۷	رسالۂ عرفانی (۲۸ رسائل)	مصنف لا معلوم
۴۶۸	رسالۂ عرفانی : عقل و عشق	—
۴۶۹	رسالۂ عرفانی : اسرار و حقیقت	—
۴۷۰	رسالۂ عرفانی	از درویش عمر سواد
۴۷۱	رسالۂ عزیزان : بشرح	محمد بن نظام الدین خوارزمی
۴۷۲	رسالۂ غزالی طوسی	امام غزالی
۴۷۳	رسالۂ فریدی بخارائی : معرفت دل و ماہیت آں	فرید بن مسعود ابوبکر عمر بخارائی
۴۷۴	رسالۂ مسعودیہ : رسالۂ عشق	محمد مسعود بن محمد یعقوب
۴۷۵	رسالۂ میرکا : رسالۂ عہد	
۴۷۶	رسالۂ نو	نواب غلام محی الدین خان
۴۷۷	رسالۂ نیرنگیات : نیرنگیات خیالات العشاق	حمید الدین ناگوری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۷۸	رشف اللحاظ فی کشف الالفاظ	شرف الدین حسین بن احمد تبریزی
۴۷۹	شرح اللاحظ الالحاظ فی شرح الالفاظ	
۴۸۰	رفیق السالکین	ابو محمد غلام حسین بن شیخ شرف الدین
۴۸۱	رفیق العارفین: ملفوظات مانکپوری	شیخ حسام الدین مانکپوری
۴۸۲	رفیق الفقرا	منشی غلام حسن شہید ملتانی
۴۸۳	رکن یقین	احمد شاہ درانی
۴۸۴	رمز العشاق	خواجہ عبید اللہ مروی
۴۸۵	رموز مشائخ	
۴۸۶	رمز غیبی: رسالہ غیبی: رسالہ غیبی	شیخ عبدالقادر جیلانی
۴۸۷	رموزات: چہار منزل	شیخ عبدالجلیل لکھنوی
۴۸۸	رموزات خفیہ: ملفوظات شہاب الدین	شیخ شہاب الدین قادری ہامانی
۴۸۹	رموزات نجیبی	شاہ نجیب الدین امیٹھوی لکھنوی
۴۹۰	رموزات حقیقت	نظام الدین
۴۹۱	رموز العارفین	منشی سیتل سنگھ بیخود
۴۹۲	رموز القادریہ	محمد فاضل الدین بٹالوی
۴۹۳	رموز الموحدین	امام الدین عارف حسینی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۹۴	روائح	یعقوب صرفی کشمیری
۴۹۵	روائح الانفاس	ملفوظات شاہ برہان الدین
۴۹۶	روح: رسالہ در بیان ...	—
۴۹۷	روح: (رسالہ در ....) برحیم	—
۴۹۸	روح اعظم: رسالہ در بیان	خواجہ محب چشتی احمد آبادی
۴۹۹	روحیہ (۱): بیان حقیقت	—
۵۰۰	آدم وشیخ: تشریح روح: ملفوظ روحیہ	شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی
۵۰۱	روحیہ (۲): رسالہ در بیان	
۵۰۲	روحیۂ معرفت روح	〃
۵۰۳	روحیہ (۳) از تفسیر آیت و کلمۃ القاھا الی مریم	〃
۵۰۴	روحی اورنگ شاہی: رسالہ	سلطان باہو
۵۰۵	روحی: اورنگ شاہی	
۵۰۶	روشن دل	میاں باری
۵۰۷	روشن الفواد	
۵۰۸	روضۃ الحسنی: شرح اسماء الحسنی	شاہ عیسیٰ برہانپوری
۵۰۹	روضۃ الزکیہ فی حقائق العلیہ	حافظ الٰہی بخش
۵۱۰	روضۃ العاشقین	—
۵۱۱	روضۃ المذنبین	حاجی ناصحی
۵۱۲	رویت الحق	شیخ محمود

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۱۳	رویت خدا: رسالہ در	گیسو دراز
۵۱۴	رویت خدا	ـ
۵۱۵	ریاض الحیات	درویش خان عرف محمد حیات قادری
۵۱۶	ریاض الطلاب	
۵۱۷	زاد السالکین	شیخ نصیر الدین دینی
۵۱۸	زاد الطالبین: علیات شرافت	سید شریف احمد شرافت نوشاہی
۵۱۹	زاد العارفین	خواجہ عبد اللہ انصاری
۵۲۰	زبدۃ التقاریر	تقریرات ابو الفضل علامی الحاج ؟
۵۲۱	زبدۃ الحقائق	محمد موسیٰ بن خواجہ عیسیٰ سمرقندی
۵۲۲	زبدۃ السلوک	ملا احمد آخوند زادہ رحیم آبادی
۵۲۳	زن نگر فروش: قصہ ...	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۵۲۴	السائر الی ئر الواجد الی السائر الواحد الماجد	نجم الدین کبریٰ
۵۲۵	سبع اسرار فی مدارج الاخیار	شاہ معصوم نقشبندی مجددی
۵۲۶	سبیل العارفین	شاہی بن فتح خان یوسف زئی
۵۲۷	سبیل المحققین المجذوبین	گیسو دراز
۵۲۸	ستہ جذوریہ	عبد اللہ غلام العلی قصوری
۵۲۹	ستہ ضروریہ	" " "
۵۳۰	سخنان حلاج	حسین بن منصور
۵۳۱	سخنان بابا رتن جو بیج حدیث بابا رتن	حاجی بابا رتن
۵۳۲	سخنان زین الدین خوافی: رسالہ زین الدین	ابوبکر محمد خوافی
۵۳۳	سخن درویشان: حکایات درویشان	شیون واسی
۵۳۴	سراج الانوار	محمد بہادر خان
۵۳۵	"	
۵۳۶	سراج السالکین	سراج الدین عبد اللہ بن شیخ کمال الدین رسول شطاری
۵۳۷	سراج العاشقین	عطاء اللہ طاہر بن سپہری خلیفہ محمد سلوک جالندریہ
۵۳۸	سراج العالمین فی سبیل رب العالمین	ابو المعلی ابراہیم
۵۳۹	سر اعظم	علی بن علی امیران
۵۴۰	سر الفقر	علاء رسول نقشبندی
۵۴۱	السفر والاقامہ بعنایۃ اللہ	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
۵۴۲	سلاسل الانوار	
۵۴۳	سلک الشریعہ	خلیل الرحمن بن حافظ حسن
۵۴۴	سلوک: در رسالہ در علم	محمد حسن جان مجددی سرہندی
۵۴۵	سلوک	عبد الکریم سندھی
۵۴۶	سلوک: در بیان سلوک	عزیز نسفی
۵۴۷	سلوک: رسالہ در ...	
۵۴۸	سلوک اسرار: رسالہ در	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۴۹	سلوک الی اللہ	غلام مولیٰ واسطی (تسبیحی)
۵۵۰	سلوک چشتیہ: (رسالہ در ...) مراتب سلوک	محمد رفیع الدین قندھاری
۵۵۱	سلوک خواجگان: طریق حضرت خواجگان	دوست محمد قالیکار
۵۵۲	سلوک الرجال	علی بن حسام الدین متقی
۵۵۳	سلوک الطریق وتفقد الرفیق	″
۵۵۴	سلوک العارفین	
۵۵۵	سلوک قادریہ: رسالہ در ...	محمد رفیع الدین قندھاری
۵۵۶	سلوک مجددیہ در فضیلت احمدیہ	ملا محمد
۵۵۷	سلوک المصباح	محمود بن السید الحسنی
۵۵۸	سلوک نقشبندیہ: رسالہ در بیان ...	غلام احمد معصومی جوکی نقشبندی
۵۵۹	سلوک ہاشمی	غلام حسین شاہ چشتی قادری
۵۶۰	سلوک یوسف	یوسف
۵۶۱	سماع: رسالہ در ...	محمد حیات دہلوی
۵۶۲	سماع: رسالہ ...	عبداللطیف خان ملا گوہری
۵۶۳	سماع، غنا: رسالہ در اباحت سماع	غلام علی شاہ عثمانی
۵۶۴	سماع: رسالہ در جواز سماع	مسعود بیگ
۵۶۵	سماع: رسالہ در	
۵۶۶	سنۃ الذاکرین	سید محمود
۵۶۷	سوال الملوک	صاین الدین اصفہانی
۵۶۸	سوال وجواب	سوال از میرزا محمد رضا؛ جواب از شیخ عبدالرشید جونپوری
۵۶۹	سوال وجواب	حسین بن حسنی (علیم)
۵۷۰	″ ″ ″	سوالات از دارا شکوہ؛ جوابات از شیخ احمد صوفی شطاری
۵۷۱	″ ″ ″	عبدالوہاب
۵۷۲	″ ″ ″	قاسم انوار
۵۷۳	″ ″ ″	شاہ نعمت اللہ کرمانی
۵۷۴	″ ″ ″: سوالات	میر سید علی ہمدانی
۵۷۵	سوال وجواب	
۵۷۶	سوانح وقت: رسالہ اشرفانی	
۵۷۷	سیر روح وبدن	صلاح جعفری
۵۷۸	سیر الطالبین	میر سید علی ہمدانی
۵۷۹	سیر مقامات	عبدالجلیل لکھنوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۸۰	سیر و سلوک: شوقیہ	میر سید شریف جرجانی
۵۸۱	سیر و سلوک: موعظ	
۵۸۲	سیف الرحمٰن	محمد اکمل بن مولوی غلام محمد قریشی
۵۸۳	سیف المجاہدین	احمد بن یوسف
۵۸۴	سیف المسلول علی من اعرض عن سماع الرسول	شاہ بہلول برکی / جلال الدین بخارائی
۵۸۵	شا الامارسنن	
۵۸۶	شجرات العرفا و ثمرات الفقرا	شیخ محمد بن درویش علی
۵۸۷	شجرہ ثمرہ طریقت	محمد رفیع الدین قندھاری
۵۸۸	الشد و متعلقہ العہد	شاہ داعی شیرازی
۵۸۹	شراب الطہور: شرح غزلی از عراقی	ملا عبید اللہ ملتانی
۵۹۰	شرائط المریدین	غلام جیلانی رہتکی
۵۹۱	شرح آمنت باللہ	شاہ برہان الدین برہانپوری
۵۹۲	شرح ابیات شیخ عبد القادر	محمد فصیح الدین
۵۹۳	شرح ابیات نظام الدین تھانیسری	شرح ؟
۵۹۴	شرح اسماء النبی	حاجی سید معروف شیخ محمد
۵۹۵	" " "	
۵۹۶	شرح اسماء النبی: نود و نہ نام	فقیر محمد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۵۹۷	شرح اسماء الحسنیٰ	شیخ سیف الدین باخرزی
۵۹۸	" " "	یعقوب چرخی
۵۹۹	" " "	سید ابو تراب محمد ارشد اللہ
۶۰۰	" " "	منسوب بہ حضرت رضا (ع)
۶۰۱	شرح اسماء الحسنیٰ منتخب روح الارواح	
۶۰۲	شرح اسماء الحسنیٰ: نود و نہ نام	
۶۰۳	شرح اسماء الحسنیٰ	
۶۰۴	شرح اسم ذات	مجدد الف ثانی
۶۰۵	شرح اللہ اکبر	عین القضات ہمدانی
۶۰۶	شرح ام الاسماء	منشی سیتل سنگھ بیخود
۶۰۷	شرح ایاکم والامردان	نظام الدین تھانیسری
۶۰۸	شرح بیت	شاہ داعی شیرازی
۶۰۹	شرح بیتی از دہلوی	متن از امیر خسرو، شرح از غلام علی نقوی
۶۱۰	" " "	متن از جامی شرح از امیر خسرو
۶۱۱	شرح ترجیع بند اوحدی	متن از اوحدی کرمانی، شرح از احمد موسیٰ استاد
۶۱۲	شرح حدیث الا حدیث اباذر	عبد الرحمٰن جامی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶۱۳	شرح حدیث الفقر سواد الوجہ: سواد الوجہ	شاہ درویش محمد قادری
۶۱۴	شرح حدیقۃ الحقیقۃ: شرح	متن از سنائی شرح از
۶۱۵	شرح حصن الحصین	متن از محمد جزری شرح از حاجی محمد کشمیری
۶۱۶	فتح مبین: شرح حصن الحصین	متن از جزری شرح ابو بکر محمد جزری
۶۱۷	شرح حصن الحصین	متن از جزری شرح از ابو الفتح ہاشمی
۶۱۸	مفاتیح حصن الحصین: شرح حصن الحصین	متن از جزری شرح از فخر الدین
۶۱۹	شرح حصن الحصین	متن از جزری شرح ؟
۶۲۰	〃 〃 〃	〃 〃 〃
۶۲۱	شرح حقیقت محمدیہ	متن از وجیہ الدین علوی شرح از عبد العزیز
۶۲۲	شرح خطبۃ البیان	متن از حضرت علیؓ شرح؟
۶۲۳	شرح درود مستغاث	گل محمد بن محمد افضل پنجابی
۶۲۴	〃 〃 〃	نظام الدین بن محمد مجذوب
۶۲۵	شرح بیتی از حافظ	شرح از دوانی
۶۲۶	شرح غزلی از حافظ	〃 〃 〃
۶۲۷	شرح بیتی از حافظ	شاہ وجیہ الدین گجراتی
۶۲۸	شرح دیوان حافظ: مرج البحرین	ختمی لاہوری
۶۲۹	〃 〃: زبدۃ البحرین منتخب مرج البحرین	
۶۳۰	شرح دیوان حافظ: بحر الفرصد	عبد اللہ خویشگی قصوری
۶۳۱	〃 〃	محمد بن صدر الطریق لاہوری
۶۳۲	〃 〃	محمد سعید
۶۳۳	〃 〃: طومار معانی: طور معانی	زین العابدین ابراہیم آبادی
۶۳۴	〃 〃: فوائد الاسرار فی رفع الاستار	شاہ بہلول کول برکی بجالندھری
۶۳۵	〃 〃	سید محمد صادق علی
۶۳۶	〃 معلقات ولغات دیوان حافظ	مولانا عبد الرب اللہ جویا
۶۳۷	〃 دیوان حافظ	
۶۳۸	〃 〃 مرج البحرین	میاں عبد الرشید خویشگی قصوری
۶۳۹	〃 〃 〃 :	محمد سعید المشتہر لعفنہ
۶۴۰	〃 اصطلاحات ولغات دیوان حافظ	شجاع بن حسین
۶۴۱	〃 دیوان حافظ: روضۃ الشعراء	میر محمد شیرازی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶۴۲	مفتاح الکنوز علی حافظ الرموز	متن از محمد، شرح از قطب الدین قندھاری
۶۴۳	اصطلاحات دیوان حافظ	محمد گل اندام
۶۴۴	〃 〃 〃	ناشناختہ
۶۴۵	〃 〃 〃	〃 〃
۶۴۶	ترجمہ پنجابی دیوان حافظ	مترجم نامعلوم
۶۴۷	شرح دیوان حافظ	ناشناختہ
۶۴۸	شرح غزلی از حافظ	〃
۶۴۹	شرح دیوان حافظ	〃
۶۵۰	شرح رباعی احول نیم ایدوست	خواجگی احمد کاسانی
۶۵۱	شرح رباعی خواجہ بہاء الدین نقشبند	سید محمد بن خواجہ شاہ بلخی سمرقندی
۶۵۲	شرح رباعیات باقی باللہ: تعلیقات بر رباعیات باقی باللہ	شارح نامعلوم
۶۵۳	شرح رباعیات خواجہ خورد	شرح از خواجہ خورد
۶۵۴	شرح رباعیات ملاشاہ	ملاشاہ بدخشی
۶۵۵	شرح رباعیات یعقوب صرفی	یعقوب صرفی
۶۵۶	شرح رباعیات ناشناختہ مظہر الدین	
۶۵۷	شرح الشرح	حافظ محمد شیرازی و شرح بر شرح از محمد غوث
۶۵۸	شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	
۶۵۹	ترجمہ منظوم قصیدہ خمریہ غوثیہ	متن شیخ عبد القادر گیلانی مترجم ؟

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶۶۰	شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	شاہ محمد غوث پشاوری
۶۶۱	بیان الاسرار: شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	محمد فاضل الدین
۶۶۲	شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	محمود بن الایہ شیرازی
۶۶۳	〃 〃 〃	فضل اللہ
۶۶۴	〃 〃 〃	محمد اکمل
۶۶۵	〃 〃 〃	محمد عالم حنفی
۶۶۶	〃 〃 〃	داد بن خلیفہ شیخ علی
۶۶۷	〃 〃 〃	حافظ محمد جمال اللہ حسینی ملتانی
۶۶۸	ترجمہ منظوم قصیدہ خمریہ غوثیہ	شارح ؟
۶۶۹	شرح قصیدہ خمریہ غوثیہ	〃
۶۷۰	شرح قصیدہ سریانی: شرح قصیدہ ربوبیہ، شرح دعای سریانی	ضیاء الدین نخشبی
۶۷۱	ترجمہ شرح منظوم قصیدہ سریانی	مسکین تقی
۶۷۲	شرح قصیدہ سریانی: شرح قصیدہ ربوبیہ	شرح منظوم از فقیر
۶۷۳	شرح قصیدہ سریانی	شارح ؟
۶۷۴	شرح کافیہ	عبد الواحد ابراہیم قطب بلگرامی
۶۷۵	شرح کلمات قدسیات: شرح محاسن الاسلام	متن از آخوند درویزہ، شرح از عبد اللہ خویشگی
۶۷۶	نسائم گلشن: شرح گلشن راز	شرح از داعی شیرازی
۶۷۷	مفاتیح الاعجاز: شرح گلشن راز	شرح از شمس الدین محمد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٦٧٨	شرح بیتی از گلشن راز	جلال الدین محمد دوانی
	شرح گلشن راز	شرح ؟
	* * *	
	شرح بیتی از گلشن راز	
	شرح گلشن راز	
	شرح مثنوی معنوی: حواشی مثنوی	شاہ داعی شیرازی
	شرح ابیاتی از مثنوی	* * *
٦٨٥	شرح مثنوی معنوی	شرح از سروری ترک
	* * *	شرح از واعظ بخاری
	فتح مثنوی: شرح مثنوی معنوی	شرح از شاہ فتح محمد
	اسرار مثنوی و انوار معنوی: شرح مثنوی معنوی: اسرار نامہ	عبداللہ توشیکی خموی
	المنہی: شرح مثنوی معنوی	شرح از محمد عابد
٦٩٠	شرح مثنوی معنوی	
	* * *	شکر اللہ شارح
	* * *	
	* * *	
	شرح مثنوی معنوی: اسرار الغیوب	شرح از ایوب
	حل مثنوی معنوی	امام عبدالعزیز
	شرح مثنوی معنوی	فقیر اللہ شارح
٦٩٧	* * *	شاہ اولاد اللہ شطاری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٦٩٨	دفع شبہات از ابیات مثنوی	ضیاالم
	منتخب لب لباب	وحید بن بوعیر یوسف حسین
	شرح حیتین مثنوی: نی نامہ	درویش محمد قلوری
	شرح مثنوی معنوی	محمد بن حسین البلخی
	* * *	میرزا مہر دل خاں قندھاری
	اسرار العلوم	مولوی عبدالجبار
	شرح مثنوی معنوی	سید احمد
٧٠٥	شرح مثنوی معنوی	
	شرح بیتی از مثنوی	
	مفتاح المخزن: شرح مخزن الاسرار	محمد حبیب اللہ بن الحفیظ ہاشمی
	شرح مخزن الاسرار	محمد رضا ملتانی
	کاشف الاسرار: شرح مخزن الاسرار	
	شرح مخزن الاسرار	
	شرح معمہ: شرح در ابلکت	خواجگی کاسانی
	عشق پادشاہی کن	
	شرح مفصل	ملا عبید اللہ ملتانی
٧١٣	شرح منظومہ کریمداد	از عبدالکریم کریمداد
		شرح ؟

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٧١٣	شغل ادمی	شیخ علی گردیزی
	شلاق الجاہلین	محمد صابر بن محمد یعقوب
	شمس العارفین: مشکل	سلطان باہو
	کشتای حضور نما	
	شمع بارقہ	حبیب اللہ قندھاری
	شواہد التجدید	عبدالاحد مجددی
	شواہد الطوالع	شیخ سعدالدین احمد برکی
٧٢٠	شواہد محبت باری...	
	شواہد نجبی: شواہد نجیب	نجیب الدین انبیتوی
	شوق نامہ	محمد صالح کورنجہ
	شوقیہ: رسالہ...	شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری
	شوقیہ	قتیل لاہوری
٧٢٥	شیبیہ	خواجگی کاسانی
	الصباح عن المصباح	
	صبح وصال	محمد قمرالدین نوری
	صبر در شدت	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	صحت ومرض: روح بدن: سفرنامہ روح: حسن ودل: حسن وعشق	فتوحی بغدادی
٧٣٠	صراط الطالبین: ملفوظات پیر محمد راشد	یکے از ملفوظات پیر محمد راشد

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
٧٣١	صفائے المرآت	سید غلام حسین شاہ
	. . . .	غلام قادر شاہ فاضل
	صلات الاسرار	پیر احسن شاہ قادری
	صلات الاسرار: دوگانہ پیران: ضرب الاقدام	عبدالحق محدث دہلوی
٧٣٥	صلح کل	خوب محمد چشتی
	ضمیمہ وصال	دوانی
	ضبط اوقات: رسالہ...	محمد حسین ضیا کشمیری
	ضروریات مقاصد طریقت	حافظ غلام مصطفے
	ضیائے توحید: ترجمہ کلمات التوحید تہلیل	
٧٤٠	طب روحانی: طب وروحانیات امراض جسم وروح	
	طب الشفاء	بولاق چشتی
	طریق آخرت: رسالہ عرفانی	شیخ بہاءالدین
	طریق الارشاد التکمیل المومنین والاولاد	شاہ فقیر اللہ جلال آبادی
	طریق السالکین: بترددپوشیدن	
	طریق اصول: نفی واثبات: خفا	خواجہ باقی باللہ
	طریق الہدی	غلام جیلانی رہتکی
٧٤٧	طریقہ ختم نقشبندیان	پیر جعفر شاہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۴۸	طریقہ ختم خواجگان چشت: ختم خواجگان	
	طریقہ خواجگان نقشبند	مجدد الف ثانی
	طریقہ مجددیہ	غلام نبی للہی نقشبندی
	طریقہ مشغول: رسالہ...	
	طریقہ نقشبندیہ: رسالہ در	سید اسد اللہ
	طریقہ نقشبندیہ: بیان	سعد الدین کاشغری
	طریقہ نقشبندیہ: رسالہ در...	شاہ عبد الرحیم محدث دہلوی
۷۵۵	طریقہ نقشبندیہ: طریقہ خواجگان	مجدد الف ثانی
	طریقہ وصول: رسالہ در...	
	طعن بر مجتہدان	شیرازی
	ظفرنامہ ابوذر حکیم	خواجہ ابوذر حکیم
	ظہور ذات: رسالہ در...	
۷۶۰	عالم صغیر و عالم کبیر در بیان...	عزیز نسفی
	عالم ملک ملکوت و جبروت	
	عبادت و استغفار: رسالہ در ایثار	علی بن حسام الدین متقی
	عجالۃ الوقت	
	عرفان نفس	شیخ محمود حسنی
	عروۃ المقلدین	غلام دستگیر قصوری
۷۶۶	عریان المعیوب	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۶۷	عشرہ مبشرہ	محمد زاہد سالک قادری
	عشق: بیان عشق	عزیز نسفی
	عشق: رسالہ در ...	شیخ نظام الدین
	عشق حقیقی: مکتوبات نظام الدین / اولیاء	شیخ نظام الدین اولیاء
	عشق و سلوک	
	عشقیہ	شیخ عبد الغنی
	عقائد صوفیان	خوب محمد چشتی
	عقائد الصوفیہ: اعتقادیہ	
۷۷۵	عقائد جلیہ در مذہب صوفیہ	
	عقائد مجدد الف ثانی	شیخ احمد سرہندی
	عقبات	ہمدانی
	عقل بیدار	سلطان باہو
	عقل کل	شاہ غریب بن نصرت قادری
۷۸۰	عقل و عشق	سعدی شیرازی
	عقلیہ: رسالہ در بارۂ عقل	ہمدانی
	علاج المنکرین	جلال الدین سندی
	علم: رسالۃ العلم	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	عمدۃ الاسلام	
	عمدۃ التحریر فی حرمۃ الغناء والمزامیر	غلام محی الدین قصوری
۷۸۶	عملیات و اوراد	فیض رسول

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۷۸۷	عملیات مجددی	خواجہ علی محمد نقشبندی
	مناظر الجد	منسوب بہ امام جعفر صادق
	عوارف المعارف: ترجمہ...	متن شہاب الدین سہروردی ترجمہ
	عوارف المعارف: ترجمہ...	
	عوالم خمسہ مراتب علوم النفس	بابا فتح محمد
	عیار الایمان	
	عین الایمان	ناطق
	عین التصوف	مفضلی لاہوری
	عین الحق یا عین الیقین	
۷۹۶	عین السلوک	مولوی علی
	عین العشق	محمد قاسم رضوی
	عین الفقر	سلطان باہو
	عینک یو تعلمون	ملفوظات حافظ ابراہیم
	عین الکمالات	
۸۰۱	عین المحبۃ	یعقوب صالح
	عین الیقین	شاہ محمد فخر الدین اورنگ آبادی
	عینیہ: رازنامہ: تازیانۂ سلوک	امام غزالی
	غذاء المبین و سم المعاندین	ملفوظات خواجہ محمد اللہ بخش
	الغوارق فی شرح اسماء الحسنیٰ	
۸۰۶	غرائب الاسرار	سید محمد شاہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۰۷	الغنا و الفقر: رسالہ...	ملا عبید اللہ ملتانی
	غنیۃ الطالبین: ترجمہ	ترجمہ و تلخیص ابراہیم تونی
	غنیۃ الطالبین	
	رسالہ مرجیہ: شرح غنیۃ الطالبین	فخر الدین اورنگ آبادی
	کلمات غوث اعظم: شرح ابیات	شارح: ملوک شاہ
	شرح غوثیہ	عبد الرزاق
	شرح رسالہ غوثیہ	عبد الواحد
	ترجمہ و شرح رسالہ غوثیہ	
	اسرار الطریقہ: غوثیہ	محمد غوث پشاوری
۸۱۵	نشاط العشق: غوثیہ	عبد اللہ
	خیریہ: غوثیہ	خیر الدین خالدی
	فاروقہ احمدیہ و توحید وجودی و شہودی	احمد بن اسماعیل ایدلی نقشبندی قندھاری
	فائدہ جلیلہ	قاضی ثناء اللہ پانی پتی
۸۱۹	فتح الاذکار	شاہ فتح اللہ حسنی حسینی چشتی جالندھری
	فتح الباب فی معرفۃ رب الارباب	شاہ جلال الدین قادری
	الفتح الربانی: ترجمہ	شیخ عبد القادر جیلانی
	فتح الفصل (ترجمہ ورد محمدی)	
	فتوت نامہ: فتوتیہ	میر سید علی ہمدانی
۸۲۲	فتوحات الغیبیہ فی شرح عقائد الصوفیہ	شاہ فقیر اللہ شکارپوری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۳۵	فتوحات رشیدیہ	حافظ محمد ضیاء الدین
	فتوحات مکیہ (ترجمہ)	
	فتوح الغیب (ترجمہ)	
	فخر الحسن	شاہ محمد فخر الدین اورنگ آبادی دہلوی
	فرح افزا	پاکمر علی حافظ آبادی
	فرق بیان بلوغ کمال کمال المتنو	
	فریدہ : فرائد	
	فصوص الحکم (ترجمہ و شرح)	محی الدین ابن عربی شرح صدر الدین محمد قونوی
	فصوص الحکم (ترجمہ و شرح)	(شارح) عماد الدین محمد عارف (مترجم)
	فصوص الحکم (شرح)	خواجہ محمد پارسا
۸۳۵	حل فصوص الحکم (شرح فصوص الحکم)	میر سید علی ہمدانی
	فصوص الحکم (شرح)	کمال الدین حسین خوارزمی
	فصوص الحکم (شرح)	شیخ عبد الکریم چشتی لاہوری
	جنون المجانین : شرح فصوص الحکم	نور اللہ نعرتی
	فص الخصوص فی شرح نقش الفصوص	حسین شاہ جد سیدھا
۸۴۰	فصوص الحکم (شرح)	
	رد فصوص الحکم و فتوحات	شیخ جعفر بن عبد الکریم میران بوبکانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۴۱	فضائل الابنیہ الشمائل القدسیہ	
	فضائل ذکر : دیکھیے ذکر فضائل	
	فضائل ذکر خفی : دیکھیے ذکر خفی	
	فضائل نماز	سید سعد اللہ جیران بن موسیٰ
	فضائل نماز	قاضی ثناء اللہ پانی پتی
	فضائل نماز و ذکر	
	فضل اللقاء : عیان الفقراء	سلطان باہو
	فقر نامہ : مشائخ نامہ	بایزید بسطامی
	فقر نامہ : آداب درویشی	جعفر صادق
۸۵۰	فقر نامہ	جنید بغدادی
	فقر نامہ	خواجہ حسن بصری
	فقر نامہ : فقر درویشی	نظام الدین اولیاء
	فقر نامہ : آداب درویشی : درویشی نامہ	
	فقریہ : آداب سیرت اہل کمال بنسبت فقرہ	میر سید علی ہمدانی
	فقر و تصوف : کتاب در...	ابو اسحاق بن ابو طاہر قوام الدین
	فقر الابرار	میر خواجہ محمد الموحد
	رسالہ در فنا	شرف الدین احمد منیری
۸۵۸	فواتح	سیف اللہ حروف یہ خواجہ محمد نعیم نقشبندی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۵۹	فوائح سبعه	قاضی کمال الدین حسین
	فوائد خاقانیه	
	فوائد حسنیه شرح درود مستغاث	گل محمد بن محمد سلیم
	فوائد السالکین	محمد بن ابی سعید
	فوائد السلوک	یکمدل
	فوائد ضیائیه (ملفوظات ضیاء الدین)	مهدی علی حسین الحسینی
	فوائد طریقه نقشبندیه	عطا محمد
	فوائد عثمانی (مجموعه فوائد عثمانی)	سید محمد اکبر علی شاه دهلوی
	فوائد الوجود	شیخ عبد القادر گیلانی
	فوز النجات	محمد افضل الٰه آبادی
	فوز النجات	
۸۷۰	فیض چشتیه	سید شریف احمد شرافت نوشاهی
	فیض عام	نعیم الدین بدروانی
	فیض عیان: موید البیان: ترجمه مواهب الرحمٰن	متن شیخ عبد القادر گیلانی، مترجم ؟
	فیوضات قادریه: منقبت غوث قادری	عبد الرحیم یتیم قادری
	فیض نبوت	غلام احمد
	قابلیت: تحقیق و در معنی ...	صائن الدین علی ترکه خجندی
	قاطع اللذائذ	محمد محبت اختر
	قرب دیدار	سلطان باهو
۸۷۸	قرة العین: قرة الاعین	عبد القدوس گنگوهی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۷۹	قرة العیون	محمد حسن جان مجددی
	قسطاس مستقیم	مخدوم ابراهیم بن عبد اللطیف
	قصة المعراج: معراج نامه	غلام محی الدین بن قطب الدین لاهوری
	قطبیه: بیان اقطاب	شاه نعمت الله کرمانی
	قلب: مکتوب درباره ...	سید عبد الرحمٰن
	قلزوم	شیخ خوب محمد چشتی
۸۹۵	کاشف المرام للخواص والعوام	محمد معروف به هاشمی بن سید اسماعیل
	کاشفه	احمد بن اسماعیل ابدالی
	کبریت احمر (شرح)	شیخ عبد القادر گیلانی
	ذریعة السعادت ترجمه کبریت احمر	سعید عاصی
	روض الاذفر شرح الکبریت الاحمر	عاصی سعید کشمیری
	کبریت احمر (شرح)	محمد اعظم دیده مری کشمیری
	کشکول الفوائد	محمد موسیٰ بن خواجه عیسیٰ
	کشکول وارث علی	وارث علی
	کحل الجواهر	
	کشف الاسرار فی معرفة الاسرار	فتح الله گردیزی
	کشف الاسرار	محمد حسین بن داراب
	کشف الاسرار شرح امر الوحی	برهان الدین مختار بخاری
	کشف الاسرار	شاه نعمت الله کرمانی
۸۹۸	کشف الاسرار فی شرح الاسرار	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۸۹۹	کشف حقایق الوجود، در توحید	منتخب الدین قادری
	کشف العین فی شرح الرباعیتین	خواجہ باقی باللہ، شرح از شاہ ولی اللہ
	کشف القناع عن حکم السماع	محمد ابراہیم بن ابوالقاسم
	حاشیہ کشف المحجوب	عبدالغفور لاری
	کشف المحققین و اسرار الموحدین	شاہ عزالدین قادری
	کشف المحققین فی اسرار الموحدین	نقشبندی
	کشف المراتب	شاہ داعی شیرازی
۹۰۵	کشف المعانی	بابا محمد عثمانی
	کشف الملفوظ	محمد یار
	کشفیہ، رسالہ ...	خواجہ محمد پارسا
	کفایت الاسلام	ابوالفتح حسن حسینی العلوی
	کفایۃ الاعتقاد	ملا حسین شہباز کشمیری
	کلمات باقیہ	شاہ داعی شیرازی
	کلمات جامع	شاہ ابوالحسن قادری
	کلمات حسینیہ	محمد بن ابوسعید حسینی
	کلمات صوفیہ	میر سید نوازش علی بلگرامی
	کلمات طیبات، ملفوظات نجم الدین	شیخ برہان محمد
۹۱۵	کلمات طیبات، ملفوظات نوشاہیہ	حاجی محمد قادری
	کلمات عبدالخالق غجدوانی	عبدالخالق غجدوانی
	کلمات شیخ عبدالقادر	شیخ عبدالقادر گیلانی
۹۱۸	کلمات قدسیہ، قدریہ	امان اللہ بن حسین

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۱۹	کلمہ حق در توحید مطلق	اشرفی عنایت اللہ
	کلید شریعت	میر محمد امین مودودی
	کلید گنج	برہان الدین چشتی
	کلید معرفت	
	کلید وحدت	
	کمالات احمدیہ و مقامات احمدیہ	عبدالحی بن ابوالخیر مجددی
۹۲۵	کمال بلوغ و بلوغ کمال در ترجمانی	نعمت اللہ کرمانی
	تکملہ، ترجمہ و شرح حدیث الحقیقہ	عبدالرزاق کاشی، مترجم افتخار بن نصراللہ
	تکملہ، شرح حدیث الحقیقہ	عبدالرزاق کاشی، مترجم و شارح: نظام الدین احمد
	تکملہ، شرح حدیث الحقیقہ	شاہ داعی شیرازی
	کنز الدقایق	فیروز شاہ نوشنگی نقشبندی
	کنز المعرفت	ضیا شہاب کمالی
	کنز الفوائد	ضیاء الدین محمود بن ابراہیم
	کنز المعرفت، ملفوظات نوشاہی	غلام مصطفی نوشاہی
	کنز المقصود	شیخ بایزید بن صابر
	کنز الاسرار فی مذہب والشطاریہ	عبدالنبی شطاری
	کنوز معرفت	گل محمد
۹۳۶	کواشف بیان	حسن محمد قادری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۳۰	کوسس خجریہ: رسالہ ...	حاجی یعقوب
	گلدستہ حقیقت	حبیب اللہ شاہ سابنارسی کبیری
	گلدستہ موجودات: جامع الکلمات	غلام محمد حنیف جنیدی
	گلزار اسرار صوفیہ	دیدہ مستعل
	گلزار اسرار شرفی: مجموعہ محبوبیہ	پیر محمد راشد اللہ
	گلستان سفیان	
	گلشن عشق	شاہ محرم اللہ متوکل
	گلگشت در مسائل نقشبند: زاد العابدین لاہل الیقین	محمد امین ستالی
۹۳۵	گل نوروزی: گل نوروز	خواجگی احمد کاسانی
	گنج اسرار	شیخ قاضی سہروردی
	گنج اسرار: سر ید و مریدی	
	گنج السالکین	رکن الدین
	گنج العارفین	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	گنج مخفی: شرح کنت کنزا مخفیا	
	گنج اسرار: شرح کنت کنزا مخفیا	خواجگی احمد کاسانی
	گنج نامہ	خواجہ عبداللہ انصاری
	لب: رسالہ	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	لذات المتقین	
	لذت المعرفۃ	شاہ درویش محمد نادری
۹۵۶	لطائف خمسہ: تذکرۃ اللطائف، لطائف شاہی	شیخ عبدالاحد سرہندی مجددی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۵۷	لطائف صوفیہ	صوفی بن جوہر جہیانی
	لطائف عشری	خواجہ غلام نبی للہی نقشبندی احمدی
	لطائف غوثیہ	محمد بن غلام غوث قادری بٹالوی
	لطائف غیبی: لطائف غیبیہ	ابو المعارف عنایت اللہ قصوری لاہوری
	لطف المعانی	
	لطیفہ انسانیہ: اصطلاحات صوفیان	
	لطیفہ شریفہ	
	لطیفہ غیبیہ	عبداللہ بن مستان الدین سہروردی
۹۶۵	مکاشف الاسرار: شرح لوایح	محمد شریف بن نظام الدین ہروی علوی
	شرح لوایح	
	لوایح: ملفوظات عبدالقادر	
	کیف ذاتی	
	مالغنیۃ الفقار لاہل الفقر، مختار	
	مجمع الاسرار	سید بہادر شاہ بھیکری قادری
	مجمع الاسرار	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	مجمع الاشیاء	شیخ محمود
۹۷۲	مجمع الحکم (مجمع الاحکام)	درویش ابو سعید علی دوران قریشی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۷۳	ضوء اللمعات: شرح لمعات	صائن الدین علی ترکہ خجندی
	شرح لمعات	امیر عبداللہ برزش آبادی
	صدق اسرار: شرح لمعات	فیض اللہ بن زین العابدین
	حاشیہ بر لمعات	شیخ محمد حسین عشاق
	شرح لمعات	
	شرح لمعات	
	لمعات قادریہ	محمد فاضل عنایت اللہ
۹۸۰	لمعۃ الاذکار	فقیر محمد پارسا نقشبندی
	لوامع انوار الکشف والشہود علی قلوب الذوق والجود	عبدالرحمٰن جامی
	قصیدہ خمریہ	
	مجمع الدقائق	
	مجمع الفیوضات: ملفوظات محمد زبیر	خلیفہ میاں محمود
	مجمع قوانین	محمود سلطان حافظ محمد
۹۸۵	مجمع الکمالات	شیخ محمد معین بن نور محمد گجراتی
	مجمع اللطائف	محمد حیات نوشاہی
	مجموعۃ الاذکار	
	مجموعۃ اسرار	شیخ عبدالنبی تیہو
	مجموعۃ الفرائد مشتاقی نوادر نقشبندی	سید محمد اکبر علی شاہ دہلوی مشتاقی مجددی
۹۹۰	مجموعہ فوائد	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۹۹۱	مجموعہ وظائف چشتیہ	خان عبدالقادر خان بادوزئی
	محبت: رسالہ فی معنی المحبۃ	شاہ داعی شیرازی
	محبت باری: تحفۃ القلوب	خواجہ عثمان جالندھری
	ہدیۃ الارواح	
	محبت نامہ	
۹۹۵	محبوب العاشقین	بایزید بسطامی
	محبوب المتقین	محبوب عالم
	محک الطالبین	محمد سعید قادری معروف عبدالسلام حسام الدین
	محک الطالبین: مختصر	محمد بن سلیمان بن عثمان
	محک الطالبین	
	محک الطالبین: منتخب	مرتضیٰ بن محمد خان
	محک الطالبین	شہاب الدین زئی
۱۰۰۰	محک و محکم / الفقر اخورد	سلطان باہو
	محک الفقر: کلاں	سلطان باہو
	محک مریدان طالب تحقیق	
	مختصر الطالبین	عبدالکریم سندی
	مخزن الانوار احمدی فی کشف	حاجی محمد حق اللہ فاروقی
	اسرار مجددی	سرہندی مجددی
۱۰۰۵	مخزن الدعوۃ: مخزن الدعوات	سراج الدین برہانپوری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۰۷	مخزن ہدایت و مرآت معرفت	شاہ محمد غوث چشتی بن شیخ کریم الدین
	مرآت الحق	میر محمد صلاح شطاری
	مرآت الحقائق	قاسم
	مرآۃ الروح	
	مرآت الصفا	خواجگی احمد کاسانی
	مرآت الصفا در شرح مرآت العارفین	محی الدین اہل اللہ
	مرآت الصفا: انتخابی از...	—
	مرآت الطالبین	طاسین شاہ کشمیری
	مرآت العابدین	
۱۰۱۵	مرآت العارفین	شاہ قادری برہنہ شمشیر
	مرآت العارفین (شرح)	شیخ زکریا
	مرآت العارفین	
	مرآت العرفان	فتح اللہ گردیزی
	مرآت غوثیہ	امام بخش بن خواجہ نور اللہ لاہوری
	مرآت المحبین و مرآت المحبوبین	محمد سعد الدین
	مرآت المتقین	نعمت اللہ ولی کرمانی
	مرآتیہ: مراتب	خیر اللہ نقشبندی
	مرآت الوجود	شاہ داعی شیرازی
۱۰۲۴	مرآت الوصول: ملفوظات عربی	مولانا محمد قاسم

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۲۵	مراتب سلوک	شاہ روف احمد مجددی نقشبندی
	مراتب: رسالہ در بیان... = مراتب الہیہ	شاہ نعمت اللہ ولی
	مراتب خمسہ: مراتب وجود	
	مراتب لدنیہ: تذکرہ [illegible]	شاہ نعمت اللہ ولی
	مراتب فنا فی اللہ	شمس الدین بن حامد محمد گیلانی
	مراتب مشائخ نقشبندیہ: تاریخ مشائخ نقشبندیہ	نور محمد تھانیسری
	مراتب الوجود	نور الدین محمد عبد اللہ شیرازی
	مراتب وجود	
	مرأۃ العشاق فی بحر الاشواق	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی گجراتی
۱۰۳۳	مراد العارفین	صوفی اللہ یار بن اللہ قلی نقشبندی
	مراقبات: رسالہ	شاہ احمد سعید مجددی
	مراقبات	محمد حسین بن امام محمد رضا نقشبندی
	مراقبت: رسالہ در...	شیخ محمد مشہور بہ خلیفہ
	مرثیہ: رسالہ...	ملا شاہ بدخشی
۱۰۳۹	مرغوب القلوب	سید شاہ فقیر اللہ علوی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۴۰	مربات التسلیل	شاہ داعی شیرازی
	مرید و مریدی	عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم
	مرید و مریدی، رسالہ نجم الدین کبریٰ	نجم الدین کبریٰ
	مرید و مریدی، بیعت نامہ	
	مسائل حقایق	ناشناس
	مسجد و سجدہ کردن و آنچہ، رسالہ در	خواجہ محمد چشتی۔
	مسطر طریقت	غلام نبی اللعلی احمدی سنکری نقشبندی
	مسلک العارفین	خواجہ محمد پارسا بخارائی
	مشارب الاذواق	میر سید علی ہمدانی
	مشارق	
۱۰۵۰	مشاہد، مشاہدات، مشاہدۂ کاشف الطیاب	ابوالفتح علاء قریشی گوالیاری
	مشاہدۃ الموجود	ابوالحسن نصر اللہ
	مشاہدہ و رویت باری، رسالہ در	
	مشتاق الطالبین	محمد صابر بن محمد یعقوب صوفی
	مشیت بہلول۔	میر سید علی ہمدانی
	مصابیح العارفین	شیخ عبدالکریم چشتی لاہوری
	مصافحہ، رسالہ در بارۂ۔۔۔	
۱۰۵۰	مصباح السالکین	سید محمد عبدالحلیم گیلانی لامجد شن دیانی پتی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۵۸	مطالع الطالبین طریق السالکین	شریف محمد ایرانی تبریزی
	مطالب الامنی فی شرح اسماء الحسنیٰ	شیخ ولی اللہ محمد دہلوی
	مطلوب الطالبین	عبداللہ بن حسن رازی علی بن حسین جیلانی
	مطلوب العاشقین	شاہ بختیار عبدالمومن
	المطلوب فی عشق المحبوب	علوی تبریز شاہ
	مظاہر، مراتب الوجود مظاہر کو نامد	شیخ نظام الدین تھانیسری
۱۰۶۷	مظہر جلالی، مظہر الٰہیہ ملفوظات جلال الدین	صلاح الدین شاہ
	مظہر العجائب و مجمع الغرائب	حافظ محمد بصیر
	معارف، و دقائق الحقائق گنگوہی	احمد روحی
	معارف تصوف	نوشہ گنج بخش
	معارف العوارف	سید محمد نور بخش
	معاش السالکین	
	معدن الاسرار	محمد صفی اللہ سرہندی فاروقی
	معدن الحقائق گیلانیہ	اسماعیل عبداللہ
	معدن الغرائب	عبدالوہاب صوفی جیلانی
	معراج العاشقین	خواجگی احمد کاسانی
	معراج نامہ	جان محمد
		حمید الدین ناگوری
۱۰۷۶		مبارک بخاری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۸۲	معراج نامہ	
	معرفت	خواجہ محمد باقی باللہ
	معرفت	خواجہ محمد تقی احمد آبادی
	معرفت السلوک	
	معرفت ذات وصفات خدا: سوال وجواب	بوعلی قلندر پانی پتی
	معرفۃ الفقر	شیخ اللہ گرگیری
	معرفۃ الفقر	
۱۰۸۳	معرفۃ القلوب	شاہ میران جی
	معرفۃ المحبوب	شاہ برہان الدین
	معرفت مقامات صوفیان	
	معرفۃ النفس	شاہ داعی شیرازی
	معرفۃ الواحد: معرفت وحدت	
	معنی کلمات	
	معیار الکشوف	شیخ سعد الدین احمد انصاری
	مغتنم الحصول فی علم الاصول	حبیب اللہ قنوج بخاری
	المفاوضۃ بین الانسان والکفر	محمد امین بدخشی
	مفاتیح الاسرار: ترجمہ شجرہ	ابو الجیش زین
	المفاتیح	امداد علی
	مفتاح التصوف	شیخ علی بن محمود قاسم
۱۰۹۵	مفتاح الحدیقہ: شرح حدیقہ سنائی	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۰۹۶	مفتاح الطالبین	صلاح الدین عرف اروز علاء الدین سہروردی
	مفتاح العارفین	سلطان باہو
	مفتاح الفتوح: جنۃ الاعلام	خواجہ ستار الرحمن ابرابانی
	مفتاح الکرامات	محمد فاضل احمد آبادی
	مقابیس المجالس: ارشادات فریدی	محمد رکن الدین
	مقاصد السالکین: آداب مرید ومریدی	محمد بن احمد بن محمد
	ملاقات توشہ	حاجی محمد قادری نوشہ
	مقامات اولیا: فرحۃ الاتقیاء	
	مقامات تصوف	ابو سعید مجددی قادری
۱۱۰۵	مقامات خدا بخش ملتانی	
	مقامات السلوک	
	مقامات صوفیان: ذیل مقام	
	مقامات طریقہ مجددیہ	شاہ رؤف احمد مجددی
	مقامات مجدد الف ثانی	
	مقصود الطالبین	
	مقصود المراد: مقصود العاشقین ملفوظات شاہ	شاہ مراد بن شاہ جلال
۱۱۱۳	مقصود المومنین: ترجمہ...	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۱۳	مقصود المومنین و ذوق العارفین		۱۱۳۳	مکتوبات صفی اللہ	شاہ صفی اللہ
	مکاتیب شریفہ، مکتوبات شریفہ	غلام محی الدین قصوری		مکتوبات الصلاۃ، مکتوبات در سالکان، مکتوبات سید عبدالرحمٰن	سید عبدالرحمٰن
	مکاتیب طیبہ	ایضاً		مکتوبات عبدالجلیل	شیخ عبدالجلیل چشتی لکھنوی
	مکاشفات	شاہ نعمت اللہ کرمانی		مکتوبات عبدالجلیل	مولانا عبدالجلیل فاضل لوکی
	مکاشفات			مکتوبات عبدالحمید	عبدالحمید
	مکالمات خوشیہ	ابواسحاق جمال الدین احمد		مکتوبات عبدالصبور	عبدالصبور
	مکتوبات احمد کشمیری	ابو محمد حسن کشمیری قادری		مکتوبات عبدالکریم و دریزہ	عبدالکریم کریم داؤنگر یاری
	مکتوب اعلیحضرت	غلام نبی للٰہی	۱۱۴۰	مکتوبات عبدالواحد بلگرامی	عبدالواحد ابراہیم بلگرامی
	مکتوبات بوعلی قلندر	بوعلی قلندر پانی پتی		مکتوبات غزالی طوسی	حجۃ الاسلام محمد
	مکتوبات جہانیاں جہاں	جہاں نیاں جہاں گشت		مکتوبات غلام محی الدین قصوری (۱)	غلام محی الدین قصوری
	مکتوبات محمد حسن جان	محمد ہاشم جان مجددی		مکتوبات غلام محی الدین قصوری (۲)	
۱۱۲۳	مکتوبات محمد حسین	محمد حسین		مکتوبات فرح بیاں	خواجہ محمد عبدالصمد
	مکتوبات خواجہ معین الدین سنجری	خواجہ معین الدین سنجری		مکتوبات فضلیہ	قاضی ابو محمد عبداللہ فضلی
	مکتوبات درویش محمد	درویش محمد قادری		مکتوبات فقیراللہ	فضل بن پیر محمد
	مکتوبات دوست محمد	دوست محمد قندھاری		مکتوبات مانکپوری	حسام الدین مانکپوری
	مکتوبات دیدار، نامہ جیبدار	محمد بن محمود دیدار		مکتوبات مجتبیٰ قلندر	مجتبیٰ قلندر البریلوی
	مکتوبات محمد راشد	پیر محمد راشد اللہ		مکتوبات محب اللہ	محب اللہ الہ آبادی
	مکتوب سید آدم	سید آدم بنوری		مکتوبات ملا شاہ	ملا شاہ بدخشی
	مکتوبات خواجہ شریف مراد	خواجہ شریف مراد		مکتوبات میر صاحب	میر سید بخشی قنوجی
۱۱۳۲	مکتوبات محمد شہریار	محمد شہریار	۱۱۵۲	مکتوبات میر صفی اللہ	میر صفی اللہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۵۳	مکتوبات نام شناختہ	
	مکتوبات نور اللہ	سید نور اللہ نوشاہی
	مکتوبات نور محمد لاہوری	نور محمد لاہوری وملا مسعود ملتانی
	مکتوبات نوشہ	حاجی محمد قادری
	مکتوبات عبدالحکیم چپو: رسالہ عبدالحکیم	عبدالحکیم سیالکوٹی قندھاری
	ملاک الامتحان و دعوات العباد	محمد یحییٰ مشہور بہ نواب اللہ
	ملفوظات بقا	خواجہ محمد بقا نقشبندی
۱۱۶۰	ملفوظات جامی	عبدالرحمن جامی
	ملفوظات جہانیاں جہاں گشت: ملفوظات جلال الدین بخاری	مخدوم جہانیاں جہاں گشت
	ملفوظات حضرت صاحب	ابراہیم بابا بیگ
	ملفوظات خدا بخش	حکیم شیخ جان اللہ بخش
	ملفوظات محمد راشد (۱)	محمد حسین
	(۲)	
	ملفوظات محمد راشد: جامع الفیوضات	محمد راشد
	ملفوظات رشیدی، ملفوظات عبدالرشید حقانی	شرف الدین قریشی
۱۱۶۹	ملفوظات سعد الدین	عبدالستار

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۷۰	ملفوظات سراج العارفین	مصطفیٰ محمد ضیاء الدین
	ملفوظات شاہ مدار، دوج مجلس	
	ملفوظات شریف: ملفوظات تونسوی	غلام حیدر
	ملفوظات شکر گنج	فرید الدین مسعود
	ملفوظات صاحب کوٹ	حضرت جی معروف بہ اللہ صاحب کوٹ
	ملفوظات صبغت اللہ	سید علی گوہر حسینی
	ملفوظات سید عبدالکریم سندی	
	ملفوظات عطار نیشاپوری	محمد بن محمد ابو سعید عطار نیشاپوری
	ملفوظات شیخ عیسیٰ	شیخ عیسیٰ بن شیخ قاسم سندھی
	ملفوظات فتح علی	
	ملفوظات فقیر اللہ	محمد فاضل
۱۱۸۰	ملفوظات لعل شہباز قلندر	منصور علی بن محمد فاضل
	ملفوظات مبارک، ملفوظات محکم الدین	
	ملفوظات مخدوم نوح	مخدوم نوح ہالکنڈی سندھی
	ملفوظات نصیر الدین محمود: دہ مجلس	نصیر الدین محمود چراغ دہلی
	ملفوظات وجیہ الدین	
	منار الانوار	
۱۱۸۶	منازل الاولیاء: رسالہ	محمد حسین خان ناز کشمیری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱۸۷	مناظرہ رزم و بزم : منظومہ رزم و بزم	صاین الدین علی ترکہ خجندی
	منامیہ	میر سید علی ہمدانی
	منتخبات محمد امین بیجو	محمد امین بیجو
	منتخب المناقب : مکتوبات سلیمان تونسوی	محمد ذوقی
	منتہی العارفین	شاہ اسد اللہ
	منشات فخر الدین رازی	فخر الدین رازی
	منہاج السالکین	محمد اکرم بن علی براسوئی
	منہاج معرفت	لطف اللہ قادری
۱۱۹۵	منہج الرشاد لنفع العباد	ابوبکر محمد بن محمد
	مواہب الغنی	خیر اللہ نقشبندی
	مواہب مجمع تحریر	قطب الدین محمد اشرف سیدہ
	مونس السالکین	
	مونس الصالحین	حسین
	میراث العاشقین	شاہ احمد عرف شاہ مدن
	میزان التمیز فی العلم العزیز : حجۃ البالغہ	مرزا محمد باجی نیشاپوری
	میزان المحبت	
	میزان المعانی	
	میمونہ	جنید بغدادی
۱۲۰۵	میمونہ	حمید اللہ سروی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲۰۶	الناس یا الیاس : رسالہ در ...	خواجہ محمد شفیق احمد آبادی
	نافع الراسخین	زعفرانی
	نافع الطالبین : قواعد عارفیہ	محمد عارف قریشی اسدی
	نبوت و ولایت : تحقیق در ...	محمد جلال الدین بن سید نور علی شاہ
	... : رسالہ در ...	نعمت اللہ کرمانی
	شرح نزہۃ الارواح :	بہاء الدین ید
	نفحت الارواح : شرح نزہۃ الارواح	سید علی بن عثمان ہمدانی
	نزہۃ السالکین	علیم اللہ جالندھری
	نزہۃ العاشقین	عثمان بن حاجی
۱۲۱۵	نسیم ریاحین	عبد القادر جیلانی
	النصح الوافی للقلب الشافی	علی بن حسام الدین متقی
	نظام و سرانجام	شاہ داعی شیرازی
	نفحات الکرامات : ملفوظات پیر دانش اللہ م	محمد قاسم شوری
	نفخ روح : روح ... بیان حقیقت آدم و روح	نعمت اللہ کرمانی
	نفس معرفت ...	کمال الدین ابراہیم شروانی
	نفس الامر رسالہ ...	
۱۲۲۲	نفس و خدا شناسی : معرفت	

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲۳۳	نفی و اثبات: (شرح) ، تفسیر لا الٰہ الا اللہ	نعمت اللہ ولی کرمانی
	نقط	سائیں ازیر علی بگہ نقشبندی
	نکات	حافظ غلام محمد فرخ آبادی
	نکات	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	نکات	
	نکات الاخوان	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	نکات الاسرار	محمد امین بدخشی
۱۲۴۰	نکات بے خود	منشی سیتل سنگھ بے خود
	نماز صوری	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
	نوادر المعارف	خواجہ محمد موسیٰ
	نوادر الوظائف و غرائب اللطائف	ابوبکر بن ابو الفتح الحسینی
	نوائے طرب: برزخیہ	
	نود و نہ نام خدا	
	نور علی نور	مثنوی عبد الرحمٰن جامی
	نور وحدت	بعض مرید حضرت برہان اللہ
	نور وحدت: حقیقت وحدت وحدت وجود	
	نور الہدیٰ	سلطان باہو
	نور الہدیٰ	شیخ عبد القدوس گنگوہی
	نور الہدایہ	
۱۲۴۲	نوریہ	علاء الدولہ سمنانی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۲۴۳	نوریہ	سید علی ہمدانی
	״ ״	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	نوریہ، انوار	
	نوریہ	
	نہایۃ الکمال	غلام قادر شاہ بٹالوی، قادری فاضلی
	״	
	النہایۃ ہو الرجوع الی البدایہ	خواجہ محمد چشتی
۱۲۵۰	نیت: رسالہ ...	خواجہ محمد چشتی احمد آبادی
	نی نامہ: نائیہ	عبد الرحمٰن جامی
	نی نامہ: شرح مثنوی	چرخی
	واصلۃ الحق	حافظ افغان
	واقعۃ الحقائق، واقعۂ جانی	خواجگی احمد کاسانی
	وجود مطلق	شیر محمد
	״ ״	عبد الرحیم
	وحدت وجود	رشید الدین دہلوی
	״ ״ : اثبات ...	رضا شریف قمی حسینی
	״ ״ : رسالہ نور	میاں محمد شریف
	״ ״ : تقریری دو	حافظ صدر الدین حیدرآبادی
	״ ״	عبد اللہ بن عبد الحکیم سیالکوٹی
	״ ״	شیخ عبد القادر جیلانی
۱۲۶۳	״ ״	عزیز نسفی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
١٢٦٣	وحدت وجود : رسالہ ...	محمد علی مہاجر
"	" "	محمد غوث پشاوری لاہوری
"	" : مراتب سہ گانہ	
"	" : رسالہ در ...	
	وحی و الہام : توحید بطن بیان ...	عزیز نسفی
	ورد الابرار	محمد حسن علی مکی
	ورد محمدی : ترجمہ فتح الفضل	خواجہ گل محمد سندی
	ورد المریدین	بابا داود خاکی کشمیری
	وسیلۃ النجات والوصول فی شرح ابیات سراج القبول	محمد فاخر زایر عباسی
	وصیۃ السالکین	سید صفی اللہ
	ولایت : رسالۂ معنی الولایہ	شاہ داعی شیرازی
١٢٧٥	ولایت عامہ و خاصہ : ولایت و نبوت مراتب ولایت	شاہ نعمت اللہ کرمانی
	ہدایت الذاکرین	عثمان ہزاری چشتی
	ہدایت راہ	شیخ ہدایت اللہ شاہ
١٢٠٨	ہدایت رب عند فقد المربی	علی بن حسام الدین متقی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
١٢٧٩	ہدایت الطالبین	محمد صالح بدخشانی کولابی
"	"	محمد صدیق بدخشی کشمی
"	"	
	ہدایت المخلص	سید میر حیدر گجراتی ثم کشمیری
	ہدایت المدبرین وارشاد السالکین	موسی بن حامد
	ہدایت المصلین و اصلاح المومنین	اللہ بخش عرف منیہ احمد بخش
١٢٨٥	ہدایت نامہ : رسالہ دریافت حق	ابو الحسن خرقانی
	ہمدانیہ	میر سید علی ہمدانی
	ہوش افزا	خواجہ ناصر عندلیب
	یقینیہ : علم الیقین و عین الیقین، حق الیقین	خواجہ باقی باللہ نقشبندی
	ینابیع الحیات الابدیہ فی طرق طلاب النقشبندیہ	شیخ ابو الحسن سندی دابری نقشبندی
١٢٩٠	یواقیت الحرمین : ترجمہ یواقیت حسنات الحرمین	محمد شاکر بن عابد الدین سرہندی

فہرست تصوف عربی (پاکستان)

دار العلوم پشاور

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	بیان الاسرار	شیخ عبد القادر جیلانی
۲	حیات الانسان	شیخ سید محمود قادری کروی ثم المدنی النقشبندی
۳	دقایق الاخبار	ابو حامد محمد بن غزالی
۴	زواہق اللطائف شرح عوارف المعارف	
۵	سیر السلوک الی ملک الملوک	قاسم بن صلاح الدین الخالی
۶	شرح برزخ	ابو سعید
۷	شرح الحکم ابن عباد	شیخ تاج الدین ابو الفضل
۸	شرح الحکم ابن عباد	
۹	شرح رسالہ تسویہ	حاجی ابو وفد
۱۰	شرح صلوٰۃ بطلیمہ سید آدم بنوری	
۱۱	شرح عین العلم	اخوند محمد محسن کشمیری
۱۲	شرح فصوص الحکم	
۱۳	شرح قصیدہ غوثیہ	ابو الفرح محمد فاضل الدین
۱۴	شرح قصیدہ غوثیہ	
۱۵	حزب الاقدام	محمد محفوظ قادری
۱۶	قطب الارشاد	شیخ فقیر اللہ شکارپوری
۱۷	قطب الارشاد جلد اول و دوم	- - -
۱۸	کتاب فی التصوف	شیخ اکبر محی الدین
۱۹	کنز العباد فی شرح الاوراد	شیخ عبد القادر جیلانی
۲۰	لطائف الاعلام فی اشارۃ اہل الالہام	شیخ عبد الرزاق الکاشانی
۲۱	مجموعہ رسائل	
۲۲	مجموعہ رسائل ۱۰ عدد	
۲۳	مجموعہ رسائل تصوف پانچ عدد	
۲۴	المعارف اللدنیہ وغیرہ	یعقوب چرخی
۲۵	مقصود القاصدین (مجموعہ)	شیخ بدر الدین بن شیخ زکریا الملتانی سندھی محمد ابو الخیر

پاکستان میں نوادر مخطوطات تصوف

منزوی کے علاوہ چند اور فہرستیں بھی ملی ہیں جن میں ایسے اندراجات
ہیں جو منزوی میں نہیں ہیں۔ یہ سب فہرستیں پاکستان فہرست نمبر ۲ کے
طور سے پیش کی جا رہی ہیں۔ ان سب فہرستوں سے جو ہمیں عارف نوشاہی
صاحب (اسلام آباد) اور ڈاکٹر ظفر حسین صاحب (پشاور یونیورسٹی)
سے ملیں، ہندوستان میں موجود مخطوطات کو نکال کے بقیہ کو پیش کیا جا رہا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
				رسالہ مزارات بخارا شریف	ملا زادہ
	مجموعہ حظیرۃ القدس	نواب صدیق حسن خاں		حل مثنوی	شاہ ولی اللہ
	شرح دیوان حافظ	حافظ شیرازی		مناقب امیر کلال	ناشناس
	مجموعہ کتاب التفرقہ	امام غزالی		روضۃ الواعظین	معین الدین ہروی
	شرح مرآۃ العارفین	حافظ شیرازی		تذکرۃ خواجگان نقشبند	صادق اشتہابانی قاصدی
				مجموعہ تصوف	شیخ قطب الدین دمشقی
	تحائف الرشید (ملفوظات شیخ			کتاب مجہول الاسم	کمال الدین سیالوی
	عبدالقادر جیلانی)	محمد امین علی بدخشی		شرح صلوۃ طیبہ آدم بنوری	عبدالاحد بن بایزید
	مجموعہ رسائل تصوف	خرم علی		حلاوۃ الاسلام	
	شرح طریقہ محمدی	اسمعیل شہید دہلوی		رسالہ مجہول الاسم	ابن عربی
	مناقب قادریہ	" " "			

Sufism

In the sub-Continent

Papers
Presented in the
Second Khuda Bakhsh South Asian Regional Seminar
on Tasawwuf Manuscripts
1985

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna

Sufism

In the sub-Continent

Papers
Presented in the
Second Khuda Bakhsh South Asian Regional Seminar
on Tasawwuf Manuscripts
1985

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna

Distributor: Maktaba Jamia Limited, Jamia Nagar,
New Delhi-110025.

Head Office: Maktaba Jamia Limited, Jamia Nagar,
New Delhi-110025.

Branches: * Maktaba Jamia Limited, Urdu Bazar,
Delhi-110006.

* Maktaba Jamia Limited, Princes Building,
Bombay-400003.

* Maktaba Jamia Limited, University Market,
Aligarh-202001.

1992

Price Rs. 150/-

Printed by Liberty Art Press (Proprietors Maktaba Jamia Ltd.) 1528 Pataudi House, Daryaganj, New Delhi and published by Khuda Bakhsh Oriental Public Library, Patna.

Editor's Note

Khuda Bakhsh Library, an Institution of National Importance, one of the biggest repositories of Arabic and Persian manuscripts in the sub-continent, has launched a programme of intensive research in a few specialised fields in which India, Pakistan and Bangladesh might be equally interested. This is being realised through South Asian Regional Seminars on select subjects. The subjects are Tibb, Quranics, Indic Religions, Sufism, Indian History, Perso-Arabic and Urdu Literature.

The Scheme of the proposed Seminars is to sort out the most significant from amongst the rare and important manuscripts preserved in public & private collections of India, Pakistan and Bangladesh with a view to bring out their critical editions and/or translations. Librarians and Scholars specialising in the subject-manuscripts are invited to participate in the venture. Articles covering the whole range of a particular collection, briefly introducing each significant manuscript, are specially appreciated.

The first International Seminar held in 1984, was devoted to Ionian Medicine (Tibb) manuscripts. Proceedings of the Seminar including papers, and a comprehensive list of so-far unpublished manuscripts on the subject preserved in the sub-continent already have been published. The Second Seminar of the series held in 1985 was devoted to Manuscripts on Sufism (Tasawwuf).

A list of Indo-Pak holdings of manuscripts on Sufism - deemed to be so far unpublished were circulated for discussion. A few significant manuscripts were specially made subject of detailed study.

The Seminarians, at the end of the discussions, decided that (1) the list be revised and improved in the light of Seminar discussions, and (ii) Manuscripts held most significant by the Seminar be edited and/or translated and published at the earliest convenience; and competent scholars be requested to take up the work in earnest.

The Comprehensive Lists as revised by the seminarians, and the papers as amended in the light of their comments, are now being presented in the form of Proceedings of the 2nd South Asian Regional Seminar. The Lists contain so-far unpublished Perso-Arabic manuscripts preserved in the public and private collections of the sub-continent. However, they carry only the bare minimum description, avoiding details regarding the folios, the dates, as also the minute subjects of the manuscripts as, generally speaking, the sources of the lists were found incomplete in these respects.

As for the decision to get the rare manuscripts edited, the work has been taken up in earnest and it is hoped that, before long, the Library would be able to produce critical editions of the choicest of the rare manuscripts lying buried in various oriental collections since centuries, unhonoured and unsung.

In the meanwhile, let us hope, the present work may serve as a helpful reference work to those who are akins to make in-depth studies in Sufism.

A.R.Bedar

C O N T E N T S

Part - II